TIGHT BINDING

TEXT PROBLEM
WITH IN THE
BOOK ONLY

سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ سلطنت رومہ

تصنیف

جے۔ بی۔ بیوری

ترجمہ

مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی

رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۴۸ھ م سنہ ۱۳۳۸ف م سنہ ۱۹۲۹ء

دارالطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

1952

یہ کتاب مسٹر جان ترے (پبلشر) کی اجازت سے
جن کو حق اشاعت حاصل ہے اُردو میں
ترجمہ کرکے طبع و شایع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین تاریخ سلطنت رومہ

ابواب	فصول	مضمون	صفحات
۱	۲	۳	۴

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ سلطنت رومہ

باب اول

جنگ اک شیم سے زمانہ "صدارت" کے آغاز تک

ذیلی عنوان (۱) سیزر (۲) اگرپی یا ومیسی ناس (۳) مصر میں سیزر کا طرز عمل اطالیہ میں پرانے سپاہیوں کے مطالبات کا تصفیہ اور فوج کی نئی تنظیم (۴) سیزر کا مشرقی ممالک میں آنا اور اطالیہ کو واپسی۔ لپی دوس کی سازش۔ سیزر کا اعزاز۔ ۱۔ ڈلماشیہ اور پانونیہ۔ ۲۔ ایشیا۔ ۳۔ اور مصر میں فتوحات حاصل کرنے پر جلوس ظفرمندی۔ امن عام کا اعلان (۵) "حکومت ثلاثہ" میں سیزر کا مرتبہ حکومت ثلاثہ کی رکنیت سے سیزر کا استعفی (۲۷ ق م)

(۱) **حکومت ثلاثہ** کا رکن رکین **جولیئس سیزر** جس نے رومۃ الکبری میں بادشاہی حکومت کی بنیاد ڈالی، اپنے مشہور ہمنام یعنی حکومت رومہ کے آمر سلطنت (ڈکٹیٹر) **جولیئس سیزر** کا نواسا ہوتا تھا[1]۔ اور اسی (نانا) نے گود لے کر نواسے کو اپنا متبنی بھی بنا لیا تھا، چنانچہ گو اس کا پہلا نام اپنے باپ کے نام پر ہی، **اکتاویوس** رکھا گیا تھا لیکن نانا کے مرنے پر جب وہ **جولیئس** کا وارث اور اپنے ننہیالی کنبے میں داخل ہوا تو اس نے رومی دستور کے مطابق "**سی جولیئس سیزر اکتاویانوس**" نام اختیار کیا مگر تھوڑے ہی دن بعد بول چال میں، نام کا یہ آخری جزو اڑ گیا اور اس کے معاصرین عام طور پر اسے **سیزر** کہنے لگے۔ اسی طرح جس طرح "**سی پیوامی لیانوس**"

---

[1] یعنی اس کی ماں ایتیہ پہلے سیزر کی بہن جولیہ کی بیٹی تھی۔

کو عام طور پر صرف سی یو کہتے تھے۔
ایکشئیم کی فتح (واقعہ ۲ ستمبر ۳۱ سنہ ق م) اور مرقس انتونی کی موت (واقعہ یکم اگست ۳۰ سنہ ق م) نے پوری سلطنت کا مالک سیزر کو بنا دیا (ہم اسے "اغسطس" کا لقب حاصل ہونے تک اسی "سیزر" کے نام سے یاد کریں گے) تمام رومی دنیا اب اس کے قدموں کے نیچے پڑی تھی۔ اور کوئی اسکا حریف مقابل نہ تھا۔ گر اس میں کچھ غیر معمولی اوصاف نہ تھے اور اس کی کامیابی کی اگر کوئی بڑی وجہ قرار دی جاسکتی ہے تو وہ اس کا ضبط نفس ہے جسے کسی حال میں وہ ہاتھ سے نہ دیتا تھا۔ ورنہ فن جنگ کے اعتبار سے وہ کوئی اعلیٰ سپہ سالار نہ تھا اور الی ری کم کی لڑائیوں ہی میں یہ بات ظاہر ہو گئی تھی کہ گو سیزر شجاعتِ ذاتی سے عاری نہ ہو لیکن اس کے "سپاہی" ہونے میں بھی کلام ہے! فن ملک داری میں وہ ایک لائق مدبر ضرور تھا لیکن اس میں اجتہاد و اختراع کی قابلیت نہ تھی اور اس کے مشہور نانا کی نظیر سامنے نہ ہوتی تو محال تھا کہ خود وہ کوئی دیرپا آئین سلطنت بنا جاتا۔
سیزر ٹھنڈی مٹی کا آدمی تھا اور اس میں ذرا بھی جوش و خروش نہیں پایا جاتا۔ گر اس کی طبیعت منطقیانہ اور نہایت با اصول تھی اور وہ بات کو ہمیشہ بالکل ٹھیک ٹھیک سوچنے اور اسی طرح صحت کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ ابتدائی تربیت اگرچہ ایک حد تک نمائشی تھی مگر ہمہ گیر تھی اور یونانی ادب سے وہ عمدہ واقفیت نہ رکھتا تھا۔ انشا پردازی میں وہ اپنی تحریر کو سلیس و واضح بنانے کی کوشش کرتا اور اس میں شک نہیں کہ خود بہت باریک بین نقاد تھا۔ اپنے زمانے کے اکثر تعلیم یافتہ افراد کی طرح وہ اوہام پرستی سے بھی بری نہ تھا۔
سیزر کے مزاج میں ہمیشہ سے سادگی تھی اور اس کا کھانا اور معاشرت کے سب لوازم سادہ ہوتے تھے۔ کنبے والوں سے اسے بہت محبت تھی اور اسی کی بدولت بعض اوقات اس نے لغزش کھائی۔ وہ بلند قامت نہ تھا مگر ملنے والے پر اس کی وجاہت کا اثر پڑتا تھا اور اس کے چہرے کے خط و خال حسن تناسب کا نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔ لیکن رنگ کی زردی صاف بتا دیتی تھی کہ اس کی صحت

فطرۃً کمزور ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ یہ اس کے ضبط نفس اور سادہ طرز معاشرت کا نتیجہ تھا کہ اس نے اتنی عمر پائی اور اپنے بڑھاپے تک زندہ رہا۔

(۲) سیزر کی کامیابیاں دوسروں کی اعانت کے بغیر حاصل نہ ہوئی تھیں دو ممتاز شخص جو اس کے سچے خیر خواہ تھے، خانہ جنگیوں کے زمانہ میں اول سے آخر تک برابر اس کا ساتھ دیتے اور اپنی عرق ریزی اور مشورے سے اس کی مدد کرتے رہے۔ یہ ایم، ویپ سانیوس اگری پا اور سی، سلی نیوس می سناس تھے۔ اور چونکہ وہ نہ صرف سلطنت کے فتح کرنے میں بلکہ فتح کے بعد حکمرانی کرنے میں بھی سیزر کا ہاتھ بٹاتے رہے لہٰذا یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ کس وضع کے آدمی تھے

دنیا کی تاریخ میں اگری پا نے جو حصہ لیا اور ایک مشہور و معروف زمانے میں عرصۂ دراز تک اس کا جو ممتاز مرتبہ رہا اس کے لحاظ سے اگری پا کے متعلق ہماری معلومات خلاف توقع نہایت کم ہے۔ بہرحال، اتنا معلوم ہے کہ وہ نوجوانی سے سیزر کا رفیق تھا اور ہمیشہ اس کے ماتحت رہنے میں خوش رہا۔ اس کی جنگی قابلیت سیزر کے بہت کام آئی۔ خاص کر اکِ شیئم کے میدان میں اور ان لڑائیوں میں جو سکس تو س پومپی کے ساتھ ہوئی تھیں۔

اگری پا نے سب سے پہلے پیروزیہ کے محاصرے میں نام پایا (۴۱ ق م) اور اس کے بعد رائن پار جرمنوں پر جو فتوحات حاصل کیں اُن سے اس کی سپہ سالاری کی دھاک بیٹھ گئی؛ اس کی یہ ساری کامیابی اور دنیاوی ترقی سعیٔ ذاتی کا ثمرہ تھی کیونکہ اس کی پشت پناہی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ رومہ کی ایک گمنام سی "برادری" کا آدمی تھا اور وہاں کے خاندانی اسے "نو دولتا" سمجھتے تھے۔ غالباً اسے تعلیم و تربیت بھی اچھی نہیں ملی لیکن وہ ذوق سلیم اور خیالات بلند سے محروم نہ تھا بہت سی کارآمد عمارتیں اس کے شوق تعمیر کی یادگار تھیں اور صوبہ غالیہ (فرانس) پر اس کا یہ احسان کم نہ تھا کہ وہاں اسی نے کئی سڑکیں تیار کرائیں۔

کہتے ہیں اگری پا بھونڈی شکل کا آدمی تھا۔ چہرے پر سختی تھی اور طبیعت کا بھی اکل کھرا اور مغرور تھا۔ وہ شہرت و جاہ طلبی کے جذبے سے عاری نہ تھا مگر اس کی نظر اس سے اوپر نہ اُٹھتی تھی کہ سیزر کے تحت میں سب سے بلند رتبہ حاصل

کرلے۔ حالانکہ وہی ایک شخص ایسا تھا کہ اگر چاہتا تو ممکن تھا کہ اپنے آقا کا حریف غالب بن جائے۔

سیزر کا دوسرا رفیق می سناس صرف اس بات میں اگری پا سے ملتا تھا کہ وہ بھی سیزر کا خالص خیر خواہ تھا، ورنہ اس کی طبیعت بالکل دوسری طرح کی تھی اسے اگری پا کی طرح حکومت میں اپنے آقا کے معین وہم نشین ہونے کا ارمان نہ تھا۔ یعنی اگری پا تو سیزر کے بعد سلطنت میں دوسرا درجہ پانے کا آرزومند تھا لیکن می سناس نے کبھی کوئی مقررہ عہدہ لینا پسند نہیں کیا۔ دوسرے اگری پا فن حرب میں کمال رکھتا تھا اور می سناس بساط امن کا رمز شناس تھا۔ اگری پا نے اپنی سپہ سالاری سے سیزر کے مقاصد میں تقویت پہنچائی تو می سناس نے سیاست دانی سے اس کی اعانت کی تھی۔ اور برن ڈوزئیم اور می زنم کے دونوں معاہدے می سناس ہی کے سلیقۂ داد و ستد کی یادگار مانے جائیں گے۔ پھر جب کبھی بیرونی معرکوں میں سیزر کو خود جانا پڑا تو اطالیہ کے نظم و نسق کی باگ می سناس کے ہاتھ میں رہی اور وہی حکومت ثلاثہ کے غیر حاضر رکن (یعنی سیزر) کے مقاصد و اغراض کی نگہبانی کرتا رہا۔ اپنی وفات کے وقت (۸ ق م) تک می سناس سیزر کا معتمد علیہ اور اس کے ہر کام میں مشیر بلکہ روح رواں تھا اور قرینہ کہتا ہے کہ سلطنت کا نیا آئین تیار کرنے میں بھی اسے کچھ کم دخل نہ تھا۔ بایں ہمہ اس نے ہمیشہ اپنے آپ کو پس پردہ رکھا۔ سیزر پر اس کا اس درجہ اثر تھا کہ وہ اس کے ذریعے جو چاہتا کر سکتا تھا۔ بس اسی اقتدار پر می سناس نے قناعت کی اور عہدہ و منصب کو سد احقر جانا۔ اس کی طبیعت کا اس واقعے سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس نے "طبقۂ متوسط" (Equestrian Order) سے نکل کر "طبقۂ اعیان" (Senatorial Order) میں داخل ہونے سے بھی انکار کر دیا۔ اور حق یہ ہے کہ اگر وہ روما کے اکثر خاندانی امیروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تو یہ کچھ بیجا بات نہ تھی کیونکہ خود وہ ایک نامی گرامی اِٹ روسکی قوم کا آدمی تھا۔

می سناس کی طرز معاشرت اور ذوق، اگری پا اور سیزر دونوں سے جداگانہ تھا۔ اس میں نہ سادگی تھی نہ گنوارپن۔ بلکہ وہ ایک مہذب عیاش تھا اور پورے سلیقے اور ہنر کے ساتھ عیش کرتا تھا۔ اس طرز زندگی میں اگر جاہ و شہرت

کے واسطے تگ و دَو کی گنجایش نہ ہو تو اس میں حیرت ہی کیا ہے۔ سعی و تلاش عیش پسندی کے مناسبات میں نہیں بلکہ معارضات میں داخل ہیں۔ بایں ہمہ جب کسی کام میں محنت و سرگرمی کی ضرورت پڑتی تو میسناس سے بڑھکر کوئی مستعد او رتیجین نظر نہ آتا تھا۔ البتہ آرام کے وقت اس کی تن آسانی شاید عورتوں کی نازک مزاجی سے بھی دو قدم آگے بڑھجاتی تھی۔ اُس نے اپنے زمانے کی بہترین تربیت پائی تھی اور علم ادب سے خوب آگہی اور دلچسپی رکھتا تھا۔ اس نے اپنی صحبت میں جن اہل علم کو جمع کیا تھا اُن کے بارے میں ہمیں آیندہ بھی کسی باب میں چند کلمہ لکھنے کا موقع ملے گا۔

الغرض یہی وہ دو شخص تھے جنھوں نے سیزر کو سب سے اعلیٰ مرتبہ پانے میں مدد دی اور سیزر کے اتنی وسیع سلطنت اور اقتدار پانے کے بعد بھی بغیر کسی رشک و حسد کے اس کی مخلصانہ خدمت کرتے رہے۔ اگری پا ۲۸ ق م میں دوسری مرتبہ قنصل مقرر ہوا۔ دوسرا قنصل خود سیزر تھا مگر ان کی دوستی کو اسی سال ایک اور رشتے نے مزید تقویت پہنچائی۔ یعنی اگری پا نے سیزر کی بہن اکٹاویہ کی بیٹی سے شادی کی جو اسکے پہلے شوہر مارسلوس کے بطن سے تھی پہلہ

(۴) اکٹیئم کی جنگ نے انتونی اور سیزر کے جھگڑے کا تو فیصلہ کیا ہی مگر ایک اس سے بھی بڑھکر اہم قضیہ چکا دیا۔ یعنی اسی جنگ نے مشرق و مغرب کے درمیان فیصلہ کیا۔ کیونکہ اس بات کا واقعی خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں رومہ کی سلطنت ایک ایشیائی طرز بادشاہی کا شکار نہ ہو جائے۔ مشرق میں انتونی کا طرز عمل کلیوپاترا سے اس کے تعلقات سکندریہ کو شہر رومہ کا جواب بنانے کی تجویزیں، غرض تمام قرائن سے ظاہر ہے کہ اگر اکٹیئم کی جنگ کا نتیجہ کچھ اور ہوتا تو سلطنت رومہ کے ممالک میں مصر کو ایک بیجا فضیلت حاصل ہو جاتی اور عجب نہ تھا کہ یہ سلطنت ایک ایشیائی قسم کی مطلق العنان بادشاہی کی صورت اختیار کر لیتی۔ مصر کی جانب سے ان خطرات کو سیزر بھی سمجھ گیا تھا لہذا اس نے کسی آیندہ پیچیدگی کے پیش آنیکا

عہ اکٹاویہ کا دوسرا شوہر انتونی تھا۔

ابھی سے سدّ باب کیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مصر کی حکومت کو اب وہاں کے یونانی نژاد شاہی خاندان کے پاس رہنے دینا، خارج از بحث تھا۔ لیکن سیزر نے اسے ایک نیا صوبہ نہیں بنایا بلکہ اُس پر اس طرح قبضہ کیا گویا فاتح کی حیثیت سے کلیوپاترا اور بطلیموس سیزاریون کا جانشین خود سیزر ہے۔ کیونکہ سیزاریون کو بھی اسنے قتل کرا دیا تھا۔ بے شبہ سیزر نے مصر کی بادشاہی کا لقب اختیار نہیں کیا لیکن وہاں اپنی طرف سے ایک ناظم (پری فکٹ) مقرر کیا جس کا سیزر کی ذات خاص سے تعلق تھا اور جسکو بالکل ایک نائب شاہ (یا وایسرائے) کی حیثیت حاصل تھی۔ مزید براں سیزر نے یہ قانون بھی نافذ کر دیا کہ آیندہ میری اجازت خاص کے بغیر رومہ کی مجلس اعیان (یا سینیٹ) کا کوئی رکن مصر میں داخل نہ ہو۔ اور یہ اس بات کی دلیل تھی کہ سیزر ملک مصر کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتا ہے۔ مصر میں اس نے پہلا ناظم سی اکورنلیوس گالوس کو مقرر کیا جس کی مدد سے شہر سکندریہ فتح ہوا تھا۔ اور اس طرح اہل مصر کے "رومی شہری" بننے کی کوئی امید باقی نہ رہی اور وہاں کے شہر "حکومت بلدی" (لوکل سیلف گورنمنٹ) پانے سے بھی محروم رہے۔[۱]

کلیوپاترا کی دولت سے سیزر کو بہت سے ضروری قرضے ادا کرنے کا موقع میسر آیا۔ اول تو اُس نے وہ قرضے اُتارے جو خانہ جنگیوں کے زمانے میں لئے تھے۔ پھر اسی روپے سے اس نے رومہ کے لوگوں اور فوج کے سپاہیوں کو فیاضانہ عطیات دئے۔ اور فتح مصر کی بدولت، مغربی یورپ میں یکایک روپے کی وہ لہر بہر ہوئی کہ بہت کچھ اسی کے طفیل ان ممالک میں از سر نو آسودگی کا دَور دورہ ہو گیا۔ اور سالہا سال کے مصائب جنگ اور عسرت و پریشانی کے بعد خدا خدا کرکے لوگوں کو امن و فراغت کی صورت نظر آئی۔

ان سب باتوں کے علاوہ انہی مصری غنائم نے سیزر کو اس قابل کیا کہ وہ ایک لاکھ بیس ہزار پرانے سپاہیوں کے مطالبات پورے کرے۔ جنگ اکشیئم کے بعد ہی اُس نے تمام سپاہیوں کو جن کی میعادِ ملازمت ختم ہو گئی تھی، رخصت کر دیا تھا لیکن

---

[۱] ملاحظہ ہو باب ہفتم، عنوان ۸

وہ انہیں کوئی انعام جس کی انہیں بہت کچھ امیدیں دلائی گئی تھیں، نہ دے سکا تھا۔ ان پرانے سپاہیوں میں سیزر کی فوج کے آدمی بھی تھے اور انتونی کی اس فوج کے سپاہی بھی جس نے اطاعت قبول کر لی تھی۔ ان لوگوں کو صاف نظر آتا تھا کہ خانہ جنگیوں کے ختم ہوتے ہی ہمیں کوئی نہ پوچھے گا۔ لہذا وہ اطالیہ پہنچتے ہی اس بات پر اڑ گئے کہ ان کے مطالبات فوراً پورے کر دئے جائیں۔ اگرتی پا بھی ان پرانے سپاہیوں کے ہمراہ اطالیہ آگیا تھا اور ملکی انتظامات سیزر کی طرف سے می سناس کے سپرد تھے۔ لیکن فوج والے ان دونوں کے قابو میں نہ آئے اور خود سیزر کو بلانا ضروری ہوا جو ان دنوں موسم سرما گذارنے کے لئے ساموس چلا آیا تھا۔ سال کے ان ایام میں سمندر کا سفر پُرخطر تھا۔ سیزر کو راستے میں دو سخت طوفان جھیلنے پڑے اور انہی میں اس کے کئی جہاز برباد ہوئے لیکن وہ بخیر و سلامت برند وزیم پہنچ گیا۔ موقوف شدہ سپاہیوں میں سے بعض کو روپیہ اور بعض کو زمینیں دے کر اس نے خوش کیا مگر سب کو رضامند کرنے کے لئے اس کے پاس کافی سرمایہ نہ تھا۔ اور اسی وجہ سے بہت سے لوگوں کو صرف وعدوں پر رکھنا پڑا تھا۔ اب مصر میں کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آنے سے اس بات کا موقع ملا کہ اس بار سے بھی سبک دوشی حاصل کی جائے۔

واضح رہے کہ ان پرانے سپاہیوں میں اکثر لوگ اطالیہ کے باشندے تھے اور خود اپنے وطن میں زمین حاصل کرنی چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ اطالیہ کی عام رعایا نے بھی لڑائی میں بالعموم سیزر کا ساتھ دیا تھا لہذا اس بات کی گنجائش نہ تھی کہ اطالوی زمینداروں سے بہت سی زمینیں چھین چھین کر سپاہیوں کو دے دی جائیں۔ جیسا کہ دس برس پہلے ہوا تھا۔ پھر بھی انتونی کی فوج کے وہ سپاہی جو دس برس پہلے کے انقلاب میں راونا، بنونیا اور کاپوا وغیرہ اضلاع میں بسائے گئے تھے، اور اس آخری جنگ میں بھی انتونی کا دم بھرتے تھے۔ اسی طرح زبردستی اپنی زمینوں سے خارج کر دئے گئے جس طرح زبردستی خود قابض ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے پہلے مالکان زمین سے بغیر کسی معاوضے کے زمینیں چھین لی تھیں۔ برخلاف اس کے خود انہیں، اس موقع پر معاوضے میں اطالیہ کے باہر خاص کر مشرق میں، زمین دی گئی جہاں گذشتہ خانہ جنگی میں ضلع کے ضلع ویران ہو گئے تھے۔ بایں ہمہ، ان لوگوں سے اطالیہ کی جو اراضی لی گئیں وہ کسی طرح کافی

نہ تھیں اور سیزر کو باقی زمین قیمت دے کر خریدنی پڑی۔ چنانچہ ۳۰ء اور پھر ۱۴ ق م میں اس کو اپنے پرانے سپاہیوں کے واسطے کم از کم ساٹھ کروڑ سسترسئے (تقریباً پچاس لاکھ پونڈ) اطالیہ کی زمینیں خرید نے میں صرف کرنے پڑے۔ اس طرح جو نئی آبادیاں اس موقع پر آباد ہوئی تھیں ان کی یادگاریں آجتک اطالیہ کے مختلف حصوں میں خاص کر اتستہ (یا استہ) کی نواح میں باقی ہیں۔ اور فتح مصر کے بعد انتونی کے جو سپاہی جنوبی غالیہ میں منتقل کئے گئے انہوں نے بھی وہاں جابجا اپنی بستیاں بسالی تھیں جنہیں "اجس لاطینوم" یعنی لاطینی حقوق حاصل تھے۔ اس قسم کی بستیوں کی ایک مثال نماسوس (یا موجودہ شہر نیمہ) ہے۔

اس کثرت کے ساتھ پرانے سپاہیوں کی برطرفی سے نیز لڑائیوں میں جو نقصان ہوا تھا اسے پورا کرنے کے لئے رومی جیوش کی از سر نو ترتیب ناگزیر ہوگئی تھی۔ لہذا ایسے دو جیوش کو جن کے سپاہیوں کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی ملا ملا کر ایک "دوہرا جیش" بنانے کی تدبیر پر عمل کیا گیا اور اس قسم کے نئے جیش کو، دوسروں سے امتیاز کرنے کے لئے، "جمینا" کا نیا لقب دیا گیا۔ چنانچہ تیرھواں جمینا چودھواں جمینا وغیرہ اسی طرح سے مرتب کئے گئے تھے۔

(۴) کلیوپاترا کی وفات (اگست ۳۰ق م) کے بعد ایک سال تک سیزر کا زیادہ وقت ایشیائی صوبوں اور خراج گزار ریاستوں کی تنظیم میں گزرا۔ ارض یہود (جوڈیہ) کے رئیس ہیرود کو اس کی بیش بہا خدمات کے صلے میں کچھ اور علاقہ عطا ہوا اور ایشیائے کوچک کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بعض تبدیلیاں کی گئیں[۱]۔ سیزر کی مراجعت سے پہلے رومہ کے لوگوں میں اس قسم کی بھی امیدیں پیدا ہوگئی تھیں کہ اس وقت سیزر اپنی فتح مندی کے جوش میں شاہان پارتھیہ سے کاری (ہاران یا کاران) کی شکست کا بدلہ لینے کے واسطے شمشیر آزمائی پر تل جائے گا۔ چنانچہ ورجیل نے اس زمانے میں ایسے مبالغہ آمیز الفاظ کے ساتھ اسے خطاب کیا ہے گویا وہ حدود ہندوستان تک ممالک ایشیائی

[۱] ان تبدیلیوں کے لئے ملاحظہ ہو باب ہفتم۔ عنوان ۵

قسمتوں کا مختار ہے[1]۔ لیکن سیزر نے پارتھیہ کے مسئلہ کو ابھی ملتوی ہی رہنے دیا۔

۲۹ سنہ ق م کی گرمیوں میں سیزر اطالیہ واپس آیا جہاں اراکین مجلس اور عام لوگوں نے اس کا ایسے جوش کے ساتھ استقبال کیا جسے کسی طرح بناوٹی نہیں کہہ سکتے۔ خانہ جنگیوں کے ختم ہونے سے عام طور پر لوگوں کو خوشی اور اطمینان ہوا تھا اور سیزر کو وہ اپنا نجات دہندہ اور امان بخش سمجھکر دل سے اس کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ صرف حکومت ثلاثہ کے ایک رکن ام، امی لیوس لپی دوس کے بیٹے کی جانب سے عداوت ظاہر ہوئی اور اس نے سیزر کو واپسی کے وقت قتل کرنے کا منصوبہ باندھا۔ اس نے اس راز میں باپ کو بھی شریک نہیں کیا جو ان دنوں آرام سے سرسیائی میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا البتہ اس کی ماں جونیہ جو بروٹس کی ایک بہن تھی، اس سازش میں بیٹے کی ہمراز تھی۔ لیکن می سناس کو سازش کی بروقت اطلاع مل گئی اور اس نے فوراً جونیہ اور اس کے بیٹے کو گرفتار کر لیا۔ سازشی نوجوان کو اسی وقت سیزر کے پاس مشرق روانہ کر دیا گیا جہاں اسے موت کی سزا ملی۔ مگر یہ واقعہ بالکل خفیف تھا اور اس سے سیزر کی قوت و اقتدار میں کوئی فرق نہ آسکتا تھا۔

یہ سچ ہے کہ اگر قسمت انتونی کا ساتھ دیتی تو اس کو بھی روما کے لوگ اسی اظہار جوش و عقیدت کے ساتھ اعزاز و القاب دیتے جس طرح اب انہوں نے سیزر کو دئے۔ بایں ہمہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انتونی کی نسبت سیزر زیادہ مقبول تھا۔ اس کے اعزاز میں مجلس نے حکم جاری کیا کہ سیزر کی سالگرہ کا دن عام تعطیلات میں شمار کیا جائے پھر کچھ دن بعد اس روز دوڑیں بھی ہونے لگیں اور یہ سالگرہ خاص اہتمام کے ساتھ منائی جانے لگی۔ سیزر کا نام مذہبی گیتوں میں دیوتاؤں کیساتھ لیا گیا اور اگر وہ اس بات کا خواہشمند ہوتا تو کیا عجب ہے کہ یہاں بھی اس کی دیوتاؤں کی سی تعظیم و تکریم کی جاتی جیسی کہ ملک مصر میں کی گئی جہاں اس نے شاہان بطلیموسیہ کی جگہ لی تھی یا جیسی کہ ایشیائے کوچک میں ہوئی جہاں وہ شاہان اطالوسیہ کا

---

[1] دیکھو اس کی نظم "الجوارجکس" حصہ دوم ع ۱۷۰

وارث بن گیا تھا۔ مگر مشرق میں "دیوتا" بن جانے کے باوجود سیزر چاہتا تھا کہ روما میں وہ "انسان" ہی رہے[1]۔ یہاں کے "تری بیونی" اختیارات پہلے ہی اسے عمر بھر کے واسطے مل چکے تھے[2]۔ اب ان کی تجدید اور مزید توسیع کر دی گئی نیز قرار پایا کہ ہر چوتھے سال اس کی فتح کی یادگار میں کھیل تماشوں سے تہوار منایا جائے اور لڑائی میں جو جہاز ہاتھ آئے تھے ان کے اگلے سرے اور دیگر اشیا سے جولیس دیوتا کے مندر کو زینت دی جائے۔ روما کے فورم (یا چوک) اور شہر برندوزیم میں بلند محرابیں بنانے کی تجویز ہوئی کہ فتحمند سیزر کی اطالیہ میں فاتحانہ مراجعت کی یادگار رہیں نیز مجلس اور عوام کی جانب سے "اور بطور خود ہر شخص نے، شکرانہ فتح میں

---

[1] کچھ عرصے بعد سیزر کی مغربی ممالک میں بھی پرستش کی جانے لگی تھی جس کا حال باب ششم (عنوان ۱۵و۱۶) میں آگے آتا ہے۔

[2] تری بیون کو جو "پوتستا" یا حاکمانہ اختیارات حاصل تھے ان میں ذیل کے خاص حقوق بھی شامل ہیں:۔ (۱) طبقۂ اعلیٰ کے حکام کے خلاف منشا بھی وہ عوام کو جمع کر سکتے اور ان کی "برادریوں" Tribes کی مجالس میں مختلف تجاویز کرا سکتے تھے (۲) اگر ان سے فریاد کی جاتی تو وہ شہر کی آبادی سے تھوڑی دور باہر تک (جہاں پہلے میل کے پتھر نصب تھے) عدالت کے دیگر حکام کی کارروائیاں روک سکتے تھے (۳) وہ مجلس یا حکام کے فیصلوں کے نفاذ میں بھی مداخلت کر سکتے تھے (۴) انہیں "کوئرسی شیو" کا حق حاصل تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو جو اُن کے سرکاری کاموں میں حارج ہونا چاہے یا اُن کی کسی طریق سے کوئی اہانت کرے تو وہ اسے دبا سکتے تھے اور سزا دینے کا اختیار رکھتے تھے۔

تری بیونوں کے ان اختیارات کو ایک مذہبی تقدس حاصل تھا اور ان کی ذات برگزیدہ سمجھی جاتی تھی۔ چونکہ اُن کے مقابلے میں پیش پانے کی سوائے اس کے کوئی صورت نہ تھی کہ یا تو کوئی دوسرا تری بیون مداخلت کرے اور یا "مجلس تری بیوتا" میں مراخوہ کیا جائے، لہٰذا رومی آئین کی رو سے تری بیون کا عہدہ نہایت ہی مقتدر رتھا اور اسی لئے آمر سلطنت یا حکومتِ ثلاثہ کے رکن بننے کے باوجود سیزروں نے اس عہدے کو بھی حاصل کر لیا تھا کہ اُن کے اقتدار کو مزید تقویت حاصل ہو۔

دیوتاؤں کی نذر نیاز ادا کی۔
۱۳، ۱۴، اور ۱۵ اگست تین روز تک سیزر کی فتح کا جشن برپا رہا۔ جن سپاہیوں کو علیحدہ کر دیا گیا تھا وہ سب اس موقع پر روما آئے اور اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے جمع ہوئے کہ جشن میں شریک ہوں۔ باقی تمام فوجیں بھی جو ان فتوحات میں سیزر کے ساتھ تھیں، روما کے قریب مجتمع کی گئیں۔ ہر سپاہی کو ایک ہزار سسترکہ (تقریباً ۸ پونڈ) فتح کا انعام عطا ہوا۔ اور اہل روما کو بھی فی کس ۴ سو سسترکے ملے۔ جشن میں دنیا کے معلوم شدہ تینوں براعظم کی فتوحات علیحدہ علیحدہ دکھائی گئیں یعنے پہلے دن یورپ کی ان فتوحات کا جشن منایا گیا۔ جو نیونیہ اور دلماشیہ میں، نیز غالیہ میں سی، کاری ناس کو سیزر کے مشرق میں چلے جانے کے بعد) بعض سرکش اقوام پر حاصل ہوئی تھیں۔ جنگ اکشیم یعنی ایشیائی افواج پر فتح کی خوشی منانے کے واسطے دوسرا دن مخصوص کیا گیا تھا اس میں جو غنائم ہاتھ آئے وہ غریب الی رکیم کے رئیسوں کے ساز وسامان سے کہیں زیادہ شاندار تھے۔ انہی کو دیکھکر ویرتیوس شاعر نے "بادشاہوں کی گردنوں میں سونے کے طوق وسلاسل، اور اکشیم کے جنگی بیڑے کا بادبان اڑاتے ہوئے "وایاساکرا،" تک آنے" کا نقشہ کھینچا ہے۔ ان گرفتار بادشاہوں میں ایک تو امیسہ کا الکزندر تھا جسے لڑائی کے بعد سیزر نے معزول کیا اور دوسرا اگلاشیہ کا ایک امیر ادیا تورکس، جس نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے جتنے رومی ہاتھ آئے سب کو قتل کرا ڈالا تھا۔ جلوس فتح کے بعد ان دونوں قیدیوں کو موت کی سزا دی گئی۔ لیکن ان دونوں دنوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر دھوم دھام تیسری یعنی افریقہ کی فتوحات کے دن تھی۔ کلیوپاترا تو خودکشی کرکے یہ عار اٹھانے سے بچ گئی تھی کہ جلوس فتح میں فاتح کی گاڑی سے باندھکر نکالی جائے لیکن اس کی بجائے اس کی مورت اور الکزندر و کلیوپاترا نامی اس کے دو چھوٹے بچے شاہان مصر کا زوال و خاتمہ دکھانے کے لئے موجود تھے۔ جلوس میں نیل اور مصر کے بت بھی سواری کے ساتھ نکالے گئے اور لوٹ کا بیش بہا مال اور سونے چاندی کے سکے تماشائیوں کو دکھائے گئے۔ اسی لوٹ کے طفیل اطالیہ میں روپے کی وہ کثرت ہوئی کہ سود کی شرح ۱۲ فیصدی سے گھٹ کر ۴ فیصدی رہ گئی۔

فتح کے ان جلوسوں کے موقع پر سیزر نے ایک بات میں قدیم رسم سے انحراف کیا۔ وہ یہ کہ اپنے ہم عہدہ قنصل، امم، والریوس پوتیتوس اور دیگر اراکین مجلس کو جو اس جلوس میں شریک تھے، دستور کے موافق سب سے آگے رکھنے اور شہر میں فاتح کی رہنمائی کرتے ہوئے لانے کی بجائے، جلوس میں سب سے پیچھے رکھا۔ اور یہ بدعت گویا آئندہ بادشاہی کے آثار تھے۔

جولیئس سیزر نے جن عمارات کے نقشے بنائے اور تعمیر شروع کی تھی اور جو اس کی وفات کے بعد اب تکمیل کو پہنچ گئی تھیں، انہیں، اور خود جولیئس سیزر کے مندر کو، اس کے متبنے نے خاص عقیدت واہتمام کے ساتھ وقف کیا اس موقع کی شان بڑھانے کے لئے جو مراسم اور کھیل تماشے ہوئے ان میں "ترو" کا کھیل بھی سرکس میک سی مس میں ہوا۔ کھیل میں امرا کے لڑکے شریک تھے اور ان کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ کا سردار خود سیزر کا سوتیلا بیٹا نی۔ بریوس نیز ملقا۔ فتح کی دیوی کا ایک مجسمہ ایوان مجلس میں نصب کیا گیا۔ پہلوانوں کا دنگل قائم ہوا اور اس موقع پر جو کشتیاں ہوئیں ان میں مجلس کے ایک رکن نے بھی کشتی لڑنے سے باک ولحاظ نہ کیا۔

مگر ان سب میلے تماشوں سے بڑھکر اس رسم کے ذریعے نئے دور کا افتتاح منایا گیا کہ جانوس دیوتا کے مندر کے دروازے بند کرا دئے گئے جس کا فیصلہ مجلس نے غالباً اسی سال کے شروع میں (۱۱ جنوری کو) کر دیا تھا۔ خاص اس موقع کے واسطے جو رسمیں شاہ نیو ما نے مقرر کی تھیں، دو صدی سے بھی زیادہ عرصے سے ان کے منانے کی نوبت نہیں آئی تھی کیونکہ آخری مرتبہ اس مندر کے دروازے اس وقت بند ہوئے تھے جب کہ قرطاجنہ کی پہلی جنگ ختم ہوئی۔ انصاف سے پوچھئے تو رومی سلطنت کے ہر گوشے میں تو اب (سیزر کے وقت میں) بھی امن قائم نہیں ہوا تھا۔ ادھر ہسپانیہ کے شمال میں پہاڑی قبائل سے اور جرمانیہ کی سرحد پر لڑائی جاری تھی۔ مگر یہ معاملات بالکل خفیف بچوں کے کھیل تھے اور ان خانہ جنگیوں کے مقابلے میں، جنھوں نے بیس سال سے رومی دنیا میں تلاطم ڈال رکھا تھا، یہ لڑائیاں اور بھی بے حقیقت رہ گئی تھیں

پس رومیوں کے واسطے بے شبہ ان کے مشہور "پاکس رومانا" یعنی امن وصلح کا زمانہ آگیا تھا اور یہ عین مناسب وقت بات تھی کہ اس سلطنت کے آغاز کے ساتھ جنگ کے دروازے بند کر دئے جائیں جو اس کہاوت کی بوجہ احسن مصداق تھی کہ "سلطنت عین امن ہے" ۔ؑ

(۵) حکومت ثلاثہ کے رکن کی حیثیت سے جو حقوق واختیارات سیزر کو حاصل تھے وہ غیر آئینی تھے اور ان کی اصلیت ہی ہنگامی حقوق کی سی تھی چنانچہ قنصلوں کے معمولی "اقتدار حاکمانہ" (امپی ریوم رومی) اور بیرونی صوبوں میں غیر معمولی اختیار کے علاوہ سیزر کو وضع قوانین اور عہدہ داروں کے تقرر کا بھی اختیار دیا گیا تھا جو مقررہ آئین کی رو سے صرف مجلس عامہ (یاکومیشیا) کے کرنے کے کام تھے۔ اور جب ہر طرف امن وامان ہوگیا تو یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ اب سیزر ان اختیارات کو جو صرف ایک وقت خاص کے واسطے اسے دئے گئے تھے، واپس اہل وطن کے ہاتھ میں دے دیگا۔ لیکن یہ بات تو کسی کے خیال میں بھی نہ آتی تھی کہ پہلے سیزر سے قبل جو ملکی آئین اور طور طریق رائج تھے وہ پھر بحال کر دئے جائیں۔ کیونکہ تجربے سے ثابت ہو گیا تھا کہ مجلس میں تو طرح طرح کی خرابیاں ہیں اور وہ حکومت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور چونکہ اس کے ارکین مدت العمر کے واسطے منتخب ہوتے تھے اس لئے مجلس کے آگے ان حکام کی کچھ پیش نہ جاسکتی تھی جو صرف سال بھر کے واسطے مقرر ہوتے۔ نظر برایں اب چارۂ کار صرف یہ رہ گیا تھا کہ حکومت کی باگ شخص واحد کے حوالے کر دی جائے۔ چنانچہ پہلے سیزر کے زمانے میں تو بلا واسطہ اور اس کے متبنی سیزر کے معاملے میں حکومت ثلاثہ کے پردے میں یہی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن موخر الذکر سیزر کا منشا یہ تھا کہ اپنی حکومت کو آئینی بنیادوں پر قائم کرے اور اپنی بادشاہی کو جمہوری قوانین کے ساتھ امتزاج دے۔ اس مقصد کے لئے "آمر سلطنت" (ڈکٹیٹر) کا عہدہ موزوں نہ تھا کہ وہ صرف نازک وقت میں ضرورت خاص کے واسطے قائم ہوا

ؑ یہ فرانسیسی زبان میں، نپولین ثالث کا مشہور مقولہ ہے۔

کرتا تھا۔ رہی حکومت ثلاثہ کی رکنیت، تو اس کی غرض یہ تھی کہ "نظام حکومت کو درست کرے" اور جب نظام حکومت درست ہو گیا تو پھر اس رکنیت کا برقرار رہنا صریحاً بے معنی تھا۔ الغرض منشائے قانون کی رُو سے، مختاری کے عہدے یا حکومت ثلاثہ کو ایک مستقل حکومت کی بنیاد بنانا بالکل ناموزوں تھا اور بااصول سینزر اس قسم کا آدمی نہ تھا کہ اپنی حکومت کی آئینی شکل کو صاف و واضح کیے بغیر چھوڑ دیتا یا اصول قانون میں نقص و تضاد رہنے دیتا۔

لیکن وہ حکومت ثلاثہ کے ان اختیارات سے جو ۴۳ ق م میں اسے قانون "لکس تی تیہ" کی رُو سے ملے تھے، بلا تاخیر دست بردار نہیں ہوا بلکہ بظاہر اپنی جنگی کامیابی کے ڈیڑھ سال بعد تک حکومت ثلاثہ کا رُکن بنا رہا یا کم سے کم اس رکنیت کے اختیارات کو اس نے اپنے ہاتھوں میں رہنے دیا۔ مگر یہ صاف طور پر معلوم نہیں کہ اس عرصے میں اس نے ان غیر آئینی اختیارات کا کس حد تک استعمال کیا۔ پانچویں مرتبہ ۲۹ میں اور پھر ۲۸ ق م میں بھی وہ قنصلی کے عہدے پر ممتاز رہا اور قرینہ کہتا ہے کہ ان دو سال میں تا امکان وہ سب کام قنصلی اختیارات ہی سے کرتا رہا اور حکومت ثلاثہ کے حقوق سے اس نے کام نہیں لیا۔ بایں ہمہ ابھی روما اور اطالیہ میں بہت سے ایسے کام کرنے باقی تھے جو واقعی "نظام حکومت درست کرنے" کے تحت میں آتے تھے!

ان ایّام میں سب سے اہم دو کام یہ ہوئے کہ مجلس کی اصلاح اور طبقۂ شرفا کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ ۳۰ ق م میں ہی ایک قانون ("لکس سینیا") کے ذریعے سینزر کو اختیار مل گیا تھا کہ وہ نئے خاندان داخل کر کے شرفا کے طبقے میں جو نمایاں کمی ہو گئی تھی اسے پورا کرے۔ اس نے سال آیندہ اس کی تعمیل کی۔ پھر ۲۸ ق م میں اگری پا کے ساتھ مل کر، جو اس سال قنصلی میں سینزر کا ہم عہدہ تھا، اس نے احتساب کے فرائض انجام دیئے۔ اور نہ صرف اہل شہر کی باقاعدہ فہرست بنائی بلکہ مجلس کے نااہل ارکین کو بھی خارج کیا اور ایک حد تک اس کے نظام کی اصلاح کی[۱]

---

[۱] ملاحظہ ہو باب سوم عنوان ۳

سیزر نے ان تمام قوانین کو بھی منسوخ کرا دیا تھا جو خانہ جنگیوں کے زمانے میں نافذ کئے گئے تھے۔ لیکن اس منسوخی (سنہ ۲۸ ق م) کی وسعت اور اثر کا صاف صاف اندازہ نہیں ہو سکا۔ اسی سال اس نے قدیم رواج کے مطابق اپنے ہم عہدہ اگری پا سے اپنا قنصلی عصا بدلا جو اس بات کا اعتراف تھا کہ وہ اپنے ساتھی قنصل کو مساوی مرتبہ سمجھتا ہے۔ دوسرے اس بات سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جمہوریت کی قدیم آئینی رسوم کو تازہ کرنے پر آمادہ ہے۔ پھر اس نے بیرونی صوبوں کا نظم و نسق بھی مجلس کی تحویل میں دینا شروع کیا۔

سنہ ۲۷ ق م میں سیزر نے ساتویں مرتبہ قنصلی کا عہدہ اختیار کیا اور اس دفعہ بھی اگری پا اس کا ساتھی (قنصل) تھا۔ معلوم ہوتا ہے جزوی طور پر تو وہ اپنے غیر معمولی اختیارات کو اس سے پہلے ہی چھوڑ چکا تھا[1] لیکن آخر کار اب وہ وقت بھی آگیا کہ ان اختیارات سے کلی طور پر دست برداری کی جائے اگرچہ اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ تمام اختیارات ایک دوسری اور زیادہ آئینی صورت میں پھر اس کے قبضے میں آجائیں۔ بہر حال ۱۳ جنوری کو اس نے مجلس میں حکومت ثلاثہ کے عہدے اور صوبوں کے حق فرماں روائی سے استعفیٰ پیش کیا اور تھوڑی دیر کے لئے ایک ہمعصر مصنف کا یہ قول بلفظہ درست ہو گیا کہ "جمہوریہ روما کی قدیم صورت پھر نظر کے سامنے آگئی"۔[2] اس طرح سیزر نے یہ استحقاق تو حاصل کر لیا کہ اسے سکوں میں "اہل روما کی آزادی کا محافظ و حامی" تحریر کیا جائے۔ لیکن آئندہ باب میں ہم پڑھیں گے کہ کس

[1] اغسطس نے اپنی "ریز جستی" Resgestae یا سرگزشت میں جمہوریت کے بحال کرنے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "اپنی چھٹی اور ساتویں قنصلی میں، جب میں خانہ جنگی کی آگ فرد کر چکا اور مسلمہ طور پر ہر شئے کا مالک و قابض ہو گیا، تو خود میں نے حکومت جمہوریہ کی باگ اپنے ہاتھ سے لے کر مجلس اور اہل روما کے سپرد کر دی" (دیکھو حاشیہ الف۔ آیندہ باب کے آخر میں)

[2] دیون کاسیوس نے اس موقع پر جو تقریر سیزر سے منسوب کی ہے اس میں سیزر کہتا ہے کہ "میں افواج اور سب صوبے اور مالگزاری اور قوانین آپ کے حوالے کرتا ہوں" (۵۵ ،۹)

پیرائے میں سیزر اور اس کے مشیروں نے برائے نام جمہوریت کو بحال کر کے درحقیقت ایک ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالی جس کے نصیب میں قریب قریب پندرہ سو برس تک قایم رہنا لکھا تھا۔

توضیحات و حواشی

سیزر کی جنگی کامیابی کے بعد اس کی قانونی حیثیت کا طے کرنا نہایت دشوار مسئلہ ہے۔ اس کے انیز اُن اختیارات کے متعلق، جو سیزر کو اطالیہ کی مراجعت سے جنوری ۴۳ ق م تک حاصل رہے، ہرزوگ نے مفصل بحث کی ہے۔ (Geschi chte Staatsvirfassumg IIP, 1300990")

اور اس زمانے کے تاریخی ماخذوں کے بیان سے پہلی نظر میں جو خیال پیدا ہوتا ہے کہ سیزر نے قانون "ملکس تی تیہ" کی بنا پر جو اختیارات اسے دیے گئے تھے وہ اپنے پاس رہنے دیے، اس کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو سیزر کا یہ کام غصب و جبر پر محمول کیا جانا چاہیے تھا۔ ہرزوگ نے بجا طور پر دیون کے اس خیال کو بھی تسلیم نہیں کیا کہ سیزر نے اہل شہر کی فہرست اس حق سے مرتب کی تھی کہ "امپراطور" (Imperator) کا خطاب اُسے ورثے میں ملا تھا۔ اسی طرح سوتونیوس کے دوسرے قول کو کہ یہ کام سیزر نے ایک دوامی "حق نظم و نسق (Morum Legum quc Regimen) کی بنا پر کیا جو اسے بطور خاص دیا گیا تھا ہرزوگ صحیح نہیں مانتا۔ کیونکہ اغسطس نے اپنی تحریر "ریز جستی" میں خود صاف صاف بیان کیا ہے کہ اخلاق و قوانین کی نگرانی کا یہ اختیار اس کے سامنے پیش کیا گیا تھا لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ بہرحال خود ہرزوگ کی اس بارے میں یہ رائے ہے کہ ۲۹ ق م میں جنگ کے بعد سیزر کے ان غیر معمولی اختیارات کی جو ملکس تی تیہ کی رو سے اس کو ملے تھے، ایک نئے قانون کے ذریعے تجدید کی گئی جس میں صوبوں اور افواج پر اس کے حقوق حکمرانی کے ساتھ ضمناً محتسب کے فرائض دیے جانے کی بھی صراحت تھی۔ لیکن ان سب اختیارات کے جمع کر دیے جانے کی کافی شہادت نہیں نظر آتی اور یہ بیان خود اغسطس کے ایک قول پر مبنی ہے (ریز جستی ۶۷-۱۳) بہرحال، کوئی نیا قانون بنا ہو یا نہیں یہ مسلم ہے کہ اس بعد کے زمانے میں اسے وہی اختیارات حاصل تھے جو ۲۹ ق م میں اسے بہ حیثیت حکومت ثلاثہ کے رکن کے دیے گئے تھے۔

اب رہا احتساب کا حق، تو اس کے متعلق دیون کا تو بیان ہے کہ ۲۹ ق م میں اور خود سیزر لکھتا ہے کہ ۲۸ ق م میں اس حق سے اس نے کام لیا تھا۔ اس بارے میں بھی کسی

صحیح نتیجے پر پہنچنا مشکل ہے۔ ہرزوگ کے نزدیک اس نے یہ کام بحیثیت قنصل انجام نہیں دیا۔ کیونکہ فہرست مرتب کرنے میں بالعموم دو سال صرف نہیں ہوتے۔ مزید برآں اگری پا جو دیون کے قول سے کے بموجب فہرست تیار کرنے میں اس کا شریک تھا، ۲۹ ق م میں قنصل نہ تھا۔ مگر اس دشواری کو حل کرنے کی سب سے سہل صورت یہ نظر آتی ہے کہ ہم سمجھ لیں کہ دیون سے سنہ کے بیان کرنے میں چوک ہوئی اور فہرست کی ترتیب اور مجلس کی اصلاح کا کام ۲۸ ق م میں قنصلوں نے بہ حیثیت محتسب انجام دیا کیونکہ قدیم جمہوریت میں احتساب کا کام بھی قنصلی کے فرائض کا جزو ہوتا تھا۔

باب دوم
منصب "صدارت" (پرنسی پیٹ)

ذیلی عنوان (۱) اغسطس کا نیا آئین حکومت۔ اس کی ابتدائی اور آخری صورت (۲) لقب صدر (یا پرنسپس کے معنی (۳) صدارت کی آئینی توجیہ۔ مذہبی تقدس۔ جانشین کا نامزد نہ ہوسکنا۔ صدارت کا موروثی نہ ہونا بلکہ انتخابی عہدہ ہونا۔ انتخاب کا طریقہ (۴) اعزازی القاب۔ صدر کے ہاتھ میں نہ قنصلی اختیارات ہوتے تھے نہ احتسابی (۵) بادشاہی القاب کا طرز امپراطور، سیزر، اغسطس (۶) صدر کے مخصوص حقوق اور امتیازی نشانات سیزر کے احباب و رفقا

(۱) حکومت ثلاثہ کی رکنیت اور قنصلی اختیارات سے جو ۴۳ ق م میں اسے ملے تھے دست بردار ہونے کے بعد سیزر کو جس کار اہم کی انجام دہی کرنی تھی وہ یہ تھا کہ جمہوری حکومت کو بحال کرنے کے باوجود اس کا تمام نظم و نسق شخص واحد کے ہاتھ میں رہے اور اس بادشاہی کو جو اسے حاصل ہوگئی تھی آئین و قوانین کا برقعہ پہنا دیا جائے۔ بالفاظ دیگر وہ بغیر "بادشاہ" ہوئے رومیولس ثانی بن جائے۔ یہاں یہ وضاحت کردینی چاہئے کہ مذکورۂ بالا دست برداری سے اس کے منصب تری بیونی میں (جو ۳۶ ق م میں اسے عمر بھر کے واسطے دیا گیا) کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

شہر روما کے سمبت کے حساب سے سات سو ستائیس سال کی ۱۶ جنوری کو یعنی سیزر کے اپنے غیر معمولی اختیارات سے مستعفی ہونے کے تین دن بعد سلطنت روما کا باقاعدہ افتتاح ہوگیا۔ اسی دن مناتیوس پلان کوس نے مجلس میں تحریک کی کہ ملک کی جو خدمات سیزر نے انجام دی ہیں، ان کے صلے میں اس کے نام کے ساتھ اغسطس Augustus کا لفظ بڑھا دیا جائے۔ اس لقب سے کسی قسم کے سیاسی اختیارات اسے حاصل نہیں ہوئے لیکن شاید اس سے بڑھکر کسی لفظ نے اس کی بادشاہی کو ممتاز و نمایاں نہیں کیا۔ اس لفظ میں مذہبی برگزیدگی کا کنایہ بھی مضمر تھا اور اگر جولیس کے مرنے کے بعد دیوتا بنانے کی پوجا کی گئی تو اب اس نئے لقب نے اس کے فرزند کے سر پر بھی تقدس کا تاج رکھدیا اور

آیندہ ہم اسے اسی لقب اغسطس سے یاد کریں گے۔ مگر عملاً وہ حق جس پر اس کی بادشاہی مبنی تھی "پروقنصلی امارت" Imperium Proconsulare تھی۔ جو دس برس کے واسطے اغسطس کو ملی یا کہنا چاہئیے کہ اب اس کی تجدید ہوئی[1]۔ اور اس دہ سالہ مدت کی بھی آیندہ توسیع ہو سکتی تھی۔ یہ حقِ امارت اسی قسم کا تھا جیسا کہ پومپیئوس کو پہلے گابینی اور مانی لی قوانین کی رو سے مل چکا تھا۔ اس امارت کو پانے والا امپراطور Impertor جمہوریہ رومہ کی بری اور بحری افواج کا بلاشرکت سپہ سالار ہوتا تھا اور اس کے زیر حکومت "صوبے" (یا علاقے) میں سرحد کے تمام بڑے صوبے داخل ہوتے تھے۔ لیکن یہ امارت اصولاً جنگی نوعیت رکھتی تھی اور اطالیہ اور رومہ کو ان کی حدود سے خارج رکھا گیا تھا۔ لہٰذا فقط امارت سے ایسی فرمان روائی کی تکمیل نہ ہو سکتی تھی جو مطلق شاہانہ حکومت کی مرادف ہو مگر ظاہر میں جمہوری آئین کو دھوکے کی ٹٹی بنائے رکھے۔ پس اغسطس کا منشا یہ تھا کہ اس امارت کے ساتھ رومہ کے اعلیٰ حکام کے اختیارات بھی شامل کر دئے جائیں اور اختیارات کو اس طرح جمع کرنا ہی اس کے نئے نظام حکومت کی امتیازی خصوصیت ہے اس کی پہلی تدبیر یہ تھی کہ اس امارت (امپیریوم) کو عہدۂ قنصلی کے ساتھ جمع کر دیا جائے[2]۔ چنانچہ ۲۳ ق م میں قنصل منتخب کراتا رہا۔ اور اس طرح نہ صرف رومہ داطالیہ میں اس کا مرتبۂ حکمرانی معین رہا بلکہ بیرونی صوبوں میں بھی اسی عہدے کی بدولت اس کا اثر قائم ہوگیا کیونکہ اگر اس کے پاس محض پروقنصلی اختیارات ہوتے تو خواہ اس کا "صوبہ" دوسرے پروقنصلوں سے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، قانونی اعتبار سے وہ اور صوبوں کے

---

[1] دیکھو حاشیہ ب۔ باب کے آخر میں۔

[2] یہ ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں کہ آیا مذکورۂ بالا امارت کی اسی دن تجدید ہوگئی تھی جس دن اس نے جمہوریت کو بحال کیا (۱۳ جنوری) یا اس کے تین دن بعد ۱۶ جنوری کو ہوئی جب کہ اسے اغسطس کا لقب دیا گیا۔ اوید نے فاستی (حصۂ اول ۵۸۹) میں ان سب واقعات کا ایک ہی دن میں ہونا تحریر کیا ہے۔

دوسرے وآلی (یا پروقنصل) مساوی مرتب رکھتے تھے، بایں ہمہ تجربے سے معلوم ہوا کہ مذکورۂ بالا
تدبیریں بھی کئی نقص تھے۔ اول تو یہ کہ اس کا ایک اور ہم عہدہ قنصل ہر سال منتخب ہوتا تھا
جس کے قانونی اختیارات بالکل مساوی تھے اور ملک کے اعلیٰ فرماں روا کے ساتھ یہ مساوات
سراسر ناموزوں تھی۔ مزید براں اگر ہمیشہ صرف ایک قنصل منتخب ہوتا رہے تو اس کے معنی یہ تھے
کہ عہدۂ قنصلی کو حاصل کرنے والوں کی تعداد بہت کم رہ جائے۔ اور اس صورت میں ان مناصب
کے واسطے بھی، جو صرف قنصلی مرتبے کے لوگوں کے لئے مخصوص تھے" امیدوار کم رہ جاتے تھے
پھر یہ کہ قنصل بھی ایک اعتبار سے مجلس کے نائب ہوتے تھے اور اغسطس جمہوریت
کی گود میں پلا اور جمہور کا نائب کہلانا ہی قابل ترجیح سمجھتا ہوگا۔ نظر بریں تری بیونوں
کیطرف اس کا خیال گیا جو خاص جمہور کے عہدہ دار تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ غیر مصافی
معاملات میں جب اپنے سارے اقتدار کی بنیاد دو قنصلوں میں سے ایک قنصل
کے اختیارات پر رکھنی مناسب نہ تھی تو یہ کسی طرح بھی مناسب نہ تھا کہ اس اقتدار
کو دس تری بیونوں میں سے کسی ایک تریبون کے اختیارات پر مبنی کر دیا جائے
پس اغسطس نے خود اپنی "قوتِ تری بیونی" Potestas Tribunicia کا
سہارا لیا جس کو اب تک اس نے ہاتھ سے نہ دیا اگرچہ معلوم ہوتا ہے اس قوت
سے اس نے کام بہت کم لیا تھا۔

غرض ۲۳ق م میں پہلی تدبیر جسے تجربۃً اختیار کیا تھا، چھوڑ کر اس نے
عہدۂ قنصلی کی بجائے "قوت تری بیونی" کو اپنی حکومت کا دوسرا ستون
قرار دیا اور قنصلی کے عہدے سے سنہ مذکور کی ۲۷ جنوری کو مستعفی ہوگیا
تری بیونی اختیارات اس کو عمر بھر کے واسطے تفویض ہو گئے تھے مگر اب اس نے
انھیں دائمی ہونے کے ساتھ سالانہ کر دیا اور اسی سنہ کو اپنی حکومت کا پہلا سال
مقرر کیا۔ اس طرح اگر جزئیات پر نظر رکھئے تو کہہ سکتے ہیں کہ رومی سلطنت یا
بادشاہی کا آغاز ۲۳ق م میں ہوا کیونکہ اس میں شک نہیں کہ یہی سال
ہے جس میں اغسطس کے نظام حکومت نے اپنی آخری شکل اختیار کی۔ وہ
اب تک گیارہ دفعہ قنصل منتخب ہوا تھا مگر اس کے بعد عمر بھر میں صرف
دو مرتبہ اس عہدے پر مامور رہا (۵ و ۲ ق م) اور گو اس کے

بعض جانشین بھی بالعموم کئی کئی دفعہ قنصل منتخب ہوئے لیکن درحقیقت اس سے
ان کے ہم عہدہ قنصل کی عزت افزائی تو ہو جاتی تھی ورنہ خود ان بادشاہوں کے
واسطے عہدۂ قنصلی چنداں ضروری نہ رہا تھا۔

لیکن "قوت تری بیونی" ان قنصلی اختیارات کا جن سے اغسطس دستبردار
ہوا، پورا بدل نہ ہو سکتی تھی لہٰذا ۲۳ ق م اور آیندہ سنین میں اسے قوانین خاص
بنا بنا کر بہت سے امتیازات اور حقوق دیے گئے۔ مثلاً اسے یہ حق دیا گیا کہ جب
چاہے مجلس کا انعقاد کرے[1]۔ اور اس کے جلسوں میں پہلی تجویز بھی وہی پیش کرے۔
پھر اس کی "پروقنصلی امارت" کو قانوناً دوسرے پروقنصلوں سے "افضل" Maius قرار
دیا گیا۔ رومہ میں اسے بارہ عصابردار اور قنصلوں کے بیچ میں نشست رکھنے کا حق ملا
(۱۹ ق م) اور اس طرح اعزاز ظاہری کے اعتبار سے وہ قنصلوں کے برابر
ہو گیا۔ دوسرے غالباً اسے "جس ادی سندی" Jus Edicend یعنی عدالتی احکام جاری کرنے کا
بھی حق حاصل ہو گیا[2]۔ پھر ان تمام حقوق کو جو علیحدہ علیحدہ قوانین کی رو سے اغسطس
کو دیے گئے تھے۔ ایک قانون کی صورت میں یکجا مرتب کر لیا گیا جس کے ذریعے
مجلس اور جمہوریہ سب امتیازات آیندہ بادشاہوں کو دیتے رہے۔ اس طرح
رومہ کے آیندہ بادشاہوں کے مرتبۂ شاہی کی تین آئینی بنیادیں ہو گئیں۔ اول
پروقنصلی امارت، دوسرے، تری بیونی قوت تیسرے انھیں مخصوص امتیازات سے
ممتاز کرنے کا ایک خاص قانون۔

(۲) امپراطور کے لقب سے محض صوبوں کی امارت اور فوجی اختیارات
ظاہر ہوتے تھے۔ مگر وہ جامع لفظ، جو ملک کے اعلیٰ حاکم ہونے کے اعتبار سے اس کے
تمام اختیارات کو ظاہر کر سکتا تھا، یعنی "رکس" Rex یا بادشاہ، کسی حال میں اغسطس کو
اختیار کرنا منظور نہ تھا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے جمہوریت کی وہ نقاب، جو موجودہ اقتدار
قائم رکھنے کے واسطے ناگزیر تھی، چہرے سے اتر جاتی۔ اسی لئے اغسطس نے اپنے

---

[1] مگر ممکن ہے کہ یہ حق اسے تری بیونی قوت کی بنا پر حاصل ہوا ہو۔
[2] غالباً ۱۹ ق م میں۔ (ہرزوگ)

نظام حکومت میں گریہ رکھا تھا کہ بادشاہ ایک عامل (یا مجسٹریٹ) ہو، بادشاہ نہ ہو بایں ہمہ ایسے لفظ کی ضرورت باقی تھی جو بادشاہی اقتدار کے کسی خاص پہلو کو نمایاں کئے بغیر، رومی جمہوریت میں اس کے سب سے اعلیٰ اختیارات کو ظاہر کر سکے۔ اس کام کے واسطے اغسطس نے "پرنسپس" Princeps یعنی صدر کا لفظ انتخاب کیا[1]۔ اس کے معنی "ملک کا اول شہری" Princeps Civitatis تھے اور اغسطس کے نظام حکومت کی تہ میں جو اصول مضمر تھا اسکے عین مناسب، اس لفظ سے برابری اور برتری دونوں کے معنی نکلتے تھے۔ مگر اس سے کسی خاص کام یا اختیار کا پتہ نہیں چلتا تھا بلکہ یہ محض ایک تعظیمی لقب تھا اس جگہ مجلس اعیان کے "صدر رکن" Princeps Senatus اور اس صدر کے فرق کو احتیاط سے ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اراکین مجلس کی فہرست میں جس رکن کا نام سب سے اول ہوتا تھا اور جس کو سب سے پہلے اپنی رائے دینے کا حق حاصل تھا، وہ بھی "پرنسپس سناتوس" یا "صدر رکن مجلس" کہلاتا تھا اور خود اغسطس کو یہ اعزاز ۲۸ء ق م میں مل چکا تھا۔ لیکن جب خود وہ یا دوسرے لوگ محض "صدر" کا لفظ استعمال کریں تو وہاں مجلسی صدر نہیں بلکہ رومی شہریوں کا صدر مراد ہے۔ اسی لقب کی بنا پر اغسطس کی بنائی ہوئی سلطنت کو اکثر صدارت (پرنسی پیٹ) کہتے ہیں تاکہ اس میں اور اسی حکومت کی مابعد ارتقائی صورت میں جبکہ وہ خالص مطلق العنان بادشاہی بن گئی۔ امتیاز رہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو ہوریس کے "اوڈز" حصہ اول - ۲ - ۵۰ مشرقی ممالک میں پرنسپس کا ترجمہ لفظ سیزر یا قیصر سے کیا گیا تھا۔ لیکن عام طور پر ان بادشاہوں کو "باسی لیوز" کہتے تھے اور یہ لقب آخر میں صرف قیاصرہ روم دا کاسرۂ عجم کے واسطے مخصوص ہو گیا تھا۔ یونانیوں نے "اوگس توس" کو بگاڑ کر اپنی زبان میں "ای باس توس" کر لیا تھا۔ ۱۲ دعربی فارسی کی قدیم تاریخوں میں اسے عام طور پر "اغسطس" لکھا ہے۔ مترجم)

[2] اووِڈ نے ایک مشہور شعر میں (فاسٹی - ۲ - ۱۴۲) "پرنسپس" اور "رکس" میں امتیاز کیا اور اغسطس کو "دومی نوس" (یعنی مالک یا آقا) کے لفظ سے خطاب کیا ہے مگر اغسطس اس کو بھی ناپسند کرتا تھا۔ پرنسپس کے لقب کے بارے میں باب کے آخر میں ملاحظہ ہو حاشیہ (ج)۔

کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ یہ صدارت خالص بادشاہی نہیں بلکہ صرف بادشاہی کی ایک خاص منزل ہے، اور اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اغسطس نے صرف صدارت قائم کی تھی اور بادشاہی کا اصلی بانی جولیس تھا۔

(۳) آئین کے نظری اصول کی رو سے ملک کی حکومت ابھی تک مجلس اور جمہور کے ہاتھ میں تھی اور ان کی طرف سے صدر اس حکومت کا نگرانکار یا عامل تھا۔ یعنی جمہور نے اپنے بہت سے اختیارات شخص واحد کے تفویض کر دیے تھے تاکہ وہ ان کے نائب کی حیثیت سے مجلس کے ساتھ ملکر حکومت کے فرائض انجام دے بے شبہ آئین جمہوری کی یہ ظاہری مراسم اور بادشاہوں کی عاملانہ حیثیت کچھ عرصے بعد غائب ہوگئیں لیکن اول اول انھیں واضح کرکے ان کی بڑے اہتمام سے پابندی کیجاتی تھی۔ مجلس کے کچھ نہ کچھ حقیقی اختیارات باقی تھے۔ عام شہریوں کی باقاعدہ مجلسیں بھی منعقد ہوتی تھیں۔ قدیم دستور کے مطابق قنصل، پرتیور، ترِی بیون وغیرہ سبھی حکام کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ غرض صدارت، رسمی طور پر بادشاہی نہ تھی۔ بلکہ اُسے اجیسا کہ جرمن مصنفین لکھتے ہیں، "ثنویت" (ڈائی آرکی) یا دوعملی) کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ کیونکہ اس میں مجلس اور صدر دونوں ملکر حکومت کرتے تھے۔ مگر یہ شرکت برابر کی نہ تھی بلکہ تمام افواج کے سپہ سالار ہونے کے باعث اصلی قوت ان نئے بادشاہوں ہی کے ہاتھ میں رہی۔ اور رومی آئین کی تاریخ کا سب سے اہم موضوع یہی ہے کہ آیندہ تین صدی میں کس طرح مجلس کی قوت کے زوال کے ساتھ ساتھ صدر کے اقتدار میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ آخر میں وہ مطلق العنان بادشاہ بنگیا۔ اور جب یہ نوبت پہنچ جائے تو اس کے بعد رومی سلطنت یا بادشاہی کو لفظ صدارت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

صدر محض ایک سرکاری عہدہ دار یا عامل (مجسٹریٹ) تھا۔ اسے جمہور کی طرف سے اختیارات تفویض کئے گئے تھے اور اس کا عہدہ جمہور کے حق فرماں روائی پر مبنی تھا۔ ملک کے دوسرے باشندوں کی مثل وہ قوانین کا پابند ہوتا تھا اور خاص اغراض کے واسطے کسی قانون سے استثنا کی ضرورت ہوتی تو اسے یہ استثناء مجلس سے حاصل کرنا پڑتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ اس پر کوئی فوجداری مقدمہ دائر نہ ہوسکتا

تھا۔ لیکن یہ اس کے لئے کوئی مخصوص رعایت نہ تھی بلکہ یہ استثنا محض اس عام قاعدے کے تحت میں آجاتا تھا کہ کسی عہدہ دار سے جب تک وہ اپنے عہدے پر فائز ہے۔ سوائے بالادست عہدہ دار کے کوئی دوسرا شخص باز پرس نہیں کرسکتا۔ پس صدر جس کا عہدہ عمر بھر کے واسطے ہوتا تھا اور جس کا کوئی بالادست نہ تھا لازمی طور پر قانونی دار و گیر کے دائرے سے باہر تھا۔ تاہم اگر وہ اپنے عہدے سے معزول یا دست بردار ہو جائے تو اس پر فوجداری عدالت میں نالش اور تحقیقات کیجا سکتی تھی۔ اور رومی قوانین میں مُردوں پر بھی دعویٰ کرنا جائز تھا لہٰذا بارہا ایسا ہوا کہ کسی صدر کے الزامات کی اس کی وفات کے بعد مجلس میں سماعت و تحقیقات کی گئی اور اس کو بُرے الفاظ میں یاد کرنے کا فیصلہ صادر ہوا یا اس کے احکام و فرامین کی تنسیخ کردی گئی۔ لیکن وہ صدر جس کے خلاف کوئی فیصلہ صادر نہ ہوتا تھا اور ان کے احکام جائز تسلیم کرلئے جاتے تھے، دیوتاؤں کا مرتبہ حاصل کرلیتے تھے۔

وفات کے بعد پرستش کا یہ استحقاق، عہدۂ صدارت کی ایک بڑی خصوصیت ہے جو کہ جولیس سیزر کی نظیر لے کے قائم کی گئی تھی۔ جولیس نے زندگی میں اپنی پوجا کو جائز رکھا تھا اور گو اس کی پرستش کے واسطے کوئی علیحدہ عمارت نہیں معین ہوئی لیکن اس کی مُورت کو دوسرے دیوتاؤں کے ساتھ مندروں میں رکھدیا گیا تھا اور اس کی پوجا کرانے کے واسطے ایک خاص پروہت بھی مقرر تھا۔ جب جولیس مرا تو مجلس اور باشندگان رُومہ نے بالاتفاق حکم نافذ کیا کہ اسے دِی ووس جولیوس کے لقب سے اہل رُومہ کے دیوتاؤں میں شمار کیا جائے۔ مگر اس کے متبنیٰ کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اپنی زندگی میں اپنی پوجا کرائی قبول کرتا[1] لہٰذا اس نے "اغسطس" کے لقب پر جس میں مذہبی تقدس کا اشارہ تھا، اور دیوتا کے فرزند Dies Imperii رہنے پر

---

[1] رومہ کے گلی کوچوں کی قربان گاہوں پر اغسطس کی روح Genius Augusti پوجی جاتی تھی اور اسے بزرگوں کی ارواح Lares کے ساتھ مانا جاتا تھا۔ (دیکھو ہوریس۔ اوڈز حصۂ چہارم۔ ۵ ۔ ۳۴) مذہبی گیتوں میں اس کا نام لئے جانے کا پہلے باب میں ذکر گزر چکا ہے اور ہمعصر شعرا اسے دیوتا کہنے میں بھی چنداں باک نہ کرتے تھے۔

قناعت کی۔ البتہ مرنے کے بعد اسے بھی رومیولس کی طرح دیوتاؤں کے ربانی زمرے میں شریک کرلیا گیا۔ اور زندگی میں اپنے آپ کو اسی بادشاہ کا مثیل ثابت کرنے کا اسے شوق بھی تھا۔ یہاں دیکھنے کے لائق یہ بات ہے کہ اغسطس نے اپنے نانا کے بڑے بڑے منصوبوں کو، اس معاملے میں اور نیز دیگر امور میں کس طرح معتدل کردیا۔ مثلاً جولیس سیزر بغیر کسی پردے کے بادشاہی قائم کردیتا۔ مگر اغسطس نے "ارکس" کی بجائے "پرنسپس" کا لقب اختیار کیا۔ جولیس سیزر اپنی زندگی میں دیوتا بن گیا تھا۔ مگر اغسطس جیتے جی دیوتا کا بیٹا رہا اور مرنے کے بعد جاکر دیوتا ہوا۔

ایک اہم معاملے میں صدارت کے عہدے میں دوسرے عہدوں سے فرق تھا۔ وہ یہ کہ صدر کے جانشین نامزد کرنے کی کوئی گنجایش نہ تھی یعنی جب تک عہدہ صدارت خالی نہ ہو جائے کوئی شخص اس عہدے کے لئے نامزد یا ولی عہد مقرر نہ ہوسکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک بادشاہ کی وفات کے ساتھ سلطنت یا بادشاہی ختم ہو جاتی تھی اور جب تک اس کے جانشین کا از سر نو انتخاب عمل میں نہ آئے اسوقت تک جمہوریہ رومہ مجلس اور جمہور کے ہاتھ میں رہتی تھی اور انتظامی کام قنصلوں کے تفویض ہو جاتے۔ گویا اس اصول پر کہ "شاہ مرد۔ شاہ زندہ باد" عملدرآمد کی رومی سلطنت میں گنجایش نہ تھی۔

عہدہ ہونے کے لحاظ سے صدارت موروثی نہ تھی بلکہ انتخابی عہدہ تھی اور ملک کے اصلی فرماں روا یعنی جمہور جس شخص کو چاہیں اس عہدے سے سرفراز کرسکتے تھے۔ بلکہ دوسرے عہدوں کے انتخاب میں تو عورتوں اور بچوں کو رائے دینے کا حق نہ تھا مگر صدارت کے انتخاب میں وہ بھی رائے دینے کے حق سے محروم نہیں کئے گئے تھے۔ انتخاب صدارت کی تکمیل دو بلکہ تین احکام کے بغیر نہ ہوتی تھی۔ یعنی اول تو اسے "پروقنصلی امارت" اور اسی کے ساتھ "اغسطس" کا لقب دیا جاتا تھا۔ پھر "تری بیونی" اختیارات اور آخر میں وہ خاص حقوق و امتیازات جن کی ایک خاص قانون فرماں روائی De Imperio میں صراحت تھی۔ مگر یہ بات بخوبی ذہن نشین رہنی چاہئیے کہ صدر کی قوت کا اصلی انحصار اسی "امارت" پر تھا جس کے ذریعے وہ ملک کی تمام افواج کا واحد سپہ سالار ہوتا تھا۔ اسی امارت کا

حصول حقیقت میں اس کی بادشاہی کا مرادف تھا۔ باقی بڑی ہوئی اختیارات کو کامل اقتدار حاصل ہو جانے کا نتیجہ سمجھنا چاہیے ورنہ وہ بذات خود کامل اقتدار نہ تھے بہ الفاظ دیگر، جس دن کسی شخص کو امارت ملی Divi Filius یعنی یوم امارت سمجھنا چاہیئے کہ اسی دن ایک نئی حکومت کا آغاز ہو گیا۔

یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ صدر کو پروقنصلی اختیار ملنے کی کیا صورت ہوتی تھی۔ اصولاً تو اسے یہ اختیارات جمہور کی طرف سے حاصل ہوتے تھے لیکن انھیں دینے کے واسطے کبھی جمہور کا کوئی جلسہ یا باقاعدہ مجلس منعقد نہ ہوتی بلکہ ہمیشہ مجلس اعیان (سینٹ) ان اختیارات کو تفویض کر دیتی اور مان لیا جاتا تھا کہ یہ کام وہ جمہور کی نائب بن کر انجام دے رہی ہے[1]۔ سپاہیوں نے جس وقت بطور خود پہلی مرتبہ امپراطور (یا امیر) کا لقب دیا تھا، تو جب تک مجلس نے اس کی تصدیق و توثیق نہ کی، سپاہیوں کا نام بردہ محض غاصب رہا۔ حالانکہ سچ پوچھیئے تو اس لقب کے واسطے سپاہیوں کی رضامندی ہی سب سے ضروری شئے تھی اور اگر مجلس کسی کو امپراطور بنا دیتی تو گو وہ قانوناً درست ہوتا، لیکن جب تک سپاہی اسے منظور نہ کرتے اس وقت تک اس کی امارت قائم رہنے کی کوئی امید نہ ہو سکتی تھی بہر حال، صدارت کے نئے عہدے نے اس قضیئے کا خاتمہ کر دیا اور مجلس اور اہل فوج دونوں میں حاکم تسلیم کئے جانے کے بعد صدر کی پروقنصلی امارت اغسطس کے بعد دوامی ہو گئی اور پھر اس میں سالانہ میعاد کا بھی کوئی جھگڑا نہیں رہا۔

اس امارت کے برخلاف تری ہوئی قوت جمہور کے جلسۂ عام (کومیشیا) میں دی جاتی تھی۔ از روئے قانون تو اس کام کی دو قانونی شرطیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ جو اختیارات دئے جائیں ان کی تصریح کے واسطے علیحدہ قانون مرتب کیا جائے اور دوسرے اس شخص کا باقاعدہ انتخاب ہو جسے یہ اختیارات دئے جانے والے ہیں لیکن اب ان دونوں کو ملا دیا گیا تھا اور کوئی اعلیٰ عہدہ دار (غالباً ایک قنصل) جمہور کے جلسہ میں درخواست پیش کرتا جس میں امیدوار کا نام اور اختیارات کی صراحت

---

[1] ملاحظہ ہو حاشیہ باب کے اخیر میں۔

دونوں باتیں یکجا ہوتی تھیں۔ پھر یہ تجویز از روے ضابطہ پہلے مجلس اعیان کے پاس بھیجی جاتی اور اس کی منظوری اور جمہور کی منظوری کے درمیان لازمی طور پر کچھ وقفہ رکھا جاتا تھا جسے "تری نوم نندی نوم" کہتے تھے، چنانچہ صدارت کے ابتدائی زمانے میں جب تک ان ضوابط کی رسمی پابندی ہوتی رہی، اس وقت تک صدر کو تری بیونی قوت، امارت حاصل ہونے کے کچھ عرصے بعد ملتی تھی۔ یہ "تری بیونی قوت" ہمیشہ کے واسطے مل جاتی تھی لیکن رسمی طور پر اس کو ہر سال از سر نو اختیار کیا جاتا[1] اور اسی لئے صدر اسی تری بیونی کے سنین سے اپنے سنین حکومت کا حساب کرتے تھے

لیکن بادشاہی کے اس طرح انتخابی ہونے کے باوجود حقیقت میں نئے صدر کا انتخاب صرف اس وقت مجلس یا فوج والوں کے ہاتھ میں ہوتا تھا جب کہ ملک میں کوئی انقلاب برپا ہو جائے ورنہ امن کے زمانے میں یہ بادشاہ خود ہی اپنا جانشین پسند کر لیتے تھے اور جن کو پسند کرتے انھیں اپنی زندگی ہی میں بعض شاہانہ اختیارات یا فرائض تفویض کرا دیتے تھے۔ یہ قدرتی بات تھی کہ ہر بادشاہ اس بات کی کوشش کرے کہ آیندہ حکومت اسی کے گھرانے میں رہے چنانچہ اگر کسی کا بیٹا موجود ہوتا تو وہ لازمی طور پر اسے اپنا جانشین تجویز کر لیتا اور اگر بیٹی ہوتی تو اس کے شوہر یا اولاد کو پسند کرتا تھا۔ اگر کسی کے بیٹا ہوا نہ بیٹی تو وہ اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو گود لے لیتا تھا۔ غرض کہنے کو تو بادشاہی ہمیشہ انتخابی رہی لیکن عملاً وہ موروثی بنتی گئی اور اس بات کو عام طور پر تسلیم کیا جانے لگا کہ بادشاہ کی قرابت کی بنا پر اس کی جانشینی کا دعویٰ کرنا معقول بات ہے۔ قرابت کے استحقاق کا یہ عنصر ابتدا سے موجود تھا کیونکہ صدارت یا سلطنت کے بانی نے سیاسی دنیا میں سب سے اول جو رتبہ پایا اس کا سبب ہی یہ تھا کہ وہ جولیس کا متبنیٰ اور وارث ہے۔ چنانچہ آیندہ کے لئے بھی اغسطس

---

[1] جمہوریہ کا تری بیونی سال ۱۰ دسمبر سے شروع ہوتا تھا مگر شاہان رومہ کی تری بیونی کا سال پہلی صدی عیسوی کے اخیر تک اُس دن سے شروع کرتے تھے جس دن کہ تری بیونی اختیارات انھیں دئے جائیں۔ البتہ پہلی صدی کے بعد جمہوریہ کے دستور کے مطابق عملدرآمد ہونے لگا۔ لیکن تاریخوں کا معمولی حساب قنصلی سال (یعنی پہلی جنوری) سے کیا جاتا تھا اور اس میں ایسی سہولت تھی کہ عام طور پر لوگ اسی طریقے کو استعمال کرتے رہے

باقاعدہ خاندان شاہی کی بنیاد ڈالنے پر ایسا تلا ہوا تھا اور اس بارے میں اس قدر کوشاں رہا کہ اور کوئی نہ رہا ہوگا۔

(۴) امارت وزیری ہوئی اختیارات کے ساتھ اغسطس نے اور بھی بعض حقوق و القاب اختیار کر لئے تھے مگر نظام سلطنت کے آئین میں ان کی کوئی خاص جگہ نہ تھی۔ مثالاً اُسے "مجلس اعیان، طبقۂ متوسط اور عوام" کی جانب سے "پے ترپے تری آی" (یعنی ابوالوطن) کا خطاب ملا (۲ سنہ ق م) بعد کے بادشاہ بھی برابر اسے حاصل کرتے رہے[1]۔ یا یہ کہ ۱۲ سنہ ق م (۶ ماہ مارچ) میں لوگوں نے اسے پون تی فکس ماکسی مس (یعنی صدر موبد یا بڑا پروہت) منتخب کیا کیونکہ لیپی دوس جو حکومت ثلاثہ سے علیحدہ کئے جانے کے بعد بھی اس عہدے پر مامور تھا، ان دنوں فوت ہو گیا تھا۔ مگر اس مذہبی عہدے کے اغسطس کو ملنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر وہ ہمیشہ کے لئے اس کے جانشین بادشاہوں کے القاب خاص میں شامل ہو گیا۔ اس کے علاوہ اغسطس دیگر مذہبی جماعتوں میں شریک تھا اور "اسپ تم ویر"، "اکوئن ویم ویر" (یعنی "ہفت پیشوا" اور "پانزدہ محافظین") کے معزز گروہ میں داخل اور عہدۂ کہانت Augur بھی رکھتا تھا۔ علیٰ ہذا فتیال، ار وال، تی تیائی کے زمروں میں اس کا نام درج کر دیا گیا تھا[2]۔

اغسطس کو محتسب کا عہدہ حاصل نہ تھا اور اگرچہ کبھی کبھی ہنگامی طور پر اس نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا لیکن دیگر اختیارات کی ضمن میں اس کو احتساب کے اختیارات نہیں ملے تھے۔ اور انھیں مستقل طور پر نہ لینے کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ جمہوریت کی ظاہری صورت اور مجلس اعیان کی آزادی کو بحال رہنے دینا چاہتا تھا۔

ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ۲۸ سنہ ق م میں اغسطس اور اگری پا نے بہ حیثیت

---

[1] یہ خطاب سب سے اول کاتو لوس نے مجلس میں سیسرو کو دیا تھا (دیکھو جوناک۔ باب ششم صفحہ ۲۴۴) لیکن اب جو یہ خطاب شاہان روما کو دیا گیا اس میں اور کاتو لوس کے مدحیہ الفاظ میں جو اس موقع پر سیسرو کے متعلق اس نے استعمال کئے، کوئی تاریخی تعلق نہیں ہے۔

[2] مگر ان چھوٹے عہدوں کے نام اس کے القاب میں شامل نہیں تھے۔

قنصل اہل شہر کی فہرست مرتب کی تھی اور یہ کام انھوں نے احتساب کے ان اختیارات کی بنا پر کیا تھا جو قدیم زمانے میں قنصلوں کو حاصل ہوتے تھے، اسی طرح آیندہ جب اغسطس نے ایک مرتبہ تنہا (سنہ ۲۸ ق م) اور دوسری مرتبہ تی بریوس کی شرکت میں (سنہ ۱۴ئہ) اس قسم کی مردم شماری کی تو اس وقت بھی اس نے احتساب کا عہدہ حاصل نہیں کیا بلکہ محض چند روز کے واسطے اپنے آپ کو مجلس سے قنصل مقرر کرا لیا۔ سنہ ۲۲ئہ میں خود لوگوں نے تجویز کی کہ اغسطس کو عمر بھر کے واسطے محتسب مقرر کر دیا جائے۔ مگر اس نے یہ عہدہ لینے سے انکار کر دیا اور اپنی بجائے پولوس امی لیوس لپی دوس اور منا تیوس پلان کیوس کو محتسب مقرر کرا دیا اور یہی آخری موقع تھا جبکہ دو عام آدمی بوقت واحد اس عہدے پر مامور ہوئے۔ خود اغسطس کو "اخلاق و آداب کی درستی" کے واسطے یہ عہدہ (احتساب) مدامی طور پر دینے کی تین دفعہ تحریک ہوئی[1] مگر اس نے بلا استثنا ہر موقعے پر انکار کیا۔ کیونکہ بادشاہی یا مختار کار کے عہدے کی طرح اس قسم کے احتسابی حقوق بھی جمہوری حکومت کی علانیہ بیخ کنی کر دیتے بایں ہمہ معلوم ہوتا ہے احتساب کے بعض اختیارات، خاص کر "سن سوس، اکوئی تم" Census Equitum کا حق ابتدا سے عہدہ صدارت کے حدود اختیارات میں داخل تھا۔ اس جگہ یہ بات بتانی ضروری ہے کہ صدر کو قنصلی اختیارات حاصل نہ تھے جیسا کہ بعض اوقات غلطی سے سمجھ لیا جاتا ہے۔ کسی خاص غرض کے لئے وقتاً فوقتاً یہ اختیارات اس کے تفویض کر دئے جاتے تھے لیکن یہ محض صدر کی حیثیت سے اسے حاصل نہ ہوتے تھے[2]

(۵) روما کے بادشاہوں نے "رکس" اور "دک تا تور" کے لقب اختیار کرنے سے تو احتراز کیا لیکن معمولی لوگوں سے امتیاز کرنے کے لئے اپنے ناموں کی ایک خاص ترتیب مقرر کی۔ چنانچہ اول قرینِ مستثنیات کے سوا اغسطس سے ہادریان تک ہر ایک نے اپنی ذات یا قوم Gens کا نام لینا چھوڑ دیا (۲) دوسرے جس برادری Tribe سے ان کا تعلق ہوتا تھا اس کو خلاف دستور وہ کبھی نام کے ساتھ

---

[1] سنہ ۱۹، سنہ ۱۸، اور سنہ ۱۱ ق م میں۔

[2] دیکھو حاشیہ ب باب کے اخیر میں۔

[3] یعنی کلودیوس، نیرو، اور وی تلیوس۔

ظاہر نہیں کرتے تھے اور (۳) تیسرے یہ کہ ان میں سے اکثر نے اپنے نام کے ساتھ "امپراطور" کا مستقل اضافہ کرلیا۔ دراصل یہ لفظ اول اول جولیس سیزر اپنے نام کے آخر میں بطور ایک مستقل لقب کے استعمال کرتا تھا اور دوسرے القاب اس کے بعد آتے تھے۔ لہذا اس کی حیثیت ایک دوسرے اسم عرفی کی سی ہوگئی۔ اسی بنا پر اس کے وارث نے "امپراطور" کو اپنے باپ کا اصلی نام بنا کر اختیار کرلیا اور اس بات کو اچھی طرح واضح کرنے کے لئے اپنے اصلی اسم ماقبل "گایوس" کو ترک کردیا۔

جولیس کی اولاد میں تمام ذکور کا نام "سیزر" ہوا کیونکہ یہی اس کی قوم کا "اسم مابعد" (کوک نومن) تھا۔ لیکن جس وقت گایوس کی وفات سے جولیس سیزر کے خاندان کا خاتمہ ہوا تو اس کے جانشین کلیودیوس نے اپنا اسم مابعد بھی "سیزر" مقرر کرلیا۔ اور بعد کے شاہی خاندان بھی اس کی پیروی کرتے رہے۔ اس طرح رومہ کے بادشاہوں اور ان کے اہل خاندان میں یہ لفظ ایک شاہی اسم مابعد بن گیا۔

"اغسطس" محض ایک تعظیمی لقب تھا۔ اور یہ "امپراطور" یا "قنصل" کی طرح کوئی خاص عہدہ ظاہر نہ کرتا تھا۔ پس کسی بادشاہ کی بیوی بھی "اغسطہ" کے لقب سے ملقب کی جاسکتی تھی۔ لیکن یہ لقب "سیزر" کے نام کی طرح موروثی نہ تھا بلکہ صرف مجلس یا جمہور کی منظوری سے ملتا تھا۔ تاہم وہ نام کا آخری جزو بن جاتا تھا اور خاص کر جس نے سب سے پہلے اسے حاصل کیا اس کا تو نام ہی "اغسطس" مشہور ہوگیا لیکن اس کے جانشین اس لفظ کو اس وقت تک کہ بادشاہی اختیارات حاصل نہ ہوں اختیار نہ کرتے تھے اسی لئے یہ لقب ظاہر کرتا تھا کہ گو بادشاہ کے مختلف اختیارات بذاتہ اشتراکی نوعیت رکھتے ہیں لیکن ملک میں بادشاہ ایک ہی شخص ہوسکتا ہے۔

ایک مدت گزرنے کے بعد اغسطس اور سیزر کے مراتب میں بھی امتیاز کرنے لگے یعنی پہلا لفظ زیادہ معزز مانا جاتا تھا۔ چنانچہ خود بادشاہ اغسطس کے لقب سے ملقب ہوتے اور وہ شخص جسے بادشاہ اپنے بعد تخت نشینی کے واسطے چن لیتا تھا سیزر کہلاتا۔ علاوہ ازیں یہ بھی ممکن تھا کہ اغسطس یا سیزر کے لقب سے ایک ہی وقت میں کئی کئی شخص ملقب ہوں۔

لفظ "امپراطور" کے استعمال مختلف تھے اور رہیں بادشاہوں کی ترتیب

القاب میں اس اختلاف کے معنی احتیاط سے ذہن نشین رکھنے چاہئیں۔ (۱) پروقنصلی امارت کے معنی میں "امپراطور" کا لفظ اصلی نام سے پہلے بطور "اسم ماقبل" (پری نومن) استعمال ہوتا تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں (۲) لیکن جب یہ لفظ نام کے بعد دوسرے القاب کے ساتھ لیا جائے اور اس پر کچھ اعداد بنے ہوں تو اس کے معنی یہ تھے کہ اتنی مرتبہ فوج والوں نے اس شخص کو فتوحات کی مبارکباد میں "امپراطور" کے خطاب سے مخاطب کیا ہے۔ بایں ہمہ ان دونوں استعمال کے طریقوں میں باہمی تعلق تھا۔ کیونکہ پروقنصلی امارت ملنے کے ساتھ ہی سمجھا جاتا تھا کہ بادشاہ کو امپراطور کے لقب کا حق حاصل ہو گیا لہذا تخت نشینی کے بعد پہلی فتح کے موقع پر ہی وہ اپنے آپ کو "امپراطور" کے لقب سے موسوم کرتا تھا۔

بادشاہ کے القاب میں ناموں کی ترتیب بھی قابل لحاظ شے ہے[۱]۔ ابتدائی بادشاہوں کے ناموں میں "سیزر" نام کے بعد آتا ہے مثلاً "امپراطور نیرو گلودیوس سیزر اغسطس"۔ لیکن وسپازیان کے زمانے سے یہ نیا طریقہ شروع ہوا کہ لفظ سیزر بالعموم اسم عرفی سے پہلے آنے لگا۔ جیسے "امپراطور سیزر وسپازیانوس اغسطس"۔

(۶) صدر کو ہر وقت قرمزی کنارے کا توگا (ایک قسم کا انگوچھا یا چادرا) پہن کر باہر نکلنے کا حق تھا۔ مذہبی تہواروں کے موقع پر وہ کامدانی کا قرمزی توگا پہنتا جو دراصل فاتح سپہ سالاروں کے جلوس فتح کا لباس تھا۔ اور اگرچہ اسے اطالیہ میں فوجی امارت حاصل نہ ہوتی تھی تاہم سب سپہ سالاروں کا قرمزی چغہ ("پورپیورا") وہ خاص رومہ کے اندر بھی پہن سکتا تھا۔ لیکن اس امتیازی رعایت سے ابتدائی بادشاہ بہت کم کام لیتے تھے۔ صدر کے سر کا امتیازی لباس جنگلی انگور (لٹورل) کا ایک سہرا یا کمٹ

---

[۱] اغسطس کا پورا نام عہد حکومت کے آخری سال یہ ہو گیا تھا۔

Imp: Caesar Divi F(ilius) Augustus, Pontif Max
Cos XII, Imp: XX Tribunic Potestat. XXXVII,
P(ater) P(atriæ)

ہوتا تھا۔ اور بہ حیثیت امیر البحر طور کمر سے تلوار لگی رہتی تھی مگر عصائے شاہی کو وہ صرف جلوس ہائے فتح کے موقعوں پر ہاتھ میں رکھتا تھا۔ مجلس کے ایوان یا دوسرے مقامات میں اس کی نشست سلا کرولیس Sella Curulis یعنی ایک چوڑی کرسی یا دنگل پر ہوتی تھی جس میں ہاتھی دانت کا کام کیا ہوتا تھا۔ اور دوسرے اعلیٰ عہدہ داروں کی طرح اُس کے جلو میں بھی بارہ تبردار (لکتور) رہتے تھے۔ حفاظت ذاتی کے واسطے اسے ایک "فوج رکاب" دی گئی تھی جس میں بالعموم جرمن سپاہی ہوتے۔ اور "پری تورین گارڈ" یا فوج خاصہ کا ایک دستہ برابر اس کے محل پر تعینات رہتا تھا۔ جمہوریت کے زمانے میں سرکاری طور پر جوپیٹر اور اہل روما کے قومی اوتاروں پیناتیس کے نام کا حلف لیا جاتا تھا۔ جولیس سیزر نے اس میں اپنی جان کی قسم کا اضافہ کردیا اور صدارت کے زمانے میں بھی اس کی تقلید کی گئی۔ چنانچہ آیندہ جوپیٹر کے ساتھ ان بادشاہوں کے نام کی جنھیں مرنے کے بعد دیوتاؤں کا درجہ دیا گیا ہو، اور فرماں روائے وقت کی جان کی اور قومی دیوتاؤں کی قسم کھائی جانے لگی۔ صدر کو یہ بھی خصوصیت حاصل تھی کہ ملکی فلاح کی "ووٹا" یا دعا میں، جو ہر سال کے پہلے مہینے میں مانگی جایا کرتی تھی، اس کا نام (دیوتاؤں میں) شامل کیا جائے اور اس کی ان امتیازی خصوصیات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا، یعنی بادشاہ کے سوائے کسی اور کی جان کی قسم یا فلاح وسلامتی کی دعا میں کسی اور کا نام لینا، بغاوت سمجھا جاتا تھا۔ اکتیئم کی جنگ کے بعد سے اغسطس کی سالگرہ کا دن بھی قومی تہواروں میں داخل کرلیا گیا۔ اور اسی سے پھر یہ دستور ہوا کہ ہر فرماں روائے وقت کی سالگرہ اور تخت نشینی کے دن عام خوشی منائی جانے لگی۔ دوسرے صاحب وجاہت اشخاص کی طرح صدر بھی صبح کے وقت لوگوں سے ملاقات کرتا تھا مگر اس کی اور عام لوگوں کی ملاقات میں اتنا فرق تھا کہ اس وقت ہر خواستگار بشرطیکہ وہ کافی اعلیٰ رتبہ رکھتا ہو، صدر کی خدمت میں حاضر ہوسکتا تھا۔ یہ بھی اغسطس کی ایک حکمت عملی تھی کہ اپنے ہم رتبہ اشخاص کیساتھ برابری کا برتاؤ کرتا اور ملنے جلنے میں اپنے ساتھ کے امرا میں بالکل انہی جیسے ایک امیر کی شکل میں رہتا تھا کسی قسم کے درباری آداب بھی مقرر نہ تھے اور پلاتیوم کا شاہی محل محض اس کی ایک ذاتی حویلی تھی۔ لیکن اغسطس کتنا ہی اپنے ہم رتبہ لوگوں میں برابر کا بن کر رہنا چاہے، یہ ممکن نہ تھا کہ اس کے سیاسی اقتدار کا جس نے صدر کو تمام لوگوں سے ممتاز کردیا تھا، معاشری معاملات میں کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔ چنانچہ وہ لوگ جو اس کی دوستی سے سرفراز ہوئے، اگرچہ سرکاری طور پر کوئی امتیاز نہیں رکھتے تھے لیکن رفتہ رفتہ ان کی "امی سی سیزر لیس"

"Amici Cæsaris." یعنی احباب سیزر" کے نام سے ایک ممتاز جماعت بن گئی جس میں زیادہ تر طبقۂ اعیان اور صرف چند طبقۂ متوسط کے افراد شامل تھے۔ اس حلقۂ احباب میں سے اغسطس اپنے "کومی تیس" یعنی رفقا چن لیا کرتا تھا کہ بیرونی صوبوں کے سفر میں اس کے ہمرکاب رہیں۔ صبح کی ملاقاتوں میں امی سی کا حاضر ہونا ایک مقررہ سی بات تھی اور اغسطس بوسہ لے کر ان کا خیر مقدم کرتا تھا۔ ان لوگوں کی انگلی میں ایک انگشتری رہتی جس میں بادشاہ کی تصویر بنی ہوتی تھی۔ ان کی ملاقات میں مقدم و مؤخر کی ترتیب بھی ملحوظ رکھی جاتی اور اسی لئے مدارج تقرب کے اعتبار سے رفتہ رفتہ ان احباب کی بھی چند قسمیں ہوگئیں اور حلقۂ "امی سی" کی شرکت نے ایک باضابطہ داخلے کی صورت اختیار کرلی۔ اس حلقۂ احباب سے خارج ہونے کے بھی ایسے نتیجے ہوتے تھے جو جلاوطنی کے قریب قریب تھے۔

بادشاہ کے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت بھی غالباً صرف "امی سی" تک محدود تھی۔ اور اس طرح صدارت کے بالکل آغاز میں درباری رسوم و آداب کے اس وسیع نظام کا خاکہ موجود تھا جو چند صدی بعد رومہ میں مرتب ہوگیا۔ کومی تیس کا درجہ ابتدا سے نسبتاً زیادہ واضح اور معین تھا۔ انھیں سفر خرچ دیا جاتا اور لشکر میں ان کے رہنے کی خاص جگہ مقرر ہوتی تھی۔ ان کو صوبہ داروں پر بھی فوقیت حاصل تھی اور مجموعی طور پر سیزر کا "کومیس" یا رفیق ہونا ایسی عزت تھی کہ اکثر کتبوں میں دیگر سرکاری اعزاز و مناصب کے ساتھ اس رتبے کا بھی ذکر آتا ہے۔

جمہوریۂ رومہ میں کسی زندہ شخص کی تصویر یا مورت کو کسی عام یا سرکاری مقام پر نصب کرنے کا حکم نہ تھا۔ لیکن صدر کی مورت ہر جگہ نصب کی جاسکتی تھی۔ اور دو موقعے تو ایسے تھے جہاں اس کا ہونا لازمی تھا یعنی ایک تو فوج والوں کی عبادت گاہوں میں جھنڈے اور عقاب کے ساتھ۔ اور ایک سکوں میں۔ بلکہ بعض اوقات خود ان جھنڈوں پر سیزر کی تصویر بنا دیتے تھے۔ باقی سکوں کے متعلق تو اغسطس اس شاہی حق کو کسی طرح چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ جو مجلس پہلے جولیس سیزر کو (۴۴ ق م میں) دے چکی تھی۔ چنانچہ رائج الوقت سکوں پر نام اور تصویر کا کندہ ہونا خاص بادشاہ کا حق ہوگیا تھا یا شاہی خاندان کے ان افراد کا جنھیں بادشاہ بطور خاص یہ حق عطا کردے۔

توضیحات و حواشی

۱- حکومت ثلاثہ سے دست برداری

اگر خود اغسطس کی تحریر (جسے ہم صفحہ ۱۵ کے حاشیہ پر نقل کر چکے ہیں) موجود
نہ ہوتی تو دوسرے مصنفین کے اقوال سے ہمیں خیال ہوتا کہ وہ اپنے غیر معمولی اختیارات
سے ۱۳ جنوری ۲۷ء ق م کو دست بردار ہوا۔ لیکن چونکہ خود اس نے وضاحت کیساتھ
اسے اپنی چھٹی اور ساتویں قنصلی کے زمانے سے منسوب کیا ہے لہذا ضرور ہے کہ ۲۷ء ق م
سے قبل ۲۸ء ق م میں بھی وہ اپنے بعض اختیارات چھوڑ چکا ہو۔ ہرزوگ کا خیال یہ
معلوم ہوتا ہے کہ اس نے چھٹی قنصلی کا محض اس نظر سے تذکرہ کیا کہ اس کو (سال مذکور میں)
اپنے ہم عہدہ قنصل کے ساتھ عصا بدلنے کا واقعہ یاد رہا۔ یہ بھی قیاس ہو سکتا ہے کہ اسکا
مطلب حکومت کے خود مختارانہ احکام کی منسوخی سے ہو۔ ریز جستی کا وہ نسخہ جو موم سن
کے اہتمام سے شایع ہوا ہے۔ اس میں موم سن نے اس مسئلے پر بھی بحث کی ہے (صفحہ ۱۴۶)
اور ایک سکے کی طرف (ایکل، ۶-۸۳) توجہ دلائی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ
اغسطس نے ۲۸ء ق م میں صوبوں کا انتظام مجلس کے حوالے کرنا شروع کر دیا تھا
(بلکہ صوبہ ایشیا کو بالکل دے ہی دیا تھا) پس گمان ہوتا ہے کہ اسی بنا پر اس نے اپنی
تحریر میں زیر بحث الفاظ استعمال کئے۔ اسی کے ساتھ یہ گمان کرنے کی بھی گنجایش ہے
کہ ممکن ہے کہ ۲۸ء ق م میں اغسطس صرف ان مشتملہ اختیارات سے جو حکومت ثلاثہ
کے رکن کی حیثیت سے اُسے حاصل تھے، دست بردار ہو گیا ہو۔ (اور عصا بدلنے کی
کارروائی اسی دست برداری کی دلیل ہو) باقی سرحدی صوبوں کی امارت اس نے
اپنے قبضے میں رہنے دی ہو اور ۲۷ء ق م میں صرف اس آخری عہدے سے
علیحدگی اختیار کی ہو۔ کیونکہ اس کی سرکاری تحریر سے صاف صاف دو کارروائیوں کا
پتہ چلتا ہے۔

ب- صدارت کی ابتدائی تشکیل (۲۷ء تا ۲۳ء ق م)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابتدائی حالت میں یعنی ۲۷ء سے ۲۳ء ق م تک

عہدۂ صدارت کے اجزائے ترکیبی کیا تھے؟ یہ عام طور پر سب کو تسلیم ہے کہ اس ابتدائی زمانے اور نیز بعد میں صدارت کا سب سے اہم جزو "پروقنصلی امارت" تھی۔ یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ اس زمانے میں اغسطس کو جو کچھ اقتدار حاصل ہوا اس میں بڑا دخل عہدۂ قنصلی کو تھا۔ کیونکہ سال بہ سال اس کے قنصلی حاصل کرنے کے علاوہ اس خیال کی مورخ تاسی توس نے نہایت واضح تصدیق کی ہے (اینلز۔ ۱ و ۲ ۰۰) پھر بھی یہ بات صاف نہیں ہوتی کہ آیا غیر مصافی اور عام ملکی معاملات میں وہ صرف قنصلی اختیارات سے کام لیتا تھا یا یہ کہ اس میں تری بیونی قوت کا بھی کچھ دخل تھا؟ کیونکہ یہ بعید از قیاس نہیں کہ اس زمانے میں بھی اس نے تری بیونی کے مقررہ اختیارات سے فائدہ اٹھایا ہو اگرچہ وہ اس پیمانے پر نہ ہو جس پیمانے پر کہ آیندہ چل کر اس نے تری بیونی اختیارات سے کام لیا۔ ایک اور مشکوک بات یہ ہے کہ اغسطس نے اپنے قنصلی اختیارات میں قدیم جمہوری دستور کے مطابق عہدۂ احتساب کے فرائض بھی داخل کئے تھے یا آئین مابعد کے مطابق یہ احتسابی اختیارات اس کے قنصلی فرائض سے خارج تھے؟ ان سب باتوں کو پیش نظر رکھا جائے تو عہدۂ صدارت کی ابتدا یعنی ۲۷ قم میں چار صورتیں ہونی ممکن ہیں۔

(۱) وہ پروقنصلی امارت اور قنصلی کا مجموعہ تھی۔

(۲) اس امارت و قنصلی کے ساتھ احتسابی اختیارات بھی اس میں داخل تھے

(۳) وہ امارت و قنصلی اور نیز تری بیونی اختیارات کا مجموعہ تھی۔

(۴) ان تینوں عہدوں کے ساتھ اس میں احتساب کے اختیارات بھی شامل تھے

اب اگر اغسطس نے ابتدا میں عہدۂ صدارت کی دوسری یا چوتھی شکل اختیار کی تھی تو ضرور ہے کہ اس نے آیندہ چند سال میں (۲۳ قم تک) یہ بات سمجھ لی ہوگی کہ احتساب کے اختیارات حاصل ہونے سے مجلس اعیان کی ظاہری آزادی محض لایعنی شے رہجاتی ہے لہٰذا ان اختیارات کو اس نے چھوڑ دیا غرض مجموعی طور پر گمان غالب یہ ہے کہ ان سنین میں اس نے احتسابی اختیارات لینے کا دعویٰ نہیں کیا اور تری بیونی اختیارات کو بھی بالکل پس پشت ڈالے رکھا تھا۔ (دیکھو حاشیہ باب اول کے اخیر میں)

اس جگہ ایک پرانی غلطی کو بیان کر دینا فائدے سے خالی نہ ہوگا۔ اگرچہ

موم سن اس کی تردید کر چکا ہے اور اب عام طور پر لوگوں نے غلطی سمجھ کر اسے چھوڑ دیا ہے۔ وہ یہ کہ اغسطس کو عمر بھر کے واسطے قنصلی عہدہ مل گیا تھا اور یہ قنصلی اختیارات عہدہ صدارت کا جزو لاینفک تھے، یہ غلط خیال دیون کاسیوس کے بیان سے پیدا ہوا جس نے غالباً مجلس کے ایک فیصلے کے معنی سمجھنے میں دھوکہ کھایا۔ وہ فیصلہ یہ تھا کہ اغسطس کو قنصلی نشانات برتنے کی اجازت دیجائے۔ حالانکہ یہ بالکل ایک دوسری بات ہے۔ یا ممکن ہے کہ "قنصلی اختیارات" سے کاسیوس کا مطلب صرف خاص خاص اختیارات ہوں جو بطور خاص اغسطس کو مل گئے تھے جیسے "جس ادی سندی" مجلس اعیان کو منعقد کرنے کا حق وغیرہ۔ جیساکہ موم سن نے جتایا ہے اس معاملے میں کتبۂ انکائرہ (موجودہ انگورہ) میں (عہدۂ قنصلی) کوئی تذکرہ نہ ہونا، قول فیصل کا حکم رکھتا ہے اور بعد کے کسی بادشاہ نے بھی کبھی اس عہدہ کا دعویٰ نہیں کیا۔

صدارت کی تشکیل کے متعلق اس باب (دوم) میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا سب سے بڑا ماخذ موم سن کی تحریریں ہیں (اسٹاٹ رکٹ۔ جلد دوم) گران میں کہیں کہیں تغیر کر دیا ہے۔ ہرزوگ کی رائیں بھی (گشکٹ ... اسٹاٹ ورفشانگ) احتیاط سے مطالعہ کی گئی ہیں۔ مسٹر پل ہام نے صدارت کی جو ابتدائی صورت بیان کی ہے (جرنل آوف فلاسفی، جلد ہفدہم۔ نیز "پرنسپس" کے عنوان سے مضمون مندرجہ "ڈکشنری آوف گریک اینڈ رومن انٹی کوئی ٹیز") وہ کسی قدر مختلف اور بظاہر زیادہ سادہ ہے اور اس بیان کو خود ان کے الفاظ میں نقل کرنا ضروری ہوگا۔

مسٹر پل ہام لکھتے ہیں کہ جنوری ۲۷ق م میں "اس کو (یعنی سیزر کو) مجلس اور عوام کی جانب سے دوبارہ وہ سب اہم اختیارات مل گئے جو اسے پہلے (حکومت ثلاثہ کے زمانے میں) حاصل تھے۔ اس کی حکومت کا دائرہ اور میعاد بے شبہ پہلے کی نسبت کم تھی لیکن پھر بھی اتنی وسیع تھی کہ اور کسی کو اتنی کبھی نہ دی گئی تھی.... اگر اکتاویاں اسی "پرو قنصلی امارت" پر اکتفا کر لیتا تو اس کی حیثیت صرف ایک طاقتور پرو قنصل کی سی ہوتی.... اور وہ اپنے صوبوں کے علاوہ دوسرے صوبوں کے پرو قنصل یا والیوں سے مرتبے میں زیادہ نہ ہوتا بلکہ مساوی ہوتا۔ دوسرے وہ پہلی سی دقتیں بھی لازمی طور پر دوبارہ پیدا ہو جاتیں جو وطن کے سب سے اعلیٰ عہدے

اور صوبوں کی سب سے اعلیٰ سپہ سالاری کو علیحدہ علیحدہ تفویض کئے جانے کا نتیجہ تھیں پس اکتاویان نے امارت کے ساتھ قنصلی کا عہدہ بھی اپنے پاس رکھا اور اس طرح ان دقتوں اور خرابی میں پڑنے سے بچ گیا ... یہ صورت ایک اعتبار سے گویا جمہوریت کے قدیم آئین کو بحال کرنا تھا جس میں دونوں قسم کے اعلیٰ جنگی اور ملکی اختیارات صرف قنصلوں کے ہاتھ میں ہوتے تھے" مذکورہ بالا خیال کے مطابق صدارت ابتداءً میں سراسر قنصلی کے عہدے پر مبنی تھی۔ آگے چل کر سٹرپل ہام نے ۲۳ سنہ ق م کی نئی تنظیم کو اس طرح بیان کیا ہے۔

"لیکن ۲۳ سنہ ق م میں اس قسم کا تغیر عمل میں آیا کہ جس سے عہدۂ صدارت کی ایک حد تک شکل بدل گئی۔ سنہ مذکور کی ۲۷ رجون کو اغسطس قنصلی سے دست بردار ہو گیا ... اپنی "قنصلی امارت" اور وسیع صوبے کو اس نے ہاتھ سے نہیں دیا لیکن اب یہ اختیارات اسے محض پرو قنصل کی حیثیت سے حاصل تھے اور اسی لئے قنصلوں کی حدود اختیارات یعنی اطالیہ اور رومہ میں ان کا کوئی عمل باقی نہیں رہا تھا۔ دوسرے قنصل کو جو برتری دوسرے تمام اعلیٰ حکام اور ان کے نائبین پر حاصل ہوتی تھی یا مجلس ہائے اعیان و عوام کے معاملات میں جو خاص حقوق قنصل رکھتا تھا۔ یہ سب نیز قنصلی نشانات و اعزاز اغسطس کے ہاتھ سے نکل گئے۔ پس ان کی تلافی کئی خاص قوانین کے ذریعے کی گئی اور چونکہ اغسطس خاص رومہ میں اپنے اقتدار کی بنیاد محض پرو قنصلی امارت پر رکھنی نہ چاہتا تھا لہذا اس نے تری بیونی قوت کو سب سے نمایاں جگہ دی اور کم سے کم شہر رومہ میں صدر کی برتری کا ظاہری نشان اور علامت اسی "تری بیونیکا پوتس تاس" کو قرار دیا گویا وہ اس حیرت انگیز حقیقت کو چھپانا چاہتا تھا کہ اب سالانہ قنصلوں کے دوش بدوش رومہ میں ایک پرو قنصلی امارت کا مالک موجود ہے جو وطن میں تو قنصلوں کے برابر اعزاز و اختیارات رکھتا ہے اور باہر کے علاقوں میں اسے کہیں زیادہ وسیع اختیارات حاصل ہیں"

ج۔ لقب "صدر" کی ابتدا

پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ بادشاہوں کے القاب میں لفظ "صدر" محض

مجلس کے صدر رکن کے معنی رکھتا ہے۔ لیکن اس خیال کو اب عام طور پر ترک کر دیا گیا
مسٹر پل ہام نے اس بات کو بہت وضاحت سے بتایا تھا کہ "پرنسپس" یہاں "پرنسپس
سوی تاتس" (یعنی صدر اہل ملک) کے معنی میں آیا ہے اور یہ وہ لقب ہے جسے
سیسرو نے پومپی کے لئے استعمال کیا تھا۔ (جرنل... جلد ہفتم صفحہ ۳۲۲) صرف
"پرنسپس" کے ایک لفظ سے بھی سیسرو نے پومپی اور جولیئس سیزر دونوں کو (دیکھو
Ad Att: 8.9.4 and Ad Fam: 6.6.5.
اور سالوسٹ نے پومپی کو خطاب کیا ہے۔ مومسن اور شلر دونوں کی رائے
بھی یہی ہے۔ بایں ہمہ ہرزوگ کے نزدیک یہ لفظ ابتدا میں اسی "صدر رکن مجلس" کا
مفہوم رکھتا تھا اور بعد میں اس کے معنی وسیع ہو گئے۔ وہ اس کی مثال میں "پرنسپس
جودن تو تیس" کا لفظ بھی پیش کرتا ہے کہ جس کے معنی پہلے تو سب سے اول "نایت"
کے تھے اور پھر بعد میں اس میں ایک دوسرا مفہوم "ولی عہد" کا پیدا ہو گیا (جس
کے لئے دیکھو باب چہارم۔ بعنوان ع ۶)

د۔ "لکس دی امپی ریو"

پیتل کی اس لوح پر جسے کولا ڈی رینزی نے سینٹ جان کے (لتراتی)
کلیسا میں نصب کرا دیا تھا، اب تک ایک قانون کا وہ حصہ محفوظ رہا جس میں
وسپاسیان کو اس کے پیش رو بادشاہوں کی مثل شاہی حقوق ملنے کا ذکر
ہے۔ قانون کے الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے کے مقررہ الفاظ میں
اور خود یہ قانون تعیناً ان فیصلوں کا مجموعہ ہے جن کے ذریعے ۲۳ ق م اور
بعد کے سنین میں آغسطس کو شاہی حقوق حاصل ہوئے۔ قانون دان حضرات اس
قانون کا نام لکس دی امپی ریو یا لکس رجیا تجویز کرتے ہیں۔ گرہوم سن کہتا ہے
کہ یہ وہی قانون ہے جس کے ذریعے بادشاہوں کو ترمیمی اختیارات ملے تھے
اور جن کی بعد میں خاص خاص دفعات سے توضیح اور توسیع ہوتی رہی۔ یہ رائے
مشکوک معلوم ہوتی ہے اور جیسا کہ ہرزوگ نے لکھا ہے یہ بعید از عقل ہے کہ ترمیمی
اختیارات کے قانون کو اصول قانون کا کوئی عالم "لکس دی امپی ریو" موسوم کرے

کیونکہ "امپی ریوم" (امارت) اور "پوتستاس" (قوت) قانونی اعتبار سے بالکل جداگانہ مفہوم رکھتے ہیں۔ پس کہیں زیادہ قرین قیاس یہ امر ہے کہ مذکورۂ بالا قانون کی رو سے صدر کو ایسے حقوق حاصل ہوئے جو نہ امارت سے حاصل ہوتے تھے نہ تری بیونی قوت سے۔ (ق: ہر زوگ کی کتاب محولۂ بالا جلد دوم صفحہ ۶۱۷ تا ۶۱۹ اور پلہام کا مضمون۔ ڈکشنری جلد دوم صفحہ ۴۸۵) اس مشہور و مستند کتبے کی اصلی (لاطینی) عبارت یہ ہے:۔۔۔

۵۔ صدر کا انتخاب

پروقنصلی امارت کے متعلق جو میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ یہ عہدہ صرف مجلس اعیان دیتی تھی اور فوج کے لوگوں کا اس میں کوئی دخل نہ ہو سکتا تھا۔ یہ وہ خیال ہے جسے ہرزوگ نے بدلائل ثابت کیا تھا (دیکھو اس کی کتاب محولۂ بالا جلد دوم صفحہ ۶۱۰ وغیرہ) اس کے برخلاف موسن کی رائے یہ ہے کہ امارت کا عہدہ فوج یا مجلس دونوں کے اپنی اختیارات میں داخل تھا کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کارروائی میں بجز اس کے کچھ نہ ہوتا تھا کہ جو شخص مجلس یا فوج کی طرف سے "امپراطور" بنا دیا گیا ہے' وہ رسمی طور پر یہ لقب اختیار کرلے۔ باقی مجلس اور فوج دونوں جمہور کے قائم مقام مان لئے گئے تھے اور انتخاب کرنے میں مجلس کو ترجیح صرف اسی لئے دی جاتی تھی کہ اس میں سہولت بھی تھی اور ملکی مصالح کے اعتبار سے بھی یہ بات زیادہ مفید تھی لیکن ہمارے پاس جو شہادتیں ہیں ان سے موسن کے مذکورۂ بالا قول کے خلاف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "امپراطور" بنائے جانے کا اعلان اور پھر اس کو باضابطہ اختیار کرنا پروقنصلی اختیارات حاصل کرنے سے بالکل علیحدہ دو کارروائیاں تھیں۔ فوج کے لوگ جب کسی سپہ سالار کے امپراطور ہونے کا اعلان کریں تو وہ بادشاہی کا امیدوار ہو جاتا تھا مگر جب تک مجلس اعیان اسے پروقنصلی امارت نہ دے۔ اس وقت تک نہ تو وہ بادشاہ مانا جا سکتا تھا نہ صدر۔ باقی امارت حاصل ہونے کے بعد پھر تری بیونی اختیارات لازمی طور پر گویا امارت کے ضمن میں اسے حاصل ہو جاتے تھے۔ (دیکھو پلوٹارک "سوانحات گالبہ' دیوتی۔ نیز وکٹر کی سوانح سیزرز")

باب سوم

صدر و مجلس اعیان کی مشترکہ حکومت

ذیلی عنوان۔ (۱) امارت اور تری بیونی اختیارات (۲) جمہور کے پاس کیا کیا سیاسی حقوق باقی رہے (۳) مجلس کی ترکیب۔ صدر رکن مجلس۔ مجلس اعیان میں اغسطس کا قائم مقام۔ ذیلی مجالس۔ (۴) ثنویت حکومت کی خصوصیات (۵) بادشاہ اور مجلس کے درمیان اختیارات کی تقسیم۔ ۱۔ انتظامی معاملات میں ۲۔ عدالتی معاملات میں ۳۔ عہدہ داروں کے انتخاب میں ۴۔ قانون سازی کے متعلق ۵۔ مالی معاملات میں مجلس اعیان کا ذریعۂ نشر و اشاعت اطلاعات ہو جانا ۶۔ بادشاہ کے ماتحت اعلیٰ عمال ۷۔ اغسطس نے طبقۂ متوسط کی از سر نو تنظیم کیونکر کی؟ (۱) اس طبقے کی ہیئت ترکیبی (۲) داخلے کا طریقہ (۳) تا زندگی میعاد (۴) "اِک وی تم پرو باشیو" (۵) فوجی تنظیم و ترتیب (۶) نائیتوں کے اغراض و حقوق (۷) ان کی فوجی حیثیت (۸) ان کے عدالتی عہدے (۹) ان میں اور اعیان میں عہدوں کی تقسیم (۱۰) ان کی مجلس اعیان تک ترقی۔

فصل اول

صدر کا سیاسی مرتبہ۔ جمہور کے حقوق

(۱) گزشتہ باب میں ہم نے اغسطس کے صدارت قائم کرنے کا حال بیان کیا اور ان آئینی اصول سے واقفیت بہم پہنچائی جن کی بنا پر جمہوریت رومہ نے یہ نئی شکل اختیار کی تھی (اگرچہ ظاہر ہے کہ اب جمہوریت کا نام ہی نام باقی تھا اور حقیقت میں وہ درپردہ ایک بادشاہی حکومت بن گئی تھی) اسی باب میں ہم نے

ان القاب وعلامات کا حال بھی بیان کیا جو بادشاہ کی مبہم حیثیت کے ظاہری آثار تھے گو وہ اپنے آپ کو معمولی "شہری" دکھانا چاہتا تھا۔ لیکن ابھی تفصیل کے ساتھ اس کے ملکی اختیارات کو جانچنا اور یہ دیکھنا باقی ہے کہ اغسطس کے نئے نظام حکومت کے مطابق صدر و مجلس اعیان میں تقسیم اختیارات کی صورت کیا تھی۔

بادشاہ کے پروقنصلی اختیارات میں معمولی پروقنصلوں کے اختیارات سے تین فرق تھے۔ اول تو یہ کہ تمام فوج براہ راست بادشاہ کے زیر حکم ہوتی تھی۔ دوسرے اُس کی امارت کی (اگرچہ خود اغسطس اس قضیئے سے مستثنیٰ ہے) کوئی میعاد نہ تھی بلکہ یہ عہدہ اسے تمام عمر کے واسطے مل جاتا تھا۔ اور تیسرے یہ کہ نہ صرف اس کا صوبہ معمولی پروقنصلوں کے صوبوں سے کہیں بڑا اور کئی کئی بڑے صوبوں کا مجموعہ ہوتا تھا، بلکہ پروقنصلوں میں افضل و اعلیٰ ("ماجوس") ہونے کی وجہ سے بادشاہ اپنے اختیارات دوسرے صوبوں میں بھی استعمال کر سکتا تھا جو مجلس اعیان کے ماتحت ہوتے تھے بہ الفاظ دیگر اس کے دائرۂ اختیارات میں پوری سلطنت آجاتی تھی۔

فوج کے اعلیٰ اور واحد سپہ سالار ہونے کی بنا پر سپاہیوں کی تنخواہ و برطرفی[1] اور فوجی سرداروں کا تقرر وغیرہ تمام فوجی معاملات بادشاہ کو انجام دینے ہوتے تھے۔ سپاہی بھرتی ہوتے وقت اسی کی طاعت و فرماں برداری کا حلف اٹھاتے اور نئی فوج کے بھرتی کرنے کا حق صرف اسی کو حاصل تھا۔ اگر کوئی اور شخص بغیر شاہی اجازت فوج بھرتی کرے، تو یہ باغیانہ فعل سمجھا جاتا تھا۔ غنائم فتح اور جلوس فتح کے سوا، ہر قسم کا جنگی اعزاز و ترقی بادشاہ کے اختیار میں تھی۔ پھر یہ کہ دوسرے پروقنصل اپنے صوبوں کی حدود سے باہر کوئی حکومت و اختیار نہ رکھتے تھے اور بادشاہ رومہ میں رہتا تھا مگر اس کے اختیارات بدستور نافذ رہتے اگرچہ خود رومہ اور اطالیہ اس کی حدود حکومت میں داخل نہ تھے۔ بحری افواج کی اعلیٰ حکومت بھی بادشاہ کے ہاتھ میں تھی اور اطالیہ کی فوج مطوعہ سے جو فوج خاصہ (پری تورین گارڈ) مرتب کی جاتی وہ اس کے زیر حکم خاص رومہ میں متعین رہتی تھی۔ اسی امارت کے سلسلہ میں بادشاہ کو جنگ اور صلح کرنے کا

---

[1] اسی بنا پر بعد میں پرانے سپاہیوں کا نام ہی "وِترانی اوگستی" ہو گیا تھا۔

شاہی حق بھی حاصل تھا لیکن غالبًا یہ اختیار اغسطس کو ایک علٰحدہ قانون کے ذریعے دیا گیا اور بعد میں ان مجموعہ امتیازات میں شامل کرلیا گیا جو "لکس دی امپی ریو" کے ذریعے بادشاہوں کو دیے جاتے تھے۔

تری بیونی قوت سے صدر کو جو حقوق حاصل ہوے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) جمہور کے وکلا یعنی تری بیونوں کی عدالت میں صدر کو میر مجلس بننے کا حق تھا (۲) وہ احکام و قوانین کا نفاذ روک سکتا تھا اور مجلس اعیان کے فیصلوں کے خلاف اس نے بارہا اس حق سے کام لیا (۳) اسے تری بیونی "کوئرسی شیو" Coircitio کا امتیاز حاصل تھا یعنی کوئی شخص اسے گزند نہ پہنچا سکتا تھا اور گزند و رکنار اً قولاً یا فعلاً اس کی توہین بھی قابل سزا جرم تھی (۴) بدعنوانی کے انسداد اور مظلوموں کی حمایت کے لئے وہ (ہر قسم کی) مداخلت کا حق رکھتا تھا (۵) اسی ذیل میں جزوی طور پر وضع قوانین کا حق بھی شامل کر سکتے ہیں

یہ سب حقوق صدر کو تری بیونی "پوتستا" کی بنا پر حاصل تھے باقی "لکس دی امپی ریو" سے جو خاص حقوق اسے حاصل ہوے وہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ان کے علاوہ ہیں۔

(۲) ہر چند اب ملک کے اصلی فرماں روا یعنی جمہور کا قائم مقام صدر قرار پا گیا تھا لیکن بعض ملکی فرائض ابھی تک خود جمہور کو انجام دینے پڑتے تھے۔ عوام کی مجلسیں برابر منعقد ہوتیں، عہدہ داروں کا انتخاب کرتیں اور قوانین بناتی تھیں۔ مگر اس ضمن میں ذیل کی چند باتیں بیان کرنے کے لائق ہیں۔

(۱) اغسطس نے عوام کو عدالتی اختیارات سے جو پہلے انھیں حاصل تھے، قانوناً محروم کر دیا

(۲) مجلس عوام (کومیشیا تری بیوتا) وضع قوانین کا کام کرتی رہی اور اس کا حق قانون سازی کبھی باضابطہ طریق پر سلب نہیں کیا گیا۔ لیکن بعض اور تدبیروں سے جن کی شرح آگے آتی ہے وضع قوانین کا قریب قریب سارا کام بادشاہ کے ہاتھ میں آگیا اور تی بریوس کے بعد کوئی قانون مجلس عوام نے نہیں بنایا۔ بایں ہمہ جلسۂ عوام کی طرف سے تری بیونی اختیارات کے تفویض ہونے کی رسم بہت عرصے تک جاری رہی۔ اس غرض کے واسطے عوام کا جو جلسہ ہوتا اسے "اختیارات تری بیونی کی مجلس" Comitia Tribunicia Potestatis کہتے تھے۔

(۴۲) اغسطس کے زمانے میں اعلیٰ عہدہ داروں کا انتخاب کرنا مجلس عوام کا سب سے بڑا اور خاص کام تھا۔ آئین قدیم کے لحاظ سے قنصل و پریتیو رکا انتخاب "مجلس صدی" Comitia Centuriata کرتی تھی۔ تری بیون، ائی وائل اور کواس تور "برادریوں کی مجلس" Comitia af the Tribes میں مقرر ہوتے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے سلطنت قائم ہونے کے بعد یہ تفریق غائب ہوگئی اور اس لئے اب ان مجلسوں میں امتیاز رکھنا دشوار ہے۔ بلکہ احتیاط کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان سب کو "مجلس عوام" کے جامع نام سے یاد کیا جائے۔

"مجلس اشراف" Comitia Curiata کا خاص کام یہ تھا کہ اعلیٰ اختیارات دینے کے قواعد بنائے۔ اور پانچ چھ مرتبہ جب اغسطس کو امارت تفویض ہوئی تو اس بات کا موقع تھا کہ یہ مجلس اپنے اختیارات سے کام لے۔ لیکن یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں کہ آیا ان موقعوں پر کوئی عام مجلس خاص کر مجلس اشراف باضابطہ طریقے سے منعقد بھی کی گئی یا کسی جلسہ عام میں اس امارت کے تفویض کئے جانے کے متعلق سرے سے گفتگو بھی ہوئی یا نہیں۔

بہر حال کہنے کو آئین کچھ ہی کیوں نہ ہو اور اغسطس جمہوریت کی ظاہری رسموں کو احتیاط کے ساتھ قائم رکھنے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے عملاً تو عوام کے سیاسی حقوق صفر رہ گئے تھے۔ اور سچ پوچھئے تو ایسا ہی ہونا بھی چاہئے تھا۔ کیونکہ قدیم زمانے میں جبکہ قائم مقام یا نائب منتخب کرنے کا طریقہ جاری نہ ہوا تھا عوام کی مجلسیں کسی بستی اور گرد و نواح کے محدود علاقے کے نظم و نسق کا کام تو بخوبی انجام دے سکتی تھیں لیکن ایک بڑی سلطنت کے معاملات طے کرنے سے انھیں بالکل مناسبت نہ تھی۔ دوسرے جب حقوق رائے دہی کا دائرہ وسیع ہوا تو یہ ممکن نہ تھا کہ ہر شخص جسے رائے دینے کا حق تھا مجلس میں شریک ہو کر اس حق سے کام لے سکے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ جمہوریت کے آخری ایام میں اس قسم کی عام مجلسوں میں اکثر نہایت ناعاقبت اندیش اور نالایق رائے دینے والے جمع ہو جاتے اور ان جلسوں میں بارہا ہنگامے اور کشت و خون کی نوبت پہنچتی تھی۔

فصل دوم

صدر اور مجلس اعیان

(۴۳) سلطنت کی حکومت کا کام بادشاہ اور مجلس اعیان میں بٹا ہوا تھا

اور مجلس کا رتبہ بہت با وقعت تھا۔ اغسطس نے مجلس کے قواعد میں بعض تبدیلیاں بھی کیں۔ مثلاً جولیس سیزر نے ارکان کی تعداد بڑھا کر نو سو کر دی تھی اغسطس نے پھر اسے گھٹا کر پہلے کی مثل چھ سو کر دیا۔ ارکان کی ذاتی ملکیت کی شرط بھی اس نے دس لاکھ سسترکہ (تقریباً ۸ ہزار پونڈ) قرار دی وہ لوگ جنھیں "کواستور" (محاسب) کا عہدہ حاصل ہوتا تھا، جمہوریہ کے دستور کے موافق، اعیان میں داخل ہو سکتے تھے اور عمر کی حد پچیس سال معین کر دی گئی تھی۔ لیکن اعیان کے مختلف مدارج کا معیار اب بھی سرکاری عہدوں (قنصلی وغیرہ) پر مبنی تھا اور چونکہ ان عہدہ داروں کا انتخاب جمہور کے ہاتھ میں تھا، لہذا رسمی طور پر مجلس اعیان کی رکنیت کا مدار جمہور پر تھا بایں ہمہ بادشاہ دو طرح سے اپنا اثر ڈالتا تھا۔ یعنی اول تو عہدہ داروں کے انتخاب کے وقت عام جلسے اس کے زیر اثر ہوتے تھے جس کی تفصیل آگے (زیر عنوان ۵) آتی ہے اور دوسرے اسے "لک شیو سنا توس" یعنی بہ حیثیت محتسب نا اہل ارکین مجلس میں کمی بیشی کرنے کا حق حاصل تھا چنانچہ اغسطس نے کئی مرتبہ اسی طرح مجلس کی اصلاح کی[1]۔ صدارت کے زمانے میں یہ بات محتسب یا احتسابی اختیارات رکھنے والے عہدہ دار کے اختیار میں تھی (۲۲ ق م کے بعد سے اگرچہ یہ لازمی نہ رہا تھا لیکن ہمیشہ ان اختیارات سے صدر تنہا یا اپنے ایک ہم عہدہ کے ساتھ ملکر یہ کام کرتا تھا) کہ وہ اپنے اصلاحی حق (ادلک شیو) کے ذریعے کسی غیر شخص کو نہ صرف رکن مجلس بنا سکتا تھا بلکہ سب سے ادنےٰ طبقے سے اوپر والے طبقے میں بھی اسے داخل کرا سکتا تھا اور عملاً یہی ہوتا تھا کہ اس طرح جو غیر اشخاص داخل کئے جاتے وہ کواستوروں کی بجائے جو اعیان کا سب سے ادنےٰ طبقہ تھا، بالعموم تری بیونی یا پری توری طبقے میں داخل کئے جاتے تھے۔ جولیس سیزر نے تو اسی حق کی بنا پر غیر اشخاص کو سب سے اعلیٰ طبقۂ قنصلی میں بھی داخل کر دیا تھا لیکن اغسطس یا تیسری صدی عیسوی تک اس کے جانشینوں نے ایسا نہیں کیا۔ البتہ جب اغسطس کی وفات سے پہلے یہ دستور ہوا کہ قنصل سال کی بجائے بالعموم شش ماہی پر منتخب ہونے لگے تو پھر بادشاہ کے واسطے یہ دشوار نہ رہا کہ جولیس سیزر کی مثل جس شخص کو چاہے مجلس اعیان کے

[1] جیسا کہ گذشتہ باب میں زیر عنوان ۸ بیان ہو چکا ہے

سب سے اعلیٰ طبقے میں داخل کرادے کیونکہ خود انتخاب قنصل میں بادشاہ کا دخل مسلّم تھا۔ پھر مجلس اعیان کے اراکین کی فہرست بھی ہر سال نئی تیار کی جانے لگی۔

مجلس اعیان میں بادشاہ کے دخل و اقتدار کی ایک اور صورت بھی تھی۔ مجلس میں داخلے کا عام طریقہ یہ تھا کہ کواستور (محاسب) کا عہدہ حاصل کیا جائے اور اس عہدے کا حصول "حکام بست گانی (وی جن تی وی ریت) یا بیس چھوٹے عہدہ دار ہونے پر منحصر تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ صرف طبقہ اعیان کے افراد بست گانی میں داخل کئے جا سکتے تھے۔ اور ان کی تعداد میں بادشاہ کو کمی بیشی کرنے کی گنجایش نہ تھی۔ لیکن وہ ان لوگوں کو جو طبقہ اعیان میں داخل نہ تھے "لباس اعیانی" (لاتوس کلاوس) پہنا کر "حکام بست گانی" کا مستحق بنا سکتا تھا۔ اس طرح طبقہ متوسط کا کوئی نوجوان بھی بادشاہ کی نظر عنایت سے طبقہ اعیان میں داخل ہو کر مجلس کا رکن بن جاتا تھا۔ اُوِد شاعر کی، جو پیدایش کے اعتبار سے طبقہ متوسط میں داخل تھا، اس طرح اعیان میں داخل ہونے کی مثال مشہور ہے۔ دوسرے معلوم ہوتا ہے بادشاہ کو اس قسم کے استثناء کا حق بھی حاصل تھا کہ جو لوگ "بست گانی" میں داخل نہ ہوں وہ کواستور بنا دئے جائیں۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مجلس اعیان میں آنے کے واسطے جنگی خدمات (بالعموم ایک سال تک کسی جیش میں رہکر) انجام دینی ضروری تھیں۔ اور سب سے اعلیٰ طبقے تک پہنچنے کے مرحلے عام طور پر یہ تھے (۱) بست گانی کی شرکت (۲) جنگی تری بیونی[1] (۳) کواستوری (۴) عہدہ اول (کوتوالی) یا تری بیونی (۵) عہدہ پری تور (۶) قنصلی۔ اسی سلسلے کو سامنے رکھکر اوید نے بست گانی کو "عہدوں کے پہلے پیچے" لکھا ہے[2]۔

صدر خود مجلس اعیان کا نہ صرف رکن بلکہ صدر رکن یا رکن اول ہوتا تھا۔ یعنی ارکان کی فہرست میں سب سے اول اس کا نام ہوتا اور اس کو سب سے پہلے رائے دینے کا حق حاصل تھا۔ لیکن اس نے "صدر رکن" کے لفظ کو اپنے القاب میں

عہ۱ دیکھو آگے عنوان عہ۔

عہ۲ "تریس شیا" باب پنجم۔ صفحہ ۱۰-۳۳۔

داخل نہیں کیا کیونکہ اس کی حکمت عملی اپنے آپ کو اعضائے مجلس میں ملا دینا نہ تھی بلکہ وہ ان سے ممتاز رہنا چاہتا تھا۔ اس اولیت کے علاوہ "لکس وی امپی ریو" کی خاص خاص دفعات کی رُو سے صدر مجلس کے معاملات میں اور بھی حقوق دیئے گئے تھے۔ وہ مجلس کا جب چاہے انعقاد کر سکتا تھا (خود تری بیونی اختیارات کی بنا پر بھی اسے یہ حق حاصل تھا) اور خواہ زبانی خواہ (موجود نہ ہونے کی صورت میں) تحریری نئے قوانین کی تجاویز پیش کر سکتا تھا۔ اور یہ تجاویز "خطبۂ مجلسی" کی شکل میں ہوتی تھیں۔ تری بیونی قوت کی بنا پر، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، وہ مجلس کے احکام کو منسوخ کر سکتا تھا۔ اغسطس جب خود شریک جلسہ نہ ہوتا تو ایوان مجلس کی کارروائیوں کی روداد اس کے سامنے پیش کی جاتی تھی اور وہ اپنا ایک معتمد علیہ قائم مقام مجلس میں اس بات کی نگرانی کے واسطے مقرر کر دیتا تھا کہ روداد مفصل ہو اور کوئی ضروری بات اس میں تحریر کرنے سے چھوٹ نہ جائے۔ اس عہدہ دار کو "کیوراتور اک تورم سناتوس" کہتے تھے۔ اغسطس ہی نے اعیان کی ایسی ذیلی مجلسوں کا قاعدہ بھی رائج کیا تھا جن میں ان مسائل پر پہلے سے خود اس کے ساتھ گفتگو کر لی جائے جو مجلس کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ ان ذیلی مجلسوں میں حکام کے ہر طبقے (کالج) سے ایک ایک اور قرعہ ڈال کر ۱۵ منتخبہ اراکین، ۶ مہینے کے واسطے شامل کئے جاتے تھے اور یہ ایک قسم کی کابینہ (کیبی نٹ کونسل) بن جاتی تھی۔ زندگی کے آخری سال جب ضعف و پیرانہ سالی کی وجہ سے اغسطس ایوان مجلس میں خود آنے سے معذور ہو گیا تو ایک چھوٹی مجلس اعیان بنا دی گئی تھی کہ وہ اسی کے مکان میں جمع ہو کر پوری مجلس کی جانب سے تجاویز منظور کرے۔ اس جماعت میں اغسطس کا بیٹا، دو پوتے دونوں قنصل اور آئندہ سال کے نامزد شدہ قنصل اور بیس ارکان مجلس جو سال بھر کے لئے منتخب ہوئے ہوں، شامل ہوتے تھے اور ان ارکان کو ہر جلسے کے واسطے خود اغسطس منتخب کر لیتا تھا۔ مقررہ آئین میں اس قسم کے ملکی شوریٰ Consilium کا کوئی قانونی جواز نہ تھا اور صرف اغسطس اور اس کے جانشین تی بریوس نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ اس میں اور عدالتی شوریٰ میں جس کا ذکر آگے آتا ہے، بہ احتیاط فرق کرنا چاہیے۔

(۴۸) ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ بادشاہ اور مجلس اعیان کے ملکر حکومت کرنے کو بعض اوقات "ثنویت" (دای آرکی) سے منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ ثنویت اس قسم کی تھی کہ اس کے چہرے سے کسی وقت میں بھی پردہ اٹھ سکتا تھا اور پھر اس کی اصلی صورت یعنی شخصی حکومت علانیہ نمودار ہو سکتی تھی۔ کیونکہ فوج پر قبضہ ہونے سے حقیقی قوت بادشاہ ہی کے ہاتھ میں تھی اور اگر وہ زبردستی کرنی چاہتا تو مجلس اعیان کی سیاسی ہستی کا جبراً خاتمہ کر سکتا تھا۔ لیکن سلطنت روما کی ثنویت نے بہت دن میں رفتہ رفتہ شخصی حکومت کی شکل اختیار کی اور اس کا بھی سبب ایک حد تک خود مجلس اعیان کی نااہلی ہوا جس کی بدولت بادشاہوں کو بار بار اس کے کاموں میں مداخلت کرنی پڑی اور وہ "افضلیت" جو انھیں دوسرے صوبہ داروں پر حاصل تھی بتدریج "حکومت" بنگئی اور بادشاہوں کے اصلی علاقے کے علاوہ دوسرے تمام صوبے بھی براہ راست انکے تحت میں آگئے اور نہ اس میں شک نہیں کہ خود اغسطس مجلس کے سیاسی اقتدار اور بعض اعلیٰ اختیارات کو برقرار رکھنے کا دل سے خواہاں تھا اور ان صوبوں میں جو اس کی اپنی ریوم (یا امارت) کے اندر نہ تھے دخل دینے سے بہ احتیاط احتراز کرتا تھا وہ مصالحت پسند آدمی تھا اور گو جولیس کے وارث ہونے کے اعتبار سے اسے ایک قسم کی جمہوری بادشاہی حاصل ہوگئی تھی لیکن اس نے جو آئین حکومت مرتب کیا اس میں امرا کے حقوق حکمرانی کا بھی برابر لحاظ رکھا تھا اور اسے ہر وقت یہ فکر رہتی تھی کہ گذشتہ خانہ جنگی کی یاد فراموش ہو جائے اور امرا اس بات کو بھول جائیں کہ اغسطس عوام کی حمایت میں حکومت امرا کے خلاف لڑا تھا۔ بے شبہ وہ اپنے مورث جولیس (دیوتا) کے نام سے دست بردار نہیں ہوا لیکن بظاہر اس مختار اعظم کے دیگر قوانین وضوابط برقرار رکھنے کی اسے چنداں پروا نہ تھی اور اس بات کا لوگوں نے اکثر احساس کیا ہے کہ عہد اغسطس کے شعرا شاذونادر ہی کبھی جولیس سیزر کی مدح وستائش پر قلم اٹھاتے ہیں۔

اغسطس کے طریق حکومت میں کئی باتیں ایسی ہیں جن کی آئینی نوعیت صاف اور واضح نہیں۔ لیکن اس کی مجموعی ہیئت بخوبی روشن ہے۔ باقی بادشاہ اور مجلس کے حقوق و فرائض میں نہایت باریک بینی کے ساتھ جو توازن قائم کیا گیا تھا

اس کے واسطے لازمی طور پر بعض ایسی مصنوعی تدبیریں اختیار کرنی پڑیں جو زیادہ عرصے تک نہ چل سکتی تھیں لہذا بہت جلد انھیں خواہ باضابطہ خواہ تجاہل سے ترک کرنا پڑا اور اس قسم کی ہر تبدیلی سے مجلس اعیان ہی خسارے میں رہی۔ بایں ہمہ اغسطس کے بنائے ہوئے نظام کا اصلی اصول یعنی اعیان کی آزادانہ اور مشترکہ حکومت کا ڈھونگ کسی نہ کسی حد تک تین صدی تک بنا رہا۔

(۵) مجلس اور بادشاہ کے درمیان نظم ونسق کے فرائض اور خاص حقوق کی تقسیم سمجھنے کے لئے پانچ علیحدہ عنوان قائم کئے جا سکتے ہیں۔ انتظامی معاملات۔ عدالتی معاملات۔ حکام کا تقرر۔ وضع قوانین اور مالیات۔

(۱) جمہوریت کے زمانے میں خاص کر آخری ایام میں مجلس اعیان بہت سے ایسے انتظامی کام کرنے لگی تھی جس کا آئین و قوانین کی رو سے اسے حق نہ تھا بلکہ اس نے اعلیٰ حکام (یعنی قنصلوں) سے چھین کر انھیں اپنا بنا لیا تھا۔ ان میں سے بہت سے اختیارات بادشاہی کے زمانے میں بھی اس کے پاس چھوڑ دیے گئے چنانچہ (ا) مذہبی معاملات میں جو اختیارات مجلس نے حاصل کر لئے تھے، جیسے ناپاک اور بدعت کی رسموں کا انسداد وغیرہ بادشاہی کے زمانے میں بھی اس کے پاس رہے۔ (ب) جنگ وصلح کا اختیار اور بیرونی سلطنتوں سے نامہ وپیام کا اختیار مجلس اعیان سے لے لیا گیا تھا پھر بھی کبھی کبھی بادشاہ معمولی قسم کی سفارتوں کو مجلس میں بھیج دیا کرتے تھے (ج) اطالیہ کے اندرونی معاملات میں مجلس کی حکومت بجنسہ قائم رہی۔ (د) شہر روما کے معاملات بھی اول اول بالکل مجلس اعیان کے حوالے کر دئے گئے تھے لیکن اس جماعت کے ناقص انتظام کی وجہ سے بہت جلد بادشاہ کو اس میں مداخلت کرنی پڑی (ہ) سلطنت کے صوبوں کی شاہی اور مجلسی کے نام سے دو قسمیں کر دی گئی تھیں اور آخر الذکر کا نظم ونسق مجلس کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن جیسا کہ کسی اگلے باب میں ہم بیان کریں گے ان مجلسی صوبوں میں بھی بادشاہ کو بعض اختیارات حاصل تھے۔ اسکے مقابلے میں شاہی صوبوں کے انتظام میں (بجز مصر کے) مجلس اعیان کا بھی اس حد تک دخل تھا کہ بادشاہ صرف اسی کے ارکین کو ان (شاہی صوبوں) کا صوبہ دار

مقرر کرتا تھا۔

۲۔ اعلیٰ حکام کی جماعت ہونے کے اعتبار سے مجلس اعیان جمہوریت کے زمانے میں کبھی کبھی عدالت کے فرائض بھی انجام دیتی تھی۔ مثلاً ۱۸۶ ق م میں باکوس دیوتا کے تہوار میں ناچ رنگ کا مقدمہ اسی کے سامنے پیش ہوا تھا۔ اس کا اس طرح عدالتی کام کرنا نادرات سے تھا لیکن اب اغسطس نے اس کو ایک مستقل عدالت بنا دیا جس میں قنصل میر مجلس عدالت کا کام کرتا تھا۔ یہ مجلسی عدالت ہر قسم کی جرائم کی تحقیقات کرسکتی تھی لیکن عملاً صرف بڑے بڑے معاملات جن میں اعلیٰ رتبے کے لوگوں کا تعلق ہو، یا جن کے متعلق کوئی مقررہ قانون موجود نہ ہو، اس کے سامنے آتے تھے۔ اس عدالت کے فیصلوں پر بادشاہ بھی دو طریق سے اپنا اثر ڈال سکتا تھا۔ اول تو خود رکن مجلس ہونے کی حیثیت سے اور دوسرے اپنے حق مداخلت کی بنا پر جو اسے تزی بونی اختیارات کی رُو سے حاصل تھا، اس عدالت کے علاوہ جس میں قنصل فیصلہ سناتے اور دیگر اراکین مجلس بحیثیت جوری اسے مشورہ دیتے تھے، خود بادشاہ کی ایک عدالت علیحدہ تھی اور وہ بغیر کسی جوری کے مقدمات کا فیصلہ کرسکتا تھا لیکن عام طور پر وہ بعض اسیسروں سے بھی مدد لیتا جو اس کے "کون سی لیوم" یا اہل شوریٰ کہلاتے تھے لیکن شوریٰ کی اس جماعت کا اس ملکی شوریٰ سے بالکل کوئی تعلق نہ تھا جس کا زیر عنوان ۳ اوپر ذکر آچکا ہے۔ شاہی عدالت میں مجلس اعیان کی طرح ہر قسم کے مقدمات پیش ہوسکتے تھے لیکن عملاً بادشاہ صرف بڑے بڑے سیاسی یا ایسے مقدمات کی سماعت کرتا تھا جنہیں بلند مرتبہ اشخاص کا تعلق ہو۔

ان دونوں نئی عدالتوں کی نوعیت ہی ایسی تھی کہ ان میں صرف خاص خاص اور بڑے مقدموں کی تحقیقات ہوتی تھی۔ باقی روما اور اطالیہ کے معمولی مقدمے پہلے کی طرح پریتوروں کی عدالتوں میں فیصل ہوتے تھے اور پریتوروں کے عدالتی اختیارات میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ لیکن اب جو ویس[1] دیا "اراکین عدالت" کے زمرے سے مجلس اعیان کے اراکین کو بالکل خارج کر دیا گیا تھا اور معلوم ہوتا ہے ان عدالت

---

[1] ملاحظہ ہو آئندہ عنوان ۷

کے حکام کو خود بادشاہ نامزد کرنے لگا تھا۔
بیرونی صوبوں میں صوبہ دار عدالتی مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے لیکن جب تک بادشاہ بطور خاص انھیں اختیار نہ دے رومی شہری صوبہ داروں کی حدود اختیاری سے باہر ہوتے تھے اور ہمیشہ صوبوں کی عدالتوں کے خلاف رومہ کی اعلیٰ عدالتوں میں مرافعہ کر سکتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے صدر کے خلاف مرافعہ کرنا ۳۰ ق م میں ایک قانون بنا کے جائز قرار دے دیا گیا تھا۔ اور اگرچہ اب تقسیم اختیارات کا مقتضیٰ یہ تھا کہ مجلسی صوبوں کے تمام مرافعے صرف مجلس کی عدالت میں پیش ہوں۔ لیکن اپنی "افضل امارت" کی بنا پر بادشاہ اکثر مجلسی صوبوں کے مرافعے بھی شاہی صوبوں کے مرافعوں کی طرح خود سماعت کرتا تھا۔ مرافعے ہمیشہ اس حاکم کے فیصلے کے خلاف کئے جاتے تھے جسے عدالتی اختیارات حاصل ہوں اور براہ راست جوری کے فیصلے کے خلاف مرافعہ نہ ہو سکتا تھا البتہ ایسے حاکم کے جوری مقرر کرنے کے خلاف مرافعہ دائر کر سکتے تھے

۳۔ اغسطس کے زمانے میں مجلس اعیان کو اعلیٰ حکام کے انتخاب میں کوئی دخل نہ رہا۔ اور مجلس عوام (کومیشیا) کے اجماعی فیصلے حسب ذیل اسباب سے اغسطس کے زیر اثر آ گئے۔ اول تو اسے امیدواروں کی اہلیت و استحقاق جانچنے کا اور انتخاب کی کارروائی اپنے زیر اہتمام رکھنے کا اختیار تھا۔ یہ اختیار اصل میں قنصلوں کو حاصل ہوتا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے جب ۲۳ ق م میں اغسطس نے قنصلی چھوڑ کر تری بیونی اختیارات سے کام لینا شروع کیا تو مذکورۂ بالا اختیار کو کسی خاص دفعہ کی رو سے اپنے قبضے میں رہنے دیا۔ چنانچہ امیدواروں کی فہرست اسی کی طرف سے شایع ہوتی تھی اور اس طرح وہ جس شخص کو منتخب کرانا چاہتا اس کو نامزد کر دیتا تھا اور نام بھی صرف اتنے ہی لکھتا تھا جتنے عہدے خالی ہوں۔ دوسرے اغسطس "سفارش" Commendatio op Suffragatio کا منصب بھی رکھتا تھا یعنی وہ خاص خاص اشخاص کے نام پیش کر سکتا تھا کہ فلاں عہدوں کے واسطے یہ لوگ موزوں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ وہ امیدوار جن کی بادشاہ نے سفارش کی ہو ضرور منتخب ہو جاتے تھے۔ البتہ سب سے اعلیٰ عہدے یعنی قنصلی کے متعلق بادشاہ کو اس قسم کی سفارش کا حق حاصل نہ تھا[۱]

---

[۱] کم سے کم پہلے دو بادشاہوں کے زمانے میں تو یہی عمل رہا۔ اور معلوم ہوتا ہے نیرو کے زمانے سے قنصلوں کے نام کی "سفارش" کی رسم جاری ہوئی۔

۴ - وضع قوانین کے معاملے میں مجلس اعیان کی حیثیت اصولاً جمہوریت کے زمانے کی نسبت، عہد بادشاہی میں بہتر ہو گئی۔ آئینی جزئیات پر نظر کیجئے تو دراصل ابتدا میں مجلس کو وضع قوانین کا کوئی اختیار ہی نہ تھا۔ اس کے فیصلے سناتوس کونسلتا (یعنی "مجلسی فتاوی") کی صورت میں اس وقت تک قانون نافذہ کا مرتبہ نہ رکھتے تھے جب تک کہ انھیں جمہور یا عوام کے جلسے میں تسلیم اور منظور نہ کر لیا جائے۔ لیکن عملاً یہ فیصلے رفتہ رفتہ بمنزلہ قانون کے سمجھے جانے لگے۔ عوام کی تصدیق اور منظوری محض ایک ضابطہ پُری کی سی بات رہ گئی اور بعض اوقات اس ضابطہ پُری کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا تھا بلکہ ممکن ہے کہ خود اغسطس کو جو امارت مجلس اعیان کے فیصلے کی رُو سے ملی تھی اس کی تصدیق بھی حسب ضابطہ کسی جلسۂ عوام میں نہ ہوئی ہو۔

لیکن اب اغسطس کے عہد حکومت میں مجلس اعیان وضع قوانین کی جماعت اور گویا اس معاملے میں مجلس عوام کی جانشین، ہو گئی۔ چنانچہ جس طرح پہلے جمہوریت کے زمانے میں اعلیٰ حکام کی پیش کردہ تجاویز مجلس عوام کی منظوری سے قانون بنا کرتی تھی، اسی طرح اب بادشاہ جو قوانین نافذ کرنے چاہتا وہ مجلس اعیان کی طرف سے اور اسی کے "سناتوس کونسلتا" کے نام سے بنتے تھے۔

رائج الوقت قوانین کے عمل سے اگر کوئی استثنا کرنا منظور ہوتا تو اس کی ایک نئے قانون کی صورت میں صرف مجلس اعیان ہی منظوری دے سکتی تھی[۱] اور چونکہ خود بادشاہ دوسرے باشندوں کی مثل قانون کے دائرے کے اندر تھا لہٰذا اسے اپنے حق میں کوئی استثنا کرانا ہوتا تو اس کام کے لئے بادشاہ کو بھی مجلس اعیان ہی سے استدعا کرنی پڑتی تھی۔ مثلاً ۲۴ء ق م میں سن سیانی قانون سے جس کے ذریعے عطیات کی ایک انتہائی حد مقرر کی گئی تھی، اغسطس کو مجلس ہی کے ایک فیصلے نے مستثنیٰ کیا، سرکاری عہدوں کے واسطے کم سے کم عمر کی جو قید از روئے قانون مقرر تھی اس سے کسی شخص کو خاص خاص صورتوں میں مستثنیٰ کرنا بھی مجلس اعیان کے

ط۱ یہ ابتدائی زمانے کا ذکر ہے ورنہ پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں ہم بادشاہوں کو بطور خود استثنا کے احکام نافذ کرتے دیکھتے ہیں۔

مخصوص اختیارات میں داخل تھا لیکن صدر نے رفتہ رفتہ اس حق کو غصب کر لیا جلوس فتح مرتب کرنے کی اجازت۔ صدر کی وفات کے بعد اس کی پرستش یا اہانت کا فیصلہ کرنا اور کولیجیا (یعنی ہر قسم کی جماعت بندی) کی باضابطہ اجازت دینا صرف مجلس اعیان کے خاص حقوق میں داخل تھا۔

صدر کو قنصل یا تری بیون سے زیادہ کوئی حق براہِ راست قانون وضع کرنے کا نہ تھا۔ البتہ ان عہدہ داروں کی طرح وہ بھی اپنے تری بیونی منصب کی بنا پر کومیشیا میں کوئی قانون یا اس کی تجویز پیش کر سکتا تھا کہ لوگ اس کی منظوری دیں۔ مگر وضع قوانین کے طریقے سے بہت کم کام لیا جاتا تھا اور اغسطس کے جانشینوں کے زمانے میں تو وہ بالکل ترک ہو گیا کیونکہ ظاہراً اس طریقے کو اس بادشاہی عنصر سے کوئی مناسبت نہ تھی جو صدارت کی تہ میں مضمر تھا اور اس میں اول تو صدر کا مرتبہ دوسرے عہدہ داروں کے مساوی رہ جاتا دوسرے شاید اس سے جمہور کا وہ حق فرماں روائی بہت روشن ہو جاتا جسے دراصل بادشاہ خود غصب کر چکا تھا۔ تاہم قانونی اعتبار سے صدر خود قانون وضع کرنے کا مجاز نہ تھا اور اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ اغسطس کو بحیثیت صدر اتنے اختیارات حاصل نہ تھے جتنے کہ حکومت ثلاثہ کے زمانے میں اس کے پاس تھے۔ لیکن اس قید سے بچنے کے بعض حیلے تلاش کر لئے گئے تھے اور بادشاہ ہی واضع قوانین بن گیا تھا۔ خاص قوانین کے ذریعے سے اُسے لوگوں کو اس قسم کے انفرادی یا اجتماعی حقوق عطا کرنے کا اختیار دے دیا گیا تھا جو ازروئے ضابطہ صرف کومیشیا ہی عطا کر سکتی تھی۔ نئی آبادیاں بسانا اور آبادکاروں کو رومہ کے ملکی حقوق دینا بادشاہ کے اختیار میں تھا۔ وہی کسی محکوم قوم کو لاطینی حقوق اور کسی لاطینی بستی کو رومہ کے پورے شہری یا ملکی حقوق سے سرفراز کرتا تھا۔ اور اصولاً دیکھئے تو یہی ہونا بھی چاہئے تھا کہ اس قسم کے اختیارات صدر کے حوالے کر دئے جائیں جو "امپراطور" کی حیثیت سے بیرونی صوبوں کا حکمراں اور جنگ و صلح یا عہدنامے کرنے کا مختار تھا۔ کسی نئی بستی کی مقامی حیثیت کا تعین کرنا بھی اسی کا کام تھا اور سپاہیوں کو پورے شہری حقوق تو وہ یقیناً دے ہی سکتا تھا گر ممکن ہے کہ اور لوگوں کو بھی یہ حقوق دینے کا مجاز ہو۔

ان "قوانین عطیات" Leges Data سے کے ماسوا (جن کا نفاذ

دراصل کومیشیا کا کام تھا) بادشاہ کے وضع قوانین کا سب سے موثر طریقہ اس کی "انتظیمات" Constitutioni تھیں جن کے لئے کسی مجلس عوام یا اعیان کے مشورے کی ضرورت نہ تھی۔ ان شاہی تنظیمات کی دو صورتیں تھیں۔ (۱) یا تو وہ اس قسم کے فرامین کی صورت میں نافذ ہوتیں جن کے شایع کرنے کا اعلیٰ عہدہ دار کی حیثیت سے صدر کو اختیار تھا۔ (۲) اور یا وہ اکتا (دکرتا یا اپیس تولی) یعنی ایسے شاہی فیصلوں اور ضابطوں کی شکل میں شایع ہوتیں جو اگرچہ ابتدا میں صرف خاص معاملات کے متعلق ہوتے لیکن بعد میں ان کا نفاذ عام ہو جاتا اور قانون کی مثل ہر شخص پر ان کی پابندی لازمی ہو جاتی تھی۔ شاہی امتیازات کے خاص قانون (لکس دی امپی ریو) میں ان شاہی اکتا کا موثر ہونا تسلیم کر لیا گیا تھا اور سرکاری عہدہ دار یا اہل مجلس اپنے مقرر ہوتے وقت ان کی بجا آوری کا بھی حلف اٹھاتے تھے۔ مگر صدر کی وفات کیساتھ اس کے اکتا کا زمانہ ختم ہو جاتا تھا اور اس واقعے سے بھی صدارت اور بادشاہی کا آئینی فرق روشن ہے۔

۵ ۔ صدارت و مجلس کے تقسیم اختیارات نے ملکی مالیات کے طریقے میں بھی تغیر پیدا کیا اور اب ایک کی بجائے دو سرکاری خزانے ہو گئے۔ زحل کے مندر کا پرانا بیت المال Erarium Saturni بدستور مجلس اعیان کے تفویض رہا لیکن جمہوریت کے زمانے میں خزانچی کی خدمت کو کواسترانجام دیتے تھے، اغسطس نے ۲۳ قم میں یہ کام ان سے لیکر دو پری توروں کی تحویل میں دیدیا جو "خزانہ دار پری تور" کے نام سے صرف یہی کام انجام دینے لگے۔ خاص بادشاہی خزانہ "فِسکوس"[۱] کہلاتا تھا اور اسی سے وہ اپنے صوبوں کے انتظامی مصارف، فوج اور بیڑے کے اخراجات رسد رسانی وغیرہ کا روپیہ ادا کرتا تھا۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اس کی حکومت میں جو صوبے داخل تھے وہ اب ملکی ملکیت کی بجائے بادشاہ کی ذاتی ملکیت سمجھے جانے لگے تھے لہٰذا وہاں کی مالگزاری سے جو کچھ وصول ہوتا وہ براہ راست بادشاہی

[۱] یہ لفظ غالباً اغسطس کے زمانے تک اصطلاحی طور پر استعمال نہیں ہوا بلکہ شاید کلودیوس کے زمانے کے قریب رائج ہوا۔ لیکن ہم پہلے سے اسی رواج کے مطابق اس کا نام لیں تو سہولت ہوگی۔

خزانے میں داخل ہوجاتا تھا۔ اور خالص قانونی حیثیت سے دیکھئے تو یہ خزانہ بھی بادشاہ کی ایسی ہی ذاتی ملک تھا جیسی کہ وہ املاک جو اسے ورثے میں پہنچی یا ذاتی طور پر ایک شہری کی حیثیت سے اس نے حاصل کی تھی۔ لیکن اول اول اس کی موروثی اور خانگی املاک کا حساب فزکوس سے علیحدہ رکھا جاتا تھا اور شاہی خزانہ صرف ملکی حکمرانی کی حیثیت سے اس کی تحویل میں رہتا تھا۔ مگر زیادہ مدّت نہ گزری تھی کہ اس کی ذاتی املاک بھی اگرچہ شاہی خزانے میں تو داخل نہ ہوئی لیکن ایک حد تک "شاہی املاک" (جسے ہم "صرف خاص" کہہ سکتے ہیں) سمجھی جانے لگی اور مسند شاہی کے جانشین کو اس کی وراثت کا حق حاصل ہوگیا۔

پُرانے بیت المال کے خرچ کی خاص خاص مدیں صدارت کے زمانے میں یہ تھیں: (۱) عام معابد کا انتظام (۲) عام تہوار (۳) سرکاری عمارات کی مرمّت (۴) کبھی کبھی نئی عمارتوں کی تعمیر (۵) رومہ اور اطالیہ میں نئے راستے بنوانا۔ مگر اس آخری مد کے مصارف میں شاہی خزانے سے بھی روپیہ دیا جاتا تھا بلکہ سچ پوچھئے تو ان دو خزانوں کے اخراجات میں ٹھیک ٹھیک تفریق و تقسیم کرنا غیر ممکن ہے۔

ابتداءً مجلسی صوبوں میں وصول مالگزاری کا وہی مستاجری طریقہ جاری رہا جو قدیم جمہوریت کے زمانے سے چلا آتا تھا لیکن زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس کو ترک کردیا گیا اور شاہی اور مجلسی دونوں قسم کے صوبوں میں مالگزاری کا روپیہ سرکاری عہدہ دار وصول کرنے لگے۔ پھر بھی حکومت کا رجحان اسی طرف تھا کہ تحصیل کا کام جہاں تک ہو خود بستی والوں کے ذمّہ ڈال دیا جائے چنانچہ آخر میں ہر جگہ یہی طریقہ رائج ہوگیا[1]۔

ضرب سکّہ کے متعلق بھی اغسطس نے مجلس اعیان اور بادشاہ کے کام میں تقسیم کردی تھی۔ اوّل اوّل (۲۷ قم میں) مجلس اور بادشاہ دونوں اپنے اپنے علیحدہ خزانوں سے سونے اور چاندی کا سکہ جاری کرنے کے مجاز تھے۔ تانبے کا سکہ ضرب ہونے کی بہت دن تک نوبت ہی نہیں آئی لیکن کوئی گیارہ بارہ برس کے بعد جو تانبے کا سکّہ پھر ضرب ہوا تو اس وقت یہ انتظام بھی جدید کردیا گیا کہ آیندہ

---

[1] محاصل اور آمدنی کے ذرائع کے لئے دیکھو حاشیہ الف باب کے اخیر میں۔

سونے چاندی کا سکہ ضرب کرنے کا اختیار صرف صدر کو ہوگا اور تانبے کا سکہ صرف مجلس اعیان جاری کرے گی۔ اس قرارداد میں مجلس کو فائدہ رہا اور صدر کے اختیارات بے طرح محدود ہو گئے کیونکہ مسی سکے کی قیمت مبادلہ ہمیشہ تانبے کی اصل قیمت سے زیادہ رہتی تھی لہذا مجلس کو اس بات کا اختیار تھا کہ جس قدر چاہے سکے بنائے اور وقت کے وقت اصلی قیمت سے زیادہ روپیہ وصول کرلے جس کے ادا کرنے کی کہیں عرصہ دراز میں نوبت آسکتی تھی۔ صدر کو اس قسم کی سہولت حاصل نہ تھی اور اسی لئے آیندہ ہم پڑھیں گے کہ بعض بادشاہوں نے لالچ میں آکر چاندی کی اصلی قیمت کم کرادی تھی کہ انھیں بھی اسی قسم کا فائدہ حاصل ہو۔

بادشاہی عہد میں مجلس اعیان کی ایک نہایت اہم خدمت یہ بھی تھی کہ وہ سرکاری خبروں کی لوگوں میں نشر و اشاعت کا واسطہ بن گئی۔ دیس یا پردیس کی ہر ضروری خبر کو بادشاہ مجلس میں بھیج دیتا اور اگرچہ کسی ضابطے کی رُو سے ان خبروں کا عام کرنا ضروری نہ تھا[1] لیکن وہ از خود عام لوگوں تک پہنچ جاتی تھیں۔ یہ بھی دستور ہو گیا تھا کہ جب نیا صدر مسند حکومت پر قدم رکھتا تو وہ اپنے سیاسی منصوبوں کا ایک خاکہ مجلس اعیان میں پیش کرتا اور ظاہر ہے کہ اس کی غرض ہی یہ ہوتی تھی کہ نہ صرف ایوان مجلس کے حاضرین بلکہ ان سے کہیں زیادہ تعداد میں عام اہل ملک نئے حکمران کے ارادوں سے آگاہ ہو جائیں۔

فصل سوم

صدر اور دیگر حکّام

۶ — ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ عہد جمہوریت کے حکّام بادشاہی زمانے میں برابر منتخب ہوتے رہتے اور کہنے کو وہ اپنے فرائض منصبی کی بجا آوری میں آزاد بھی تھے۔ بلکہ جولئس سیزر کی خودمختاری کے زمانے میں تو یہ حکام اُس کی امارت افضل

---

[1] مجلس اعیان کی روداد ("اکتا سناتوس") کی عام اشاعت کا طریقہ جو غالباً ۵۹ ق م سے شروع ہوا تھا، اغسطس نے موقوف کر دیا۔ "اکتا دیورنا" کے واسطے دیکھو حاشیہ ب باب کے اخیر میں۔

کے تحت میں بھی تھے لیکن صدارت کے زمانے میں یہ بات Maius Imperium نہ تھی اور اگرچہ صدر بیرونی صوبہ داروں سے افضل مانا جاتا تھا مگر دیگر حکّام پر اسے یہ "افضلیت" حاصل نہ تھی یعنی صدر حکومت میں ان کا شریک تھا لیکن اپنی جگہ اور اپنے اختیارات سے کام لینے میں وہ آزاد تھے۔

عہدۂ قنصلی کی شان ومنزلت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اور اس کے بہت سے آرزومند و جویا موجود تھے بلکہ اس اعتبار سے تو اس عہدے کی چمک دمک اگرچہ مستعار سہی لیکن پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی کہ یہی وہ عہدہ تھا جسے کبھی کبھی خود صدر قبول کرنا پسند کرتے تھے اور بادشاہ کا ہم عہدہ ہونا یقیناً بڑے نام ونمود کی بات تھی، قنصلوں کا یہ امتیاز کہ ان کی قنصلی کا سال انہی کے نام سے موسوم ہو برقرار تھا اور مجالس عوام میں انتظام ونگرانی رکھنا بھی انہی کا حق تھا۔ مجلس اعیان کی ایک نئی عدالت بننے اور اس میں قنصلوں کے میر مجلس ہونے کا حال ہم اوپر پڑھ چکے ہیں اس کے علاوہ ملکی نظم ونسق کے بعض اور اختیارات بھی اغسطس نے قنصلوں کے تفویض کردئے تھے۔ لیکن اسی کے ساتھ اُس نے یہ طریقہ نکالا کہ شروع سال (جنوری) میں جو قنصل مقرر ہوتے وہ چھ مہینے کے ختم پر بدل جاتے اور قنصل سفلتی یعنی منصرم قنصل ان کی جگہ لے لیتے تھے۔ اس رسم کے لئے کوئی باقاعدہ قانون نہیں بنایا گیا تھا اور اس لئے کبھی کبھی اس کے مطابق عمل نہیں ہوتا تھا لیکن آگے چلکر چار چار مہینے کے لئے قنصل مقرر ہونے لگے[1] اور پھر کچھ مدت بعد ان کی میعاد حکومت صرف دو ہی مہینے کی رہ گئی[2]

پرتیوروں کی تعداد کو جولیس سیزر نے بڑھا کر سولہ کردیا تھا اغسطس نے انہیں گھٹا کر پہلے آٹھ کیا پھر بیت المال کی تحویل کے لئے دو اور بڑھا دئے (جن کا عنوان [5] کے تحت میں ذکر آچکا ہے) پھر اس نے ایک زمانے میں دوبارہ ان کی تعداد سولہ کردی تھی لیکن آخر میں بارہ مقرر ہوگئی۔ ان کے خاص فرائض

---

[1] نیرو کے بعد

[2] یہ طریقہ ہادریان نے جاری کیا۔

پہلے کی طرح اب بھی عدالتی تھے۔ مگر اغسطس نے میلوں میں ان کی شرکت اور بعض ایسی رسوم کا ادا کرنا ان کے سپرد کر دیا جو پہلے قنصل اور آدائل (یا کوتوال) ہی انجام دیا کرتے تھے
دس تری بیونوں کی ایک جماعت ہر سال اب بھی منتخب ہوتی تھی لیکن یہ عہدہ کچھ باوقعت نہ رہا اور تری بیونوں کا زیادہ تر شہر کی صفائی وغیرہ کے متعلق کام رہ گیا۔ ادائلوں کے اختیارات و فرائض میں پہلے کی نسبت بہت کمی ہو گئی۔
اغسطس نے شہر روما کو چودہ محلوں یا علاقوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک کا ایک علاقہ دار یا ناظر (پری فکٹ) مقرر کیا۔ یہ ناظر، پرتیور، ادائل یا تری بیونوں کی جماعت میں سے چن لئے جاتے تھے، کواستور کے عہدے کی اہمیت اور کام زیادہ تھا۔ سلا نے ان کی تعداد بیس مقرر کی تھی۔ جولیس سیزر نے اسے دُگنا کیا۔ اغسطس نے پھر گھٹا کر بیس کر دیا۔ یہ کواستور مجلسی صوبوں میں صوبہ داروں کے ماتحت یا مددگار ہوتے تھے اور صقالیہ کے صوبہ دار کو دو کواستور دئے گئے تھے، دو بادشاہ کی ماتحتی میں رہتے اور مجلس اعیان اور بادشاہ کے مابین رسل و رسائل کا واسطہ تھے۔ قنصلوں کے پاس چار کواستور ہوتے تھے جنھیں[1] کواستور اُربانی "یعنی شہری کواستور کہا جاتا تھا۔
ان اعلیٰ عہدوں کی ان کے متعلقہ اختیارات کے علاوہ ایک خصوصیت یہ تھی کہ انہی عہدوں سے مجلس اعیان میں داخل ہونے کا استحقاق پیدا ہوتا تھا۔ اس طرح جب تک کواستور کومیشیا میں منتخب ہوتے رہے، عوام الناس کو مجلس اعیان کی ساخت میں بلا واسطہ دخل رہا مگر خود بادشاہ "سفارش" کے ذریعے جس کا اوپر ذکر آچکا ہے مجلس کے اراکین مقرر کرانے میں بالواسطہ بہت کچھ دخل رکھتا تھا۔
کواستور ہونے سے پہلے "نبست گانی" میں داخل ہونا پڑتا تھا۔ ان میں علٰحدہ علٰحدہ چار جماعتیں تھیں۔ پہلی میں تین عہدہ دار وہ ہوتے جن کا کام تھا کہ سنگین سزاؤں کے فیصلے کی تعمیل کریں اور یہ "ترس ویری کاپی تال" کہلاتے تھے اسی طرح تین کی دوسری جماعت دارالضرب کی نگرانی کرتی تھی اور یہ عہدہ دار

---

[1] بایں ہمہ بعض قدیم اختیارات امداد و مداخلت ابھی تک اُن کے پاس تھے اور وہ ان سے کبھی کام بھی لے لیتے تھے۔

"ترس ویری مونتال" کے نام سے موسوم ہوتے۔ چار کی ایک اور جماعت کا کام روما کے گلی کوچوں کی دیکھ بھال تھا جنھیں "کواتتور ویری وائیس ان اربی پرگان ولیس" کہتے۔ باقی دس کے سپرد اب یہ کام کیا گیا کہ وہ "سنتم ویرال" (یعنی سو سو کی پنچایت یا) عدالتوں کی صدارت کریں۔ ان دس کو "وسم ویری اس تلی تی بوس جودی کاندیس" کہتے تھے۔

جمہوری حکام گویا مجلس اعیان کے ملکی اور انتظامی عہدہ دار ہوتے تھے۔ صدر کو اس طرح ان سے کوئی مدد نہ ملتی تھی کیونکہ خود عہدہ دار ہونے کی حیثیت سے اس کا کام یہ تھا کہ قنصل یا پرتیور کی مثل اپنے فرائض خود انجام دے۔ اور صدر کے عہدے میں اس خیال کا مضمر ہونا بھی ایک نمایاں پہلو ہے جو صدارت اور بادشاہی کا فرق دکھاتا ہے۔ مذکورۂ بالا اصول کا نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہ جن کاموں کا ذمہ دار تھا اور ان کی جزئیات کو دیگر عہدہ دار و عمال انجام دیتے تھے، وہ سرکاری عہدہ دار نہ سمجھے جاسکتے تھے بلکہ ان کی حیثیت بادشاہ کے خانگی ملازمین کی سی رہ گئی تھی۔ لہذا ایک آزاد غلام صدر کے ماتحت وہ کام انجام دیتا تھا کہ اگر ملک میں علانیہ شخصی بادشاہی ہوتی تو وہ کام سلطنت کے معتمدین یا وزرا کرتے۔ بادشاہ کو اصولاً اس بات کا پورا اختیار تھا کہ جو صوبے براہ راست اس کی حکومت میں دئے گئے ہیں، ان کا صوبہ دار کسی مرتبے کے شہری یا آزاد غلام کو بنا دے۔ لیکن یہ اغسطس کی بڑی دور اندیشی اور حزم و احتیاط تھی کہ اس بارے میں اس نے قطعی طور پر یہ طریقہ مقرر کر دیا تھا جس پر اس کے جانشین بھی عمل کرتے رہے، کہ یہ عہدے صرف اعیان یا خاص خاص حالتوں میں طبقۂ متوسطہ کے افراد کو دئے جائیں۔ انہی متوسطین میں سے جو لوگ صوبوں میں[1] اس کی طرف سے مالیات کے اعلیٰ عہدوں پر مقرر کئے جاتے اور "پروکیوراتور اوگستی" کہلاتے ان کی قابلیت کا معیار بھی خود اغسطس نے مقرر کیا تھا لیکن اس متوسط طبقے کے لوگوں کا رتبہ سمجھنے کے واسطے مزید صراحت کی ضرورت ہے۔

---

[1] دیکھو آیندہ عنوان (۷) نیز باب ششم عنوان (۳)

فصل چہارم

متوسطین

۷ - طبقۂ متوسّط کی اغسطس نے از سر نو تنظیم کی اور اس کی ہیئت ترکیبی اور سیاسی حیثیت دونوں میں تبدیلیاں کیں۔

۱ - ہیئت ترکیبی - جمہوریت کے ابتدائی زمانے میں متوسطین (اکوئی تیس صاحبان فرس) ایسے شہریوں کو کہتے تھے جو بوقت ضرورت رسالے کا کام دے سکیں۔ اور جن کی خدمات کے زمانے میں انھیں سرکاری خرچ سے گھوڑے دیے جاتے تھے۔ لیکن بعد کے جمہوری زمانے میں متوسطین کی تین قسمیں ہو گئیں۔ اول[1] تو وہ جنھیں گھوڑے سرکار کیطرف سے دیے جاتے Eques Romanus Equo Publico اور دوسرے وہ جو اپنے گھوڑے خود فراہم کرتے اور تیسرے وہ جو اپنی املاک یا دیگر وجوہ سے رسالے میں داخل ہونے کا حق تو رکھتے تھے لیکن جنگی خدمت انجام نہ دیتے تھے۔ ان دونوں قسموں کے افراد رومی محاورے میں صحیح طور پر "نایت" یا "صاحبان فرس" کہلانے کے مستحق نہ تھے لہٰذا ان دونوں آخری قسموں کو اغسطس نے یک قلم متوسطین کے گروہ سے خارج کر دیا اور اس طرح جمہوریت کے بالکل ابتدائی نظام کی طرف عود کیا۔ چنانچہ اب ہر نایت کے مصارف سرکار کے ذمہ ہو گئے اور پورا طبقہ متوسطہ اسی قسم کے سواروں پر مشتمل ہو گیا۔

۲ - داخلہ - سرکار کی طرف سے گھوڑے دے کر لوگوں کو متوسّطین کے طبقے میں داخل کرنے کا کام خود بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کے استحقاق کی یہ وجوہ قرار دیں کہ اس شخص کا نام طبقۂ متوسطہ کی فہرست میں درج ہو۔ آزاد ماں باپ کا بیٹا ہو۔ اور صحت جسمانی اور چال چلن کا اچھا ہو۔ ان میں آزادی کی شرط کی بادشاہی

---

[1] اسے تخفیف کر کے صرف Equo Publico بھی کہتے تھے۔ مگر جمہوریت کے بعد کے زمانے میں جب بعض نایت اپنا ذاتی گھوڑا رکھنے لگے تو "ایکویس پبلی کو" اور "ایکویس رومانوس" مرادف الفاظ نہیں رہے۔

زمانے میں چندہ اں سختی سے پابندی نہ کی جاتی تھی اور اکثر موالی یعنی آزاد شدہ غلاموں کو نایت کے رتبہ سے سرفراز کردیا جاتا تھا۔ ارکان مجلس کے بیٹے محض اپنی ولادت کی بنا پر نایت کا رتبہ رکھتے تھے اور اس طرح اعیان کی اولاد کو مجلس اعیان تک پہنچنے سے پہلے لازمی طور پر نایت کی منزل سے گزرنا ہوتا تھا۔ اعیان و نایت "طبقیین" Ordo Uterque کہلاتے تھے اور ان دونوں میں نام درج کرنے کے لئے ایک خاص سرکاری محکمہ Census Equitum Romanorum قائم تھا کہ ان کے استحقاق کی تحقیق و تنقیح کرے۔

۳ - میعاد عمری۔ اغسطس نے ایک جدت یہ بھی کی کہ نایت کے رتبے کے لئے عمر بھر کی میعاد مقرر کی۔ اب بجز اس کے کہ بطور سزا اس کا رتبہ گھٹا دیا جائے یا اس کی آمدنی متوسطین کی مقررہ شرح (۴ لاکھ سسترکے) سے کم رہجائے کوئی نایت اس طبقے سے خارج نہ ہوتا تھا۔ البتہ اگر وہ مجلس اعیان میں منتخب یا پیادہ جیوش میں بھرتی ہو جائے تو وہ دوسری بات ہے۔ شاہی میں پیادہ فوج کی ملازمت میں ایسی دلکشی ہوگئی تھی کہ جا بجا اُن نایتوں کی مثالیں ملتی ہیں جو اپنا درجہ چھوڑ کر کسی جیش میں یوزباشی یا "یک صدی" (سنتوریاں) ہو جاتے تھے۔

۴ - اکوئی توم پروبیشیو۔ یہ پرانا دستور تھا کہ وہ رومی سوار جنھیں سرکار کی طرف سے گھوڑے ملتے تھے ہر سال وسط جولائی میں پوری طرح آراستہ و پیراستہ ہو کر مارس کے مندر کے دروازے "پورتا کاپینا" سے سوار ہو کر نکلتے اور پہلے بڑے چوک (فورم) پر پہنچ کر اپنے مربی دیوتاؤں کاستور و پولوکس کے نام کی بھینٹ چڑھاتے اور پھر کاپی تول کی طرف جاتے تھے۔ ان کے اس جلوس کا نام "ترانس وِک شیو اکوی توم" تھا مگر کچھ مدت سے یہ رسم متروک ہو چکی تھی۔ اغسطس نے اسے دوبارہ رواج دیا اور جلوس کے ساتھ "اکوئی توم پروبیشیو" یعنی اِن کے جائزے یا موجودات کا طریقہ جاری کیا۔ ہر نایت ترتیب کے ساتھ اپنے اپنے ترمے یا جوق میں بادشاہ کے سامنے سے گزرتا او رہر ایک کا نام بآواز بلند پکارا جاتا تھا۔ جن لوگوں نے کوئی قابل سرزنش کام کیا ہو اُن کے نام نہ پکارے جاتے تھے اور اس کے معنی یہ تھے کہ وہ اس طبقے سے خارج کردئے گئے۔ اس موقع پر بادشاہ گویا وہ کام انجام دیتا تھا جو سلکا سے قبل محتسبوں کے فرائض میں داخل تھا اور اس میں تین یا دس ارکان مجلس جو خاص اسی غرض سے مقرر کئے جاتے

اسے مدد دیتے تھے۔

۵ ۔ تنظیم ۔ متوسطین چھ ترمیوں میں تقسیم تھے اور ہر ترمی کا سردار سویری کہلاتا تھا۔ ان سرداروں کو بادشاہ خود نامزد کرتا اور وہ دیگر حکام کی مثل ہر سال بدلتے رہتے تھے۔ ہر سال فوجی کرتب Ludi Sevirales کی نمایش کرنا سویریوں کے فرائض میں داخل تھا۔ مگر یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ یہ نایت مجلس اعیان کی مثل کوئی باقاعدہ سیاسی جماعت نہ تھے نہ سمجھے جاتے تھے۔ کسی کام کو خود کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی کارگر ذریعہ یا مشترکہ قوت نہ تھی نہ کوئی مشترکہ خزانہ۔

۶ ۔ امتیازات ۔ فوجی چُغہ جسے تریبیا کہتے تھے اور کرتے پر قرمزی رنگ کا پتلا کنارا (انگستوس کلاوس) رومی متوسطین کا مخصوص لباس تھا۔ ان کے ہاتھ میں سونے کا ایک چھلا ہوتا اور یہ رتبۂ نایت کی ایسی ممتاز نشانی تھی کہ بادشاہ کا طلائی چھلا عطا کرنا ہی نایت بنائے جانے کی علامت ہوگیا ۔ اعیان کے بچوں کی مثل نایتوں کے بچے سونے کا طوق Bulla پہننے کے مجاز تھے۔ تماشا گاہ میں چودہ قطاریں "نایتوں کے واسطے مخصوص ہوتی تھیں اور کشتیوں کے دنگل اور گھڑدوڑ کے موقعوں پر سرکس میں بھی اغسطس نے (۵ ق م میں) ان کی نشست کیلئے خاص مقام مقرر کردیا تھا۔

۷ ۔ سرداروں کی خدمات ۔ نایتوں کی تنظیم سے اغسطس کا خاص اور جنگی مقصد یہ تھا کہ فوج کے لئے قابل سردار بہم پہنچائے جائیں۔ فوجی عہدوں سے اعیان کو اس نے بالکل خارج کردیا تھا البتہ اس طبقے کے لوگ مجلس اعیان میں داخل ہونے سے پہلے ابتدائی عمر میں نایت ہوتے تھے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اس وقت وہ "ملیشیا" میں باقاعدہ خدمت انجام دیتے تھے لیکن فوجی عہدوں سے یہاں اعلیٰ سپہ سالاری مراد نہیں بلکہ ماتحت عہدے مراد ہیں جو تین قسم کے ہوتے تھے: (۱) "پری فکٹ تراکوہورتیس" یعنی ایک "کوہورت" یا عشر جیش کے سردار۔ (۲) "تری بوناتوس ملی توم" یعنی جیش کے تری بیون (۳) "پری فکٹ ترا الی" یا سواروں کے ایک دستے کے سردار۔ ان "المناصب متوسطین" Militiæ Equestres پر لوگوں کا تقرر بحیثیت اعلیٰ سپہ سالار ہونے کے خود بادشاہ کرتا تھا اور معلوم ہوتا ہے اغسطس نے ان خدمات کو

انجام دینا نایتوں کا ضروری فرض قرار دیا تھا۔ چونکہ یہ عہدے صرف نایت پا سکتے تھے لہٰذا عام سپاہیوں کو ترقی کر کے سرداری کے رُتبے تک پہنچنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ تاہم اکثر ایسا ہوتا کہ جن سپاہیوں نے کارنمایاں انجام دئے اور "یوز باشی" کے اول درجے تک ترقی کر لی، انھیں بادشاہ کی طرف سے طبقۂ متوسطہ میں داخلے کی اجازت ملجاتی اور وہ تری بیون یا پری فکت کے عہدے سے سرفراز ہو سکتے تھے۔ یوز باشی (سنتوریاں) اس زمانے میں ایک حد تک ہمارے ہاں کے "نون کمیشنڈ" (دفعدار، حوالدار وغیرہ) عہدہ داروں کے مثل ہوتے تھے، عام طور پر فوجی سردار کئی کئی سال تک اپنے عہدے پر رہتے اور "شش ماہہ تری بیونی" Tribunates Semestris [ع] کا عہدہ حاصل کرنا جس سے چھ ماہ کے بعد دست بردار ہو سکتے تھے، خاص امتیاز سمجھا جاتا تھا۔

۸ — نایتوں کی نوکری، جُوری میں ۱۲۲ ق م میں کائس گراکوس نے قرار دیا تھا کہ عدالت میں پنچ Judices صرف نایت بنائے جائیں۔ چالیس برس بعد (۸۱ ق م) سلا نے یہ خدمت پھر مجلس اعیان کے تفویض کر دی۔ آخر ۷۰ ق م میں اوریلیوس کوتا کے قانون کی رو سے مصالحت کی یہ بین بین صورت اختیار کی گئی کہ پنچوں یا جوری والوں کی ایک فہرست تین گروہوں سے جنھیں "دکوریا" کہتے تھے، تیار کی جائے: ان میں سب سے پہلے خاص اعیان کا گروہ تھا پھر "اکوپیلی کو" قسم کے نایتوں کا اور تیسری خزانہ دار تری بیونوں کی جماعت تھی۔ اور چونکہ یہ تیسرا گروہ اگرچہ "اکوپیلی کو" میں شامل نہ ہوتا تھا لیکن متوسّطین کی فہرست اسی کے پاس ہوتی اور وہ طبقۂ متوسط ہی میں داخل تھا، لہٰذا درحقیقت قانون مذکور کی رو سے جوری میں اکثریت نایتوں ہی کی رہی۔ پنچوں کی کل تعداد نو سو مقرر کی گئی تھی اور ہر ۳ گروہ سے تین تین سو آدمی لے لئے جاتے تھے۔

۴۶ ق م تک مذکورہ بالا قانون پر عمل ہوتا رہا لیکن اس سال سیزر نے خزانہ دار تری بیونوں کے تیسرے گروہ کو خارج کر دیا اور ان کی بجائے بھی خالص نایت (اکوپیلی کو) جوری میں داخل کئے۔ مگر اب اغسطس نے طبقۂ اعیان کو اس حق سے

ع دیکھو آیندہ باب پنجم عنوان ۷

بالکل محروم کر دیا اور پہلے تین "دکوریا" یا گروہ بجنسہ رکھنے کے علاوہ ایک چوتھے گروہ کا اور اضافہ کیا جس میں وہ لوگ شامل تھے جو طبقۂ متوسطہ کی مقررہ آمدنی کے نصف سے کچھ زیادہ آمدنی رکھتے تھے اور ان میں سے جو پنچ مقرر کئے جاتے وہ صرف معمولی قسم کے دیوانی مقدمات میں شریک کئے جا سکتے تھے۔ ان کی عمر بھی کم سے کم تیس برس کی ہونی لازمی تھی اور اغسطس کے زمانے تک یہ حق رومہ اور اطالیہ کے باشندوں کے سوا اور کسی کو نہیں دیا گیا تھا۔

۹۔ نایبتوں کا تقرر، سرکاری عہدوں پر، اغسطس نے جو فوجی عہدے اور پنچایت کے حقوق متوسطین سے مخصوص کر دئے اور اعیان کو ان سے محروم کر دیا تو یہ گویا گراکوس کے اس منصوبے کی تکمیل تھی کہ متوسطین کا رتبہ بڑھا کر انھیں بھی اعیان کی شرکت میں سلطنت کا ایک رکن بنا دیا جائے۔ لیکن اغسطس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ نظم و نسق کے بڑے بڑے عہدوں اور سرکاری خدمات کو بھی متوسطین و اعیان میں تقسیم کر دیا۔ اس تقسیم میں عام اصول یہ مدنظر رکھا تھا کہ وہ انتظامی کام جن کا زیادہ تر بادشاہ کی ذات سے تعلق تھا، متوسطین کے حوالے کر دئے تھے۔ لیکن جنگی جیوش کی نیابت (سپہ سالاری) اراکین مجلس ہی کو مل سکتی تھی اور اسی طرح اُن صوبوں کی ولایت، جو جمہوریت کے زمانے میں مفتوح و ملحق ہوئے تھے۔ البتہ جن صوبوں کا جمہوریت کے بعد الحاق کیا گیا تھا جیسے مصر، نوری کم اور ریتیہ وہ نایبتوں کے تفویض کر دئے جاتے تھے اور اسی طرح ایسے نئے محکمے جیسے بیڑا، امدادی افواج وغیرہ۔ مالیات کے عہدے، وصول مالگزاری کی خدمات اور اطالیہ اور رومہ کے وہ عہدے جو بادشاہ نے اپنی تحویل میں لے لئے تھے اور جن کا حال آیندہ پانچویں باب میں بیان ہوگا، صرف نایبتوں کو دئے جاتے تھے۔ جمہوریت کے زمانے میں مستاجری Publicani کا کام عام طور پر متوسطین ہی کرتے تھے اور اس میں انھیں بہت نفع تھا لیکن چونکہ اب شاہی صوبوں میں مالگزاری براہ راست زمینداروں سے وصول کی جاتی تھی لہذا نایبتوں کی وساطت، جس کے طفیل وہ بہت کچھ روپیہ کماتے اور سیاسی اقتدار حاصل کرتے تھے، باقی نہیں رہی البتہ اس نقصان کی ایک حد تک تلافی اس طرح ہو جاتی تھی کہ اب صوبوں میں وصول مالگزاری کی خدمت سرکاری طور پر صرف نایبتوں کو دی جاتی تھی

یہ عہدہ دار "پروکیوراتوراوگستی" کہلاتے اور صدارت کے زمانے میں مستاجروں کی بجائے سرکاری ملازمین کی ایک جماعت بن گئے تھے۔ ان میں جو بادشاہ کی سرکار میں زیادہ معزز عہدوں پر فائز ہوتے انھیں "اکوتی اس تری" (یعنی عمائد متوسطین) کہا جاتا تھا

۱۰۔ نایتوں کی رکنیت مجلس تک ترقی، اراکین مجلس کی اولاد میں جو لوگ طبقۂ اعیان سے ہوتے، اُن کا رکن مجلس ہونے سے قبل متوسطین یا نایتوں ہی میں شمار ہوتا لیکن ان کا گروہ تمام متوسطین سے علیحدہ اور ممتاز تھا اور وہ صرف عارضی طور پر نایت رہتے ورنہ ان کا لباس وہی ہوتا جو خاص طبقۂ اعیان کی نشانی تھا اور وہ معمولاً پچیس برس کی عمر میں مجلس اعیان کی رکنیت حاصل کر لیتے تھے۔ دیگر متوسطین کیلئے جو از روئے نسب طبقۂ اعیان سے تعلق نہ رکھتے، مجلس اعیان تک پہنچنے کا کوئی مقررہ قاعدہ نہ تھا۔ البتہ بادشاہ احتسابی اختیارات سے کام لے کر نایتوں کو اپنے حق "انتخاب" (اودلک شیو) کی بنا پر مجلس میں داخل کر سکتا تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے یہ بھی دستور مقرر ہو گیا تھا کہ فوج خاصہ (پری توریین گارد) کا اعلیٰ سردار جب وہ اپنے عہدے سے علیحدہ ہوتا تو مجلس اعیان میں داخل کر لیا جاتا تھا۔

توضیحات و حواشی

۱۔ زمانۂ بادشاہی کے محاصل و مداخل

خاص خاص محاصل اور آمدنی کے ذرائع کی فہرست ذیل میں درج ہے:۔ (ملاحظہ ہو مسٹر ڈبلیو آرنلڈ کی کتاب "رومن پراونشل اڈمنسٹریشن" نیز مضامین بعنوان "تری بیوتوم" و "ویک تی گالیہ")۔

(۱) صوبوں کا سرکاری لگان (۲) "انونا" Annona یعنی غلے کی سالانہ رسد رسانی خواہ صرف ان افواج کے واسطے جو صوبوں میں متعین تھیں خواہ "اتوناسوی کا" جو مصر پر عائد کیا گیا تھا کہ شہر روما کی ضروریات پوری کریں۔ (۳) محصول تجارت بہ حساب فی تاجر (۴) اطالیہ اور بیرونی صوبوں کی سرکاری اراضی کی آمدنی (۵) شاہی املاک زمین کی

ط "اولاد" میں بیٹے، پوتے اور پڑپوتے بھی داخل ہوتے تھے لیکن تیسری پشت کے آگے یہ حق زائل ہو جاتا تھا۔

جن میں پورا ملک مصر داخل ہے، آمدنی - یہ شاہی اراضی تین قسم کی ہوتی تھیں - قابل کاشت، چراگاہ - اور معادن - (۶) "وی کسی ماہری وی تاتوم" یعنی میراث پر محصول جو اغسطس نے اطالیہ میں لگایا تھا گروہ بیرونی صوبوں میں نہیں لیا جاتا تھا - (۷) محصول کروڑگیری (پورتوریا) (۸) "کن تسی ماریر وم ونالیوم" یا اغسطس کا جاری کردہ یک فیصدی محصول اشیائے فروختنی پر - (۹) غلاموں کی خرید پر محصول چہار فیصدی Quintaet Manicipiorum Venalim Vicesima جسے سب سے اول اغسطس نے جاری کیا - (۱۰) مجرمین کی املاک ضبط شدہ (۱۱) املاک لاوارث (۱۲) "اوروم کورونا ریوم" وہ محصول یا نذرانہ جو ہر بادشاہ کی تخت نشینی پر اطالیہ اور بیرونی صوبوں کی طرف سے پیش ہوتا - کہنے کو یہ نذرانہ اختیاری تھا لیکن حقیقت میں مجبوراً ادا کرنا پڑتا تھا -

ب - "اکتا دیورنا"

آج کل کے اخبارات یا سرکاری جرائد اعلامیہ سے مماثل کوئی چیز قدیم رومہ میں تھی تو وہ یہی "اکتا دیورنا" تھے - انھیں سرکاری نگرانی میں شایع کیا جاتا تھا اور ان میں (۱) شہر رومہ کی اموات و ولادات کے اعداد - غلے کی رسد رسانی کی تفصیلی اطلاع اور صوبوں سے مالگزاری کی موصولہ رقوم کا حساب ہوتا - (۲) "اکتا فورن شیا" یعنی حکام کے احکام اور مقدمات عدالت وغیرہ کا خلاصہ درج ہوتا (۳) مجلس اعیان کے احکام اور فیصلوں کا لب لباب (اکتا سناتوس) (۴) صفحے کا ایک خانہ درباری حالات کے متعلق تھا جس میں خاندان شاہی کے افراد کا حال تحریر ہوتا - اور (۵) عجیب عجیب واقعات آتش زدگی، کھیل تماشوں کی فہرست اور مختلف گپ شپ بھی درج ہوتی تھی، (دیکھو ولکنس کا مضمون "اکتا" ڈکشنری اوف گریک اینڈ رومن انٹی کوی ٹیز میں)

باب چہارم
اغسطس کے اہل وعیال
بادشاہی کو موروثی کرنے کی تدابیر

ذیلی عنوانات (۱) حل طلب مسائل (۲) اغسطس کی شادیاں - لی ویہ - شاہی خاندان کی سیاسی وقعت (۳) جانشینی کا مسئلہ "کون سورام پر یاں" - اگری پا کا مرتبہ (۴) اغسطس کا پہلا منصوبہ - مارسلوس اور جولیہ - اغسطس کی علالت - مارسلوس کی وفات (۵) اغسطس کا دوسرا منصوبہ - اگری پا کی شادی جولیہ کے ساتھ - اگری پا کی وفات (۶) تی بریوس کی شادی جولیہ کے ساتھ - تی بریوس کا مرتبہ - گایوس و لوسیوس سیزر - (۷) جولیہ کی بدکاری اور جلا وطنی - اغسطس کا تیسرا منصوبہ - تی بریوس کا شریک بادشاہ بنایا جانا اور آیندہ اس کی جانشینی کا یقین -

(۱) جس وقت اغسطس سلطنت کا نیا آئین تیار کر رہا تھا، اس وقت بہت سے انتظامی، جنگی اور خارجی مسائل بھی حل طلب درپیش تھے - مشرق میں ہمسایہ سلطنتوں سے رومی سلطنت کے سیاسی تعلقات کو درست و باقاعدہ بنانا تھا۔ شمال میں رہائن و دین یوب پر حدود سلطنت کو جرمن وحشیوں سے حفاظت اور نیز اس کام کی تکمیل کرنی تھی جسے اس کے باپ سیزر نے شروع کیا تھا - داخلی معاملات میں اُسے روما اور اطالیہ کے نظم و نسق کی اصلاح مدنظر تھی اور اگر مجلس اعیان اپنے فرائض مفوّضہ کی انجام دہی سے قاصر رہے، تو اس کی بجائے یہ کام بھی اپنے ہاتھ میں لینا تھا۔ اسی طرح رومی صوبوں کے نظم و نسق میں جو ابتری جمہوریت کے زمانے میں مجلس اعیان کی شرمناک نالائقی سے پیدا ہو گئی تھی، اسے رفع کرنا تھا - ان سب باتوں کے ساتھ اُسے لوگوں کو اس طرح خوش رکھنا ضروری تھا کہ خود اس کا رتبہ و اقتدار محفوظ رہے - بہ الفاظ دیگر، اسے یہ خیال رکھنا تھا کہ عوام و امرا کے شغل اور سیر و تفریح کا سامان مہیا رہے - آخر میں اسے مستقبل پر نظر رکھنی اور ایسی پیش بندیاں کرنی تھیں کہ وہ نظام

حکومت پائیدار و مستقل ہو جائے جسے اُس نے ایجاد کیا تھا۔ اغسطس کا یہی آخری عقدہ اور اس کے حل کرنے کی تدبیریں نیز اپنی حکومت کے آیندہ وارث کے انتخاب میں اسکی ناکامیاں اس باب کا موضوع ہے لہذا مناسب ہوگا کہ سب سے پہلے اس کے اہل و عیال اور خاندان کے ٹھیک ٹھیک حالات ہمارے پیش نظر ہوں۔

(۲) اغسطس کی تین شادیاں ہوئیں :- ۱- اول وہ پی سروی لیوس ای سوری کوس کی بیٹی سے منسوب تھا لیکن سیاسی اغراض کی بنا پر اسے چھوڑ کر کلودیہ بنت فل و یہ سے شادی کرنے پر آمادہ ہو گیا تاکہ اس کے سوتیلے باپ ام انتونی سے مصالحت کی توثیق ہو جائے مگر اس کی ماں (فلویہ) سے اغسطس کا کچھ جھگڑا ہو گیا اور اسی وجہ سے اس نے شادی کی تکمیل سے پہلے کلودیہ سے بھی قطع تعلق کر لیا۔ ۲- اس کی دوسری بیوی اس کری بونیہ پہلے دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھی۔ اغسطس نے اس کے ساتھ بھی ملکی مصالح کی بنا پر شادی کی کہ سکستوس پومپیئوس کو رضامند کر لے جو اس کری بونیہ کے بھائی لیبو کا داماد تھا۔ اس بیوی سے اغسطس کے ۳۹ ق م میں ایک اولاد اور وہ بھی بیٹی پیدا ہوئی جسے اس بنا پر اغسطس کی بدنصیبی کہہ سکتے ہیں کہ اگر بیٹا ہوتا تو غالباً اسے اس درجہ تشویش و آلام برداشت نہ کرنے پڑتے۔ اغسطس کی اس بیٹی کا نام جولیہ تھا، تی بریوس کلودیوس نیرو کی مطلقہ بیوی لی ویہ سے شادی کرنے کے لئے اغسطس نے ۳۸ ق م میں اسکری بونیہ کو طلاق دے دی۔ لی ویہ خود بھی اسی کلودی خاندان کی بیٹی تھی اور جیسا کہ اس کے باپ "لی دیوس دروسس کلودیانوس" کے نام سے ظاہر ہے وہ اصل میں کلودی خاندان کا آدمی تھا اور صرف متبنی کی حیثیت سے لی ویائی کنبے میں داخل ہوا، اغسطس کی یہ بیوی صاحب جمال اور عمدہ صفات سے متصف تھی وہ دل سے اُسے چاہتا تھا اور اس سے اپنی اولاد نہ ہونے کا ہمیشہ اغسطس کو سخت قلق رہا۔ البتہ لی ویہ کے پہلے شوہر سے دو بیٹے تھے، تی بریوس کلودیوس نیرو (ولادت ۴۲ ق م) اور نیرو کلودیوس دروسوس جو ۳۸ ق م میں اغسطس سے شادی کرنے کے بعد پیدا

ہوا اور لوگ شبہ کرتے تھے کہ وہ دراصل اغسطس ہی کا بیٹا ہے ۔

اپنی بیٹی جولیہ اور بیوی لی ویہ کے علاوہ ایک عورت اور بھی تھی جسے بادشاہ کے مزاج میں بہت درخور اور اس زمانے کے معاملات میں بہت کچھ دخل حاصل تھا۔ یہ اغسطس کی بہن اکتاویہ تھی۔ وہ دو دفعہ بیاہی گئی یعنی اس کی پہلی شادی سی کلودیوس مارسلوس کے ساتھ ہوی اور پھر سیاسی وجوہ سے امر انتونی سے عقد کیا گیا۔ پہلے شوہر سے اس کے تین بچے ہوے تھے۔ ایک بیٹا ام کلودیوس مارسلوس اور دو بیٹیاں کہ اُن دونوں کا ایک ہی یعنی "مارسلہ" نام تھا۔

اس مقام پر مختصر طور سے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ بادشاہ کے خاندان والوں کا ملکی مرتبہ کیا تھا۔ واضح رہے کہ بادشاہ کے خاندان یا اہل وعیال میں بادشاہ کے بیٹا بیٹی اور صرف اولاد نرینہ کی اولاد اور بادشاہ کی بیوی نیز اولاد نرینہ کی بیویاں داخل تھیں۔ اس حساب سے لی ویہ اور جولیہ شاہی خاندان میں شامل تھیں لیکن اکتاویہ اور نیز جولیہ کی اولاد اس میں داخل نہ تھی البتہ جب اغسطس نے جولیہ کے بچوں کو گود لے لیا تو وہ اس کے خاندان میں داخل سمجھے جانے لگے، ان شاہی خاندان والوں کو تری بیونوں کی مثل برگزیدہ اور آزار و گزند سے ماوریٰ مانا جاتا تھا اور چونکہ اس امتیازی خصوصیت کی بنا حکومت ثلاثہ کے زمانے میں پڑی تھی لہٰذا یہی وجہ ہوئی کہ اکتاویہ بھی شاہی اہل وعیال میں داخل نہ ہونے کے باوجود اس تری بیونی فضیلت سے بہرہ مند ہو گئی۔ لیکن یہ حق اسے اغسطس کی بہن ہونے کی وجہ سے نہیں حاصل ہوا بلکہ انتونی کی زوجہ ہونے کے باعث ملا تھا۔ کچھ عرصے بعد رسم ہو گئی تھی کہ سپاہی "بادشاہ کے پورے خاندان کی" وفاداری کا حلف اٹھاتے تھے مگر خود اغسطس کے زمانے میں اس کا سراغ ملنا دشوار ہے[1]۔ یوں بھی ابتدائی بادشاہوں کے دور میں اُن کے خاندان والے شاہانِ مابعد کے اعزا کی نسبت بہت کم اعزاز و امتیاز رکھتے تھے۔

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ نیرو کے زمانے میں یہ رسم موجود تھی۔

(۳) ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آئینی طور پر بادشاہ صدارت کے لئے آیندہ جانشین مقرر کرنے کا مجاز نہ تھا۔ کیونکہ اس عہدے پر نامزد ہونے یا اسے وراثتاً پانے کے حق کو تسلیم ہی نہیں کیا گیا تھا۔ نظر براین اغسطس کو ایک اور چارۂ کار تلاش کرنا پڑا کہ آئین کی خلاف ورزی بھی نہ ہو اور اسے ایک لایق جانشین بھی مل جائے کہ جس نظام حکومت کی اس نے بنیاد رکھی تھی وہ اس کی آنکھ بند ہوتے ہی برباد نہ ہو جائے اس غرض کے لئے اغسطس نے ایک نیا عہدہ تجویز کیا جس کا کوئی اصطلاحی نام نہ تھا لیکن ہم اسے "شریک حکومت" کے مرادف سمجھ سکتے ہیں۔ یہ اختیارات شاہی میں ایک شریک یا رفیق (کون سورس) کا تقرر تھا جس میں کوئی آئینی دقت پیش نہیں آئی کیونکہ رومی قانون اور نظم و نسق میں اشتراکی حکومت کوئی نئی چیز نہ تھی اور شاہی کے دو جز، یعنی صوبوں کی امارت اور تری بیونی میں ایک سے زیادہ اشخاص شریک ہو سکتے ہی تھے۔ لیکن اسی کے ساتھ بادشاہ کا یہ شریک رتبے میں اس کے مساوی نہ تھا۔ اسکی حیثیت محض ایک معاون کی تھی ورنہ صدر اور اغسطس صرف ایک ہی شخص ہو سکتا تھا بلکہ درحقیقت اغسطس کے مقابلے میں اس کا شریک قریب قریب وہی درجہ رکھتا تھا جو قنصل کے مقابلے میں ایک پری تور کا ہوتا تھا۔

اس طرح عملاً ایک جانشین تیار کرنے کی تدبیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ صوبہ داری اور تری بیونی کے چند نئے اور غیر معمولی عہدوں کی بنا پڑ گئی جو معمولی عہدہ داروں اور صدر کے بین بین مرتبے رکھتے تھے۔ صدر کی وفات کے بعد اس کے شریک کا اگرچہ کوئی قانونی استحقاق نہ تھا لیکن عملاً وہی جانشینی کا حق دار ہو جاتا تھا اور کسی بڑے ہنگامے یا ملکی انقلاب کے سوا، بالعموم اور کوئی سبب ملک میں سب سے بڑا مرتبہ حاصل کرنے میں اس کے مانع نہ آتا تھا۔

شریک بادشاہی کو اول اول صوبہ داری کے اختیارات دئے گئے تھے بعد میں تری بیونی قوت بھی مل گئی۔ اغسطس کے زمانے تک یہ دونوں عہدے چند سال کی اسی مقررہ میعاد کے واسطے (جو ایک سال سے ہمیشہ زیادہ ہوتی تھی) عطا ہوتے جو عام عہدہ داروں کے واسطے مقرر تھی۔ افواج کی سپہ سالاری بادشاہ کی طرح، شریک کے ہاتھ میں نہ تھی لیکن عام طور پر اسے کسی خاص حصہ

فوج کی سرداری مل جاتی تھی۔ اس کا لقب "امپراطور" نہ ہوتا نہ وہ لورل کا تاج نما حلقہ پہنتا اور نہ سالانہ منت و دعا میں اس کا نام بادشاہ کے ساتھ لیا جاتا تھا البتہ اسے اپنی مورت نصب کرانے کا حق تھا اور اس کی تصویر سکوں پر بھی کندہ ہوتی تھی۔

بادشاہ کا کوئی شخص بھی شریک مقرر ہو سکتا تھا لیکن یہ قدرتی بات تھی کہ بادشاہ اس اعزاز کے لئے اپنے فرزند کو انتخاب کرے چنانچہ آگے چلکر یہ ایک مسلمہ دستور ہو گیا کہ بادشاہ کا بیٹا اس کا شریک ہو۔ اس طریقے میں معمولی رعایا کے تخت شاہی کے قریب تک پہنچنے کا اندیشہ نہ تھا اور بادشاہ کی یہ تمنا بھی پوری ہو جاتی تھی کہ بادشاہی آیندہ انہی کے خاندان میں رہے۔ لاولد ہونے کی صورت میں بادشاہ اپنے کنبے کے جس شخص کو چاہتا آیندہ جانشینی کے لئے اپنا متبنیٰ کر لیتا اور چونکہ ایسے متبنیٰ بیٹے پر بھی اسے کامل حقوقِ پدری حاصل ہوتے تھے لہذا متبنیٰ بنانے میں جو خرابیاں ہوتی ہیں ان کا زیادہ اندیشہ نہ تھا۔

لیکن یہ دستور کچھ عرصے کے بعد رومی بادشاہی کا لازمی جزو بنا ورنہ اغسطس کا سب سے پہلا شریک اگریپا تھا جو اس کی بھانجی مارسیلا سے بیاہا تھا۔ ۲۲ ق م سے کچھ دن پہلے اگریپا کو "پروقنصلی امارت" بھی عطا ہو گئی تھی اور گو یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اغسطس اسے اپنا آیندہ وارث بنانا نہ چاہتا تھا بلکہ اپنے اس جاہ طلب اور بے نظیر رفیق کو خوش دل رکھکر کام لینے کے لئے اسے یہ اعزاز و مناصب اگریپا کو دینے پڑے تھے۔ لیکن اتفاقی واقعات کچھ ایسے پیش آئے کہ اگریپا اگر اغسطس کا یقینی وارث نہیں تو قریب قریب وارث ہی سمجھا جانے لگا۔

(۴) جب لی و یہ سے اغسطس کو اولاد کی امید نہ رہی تو اسے اپنی وراثت کا کچھ اور فکر کرنا پڑا۔ خود اپنے کنبے میں کسی کو بیٹا بنا لینے کی تین صورتیں ممکن تھیں۔ اول تو یہ کہ گو اس کے بیٹا نہ تھا لیکن جولیہ کے بطن سے نواسہ ہونے کی امید تھی۔ دوسرے وہ اپنی بہن کے بیٹے[1] کو گود لے سکتا تھا اور یا یہ کہ

[1] اکتاویہ کے انتونی سے بھی اولاد تھی مگر معلوم ہوتا ہے اس معاملے میں اس سے بالکل قطع نظر کر لی گئی تھی۔

اپنے ربائب (یعنی پہلے شوہر سے لی ویہ کے بیٹوں) میں سے کسی کو متبنّٰی کر سکتا تھا۔
اغسطس کا پہلا منصوبہ یہ تھا کہ جولیہ کی شادی اپنے بھانجے مارسلوس کے ساتھ کر دی جائے۔ کہ مذکورۂ بالا صورتوں میں سے دو ایک جگہ جمع ہو جائیں اور بھانجے کے توسط سے بادشاہی اس کے نواسے کو پہنچ جائے۔ مارسلوس سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ نہایت ہر دلعزیز ہونہار اور ماموں کا بہت چہیتا بھانجا تھا۔ جولیہ سے اس کی شادی کی رسم ۲۵ ق م میں منائی گئی۔ خود اغسطس ان دنوں ہسپانیہ جا کے سخت علیل ہو گیا تھا لہٰذا اس کی طرف سے پدر وکیل کا فرض اگریپا نے (جو دولھا کا بہنوئی بھی تھا) ادا کیا۔ سال آئندہ مارسلوس کیوریول اد ائل کے عہدے پر سرفراز ہوا اور مجلس اعیان کی ایک قرارداد نے اسے مقررہ قانونی عمر سے دس برس پہلے قنصلی کے لئے اپنا نام پیش کرنے کی اجازت دے دی۔ اسی کے ساتھ اغسطس کے ربیبی فرزند تی بریوس کو کوآستور بنائے جانے کی منظوری دی حالانکہ وہ مارسلوس سے بھی چھوٹا تھا۔ گو عجب نہیں کہ اس رعایت سے لی ویہ کو خوش کرنا مقصود ہو جیسے ممکن ہے کہ اکتاویہ کے بیٹے (مارسلوس) اور اپنی سوتیلی بیٹی (جولیہ) کا اعزاز و اکرام دیکھ کر حسد ہوا ہو۔
لیکن لی ویہ کو تو حسد ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، البتہ ایک اور شخص ایسا تھا جسے مارسلوس کے ساتھ یہ رعایت و مہربانی یقیناً بہت ناگوار گزری اور وہ مارسلوس کو اپنا ناگہانی رقیب سمجھنے لگا۔ ہماری مراد اگریپا سے ہے۔ جس کی شاہی خاندان میں مارسلہ سے شادی کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں دو سال تک متواتر وہ اغسطس کے ساتھ قنصل منتخب ہوا تھا اور اگر اغسطس صدر تھا تو اگریپا عام طور پر اس کے بعد باقی سب سے افضل سمجھا جانے لگا تھا۔ خاص کر مشرقی علاقوں میں، جہاں لوگ اکثر اصل واقعات کو کچھ کا کچھ سمجھ جاتے تھے، اگریپا بادشاہ کے ساتھ برابر کا شریک حکومت مانا جاتا تھا۔ وہ اپنے نوجوان سالے کی طرح ہر دلعزیز نہ تھا لیکن سب اس کا ادب کرتے تھے۔ اس کے گذشتہ کارنمایاں اور اعلیٰ قابلیت کا ہر شخص معترف تھا اور اس کا اپنے مستقبل کے متعلق بڑی بڑی امیدیں قائم کرنا کچھ بیجا بات نہ تھی۔ ۲۷ ق م میں جب اغسطس روما سے باہر گیا کہ غالیہ اور ہسپانیہ کے نظم و نسق پر پورے اطمینان سے توجہ کرے تو اس کی کئی سال (یعنی ۲۴ ق م) تک عدم موجودگی میں روما میں کوئی فتنہ و فساد برپا نہ ہوا حالانکہ اغسطس باضابطہ طریق پر اپنا کوئی نائب بھی کام کرنے کے لئے روما میں مقرر نہیں کر گیا تھا۔ اور بے شبہ یہ امن و سکون ایک حد تک اگریپا کے ذاتی رسوخ و اثر کی بدولت

قائم رہا۔ کیونکہ گو اسے کوئی سرکاری عہدہ اس وقت حاصل نہ تھا[1] مگر ان سنین میں وہ روما ہی میں مقیم تھا۔

۲۳ ق م، یعنی اپنی گیارھویں قنصلی کے زمانے میں اغسطس کو دوبارہ مرض صعب لاحق ہوا اور معلوم ہوتا ہے اس کو بادشاہی حکومت سے دست بردار ہونے کا بھی کچھ خیال پیدا ہوا کہ اس نے اپنے ہم عہدہ قنصل پی زو کو بستر علالت کے قریب بلا کر ایک تحریر دی جس میں سلطنت کی افواج کی فہرست اور مالیات کا حساب درج تھا۔ اغسطس کا یہ فعل اس آئینی اصول کا پتہ دیتا ہے کہ بادشاہ کی وفات کے ساتھ سارے بادشاہی اختیارات مجلس اعیان اور اعلیٰ حکام وقت کے ہاتھ میں منتقل ہو جاتے تھے۔ لیکن گو اغسطس اپنے جانشین مقرر کرنے کا مجاز نہ تھا، تاہم وہ اپنی طرف سے کسی کی سفارش کر سکتا تھا اور یہ واقعہ اس کی شرافت و خلوص کی شہادت ہے کہ اس نے ملکی فلاح و بہبود سے قطع نظر کرکے اپنے خاندان کے فائدہ کی فکر نہیں کی بلکہ یہ دیکھ کر کہ مارسلوس ابھی تک کمسن ہے اور اس کی صلاحیت پوری طرح ظاہر نہیں ہوئی ہے، اغسطس نے اپنی مہر کی انگوٹھی اگریپا کو دے دی اور اس فعل سے صاف صاف ظاہر ہو گیا کہ وہ سلطنت بھر میں صرف اگریپا کو اس کام کے جاری رکھنے کے لائق سمجھتا ہے جس کو خود اغسطس نے شروع کیا تھا، لیکن اغسطس کی تقدیر میں ابھی مرنا نہ تھا اور وہ اس زمانے کے نامور طبیب انتونیوس مسا کی حاذقانہ تدبیر سے تندرست ہو گیا، صحت بحال ہونے کے بعد اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی علالت کے ایام میں اگریپا اور مارسلوس کے درمیان کئی دفعہ لڑائی کی نوبت پہنچی۔ جولیہ سے شادی ہونے کی بنا پر مارسلوس کو قدرتاً بڑی بڑی امیدیں بندھ گئی تھیں اور ادھر اگریپا بادشاہ کے ایسے نازک وقت میں اس درجہ اعتماد ظاہر کرنے کے باعث بہت پھول گیا تھا۔ غرض اغسطس کو بہتری اسی میں نظر آئی کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا جائے چنانچہ اس نے ارمینیہ کے سلسلے میں بہت سے اہم معاملات کا تصفیہ کرنے کی غرض سے اگریپا کو مشرقی صوبوں کی ایک معزز خدمت تفویض کر دی اور قرینہ کہتا ہے کہ پروقنصلی امارت بھی اسی زمانے میں اگریپا کو عطا ہوئی۔ بایں ہمہ اگریپا جزیرہ لس بوس کے آگے نہیں گیا اور وہیں رہ کر

---

[1] مگر موسن کے نزدیک پروقنصلی امارت اگریپا کو ۲۳ ق م میں مل گئی تھی۔

اُس نے ضروری ہدایات واحکام اجرا کرنے شروع کئے۔ اس کے طرفدار کہتے تھے کہ اگریپا کے لس بوس میں رہ جانے کی وجہ کسر نفسی ہے لیکن دوسروں کا قول تھا کہ وہ اکڑا ہوا ہے اور اس میں تو شبہ نہیں کہ اگریپا اس مہم پر بھیجے جانے کا اصلی مفہوم خوب سمجھتا تھا۔

مگر جانشینی کے متعلق اغسطس کے منصوبے کو ایک ناگہانی واقعے نے خاک میں ملادیا اور اگریپا کے حسد کا سبب دفع کر دیا۔ یعنی اسی سال کے اواخر میں باآئی کے مقام پر مارسلوس تپ وبائی میں گرفتار رہا اور وہ حذاقت جس نے اس کے خُسر کو بچایا تھا اس کے کام نہ آئی وفات کے بعد وہ اس مقبرے میں دفن کیا گیا جسے اغسطس نے "کامپوس مارتیوس" میں چند سال پہلے اپنے خاندان کے واسطے تعمیر کیا تھا۔ اس کی یادگار قائم رکھنے کے لئے چاہنے والے اموں نے اس کے نام پر ایک عالی شان تھیٹر بھی بنوایا لیکن ای نیڈ میں ورجل کے چند مصرعے اس عمارت سے زیادہ دیرپا یادگار ثابت ہوئے۔ کہتے ہیں جب یہ شعر اکتاویہ کے سامنے گائے گئے تو وہ بیہوش ہوگئی اور حسب روایت، شاعر کو ہر مصرعے کے صلے میں دس ہزار سسترکہ (تقریباً ۸۰ پونڈ) ملے۔

(۵) اب اغسطس کو جانشینی کے متعلق کوئی اور تجویز سوچنی پڑی۔ اور قرینہ چاہتا ہے کہ لی ویہ کے اثر سے وہ اس کے کسی بیٹے کو اختیار کرنے پر آمادہ ہوا ہوگا۔ لیکن ابھی تک اغسطس کی امیدیں جولیہ سے وابستہ تھیں اور اب اس نے مارسلوس کی بیوہ کا دوسرا شوہر اگریپا کو منتخب کیا۔ یہ واقعہ کہ اگریپا کو متوفی مارسلوس کی بہن بیاہی ہوئی تھی اور اس سے اگریپا کے اولاد بھی موجود تھی، ایسے شخص کی نظر میں کوئی رکاوٹ نہ ہوسکتی تھی جو خود بلا کسی معقول وجہ کے اسکری بونیہ کو طلاق دے چکا تھا۔ ادھر اگریپا اپنی پہلی بیوی پومپونیہ کو محض اغسطس کی بھانجی سے شادی کرنے کے واسطے چھوڑ چکا تھا اور اب بھانجی چھوڑ کر بیٹی لینے میں اسے چنداں عذر نہ ہوسکتا تھا! ۲۲ء ق م میں اغسطس مشرقی صوبوں کے معائنے کے واسطے روما سے روانہ ہوا اور موسم سرما میں صقالیہ میں ٹھیرا ہوا تھا کہ روما میں ایک فساد برپا ہوا جس کی علت کیوپلی دوس اور ام سیلانوس کی باہمی کشمکش تھی جو عہدہ قنصلی کے

ہے مقالہ ششم صفحہ ۶۰-۸۶ نیز دیکھو پروپرشیوس۔ باب دوم صفحہ ۱۶ جہاں باآئی کا حال بیان کیا ہے۔

امیدوار تھے۔ معلوم ہوتا ہے اس فساد کی اطلاع نے اغسطس کا یہ ارادہ اور بھی پختہ کر دیا کہ اگریپا کی شادی بلا تاخیر جولیہ سے کر دی جائے۔ نظر بریں اس نے اگریپا کو مشرق سے واپس طلب کیا اور شادی کی رسم ادا کرکے، اپنی عدم موجودگی کے زمانے میں شہر روما اور مغربی علاقوں کا انتظام اگریپا کے سپرد کر دیا۔ (اوائل ۲۱ ق م) کہتے ہیں میسیناس نے اپنے آقا کو سمجھایا تھا کہ اگریپا کو اگر بلند تر مرتبہ نہ دیا گیا تو اس کا موجودہ مرتبہ بھی خالی از خدشہ نہیں ہے اور اب سلامتی کی دو ہی صورتیں ہیں یا اگریپا کی شادی جولیہ سے۔ یا اگریپا کی زندگی کا خاتمہ۔

اکتوبر ۱۹ ق م میں اغسطس روما واپس آگیا اور سال آئندہ اس کی امارت کی اور پانچ برس کے واسطے تجدید ہوئی۔ اسی کے ساتھ اس نے پانچ سال کے لئے تری بیونی اختیارات بھی اگریپا کو دلوائے اور اس منصب نے اسے صدر کے قریب تر کر دیا۔ ادھر جولیہ کے اس شادی سے اولاد بھی ہوئی یعنی دو بیٹے اور دو بیٹیاں تو اگریپا کی زندگی میں پیدا ہوئیں اور ایک بیٹا اس کی وفات کے بعد ہوا۔ اپنے پہلے دونوں نواسوں گایوس اور لوسیوس کو اغسطس نے گود لے کے اپنے جدی کنبے میں بھی داخل کر لیا اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ انہی بچوں کو اپنا آئندہ وارث اور اگریپا کو صرف ان کا اتالیق سمجھنے لگا۔ لیکن اگر یہ بات تھی تو بھی اتالیق کی قوت مضبوط کرنی ضروری تھی چنانچہ پہلی میعاد ختم ہونے کے بعد پھر پانچ سال کے واسطے تری بیونی اختیارات اگریپا کو دے دئے گئے۔

مگر اغسطس کی قسمت میں اپنے دوسرے داماد سے بھی زیادہ زندہ رہنا لکھا تھا۔ اور پہلے داماد کی طرح اگریپا نے بھی اس کے سامنے ۱۲ ق م میں ۵۱ سال کی عمر پاکر کمپانیہ میں وفات پائی اور مارسلوس کی طرح وہ بھی اغسطس کے مقبرے میں دفن ہوا۔[1] سال آئندہ بادشاہ کی بہن اکتاویہ نے عالم آخرت کی راہ لی۔

(۶) اس شریک بادشاہی (اگریپا) کی وفات سے جانشینی کے منصوبے میں تو خلل نہیں پڑا لیکن اغسطس کے واسطے یہ موت سخت نقصان دہ تھی کیونکہ اس کی کمزور صحت نے اسے تنہا سلطنت کے بار اٹھانے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔ ادھر گایوس و لوسیوس ابھی

[1] "کون سولا شیو اد اوی ویام" کا ایک مصرع (صفحہ ۶۷) یہ ہے "کون دی ویت اگریپام کوتہ اشیل سکرو"

چھوٹے بچے تھے اور اگر سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ان کے نانا پر کوئی حادثہ پیش آجائے تو ان کی حفاظت اور نگرانی کے لئے کسی شخص کا ہونا ضروری تھا۔ نظر برایں اغسطس نے اپنے ایک ربیب تی بریوس کا جولیہ سے عقد کر دیا۔ اور اس طرح اپنے کمسن نواسوں کے واسطے ایک قدرتی محافظ مہیا کر لیا۔ اس شادی کے لئے تی بریوس کو اس کے منشا کے سراسر خلاف مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی پہلی بیوی ویپ سانیہ اگری پینہ کو طلاق دے جس سے اس کے ایک بیٹا دروسوس بھی موجود تھا۔ یہ اگری پینہ پومپونیہ سے اگریپا کی بیٹی تھی (اور پومپونیہ سیسرو کے دوست پومپونیوس اتی کوس کی بیٹی تھی) بہ الفاظ دیگر تی بریوس نے اگریپا کی بیوہ سے شادی کرنے کے لئے اگریپا کی بیٹی کو چھوڑ دیا۔ خاندان شاہی کی اغراض کی خاطر طلاق دلوانے اور شادیاں کرا دینے میں اغسطس نے بے مہری کی ایسی حد کر دی تھی کہ شاید تاریخ میں کوئی امیر وزیر اس حد سے آگے نہ بڑھا ہوگا۔ اپنے دوسرے ربیبی بیٹے دروسوس کو بھی اغسطس نے اپنی ایک بھانجی (یعنی اکتاویہ اور انتونی کی بیٹی) انتونیہ سے بیاہ کر خاندان شاہی کے قریبی اقربا میں شامل کر لیا۔

تی بریوس اور دروسوس ان شادیوں سے بھی پہلے بڑی بڑی ملکی خدمات انجام دے چکے تھے اور ۱۵ ق م میں ریتیہ اور وندلیشیہ کی تسخیر سے انھوں نے بہت جنگی شہرت حاصل کر لی تھی[1]۔ ۱۲ ق م اور آیندہ سنین میں انھیں پھر اپنی غیر معمولی قابلیت دکھانے کا موقع ملا۔ یعنی تی بریوس نے پانونیہ کے سرکشوں کی بغاوت فرو کی اور دروسوس رہائن پار کے جرمنوں سے جنگ و جدال کرتا رہا۔ ۹ ق م میں دروسوس کے وفات پانے سے اغسطس کو نہایت صدمہ ہوا کیونکہ اسے دروسوس کے ساتھ واقعی "پدرانہ محبت" تھی اور تی بریوس کا کبھی خیال بھی نہ کرتا تھا۔ لیکن سچ پوچھئے تو سلطنت کے کاروبار میں اپنے ربیب اکبر سے بہتر مددگار اغسطس کو مل نہ سکتا تھا۔ تی بریوس کے مزاج میں متانت و خودداری تھی اور بچپن سے محتاط و کم شناس تھا۔ وہ لوگوں سے ربط ضبط بڑھانے کا میلان نہ رکھتا تھا اور جن خاص حالات میں اس کی بسر ہوئی تھی ان کی وجہ سے اسے خواہ مخواہ ریاکاری

[1] ہوریس نے جس قطعے میں (اوڈز، باب چہارم صفحہ ۴) اس کارنمایاں کا ذکر کیا ہے اس میں اغسطس کی مدح کی ہے کہ اسی نے ان دونوں کو فن جنگ کی تعلیم دلائی۔

وتصنع کرنا پڑتا تھا۔ معاملے کا وہ بہت ہوشیار تھا فوج کی سرداری میں سپاہی اس پر پورا بھروسا رکھتے تھے اور جنگ میں اس نے ہمیشہ کامیابی پائی۔ ۱۳ سنہ ق م میں وہ ۲۹ سال کی عمر میں قنصل مقرر ہوا۔ پھر اغسطس نے اُسے وہی مرتبہ عنایت کیا جو اگرپیا کو دیا تھا۔ یعنی اول ۹ سنہ ق م کے قریب) پروقنصلی امارت اور پھر تین سال جدتری بیونی اختیارات اس کے تفویض ہوئے۔ بے شبہ، تی بریوس کے اوصاف کے علاوہ اغسطس کے اس فیاضانہ طرز عمل کا ایک سبب لی ویہ کا رسوخ واثر بھی تھا جسے ۹ سنہ ق م میں اغسطس نے "جس تریوم لی برورم"[1] کا مستحق تسلیم کیا

تری بیونی اختیارات ملنے کے ساتھ ہی تی بریوس کو ایک خاص مہم پر ایشیا روانہ کیا گیا کہ ارمنیہ میں جو بغاوت ہوئی ہے اسے فرو کرے۔ تی بریوس کو امید تھی کہ اس کا سوتیلا باپ اسے متبنیٰ کرلے گا۔ لیکن اب اسے نظر آگیا کہ اغسطس آیندہ بادشاہ بنانے کی بجائے مجھے محض آیندہ بادشاہوں کا اتالیق رکھنا چاہتا ہے اور گو مجھکو صدر کا شریک بنا لیا گیا ہے لیکن اس سے اغسطس کی یہ نیت نہیں ہے کہ مجھے آیندہ جانشین بھی بنایا جائے' پس تی بریوس کی خودداری اپنے ربیبی بیٹوں کے مقابلہ میں اپنی اس ناقدری کی برداشت نہ لائی اور کارمفوضہ کو انجام دینے کی بجائے وہ ترکِ وطن کرکے جزیرہ رودس میں گوشہ نشین ہوگیا' اس واقعے کے ایک سال بعد گایوس سیزر نے بالغ مردوں کا جُبّہ زیب تن کیا اور قنصلی کے واسطے نامزد ہوا۔ چار سال بعد اسے پروقنصلی امارت ملی اور مہم خاص پر ارمنیہ بھیجا گیا۔ اس کی قنصلی کا زمانہ ولادت مسیح کا پہلا سال تھا۔

اب جانشینی کا مسئلہ طے شدہ نظر آتا تھا۔ ۲ سنہ ق م میں لوسیوس سیزر بھی سن بلوغ کو پہنچ گیا اور اس طرح خاندان جولیہ کے دو رکن ہوگئے۔ رومی ناٹتوں نے گایوس ولوسیوس کے لئے "پرنسپس جوون توتیس" (یعنی نوجوان صدر) کے لقب کا اعلان کیا اور معلوم ہوتا ہے اس شان افزائی میں یہ نکتہ بھی مضمر تھا کہ آیندہ وہ زیادہ وسیع معنی میں سلطنت کے صدر ہوں گے۔ اسی وقت سے "نوجوان صدر" کا یہ لقب باضابطہ طور پر "ولی عہد" کے مرادف سمجھا جانے لگا جو صدر کے آیندہ جانشین کو اس زمانے میں دیا جاتا تھا جب کہ بوجہ کم سنی وہ مجلس اعیان میں داخل نہ ہوسکتا ہو۔

[1] اس قانون کے متعلق ملاحظہ ہو آیندہ باب پنجم زیر عنوان ۲۔

لیکن تقدیر اغسطس کے منصوبوں کے خلاف تھی۔ ۲ سنہ ۶ میں لوسیوس نے **ماسیلیا** میں وفات پائی اور دو سال بعد گایوس نے **ارتاجیر** کے محاصرے میں زخم کھایا اور لی سیہ میں فوت ہو گیا (سنہ ۴ ۶) اس طرح اغسطس کی گذشتہ بیس برس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں ؂

(۷) لیکن اغسطس کے نصیب میں صرف نواسوں کی جوان موت ہی کا غم نہ تھا بلکہ اس سے بھی بڑھکر صدمہ بیٹی کی بد اطواری کا برداشت کرنا پڑا۔ اس سے پہلے کہ باپ کے کان تک خبر پہنچے جولیہ کی شرمناک بدعنوانیوں کا سارے شہر میں چرچا اور ہر شخص ان سے آگاہ تھا۔ اپنے شوہر تی بریوس سے وہ بہت دن بے وفائی کرتی رہی اور گو تی بریوس کی رودس میں گوشہ نشینی کی اصلی وجہ اپنے سوتیلے بیٹوں کے ساتھ رقابت تھی لیکن ممکن ہے کہ اس ترکِ وطن کا ایک سبب یہ بھی ہو کہ جولیہ سے اس کا دل بگڑ گیا تھا۔ آخر میں جولیہ ایسی کھل کھیلی کہ اس کی بدچلنی کا بادشاہ سے چھپنا محال ہو گیا۔ کہتے ہیں رات کے وقت وہ گلی کوچوں تک میں اس طرح باہر نکل آتی کہ اوباشوں کا مجمع غل و شور کرتا اس کے ساتھ ہوتا اور عین چوک یا بازار کے چبوتروں پر اُس کا جلسۂ عیش جمتا تھا۔ مختصر یہ کہ (ایک ہمعصر مصنف کے الفاظ میں) "عیش و ہوس رانی کا کوئی شرمناک فعل جو کوئی عورت کر سکتی یا کرا سکتی ہے ایسا نہ تھا کہ جولیہ سے چھوٹ رہا ہو۔ گویا اس کے نزدیک بدکاری کرنے میں جتنی زیادہ آزادی اسے حاصل تھی وہ اس کی اتنی ہی زیادہ ثروت و اقتدار کا ثبوت تھا" اغسطس کو جب بیٹی کے اس رویئے کی اطلاع ہوئی تو نہایت برافروختہ ہوا اور جولیہ کے سب کو تاک لکھکر باضابطہ مجلس اعیان کو ان کی اطلاع دی پھر اسے جلا وطن کر کے ساحل کمپانیہ کے سامنے ایک ویران جزیرے (**پانداتریا**) میں بھیجدیا (سنہ ۲ ق م) اسکری بونیہ از خود اپنی بیٹی کے ساتھ وہیں چلی گئی لیکن خطا معاف کرنے کے متعلق لوگوں کی کسی سفارش کا اغسطس پر اثر نہ ہوا اور جولیہ کے چاہنے والے (یعنی کلودیائی، اس کی پیونیز، سمپرونیائی اور کونستیپائی) بھی خارج البلد کر دئے گئے البتہ ان میں سے ایک شخص **جولیس انتونیوس** کو (جو انتونی اور فلویہ کا بیٹا تھا) موت کی سزا دی گئی۔ اس شخص کی جنگ اکشیئم کے بعد اغسطس نے جان بخشی کی اور ہمیشہ مہربانی سے پیش آتا رہا تھا۔ اب اس الزام پر کہ اس نے

اغسطس کے خلاف سازش کرنے کے لئے جولیہ کو خراب کیا، اسے جان سے مروا دیا گیا، ان تمام واقعات کے بارے میں ایک افواہ یہ تھی کہ لی ویہ نے بھی اپنے اور تی بریوس کے فائدے کی خاطر، اغسطس کے خاندان کو اس طرح خراب و رسوا کرانے میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا ہے۔ لیکن تاریخی شواہد سے اس افواہ کی کوئی تصدیق نہیں ہوتی۔

جولیہ اور اگریپا کی ماباقی اولاد گایوس اور لوسیوس کی جگہ نہ لے سکی۔ اگریپا کی وفات کے بعد جو بیٹا **اگری پا پوستوموس** ہوا تھا وہ ایسا بدمزاج اور بے باک تھا کہ اغسطس کو اس سے کوئی اچھی امید نہ ہو سکتی تھی۔ اس کی بہن **جولیہ** (خورد) اپنی ماں کی طرح بدچلن نکلی البتہ دوسری بہن **اگری پینہ** نے، جس کی شادی شاہی خاندان ہی میں ہوئی، اپنے خاندان کو ذلیل و بدنام نہیں کیا۔ اس کے پیوند کے لئے اغسطس نے **جرمانی کوس** کو منتخب کیا جو تی بریوس کے بھائی دروسوس (متوفی) اور اس انتونیہ کا بیٹا تھا جو اکتاویہ اور انتونی کی شادی سے پیدا ہوئی تھی۔ اس طرح اغسطس نے اپنی نواسی کی، بہن کے نواسے سے شادی کر دی جس طرح پہلے اپنی بیٹی کو بہن کے بیٹے سے بیاہ دیا تھا۔

جانشینی کا فیصلہ کرنے میں اغسطس کو چار و ناچار تی بریوس کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ لیکن اس طرح کہ جرمانی کوس بلکہ اگریپا (خورد) تک کے حقوق بالکل ہی نظر انداز نہ ہو جائیں، تی بریوس نے جولیہ کی جلاوطنی کے بعد ہی روما آنا چاہا تھا لیکن اجازت نہ ملی۔ کہتے ہیں رودس میں وہ اپنا وقت علم نجوم کی تحصیل میں صرف کرتا تھا۔ آخر سنہ ۲ء میں اسے اپنا زاویۂ عزلت چھوڑنے کی اجازت ملی اور آیندہ دو سال تک وہ روما میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتا رہا۔ مگر جب گایوس نے وفات پائی تو اسے پھر سلطنت کے کاروبار میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی۔ ۲۷ جون سنہ ۴ ق م میں اغسطس نے تی بریوس اور اگری پا پوستوموس دونوں کو متبنیٰ بنا لیا اور تی بریوس کو دس برس کے لئے تری بیونی اختیارات دیکر بلا تاخیر جرمانیہ کی جنگی مہم پر بھیج دیا۔ اسی کے ساتھ تی بریوس کو آمادہ کیا گیا کہ وہ متبنیٰ اور وارث جرمانی کوس کو بنالے۔ باقی اگریپا (خورد) کی طرف سے رقابت کا اندیشہ تھا بھی تو جلد زائل ہو گیا۔ اس کا طرز عمل ایسا تھا کہ اغسطس کو مجبوراً اسے جزیرہ پلاناسیا میں جلاوطن کرنا پڑا۔

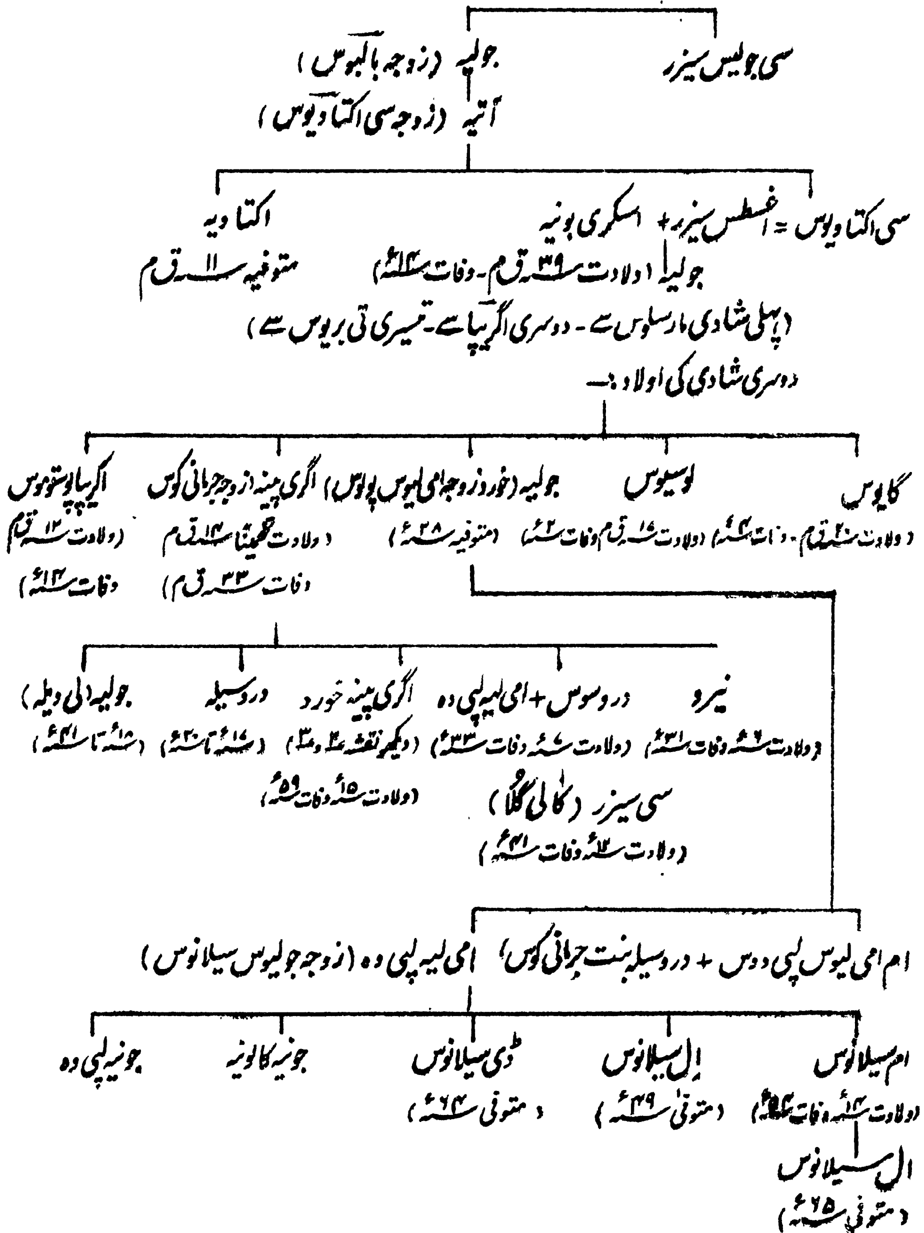
الغرض، بہت سے منصوبے بگڑنے کے بعد انجام کار اغسطس کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ اسی امیدوار بادشاہی کو اپنا بیٹا اور وارث تسلیم کرے جسے وہ سب سے کم چاہتا تھا حالانکہ غالباً حکمرانی کرنے کا سب سے زیادہ اہل وہی (تی بریوس) تھا تی بریوس کو متبنیٰ کرتے وقت اغسطس نے بھی اپنے دلی خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ Hoc reipublicæ causa facid یعنی "میں ملک (جمہوریت) کی خاطر یہ کام کرتا ہوں"

نو سال کے بعد (سنہ ۱۳ء)[1] میں تی بریوس کو وہ رتبہ ملا جو اس سے پہلے کسی شریک بادشاہی کو نہ ملا تھا۔ یعنی قنصلوں کی تحریک سے ایک خاص قانون (Lex) مرتب و نافذ ہوا کہ آیندہ اپنے "باپ" کی شرکت میں تی بریوس کو تمام صوبوں میں اور افواج پر پروقنصلی اختیارات حاصل ہوں گے اور اغسطس کے ساتھ مل کر وہ احتساب کے فرایض بھی انجام دے گا۔ خاص طور پر جتانے کے قابل بات یہ ہے کہ یہ پروقنصلی اختیارات بذریعۂ قانون تی بریوس کو دئے گئے حالانکہ پہلے خود اغسطس اپنی پروقنصلی امارت کی بنا پر یہ حقوق دے دیا کرتا تھا۔ اور اس کے معنی یہ تھے کہ اب صوبوں میں تی بریوس کی حکومت ماتحتانہ نہیں بلکہ مساویانہ اور خود اغسطس کے اختیارات میں برابر کی حصہ دار ہے اور اغسطس کی وفات سے اس حکومت کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ ایک خاص اور علیحدہ قانون کے ذریعے حاصل ہوئی ہے، مزید براں تی بریوس کے ترئبیونی اختیارات کی بھی اس موقع پر جو تجدید ہوئی وہ کسی میعاد سے محدود نہ تھی بلکہ عمر بھر کے واسطے یہ اختیارات اسے تفویض ہو گئے دوسرے جب اغسطس کی استدعا پر مجلس اعیان کی ایک چھوٹی مجلس مرتب ہوئی[2] تو اس میں سب سے اوّل جگہ پانے کے لئے مجلس نے تی بریوس ہی کو منتخب کیا۔

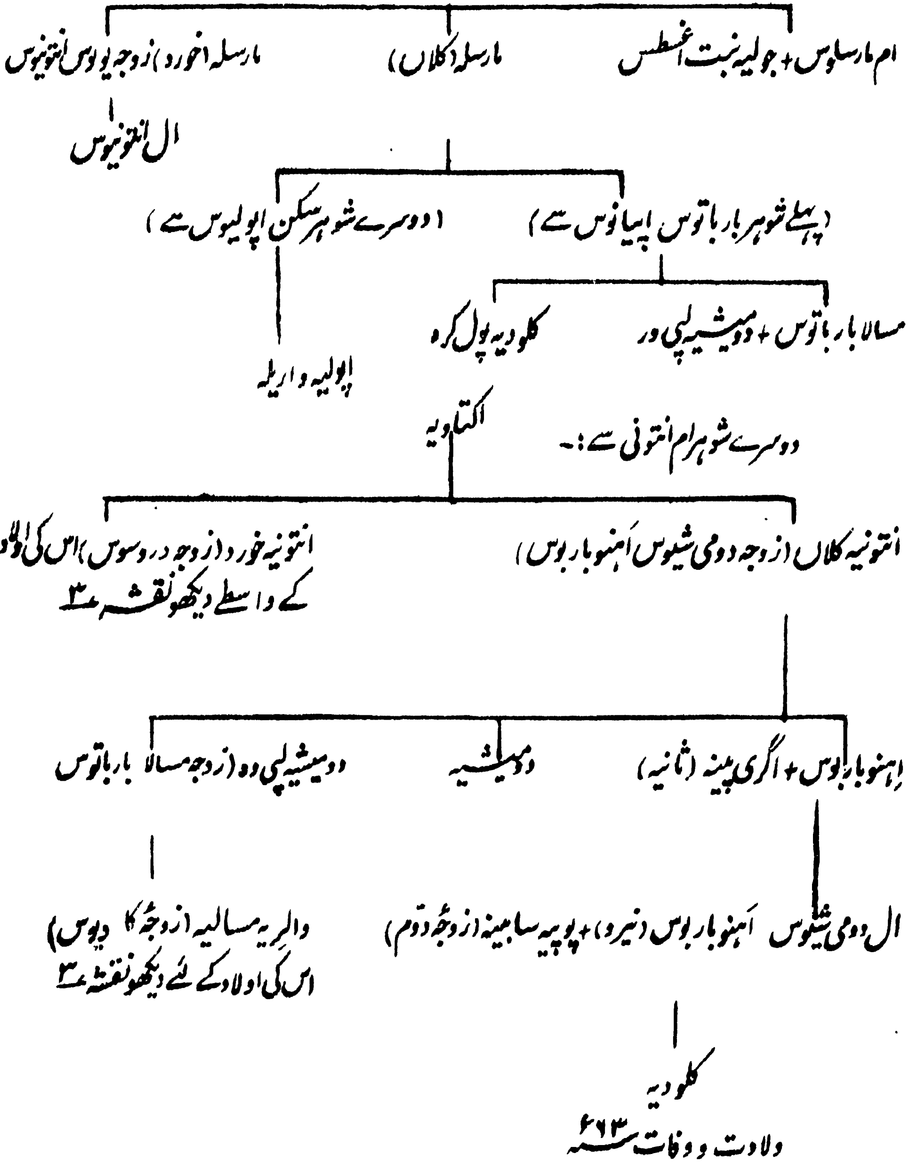
---

[1] موسن کے نزدیک سنہ ۱۱ء قام میں۔
[2] ملاحظہ ہو۔ گذشتہ باب سوم۔ زیر عنوان (۳)

نقشہ ۱ ـ اغسطس کی اولاد



نقشہ ۲ - اغسطس کی بہن اکتاویہ کی اولاد



نقشہ ۳ خاندان کلودیوس

تی بریوس کلودیوس نیرو + لیویہ دروسیلہ
(متوفی ۳۳ سنہ ق م) ولادت ۵۸ سنہ ق م (؟)
وفات ۲۹ سنہ ع

تی بریوس کلودیوس نیرو + (۱) ویپسانیہ اگری پینہ و (۲) جولیہ

نیرو کلودیوس دروسوس + انتونیہ خورد

ولادت ۴۲ سنہ ق م وفات ۳۷ سنہ ع
پہلی زوجہ سے۔

جرمانی کوس + اگری پینہ
(ولادت ۱۵ سنہ ق م وفات ۱۹ سنہ ع)

لی ویلہ یا لیویہ
(متوفیہ ۳۱ سنہ ع)
زوجہ دروسوس ابن تی بریوس

دروسوس سیزر + لی ویلہ
(ولادت ۱۳ سنہ ق م وفات ۲۳ سنہ ع)

تی بریوس کلودیوس دروسوس
نیرو جرمانی کوس
(ولادت ۱۰ سنہ ق م وفات ۵۴ سنہ ع)
تیسری زوجہ مسالینہ سے۔

جرمانی کوس سیزر
(ولادت ۱۹ سنہ ع وفات)

تی بریوس سیزر جملوس
(ولادت ۱۹ سنہ ع وفات ۳۷ سنہ ع)

جولیہ
(دوسرے شوہر روبلیوس
بلاندوس سے۔)

روبلیوس پلوتوس

اکتاویہ (زوجہ نیرو)
متوفیہ ۶۲ سنہ ع

تی بریوس کلودیوس
برتنیانی کوس
(ولادت ۴۱ سنہ ع (؟) وفات ۵۵ سنہ ع)

باب پنجم

اغسطس کا انتظام رومہ اور اطالیہ میں۔ اور تنظیم سپاہ

ذیلی عنوان: (۱) میناس۔ اغسطس کے خلاف سازشیں۔ عام آسودگی۔ (۲) قومی مذہب کا احیا اور خبرگیری۔ منادر۔ بد اطواری روکنے کے لئے نئے قوانین۔ ازدواج کی تشویق و ترغیب۔ "لکس جولیہ دی اول ترائیس"۔ مذہبی کھیل۔ موالی کے متعلق اس کا طرز عمل۔ (۳) رومہ میں بعض نئے عہدے۔ "کیورا ا ٹونی۔ پرفکتوس وجی لوم۔ کیورا ا وپرُوم پبلی کورُوم۔ کیورا اکوا روم۔ (۴) پرفکتوس اُربی (۵) اطالیہ۔ کیورا دیا روم۔ گیارہ علاقے۔ شاہی ڈاک۔ (۶) اوگستالی اطالیہ کے آزاد شدہ غلام یا موالی۔ (۷) سپاہ کی تنظیم و ترتیب۔ جیوش اور کومک (۸) فوج خاصہ۔ شاہی بیڑا۔"

فصل اول۔ اغسطس کی اصلاحات مذہب و معاشرت

(۱) اپنی حکومت قائم رکھنے کے لئے اغسطس کی کوشش یہ تھی کہ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کی دلجوئی کرے اور عوام الناس کو بہلائے رکھے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان مقاصد میں اسے کامیابی ہوئی۔ یعنی مجموعی طور پر اس کی حکومت کو لوگ پسند کرتے تھے اور اپنی جگہ پر قانع اور خوش تھے۔ اغسطس کا طرز عمل، جس میں میناس بار بار اس کی رہنمائی کرتا رہا نرم و فیاضانہ تھا۔ اور اس وزیر (میناس) کو ایسی تدبیریں آتی تھیں کہ جاسوس و گویندے کی امداد کے بغیر اس کے آقا کی حفاظت و نگہبانی ہوجاتی تھی۔ رومی لوگ میناس کو وزارت کا بہترین نمونہ سمجھتے تھے اور سنہ ۸ ق م میں جب اس نے وفات پائی تو بادشاہ کو اس باتدبیر اور صاحب فراست مشیر کی موت سے ایسا نقصان پہنچا جس کی تلافی آسانی سے ممکن نہ تھی۔ کہتے ہیں اغسطس آبدیدہ ہو کے کہا کرتا تھا کہ اگر صرف اگری پا یا میسی ناس زندہ رہتے

تو اُسے وہ خانگی آلام و مصائب کبھی نہ برداشت کرنے پڑتے جن سے اس کی زندگی کا آخری زمانہ پُرغبار ہوگیا تھا۔"

عوام الناس کو خوش کرنے کی نسبت امرا کو رضامند رکھنا زیادہ دشوار تھا اور، ہر چند اغسطس ذاتی طور پر نہایت ہر دلعزیز تھا اور مجلس اعیان ہر بات میں گرمجوشی سے اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار، اُس کی رہنمائی قبول کرنے پر آمادہ رہتی تھی، بایں ہمہ اغسطس یہ اندازہ کئے بغیر نہ رہ سکا کہ طبقۂ اعلیٰ میں عام طور پر جمہوریت کے مٹنے کا تاسف ضرور ہے۔ اسی لئے گمان غالب ہے کہ اغسطس کو یہ فکر بھی تھی کہ اگر موت نے اس کا ذاتی رسوخ ہٹا دیا تو پھر **صدارت** کے نئے آئین کا خدا جانے کیا حشر ہوگا؟ کیونکہ وہ ایسا بھولا نہ تھا کہ اپنی تعظیم و تکریم بلکہ اپنی ذات کے ساتھ لوگوں کے خلوص و وداد کو دیکھکر غلطی سے یہ نتیجہ نکال لیتا کہ لوگ حکومت کے نئے آئین سے خوش ہیں۔ ہر دلعزیزی کے باوصف، کبھی کبھی اغسطس کے خلاف سازشیں بھی ہوئیں جن سے اس کی سلامتی کی طرف سے خدشہ پیدا ہوگیا۔ لیکن ہمیں ان سازشوں کے پورے حالات معلوم نہیں اور بظاہر وہ زیادہ سنگین و خطرناک نہ تھیں۔ ان میں سے صرف **فانیوس کیپیو** اور **سن، کورنلیوس سینا** کی سازشوں کا (واقعہ ۲۳ ق م و ۴ء) ذکر کرنا کافی ہوگا۔ ان میں سے پہلی کا ایک نمایاں واقعہ یہ ہے کہ اس میں **اے، ترن تیوس وار و مرنا** کا بھی تعلق تھا جو خود اغسطس کے ساتھ عہدۂ قنصلی رکھتا تھا۔ دوسرے وہ بادشاہ کے ایک گہرے دوست **پروکلیوس**[1] نیز **ترن شیا** کا بھائی تھا جو مسیٰ ناس کی زوجہ اور اغسطس کی آشنا مشہور تھی۔ اسی لئے اغسطس نے معاملے کو بہت سنگین تصور کیا لیکن معلوم ہوتا ہے لوگوں کو مُرنا کے جرم کا پورا یقین نہ تھا۔ بہر حال، کیپیو اور مُرنا دونوں نے سزائے موت پائی۔

دوسری سازش میں سینا اور اس کے ساتھیوں کا قصور لی وِیہ کی صلاح سے معاف کر دیا گیا اور شاید لی وِیہ اس بارے میں میسناس (متوفی) کے نرم طرز عمل کی تقلید کرنی چاہتی تھی۔ مگر اغسطس کو پہلی سازش کے سال میں ایک بڑی کامیابی یہ حاصل ہوئی

---

[1] وہی، جس کی نسبت ہوریس نے لکھا ہے کہ وہ

(Notus in fratres Animi Paterni)

(یہ وہی سنہ تھا جس میں وہ سخت بیمار ہوا نیز جس میں عہدہ صدارت کی آخری تشکیل عمل میں آئی) کہ وہ نہایت مشہور شخص جو جمہوریت کے دلدادہ تھے اغسطس کیساتھ ہوگئے۔ یہ سن، کال پرنیوس پیزو اور ال، سیتیوس کو کری نولس تھے جنھیں اغسطس نے یہاں تک آمادہ کرلیا کہ آیندہ جون میں جب وہ عہدہ قنصلی سے دست بردار ہوا تو سال کے باقی ایام میں یہی دونوں اس عہدے پر فائز رہے۔ بایں ہمہ ابھی تک ایک تعداد ایسے مخالفین کی موجود تھی جن پر مصالحت کا کوئی منتر کارگر نہ ہوا اور جو اس بات پر تیار تھے کہ اگر کوئی اچھا موقع مل جائے تو پھر جمہوریت کو بحال کرنے کی کوشش کریں۔

لیکن اس عام قناعت وخوش دلی کے، جو عہد اغسطس کا امتیاز ہے، اصلی اور قوی اسباب اس امن کا پھل تھے جو عرصے تک ملک میں قائم رہا۔ یعنی اسی امن کے طفیل ساہوکاری کی حالت دوبارہ درست ہوئی اور صنعت وتجارت کو پھر فروغ نصیب ہوا۔ دوسرے سرکاری روپیہ اغراض عامہ میں صرف ہونے لگا اور لوگوں کی راحت و حفاظت کے اسباب میں اضافہ ہوا۔ لیکن اغسطس کے وطن میں نظم ونسق کی جزئیات بیان کرتے وقت مناسب ہوگا کہ ہم ان مساعی اور تدابیر کے حالات سے ابتدا کریں جو اغسطس نے اپنے قومی مذہب کے احیا اور دیوتاؤں کی پرستش برقرار رکھنے کے متعلق اختیار کیں۔

(۲) مندروں میں پوجاپاٹ کے انتظام رکھنے کا مذہبی فرض حقیقت میں تو روما کے اعیان یا خاندانی امیروں سے متعلق تھا لیکن گذشتہ خانہ جنگی میں ان کے بعض خاندان برباد وبے نشان ہوگئے اور بعض کو افلاس وپریشان حالی نے کسی قابل نہ رکھا۔ ادھر خود مذہب سے لوگوں میں برگشتگی پھیل گئی تھی۔ اور ان اسباب کا یہ نتیجہ ہوا کہ بت خانے ویران وبے چراغ رہنے لگے۔ ہوریش (شاعر) جو اغسطس کے احیائے مذہب کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ تمام گذشتہ مصائب جنگ کا سبب ہی اہل روما کی عام بے دینی کو قرار دیتا ہے:

"دلیکتا ماجورم امریٹی توس لوئیس
رومانیہ۔ دونک تمپلا رفکریس" [1]

[1] قطعات فصل سوم ۱

ہم بیان کر چکے ہیں کہ فتح مصر کے بعد ہی اغسطس نے ایک جدید قانون (قانون سنیا) کے ذریعے بعض خاندانوں کو ترقی دے کر طبقۂ اعیان میں شامل کر لیا تھا اور[1] ہیچ یہ ہے کہ اعلیٰ طبقے کی شان و حیثیت برقرار رکھنے کی ایک قوی وجہ یہ تھی کہ اغسطس کو اپنے مذہبی معابد کی نگہداشت کا بہت فکر ہو گیا تھا۔ پرانے بتکدوں کو دوبارہ آباد کرنے اور نئے مندر بنانے کی خود اس نے مثال بھی قائم کی۔ اپنے بتوں میں اغسطس کو سب سے زیادہ اپولو دیوتا عزیز تھا۔ کیونکہ اکشیم کے قریب اسی دیوتا کا مندر تھا اور یوں بھی اگر اغسطس کے حاشیہ نشین رمز و کنایہ میں کہتے کہ وہ اسی روشنی کے دیوتا (اپولو) سے براہ راست اخذ فیض کرتا ہے یا کبھی اغسطس کے سامنے اپنی آنکھیں اس طرح نیچی کر لیتے کہ گویا اس کے چہرے کی ربانی چمک دمک کی تاب نہیں لا سکتے تو اغسطس بہت خوش ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی دیوتا کا اس نے ایک عالی شان مندر پلاٹین کی پہاڑی پر تعمیر کرایا۔ بزرگوں کی روحوں کی پرستش کا بھی اغسطس کو بہت خیال تھا اور اس نے رومہ کے مختلف محلّوں میں ان کے واسطے متعدد معابد تیار کرائے۔ نیز مذہبی تیہوار اور عام پسند سانگ تماشوں کو از سر نو رواج دیا۔

اغسطس کی اصلاحات نے رومہ کے قومی یا ملکی مذہب کو عہدۂ صدارت سے اس طرح متعلق کیا تھا کہ وہ صدارت کی خاص تقویت کا باعث بن جائے۔ اس کے باپ جولیس سیزر کو تو دیوتاؤں کی فہرست میں داخل ہی کر لیا گیا تھا لیکن خود اغسطس اور خاندان شاہی کی سلامتی کے واسطے "برادران ارول" (پروہت) قربانیاں کرتے۔ ہفت و پانزدہ پروہتوں کی جماعتیں دعائیں مانگتیں اور جنتری میں ایسے نئے تہواروں کا اضافہ کر لیا گیا تھا جن کی بنا جدید آئین حکومت پر تھی۔ دوسرے ہم باب دوم (زیر عنوان [2]) میں بیان کر چکے ہیں کہ اغسطس مہا پروہت کا سرکاری عہدہ رکھتا تھا اور علمائے مذہب کی دیگر جماعتوں میں خود وہ نیز علی العموم اس کے خاندان کے دیگر افراد شریک کر لئے جاتے تھے۔

---

[1] دیکھو باب اوّل زیر عنوان ۵

[2] اس کی تعریف میں دیکھو اوید کا قول: فاستی فصل دوم صفحہ ۶۳

پرانے مذہب کی قوت اور ترقی پذیری کے ثبوت میں اس واقعے کو بھی پیش کرتے ہیں کہ اس میں نئے دیوی دیوتا شامل کر لئے گئے تھے جیسے انونا دیوی جو رومی عقائد کے مطابق اس بیرونی غلّے کی رسد کی کارفرما تھی جس پر اہل روما کی بسر اوقات منحصر ہوگئی تھی جونو دیوی کی پرستش کا احیا اغسطس کی بیوی لی ویہ کے سپرد کیا گیا تھا جو رومی بیویوں کی سرگروہ یا نائبہ مان لی گئی تھی۔ اس دیوی کے روما میں نہ صرف مندر ویران ہوگئے تھے بلکہ خود وہ آئین ہی تقویم پارینہ ہوا جاتا تھا جس سے جونو دیوی کی سرپرستی کا بالخصوص تعلق تھا۔ یعنی عیاشی و بداطواری کی ترقی کے ساتھ لوگ تاہل و ازدواج ہی سے رُوگرداں ہونے لگے تھے اور بہتوں نے تجرّد اختیار کر لیا جس کی وجہ سے رومی باشندوں کی تعداد میں کمی ہوگئی۔ محکمۂ احتساب کے عہدہ داروں نے لوگوں کو شادی پر مائل بلکہ مجبور کرنے کی بارہا قانونی تدبیریں کیں لیکن اس خرابی کا تدارک نہ ہوسکا تھا۔ اب اغسطس نے اپنے ہموطنوں کی اس خورائی کو پہلے جرمانے سے (۱۸ ق م) اور پھر انعامات کے ذریعے چھڑوانے کی کوشش کی۔ ایک "لکس دیاریتاندلس اور دی نی بوس (Lex de Maritandis Ordinibus) کا نفاذ ہوا جن میں شادی اور طلاق کے ضوابط بنائے گئے اور شادی نہ کرنے والوں پر نیز اُن پر جنھوں نے شادی کی مگر اولاد نہ ہوئی ہو طرح طرح کے تاوان اور جرمانے مقرر کئے گئے۔ غیر شادی شدہ اشخاص کو ترکہ پانے سے بالکل محروم اور بے اولادوں کو صرف نصف ترکے کا حقدار قرار دیا گیا۔ اور سرکاری عہدے اور مناصب کے انتخاب میں بھی ان بدقسمتوں کے حقوق کم کر دئے گئے۔ پھر تقریباً تیس برس بعد (۹ سنہ ء) ایک اور قانون "لکس پاپیا پوپیا" کے ذریعے شادی کے متعلق انعامات کا طریقہ بھی جاری ہوا۔ یعنی روما میں جو شخص تین بچوں کا باپ ہو اس کے سرکاری محاصل میں تخفیف کر دی گئی۔ وہ پنچایت یا نگہبانی کے قانونی فرائض سے مستثنیٰ ہوگیا اور عہدوں میں اس کا حق مرجح قرار دیا گیا۔ اس امتیاز کو "جس تریوم لی بر ورم" کہتے تھے اور یہی حقوق و مراعات روما کے باہر اطالیہ میں چار اور بیرون اطالیہ پانچ بچوں کے باپ کے ساتھ مرعی رکھی جاتی تھیں۔ بدچلنی کی انسدادی تدابیر کے ذریعے بھی اغسطس نے کوشش کی کہ لوگوں کو بالواسطہ تاہل پر مجبور کرے۔ روما میں زنا کاری کو پہلے محض فریقین کا ذاتی معاملہ سمجھا جاتا قانونِ جولیہ کے ذریعے اغسطس نے اس کو ایک قومی جرم قرار دیا اور

قوانین کی وجہ سے اغسطس اپنے ہم وطنوں میں جس قدر مطعون ہوا اور کسی طرز عمل پر اتنا مطعون نہ ہوا تھا۔ اہل روما کے ہر طبقے نے ان قوانین کی سخت مخالفت کی اور جہاں تک ممکن ہوا ان سے بچنے کی تدبیریں کرتے رہے پھر بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان قوانین کا کچھ نہ کچھ اثر ہوا۔ یہ تو مسلم ہے سنہ ۲۸ اور سنہ ۸ ق م کے درمیان رومی شہریوں کی تعداد میں کافی بیشی ہوی۔ سنہ ۱۴ء تک یعنی آیندہ بائیس برس میں یہ بیشی اور بھی زیادہ نمایاں اور قابل تعجب تھی[1]۔ لیکن کہہ سکتے ہیں کہ بیشی کا سبب اس عہد کی عام خوش حالی تھا۔ اور مصنوعی سعی و تدبیر کا اس میں کچھ دخل نہ تھا۔

قیام صدارت کے دسویں سال، یعنی سنہ ۱۷ ق م میں، اغسطس نے وہ "مذہبی جشن" (Ludi Sæ culares) برپا کیا جو عام خیال کی بموجب ہر صدی یا صد و دہ سال کے بعد منعقد ہوا کرتا تھا۔ بہ الفاظ دیگر، یہ ایسی رسم تھی جسے روما کے لوگ عمر بھر میں صرف ایک ہی مرتبہ دیکھ سکتے تھے۔ لیکن اغسطس کے جشن میں جو لوگ شریک ہوے ان کے نصیب میں دوبارہ بھی اس رسم کو اس کے ایک قریبی جانشین کے زمانے میں ادا ہوتے دیکھنا لکھا تھا[2]۔ قرینہ کہتا ہے کہ اغسطس کا منشا تھا کہ اس جشن کو ایک سیاسی اہمیت دی جائے اور اس سے ایک تو گذشتہ سال کے مذہبی اور مدنی قوانین کو دینی نوعیت کی تصدیق حاصل ہو جائے اور دوسرے یہ جشن ایک نئے دَور کا پُر اثر سر آغاز بھی ہو۔ اور بے شبہ اس نئے دَور شاہی کے قیام و دوام میں کوئی شبہ نظر نہ آتا تھا کیونکہ بادشاہ نے اپنے نواسوں کو اسی زمانے میں متبنیٰ بنایا۔ جشن کے اہتمام کی خدمت "پانزدہ پیشوا" سے متعلق تھی مگر انھوں نے اپنے دو ارکین یعنی خود اغسطس و اگری پا کو جشن کی صدارت کے لئے منتخب کیا۔ تین دن تک اس جشن کے جلسے ہوتے رہے۔ شہر کے مختلف مقامات پر روشن مشعلیں، رال اور گندھک، نیز گیہوں جو اور دال تقسیم کرنے کی رسم ادا ہوی۔ لیکن دیس پاتر دیتا

[1] سنہ ۲۸ ق م میں رومی شہریوں یا ملکیوں کی تعداد چالیس لاکھ تریسٹھ ہزار تھی اور سنہ ۸ ق م میں بڑھکر بیالیس لاکھ تینتیس ہزار، اور سنہ ۱۴ء میں انچاس لاکھ سینتیس ہزار ہو گئی۔ یہ اعداد کتابہ انکائرہ (انقرہ = انگورہ) کی بادشاہی تحریر سے نقل کئے گئے ہیں۔

[2] یعنی کلودیوس کے زمانے میں۔

اور پروسرپائن کا نام لے کر جو دعا مانگی جاتی تھی اس موقع پر ان کی بجائے اپولو اور ڈیانہ کا نام لیا گیا پھر آخری دن اپولو کے پلاٹینی مندر کے پیش دالان میں "کارمن سکولار" یعنی ترانۂ حمد ملکر گانے کی رسم ادا ہوئی۔ گانے والوں کے گروہ میں صرف وہ عالی خاندان لڑکے اور لڑکیاں شامل ہوئے جن کے ماں باپ دونوں زندہ تھے۔ اس ترانہ کو ہوریس نے لکھا تھا اور وہ اب تک محفوظ ہے۔

اغسطس نے اسراف زر کو روکنے کے بھی قانون بنائے کہ لوگوں کی عیاشی نیز اس بداخلاقی کا سدباب ہو جو میلے تماشوں میں بہت عام ہوگئی تھی۔ مردانہ ورزشوں کی نمائش میں عورتوں کو آنے سے اس نے بالکل روک دیا اور کشتیوں کے دنگل میں بھی زنانہ تماشائیوں کے واسطے مردوں سے علحدہ جائے مقرر کی۔ ان عام کھیل تماشوں کے مقامات پر اس نے جس طرح مختلف رتبے کے لوگوں کی علحدہ جگہ مقرر کی اسی طرح ذکور واناث کو بھی الگ کر دیا۔ مردوں میں اراکین مجلس، ناءت، سپاہی اور موالی ہر درجے کے اشخاص کے واسطے ایک خاص جگہ مقرر تھی اور شادی شدہ لوگوں کو مجردوں پر فوقیت دی جاتی تھی۔

اغسطس کی اصلاح معاشرت کے سلسلے میں اس کی حکمت عملی کا جو موالی یا آزاد شدہ غلاموں کے متعلق اس نے اختیار کی ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ روما کی آبادی میں ان کی بڑی تعداد تھی۔ اس نے تین طریقوں سے اس تعداد کو کم کرنے کی کوشش کی (۱) موالی اور احرار میں (بجز طبقۂ اعیان کے) باہم ازدواج کی سہولتیں پیدا کیں تاکہ موالی، آزاد باشندوں میں زیادہ شیر و شکر ہو جائیں۔ (۲) جیسا کہ آگے آتا ہے (زیر عنوان ۶) اس نے ایک نئی جماعت "اوگستال" (Augustales) کی تیار کی جس سے ان آزاد غلاموں کو خاص روما میں جوق جوق آنے کی بجائے اطالیہ کے دوسرے شہروں میں رہنے کی ترغیب ہوتی تھی۔ (۳) پھر غلاموں کو آزاد کرنے کے متعلق بھی بعض شرائط و قیود نافذ کی گئیں۔ ۴ء کے قانون ایلیا سنشیا نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ کوئی غلام جس کی عمر تیس برس سے کم ہو یا جس کا چلن خراب ہوا "وین دیکتا" کی باضابطہ کارروائی کے بغیر آزاد نہیں کیا جا سکتا۔ پھر چار سال کے بعد لکس فو فیا کے نینیا کے ذریعے بحساب فی صد ایک حد مقرر کر دی گئی کہ کوئی شخص بروئے وصیت اس تناسب سے زیادہ غلام آزاد نہیں کر سکتا۔

فصل دوم - رومہ اور اطالیہ کا نظم ونسق

(۳۱) اغسطس کی حکومت کا وہ حصہ جس سے اس کے طریق ملک داری نیز عہد صدارت کی عام خصوصیات کا سب سے اچھا اندازہ ہوتا ہے، رومہ اور اطالیہ میں اس کے نظم ونسق سے متعلق ہے۔ ابتدا میں اس انتظام کو اس نے بالکل مجلس اعیان کے ہاتھ میں چھوڑے رکھا اور کبھی علانیہ مجلسی حقوق میں دست اندازی نہیں کی لیکن پھر اس نے ایسی تدبیریں کیں کہ آہستہ آہستہ نظم ونسق کے اکثر بڑے بڑے شعبے مجلس کی نگرانی سے نکل کر صدر کے تحت میں آگئے۔ خود مجلس اور قنصل بار بار اپنی بے بسی ظاہر کرتے اور صدر سے مداخلت کی درخواست کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض کاروبار تو قطعی طور پر اغسطس کے اختیارات میں آگئے اور دیگر معاملات میں، جن کا تعلق ہنوز مجلس اور جمہوری حکام سے باقی تھا، یہ دستور ہو گیا کہ جب کوئی دقت پیش آتی تو وہ امداد ورہنمائی کے لئے صدر ہی کی جانب جھکتے۔ گویا بادشاہی نے دست درازی کی صورت یہ نکالی تھی کہ وہ جمہوری آئین کو جواب دہی میں سامنے رکھکر اُن کا تصور و کوتاہی ثابت کرتی رہتی تھی۔ یہی "رموز بادشاہی" میں سے وہ "رمز" تھا جسے اغسطس نے دریافت کیا اور پھر نہایت مشاق شاطر کی طرح اس سے کام لیا۔ یہ اس کی صدارت کے آخری زمانے کا ذکر ہے جب کہ صوبوں کا انتظام کرنے کے بعد اس نے رومہ اور اطالیہ کے نظم ونسق میں خاص اہتمام کے ساتھ مداخلت شروع کی۔ اس سلسلے میں یہ جتا دینا ضروری ہے کہ گو بادشاہی کے قیام سے بیرونی صوبوں میں حسن انتظام اور آسودہ حالی کا ایک نیا دور شروع ہوا جس کی بدولت وہ رفتہ رفتہ مرتبے میں اطالیہ کے برابر تک ترقی کر گئے۔ لیکن خود اغسطس کو اس بات کا خاص طور پر خیال تھا کہ شاہی شہر کی حیثیت سے رومہ کی قدر ومنزلت اور نیز اطالیہ کی سیاسی برتری میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ اور واقعی اس فرق کے پوری طرح دور ہونے میں تین صدی سے کم زمانہ صرف نہ ہوا۔

رومہ میں غلے کی رسد کے واسطے ایک نئے انتظام کی ضرورت تھی قبضۂ مصر کی بدولت اغسطس کے لئے یہ انتظام کرنا سہل ہو گیا۔ ۲۲ستمہ ق م میں جب رومہ میں

سخت گرانی ہوئی تو لوگوں نے زور دیا کہ مجلس اغسطس کو امیر سلطنت اور تا زیست محتسب مقرر کر دے۔ اغسطس نے اس تجویز کو مسترد کر دیا لیکن کیورا انونی یعنی غلہ منڈی کے انتظام کی خدمت قبول کر لی اور چند ہی روز میں گرانی کی مشکلات کو دفع کر دیا۔ خاص شہر کے متعلق یہ پہلا عہدہ تھا جو اُس نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ ایک عرصے کے بعد سنہ ۶ء میں اور پھر چند سال میں اجناس خوردنی کا دوبارہ سخت قحط پڑا تو اُس وقت اغسطس کو رومہ کی رسد رسانی کا مستقل انتظام کرنا پڑا اور اس نے منڈی کے ایک شحنہ یا منتظم (Prefectus) کا عہدہ بنایا جس کا تقرر خود بادشاہ کرتا تھا اور اس عہدہ دار کا فرض یہ ہوتا تھا کہ مصر سے غلے کی درآمد اور اس بات کا انتظام رکھے کہ رومی منڈی میں غلہ ارزاں قیمت میں برابر پہنچتا رہے۔ اس محکمے کے مصارف اگر سب نہیں تو زیادہ تر خزانۂ شاہی سے لئے جاتے تھے حالانکہ شہر رومہ کا انتظام مجلس اعیاں کے حدود اختیارات میں تھا اور اس لئے اصولاً اس خرچ کا بار خزانۂ عامرہ پر ہونا چاہیے تھا، علاوہ ازیں محتاج و مساکین کی امداد بھی بادشاہ کو اپنے پاس سے کرنی ہوتی تھی اور ایسے لوگوں کی تعداد جو بلا قیمت غلہ پانے کے مستحق قرار دئے گئے آخر میں دو لاکھ مقرر کر دی گئی تھی۔ انھی میں موالی شامل تھے۔ باقی طبقۂ عوام کے واسطے عطیات عامہ کی صورت میں جو بیحساب روپیہ اغسطس نے صرف کیا وہ مزید براں تھا۔

سنہ ۲۱ ق م اور بعد کے سنین میں جب اغسطس ایشیا کو جاتے وقت اگریپا کو رومہ میں اپنا نائب بنا گیا تھا، اگری پا نے بڑی تن دہی سے ذرایع آب رسانی کی اصلاح کا کام شروع کیا۔ پرانے بند درست کرائے اور نئے بند یا تالاب بنوائے جن میں اکوا ویرگو سب سے بڑا تھا اور سنہ ۱۹ ق م میں تیار ہوا۔ اس نے سرکاری ملازمین کی ایک جماعت بھی خاص اس کام کے واسطے مقرر کی کہ پانی کے نالوں کی درستی کرتے رہیں[1] لیکن معلوم ہوتا ہے۔ اس محکمۂ آب رسانی کی باقاعدہ تنظیم اگری پا کی وفات کے بعد سنہ ۱۱ ق م میں عمل میں آئی۔

اغسطس نے جہاں نئی عمارات سے رومہ کی زیب و زینت بڑھائی وہیں

---

[1] رومی تالابوں کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو اس کتاب کا باب سی ویکم۔ عنوان ع۱۶

انھیں بربادی سے بچانے کا بھی انتظام کرنا پڑا۔ پایۂ تخت میں آئے دن آتش زدگی کی واردات ہوتی رہتی تھی اور آگ بجھانے کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ یہ دیکھکر کہ ادائل (میر عمارت) جن کے ذمہ یہ کام ڈالا گیا تھا، اسے خاطر خواہ انجام نہیں دے سکتے، اغسطس کو مجبوراً سنہ ۶ء میں پاسبانوں کے سات فوجی دستے مرتب کرنے پڑے۔ ہر دستے میں ہزار تا بارہ سو آدمی ہوتے تھے اور نائت کے رتبہ کا ایک مہتمم ان کا سردار ہوتا تھا۔ اسے پرفکتوس وی جی لوم (یعنی مہتمم پاسباناں) کہتے اور خود بادشاہ اس کا تقرر کرتا تھا ان دستوں میں بیشتر آزاد غلام نوکر تھے۔ دستے علیحدہ علیحدہ شہر کے سات مقامات میں متعین رہتے اور چونکہ شہر کی تقسیم چودہ حصوں میں کر دی گئی تھی اس لئے ہر دستہ شہر کے دو حصوں پر مامور ہوتا تھا۔[۱]

شہر کی آسایش کے واسطے اغسطس نے اور بھی چند نئے عہدے قائم کئے تھے۔ مثلاً "کیوراتورا اوپرُم پبلی کورُوم" (جنھیں پری توری رتبے کے اعیان میں سے منتخب کیا جاتا تھا) اس کام پر مقرر تھے کہ سرکاری عمارات واراضی کی دیکھ بھال کریں۔

(۴) پری فکتوس اُربی۔ اصل میں "پری فکتوس اربی" (یا مہتمم شہری) اُس قائم مقام کو کہتے تھے جسے قنصل (اگر شہر سے مجبوراً کہیں باہر جاتے تو) اپنی بجائے رومہ میں مقرر کرنے کا حق رکھتے تھے۔ جب پری تور کا عہدہ قائم ہوا تو ان کا یہ حق لے لیا گیا تھا لیکن قیام صدارت کے چند روز بعد[۲] جب کہ اغسطس کی حکومت قنصلی اور پروقنصلی اختیارات پر مبنی تھی، اور اسے رومہ سے باہر جانے کی ضرورت پیش آئی (۲۷ء تا ۲۴ء ق م) تو اُس نے اس قدیم عہدے کی تجدید کی اور اپنی بجائے ایک "مہتمم شہری" مقرر کر گیا۔ اس

---

[۱] رومہ کی یہ تقسیم ۸ء ق م میں کی گئی تھی (دیکھو باب سوم۔ عنوان [۱]) نیز شہر کے ۲۶۵ کوچے دودی سی ابھی قرار دئے گئے تھے اور ہر کوچے کا ایک عہدہ دار ہوتا تھا کہ بزرگوں کی ارواح اور اغسطس کی جان کے نام کی بھینٹ چڑھائے۔

[۲] لیکن سچ پوچھئے تو اسی زمانے میں جب اغسطس انتونی سے مصروف جنگ تھا۔ میناآس کی حیثیت عملاً "پرفکتوس اُربی" کی سی تھی۔

عہدے پر اغسطس نے مسالا کوردی نوس کو مقرر کیا تھا (۲۵ق م) جس نے بادشاہ کی بہت کچھ خدمات شایستہ انجام دی تھیں اور جس کا عام طور پر لوگ بہت ادب کرتے تھے لیکن وہ چھ ہی دن میں اس عہدے سے دست بردار ہو گیا کہ مجھ میں اس کے فرائض خاطر خواہ انجام دینے کی قابلیت نہیں ہے۔ حالانکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایسے عہدے ہی کو ایک غیر آئینی بدعت سمجھتا تھا۔ اس کے بعد اغسطس کے ایشیائی دورے کے زمانے میں یعنی ۲۱ق م اور آیندہ چند سال میں روما کا نظم و نسق اس کے شریک عہدہ اگریپا کے ہاتھ میں رہا اور کسی دوسرے قائم مقام کو مقرر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ لیکن جب ۱۶تا ۱۳ق م میں اغسطس غالیہ گیا اور اگریپا بھی مشرقی ممالک کی طرف چلا گیا تو استاتی لیوس توروس بادشاہ کا شہری قائم مقام مقرر ہوا اور اس نے اپنے فرائض بخیر و خوبی انجام دئے یہاں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس آخری موقع پر اغسطس قنصلی کا عہدہ نہ رکھتا تھا اور وہ اب صدارت قنصلی اختیارات پر مبنی تھی۔ لہذا قنصل نہ ہونے کے باوجود اس کا توروس کو "پرفکتوس اربی" مقرر کرنا آئین قدیم کی رُو سے بالکل نئی بات تھی۔ تاہم اغسطس کے زمانے تک یہ عہدہ کبھی مستقل نہیں ہوا اور صرف بادشاہ کے اطالیہ سے باہر جانے کی صورت میں ایک ہنگامی عہدہ دار مقرر ہوتا رہا۔ البتہ اغسطس کے جانشین تی بریوس کے عہد حکومت میں اس کی نوعیت بدل گئی اور "قائم مقام شہری" کا ایک مستقل عہدہ قائم ہو گیا۔

(۵) روما کی طرح ملک اطالیہ میں بھی مجلس اعیان فرائض حکمرانی سے پوری طرح عہدہ برآنہ ہو سکی اور اس میں بھی بادشاہ کو دخل دینا ضروری ہوا۔ ۲۰ق م میں "انتظام شوارع" (Cura viarum) کا ایک نیا سررشتہ قائم ہوا کہ شوارع عام کی مرمت و نگہداشت کرے۔ ہر سڑک کا ایک مہتمم علیحدہ مقرر ہوا۔ بڑی بڑی شاہراہوں پر جو پایۂ تخت سے اطالیہ کی سرحدوں تک جاتی تھیں، ان عہدوں کے واسطے پریتوری اعیان چُنے گئے اور چھوٹی سڑکوں کے اہتمام کے لئے نائت کے مرتبے کے لوگوں کا تقرر ہوا۔ شہر روما کی مثل ملک اطالیہ کی بھی گیارہ[1] حصص یا اضلاع میں تقسیم کی گئی۔ اور

[1] اضلاع کے نام یہ ہیں: کمپانیہ۔ اپولیہ و کلابریہ۔ بروتیہ و لوکانیہ۔ سام نیم۔ پی سنم۔ اومبریہ۔

بارھواں ضلع خاص شہر روما کو قرار دیا گیا۔ اس تقسیم کی اغراض پوری طرح معلوم نہیں مگر ممکن ہے کہ اس سے وصول محاصل کی سہولت مدنظر ہو۔ بہرصورت یہ انتظامی اضلاع نہ تھے کیونکہ اغسطس نے ان بستیوں کی جو قومی یا برادری کے اصول پر اپنے اندرونی معاملات خود طے کرتی تھیں، آزادی میں رخنہ اندازی نہیں کی اور نہ شاہ تراجن تک اس کے کسی جانشین نے ایسا کیا؎۲

اس موقع پر شاہی ڈاک کا ذکر کر دینا بھی نامناسب نہ ہوگا اگرچہ اس محکمے کا تعلق تمام ممالک سلطنت سے تھا۔ اس محکمے کی بنا اغسطس نے ڈالی تھی اور اسی نے فوجی شاہراہوں پر جا بجا ڈاک کی گاڑیاں مقرر کر دی تھیں کہ اسے یا اس کے قاصدوں کو بلا تاخیر منزل مقصود تک پہنچا دیں اور پایۂ تخت اور بیرونی صوبوں میں آمد و رفت جلد ہو سکے۔ ڈاک کے اس انتظام سے صرف شاہی عہدہ دار یا قاصد اور یا وہ لوگ کام لے سکتے تھے جنھیں بادشاہ بطور خاص پروانۂ راہ داری لکھ دے جسے "دی پلوما" کہتے تھے۔ گاڑی گھوڑوں کا خرچ اور دیگر مصارف انھی بستیوں کے ذمّے کر دئے جاتے جہاں اُن کے رہنے کے مقام مقرّر تھے لیکن اس طریق میں خرابیاں پیدا ہوئیں اور کچھ زمانے کے بعد یہ مصارف خزانۂ شاہی سے ادا ہونے لگے۔ مگر واضح رہے کہ اس ڈاک کے محکمے کو اغسطس کے عہد میں اس ترقی اور وسعت کا عشر عشیر بھی نصیب نہ ہوا تھا جو اس نے ایک صدی بعد "کرسوس پبلی کوس" کے نام سے حاصل کی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۳ - اتروریہ - امی لیہ - لی توریہ - وِنیشیہ - وایس تریہ - ترانس پادانہ -

ع۲ بلاد کی اندرونی خود مختاری کے وہ حقوق جو اطالیہ کی مختلف اقوام یا بستیوں کو حاصل تھے، جولیس قیصر نے لکس رُوبریہ اور لکس جولیہ میونی سی پالیس (مجریہ ۴۹ و ۴۵ قم) میں بیان کئے ہیں ۱۵ ہزار سسترکے سے زیادہ مالیت کے دیوانی مقدمات رومی [illegible] کی حدود و اختیارات میں داخل تھے، یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مالگزاری کے معاملات میں یہ بستیاں بالکل آزاد تھیں۔ یعنی ان کے باشندے جو شاہی محاصل ادا کرتے تھے وہ انفرادی طور پر خاص شہر روما کے "شہری" ہونے کی حیثیت سے دیتے تھے ورنہ بذات خود ان بستیوں پر کوئی شاہی محصول عائد نہ ہوتا تھا۔

(۶) عہدۂ اوگستال، تمام سلطنت میں انتظامی یا مذہبی عہدے پانے اور بلدیات یا مجالس شہری میں شرکت کرنے سے موالی کو مطلقاً محروم کر دیا گیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ جولیس سیزر نے بیرون اطالیہ اس قانون میں بعض اوقات ان کے واسطے نرمی کی لیکن اغسطس اس قانون کا شدید حامی تھا اور اس نے موالی کو نظم و نسق میں حصہ لینے سے بالکل خارج رکھا۔ اقتصادی اعتبار سے یہ اخراج موجب نقصان تھا کیونکہ قصبات کی آمدنی کا بڑا ذریعہ وہ محاصل تھے جو مذہبی یا انتظامی عہدہ داروں سے وصول ہوتے اور اس کی صورت یہ تھی کہ یا تو وہ نقد روپیہ ادا کرتے اور یا سرکاری میلے تماشوں کا خرچ اپنے ذمے لے لیتے تھے۔ چونکہ موالی ان عہدوں سے محروم تھے اس لئے ایسا کوئی بار ان پر نہ پڑتا تھا حالانکہ وہ اسے اٹھانے پر خوشی سے آمادہ تھے۔ پس اغسطس نے ان کے ارمان نکلنے اور ان کی دولت سے کام لینے کے لئے، غالباً صدارت کے ابتدائی سنین میں "اوگستال" (Augustales) بنانے کا نیا دستور نکالا۔ (۱) اوّل اوّل یہ دستور صرف اطالیہ اور مغرب کے لاطینی صوبوں میں جاری ہوا۔ افریقہ میں اس کی مثالیں کم اور سلطنت کے مشرقی حصے میں بالکل ہی مفقود ہیں۔ (۲) دوسرے یہ نیا عہدہ اغسطس کے کسی قانون کے ذریعے وجود میں نہیں آیا بلکہ محض اس کے مشورے پر بعض شہروں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا جس میں ان شہروں کا ہر طرح نفع تھا۔ (۳) اس دستور کی صورت یہ تھی کہ ہر سال قصبات کے اعلیٰ حکام چھ نئے اشخاص کو "شش گانی اوگستالی" کے نام سے نامزد کرتے (۴) یہ نئے عہدہ دار کوئی مذہبی رتبہ نہ رکھتے تھے اور ان کی عہدہ داری یا حکومت بھی محض رسمی ہوتی تھی کیونکہ نظم و نسق کا کوئی کام اُن کے تفویض نہ کیا جاتا تھا (۵) البتہ اصلی حکّام کی مثل وہ اغراض عامہ کے واسطے روپیہ دینے میں برابر کے شریک ہوتے تھے اور عہدہ حاصل کرنے کے وقت سرکاری خزانے میں ایک رقم داخل کرتے اور تیج تہوار کے مصارف برداشت کرتے تھے۔

(۶) یہ چھ آدمی قریب قریب ہمیشہ طبقۂ موالی سے منتخب کئے جاتے تھے اور جنوبی اطالیہ میں تو کبھی اس کے خلاف عمل نہ ہوتا تھا۔ (۷) عہدہ کی ہر ایک سال کی میعاد ختم کرنے کے بعد بھی اس شش گانی کا رُکن "اوگستال" کے لقب سے ملقب رہتا جس طرح ایک مرتبہ قنصلی پانے کے بعد قنصلوں کو پھر ہمیشہ اسی عہدے سے منسوب کرتے تھے، اس طرح کچھ عرصے میں "اوگستال" کی ایک ممتاز جماعت مرتب ہوگئی اور ہر آزاد غلام

اس جماعت میں داخل ہونے کی تمنا رکھتا تھا۔ (۸) اس نئے دستور کے متعلق سب سے زیادہ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے اسے بہت کچھ نایتوں کی جماعت بندی کے اصول پر بنایا گیا تھا۔ اوگستال کی جماعت کو "شش گانی" کا لقب دینا ظاہرا اسی طبقۂ اکویت (Equites) کی نقل تھی اور غالباً یہ طریقہ بھی اسی زمانے میں رائج کیا گیا جب کہ طبقۂ متوسط کی نئی تنظیم عمل میں آئی۔ مزید برآں ممالک اطالیہ اور دوسرے صوبوں میں اوگستال کی حیثیت قریب قریب اسی قسم کی تھی جیسی کہ پائے تخت روما میں نایتوں کی تھی۔ بہ الفاظ دیگر وہ روما کے باہر دوسرے شہروں میں رومی نایتوں کا نمونہ تھے اور طبقۂ امرا اور جاگیرداروں کے مقابلے میں وہ سرمایہ دار و تاجر پیشہ طبقے کے نائب سمجھے جاتے تھے۔ مجالس بلاد و اضلاع کے ساتھ ان کا تعلق اور معاہدہ ٹھیک اسی قسم کا تھا جیسا کہ رومی نایتوں کا مجلس اعیان کے ساتھ۔

فصل سوم۔ فوج اور بیڑے کی تنظیم

(۱) روما کے فوجی نظام میں اغسطس نے بعض اصولی تبدیلیاں کیں۔ اول تو اس نے ایک مستقل فوج مقرر کی اور حق یہ ہے کہ ایک مستقل یا دوامی امیر الطور کی حیثیت سے اصولاً اس کی ماتحت فوج بھی دوامی ہونی چاہیے تھی۔ چنانچہ تمام صوبوں میں جہاں فوجی تحفظ کی ضرورت تھی اور فوجی جیوش رہتے تھے، اب ان کی مستقل چھاؤنیاں بنا دی گئیں، دوسرے اغسطس نے فوج کو ملکی (لاوک زی لیا) مرتب کی اور اسے افواج سلطنت کا ایک ضروری جزو بنا دیا، تیسرے اس نے بیڑے کو بری فوج سے علیحدہ کر دیا اور چوتھے یہ کہ اسی نے ایک فوج خاصہ یا "پری تورین گارڈ" کی جمعیت مرتب کی، فوج کی تنظیم میں اغسطس نے بہت دردسری اٹھائی لیکن اس بات پر اہل الرائے کا اتفاق ہے کہ خانہ جنگی کے بعد اس کا جیوش کی تعداد کو کم کر دینا دور اندیشی کے خلاف تھا[1]۔

یہ تخفیف زیادہ تر اقتصادی مصالح کی بنا پر کی گئی تھی کہ سرکاری مصارف میں

[1] دیکھو باب کے اخیر میں حاشیہ ج

کمی ہو جائے۔ لیکن اغسطس نے تقریباً ڈھائی لاکھ آدمی کی جو مستقل فوج رکھی وہ دیگر مقامات کے معمولی خطرات کو چھوڑ کر رائن ڈین یوب اور فرات کے دشمنوں ہی کے مقابلے میں اتنی بڑی سلطنت کی حفاظت کے واسطے کافی نہ تھی۔

اغسطس کی وفات کے وقت رومی جیوش کی تعداد ۲۵ تھی - ہر جیش میں ۱۲۰ سوار ہوتے اور ۶ ہزار سے زیادہ اور ۵ ہزار سے کم پیادہ سپاہی نہ رہتے تھے ہر جیش میں پیادوں کے دس اعشار (کوہورت) اور ہر عشر جیش میں چھ صدہ (سنچوری) ہوتے - ہر صدہ اپنا پرچم علیحدہ رکھتا تھا۔ اور سواروں کی بھی چار ترمی یا جوق میں تقسیم کر دی گئی تھی۔ جیوش میں فوجی خدمت کے اہل صرف وہ لوگ مانے جاتے تھے جو شہر کی کسی برادری کے آزاد فرد ہوں۔

جیوش کے ساتھ کومکی فوج بھی ہوتی اور اس کے لئے یہ شرط نہ تھی کہ شہری برادریوں کے افراد سے مرتب ہو بلکہ یہ بیرونی صوبوں ہی سے بھرتی کی جاتی تھی اور اس میں بھی پیادہ وسوار کے علیحدہ علیحدہ، خواہ مرکب دستے ہوتے۔ بعض پیادہ دستوں میں سپاہیوں کا شمار پانچسو کے قریب ہوتا تھا اور اُن کے چھ صدہ بنا دئے گئے تھے ان کے سپاہی "کوئن جناری" یا فوج پنج صدہ کے سپاہی کہلاتے تھے۔ دیگر پیادہ دستوں میں سپاہیوں کی تعداد زیادہ یعنی ایک ہزار ہوتی اور اس کو دس صدہ میں تقسیم کر دیا جاتا۔ یہ سب "ملیاری" یا ہزاری فوج کے سپاہی کہلاتے تھے۔ پیادہ وسوار کے مخلوط دستوں کو "اکوئی تاتے" کہتے اور صرف سواروں کا دستہ آلی کہلاتا اور اس میں مختلف قد و قامت کے سوار لے لئے جاتے تھے؛ جب کومکی افواج کسی جیش کے ساتھ لگا دی جاتیں تو وہ بھی اس جیش کے سپہ سالار کے ماتحت ہوتی تھیں۔ لیکن علیحدہ بطور خود بھی ان فوجوں سے کام لیا جا سکتا تھا اور بعض صوبوں میں صرف اسی قسم کی کومکی فوج کے سپاہی متعین تھے۔

جیوش میں باہم کر تعداد سیاہ اور علیحدہ ناموں سے امتیاز کیا جاتا تھا جیسے "جیش دہم - جیمنا بست و یکم - راپاکس، یا شش و یک تریکس" [۱]

ان فوجوں کے ماسوا، اطالی مطوعین کے بھی دستے تھے۔ جن کا بہت کم

[۱] دیکھو حاشیہ الف - باب کے اخیر میں۔

حال پڑھنے میں آتا ہے۔ اور بعض صوبوں میں مقامی جمعیت (میلیشیا) رکھی جاتی تھی۔ ابتدا میں اغسطس نے اپنی ذاتی حفاظت کے واسطے جرمن سپاہیوں کی ایک فوج رکاب بھی مرتب کی تھی لیکن سنہ ۹ء میں اسے موقوف کر دیا[1]

مصر کے جیوش یا بعض چھوٹے صوبوں کی کوکی افواج کے سوا، سپاہ باقاعدہ کی سرداری مجلس اعیان کے ارکان کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں ہمیں اغسطس کا رواج دادہ "لگاتوس لجیانوس" (یعنی جیش سالار) کا عہدہ یاد آتا ہے جو طبقۂ اعیان ُبلکہ بالعموم پری توری مرتبے کے اشخاص کو دیا جاتا تھا کہ جیش اور متعلقہ افواج کوکی کی قیادت کرے۔ اس طرح قدیم جنگی تری بیون کا عہدہ گویا لگاتوس کا ماتحت ہو گیا۔ اب جنگی تری بیون محض ایک فوجی حاکم اور مرتبے میں افواج کوکی کے ہتمم کے مساوی اور کوکی رسالہ (یا آلی) کے سردار سے کچھ کمتر مانا جانے لگا۔ یہ تینوں عہدے جن کا ہم نے ذکر کیا نائتوں کے عہدے تھے اور اعیان کی اولاد میں جو لوگ ملکی خدمت کے شایق ہوتے، وہ ان پر مامور کئے جا سکتے تھے۔ چھاؤنی یا پڑاؤ کا مہتمم "اعیانی رتبے کا شخص نہ ہوتا تھا اور علم العموم پریمی پیلی یعنی اعلیٰ درجے کے سرداران صدرہ کے سب سے اول گروہ سے چن لیا جاتا تھا۔ یہ عہدہ دار لگاتوس کے زیر دست نہ ہوتا بلکہ حاکم صوبہ کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ اور اسے سنگین سزا دینے کا اختیار نہ ہوتا تھا۔ مصر میں یہی پڑاؤ کا مہتمم لگاتوس یا سالار جیش کی خدمت انجام دیتا تھا کیونکہ وہاں اعیان کے جانکی ممانعت تھی۔

جیش کے سپاہی کی میعاد ملازمت بیس اور کوکی افواج کے سپاہیوں کی پچیس سال قرار دی گئی تھی (سنہ ۵ء) اور ان کی علیحدگی کے وقت حکومت کا فرض تھا کہ اراضی یا نقد روپے کی صورت میں ان کی وجہ معاش کا انتظام کرے۔ لیکن بعد میں یہ بھی دستور ہو گیا تھا کہ بعض سپاہی اپنی میعاد ملازمت ختم کر کے پھر خاص خاص دستوں میں جو انھی کے واسطے مرتب کئے گئے تھے، ملازمت اختیار کر لیتے اور ان کے ساتھ خاص رعایتیں کی جاتی تھیں۔ یہ دستے وک زیلا وترا تور وم[2] کہلاتے اور ان سے صرف جنگ

---

[1] دیکھو حاشیہ ق و ھ باب کے اخیر میں۔

[2] انھیں "وک زی لاری" بھی کہتے تھے لیکن مذکورۂ بالا نام اس واسطے دیا گیا تھا کہ

کے وقت کام لیا جاتا تھا۔

اس فوجی نظام کا خرچ بہت کثیر تھا اور دلمیشیا کی بغاوت یعنی ۶ئہ میں اغسطس معمولی ذرائع سے سپاہیوں کے مطالبات پورے نہ کرسکا اور اسے چار و ناچار ۷۱کرور سسترکہ (تقریباً تیرہ لاکھ ساٹھ ہزار پونڈ) کا ایک "فوجی سرمایہ" Aerarium Militare جمع کرنا پڑا۔ اس کا انتظام تین سال تک پری توری اعیان میں سے تین مہتمموں کے سپرد کیا گیا جو قرعہ ڈال کے منتخب کئے گئے تھے۔ اس فوجی سرمائے کی بہم رسانی کا اصلی ذریعہ ایک تو یہ محصول تھا کہ ہر ترکے پر پانچ فی صدی رقم لے لی جاتی اور دوسرے نیلام (یا ہراج) پر ایک فی صدی محصول سرکار وصول کرلیتی تھی۔

(۸) شہر روما اور ملک اطالیہ، امپراطور کی فوجی حکومت سے مستثنیٰ تھے اور اس کی ماتحت فوجیں بیرونی صوبوں اور سرحدوں پر رہتی تھیں۔ لیکن اس میں دو مستثنیات بھی تھے۔ ایک تو "پری تورین گارد" یا فوج خاصہ (اسی میں شہر کے محافظ و پاسبان بھی داخل کرلینے چاہئیں) اور دوسرے بیڑا جو خاص روما میں امپراطور کے ماتحت موجود رہتے تھے امپراطور کے پاس حفاظتِ ذاتی کے لئے ایک فوجی دستہ جمہوریت کے زمانے میں بھی رہا کرتا تھا اور حکومت ثلاثہ میں اس دستور کو اور تقویت پہنچی۔ اب اغسطس نے اس کو از سرنو مرتب کیا۔ فتح اکشیئم کے بعد اس کے شکست خوردہ حریف انتونی کے ذاتی ملازمین بھی اس کی سرکار میں داخل ہوگئے۔ انھیں اور اپنے ذاتی سپاہیوں کو ملاکر اغسطس نے ایک مستقل فوج خاصہ تیار کی جن میں ہزار ہزار سپاہیوں کے نو دستے تھے، اس طرح، جمہوریت کے زمانے میں حفاظت ذاتی کے واسطے جو "کوہورس پری توریا" امپراطور کو دئے جاتے تھے اب عہد بادشاہی میں اسی کام کے واسطے ایک مستقل فوج خاصہ تیار ہوگئی، اس فوج کے سپاہیوں کی تنخواہ معمولی جیش کے سپاہی کی تنخواہ سے دوگنی قرار پائی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹ - ان میں اور ان عام "وکزی لاری" میں امتیاز رہے جن سے فوج کے چھوٹے دستے "جو وکزیلوم یعنی ایک جھنڈی دے کے ہنگامی طور پر جمیعت اصلیہ سے علیحدہ کرلئے جائیں" مراد ہوتے تھے۔ یہ وکزیلوم یا چھوٹی جھنڈی صرف وقتی ضرورتوں کے وقت اور چھوٹے دستوں کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ اور سگنوم یعنی بڑا جھنڈا مستقل جمیعت کے واسطے مخصوص تھا۔

اور ۵ئہ میں اس کی میعاد ملازمت بھی سولہ[۱] سال کردی گئی۔ ابتدائی ردّ و بدل کے بعد آخر (۲ ق م) اس فوج خاصہ کی سرداری پر دو ناظمانِ خاصہ (پری تورین پِرفِکیت) مقرر ہوئے جو نائیتوں کے مرتبے کے اشخاص ہوتے تھے۔ آگے چلکر یہ عہدہ سلطنت میں سب سے بادقعت و اہم ہوگیا تھا لیکن شروع میں بھی ناظم خاصہ کا بہت کچھ رسوخ ہوتا تھا۔ بادشاہ کی ذاتی سلامتی اسی عہدہ دار کی وفاداری پر منحصر تھی اور اغسطس کا ایک کے بجائے دو ناظم مقرر کرنا بھی غالبًا اسی حکمت سے تھا کہ فریب و دغا کا موقع کم رہجائے۔ فوج خاصہ کے صرف ایک چھوٹے دستے کو شہر روما کے اندر مقیم رہنے کی اجازت تھی اور باقی سب سپاہی مضافات شہر میں رکھے جاتے تھے۔ اس طرح اطالیہ میں ایک مستقل فوج کا رکھنا بے ضابطہ تو ضرور تھا لیکن اس کی ناگواری کو ایک حد تک اس قاعدے نے کم کردیا کہ فوج خاصہ میں اہل اطالیہ کے سوا اور کوئی شخص بھرتی نہ ہوسکتا تھا[۱]۔ اور اطالیہ کی حدود میں اُن دنوں مفہوم قدیم کے بموجب "این روئے الپس غالیہ" کا علاقہ بھی داخل نہ تھا۔

فوج خاصہ کے دستوں کے علاوہ تین شہری دستے بھی روما میں متعین تھے اور بادشاہ کی عدم موجودگی کے زمانے میں اُن کا انتظام قائم مقام شہری کے ہاتھ میں رہتا تھا[۲]، باقی پاسبانوں کے دستوں کا ہم اس سے پہلے حال بیان کرچکے ہیں۔

اغسطس نے ایک نیا شاہی بیڑا بھی بنایا اگرچہ اس کا نام "کلاسیس پری توریا" غالبًا عہد اغسطس کے بعد رائج ہوا، جمہوریت کے زمانے میں بحری فوج کی سرداری ہمیشہ بری جیوش کے سپہ سالار کے تفویض کردی جاتی تھی اور چونکہ اطالیہ فوجی حکومت (امپی ریوم) سے مستثنیٰ تھا لہذا اطالیہ کی بندرگاہوں میں کوئی جنگی جہاز نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ بحر اَدریاتیک و تسکان میں بحری قزاقوں کا زور رہتا تھا سکتوس پومپی کی

---

[۱] دیکھو تاسی توس "وقائع" حصۂ چہارم صفحہ ۵ جس میں پاڈوس کے اوپر شمالی اطالیہ کو اور جنوب کے یونانی شہروں کو "اطالیہ" کی حدود سے خارج کردیا ہے۔

[۲] ایک اور شہری دستہ لگودونم میں متعین تھا۔ ایک اور گمنام سی فوجی جمعیت "استاتورا وگستی" بھی تھی جس کی حیثیت شہری دستوں اور پاسبانوں کے بین بین سمجھنی چاہیئے۔

لڑائیوں نے اغسطس کو بحری فوج کی طرف خاص طور سے متوجہ کر دیا اور بالآخر اُسے نظر آگیا کہ بیڑے کو برّی فوج سے علیحدہ کر دینا چاہیے۔ پھر اطالیہ میں مستقل طور پر دو بیڑے رکھے جانے لگے۔ ایک تو مشرقی سواحل کی حفاظت کے واسطے راونا میں رہتا اور دوسرے کا بحری مستقر می زنم قرار پایا کہ وہاں سے وہ جنوبی سمندر کی نگہبانی کرتا رہے۔ یہ دونوں بیڑے بادشاہ کی فوج خاصہ میں داخل تھے اور اوّل اوّل ان بیڑوں میں اسی کے غلام بحری خدمت انجام دیتے تھے۔ بادشاہی کے ابتدائی زمانے میں ان بیڑوں کے سردار "مہتمم" کہلاتے اور بعض اوقات موالی کے طبقے میں سے لے لئے جاتے تھے۔ قوت و تعداد میں کم درجے کا ایک بحری دستہ اغسطس نے فورم جولئیم میں بھی متعین کر دیا تھا لیکن جب صوبہ ناربونن سس کی حکومت مجلس اعیان کے تفویض ہوی (۲۲ سنہ ق م) تو اس کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ ان بیڑوں میں ایک تو سہ طبقہ جنگی جہاز ہوتے جس میں چپّو چلانے والوں کے واسطے اوپر نیچے تین تین قطاریں تختوں کی بنی ہوتی تھیں اور دوسرے لی برنیہ کے دو طبقہ جہاز جو نسبتاً ہلکے ہوتے تھے چنانچہ بعد میں اُن بھاری اور بڑے جہازوں کا رواج جاتا رہا اور لی برنی کے عام معنی ہی جنگی جہاز کے ہو گئے۔

توضیحات و حواشی

۱۔ اغسطس کی وفات (سنہ ۱۴ ع) کے وقت جیوش کی تقسیم مختلف صوبوں میں:

ہسپانیہ ... و ہم جمینا – ۳ جیش – یعنی جیش چہارم – ماسی دونیکا ششم "وک ترکیس" (یا فاتح)

جرمانیہ (زیریں) ... ۴ جیش – اول و پنجم "الاودا" بستم " ولریا وک ترکس" بست و یکم (راپاکس یعنی جنگجو)

جرمانیہ (بالائی) – ۴ جیش – دوم "اوگستا" سیزدہم "جمینا" چہاردہم "جمینا" شانزدہم

پانونیہ ... ۳ جیش – ہشتم "اوگستا" نہم و پانزدہم "اپولی نارلیس"

ولمیشیہ ... ۲ جیش – ہفتم و یازدہم

میسیہ ... ۲ جیش – چہارم "سیدیکا" پنجم "ماسی دونی کا"

شام . . . ۲۔جیش ۔ سوم "گالیکا" ششم "فراتا" دہم "فرتن سیس"
مصر . . . ۲۔ جیش ۔ سوم "سای رنیکا" دوازدہم "فلمی ناتا" بست و دوم
"دیئوتاریانا"
افریقہ . . . ۱۔ جیش ۔ سوم "اوگستا"

میزان جیوش ۔ ۲۵

صدارت کے آغاز یعنی ۲۷ قم میں جیوش کی تعداد ۲۳ تھی ششم "فراتا" اور دہم "فرتن سیس" اغسطس نے بعد میں بڑھائے اس کے علاوہ تین جیش جو ۲۷ قم میں موجود تھے ۱۳ء میں باقی نہیں رہے ۔ یعنی واروس کی ہزیمت میں ان کے سپاہی ہلاک ہوگئے ۔ یہ جیش ہفدہم، ہجدہم، و نوزدہم تھے ۔ لہذا ان کی بجائے تین نئے جیش مرتب کئے گئے یعنی اول ۔ بست ویکم ("راپاکس") اور بست و دوم "دیئوتاریانا"

مذکورۂ بالا جیوش میں بعض کا نشان یکساں نظر آتا ہے ۔ قیاس غالب یہ ہے کہ اس کا سبب یہ ہوا کہ حکومت ثلاثہ کے ارکان نے اپنے جیوش کے بطور خود نام مقرر کردئے تھے اور وہ دوسری فوجوں سے نشان علیحدہ رکھنے کا خیال نہیں کیا تھا ۔ اور پھر انتونی ۔ اور لیپی دوس کے بعض پورے جیش کے جیش اغسطس کی فوج میں شامل ہوگئے اور ان کا نشان وہی رہا جو انھیں پہلے سے مل چکا تھا ۔ اس بارے میں کم سے کم ایک جیش سوم "گالیکا" کے متعلق تو ہم یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ انتونی کے ماتحت ممالک مشرقی میں پہلے بھی لڑتا رہا تھا ۔ غرض اسی طرح کئی کئی جیوش کے ایک ہی نشان مشہور ہوجانے کی صورت میں یہ ضروری ہوگیا کہ ان کے نام کے ساتھ کسی امتیازی لقب کا اضافہ کردیا جائے

یہ امتیازی لقب مختلف وجوہ سے دئے جاتے تھے ۔ مثلاً ایک جیش کا لقب اس کی "توقیع" کی بنا پر ہوتا (جیسے "فلمی ناتا" اور شاید "الاودا" کی بھی وجہ یہی ہو) کسی جیش کو اس قوم کے نام سے منسوب کردیتے جس سے وہ لڑا ہو (جیسے "سیدیکا") یا اس مقام سے جہاں لڑائی ہوئی ہو (جیسے "فرتن سیس") اور باقی کے ساتھ عام القاب (جیسے وک تریکس، راپاکس) شامل کردئے گئے تھے ۔ لفظ جمینا کی تحقیقات پہلے ہماری

نظر سے گزر چکی ہے۔ (باب اوّل۔عنوان ب۔(۳))
ملکی افواج کی مختلف جمعیتیں اُن قومی ناموں سے باہم دگر ممتاز ہوتی تھیں جن قوموں کے آدمی ان میں بھرتی ہوئے ہوں۔ لیکن رسالہ اور کبھی کبھی پیادہ دستے بھی خاص خاص ناموں سے مشہور ہو جاتے تھے (جیسے رسالہ "بت ریانا")

ب۔ جیش و فوج خاصہ کے سپاہیوں کی
تنخواہ اور مدّت ملازمت۔

اغسطس کے زمانے میں جیش کے سپاہی کی تنخواہ ۲۲۵ "دناریائی" (یعنی تقریباً ۹ پونڈ) سالانہ تھی۔ اور شاہ ڈومی شیئن کے زمانہ تک یہی دستور جاری رہا۔ البتہ ڈومی شیئن نے اس میں ایک ثلث کا اضافہ کر دیا کہ پھر یہ تنخواہ سالانہ ۳۰۰ "دناریائی" ہو گئی سنہ ۲۷ ق م میں جب فوج خاصہ مرتب ہوئی تو اس کے سپاہیوں کی تنخواہ عام جیش والوں سے دگنی یعنی ۴۵۰ "دناریائی" سالانہ قرار پائی۔ لیکن بعد میں اس کو بڑھا کر ۷۲۰ دناریائی (تقریباً ۲۵ ½ پونڈ) سالانہ کر دیا گیا۔ (ملاحظہ ہو تاسی توس "وقائع" حصہ اول صفحہ ۱۷) "شہری دستے" کے سپاہیوں کی تنخواہ غالباً ۳۶۰ "دناریائی" تھی۔

ابتدا میں اغسطس نے جیش کے سپاہیوں کی میعاد ملازمت سولہ سال اور فوج خاصہ والوں کی ۱۲ سال مقرر کی تھی۔ لیکن سنہ ۵ ق م میں پہلی میعاد ۲۰ اور دوسری ۱۶ سال کر دی گئی۔ شہری دستے کی سپاہ کے واسطے بھی ۲۰ سال کی میعاد تھی۔ مگر افواج کومکی کے سپاہی کے واسطے ۲۵ سال کی میعاد رکھی گئی۔

اغسطس کے زمانے میں فوج کی جو قلب ماہیت ہوئی اس کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ لیکن قرائن کہتے ہیں کہ یہ تغیّر ایک ہی مرتبہ نہیں ہوا بلکہ بتدریج ہوا تھا۔ موم سن اس بات کا قائل ہے کہ جیوش کی تعداد کو بنائے صدارت کے بعد ہی پچاس سے گھٹا کر ۱۸ کر دیا گیا اور سنہ ۶ تک یہی تعداد رہی۔ مگر اس کا گمان ہے کہ سنہ ۶ میں نئے جیوش کا اضافہ کیا گیا اور اس وقت کل تعداد جیوش ۲۶ ہو گئی پھر جب وارس کے تین جیوش برباد ہوے اور ان کی بجائے دو نئے جیش مرتب کئے گئے تو یہ کل تعداد پچیس ہو گئی۔ کیونکہ یہ ہمیں معلوم ہے کہ اغسطس کی وفات کے وقت جیوش کی تعداد یہی (۲۵) تھی۔ لیکن موم سن نئے جیوش کی ترتیب میں جو دلیلیں پیش کرتا ہے

اُن سے تو اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ غالباً جو جیوش پہلے موجود تھے انھی میں کچھ اضافہ کر دیا گیا تھا۔ ہم مانتے ہیں کہ کوئی مصلحتیں ایسی تخفیف کی مقتضی ہوں مگر یہ بات کہ اغسطس نے ۱۳ق م میں جیوش کی تعداد کو گھٹا کر صرف ایک لاکھ سپاہی رہنے دئیے نہایت بعید از قیاس نظر آتی ہے۔ جیسا کہ ہرزوگ نے نہایت عمدہ پہلو یہ جتایا ہے کہ مذکورہ بالا مسئلے پر غور کرتے وقت ہمیں کوکی افواج کی ترتیب کا تعلق پیش نظر رکھنا چاہیے جن کی بنا اغسطس ہی کے زمانے میں پڑی اور جن کی ترتیب و تنظیم میں ضرور کچھ مدّت لگی ہوگی۔ ہرزوگ کا یہ قیاس کہ جیوش کی تخفیف بتدریج اور کوکی افواج کی ترتیب کے ساتھ ساتھ عمل میں آئی، بہت معقول نظر آتا ہے۔ اگر ایسا ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تغیر ۱۳ق م میں قریب قریب تکمیل پا چکا تھا کیونکہ یہی سال ہے جس میں مجلس اعیان کے فیصلے کے مطابق محکمۂ فوج میں بہت سے اہم انتظامات عمل میں آئے (جیسا کہ اوپر کے حاشیہ ب میں ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق ملاحظہ ہو۔ ریز جستی مدّو؛ موسن صفحات ۶۸ وغیرہ ہرزوگ "الگشٹ ..." جلد دوم صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶ -

د ۔ صوبوں کی فوجی جمعیت (می لیشیا)

بعض صوبوں میں (جیسے ری تیہ، اکیا دوسیہ وغیرہ) اکثر خطرے کے وقت وہاں کے مقامی لوگ بھرتی کر لئے جاتے تھے (ان میں اور باقاعدہ کوکی افواج میں فرق ملحوظ رکھنا چاہیئے) بلکہ معلوم ہوتا ہے ناراکون سیس میں ان مقامی سپاہیوں کی ایک باقاعدہ جمعیت مرتب کی گئی تھی کیونکہ وہاں ہم ایک عہدہ دار کو جسے "پرفکتوس اوری ماری تیمی" کہتے تھے، فوج کے دو دستوں کا سردار پاتے ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ بعض صورتوں میں کسی کسی شہر میں بھی خاص خاص ضرورتوں کے واسطے ایک فوجی جمعیت شہر میں رکھی جاتی ہو۔

ہ ۔ فوج خاصہ کے جرمن سپاہی

واروس کی شکست سے ۹ء میں جو اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اس کی بنا پر اغسطس نے جرمن سپاہیان خاصہ کو جنھیں اکشیئم کی جنگ کے زمانے سے اس نے نوکر رکھا تھا، برطرف کر دیا۔ لیکن تی بریوس، گایوس اور نِرو کے حالات میں ہم پھر ایک جرمن سپاہ خاصہ کا نام پڑھتے ہیں۔ نِرو کے جرمن سپاہیوں کو گالبا نے علیحدہ کیا اور

پھر ابتدائی بادشاہوں کے زمانے میں ان کی جمعیت مرتب نہ ہوئی، قانونی طور پر ان جرمن سپاہیوں کی حیثیت غلاموں کی سی تھی اور انھی کی مثل ان کی جماعت بندی کی جاتی اور وہ "دگوریائی" یعنی دس دس کے گروہوں میں منقسم ہوتے تھے۔

و ۔ "اووکاتی اوگستی"

اس گروہ کا اس قدر کم حال سننے میں آتا ہے کہ ہم نے اس کا متن کتاب میں تذکرہ کرنا غیر ضروری سمجھا۔ یہ ایک فوجی دستہ تھا جسے اغسطس نے مرتب کیا اور فوجی محکمے کا ایک مستقل شعبہ بنا دیا حالانکہ جمہوریت کے زمانے کے "اووکاتی" محض ہنگامی ضرورتوں کے واسطے فی الوقت جمع کر لئے جاتے تھے۔ اس دستے میں وہی سپاہی بھرتی کئے جاتے جو اپنی میعاد ملازمت پوری کر چکے ہوں۔ اور ان سے جو خاص خدمت لی جاتی وہ بھی فوجی کی بجائے ایک حد تک دیوانی ملازمت کی نوعیت رکھتی تھی۔ کیونکہ یہ لوگ فوج کے متعلق عمارات وغیرہ بنانے کے کام پر لگا دئے جاتے تھے۔

باب ششم

عہد اغسطس میں صوبوں کا نظم ونسق۔ مغربی صوبے

ذیلی عنوانات :- (۱) متحدہ ریاستوں اور صوبوں کا فرق - خراج - صوبوں کے شہروں کی مقامی حکومت (۲) شاہی اور مجلسی صوبے - (۳) پرو قنصل اور پروپری تورقنصلی اور پری توری صوبے - "لا تگاتی" - "پروکیوراتور" بادشاہ کی "ایمی ریوم باجوس" (۴) اغسطس کا صوبوں میں جانا - (۵) غالیہ اور اس کے چار صوبے - ناربونن سیس، اکوئی تانیہ - لگو دونن سیس - اور بلجیکہ - رومہ اور اغسطس کے نام کا مندر، لگو دونم - لگو دونم کی اہمیت - برطانیہ (۶) ہسپانیہ اور اس کے صوبے - بی تیکہ - تاراکونن سیس اور لوسی تانیہ - کان تابریہ - اور استوریا کی جنگ - (۷) افریقہ - موتانیہ کی بادشاہی (۸) ساری دی نیہ اور کورسیکہ (۹) صقالیہ - (۱۰) ریتیہ - نوری کم اور اضلاع ایلپس - ریتی اور دین ڈیلسی قوم کو دروسوس وتی بریوس کا محکوم بنانا - سلاسی کی تسخیر اور ایلپس کی شورش کا انسداد (۱۱) دلیشیہ اور پانونیہ - دلیشیہ اور تھریس - تھریس کی بغاوتیں - (۱۲) مسئلۂ جرمانیہ اور سرحدوں کی حفاظت

فصل اول - صوبوں کی عام تنظیم

(۱) جس وقت اغسطس نے بادشاہی حکومت کی بنیاد ڈالی اس وقت رومی علاقہ بحر اوقیانوس سے دریائے فرات تک، اور بحر شمال سے حبشہ کی سرحدوں تک پھیلا ہوا تھا۔ مگر اس وسیع سلطنت میں جو ممالک شامل تھے ان سب کی سیاسی حیثیت یکساں نہ تھی۔ سلطنت کی اصل اور ملکہ شہر رومہ تھا اور وہ سب سے الگ ایک خاص مرتبہ رکھتا تھا۔ اسے ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی اور سب ممالک کی نظریں اسی جانب لگی رہتی تھیں۔ اس کے بعد بہت سے امتیازی حقوق میں رومہ کا شریک اطالیہ کا ملک تھا۔ اس

ء۸۹ ق م سے ایلپس سے آبنائے مسانا تک اطالیہ کی تمام بستیوں کو رومہ کے پورے

اندرونی دائرے کے بعد وہ ممالک اور قومیں تھیں جن کی حکومت براہ راست اور بلا شرکت اہل رومہ کے ہاتھ میں تھی۔ اس حلقے کے بھی باہر وہ ملک اور بستیاں تھیں In Dicione جو اگرچہ درحقیقت رومہ کی محکوم تھیں تاہم ان کی ظاہری آزادی باقی تھی۔ اور وہ متحدہ یا حلیف ریاستوں کے نام سے موسوم ہوتی تھیں۔ پھر ان سب حلقوں میں طریق انتظام اور اُن حدود کے اعتبار سے جو اُن کی مقامی آزادی کے متعلق عائد کی گئی تھیں، مختلف جزئی تقسیمیں تھیں۔ اس طرح رومی سلطنت کے محکوم علاقے رومہ کے ساتھ سیاسی تعلقات میں بھی اسی قدر فرق و اختلاف باہمی رکھتے تھے، جس قدر کہ باہم نسل و زبان کے لحاظ سے مختلف تھے۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ "امپریوم روما نوم" کا صحیح لفظی مفہوم اس قدر وسیع نہیں ہے جس قدر کہ ہم اس کے جدید مُرادف "سلطنت رومہ" سے مُراد لیتے ہیں۔ کیونکہ اس لفظ کے مفہوم میں ہم نے نہ صرف صوبے بلکہ وہ آزاد ریاستیں بھی داخل کر لی ہیں جو قانونی طور پر رومہ کی صرف حلیف یا تابع تھیں۔ قانوناً یہ حلیف ریاستیں سلطنت رومہ کی حدود (Fines) میں داخل نہ تھیں اگرچہ اس میں شک نہیں کہ ان کے ساتھ جو معاہدے یا محالفے (Faedus) کئے جاتے تھے ان کا اصلی مدعا یہ ہوتا تھا کہ وہ ریاستیں رومہ کی سیادت کو تسلیم کرتی ہیں اور اُن کی خودمختاری کا آیندہ قائم رہنا صرف رومہ کی خوشی پر منحصر ہے۔ لاطینی زبان میں ایسا جامع کوئی لفظ نہ تھا جس کے معنی میں دونوں قسم کے علاقے، جن پر بلا واسطہ اور بالواسطہ حکومت کی جاتی ہو، شامل ہوں۔ فی الجملہ ایک لفظ "اوربیس ترارم" جو اکثر "سلطنت" کے مرادف معلوم ہوتا ہے، غالباً مذکورہ بالا مفہوم کو ایک حد تک ادا کرتا ہے۔ اس کے لفظی معنی "دُنیا" کے ہیں۔ اور اس اعتبار سے کہ رومی قانون میں تمام سرزمین جو نہ رومہ کی ملک ہو اور نہ کسی ایسے شخص کی جس کے حقوق ملکیت رومہ نے تسلیم کئے ہوں، دنیا سے خارج یا لاوارث سمجھی جاتی تھی "دنیا" کے لفظ سے خاصی طرح رومی سلطنت کا مفہوم نکل آتا ہے۔

خودمختار و غیر خودمختار علاقوں میں فرق کی سب سے نمایاں علامت یہ تھی کہ خودمختار علاقے کے باشندے اپنے محاصل خود وصول کرتے تھے اور غیر مختار علاقوں پر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶۔ شہری یا ملکی حقوق مل گئے تھے۔ پھر سنہ ۴۲ق م میں قانون "رُوس کیبہ" کی رو سے ملک اطالیہ کو ایپس تک وسیع کر دیا گیا۔

محصول روما کی طرف سے عائد کیا جاتا تھا۔ دوسرے ان غیر خود مختار صوبوں کی ساری زمین روما کی ملکیت مانی جاتی تھی حالانکہ خود مختار علاقوں کی زمین رومی نہ تھی۔ ابتدا میں جب اہل روما نے اول ہی اول بعض بیرونی علاقے فتح کئے، تو ان کی زمینوں کو اپنی ملک بنا لیا لیکن یہ ایک اصولی غلطی تھی جس کی بعد میں اس وقت اصلاح کر دی گئی جبکہ **سی گراکوس** نے ایشیا کا نظم ونسق درست کیا۔ چنانچہ آیندہ تمام صوبوں کی زمین اہل روما کی ملک سمجھی جانے لگی کہ وہ چاہیں تو ایک مقررہ مالگزاری پر زمین کے پرانے قابضوں ہی کو از سر نو زمین کرایہ پر دے دیں اور اکثر مقامات پر یہی عملدرآمد ہوا۔ لیکن اصول یہی قرار پا گیا کہ اگر زمین انھی لوگوں کے پاس رہے جو رومی فتح سے قبل خود ان کے مالک یا وارث تھے تو بھی آیندہ وہ صرف کاشتکار یا مالگزار سمجھے جائیں، انھیں جو مالگزاری ادا کرنی پڑتی وہ "اِتری بیوتوم" (خراج" یا "استی پن دیوم"[1] (یعنی تاوان) کہلاتی تھی (۲) اغسطس کے زمانے میں صوبوں کی اکثر بستیاں "تاوان گزار" Civitates Stipendiariœ تھیں۔ ان کی رعایا کی قانونی حیثیت "اغیار مفتوحہ" Peregrini Deditícu کی تھی لیکن وہ اس نام سے موسوم نہ ہوتی تھیں۔ انتظامی طور پر وہ اسی صوبہ دار کے ماتحت ہوتی تھیں جس کے صوبے میں واقع ہوں،

(ب) تمام صوبوں میں ایسی بے شمار آبادیاں موجود تھیں جن کے باشندے روما کے پورے ملکی حقوق رکھتے تھے۔ اور ان کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ لیکن انفرادی حقوق میں خاص اطالیہ کے شہروں کے مساوی ہونے کے باوجود دو باتوں میں وہ بہت نقصان میں تھے۔ ایک تو یہ کہ انھیں خراج ادا کرنا پڑتا تھا اور اس عجیب بے قاعدگی کا سبب یہ تھا کہ صوبے کی زمین کی ملکیت کسی طرح اپنے قانونی مالکوں (یعنی اہل روما) کے

[1] اصولاً "استی پن دیوم" صرف شکست خوردہ ریاستوں سے خرچۂ جنگ کے طریق پر وصول کیا جاتا تھا اور اس لئے وہ محض ایک ہنگامی تاوان تھا۔ لیکن جب کسی مغلوب ریاست کی قوت اتنی کمزور ہو جاتی کہ وہ عرصے تک روما کے زیر دست رہتی تو اُس وقت ہنگامی تاوان کی بھی ایک باقاعدہ محصول کی صورت ہو جاتی اور اس کو اسی نام (تاوان) سے موسوم کرتے۔ اس کے بعد یہی محصول مستقل "زر زمین" (وِک تی گال) یا "خراج" کی شکل اختیار کر لیتا ہاں ہمہ اس کو اسی طرح "استی پن دیوم" (تاوان) کہتے رہتے تھے!

پاس سے منتقل ہو سکتی تھی اور سمندر کے پار ہر قطعۂ اراضی جو رومیوں کی مشترکہ ملکیت Ager Publicus بن گیا ہو کسی شخص کی خواہ اسے روما کے پورے شہری و ملکی حقوق Poponli Romani حاصل ہوں "ذاتی ملکیت بیرونی Ager Privatus ex iure Quiritium" نہ بن سکتا تھا۔ یہ الفاظ دیگر صوبہ ناربور کا ایک باشندہ اگرچہ وہ روما کا ملکی باشندہ تھا اس صوبے کی زمین میں ذاتی ملکیت حاصل نہ کر سکتا بلکہ محض اہل روما کے کاشتکار کی حیثیت سے زمین پر دخیل ہوتا اور اس لئے لازمی طور پر اس کی سالانہ مالگزاری ادا کرتا تھا۔ البتہ بعض بعض بستیوں کے ساتھ اس معاملے میں رعایت خاص کر دی جاتی تھی اور اغسطس ہی کے زمانے سے بعض بستیاں اس قاعدے سے مستثنیٰ ہو گئی تھیں۔ اس رعایت خاص کی دو شکلیں تھیں۔ یا تو یہ کہ اس بستی کے لوگوں کی مالگزاری معاف کر دی جاتی اور یا نہیں "جس اطالی کوم" کا حق عطا ہو جاتا۔ یہی دوسری صورت زیادہ عام تھی اور اس حق کی رو سے اس بستی کی زمین کو اطالیہ خاص کی زمین کی حیثیت حاصل ہو جاتی اور اس میں ذاتی ملکیت رکھنا جائز ہو جاتا تھا۔ صوبوں کے وہ شہر یا قریے جو "جس اطالی کوم" سے سرفراز ہوتے ان میں اس امتیاز کو ظاہر کرنے کے واسطے سلنوس دیوتا کی ایک برہنہ مورت اس شان سے کہ کاندھے پر شراب کی چھاگل پڑی ہے، نصب کر دی جاتی تھی اور اس شکل میں اسے مارسیاس کے نام سے موسوم کرتے۔ یہ اصل میں اس مارسیاس کی نقل تھی جس کی صورت روما کے چوک میں نصب تھی اور اس شہر کے صدر مقام ہونے کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ مالگزاری کے علاوہ صوبے کی بستیاں روما کے ملکی حقوق رکھنے کے باوجود رومی صوبہ دار کے ماتحت ہوتی تھیں اور وہ ان کے معاملات میں اسی طرح مداخلت کا حق رکھتا تھا جس طرح غیر قوم کی مفتوحہ بستیوں میں۔

واضح رہے کہ صوبوں کی یہ سب بستیاں یا تو "کولونیا" ہوتیں اور یا "میونی سپیا" اطالیہ کی تاریخ میں اس لفظ "میونی سپیوم" کے معنی رفتہ رفتہ بدل گئے تھے۔ اول اول تو یہ ایسے قریے یا بستی کے واسطے استعمال ہوتا رہا جس کو "جس لاطینیوم" اور نیز "سی وی تاس سین سفراجیو" کے حقوق حاصل ہوں۔ گویا ان شہروں کے مقابلے میں جن کو روما کے پورے ملکی حقوق حاصل تھے، فرق ظاہر کرنے کے واسطے "میونی سپیوم" کی اصطلاح استعمال کی جاتی تھی۔ لیکن جس وقت "سین سفراجیو" کے علاقوں کو سیاسی

حقوق اور رومی ریاستوں کو پورے ملکی حقوق مل گئے تھے گو اطالیہ میں کوئی قریہ اصلی معنی میں "میونی سی پیوم" نہیں رہا۔ بایں ہمہ اس لفظ کو ان لاطینی یا حلیف ریاستوں کے واسطے جو پہلے "میونی سی پیوم" کہلاتی تھیں، برابر استعمال کرتے رہے۔ اور اسی طرح اطالیہ کے باہر ان شہروں پر تو یہ لفظ اطلاق پاتا ہی رہا جو "جس لاطینوم" رکھتے تھے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ابتدا میں "میونی سی پیوم" اور "کولونیا" متباین الفاظ نہ تھے لیکن ان میں باہم ایک قسم کی رقابت ضرور پیدا ہو گئی تھی اور جب "میونی سی پیوم" کے معنی میں تغیر ہوا تو اس رقابت میں اور شدت پیدا ہو گئی۔ اور آخر میں "میونی سی پیوم" صرف اُن شہروں یا قریوں کو کہنے لگے جو روما کے ملکی حقوق ملنے سے پہلے بھی آزاد تھے خواہ ان حقوق کے ساتھ وہ "کولونیا" رہے یا نہ رہے، برخلاف اس کے "کولونیا" بالعموم انھی آبادیوں کو کہتے تھے جن کو اوّل اوّل اہل روما ہی نے آباد کیا اور وہ پہلے موجود نہ تھیں، اس طرح لفظ "میونی سپی یوم" میں گذشتہ خود مختاری کا اشارہ نکلتا ہے۔

(ج) رومی نوآبادیوں کے علاوہ، بیرونی صوبوں میں، لاطینی آبادیاں بھی تھیں ان کے لاطینی حقوق کی دو قسمیں تھیں۔ ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ اور قدیم لاطینی آبادیوں کو (جس لاطینوم یا) اعلیٰ قسم کے حقوق حاصل تھے۔ ادنیٰ قسم کے حقوق والی "جس اری می نوم" سے منسوب کی جاتی تھیں[1]۔ اور یہی وہ حقوق تھے جو صوبے کی غیر لاطینی اقوام کو بھی مل سکتے تھے۔ جب **عمرانی جنگ** (سوشل وار) کے بعد تمام اطالیہ کو روما کے مخصوص حقوق ملے تو "جس لاطینوم" والی اعلیٰ قسم مفقود ہو گئی اور پھر اس کا احیا نہ ہوا۔ اور ادنیٰ قسم کی بستیاں صرف اطالیہ کے باہر باقی رہیں۔ ان میں بھی لاطینی اور غیر قوم کی بستیوں میں ایک خاص امتیاز یہ تھا کہ لاطینی بستی کا کوئی فرد جو اپنی ہی بستی میں "حاکم" مقرر کیا گیا ہو روما کے پورے ملکی حقوق کا مستحق ہو جاتا تھا۔ لاطینی بستیاں اپنے معاملات میں خود مختار ہوتی تھیں اور ان پر صوبہ دار کی نگرانی نہ تھی لیکن اہل روما کی نوآبادیوں کی مثل ان بستی کے لوگوں کو بھی زمین کا خراج ادا کرنا پڑتا تھا کیونکہ زمین، اہل روما کی ملکیت تھی، بجز اُن بستیوں کی زمین کے جنھیں "جس لاطینوم" کے ساتھ "جس اطالی کوم" کے

[1] "عمرانی جنگ" سے قبل جو بارہ لاطینی شہر، رومی نوآبادیاں بنے ان میں اری می نم سب سے پہلا تھا۔

استثنائی حقوق بھی حاصل ہوں،

(د) رومی صوبوں کے باہر اُن آزاد حلیفوں کے آزاد علاقے تھے جو رسمی طور پر خود مختار لیکن حقیقتہً رومہ کے محکوم تھے۔ انھیں "سی وی تات لی بری" کہتے اور ان میں ایسی واحد ریاستیں جیسے جمہوریہ اثینہ (ایتھنز) اور نیز متعدد شہروں کے ایسے مجموعے جیسے لی سیہ، دونوں شامل تھے۔ قانونی طور پر ان کی دو قسمیں تھیں:۔ اول "سی وی تات لی بری دفی دریتی" یا محض "فی دریتی" دوم۔ "سی وی تات" "اسین فی دری) لی بری (وراہیّونی ۱۱ان میں قسم اول کی ریاستیں بذریعہ "فیدوس" رومہ سے وابستہ تھیں جس میں ان کی دوامی آزادی برقرار رکھنے کا عہد وپیمان ہوتا تھا۔ قسم دوم کی ریاستوں کے ساتھ اس قسم کا کوئی معاہدہ نہ ہوتا تھا اور ان کی آزادی جس قانون پر مبنی تھی اسے کسی وقت میں بھی منسوخ کیا جاسکتا تھا۔ اس فرق کے سوا دیگر معاملات میں دونوں قسم کی ریاستوں کا حال یکساں تھا۔ اُن کے اختیارات کو اس طرح محدود کیا گیا تھا کہ خود ان آزاد ریاستوں کو اس قسم کے زیر دست حلیف بنانے کی اجازت نہ تھی جیسی کہ وہ خود رومہ کی حلیف تھیں۔ وہ از خود اعلان جنگ کرنے کی مجاز نہ تھیں۔ لیکن رومہ جو اعلان جنگ یا معاہدۂ صلح کرے، بغیر اس کے کہ ان ریاستوں سے کوئی رائے یا رضامندی محض رسمی طریق پر بھی حاصل کی جائے، یہ معاہدے ان ریاستوں میں بھی واجب العمل ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے بعض آزاد ریاستوں کو (جیسے ایتھنز، اسپارٹہ اور مسیلیہ) خاص معاہدے کے ذریعے امدادی فوج کی فراہمی سے جمہوری اور شاہی دونوں زمانوں میں معاف کر دیا گیا تھا۔ لیکن باقی سب بروئے معاہدہ اس قسم کی خدمت انجام دینے کی پابند تھیں۔ مثلاً اہل رودس کو ہر سال مقررہ تعداد میں رومی بیڑے کے واسطے جہاز دینے پڑتے تھے۔ قرینہ کہتا ہے کہ زمانۂ صدارت میں جو ریاستیں حلیف بنائی گئیں یا جنھیں لاطینی حقوق ملے، وہ جبری بھرتی کے قانون کی بھی پابند تھیں، اصولاً چونکہ ان آزاد ریاستوں کی زمین اہل رومہ کی ملکیت نہ تھی، لہذا انھیں کوئی مالگزاری ادا کرنی نہ پڑتی تھی لیکن اس قاعدے میں استثنا کر دیا جاتا اور بعض آزاد شہر مثلاً بائی زنتیم، صدارت کے زمانے میں ایک سالانہ خراج ادا کرتے تھے؛

(ہ) تابع حکومتوں کی حالت بعض معاملات میں تو آزاد ریاستوں کی سی تھی

اور بعض باتوں میں کسی قدر مختلف۔ دونوں قسم کی حکومتیں روما کی حلیف لیکن رومی صوبہ داروں کی ماتحتی سے آزاد ہوتی تھیں۔ دونوں قسم کی حکومتیں جو اندرونی معاملات میں آزاد تھیں، خواہ اُن میں جمہوری حکومت ہو خواہ بادشاہی، اہل روما کی "سوشیوس" (یعنی رفیق) کہلاتی تھیں اور ان کا علاقہ سلطنت روما کی حدود سے باہر سمجھا جاتا تھا۔ مگر جمہوری ریاستوں میں تو اہل روما وہاں کی قوم کے ساتھ ایک مستقل معاہدۂ اتحاد کرتے تھے لیکن بادشاہی ریاستوں میں ان کا معاہدہ صرف ذاتی طور پر بادشاہ کے ساتھ ہوتا اور بادشاہ کی وفات کے ساتھ ہی اس معاہدے کا بھی خاتمہ ہو جاتا تھا۔ اس طرح روما کو اختیار تھا کہ اگر اس کا کوئی تابع بادشاہ فوت ہو جائے تو خواہ وہ اس کے جانشین کے ساتھ اتحاد کی تجدید کرے اور خواہ کوئی عہد شکنی کئے بغیر، اس ریاست کو اپنا ماتحت صوبہ بنا لے۔ چنانچہ صدارت کے زمانے میں یہی طریق عمل اختیار کیا گیا جس کی بدولت تابع ریاستیں رفتہ رفتہ معدوم ہو گئیں اور اسی نسبت سے رومی صوبوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ باقی ان تابع بادشاہوں کو خراج کی مقررہ رقم تو جمہوریت کے زمانے ہی میں ہر سال ادا کرنی پڑتی تھی۔

(۹) مصر کے معاملے میں اغسطس نے جو طریق عمل اختیار کیا وہ بالکل نیا تھا اور محکوم علاقوں کے نظم و نسق میں اب تک اہل روما نے یہ طرز اختیار نہ کیا تھا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں (باب اول عنوان ۳) اور نیز آگے آتا ہے (باب ہفتم) یہ گویا ایک قسم کا "شخصی تعلق" تھا جس نے مصر کو سلطنت روما کے ساتھ وابستہ کر دیا جس طرح کچھ روز پہلے تک لکسمبرگ کا ملک ہالینڈ سے تعلق رکھتا تھا۔ یعنی رومی سلطنت کا حاکم ہی مصر کا بھی حاکم تھا۔ اور گو اس نے اپنے آپ کو مصر کا بادشاہ نہیں کہوایا اسی طرح جس طرح روما کا بادشاہ نہ کہوایا تھا، لیکن عملاً وہی شاہان بطالمہ کا وارث تھا۔ اور اسی اصول پر کچھ عرصے بعد نوری کم اور جوڈیہ (یہودیہ) وغیرہ ان بادشاہی ریاستوں میں عمل ہوا جو روما کی تابع تھیں اور پھر براہ راست سلطنت میں شامل کر لی گئیں۔ اس نئی قسم کے صوبوں پر اعیان کی بجائے نیابت صوبہ دار مقرر ہوتے تھے انھیں شحنہ یا مہتمم کا لقب دیا جاتا اور وہ خاص بادشاہ کے نائب سمجھے جاتے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس طرز کی حکومت صرف اس وقت بروئے کار آسکتی تھی جب کہ جمہوریت کی بجائے شخصی بادشاہی قائم ہو گئی ہو اور تمام قوم کی طرف سے شخص واحد فرماں روا ہو گئے۔

(ز) محکوم علاقوں میں رومہ کے مختلف انتظامات کا یہ بیان مکمل نہ ہوگا اگر یہاں ان مقامات کا ذکر نہ کیا جائے جو "بلاد مفوضہ" کہلاتے تھے۔ یہ ان غیر مشہور آبادیوں یا بستیوں کا اصطلاحی نام تھا جو بذات خود نہ کوئی ریاست تھے نہ قبیلے (یا گی) بلکہ کسی ہمسایہ شہر کے ماتحت ہوتے یا "تفویض" کر دئے جاتے تھے۔ حلیف شہروں میں سے صرف وہ شہر جہاں کے باشندوں کو پورے ملکی یا "جس لاطینوم" کے حقوق حاصل ہوں یہ اہلیت رکھتے تھے کہ مذکورہ بالا قسم کے مقامات ان کو تفویض کر دئے جائیں۔ اس اصول پر عملدرآمد زیادہ تر کوہستان الپس کے اضلاع میں ہوتا تھا جہاں کے چھوٹے چھوٹے پہاڑی قبیلے تر جستہ یا برکسیہ جیسے شہروں کے تفویض کر دیے گئے تھے۔ ان مفوضہ مقامات کے باشندے اکثر "جس لاطینوم" کے حقوق بھی رکھتے تھے اور چونکہ خود ان میں حاکم مقرر نہ ہوتے تھے، لہذا انھیں اجازت تھی کہ ان ریاستوں یا شہروں میں جن کے تفویض کئے گئے ہوں، اعلیٰ عہدے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس ذریعے سے وہ رومہ کے پورے ملکی حقوق حاصل کر سکتے تھے۔

اس جگہ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ رومہ کے ماتحت علاقوں میں سے بعض تو اپنے اندرونی معاملات میں آزاد تھے اور ایک وہ (صوبے) تھے جو آزاد نہ تھے لیکن ان غیر آزاد علاقوں کو بھی بلدی یا مقامی (میونسپل) اختیارات حاصل تھے، اور اطالیہ کی طرح وہاں بھی بلدی حکومت کے اصول پر انتظام کیا گیا تھا۔ جہاں کہیں اس قسم کا شہری انتظام پہلے سے زیر عمل تھا، وہاں تو رومی فتحمندوں نے خوشی سے مقامی آئین برقرار رہنے دئے اور اہل شہر کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے مقامی معاملات اسی طرح انجام دیتے رہیں، جیسے فتح سے پہلے کرتے تھے۔ البتہ اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ "حکومت اشراف" کے اصول پر معاملات کی باگ سربرآوردہ اور خاندانی لوگوں کے ہاتھ میں رہے۔ یہی نہیں بلکہ جن صوبوں میں اس قسم کی بلدی حکومت کا طریقہ نہ تھا وہاں خود اہل رومہ نے اسے رواج دیا اور اطالیہ کے نمونے پر نئے شہر بنا کر اپنے نظم ونسق کی بنا ہی بلدی حکومت کو قرار دیا۔ چنانچہ صوبے کی آبادیوں میں محاصل وصول کرنے کا کام مقامی عہدہ داروں کے سپرد تھا جو روپیہ وصول کر کے رومی عمال متعلقہ کے حوالے کر دیتے تھے۔ اور ہر بستی یا گروہ کے نائب سال میں ایک مرتبہ

صوبے کی عام مجلس (کون سی لیوم) میں جمع ہوتے تھے، عدالتی معاملات کے واسطے آبادیوں کو مختلف اضلاع میں تقسیم کر دیا تھا اور ان مرکزوں میں صوبہ دار داد رسی کی خدمت انجام دیتا تھا۔ یہ اضلاع رومی اصطلاح میں "کوف دِن توس" کہلاتے تھے۔

اوپر کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ علاقے بھی جو براہ راست روما کے محکوم و باج گزار تھے ایک حد تک حکومت خود اختیاری سے بہرہ مند تھے اور انھیں آزاد و حلیف ریاستوں سے کسی قدر کم درجے کی اور محدود خود اختیاری حاصل تھی۔ رومی صوبہ دار شہروں کے اندرونی معاملات میں جن کا صرف اہل شہر سے تعلق ہو اور جن کا عام ملکی معاملات پر اثر نہ پڑتا ہو، مداخلت نہ کرتے تھے۔ اور معلوم ہوتا ہے وہ غیر آزاد بستیاں جن کی مالگزاری معاف ہو جاتی تھی قریب قریب آزاد بستیوں کے مساوی درجہ پا لیتی تھیں بالکل ایسی برائے نام آزاد ریاستیں جن پر خراج عائد کر دیا جاتا تھا، قریب قریب غیر آزاد علاقے جیسی ہو جاتی تھیں،

اسی سلسلہ میں اغسطس اور اس کے جانشینوں کی حکمت عملی میں ایک اور میلان بھی قابل ذکر ہے جو بادشاہی دور کی نمایاں خصوصیت رہا۔ وہ یہ کہ جمہوریت کے آخری زمانے میں روما اور اس کے مقبوضات کے درمیان سیاسی تعلقات میں جو اختلاف تھا وہ بتدریج رفع کر دیا گیا۔ اس اختلاف میں سب سے اوّل تو اطالیہ خاص اور دوسرے صوبوں کا باہمی فرق تھا اور ثانیاً خود صوبوں کی حیثیت یکساں نہ تھی۔ اب یہ سب فرق اور باہمی امتیازات رفتہ رفتہ دُور ہونے لگے حتیٰ کہ پوری سلطنت کی حالت یکساں ہو گئی اور اس بات کا سُراغ ملتا ہے کہ یہ عمل صدارت کے ابتدائی زمانے ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بیرونی صوبوں کے ساتھ نئی نئی رعایتیں کی جا رہی ہیں اور اطالیہ خاص کے امتیازات گھٹا کر اُسے صوبوں کے درجے تک نیچے لایا جا رہا ہے۔ لیکن اس میں پھر بہ نسبت ایک دوسرے عمل کے زیادہ دیر لگی اور وہ یہ تھا کہ خود بیرونی صوبوں کے مدارج میں مساوات و یکسانی پیدا کر دی گئی۔ اس کا آغاز اغسطس ہی کے زمانے سے ہوا جس نے اسی مدعا کے لئے چند طریقے اختیار کئے: یعنی (۱) اول تو آزاد و حلیف ریاستوں کی خود مختاری کو محدود کر دیا۔ (۲) غیر آزاد اور براہِ راست محکوم ریاستوں یا شہروں کی مقامی خود مختاری میں اضافہ ہوا۔ (۳) روما کے ملکی حقوق بہ کثرت باہر کے لوگوں کو دیے گئے۔ اور (۴) ایسی باج گزار ریاستوں کا

جہاں شخصی حکومت تھی، رومہ کے مقبوضات میں الحاق کر لیا گیا، مگر غالباً ان سب سے بڑھکر اغسطس کا وہ کام جس نے اس مساوات کو سب سے زیادہ تقویت پہنچائی اس کی وہ فوجی تنظیم تھی جس کا حال ہم گذشتہ باب میں بیان کر چکے ہیں۔ فوجی جیوش میں پہلے صرف رومی شہری یا وہ لوگ جو رومہ کے پورے ملکی حقوق رکھتے ہوں، بھرتی ہو سکتے تھے۔ اور صوبوں کے لوگ اگرچہ ضرورت کے وقت مدد کے لئے طلب کئے جا سکتے تھے لیکن عام فوجی خدمت سے مستثنیٰ رکھے گئے تھے۔ اب اغسطس نے سلطنت کے تمام باشندوں کو خواہ وہ رومی ہوں یا نہ ہوں اور اطالیہ کے ہوں یا بیرونی صوبوں کے، باقاعدہ جنگی خدمت کا اہل قرار دیا۔ اور رومی جیوش کے سپاہی صرف اطالیہ بلکہ سلطنت کے تمام شہروں سے بھرتی کئے جانے لگے خواہ وہ رومی ہوں یا لاطینی یا "پرگ رینی" (یعنی بالکل غیر)۔ اور اسی کے ساتھ یہ قاعدہ بنا دیا گیا کہ ہر جوان کو جو بھرتی کیا جائے، جیش میں داخل ہوتے ہی رومہ کے "ملکی" حقوق حاصل ہو جائیں گے۔ ان محکوم اقوام یا دیہات سے جنھوں نے باقاعدہ شہروں کی صورت اختیار نہیں کی تھی، کوئی فوج بھرتی کی جاتی تھی اور کوئی رومی (ملکی) اس فوج میں داخل نہ ہوتا تھا۔ بہ الفاظ دیگر ان اقوام کی حیثیت اب قریب قریب وہی ہو گئی جو کسی زمانے میں رومی شہریوں کے مقابلے میں خود اطالیہ کی قوموں کی تھی۔ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جیوش کی نئی تنظیم، رومہ کے ملکیوں کی تعداد میں اضافہ اور صوبوں کی وقعت و عزت افزائی سب مساوات و یکسانی کے اسباب تھے۔

(۲) یہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ دیگر معاملات کی طرح صوبوں کے انتظام میں بھی اغسطس نے مجلس اعیان اور بادشاہ کے علاقے علیحدہ علیحدہ تقسیم کر دئے تھے۔ چنانچہ آیندہ سے وہ "مجلسی" اور "بادشاہی" صوبے کہلانے لگے۔ جو صوبے مجلس کے حصے میں آئے وہ زیادہ تر ایسے تھے جہاں امن و انتظام بخوبی قائم ہو چکا تھا اور جن میں ہر وقت جنگی فوج کی ضرورت پیش آنے کی توقع نہ تھی۔ لیکن وہ صوبے جن میں فتنہ و فساد کا اندیشہ اور امپرطور اور اس کے سپاہیوں کی بار بار مداخلت کی ضرورت نظر آتی تھی، خود اغسطس نے اپنی تحویل میں لئے۔ اس تقسیم کی رو سے سنہ ۲۷ ق م میں اغسطس کو جو "صوبہ" بہ حیثیت پروقونصل تفویض ہوا، اس میں شام، غالیہ اور شمال مغربی ہسپانیہ (یا تاراکونین ہسپین

کے صوبے داخل تھے۔ ملک شام سے مشرقی سرحدوں کی حفاظت کا کام متعلق تھا۔ غالیہ کو (جو اس وقت تک غیر منقسم واحد صوبہ تھا) رہائن پار کے جرمنوں سے بچانے کی فکر درپیش تھی اور شمالی ہسپانیہ کی بدولت جنگ کنتابریہ کا انتظام اغسطس کے ذمے ہو گیا تھا صقالیہ، افریقہ، کریت، سیرنہ، ایشیا، بتھی نیہ، الی ری کم، مقدونیہ، اکائیہ، سارڈی نیہ، اور جنوبی ہسپانیہ (یا بتیکہ) کے صوبے مجلس اعیان کے پاس چھوڑ دیے گئے تھے۔ اس تقسیم میں یہ لحاظ رکھنے کی کوشش کی گئی تھی کہ شاہی مقبوضات (جن میں مصر بھی اگرچہ "صوبہ" نہ تھا لیکن بطور شاہی ملکیت کے شامل تھا) اور مجلسی صوبوں میں باہم توازن رہے۔ لیکن تھوڑے ہی دن میں بادشاہی علاقے کا پلڑا جھکنے لگا اور زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ تعداد و وقعت دونوں کے اعتبار سے بادشاہی صوبے مجلسی صوبوں سے بڑھ گئے نئے علاقے بھی جو آیندہ سلطنت میں شامل ہوئے بادشاہی صوبوں میں داخل کر دیے گئے۔

۲۷ ق م کی مذکورہ بالا تقسیم کے بعد، اغسطس ہی کے زمانے میں بعض رد و بدل ہوئے لیکن علیحدہ علیحدہ ہر صوبے کے حالات لکھنے سے قبل اس عام فرق کو بیان کرنا ضروری ہے جو بادشاہی اور مجلسی صوبوں کے نظم و نسق میں پایا جاتا تھا۔

(۳) ابتدا میں رومی صوبوں کی حکومت پری توروں کے سپرد ہوتی تھی لیکن سلا نے یہ نیا انتظام کیا کہ پری توری اور قنصلی عہدہ کے زمانے میں صوبہ دار نہ بنائے جائیں بلکہ یہ خدمت ایسے لوگوں کو ملے جو پہلے پری تور رہ چکے ہوں اور اس وقت ان کو "پرو پری تور" کے لقب سے یاد کیا جائے۔ اس جدت کا نتیجہ یہ ہوا کہ آیندہ سے صوبہ داری پروقنصلوں اور پروپری توروں کا حصہ ہو گئی۔

بادشاہی کے زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے صوبہ دار جو کسی بالاتر حاکم کے ماتحت نہیں ہیں، پروقنصل کا مرتبہ رکھتے ہیں اور وہ جو ماتحت ہیں، پروپری تور ہیں۔ چنانچہ مجلسی صوبوں کے تمام صوبہ دار پروقنصل تھے کیونکہ وہ کسی بالا دست کے ماتحت نہ تھے برخلاف اس کے بادشاہی صوبوں کے صوبہ دار، بادشاہ کے زیر دست ہونے کی وجہ سے صرف پروپری تور ہوتے تھے کیونکہ ان صوبوں کا "پروقنصل" خود بادشاہ تھا۔

واضح رہے کہ خود صوبے جو "قنصل" اور "پری تور" کے ناموں سے منسوب

ہوتے تھے یہ تفریق بالکل جدا گانہ تھی اور اس کے باعث "پروقنصل صوبہ دار" اور "پروپری تور صوبہ دار" میں خلط ملط نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ صوبہ دار جو "پروپری تور" کہلاتا تھا، پری توری اور قنصل دونوں قسم کے مرتبوں کا شخص ہوسکتا تھا۔ اور اسی طرح ایک پروقنصل کے صوبہ دار کہلانے کے یہ معنی نہ تھے کہ وہ صرف قنصلی مرتبے ہی کا شخص ہو بلکہ پری توری رتبے کا آدمی بھی صوبہ داری پاکر "پروقنصل" کے لقب سے ملقب ہوسکتا تھا، البتہ آگے چل کر مجلسی صوبوں میں اتنی تخصیص کردی گئی تھی کہ صوبۂ ایشیا اور صوبۂ افریقہ میں صرف قنصلی رتبے کے لوگ صوبہ دار مقرر ہوں اور باقی صوبوں میں پری تور۔ لیکن ظاہرا بادشاہی صوبوں میں اس قسم کی کسی شرط کی پابندی نہ کی جاتی تھی، یہ بھی دستور تھا کہ پری توری مرتبے کا صوبہ دار علی العموم ایک جیش سے زیادہ فوج کی سپہ سالاری نہ کرسکتا تھا اور قنصلی مرتبے کے صوبہ دار کی ماتحتی میں زیادہ فوج بھی رہ سکتی تھی۔

پروقنصل، یعنی مجلسی صوبوں کے صوبہ دار، پرانے طریقے کے مطابق قرعہ ڈال کر مقرر کئے جاتے تھے اور ان کی ملازمت کی میعاد صرف ایک سال ہوتی تھی۔ وہ اپنے کام میں "لگاتوس" یا "جیش سالار" اور "کواستور" یا "بخشیوں" سے امداد لیتے تھے۔ مگر یہ فوجی عہدہ داران کے ماتحت نہ ہوتے بلکہ مستقل پروپری توری اختیارات رکھتے تھے۔ قنصلی مرتبے کے صوبہ داروں کے ساتھ بارہ "تبردار" (لکتور) ایک بخشی فوج اور تین جیش سالار رہتے تھے جنھیں وہ خود مقرر کرتا تھا۔ لیکن اگر صوبہ دار پری توری مرتبے کا ہو تو اس کے جلو میں تبرداروں کی تعداد نصف (چھ) اور ایک بخشی اور ایک جیش سالار ہوتا تھا۔

بادشاہی صوبوں کے صوبہ دار "لگاتی اوگستی پروپری تور" کہلاتے تھے، انھیں بادشاہ مقرر کرتا تھا اور انھیں جو اختیارات حاصل ہوتے وہ قانونی طور پر اس کے نائب کی حیثیت سے گویا مستعار ہوتے تھے۔ یہ خدمت صرف قنصلی یا پری توری مرتبے کے لوگوں کو یعنی اعیان کو مل سکتی تھی۔ لیکن مجلسی صوبہ داروں کی مثل ان صوبہ داروں کی میعاد یکسالہ نہ ہوتی بلکہ بادشاہ کی مرضی پر منحصر تھی۔ شاہی صوبوں کے مالی معاملات "پروکیوراتور" (دیوان) انجام دیتے جو بالعموم نائٹ کا مرتبہ رکھتے اور کبھی کبھی موالی بھی ہوتے تھے۔ عدالتی معاملات کے واسطے "لگاتی اوگستی جوری دی سی" بھی مقرر تھے

مگر ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں کہ اس عہدے کا آغاز اغسطس کے زمانے میں ہوا یا نہیں۔
مجلس کو تو شاہی صوبوں کے نظم و نسق میں بجز اس کے کچھ دخل نہ تھا کہ وہاں کے صوبہ دار طبقۂ اعیان ہی کے لوگ ہوتے تھے لیکن بادشاہ صوبہ داروں میں "افضل" Maius ہونے کی بنا پر مجاز تھا کہ ضرورت ہو تو مجلسی صوبوں کے معاملات میں بھی دخل دے۔ اسے مجلسی صوبوں میں فوج بھرتی کرنے، نیز وصول محاصل کی نگرانی کا بھی حق حاصل تھا۔ چنانچہ مثال کے طور پر، افریقہ، جو ایک مجلسی صوبہ تھا، اس کا غلہ مجلس کی بجائے بادشاہ کے پاس بھیجا جاتا تھا۔ مجلسی اور بادشاہی صوبوں کے صوبہ دار فوجی اور دیوانی محکموں کے اعلیٰ حاکم ہوتے تھے لیکن افریقہ کے سوا اور کسی مجلسی صوبے کے پروقنصل کے تحت میں شاذ و نادر ہی کوئی بڑی فوجی جمعیت رہتی تھی۔
اس طرح رومی سلطنت میں صوبہ داروں کے دو علیحدہ گروہ ہوئے تھے۔ یعنی ایک تو مجلس اعیان کے حکام کا گروہ اور ایک وہ جو بادشاہ کی نیابت کرتے تھے۔ اس تفریق کو دیکھکر خیال ہوتا ہے کہ عجب نہیں کہ مجلسی صوبہ داروں کو بادشاہی صوبہ داروں سے حسد ہو جن کی میعاد خدمت زیادہ طویل ہوتی تھی اور جن کے ماتحت فوجی جیوش بھی رہتے تھے۔ لیکن ایک خاص وجہ نے اس اندیشے کو زائل کر دیا تھا اور وہ یہ کہ جیوش کے سپہ سالار اسی جماعت کے افراد سے منتخب کئے جاتے تھے جس سے مجلسی صوبہ دار یا پروقنصل مقرر ہوتے، لہذا کوئی شخص جو ایک سال صوبۂ ایشیا کا پروقنصل رہا ہو بہت ممکن تھا کہ سال آیندہ شام کے (بادشاہی) صوبہ کا سپہ سالار مقرر ہو جائے۔

(۴۳) رومی سلطنت کے صوبوں کا حال بیان کرتے وقت مناسب ہو گا کہ ہم مغرب سے شروع کریں۔ خود اغسطس ۲۷ ق م میں غالیہ ہی کے دورے کو آیا اور وہاں سے ہسپانیہ گیا اور ۲۴ ق م تک اسی مغربی صوبے میں جنگ کن تابریہ کی سپہ سالاری کے فرائض انجام دیتا رہا۔ افریقہ اور ساردی نیہ کے سوا رومی مقبوضات میں کوئی علاقہ ایسا نہیں جہاں اغسطس بذات خود نہ گیا ہو اگرچہ بعض صوبوں میں وہ "اغسطس"

کا لقب ملنے سے پہلے اس وقت گیا جبکہ صرف "سیزر" کہلاتا تھا۔ ہسپانیہ سے واپسی کے دو سال بعد وہ صقالیہ آیا اور وہاں سے مشرق کی جانب روانہ ہوا۔ ساموس، ایشیا اور بتھی نیہ میں کچھ عرصے رہا پھر پارتھیہ کے معاملات درست کئے اور ۱۹ ق م میں روما کو مراجعت کی۔ ۱۶ ق م میں وہ تی بریوس کو ساتھ لے کر دوبارہ غالیہ گیا اور تین سال تک اسی طرف مقیم رہا۔ ۱۰ ق م میں اور چوتھی مرتبہ ۸ ق م میں اس نے پھر غالیہ کا دورہ کیا اور اس کے بعد اطالیہ سے باہر نہیں گیا بلکہ آیندہ صوبوں کا کام اُس نے انھی اشخاص کے سپرد کر دیا جنھیں اُس نے سوچا تھا کہ اپنا جانشین بنائے۔

فصل دوم۔ صوبۂ غالیہ

(۵) اغسطس نے غالیہ کو چار صوبوں میں تقسیم کر دیا:۔
ناربونن سیس، اکوی تانیہ، لگو دونن سیس، اور بلجیکہ
۲۲ ق م میں ناربونن سیس کو اُس نے مجلس کی تحویل میں دے دیا۔ باقی تینوں شاہی سپہ سالاروں کے ماتحت رہے۔

ناربونن سیس کا علاقہ ۱۲۱ ق م میں ہی فتح ہو کر روما کا صوبہ بن گیا تھا۔ لیکن جب جولیس سیزر نے غالیہ کو فتح کیا تو یہ علاقہ بھی اس میں شامل کر دیا گیا اور پھر اب اغسطس نے اسے دوبارہ مستقل صوبہ قرار دیا۔ خانہ جنگی کے زمانے میں اس صوبے کی حیثیت بدل گئی اور وہ محض شہر ناربو کا علاقہ نہ رہا بلکہ اس میں ساحل کا وہ تمام حصہ بھی شامل ہو گیا جو پہلے ماسیلیہ کی آزاد و حلیف یونانی ریاست میں داخل تھا کیونکہ انھیں دنوں اس ریاست کا سلطنت میں الحاق ہوا اور اسی لئے "ناربونن سیس" کی حدود ساحل الپس سے لے کر کوہستان پائی رینیز تک پھیل گئیں، اس علاقہ کو رومی رنگ میں رنگنے کے لئے جولیس سیزر نے بہت کوشش کی تھی اور اسی کے طفیل وہاں قیام امن وخوش حالی کا دور دورہ ہوا تھا۔ جولیس نے اس علاقے میں کئی نئے شہر بسائے جن کے باشندوں کو روما کے ملکی حقوق دیے گئے ان میں سب سے بڑا شہر ارلاتہ Arelata تھا جو تجارتی شہر کی حیثیت سے بہت جلد اپنے قدیم یونانی ہمسائے کا جانشین ہو گیا۔ یوں بھی اس صوبے میں قلطی قوم کے "پگی واری"

طریقے (یعنی ایک برادری کے مجموعۂ دیہات) کی بجائے رفتہ رفتہ ہر بستی کے علیحدہ بلدی انتظام کی بنا پڑتی جاتی تھی اور اس عمل کو اغسطس نے بہت سرگرمی سے ترقی دی۔ اس تغیر کی ایک دلچسپ و واضح مثال والسی کی پٹی ہے جسے پہلے اطالوی اصول پر ایک پریتور کے ماتحت کر دیا گیا اور پھر لاطینی شہر نموسوس کی شکل میں بدل دیا جو آج کل نیمز کہلاتا ہے۔ ناربونن سیس کا یہی تغیر رومی تمدن کے اثرات کا گواہ ہے اور اس جنوبی علاقے کو غالیہ کے دوسرے حصوں سے ممتاز کرتا ہے۔ فرانس کے علاقوں میں جو "مغربی بولی" اور "مشرقی بولی" کا نمایاں فرق نظر آتا ہے غالباً اس کا ایک بڑا سبب یہی رومی اثرات تھے جو بعض علاقوں پر زیادہ اور بعض پر کم پڑے۔ بایں ہمہ ناربونن سیس کے قلطی باشندے اپنے قومی دیوتاؤں کو نہیں بھولے اور شمالی علاقوں کی طرح جنوب میں بھی اہل غالیہ کا قدیم مذہب عرصے تک برقرار رہا۔

"ترس گالائی" غالیہ کے باقی تینوں بادشاہی صوبے اکثر "سہ غالیات" Tresgallio کے مشترکہ نام سے موسوم ہوتے تھے۔ ان کی تین حصوں میں تقسیم کم و بیش اسی نسلی تقسیم کے مطابق تھی جسے جولیس سیزر نے اپنی کتاب "محاربۂ غالیہ" کے شروع میں بیان کیا ہے۔ جنوب مغربی صوبے میں ایبری قوم کا علاقہ اکوی تانیہ شامل تھا مگر اس میں تھوڑے سے قلطی نسل کے لوگ بھی لے لئے گئے۔ یعنی لی جر اور گارومنا کے درمیان کی سرزمین جہاں قلطی آباد تھے، "قلطیکہ" سے جدا کر کے اکوی تانیہ میں داخل کر دی تھی دوسرا صوبہ لگودونن سیس جولیس سیزر کے صوبۂ "قلطیکہ" کی بجائے بنا تھا مگر اب اس میں قلطی نسل کے سب باشندے شریک نہ تھے بلکہ اُن کا جنوبی علاقہ تو کسی قدر اکوی تانیہ میں مل گیا اور شمال کا ایک حصہ تیسرے شمالی صوبے بلجیکہ کو دے دیا گیا۔ اور اسی لئے بلجیکہ خالص تیوتانی قوم کا علاقہ نہ رہا بلکہ اس میں ایک حصہ قلطی قوم کا بھی شریک ہو گیا، معلوم ہوتا ہے اوّل اوّل غالیہ کے یہ تینوں صوبے ایک فوجی صوبہ دار کے تحت میں رکھے گئے تھے جو رہائن کی متعینہ افواج کا سپہ سالار ہوتا تھا اور ہر سہ صوبات میں اپنی طرف سے ایک جیش سالار (لگاتوس) مقرر کر دیتا تھا۔ چنانچہ ۱۳ سنہ سے ۹ سنہ ق م تک اس عہدے پر دراسوس فائز رہا اور اس کے بعد ۸ سنہ سے ۶ سنہ ق م تک تی بریوس پھر کئی سال کے وقفہ کے بعد ہم ۱۳ سنہ سے ۱۶ سنہ تک جرمانی کوس کو اس عہدے پر متمکن پاتے ہیں۔ ممکن

ہے اس درمیان کے وقفے میں یہ واحد سپہ سالار کی خدمت معطّل کردی گئی ہو اور تینوں صوبوں کے فوجی حاکم بجز بادشاہ کے اور کسی کی ماتحتی میں نہ رہے ہوں۔ کیونکہ ۱۷ء کے بعد تو یقیناً یہی عملدرآمد ہو گیا تھا۔

غالیہ کے ان بادشاہی صوبوں میں رومی حکومت نے پٹی واری طریقہ قائم رہنے دیا اور اسی کے مطابق اپنا نظم و نسق رکھا۔ ناربونن سیس کی طرح یہاں مستقل شہروں کے بنانے کا طریقہ اختیار نہیں کیا گیا اور رومی تمدّن کے اثرات بھی یہاں کے باشندوں نے بہت عرصے میں قبول کئے۔ ان باشندوں میں شدید قومی عصبیت تھی۔ درُوئدی عقائد کا ان کے دلوں پر گہرا نقش تھا اور رومی فتحمند بھی مدّت سے اس بات کو جان گئے تھے کہ نہ صرف جرمنوں کی یورش روکنے بلکہ خود غالیہ میں بغاوت کا انسداد کرنے کے واسطے بھی راین پر فوج کا رہنا ضروری ہے۔ لیکن قلطی نسل کے لوگوں نے رومی حکمرانوں کا طوق اطاعت اتار پھینکنے کے لئے کوئی خاص کوشش نہیں کی اور ایری قوم نے **اکوی تانیہ** میں سرکشی کی تو اسے بھی **مسالا کوروی نوس** نے (۲۷ء ق م کے قریب) بہ آسانی فرو کر دیا۔ پای رینیز کے شمالی ایریوں کو غالیا کوہستان کے جنوبی ہمقوموں سے بھی شہ ملی تھی۔ بہر حال یہ بغاوت جلد رفع دفع ہو گئی۔ اور مسالا کو اس کامیابی کے صلہ میں "جلوس فتح" کا اعزاز حاصل ہوا

غالیہ میں اغسطس کا چار مرتبہ آنا (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) اور ۹ ق م میں اگریپا کا یہاں بھیجا جانا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ بادشاہ کو اس ملک کی تنظیم کا، جسے اس کے باپ نے فتح کیا لیکن اس کا نظم و نسق درست کرنے کی مہلت نہ پا سکا، کس درجہ خیال رہتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب وہ غالیہ گیا تو اس نے وہاں کی مردم شماری کرائی کہ وصول محاصل کا ٹھیک انتظام ہو سکے کیونکہ فتح کے بعد سے اس وقت تک رومیوں نے غالیہ میں کوئی مردم شماری نہیں کی تھی۔ ملکی نظم و نسق میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ فتحمندوں نے اہل غالیہ میں قومی جذبات مٹانے کی بجائے، قائم رکھنے کی حکمت عملی اختیار کی۔ انھوں نے دیہات کے پرانے انتظام کو بحال رکھا اور پھر تینوں صوبوں کو ایک قومی یا ملکی آئین کے ماتحت وابستہ کر دیا اور اس معاملے میں بادشاہی صوبوں کی تقسیم سے قطع نظر کر لی اگرچہ یہ نیا آئین بھی بادشاہ کے زیر سرپرستی تھا شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ **مسالا بارباتوس** اور **پی، کیوروی نوس** (قونصلی ۱۲ء ق م) کے زمانے میں اگست کی پہلی تاریخ **دروسوس** نے ایک معبد لگودونم کی

پہاڑی کے دامن میں، رومہ اور اغسطس کی روح[1] کے نام قربانیاں کرنے کے لئے وقف کیا اور قرار پایا کہ آیندہ ہر سال اسی تاریخ تینوں غالی صوبوں کی طرف سے ایک پروہت ان خدائی ہستیوں کے نام یہاں بھینٹ دیا کرے۔ اس پروہت کے انتخاب کے واسطے ہر پٹی کے لوگ اپنی طرف سے ایک نائب بھیجتے اور یہ نائبین ایک ایک عام ملکی مجلس "کون سی لیوم" میں جمع ہو کر ہر سال پروہت منتخب کرتے تھے۔ مجلس لگودونم میں اجلاس کرتی تھی اور اسے محاصل کی تشخیص، نیز شاہی عہدہ داروں کی کسی زیادتی کے خلاف شکایات پیش کرنے کا بھی حق دیا گیا تھا[2]۔

لگودونم جس کا اس غرض کے لئے انتخاب ہوا تھا کہ وہاں رومہ کے زیر سرپرستی اہل غالیہ کے نائب جمع ہوں، اس بادشاہی صوبے کی دوسری بستیوں میں سب سے بالا اور جداگانہ حیثیت رکھتا تھا۔ غالیہ کے تین صوبوں میں سے ایک کا نام اسی شہر کے نام پر لگودونن سیس رکھا گیا تھا اور یہاں کے صوبہ دار کا مستقر اسی شہر میں تھا۔ غالیہ کے تینوں صوبوں میں صرف اسی شہر کو رومہ کے ملکی حقوق رکھنے کا امتیاز حاصل تھا اور اسے تینوں صوبوں کا دارالملک کہہ سکتے ہیں اگرچہ وہ ہر ایک سے علیحدہ تھا۔ لیکن لگودونم کا مرتبہ محض صوبے کے مرکزی شہر کا سا نہ تھا اور اس کے بلند رتبے کی مصر کے سکندریہ سے نہیں بلکہ اطالیہ میں رومہ سے مثال دینی زیادہ صحیح ہوگی۔ حال میں بعض صاحبوں نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے دارالملک واشنگٹن سے بھی اسے تشبیہ دی ہے۔ بہر حال، رومہ کے ماتحت مغربی صوبوں میں صرف وہ اور قرطاجنہ ایسے شہر تھے جن کے اندر پایۂ تخت رومہ کی مثل مستقل فوج رہتی تھی۔ دوسرے لگودونم کو سکہ ضرب کرنے کا حق حاصل تھا اور ہم کسی دوسرے مغربی شہر کے متعلق یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ مشرق سے رہون اور شمال سے سون یا ارار ندی کے مقام اتصال کے قریب بلندی پر واقع ہونے کی بدولت تجارتی اور جنگی دونوں قسم کی اغراض کے لئے لگودونم کا محل وقوع عمدہ تھا اور انھی دنوں اگریپا کی کوشش نے اسے

---

[1] لاطینی میں یہ لفظ "Ara Romœ Anquste" ہے۔

[2] سنہ ۱۶ ق م میں اغسطس کا ایک آزاد غلام لی سی نوس غالیہ میں محصل مقرر ہوا تھا اور کہتے ہیں اس نے اپنے ہمہ گیر ظلم و جبر سے اس قدر روپیہ جمع کیا کہ دولتمندی میں اس کا نام ہی ضرب المثل ہو گیا تھا۔

غالیہ کی شوارع کا مرکز بنا دیا۔ اسی لئے بادشاہ جب کبھی غالی صوبوں کا دورہ کرنے آتا تو لامحالہ لگودونم اس کا مستقر ہوتا تھا۔

ناربونن سیس یعنی شہروں کی سرزمین اور دیہات کے مجموعوں کا ملک یعنی غالیہ کے تینوں صوبوں کے تمدن کا فرق آج بھی فرانس کے قصبات کے ناموں سے نمایاں ہے ناربونن سیس میں تو برادریوں کے ناموں کی بجائے ہر قصبے کے مقامی نام رائج ہو گئے تھے جن میں ارلاتہ، ویئنہ اور والانشیہ آج تک ارل، ویئن اور والانس کی شکل میں موجود ہیں۔ لیکن غالیہ کے دوسرے بادشاہی صوبوں میں مقامی نام بالعموم متروک ہو گئے اور وہاں کی بستیوں کے نام آج تک اہل غالیہ کی قدیم برادریوں کے نام سے منسوب و مروج ہیں۔ چنانچہ لوتیتیہ یا قبیلہ "پاری سیای" کی بستی آج بھی پاریس (پیرس یا پاری) کہلاتی ہے۔ قبیلہ "رمی" کا شہر جس کا مقامی نام "دُور وکورتورم" تھا اب بھی ریمز کے نام سے مشہور ہے اور "بی ترژیر" نامی قبیلے کا قدیم مسکن "اواری کم" کی بجائے "بورژ" ہی کہلاتا ہے۔

غالیہ کے فاتح (جولیس سیزر) نے رومیوں کو فتح برطانیہ کا بھی راستہ دکھا دیا تھا لیکن اس کام کی تکمیل اس کے جانشین کی بجائے دوسرے شخص کے ہاتھوں سے ہونی لکھی تھی۔ یہ سچ ہے کہ ۲۷ ق م میں اغسطس کے غالیہ آنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس شمالی جزیرے پر حملہ کی تدبیر نکالے۔ لیکن پھر اس نے یہ ارادہ چھوڑ دیا۔ البتہ اغسطس کے جیوش نے رود بار انگلستان کو پار کرنے کی بجائے رائن کو ضرور عبور کیا۔ لیکن رائن پار جرمانیہ کی چند روزہ فتوحات، ان فتوحات کی اصلی اور صحیح حدود اور نیز وہاں کے فرضی مقبوضات اور خیالی صوبوں کے بنانے کا قصہ ہم کسی آئندہ[۱] باب میں بیان کریں گے۔

فصل سوم۔ ہسپانیہ

(۶) ہسپانیہ، یا پرانی دنیا کی اصطلاح میں "المغرب اقصیٰ" کی سرزمین

---

[۱] ملاحظہ ہو باب یازدہم۔

اپنے محل وقوع کی وجہ سے دشمن کے حملہ سے محفوظ تھی - قریب قریب ہر طرف سمندر ہونے کے باعث اس کی کوئی سرحد بیرونی دشمنوں کی زد میں نہ تھی - لیکن اس قدر محفوظ ہونے کے باوجود یہ صوبہ بھی ایسا تھا جس میں ہمیشہ جنگی افواج کو رکھنے کی ضرورت پڑتی تھی - کیونکہ اگرچہ جنوبی اور مشرقی حصوں میں رومی اثرات حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پھیل گئے تھے لیکن شمال مغربی علاقے کے سرکش باشندے ابھی تک فاتح کا طوق اطاعت گلے میں ڈالنے سے بیزار اور اپنے کوہستانی دامنوں میں آزاد تھے جہاں سے اُتر اُتر کے وہ اپنے جنوبی ہمسایوں کا علاقہ بھی لوٹ لیتے تھے - ان جنگجو اقوام میں سب سے سربرآوردہ کنتابریہ اور استوریہ کے باشندے تھے اور جس وقت اغسطس نے بادشاہی کی بنا ڈالی اس وقت تک ان دونوں علاقوں کو حقیقی معنی میں رومہ کا مطیع و زیرنگیں سمجھنا دشوار تھا - جولیس سیزر کی وفات کے بعد سے ہسپانیہ میں جنگ کا سلسلہ نہیں رُکا تھا - کامیابی کے صلے میں وہاں کے سپہ سالاروں کو بارہا جلوس فتح کی عزت بھی حاصل ہوئی لیکن زیادہ دیر نہ گزرتی کہ پھر از سرنو لڑائی چھڑ جاتی تھی، انظر برایں اغسطس کو ایک جیش کنتابریہ اور دو استوریہ میں رکھنے ضروری معلوم ہوئے اور شہر لیون آج تک اسی استوریہ کے جیش کی یاد دلاتا ہے - کیونکہ "لجیو (یا جیش) ہفتم "جمینا" کی چھاؤنی اسی مقام پر تھی۔

اغسطس کے عہد سے پہلے "ہسپانیہ بعیدہ" یا جنوب مغربی حصے میں تاگوس ٹیکس، دو ورس (ڈورو) اور بیتس (وادی الکبیر) نامی دریاؤں کا پورا علاقہ شامل تھا اب اس میں رد و بدل کی گئی - اور اول تو غالیشہ کا شمال مغربی گوشہ "ہسپانیہ قریبہ" یعنی شمالی ہسپانیہ میں ملا دیا گیا تاکہ شمالی اور شمال مغربی اضلاع میں جو آئے دن لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں ان سب کا انتظام ایک ہی سپہ سالار کے ہاتھ میں رہے - پھر دوسری اصلاح یہ کی گئی کہ لوسی تانیہ کا علاقہ الگ کرکے اسے ایک جداگانہ بادشاہ صوبہ بنا دیا - باقی ماندہ "ہسپانیہ بعیدہ" یعنی جنوبی حصے کو مجلس کے سپرد کر دیا گیا تھا اور یہی مجلس صوبہ بیتی کہ کہلانے لگا، ایک اور تبدیلی اغسطس نے یہ کی کہ شمال مغربی ہسپانیہ کا مستقر "نئے قرطاجنہ" کی بجائے زیادہ شمالی اور وسطی مقام ترا کو (طراکونہ) میں بنایا جس کی وجہ سے یہ صوبہ آئندہ ترا کونن سیس کہلانے لگا - خود شہر ترا کو نے ہسپانیہ میں وہی مرتبہ حاصل کر لیا جو غالیہ میں لگودونم کو حاصل تھا - یعنی یہی شہر رومہ اور اغسطس کی پرستش کا مرکز اور صوبۂ ہسپانیہ کی مجلس نائبین کی

اجلاس گاہ بن گیا؛

مذکورۂ بالا ردوبدل کا خلاصہ یہ ہے کہ آیندہ سے ہسپانیہ کے تین صوبے ہوگئے:
بیتی کہ جس کا نظم ونسق مجلس اعیان کے ہاتھ میں تھا اور ترا کونن سیس ولوسی تانیہ بادشاہی صوبے تھے۔ کنتابریہ کی جنگ کے خاتمہ تک غالباً اس انتظام کی تکمیل نہیں ہوی تھی اور یہ جنگ ۲۹ سنہ ق م سے ۲۵ سنہ ق م تک جاری رہی۔ درمیان میں وقفہ بھی ہوگیا تھا مگر پھر سال دوسال کے بعد لڑائی چھڑ جاتی۔ اول ۲۹ سنہ ق م میں استاتی لیوس تورس نے کنتابریہ اور استوریہ کی بغاوت کو فرو کردیا تھا لیکن ۲۷ سنہ ق م میں پھر فتنہ برپا ہوا اور اس بغاوت کو رفع کرنے کے لئے خود بادشاہ کو غالیہ سے بہ عجلت اس طرف آنا پڑا۔ مگر ترا کو میں سخت بیمار ہو جانے کی وجہ سے اسے مجبوراً لڑائی کا انتظام، غالباً اگرپیا کی نگرانی میں، فوجی سپہ سالاروں کے سپرد کردینا پڑا۔ رومی بیڑے نے بھی شمال مغربی ساحل پر حملے کرکے بری فوج کی مدد کی اور ایک ایک کرکے کنتابریہ کے پہاڑی قلعے مسخر ہوگئے۔ ادھر اہل استوریہ کو پی کاری سیوس نے مغلوب ومطیع کرلیا۔

ان سرکشوں کو مستقل طور پر مانوس وصلح پسند بنانا، بغاوت فرو کرنے سے زیادہ دشوار تھا۔ اغسطس کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح پہاڑی باشندوں کو ترغیب دے کر میدانی علاقوں میں بسا دے جہاں امید تھی کہ رومی نوآبادیوں کے ہمسائے میں ان کی اصلاح و تربیت ہو جائے گی۔ رومی تمدن کے ایسے مرکز شمال مغربی ہسپانیہ میں اوگستا استوری کا، براکارا اوگستا اور لوکوس اوگستی کے شہر تھے جو اغسطس کے ہسپانیہ آنے کی یادگار میں آباد ہوے اور اب تک استورگا، براکا، اور لوگو کے قدیم ناموں کے ساتھ سلامت ہیں، مشرقی تراکونن سیس کے اندرونی علاقہ کا صدر شہر بھی اسی با تدبیر بادشاہ نے بسایا اور دریائے ابرو کے کنارے اس کے نام "سارا اگوسہ" (= سرقسطہ) میں ابھی تک "سیزر اوگستس" کی پرانی نوآبادی کا نام محفوظ ہے!

لیکن بادشاہ کو ہسپانیہ سے روانہ ہوے زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ وہاں تازہ فساد برپا ہوگیا[1] (۲۴ سنہ ق م) اور اسے بہت مستعدی سے رفع دفع کردیا گیا تھا کہ ۲۲ سنہ ق م میں

---

[1] اس صوبے میں رومیوں نے چودہ سرے شہر بسائے وہ ساحل پر تھے۔ جیسے بارسی نو (= برشلونہ)

کنتابریہ اور استوریہ والوں نے پھر بغاوت کی اور تراکونن سیس اور لوسی تانیہ دونوں صوبوں کے صوبہ داروں کو مل کر اس کا انسداد کرنا پڑا۔ لیکن سب سے آخری اور غالباً سب سے خطرناک جنگ وہ تھی جو بعد ہوئی جس میں خود اگریپا کو سپہ سالاری کی خدمت انجام دینی پڑی (۲۰-۱۹ ق م) اول اول جنگ کی دشواریوں میں اضافہ اس وجہ سے ہو گیا کہ خود رومی سپاہی بگڑ گئے کیونکہ وہ پہاڑوں میں اس تھکا دینی والی جنگ سے جس کا صاف طور پر کچھ نتیجہ نظر نہ آتا تھا، بیزار ہو گئے تھے۔ اور ان سپاہیوں میں دوبارہ اطاعت گزاری اور جنگی جوش پیدا کرنے میں رومی سپاہ سالاروں کو اپنی پوری قابلیت و تجربہ کاری صرف کرنی پڑی۔ آخر بہت سے نقصانات کے بعد یہ جنگ کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی (۲۹ ق م) کنتابریہ کے سرکش باشندے جن کی نسبت مشہور تھا کہ کسی طرح قابو میں آنے والے نہیں، ذلیل و سرنگوں ہو گئے اور پھر چار برس بعد یہاں دوبارہ فساد ہوا بھی تو بلا وقت اس کا سدباب کر دیا گیا۔ بایں ہمہ شمالی ہسپانیہ میں ایک بڑی جنگی جمعیت کا رکھنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔

لیکن جنوبی ہسپانیہ میں رومی تمدن کو اپنا اثر جمانے میں کچھ دیر نہ لگی۔ جو حال غالیہ کے دیگر صوبوں کے مقابلے میں ناربونن سیس کا تھا وہی کیفیت باقی ہسپانیہ کے مقابلے میں بیتی کہ اور جنوبی ہسپانیہ کے مشرقی حصّے کی تھی۔ لیکن ان دونوں ملکوں میں رومیوں کی حکمت عملی بالکل مختلف تھی اور اس اختلاف کا اصلی سبب یہ تھا کہ ہسپانیہ کی فتح اور تنظیم بہت پہلے عمل میں آ چکی تھی۔ اسے لاطینی رنگ میں رنگنے کا بہت کچھ کام جمہوریت ہی کے زمانے میں انجام پا چکا تھا، بخلاف غالیہ میں اس عمل کا صحیح معنی میں عہد بادشاہی سے آغاز ہوا۔ غالیہ میں جولیس سیزر اور اس کے جانشین اغسطس نے برادریوں کے اصول پر دیہات کے مجموعوں کا طریقہ بجنسہ رہنے دیا لیکن ہسپانیہ میں ان مجموعوں یا پٹیوں کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵- تراکو، والنشیہ، نیا قرطاجنہ،
عـ۲ دیکھو ہوریس "قطعات" باب دوم صفحہ (۶) وغیرہ وغیرہ۔
عـ۱ اس ترابو بیان کرتا ہے (صفحہ ۱۵۱) کہ "بیتی کہ کے باشندوں پر رومیت کا ایسا گہرا رنگ چڑھا تھا کہ وہ فی الواقع اپنی اصلی بولی بھول گئے تھے۔

توڑ کر ان کے اور بھی چھوٹے ٹکڑے کر دیے گئے۔ یہ عہد جمہوری کی حکمت عملی تھی۔ پھر یہ کہ جنوبی صوبے کو چھوڑ کر غالیہ میں سوائے لگودونم کے اور کوئی رومی شہر آباد نہ تھا حالانکہ ہسپانیہ کے ہر حصے میں مختلف مقامات پر رومی نوآبادیاں بسادی گئی تھی۔ چنانچہ بیتی کہ کے گادس (= قادص) کوردوبہ (قرطبہ) ہسپالیس اور لوسی تانیہ کے امریتہ اور ادلی سی پو یا تراکونن سیس کے قرطاجنہ، ایمزراوگستہ و براکارا کی غالیہ میں مثال ڈھونڈنی ہو تو (ابتدائی عہد بادشاہی میں) چاروں صوبوں میں سے سوائے سب سے چھوٹے صوبے کے اور کہیں نہ ملیگی۔

لوسی تانیہ میں اغسطس نے امریتہ اوگستا کے نام سے أناس (وادیانہ) کے کنارے سپاہیوں کی ایک نوآبادی بسائی اور اسے صوبے کا صدر مقام قرار دیا۔ اس صوبے میں رومیوں کے بسائے ہوئے دوسرے بڑے شہر ولی سیپو اور پاکس جولیہ تھے جن میں سے پہلا (لزبن کی شکل میں) ایک ملک کا پائے تخت بن گیا ہے اور دوسرے کا قائم مقام موجودہ شہر بیجہ ہے، بایں ہمہ ہسپانیہ میں رومی سڑکوں کا ایسا جال نہ تھا جیسا کہ غالیہ میں۔ بلکہ صرف ایک بڑی شاہی سڑک "ویا اوگستا" تھی جو شمالی اطالیہ اور ناربو کے ساحل سے آگے درہ پوی سردہ سے گزر کر الردہ پہنچتی اور وہاں سے تراکو اور والنشیہ ہوتی ہوئی بیتیس کے دہانے تک آتی تھی۔ آمد و رفت کے دوسرے راستے جو ایک سرسبز و خوشحال ملک میں ہونے ضروری ہیں خود مقامی بستیوں کے لوگ بنا لیتے تھے۔ جزیرہ نمائے ہسپانیہ نہ صرف معادن سے مالا مال تھا بلکہ شراب، روغن اور غلے کی بھی یہاں افراط تھی۔ گادس (= قادص) جو اغسطس کے عہد میں اوگستا جولیہ کے نام سے موسوم کیا گیا، سلطنت رومہ کے ان منتخب شہروں میں شمار ہوتا تھا جو کثرت مال اور سامان عیش و تکلفات میں سب سے زیادہ مشہور تھے۔

فصل چہارم۔ افریقہ، سار دی نیہ، صقالیہ صسلی

(۷) ہسپانیہ کے بعد خواہ مخواہ افریقہ کا ذکر آتا ہے۔ یہاں کے رومی صوبے یا تابع ریاست میں اغسطس خود کبھی نہیں آیا لیکن تراکو کے قیام کے زمانے (۲۵ ق م) میں اسے صوبۂ افریقہ کے معاملات کی طرف توجہ کرنی پڑی، تاریخ میں افریقہ اور ہسپانیہ کا ہمیشہ سے

چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ بعض اوقات افریقہ میں پہنچنے کا زینہ ہسپانیہ بنا مگر اکثر (جیسا کہ اہل فنیقہ اور عربوں کے معاملے میں ہوا) ہسپانیہ پہنچنے کی پہلی سیڑھی افریقہ رہا ہے۔ سچ یہ ہے کہ موریتانیہ کا مغربی نصف اپنے متقابل کے فرنگستانی جزیرہ نما سے بہ نسبت افریقی سواحل کے قریب تر ہے اور اسی لئے سلطنت روما کے زمانے میں یہ خطہ غالیہ اور ہسپانیہ کے ساتھ وابستہ رہا نہ کہ افریقہ اور اطالیہ کے ساتھ۔ حتیٰ کہ مغرب کے شہر تنجیس (=طنجہ) سے مشرقی موریتانیہ کے صدر مقام سیزاریہ تک کوئی سڑک بھی بنی ہوئی نہ تھی بلکہ آمد و رفت سمندر کے ذریعہ ہوتی تھی۔ غرض اسی قربت کا باعث تھا کہ موروں کی گہار جو کشتیوں میں سمندر عبور کر کے بیتی کہ پہنچ جاتی تھی، رومیوں کی افریقی رعایا کی نسبت ہسپانی رعایا کے لئے زیادہ خطرناک تھی۔ عہد نرو کے ایک شاعر نے بیتی کہ کو "Trucibus obnoxia Mauris" (یعنی موروں کی یلغار آماج گاہ) قرار دیا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا، ہرچند ہسپانیہ کی کوئی سرحد کسی بیرونی طاقت کی زد میں نہ تھی لیکن اس کے جنوبی صوبے کے بالکل سامنے ہی ایک ایسا ملک ضرور موجود تھا جس میں بہت اکھڑ اور سرکش قوم آباد تھی اگرچہ یہ ملک پہلے رومیوں کی تابع ریاست رہا اور پھر اُن کا باقاعدہ صوبہ ہوگیا تھا۔

قیصر اپنے دارالملک سے جو فرامین صوبہ ہسپانیہ میں بھیجتا تھا ان میں موریتانیہ کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا تھا۔ لیکن ہمیں سب سے پہلے ان واقعات کا ذکر کر دینا چاہئیے جو سیزر کے انتظام جدید کے بعد افریقہ میں رونما ہوئے۔ جولیس سیزر نے افریقہ کے رومی صوبے میں ریاست نیومیدیہ کا اضافہ کر دیا اور اسی کو "افریقہ جدید" کہنے لگے تھے، اسی علاقے اور موریتانیہ کے درمیان امپساگا ندی حدّ فاصل قرار پائی موریتانیہ پر اُن دنوں دو بادشاہ حکومت کرتے تھے۔ ان میں سے مشرقی ریاست کا اصلی نام یول تھا مگر تھوڑے ہی دن کے بعد یہ سیزر کے نام سے (سی زارین سیس) موسوم ہونے لگی۔ اس ریاست کے بادشاہ کا نام باکس اور مغربی ریاست تنجلیس کا فرمانروا بادشاہ بوگود تھا، نیومیدیہ کے بادشاہ جیوبا کے برخلاف، موریتانیہ کے ان دونوں بادشاہوں نے پہلی خانہ جنگی میں جولیس سیزر کا ساتھ دیا لیکن دوسری خانہ جنگی میں وہ دونوں ایک ہی طرف نہ رہے بلکہ بوکوس تو سیزر کے پسر خواندہ کا بھی اسی طرح رفیق رہا جیسے خود سیزر کا رہا تھا مگر بوگود نے انتونی کی تائید کی حالانکہ خود اس کے پائے تخت تنجیس (موجودہ

طنجہ) کے لوگ اغسطس کے ہم آہنگ ہو گئے تھے۔ اسی صلے میں شہر تنجیس کو رومہ کے
ملکی حقوق اور شاہ باکس کو مورتانیہ کی دونوں ریاستوں کی حکومت عطا ہوئی اور جب
باکس مرا (سنہ ۳۳ ق م) تو گو مدت تک اس کا کوئی جانشین نہیں ہوا بایں ہمہ رومی
حکومت نے مناسب نہ سمجھا کہ اسی وقت مورتانیہ کو براہِ راست اپنے قبضے میں لے کر
سلطنت کا ایک صوبہ بنا دے۔

نیومیدیہ کے آخری بادشاہ **جیوبا** کا ایک بیٹا بھی اپنے باپ کی طرح گرفتار ہو کر
جولیس سیزر کے جلوس فتح کی زینت بنا تھا اور پھر سیزر و اغسطس کی آغوش تربیت میں پل کر
بڑا ہوا تھا۔ رومی فوج میں اس نے جنگی خدمات انجام دیں۔ رومی اور یونانی علم ادب میں
بڑی بصیرت بہم پہنچائی اور یونانی زبان میں خود کتابیں تصنیف یا تالیف کی تھیں۔ شاہ باکس
کی جانشینی کے لئے اغسطس کی نگاہ انتخاب اسی پر پڑی۔ اسے اپنی آبائی ریاست نیومیدیہ میں
تخت بادشاہی پر بحال کرنا تو خارج از بحث تھا لیکن وہ ملک نہیں تو اب اس کے ہمسائے کی
ریاست خالی تھی اور شاہ **ماسی نیا** کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے اس بات کی پوری امید
تھی کہ مورتانیہ کے باشندے اس کی بادشاہی کو خوشی سے قبول کریں گے۔ اسی کے ساتھ
اغسطس نے (سنہ ۲۵ ق م) میں مورتانیہ کے واسطے بادشاہ بیگم بھی تجویز کر لی۔ یہ انتونی اور
مصر کی آخری ملکہ کی بیٹی تھی جو خود اغسطس کے جلوس فتح میں اسی طرح رومہ لائی گئی جس طرح
نیومیدیہ کا بادشاہ جیوبا جولیس سیزر کے ساتھ آیا تھا۔ اس کا نام بھی اپنی مشہور ماں کے
نام پر **کلیوپاترا** تھا اور اسے شریف **اکتاویہ** نے (جس کی اس لڑکی کے والدین کے
ہاتھوں سخت حق تلفیاں ہوئی تھیں) اپنے دامن شفقت میں تربیت دی تھی۔ غرض
جیسا کہ بعض صاحبوں نے جتایا ہے نیومیدیہ کے شہزادے اور مصر کی شہزادی کے عقد
ازدواج میں ایک عجیب قسم کی موزونیت پیدا ہو گئی کیونکہ دونوں کی تقدیر بہت کچھ
یکساں تھی۔ طرفہ تر واقعہ یہ ہے کہ جیوبا کے اس بیٹے اور مورتانیہ کے نئے بادشاہ کا نام
بطلیموس تھا!

غرض، مصر کے مغرب میں اغسطس کے زمانے تک سلطنت رومہ کا ایک تو صوبہ
"افریقہ" تھا اور ایک ہی ریاست مورتانیہ۔ اور ان دونوں کے درمیان **امپ ساگا**
ندی جس پر شہر سیرتہ واقع ہے، حد فاصل تھی۔ اس علاقے کی کوئی جنوبی سرحد نما لبا خود

اغسطس بھی قرار نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وہاں کوئی باقاعدہ ملک یا ہمسایہ ریاست نہ تھی۔[1] چنانچہ اس طرف آگے بڑھکر حکومت "حلقۂ اثر" کی شکل میں غائب ہو جاتی تھی اور اس حلقۂ اثر میں جو مقامی قبائل داخل تھے وہ کبھی رومہ کے مطیع اور کبھی مخالف یا اہل رومہ کے قول کے بموجب، باغی ہو جاتے تھے۔

اندرونی علاقے کی ان قوموں میں، گرامان تیس، ترانس تاگ نن سیس، موسولامی اور، وہ بہادر، گی تولیان قوم قابل ذکر ہے[2] جسے محکوم بنانا محال تھا۔ ان خطرناک ہمسایوں کے مقابلے میں یہاں ایک رومی جیش رکھنا ضروری تھا اور اسی لئے مجلسی صوبوں میں اسی صوبۂ افریقہ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہاں کے صوبہ دار کے تحت میں ایک پوری فوج ہوتی تھی، عہد اغسطس میں ان دشمنوں پر دو مرتبہ فوج کشی ہوئی۔[3] پہلی مہم کا سردار، جو گرامان تیس کے خلاف بھیجی گئی، (سنہ ۱۹ ق م) این کورنلیوس بالبوس تھا اور دوسری مہم اس سے بھی آگے مشرق کی جانب قبائل مرماری کا کے خلاف پی سپلی سیوس کیوری نیوس کی ماتحتی میں گئی۔ بالبوس نے اپنی خدمت قابلیت سے انجام دی اور جلوس فتح کا اعزاز حاصل کیا اور یہ اس اعتبار سے بھی یادگار رہے کہ اس کے بعد پھر کسی رومی شہری کو یہ اعزاز نہیں ملا۔

غالیہ اور ہسپانیہ میں اہل رومہ کے سامنے کوئی قدیم تمدن نہ تھا جس پر وہ اپنے نظم ونسق کی بنیاد رکھتے۔[4] لیکن صقالیہ اور افریقہ میں یہ بات نہ تھی۔ جزیرۂ صقالیہ جس وقت رومیوں کے قبضے میں آیا تو یہ اعتبار تمدن یونانی اور جزوی طور پر فنیقی تھا۔ اس کے برعکس افریقہ فنیقی رنگ میں رنگا ہوا تھا اور اس رنگ میں یونانیت کی خفیف آمیزش تھی اسی سے

[1] اگرچہ اس میں شک نہیں کہ گرامان تیس قوم کی ایک ریاست موجود تھی۔

[2] دیکھو ورجیل کی "ای نیڈ" باب چہارم صفحہ ۴۰۔

[3] ظاہر ان سے پہلے بھی بعض لڑائیاں ہوئیں کیونکہ سنہ ۲۱ ق م میں ال سم پر دینوس ات راتی نوس کی فتوحات افریقہ کا رومہ میں جشن منایا گیا تھا۔

[4] غالیہ میں ماسیلیہ، بعض اور یونانی قصبے یا ہسپانیہ میں فنیقیوں کی تجارتی کوٹھیاں ہونے سے مذکورہ بالا قول کی مجموعی صداقت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

رومہ نے جو ملک قرطاجنہ سے لئے ان میں فنیقی اصول پر انتظام کیا اور شہری آبادیوں کے فنیقی آئین کو اسی طرح اختیار کر لیا جس طرح غالیہ میں مجموعہ دیہات کے آئین کو۔ لیکن ان فنیقی بستیوں کی تنظیم اور خود اطالیہ کے شہروں کی تنظیم میں نمایاں مشابہت تھی لہذا ان کا بالکل اطالیہ کے شہروں کی صورت میں تبدیل ہو جانا بہت سہل اور تھوڑی دیر کا کام تھا۔ جمہوریت کے زمانے میں اہل رومہ نے ناعاقبت اندیشی سے قرطاجنہ کی ہستی کو فنا کر دیا تھا۔ لیکن فیاض جولیس سیزر کے مشورے سے وہ دوبارہ آباد ہوا اور اپنے احیا کے تھوڑے عرصے بعد ہی رومی افریقہ کا اسی طرح صدر مقام بن گیا جس طرح اہل فنیقیہ کے افریقی ممالک کا دارالسلطنت تھا۔ ابتدا میں اس کا فنیقی آئین بحال رکھا گیا تھا لیکن تھوڑے ہی دن بعد اسے نوآبادی کی حیثیت حاصل ہوگئی اور وہ ترقی کر کے مغربی یورپ کے ان شہروں میں شمار ہونے لگا جو سب سے زیادہ آباد اور لوازم عیش و تکلفات میں سب سے آگے تھے۔ اہل یوتیکہ اپنے پرانے رقیب کی یہ نئی زندگی اور سرسبزی دیکھ کر بہت جلے تھے مگر خود ان کے شہر کو رومی میونی سی پیوم کے حقوق عطا ہو گئے تھا۔ افریقہ میں رومی معاشرت کی ترویج کا ایک اور قوی سبب یہ ہوا کہ یہاں پرانے رومی سپاہیوں کو جا بجا زمین دے کے بسا دیا گیا۔ چنانچہ رومیوں کے قدیم صوبہ افریقہ میں کلو پیہ اور ہیپو دیاری توس اور نیومیدیہ میں سیرتہ (قسطنطین) اور سیکہ اسی قسم کی قابل ذکر نوآبادیاں تھیں، رومی تمدن کے اعتبار سے مورتانیہ اپنے مشرقی ہمسایوں کی نسبت بہت پسماندہ تھا۔ اغسطس نے یہاں بھی خاص کر ساحل پر نوآبادیاں بسانے میں بہت کوشش کی۔ یہ نئی بستیاں شاہ مورتانیہ کے ماتحت نہ ہوتی تھیں بلکہ ان کی حکومت براہ راست ہمسایے کے رومی صوبہ دار کے ہاتھ میں تھی۔

فنیقی شہروں اور اطالوی نمونے کی بستیوں کے علاوہ (جن میں "میونی سی پیوم" اور "کولونیا" دونوں قسمیں شامل ہیں) خاص افریقی قوم کے دیہات تھے۔ مگر یہ براہ راست رومی صوبہ دار کے ماتحت ہوتے یا یہاں انتظام کے واسطے رومی عامل (پریفکٹ) بھیجے جاتے تھے۔ جن علاقوں میں رومیوں کی زیادہ آمد و رفت نہ تھی زیادہ تر وہیں مقامی زبان بربری بولی جاتی تھی اور اسے قسمندوں نے ہسپانیہ کی اِبری اور غالیہ کی قلطی زبان کی مثل اپنے حال پر چھوڑ دیا لیکن شمالی افریقہ کے شہروں کی زبان بلا استثنا فنیقی تھی اور اس ایشیائی زبان کا سرکاری زبان تسلیم کر لینا رومیوں کو

گوارا نہ تھا۔ حالانکہ مشرقی صوبوں میں انہوں نے یونانی زبان کو سرکاری طور پر تسلیم کرلیا تھا
اسی کا نتیجہ تھا کہ گو مقامی کاروبار میں افریقی شہروں کے باشندے اپنی فنیقی زبان استعمال
کر سکتے تھے، مگر جب کبھی ان کا سلطنت سے معاملہ پڑتا تو انہیں لاطینی استعمال کرنی پڑتی
تھی۔ خیال ہوتا ہے کہ افریقہ میں بھی یونانی کو سرکاری زبان مان لیا جاتا تو بہتر ہوتا کیونکہ
رومی فتوحات کے وقت یہاں کے لوگ لاطینی کی نسبت یونانی سے زیادہ واقفیت رکھتے
تھے۔ لیکن حکومت رومہ نے فیصلہ کیا کہ صقالیہ کی طرح افریقہ بھی "لاطینی مغرب" کے علاقے
میں داخل ہوگی۔ البتہ یہ لکھنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ موتانیہ کی یونانی نژاد ملکہ کا نام تو سکوں
پر یونانی حروف میں لکھا ملتا ہے اور اس کے شوہر کا جو ایک شاہی عہدہ دار سمجھا جاتا تھا، ہر جگہ
لاطینی حروف میں تحریر ہے۔

افریقہ میں اگرچہ ہسپانیہ اور اطالیہ کے مقابلے کی شراب انگوری تیار نہ ہوتی تھی
لیکن کثرت سے میوہ پیدا ہوتا تھا[1]۔ غلے کی پیداوار میں یہ ملک بالخصوص نہایت قابل خیز
اور مصر و صقالیہ کی مثل اہل رومہ کو غلہ فراہم کرنے کا امتیاز رکھتا تھا۔ قرمزی کپڑے کی
صنعت اس وقت تک رونق پر تھی خاص کر جربہ (یا غربہ) کے چھوٹے سے جزیرے
میں یہ کام خوب ہوتا تھا اگرچہ اتنی شہرت بے شبہ اس کی قسمت میں نہ تھی جتنی کہ جزیرہ
صور کو نصیب ہوئی۔ شاہ جیوبا نے اس صنعت کو اپنے ملک کے مغربی ساحل پر بھی
جاری کیا تھا۔ یہ بات کہ ملک میں عام طور پر خوش حالی تھی، تھیئٹر، کمان، حمام وغیرہ کی
ان شاندار عمارات سے ظاہر ہے جن کے کھنڈر ہر حصہ ملک میں پائے جاتے ہیں۔

(۸) افریقہ سے چل کر ہم ایک اور صوبے میں کہ وہاں بھی رومہ قرطاجنہ کا
جانشین ہوا تھا، داخل ہوتے ہیں۔ یہ سارڈینیہ تھا جس کا ۲۳۸ق م میں اپنے
افریقی مالکوں سے تعلق قطع ہوا اور سات برس بعد وہ رومہ کا (صقالیہ کے سوا) سب سے
قدیم صوبہ بن گیا۔ ۲۷ق م کی تقسیم کے وقت سارڈینیہ اور کورسیکہ مجلس اعیان
اور اہل رومہ کے حصے میں آئے تھے لیکن بحری قزاقوں کی چڑھائی نے اغسطس کو مجبور کیا

---

[1] دیکھو ہوریس کے "قطعات" باب سوم، صفحہ ۱۶ - ۳۱

کہ ۶ ئہ میں یہ صوبہ اپنی نگرانی میں لے اور حفاظت کے لئے فوج کے تفویض کر دے۔ لیکن یہاں کی حکومت اُس نے کسی اعیانی رتبے کے جیش سالار کو نہیں دی۔ بلکہ صرف نائٹ کے درجے کا ایک مہتمم مقرر کر دیا۔ نیرو کے عہد میں یہ صوبہ ایک مرتبہ اور مجلس کے تفویض ہو گیا تھا گروس پاٹریاں کے زمانے میں پھر بادشاہی صوبہ بنا اور آخر تک اسی طرح رہا۔ اس صوبہ کے جزیرے اگرچہ متمدن دنیا کے بیچ میں واقع تھے مگر ہمیشہ الگ تھلگ اور غیر متمدن رہے۔ کورسیکہ کی کوہستانی زمین اور اُس کے جنوبی ساتھی کی ہوا سیاح اور آبادکاروں کے وہاں آنے کی مانع تھی اور یہ جزیرے جلاوطنوں ہی کے لئے زیادہ موزوں تھے چنانچہ ان سے یہی کام لیا جاتا تھا۔ اغسطس نے ان میں کوئی نوآبادی نہیں بسائی نہ خود کبھی یہاں آیا۔ سارڈینیہ کی قدر و منزلت جو کچھ تھی گیہوں کی کثیر پیداوار اور برآمد کی وجہ سے تھی[1]

(۹) بحر متوسط کے دوسرے بڑے جزیرے کی حالت ان دونوں سے سراسر مختلف تھی۔ یہ (صقالیہ) رومیوں کا سب سے پہلا بیرونی صوبہ تھا اور اسی کے قبضے نے انہیں سارڈینیہ بلکہ خود افریقہ کی فتوحات کا راستہ دکھایا۔ خود نوجوان سیزر کو ابتدا میں صقالیہ ہی کی بدولت مغرب میں استقلال حاصل ہوا اور اول اول اسی پر قبضہ پاجانے سے اس کے رسوخ و ہر دلعزیزی میں پائے داری آئی کیونکہ یہیں کے گیہوں پر اہل روما کی زندگی منحصر تھی۔ اغسطس کا لقب حاصل کرنے کے بعد وہ دوبارہ (سـ۲۱ـق م میں) صقالیہ آیا اور گو یہ ایک مجلسی صوبہ تھا لیکن "افضل صوبہ دار" ہونے کے حق پر اس نے سیراکیوز میں ٹھیر کر انتظام کی درستی کی۔ عجب نہیں اسی قیام کی یادگار میں اُس نے اپنے محل میں ایک کمرے کا نام "سیراکیوز" رکھا ہو جس میں وہ اس وقت تنہا جا بیٹھتا تھا جب کہ کسی کا مخل ہونا گوارا نہ ہو۔ روما کے اصول ملک داری کا فتویٰ یہ تھا کہ صقالیہ "لاطینی مغرب" میں داخل کی جائے اور "یونانی مشرق" سے جس کے ساتھ صدیوں تک اس کے تعلقات وابستہ رہے، اُسے جدا کر دیا جائے۔ چنانچہ پھر صدیوں

[1] ہوریس۔ "قطعات" حصہ اول ص ۳۱ ـ ۳

تک ہم دیکھتے ہیں کہ حقا لیہ آغوش سلطنت میں سویا پڑا ہے۔ اور تاریخ میں کوئی ایسا حصہ نہیں لیتا جیسا کہ زمانۂ ماضی میں لیتا رہا یا جیسا کہ مستقبل بعید میں اُسے لینا تھا۔

فصل پنجم۔ ریتیہ، نوری کم اور اضلاع الپسی

(۱۰) ان صوبوں سے جو جنوب میں اطالیہ سے متصل تھے، گذر کر اب ہم اُن علاقوں میں پہنچتے ہیں جو اطالیہ کی شمالی سرحد پر واقع تھے اور جن کی تسخیر و تنظیم دونوں کام اگسطس کو انجام دینے پڑے۔ خود شمالی اطالیہ کے شہر آزاد الپسی قبائل کی مسلسل تاختوں کا نشانہ رہے اور جب تک پہاڑ کے پار ریتیہ کا ملک جس میں اُن کے ہمقوم وحشی آباد تھے، ان کا مامن رہا اس وقت تک یہ پہاڑی قبائل پوری طرح قابو میں نہ آئے۔ اطالیہ کے حفظِ امن کی خاطر ایسے تکلیف دہ ہمسائیوں کو زیر کرنا ضروری تھا اور یہ بات پوری طرح اسی وقت حاصل ہو سکتی تھی جبکہ ریتیہ اور وین دلیسیہ پر بھی قبضہ کر لیا جائے۔ چنانچہ ۱۵ق م میں یہ خدمت بادشاہ کے ربیبی فرزند نے بلا وقت انجام دی۔ دروسوس نے جنوب سے ریتیہ میں گھس کر دشمن کو لڑائی میں مغلوب کیا[1] اور شمال سے اس کی مدد کے لئے تی بریوس بڑھا جو ان دنوں غالیہ کا صوبہ دار تھا۔ ادھر وین دلیسی قوم کو بری گان تیم جھیل[2] کی بحری لڑائی میں شکست ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے جنگ وین دلیسیہ میں سب سے نمایاں حصہ "بیچین گنونی" اور "تیز پا برونی" قبائل نے لیا۔ آخری لڑائی جس نے ریتیہ کو روما کی ملکیت بنا دیا، دریائے ڈینیوب کے منبع کے قریب پہلی اگست کے دن ہوئی اور اس میں خود تی بریوس "بادولت و اقبال" موجود تھا۔[3] ان معرکوں سے وہ ملک جو اب بویریہ، ٹائرول

---

[1] ہوریس۔ "تغلات" حصۂ چہارم صفحہ ۴ - ۱۷ -

[2] بری گان تیم کو اب برے گنتس Bregenz کہتے ہیں اور یہ جھیل کونسٹانس کے نام سے موسوم ہوتی ہے -

[3] و [4] ہوریس، تغلات - حصۂ چہارم صفحہ ۱۴ - ۹ و ۱۴ -

اور مشرقی سوی زرلینڈ کہلاتے ہیں، سلطنت روما کے قبضے میں آگئے۔ ضروریات جنگ کے اعتبار سے ایک باموقع سرحد ہاتھ آگئی اور شمالی اطالیہ اور بالائی ڈینیوب ورہائن کے علاقے میں براہ راست آمدورفت کا راستہ کھل گیا۔ ریتیہ کا جنگی صوبہ ایک شاہی عامل (پری فکت) کے تفویض کر دیا گیا اور اس بات کی گنجایش نکل آئی کہ جن فوجوں کے پڑاؤ این روئے الپس غالیہ میں تھے، سب وہ اور آگے بڑھکر چھاؤنی بنائیں۔ نئے صوبے کی سرحد کے قریب ایک نیا جنگی مستقر اوگستہ وین دلیسیہ کے نام سے آباد کیا گیا جو اوگس برگ کے نام سے آج تک اس فرماں روا کے نام کی یاد دلاتا ہے جس نے مغربی یورپ میں رومی تمدن پھیلانے میں اس قدر محنت وسعی کی تھی۔ لیکن خود ریتیہ کو اس رنگ میں رنگنے کا کوئی کام اغسطس یا اس کے جانشینوں نے انجام نہیں دیا۔ اور یہاں ایسے رومی شہر بھی آباد نہیں کئے جیسے کہ ہمسائے کے صوبے نوریکم میں کئے تھے۔

وادئ دوریہ میں، گراجن وپنائن الپس کے درمیان سلاسیوں کی خطرناک قوم آباد تھی۔ اسے مطیع کرنے کی خدمت میتاس کے بہنوی ترن تیوس مورنا نے ۲۵ قم میں کامیابی کے ساتھ انجام دی۔ یہاں کی مقامی آبادی کا بالکل استیصال کر دیا گیا اور فوج خاصہ کے (پری توریَن) سپاہی اس وادی میں لبسا دئے گئے جہاں سے گراجن الپس پر سے ہوکر لگدونم کو اور پنائن الپس پر سے گزر کر صوبۂ ریتیہ کو راستے جاتے تھے۔ اس نئی بستی کا نام اوگستہ پری توریہ رکھا گیا جس میں بادشاہ کے نام کا جزو موجودہ اوستہ کی شکل میں اب تک سلامت ہے۔ اور اس شہر میں قدیم رومی فصیل اور شہر کے دروازے بھی اب تک باقی ہیں۔ اطالیہ اور غالیہ کے درمیان مغربی الپس کے دو ضلعے بنا دئے گئے ایک ساحلی الپس اور ایک کوتیای الپس جن میں سے پہلا براہ راست شاہی عمال کے ماتحت تھا اور دوسرے پر رومی عہدہ داروں کی بجائے اوّل اوّل ایک باج گزار رئیس کوتیوس کی حکومت تھی جس کے نام پر اس ضلعے کا "کوتیای" (Regnum Cottii) نام ہوا۔ اس نے کتنے ہی رومیوں کی اطاعت قبول کر لی تھی اس لئے یہ علاقہ اسی کے تحت میں چھوڑ دیا گیا اور اسی رئیس کو "پری فکتوس سی وی تاتیوم" (یعنی ملکی عامل) کا لقب مل گیا۔ اس کا صدر مقام

سگوسیوا اب تک سوسہ کے نام سے موجود ہے اور وہ کمان بھی سلامت ہے جو اس نے اپنے ولی نعمت کے اعزاز میں (۸ ق م) تعمیر کی تھی۔ اسی حاکم کے "ضلعے" سے (کیونکہ اس ریاست کی نوعیت اسی قسم کی معلوم ہوتی ہے) "ویا کوتیہ" نامی شاہراہ گزرتی تھی جو اوگستہ توری نورم (موجودہ تیورن) سے ارلاتہ (ارلیس) تک بنی ہوئی تھی، کوہستان الپس کی اس تسخیر میں کوئی ایسا درخشاں واقعہ نہیں ملتا جو مورخ کو اپنی جانب کھینچ لے لیکن سچ یہ ہے کہ اطالیہ کو اس تسخیر سے بہت کچھ مادی اور مستقل فوائد حاصل ہوئے اور اہل اطالیہ نے شکر گزاری کے ساتھ ان فوائد کا اس طرح اعتراف کیا کہ بحر متوسط کے ساحل پر مناکو کے قریب پہاڑی کے اوپر بادشاہ کے نام سے ایک یادگار تعمیر کی اور اس کا وہ کتبہ اب تک محفوظ ہے جس میں الپس کی ۴۶ قوموں کے مغلوب و محکوم ہونے کے حالات کندہ ہیں،

ریتیہ میں رومی قبضے کی بہت کم یادگاریں ملتی ہیں۔ لیکن برابر کے صوبے نوری کم کی حالت دوسری ہے۔ اس رومی صوبے میں موجودہ استای ریہ اکارن تھیہ کسی قدر کاری نولا اور بیشتر آسٹریہ کا علاقہ داخل تھا۔ رومیوں کی آمد و رفت نے اس کی تسخیر کا راستہ پہلے سے صاف کر دیا تھا۔ رومہ کی رسوم اور لاطینی زبان سے کارنک الپس کے پار تک کے لوگ واقف تھے اور جب اس پر براہ راست قبضہ کرنے کا وقت آیا تو کوئی خاص زحمت پیش نہ آئی۔ فتح کا موقعہ ۱۶ ق م میں ملا جب کہ نوری کم کے بعض قبائل اپنے ہمسایہ پانونیہ والوں کے ساتھ استریہ پر حملہ کرنے میں شریک ہو گئے تھے۔ یہ گویا ان پر فوج کشی کرنے کا ۱۶ ق م میں خدا ساز موقع ہاتھ آیا اور اس صوبے کو پہلے باج گزار ریاست بنانے کے بعد تھوڑے ہی دن میں اسے ایک عامل کے ماتحت شاہی صوبوں میں داخل کر لیا گیا اگرچہ اس کا نام اس وقت بھی "ریاست نوری کم" ہی رہا۔

لیکن ریتیہ اور نوری کم کے لئے صوبوں میں معمولی کوملی افواج کے سوائے کوئی باقاعدہ جیش نہیں رکھا گیا بلکہ ریتیہ کی حفاظت تو افواج رائن کے انہی جیوش کے سپرد کر دی گئی جن کی چھاونی وین دونین میں تھی اور نوری کم کی نگرانی رکھنے کا کام

عا نوری کم کی تلوار خوبی میں ضرب المثل تھی۔ دیکھو ہوریس وغیرہ

پانونیہ کی ان افواج کے تفویض ہوا جو پی ٹو ویو میں رہتی تھیں۔ یہ مقام دراوا (دراوُا) ندی کے کنارے واقع تھا اور وین دونیسیا ابھی تک "دین ڈیش" کے نام سے بازل کے مشرق میں سلامت ہے۔ اطالیہ کے نمونے پر نوری کم کی تنظیم شاہ کلادیوس کے ہاتھوں سرانجام ہوی اور جولین الپس کے پار جو علاقہ اس پہاڑ کے عین دامن میں واقع ہے اور جس میں امونہ اور نوپورتوس کے قصبے آباد تھے، وہ اگرچہ نوری کم میں داخل نہ تھا بلکہ الی ریکم کا حصہ تھا لیکن کچھ عرصے بعد اُسے بھی اطالیہ میں شامل کر لیا گیا۔ واضح رہے کہ ریتیہ اور نوری کم کا قبضہ جنگی ضروریات کے لحاظ سے نہایت اہم تھا۔ اس سے وسط یورپ کے وحشیوں کے مقابلے میں سلطنت کی دفاعی اغراض وابستہ تھیں اور اسی قبضے کی بدولت رائن اور ڈین یوب کی فوجوں کے درمیان آمد و رفت کے مسلسل ذرائع محفوظ ہو گئے۔

فصل ششم۔ الی ریکم اور سرزمین ہمیوس

(۱۱) پانونیہ اور دلمیشیہ: الی ریکم کی تسخیر تمام و کمال پہلے بادشاہ کا کارنامہ تھی۔ اور استریہ اور دلمیشیہ کہنے کو تو جمہوریت کے زمانے میں رومی مقبوضات سمجھے جاتے تھے لیکن ان کے دور دست علاقوں کی خودمختاری میں کچھ فرق نہ آیا تھا اور وہاں کے قبائل اپنے متمدن اور متمدن ہمسائیوں پر برابر ڈاکے ڈالتے رہتے تھے۔ ۵۴ق م اور ۴۸ق م میں ان وحشیوں نے رومی فوجوں کو بھی تباہ کر دیا۔ اور ان کے عقابی پرچم چھین لئے تھے۔ یہ فوجیں پہلی مرتبہ گابی نیوس کی اور دوسری دفعہ واتی نیوس کی ماتحتی میں روانہ کی گئی تھیں اور جب دونوں مرتبہ ناکامی ہوئی تو یہ روما کی شان کے خلاف تھا کہ ان شکستوں کا انتقام نہ لیا جائے اور ادھر ملکی مصالح کا مقتضی تھا کہ وہاں کے آزاد اضلاع کا پوری طرح بند و بست کر دیا جائے۔ نظر برایں بادشاہی سے پہلے اُسی زمانے میں جب کہ سکتوس پومپی کا معرکہ درپیش تھا، سیزر نے یہ خدمت بھی اپنے ذمّہ لی اور بہت مستعدی اور کامیابی سے اسے انجام کو پہنچایا۔ ۳۵ ق م میں ساحل اور ریاتیک کے قبائل مغلوب ہو گئے اور یہ مہم جس کا آغاز ڈاک لیہ (موجودہ مانٹی نگرو) کی فتح سے ہوا تھا قوم لاپی دیس کی شکست پر ختم ہوئی جو استریہ

کے شمال مشرق میں ایلپس کے پہاڑوں میں آباد تھی۔ ادھر سیزر کے بیڑے نے اُن بحری قزاقوں کی خبر لی جنھوں نے ساحل کے قریب جزیروں پر جابجا اپنے امن بنا رکھے تھے اور ان میں کرزو لا اور ملیدا کے جزیرے سب سے زیادہ مشہور ہو گئے تھے لیکن اس ساری مہم میں سب سے زیادہ دقت لاپی دیس قوم ہی کو مغلوب کرنے میں پیش آئی۔ اس قوم کے لوگ شمالی اطالیہ کے علاقوں تک میں آکے غارتگری کر جاتے تھے اور ان کی جسارت اتنی بڑھی تھی کہ انہوں نے ترگستہ اور اکویلیہ جیسے شہروں پر بھی حملہ کیا تھا۔ اس موقع پر جب رومی فوج ان پر بڑھی تو ان کی بہت بڑی تعداد اپنے شہر اروپیم میں جمع ہو گئی لیکن جب سیزر زیادہ قریب پہنچا تو یہ لوگ بھاگ کر جنگلوں میں جا چھپے اس شہر پر تو یوں بلا دقت قبضہ ہو گیا لیکن متولم[1] کے مضبوط قلعے کو فتح کرنے میں بڑی دردسری اٹھانی پڑی۔ یہ قلعہ ایک پہاڑی کی دو چوٹیوں پر واقع تھا۔ پہاڑی پر درختوں کی بھی کثرت تھی۔ اور قلعے کے اندر تین ہزار چیدہ جنگ آزما قلعے کی حفاظت پر مامور تھے اور ان کی جانبازی کے سامنے قلعہ کشائی کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ خود سیزر پہلو میں اگریپا کو ساتھ لے کر شہرپناہ پر حملہ آور ہوا اور ان سرداروں کی پیش قدمی نے رومی سپاہیوں میں بھی بڑا جوش پیدا کر دیا۔ حملہ آوروں کی سرگرمی دیکھکر محصورین قلعہ حوالہ کرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن جب قلعے میں داخل ہو کر رومیوں نے اُن کے ہتیار رکھوانے چاہے تو انہیں یقین ہو گیا کہ ہمارے ساتھ رومیوں نے دغا بازی کی۔ پس قلت تعداد کے باوجود وہ دوبارہ جان دینے پر تُل گئے اور بیشتر لڑ کر مارے گئے۔ جو باقی رہے تھے انہوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا اور پھر بستی کو آگ لگا دی

لاپی دیس قوم کو اس طرح مغلوب کرنے کے بعد سیزر نے ان کے علاقے سے کولاپیس (کلپا) ندی تک جو ساؤ میں آملی ہے، گذر کر پانونیہ کے قلعے سی سکیہ کا محاصرہ کیا (آج کل سی سک نامی قصبہ اس قدیم قلعہ کی یادگار ہے) جو ندکورہ بالا ندیوں کے سنگم پر واقع تھا۔ اس قلعہ کی دیواروں کے سامنے بھی رومی فوجیں آئی تھیں لیکن یہ پہلا موقع تھا جب کہ اُن کا آنا بے سود ثابت نہ ہوا۔ سیزر نے ندی پر پل بنا کے

[1] جسے اب "مونٹے لنگ" کہتے ہیں؛

قلعے کے گرد مٹی کے دمدمے اور چند قلعے بنوا دیں اور ادھر ساحل ڈینیوب کے بعض قبائل کی مدد سے ساؤ میں ایک مختصر دریائی بیڑا جمع کر لیا کہ خشکی اور تری دونوں طرف سے حملہ کیا جا سکے۔ محصورین کے بعض پانونی ہمدردوں نے ایک مرتبہ انھیں محاصرے سے نجات دلانے کی بھی کوشش کی تھی مگر نقصان اٹھا کے پسپا ہوئے اور ۳۰ دن مقابلے پر جمے رہنے کے بعد، قلعے کو رومیوں نے دھاوا کر کے چھین لیا۔ اس فتح سے پانونیہ اور نیز آگے بڑھ کے دالکیہ پر فوج کشی کرنے کے لئے ایک مستحکم مقام رومیوں کے ہاتھ آگیا۔ اور یہاں ایک رومی قلعہ بنا کے پچیس اعشار جیش کی چھاؤنی بنا دی گئی جس کا سردار **فوفیوس جمینوس** مقرر ہوا۔ خود سیزر سال (۳۵ ق م) کے اواخر میں اطالیہ چلا آیا تھا مگر سردی آتے ہی پانونیہ کے مغلوب قبائل نے سرکشی کی اور فوفیوس بڑی مصیبت میں پھنس گیا۔ اس کے پاس سے کوئی ٹھیک اطلاع سیزر کو نہ پہنچ سکی لیکن طرح طرح کی بری افواہیں پہنچیں اور سیزر جو اس زمانے میں برطانیہ پر فوج کشی کا منصوبہ سوچ رہا تھا، اس خیال کو چھوڑ کر فوراً مدد کے لئے سی سکیہ روانہ ہو گیا۔ فوفیوس کو خطرے سے نجات دلانے کے بعد اس نے دلمیشیہ کا رخ کیا اور یہ پورا سال (۳۴ ق م) اسی علاقہ کی تسخیر میں گزار دیا۔ ادھر دلمیشیہ کے اندرونی علاقوں کے قبائل آپس کے لڑائی جھگڑوں کو بھول کر متحد ہو گئے کہ مشترکہ دشمن کے مقابلے میں اپنی آزادی بچائیں اور انھوں نے اپنے سردار **ورسوس** کے ماتحت بارہ ہزار جوانوں کی فوج جمع کر کے پرومونا کو اپنا مستقر بنایا جو اب تک **تسلین** کے نام سے تنبی نیکو کے شمال مشرق میں آباد ہے۔ یہ مقام قدرتی دشواریوں کے باعث ناقابل تسخیر تھا اور انسانی محنت نے اسے اور بھی مستحکم بنا دیا تھا۔ لیکن سیزر نے جنگی ہنرمندی سے ایک چال ایسی کی کہ دشمن اپنے اگلے مورچے چھوڑ کر قلعے میں ہٹ آنے پر مجبور ہو گئے۔ اور یہاں اس نے انھیں بھوکا مار کے مغلوب کرنے کی غرض سے پانچ میل دور کی ایک دیوار بنالی۔ اہل دلمیشیہ کی ایک اور فوج **تس تی موس** کے ماتحت بڑھی تھی کہ قلعے کو محاصرے سے نجات دلائے مگر ادھر تو اسے کامل شکست ہوئی اور ادھر محصوروں نے جو اسی موقع پر قلعے سے نکل کر حملہ کیا تھا اس میں انھیں کامیابی نہ ہوئی اور وہ پسپا ہوئے بلکہ اسی ریلے میں کئی حملہ آور بھی ان کے ساتھ قلعے کے اندر تک گھس گئے۔ اس واقعے کے چند روز بعد اہل قلعہ نے ہتھیار ڈال دئے اور پرومونا کی تسخیر کے ساتھ ہی اہل دلمیشیہ کی

متفقہ مزاحمت کا خاتمہ ہو گیا البتہ اِدھر اُدھر مختلف مقامات پر لڑائیاں ہوتی رہیں اور بعض قبیلے بطور خود رومیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ چنانچہ ستو و یہ کا باقاعدہ محاصرہ کرنا ضروری ہوا اور یہی معرکہ تھا جہاں سیزر کے گھٹنے پر زخم لگا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ قنصلی کے لئے (۳۳ قبل مسیح) رومہ چلا آیا اور اپنا کام استاتی لیوس تو روس کے سپرد کر آیا جس نے اس خدمت کے جلدوں میں الی ریکم کے مال غنیمت سے حصہ کثیر حاصل کیا اور اسی مال سے آئندہ کثیر دولت جمع کر لی، اِدھر سیزر جس دن قنصلی پر منتخب ہوا اسی دن اس عہدے سے دست بردار ہو کر پھر دلمیشیہ آگیا کہ مفتوحہ اقوام سے باضابطہ اطاعت کا اقرار لے۔ اسی موقع پر وہ رومی "عقاب" بھی اہل دلمیشیہ سے واپس لئے گئے جو انہوں نے گابی نیوس کو شکست دے کر چھین لئے تھے۔ نیز انہوں نے اپنی قوم کے سات سو لڑکے بطور یرغمال فاتحین کے حوالے کئے۔

الی ریکم کے صوبوں کو متمدن بنانے کا کام اب شد و مد کے ساتھ شروع ہوا ساحل کے بڑے شہر اطالوی بستیوں کے ہم رتبہ قرار دئے گئے۔ اور سالونی، اجادر پولا، ترگستہ اور دیگر مقامات کی تاریخ کا نیا دَور شروع ہوا جس میں ان شہروں نے وہ نمایاں شہرت حاصل کی کہ یورپ کی آئندہ تاریخ میں ان کی جگہ نکل آئی، اور بے شبہ یہی زمانہ ہے جب کہ ان شہروں میں رومی نوآبادیاں بسائی گئیں اور سالونی کا سرکاری زبان میں پورا نام "کولونیہ مارسیہ جولیہ سالونی" قرار پایا۔ کارنیولہ کا صدر مقام امونا، جہاں اب لے باخ آباد ہے "کولونیہ جولیہ امونا" کے نام سے اور پولا "کولونیہ پی تاس جولیہ پولا" کے نام سے موسوم ہوا۔ اور اس مقام (پولا) کی حیثیت الی ریکم میں بعض اعتبار سے وہی ہو گئی جو "سہ غالیات" میں لگو دونم کو حاصل تھی۔ کیونکہ رومہ اور اغسطس کے نام کا ایک مندر پہلے بادشاہ کی زندگی میں اسی مقام پر تعمیر ہوا۔

الی ریکم کے انتظامات میں بھی ردّ و بدل ہوا۔ اب تک یہ علاقہ آل روئے الپس غالیہ کی حکومت میں شامل تھا اور دلمیشیہ کے جنوب میں، الی ریکم کی ایک پٹی مقدونیہ میں داخل کر دی گئی تھی۔ لیکن اب سیزر کی جدید فتوحات کے بعد یہ سب علاقے ملا کر الی ریکم کا ایک مستقل صوبہ بنا دیا گیا جس کی شمالی سرحد ساؤس اور جنوبی سرحد دریلو تدی تھی، ۲۷ قبل مسیح میں جب صوبوں کی تقسیم ہوئی تو الی ریکم مجلس اعیان کے

حصے میں آیا مگر اس کا وقوع اور تعلقات کی نوعیت ہی ایسی تھی کہ وہ زیادہ عرصے تک مجلسی صوبہ نہ رہ سکتا تھا۔ اول تو شمالی سرحدوں پر فوجوں کا رکھنا ناگزیر تھا دوسرے یہاں کے صوبہ دار کو ایک طرف نوری کم اور دوسری طرف میزیہ پر بھی نظر رکھنی پڑتی تھی۔ اور ان ذمہ داریوں کے مناسب وسیع اختیارات ایک پروقنصل کو ملنے دستور کے خلاف تھے۔ چنانچہ ریتیہ کی فتح کے چند ہی روز کے بعد جب پانونیہ میں لڑائی چھڑ جانے کے آثار نظر آئے تو اس طرف اگریپا کو روانہ کیا گیا (۱۳ ق م) اور اسے "بیرون اطالیہ صوبوں کے تمام حاکموں سے زیادہ اختیارات" تفویض ہوئے۔ اگریپا کے نام ہی کی دہشت نے پانونیہ والوں کو سر نہ اٹھانے دیا لیکن سال آیندہ جب اگریپا نے وفات پائی اور ان لوگوں نے ہتھیار سنبھالے تو اگریپا کا جانشین تی بریوس کو مقرر کیا گیا۔ اس نے بغاوت فرو کر دی تھی مگر اگلے سال (۱۱ ق م میں) اسے ان پر دوبارہ فوج کشی کرنی پڑی اور دلمیشیہ کے تازہ فساد کا تدارک کرنا بھی ضروری ہوا ان واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ الی ریکم مجلس اعیان کے تحت سے نکل کر شاہی صوبوں میں لے لیا گیا کیونکہ دلمیشیہ کی رعایا اور پانونیہ کے ہمسائے، دونوں کے واسطے مستقل افواج رکھے بغیر چارہ نہ تھا۔ اسی جدید انتظام کے ساتھ الی ریکم کی سرحد بھی ساوس کی بجائے دراوس ندی تک وسیع کر دی گئی تاکہ تی بریوس نے تین جنگوں میں (۱۲ تا ۱۰ ق م) جو نئے علاقے فتح کئے تھے وہ اسی صوبے کی حدود میں آجائیں۔ سی سکیہ کی بجائے اب رومی جیوش کا سرحدی مرکز بھی پی ٹو ویو قرار دیا گیا جو نوری کم کی سرحدوں پر واقع تھا۔ پھر کچھ عرصے بعد اس توسیع کے باعث الی ریکم کے ایک کی بجائے پانونیہ اور دلمیشیہ دو صوبے بنا دئے گئے اور دونوں کا تعلق بادشاہ سے رہا۔ ان میں پانونیہ کی حکومت زیادہ اہمیت رکھتی تھی کیونکہ یہاں کے جیش سالار کو نوری کم یا میزیہ دونوں طرف کی نگہداشت کرنی پڑتی تھی۔ یہاں یہ وضاحت کر دینی مناسب ہوگی کہ الی ریکم دو معنی میں بولا جاتا تھا۔ یعنی اس میں صحیح اور اصل معنی میں تو صرف پانونیہ اور دلمیشیہ کا علاقہ داخل تھا لیکن اس کے زیادہ وسیع مفہوم میں (خاص کر مالی اغراض کے لئے) نوری کم اور میزیہ بھی اس اعتبار سے شامل کر لئے جاتے تھے کہ یہ دونوں الی ریکم خاص کے صوبہ داروں کے حلقۂ اثر میں داخل تھے

(۱۲) میزیہ اور تھریس (تراکیہ) جمہوریت کے زمانے میں مقدونیہ کے رومی صوبہ داروں کو الی ریکم اور تھریس کی جنگی قومیں اپنے حملوں سے آئے دن پریشان کرتی رہتی تھیں۔ بالائی پارگوس کی قوم دردانی استری مون کے کناروں پر بسنے والے دن تلیت، تماکوس واسکوس کے دوآبے کی قوم تری بالی اور اوودیہ ندی کے پار کے بسی نہایت تکلیف دہ ہمسائے تھے۔ ادھر ڈین یوب اور کوہ ہیموس کے درمیان کے علاقے میں، جن میں اب ریاست بلغاریہ واقع ہے، میزی اور ڈین یوب کے پار داکی قوم کے لوگ بستے تھے جنھیں رومہ کا قوی دشمن سمجھنا بجا تھا۔ شمال، جنوب اور وسط کی یہ تینوں قومیں ہم نسل وہم لسان بھی تھیں اور اسی لئے رومی حکومت کی نظر میں تھریس اور میزیہ پر براہ راست یا بالواسطہ تسلط رکھنا ضروری مسئلہ ہو گیا تھا کہ سلطنت کی سرحد ڈین یوب بن جائے۔

اتفاق سے ۲۹ؔ ق م میں ایک شمالی قوم نے میزیہ پر حملہ کیا۔ یہ بستارنی نامی ایک طاقتور اور غالباً جرمن نسل کی قوم تھی اور ان دنوں ڈین یوب اور نیسٹر کے درمیان کے علاقے میں آباد ہو گئی تھی۔ جب تک اس کی لڑائی میزی، دردانی اور تریبالی قوم کے لوگوں سے ہوتی رہی، اس وقت تک مقدونیہ کے رومی صوبہ دار نے اس میں کوئی دخل نہ دیا۔ یہ صوبہ دار مرقس لی سی نیوس کراسوس اس مشہور کراسوس کا پوتا تھا جو اپنے زمانے میں پومپی اور سیزر کا ہم چشم سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جب حملہ آوروں نے دن تلیت قوم پر بھی یورش کی جو رومیوں کی حلیف تھی، تو لی سی نیوس کراسوس کو مدد کے لئے جانا پڑا۔ بستارنیوں کو اس نے دن تلیت کے علاقوں سے ہٹ جانے کا حکم دیا اور حملہ آوروں نے اس کی تعمیل بھی کی مگر کراسوس نے اُن کا تعقب جاری رکھا اور اس مقام پر جہاں سی بروس ندی ڈین یوب سے آکر ملی ہے، انہیں شکست دی۔ اسی کے ساتھ وہ اپنی فوج لے کر میزیہ میں داخل ہو گیا اور بہت کچھ زحمت صعوبت اُٹھانے کے بعد اس نے میزیہ کے قریب قریب تمام قبائل کو مغلوب کر لیا۔ میزیہ اور مقدونیہ کے سیدھے راستے میں ۱۱ور کوہ اسکومیوکس کے دامن میں جو جزیرہ نمائے بلقان کے وسط میں واقع ہے، ان دنوں سردی نامی ایک قوم آباد تھی۔ کراسوس نے

اسے بھی زیر کیا اور اس کے صدر مقام سردی کا کو فتح کر لیا جو اب سوفیا کے نام سے بلغاریہ کا پائے تخت ہے۔ پھر اسے تھریس کی ان قوموں کو مغلوب کرنے کے لئے لڑنا پڑا جو رومیوں کی مخالف ہو گئی تھیں۔ اسی ضمن میں اسے ڈیونی سوس کے مندر کا ایک جھگڑا بھی چکانا پڑا۔ اصل میں یہ لوگ اس دیوتا کے بڑے پر جوش پجاری تھے[1] اور ان میں اس دیوتا کے نام کا ایک خاص نخلستان بہت ہی مقدس مانا جاتا تھا اور عجب نہیں کہ یہی وہ نخلستان ہو جہاں ایک مرتبہ سکندر اعظم نے بھی بھینٹ چڑھائی تھی۔ اسی کے قبضے کے متعلق اُدریسی اور بسی نامی دو طاقتور قبیلوں میں نزاع تھی اور اس وقت بسی قبیلے کے لوگ نخلستان پر قابض تھے مگر کراسوس نے یہ نخلستان ان سے چھین کر اُدریسی قوم کے حوالے کر دیا جو رومیوں کی جانب بہت مائل تھی۔ پھر اسی قوم کے رئیس کو رومی حکومت کی جانب سے تمام تھریس کا حاکم مقرر کر دیا گیا اور وہاں کی تمام اقوام نیز ساحل کی یونانی بستیوں پر اس کی سیادت تسلیم کرا دی گئی۔ اس طرح تھریس گویا روما کی ایک باج گزار ریاست بن گیا۔

قرینہ کہتا ہے کہ میزیہ بھی براہ راست رومی صوبہ بننے سے قبل اسی طرح باج گزار ریاست بنا لیا گیا ہو گا اور اسے تری بالکیہ کے ساتھ ساحل کے یونانی شہروں سے جدا کر کے کسی دوسرے مقامی رئیس کے سپرد کر دیا گیا ہو گا[2]۔ بہر نوع یہ یقینی ہے کہ ۲ ق م کے بعد سے ان علاقوں میں مداخلت کا اختیار مقدونیہ کے صوبہ دار کی بجائے الی ریکم کے صوبہ دار کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔

لیکن تھریس کی یہ اطاعت گزاری دیرپا ثابت نہ ہوئی اور اُدریسی رئیس انھیں قابو میں رکھنے کی خدمت انجام نہ دے سکا۔ بسی قوم کے لوگ اپنے دیوتا کے مقدس نخلستان کو واپس لینے کے لئے بیقرار تھے اور آخر ۱۳ ق م میں انھوں نے ایک مذہبی جنگ چھیڑ دی جس کا انجام یہ ہوا کہ ایک ایک کر کے سب اُدریسی رئیس مغلوب

---

[1] ان لوگوں کی بدمستیوں کا ورفشے میں لڑنے جھگڑنے کا ہوریس کے قطعات میں بھی ذکر آتا ہے۔ باب اول صفحہ ۲۷ نیز دیکھو باب دوم صفحہ ۷۔

[2] غالباً اس رئیس کا لقب بھی کوتوس کی طرح "پری فکتوس سی وی تاتیوم" (یعنی دیوانی عامل) مقرر کر دیا گیا تھا۔

ہو گئے، مشکل یہ تھی کہ اس زمانے میں الی ریکم کا رومی صوبہ دار تو خود اپنے مقامی جھگڑوں میں الجھا ہوا تھا، اور غالباً تھریس کی اس بغاوت کو فرو کرنا اسی کے حدود اختیارات میں داخل تھا، اور مقدونیہ کے پروقنصل کے پاس کوئی فوج ہی نہ تھی۔ غرض مجبوراً ایشیا کے قریبی صوبے سے فوج طلب کرنی پڑی اور گلیشیہ کا جیش سالار لوسیوس پیزو بغاوت فرو کرنے کے واسطے سواحل ایشیا سے یورپ میں بلایا گیا[1] کیونکہ باغی گیلی پولی پر قابض ہو گئے تھے (سلسلہ ق م) اور اندیشہ تھا کہ کہیں خود وہ ایشیا کے صوبوں میں نہ گھس آئیں لیکن پیزو نے یورپ آکر بغاوت فرو کر دی اور غالباً اسی کے تھوڑے دن بعد میزیہ کو باقاعدہ رومی صوبہ بنا لیا گیا اگرچہ تھریس کی نیم آزاد ریاست کی حیثیت ابھی تک بحال رہی اور وہاں اُڈریسی قوم کا باج گزار رئیس رحیم تاکلیس حکومت کرتا رہا۔ یہ اور اس کا بیٹا کوتیس دونوں روما کے دل سے عقیدت مند تھے مگر خود ان کے وطن میں لوگ اُن کو بہت ناپسند کرتے تھے۔ تھریس کا ملک اگرچہ آجتک یونانی نہیں ہے تاہم یہاں سلطنت روما کا مغربی نصف ختم ہوجاتا تھا اور اسے یونان کے ساتھ مشرقی صوبوں میں شمار کیا جاتا تھا لیکن اس کا میزیہ سے چولی دامن کا ساتھ تھا اور اسی لئے آیندہ باب میں شامل کرنیکی بجائے ہمیں زیادہ مناسب یہ نظر آیا کہ اس کا حال یہیں بیان کر دیا جائے۔ کیونکہ یونانی اثرات کے اعتبار سے تو میزیہ بھی نیم یونانی تھا اور اگر اس کے مغربی حصے کے شہر جو رومی حکومت کے زمانے میں آباد ہوئے لاطینی تھے تو دوسری جانب بحر اسود کے سواحل پر یونانی تمدن کا رنگ غالب تھا اور وہ باقی سب علاقوں سے بالکل جداگانہ اور ممتاز تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود ان شہروں کے اکثر باشندے یونانی نسل کے نہ تھے بلکہ گتی اور سرماشی قوم کے لوگ تھے اور ان میں جو خالص یونانی آکر شامل ہوئے وہ بھی وہاں کے اصلی باشندوں سے خلط ملط ہو کر ایک حد تک اپنا نسلی امتیاز کھو بیٹھے تھے[2] اوید Ovid شاعر جو قومی کی طرف جلاوطن کر دیا گیا تھا

---

[1] مؤرخ دیون کے اس قول کی کہ پیزو دیام فیلیہ کا حاکم تھا اور وہیں سے تھریس طلب کیا گیا، تاویل کی صورت وہی ہو سکتی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی۔ ورنہ موسن تو دیون کے اس قول ہی کو صحیح نہیں مانتا اور لکھتا ہے کہ پیزو اس وقت میزیہ کا جیش سالار ہوگا۔

[2] ہوریس نے بھی اپنے قطعات میں گتی زبان کے سخت لب ولہجہ اور دیگر بدوی خصوصیات کا

وہاں کی وحشیانہ معاشرت کی نہایت واضح تصویر کھینچ گیا ہے کہ وہاں کسان مسلح ہوکر ہل چلاتے تھے اور وہاں کے خون خوار رہزنوں کے تیر شہر پناہ کے اوپر سے ہوکر شہر میں گرتے تھے۔ دیسی باشندوں کا لباس کھال کا ہوتا تھا۔ اور وہ تیر کمان لئے گلیوں میں گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے، خود رومیوں کی فتح کے بعد بھی عرصے تک میزیہ میں گتی زبان کا رواج رہا اسی طرح جس طرح الی ریکم میں الی ریک زبان بولی جاتی تھی، چنانچہ آوید لکھتا ہے کہ توَمی میں رہنے والوں کے واسطے اس دیسی زبان (گتی) کا جاننا بہت ضروری تھا۔ ہمارے شاعر نے اس زبان کو سیکھکر اسی میں ایک نظم بھی لکھی تھی اور اگر آج اس گم گشتہ زبان میں آوید کے یہ مشتقیہ شعر مل جائیں تو ہم ان کے معاوضے میں آوید کی بعض لاطینی نظمیں دے دینے پر خوشی سے آمادہ ہیں۔

(۱۳) رہائن کے منبع سے ڈین یوب کے دھانے تک سارے وسیع علاقے پر تسلط کرنا سلطنت روما کی جنگی ضروریات میں داخل تھا۔ اور اگرچہ ہر صوبے کو فتح کرنے کی کوئی مخصوص اور وقتی غرض پیدا ہوجاتی تھی، لیکن درحقیقت یہ سب فتوحات ایک وسیع اور ہمہ گیر منصوبے کا جزو تھیں اور وہ منصوبہ یہ تھا کہ بحر شمال سے بحر فشین تک حدود سلطنت کو بالکل محفوظ و مصئون کردیا جائے اور یا تونیہ اور رہائن کی افواج کا ایسا تعلق مسلسل رہے کہ ضرورت کے وقت دونوں مل کر کام کرسکیں۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ روما کے ارباب حل وعقد کے سامنے سب سے ضروری اور دشوار مسئلہ یہی تھا کہ جرمانیہ اور وسط یورپ کی اقوام کو کس طرح قابو میں رکھا جائے؟ لیکن اس سے قبل کہ ہم ان تدابیر کو بیان کریں جو رومی حکام نے مسئلہ مذکور کو حل کرنے کے واسطے اختیار کی تھیں بہتر ہوگا کہ ہم باقی ماندہ صوبوں اور باج گزار ریاستوں کے حالات کو بیان کرکے اپنے پیش نظر مضمون کی تکمیل کردیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۵ - ذکر کیا ہے۔ (فصل سوم صفحہ ۲۴)

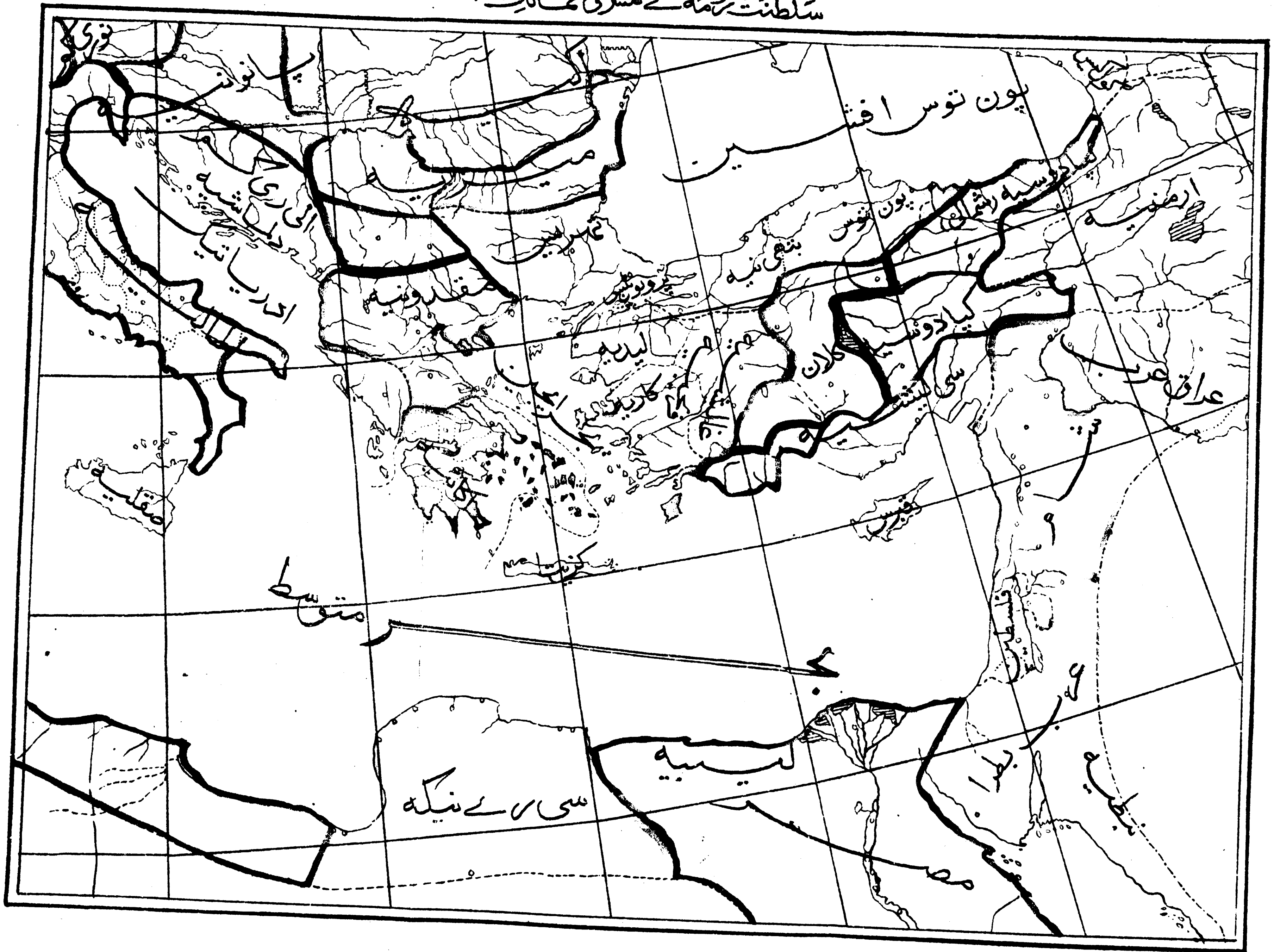
باب ہفتم

مشرقی صوبے اور مصر۔(بسلسلہ باب گزشتہ)

ذیلی عنوان (۱) مشرق میں رومی حکومت کی حیثیت ؛ (۲) مقدونیہ اکائیہ اور آزاد ریاست ہائے یونان ۔ نیکو پولیس اور اکشیم کا تہوار ۔ دلفی کی مذہبی مجلس ؛ (۳) ۔ ایشیا اور بتھانیہ ۔ ان صوبوں کی ملکی مجلسیں اور اُن کے اعلیٰ عہدہ دار ؛ (۴) گلیشیہ اور پام فیلیہ ؛ (۵) ایشیائے کوچک کی باج گزار ریاستیں ۔ لیسیہ کی ریاستوں کا مجموعہ ۔ کپادوسیہ، پونٹوس، پافلاگونیہ، اور ارمنیہ (خورد) جزیرہ نمائے طارس کی ریاستیں، باسفورس اور کرسونی سوس ؛ (۶) جزائری صوبے قبرس ۔ کریت (سی رین) ؛ (۷) شام اور اس کے قریب کی باج گزار ریاستیں ؛ نبطیہ ، ارض یہود ، کوماجین ، کالکیس ، ابی لین ، امی سہ ، پامیرا ، شاہ ہیرود اور اس کی یونان پرستی ؛ (۸) مصر۔

(۱) مغرب میں جن ممالک کو رومیوں نے فتح کیا وہاں وہ مفتوحہ اقوام کے معلم تھے لیکن مشرق میں خود ان کی حیثیت شاگردوں کی سی تھی۔ چنانچہ شمالی اطالیہ غالیہ ہسپانیہ اور الی ریکم تو گویا جنگلوں کی زمین تھی جسے سب سے پہلے اہل رومہ نے صاف کیا اور وہاں تہذیب و تمدن کا راستہ بنایا لیکن مشرق میں جو صوبے اُن کے قبضے میں آئے وہاں اُن کی حیثیت صرف ایسے وارثوں کی تھی جن کا کام اپنے ورثے کی غور و پرداخت کرنا ہو اور جس میں ترقی کے لئے کسی نئی چیز کو پیدا کرنے کی گنجایش نہ ہو ۔ بہ الفاظ دیگر یہاں رومیوں کا کام صرف یہ تھا کہ سکندر اعظم اور اس کے جانشینوں نے جس نظام کا آغاز کیا تھا اسے جاری رکھیں۔ اور اہل رومہ اسی کو قابل فخر سمجھتے تھے کہ انہیں یہ منصب ملا ۔ چنانچہ انہوں نے یہی نہیں کیا کہ جو چیز یونانی تھی اسے بجنسہ یونانی رہنے دیا بلکہ خود انہوں نے اپنے مشرقی

سلطنت روما کے مشرقی ممالک



صوبوں میں جہاں کہیں یونانی تمدن کا اثر نہ پہنچا تھا اسی تمدن کو پھیلانے کی کوشش کی
ان کی اس عام حکمت عملی سے کوئی جگہ مستثنیٰ رہی تو وہ صقالیہ تھی اور اصلی سبب اس
جزیرہ کا محل وقوع تھا ؛

رومی سلطنت کے ان مشرقی علاقوں کی قدرتی تقسیم چار حصوں میں
ہو جاتی ہے (۱) مقدونیہ اور یونان (۲) ایشیائے کوچک جس کے
سلسلہ میں ہم جزیرہ نمائے طارس کو بھی شامل کر سکتے ہیں (۳) شام
اور اس کے قریب کی باج گزار ریاستیں۔ اور (۴) مصر جو جغرافی
اعتبار سے بھی سب سے الگ تھا اور اس لحاظ سے بھی کہ وہ صحیح معنوں میں رومی
صوبے یا باج گزار ریاست کی تعریف میں شامل نہیں ہو سکتا ؛

فصل اول مقدونیہ، اکائیہ، اور یونان کی آزاد ریاستیں

(۲) جمہوریت کے زمانے میں یونان اور مقدونیہ کے رومی
علاقے ایک بڑے صوبے (مقدونیہ) میں داخل تھے۔ بادشاہی عہد سے
اس میں تبدیلی ہوئی اور اغسطیس نے انھیں مقدونیہ اور اکائیہ
کے نام سے دو چھوٹے صوبوں میں تقسیم کر دیا اور ان دونوں صوبوں کی
نگرانی مجلس اعیان کے ہاتھ میں دے دی۔ لیکن یہ تقسیم مقدونیہ اور
یونان کی قدرتی حدود پر مبنی نہ تھی چنانچہ اکائیہ میں یونان (یا قدیم ہلاس)
کا پورا ملک شامل نہ تھا اور مقدونیہ کا صوبہ اصلی "مقدونیہ" سے زیادہ بڑا
ہو گیا تھا۔ کیونکہ تھسالیہ، اطولیہ، اکرنانیہ اور اپی روس ~~شمالی صوبہ~~ (مقدونیہ) کے تفویض کر دئے گئے تھے اور کوہ اولیمپس کی بجائے کوہ ایتا کو
یونان و مقدونیہ کی حد فاصل قرار دیا گیا تھا۔

---

۱ مگر بادشاہی کے اس ابتدائی عہد میں اپی روس کی ملکی حیثیت کا ٹھیک تعین کرنا
دشوار ہے۔ قرینہ کہتا ہے کہ اس کا بڑا حصہ مقدونیہ میں لے لیا گیا تھا لیکن تاسی توس نے

بہر حال مقدونیہ کا وسیع صوبہ عہد شاہی میں منقسم ہو کر پہلے سے بہت چھوٹا رہ گیا اور شمال و مشرق میں رومیوں کی تازہ فتوحات نے اس کی جنگی وقعت بھی کم کر دی کیونکہ اب وہ سرحد کا صوبہ نہیں رہا۔ تمدن کے اعتبار سے بھی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ گو مقدونیہ کے دونوں ساحل کے قدیم شہروں پر یونانی تمدن کو فروغ رہا۔ لیکن یہ اثر اندرونی کوہستانی علاقوں تک کبھی نہیں پہنچا اور اپولونیہ اور ویراکیم کے آگے مشرق کی طرف یا تھسالونیکہ اور کالسی ڈیس کے اوپر شمال میں یونانی بستیوں کی تعداد اس قدر نہ بڑھنے پائی کہ وہ یونانی تہذیب کا مرکز بن جاتیں۔ اغسطس نے ویراکیم، اپی ڈامنوس اور اڈریاٹک پر شہر بیلیس میں، تھریس کے شہر فلپی، خلیج تھرمہ کے شہر ڈیوم اور کسانڈریہ میں (جو خلیج پگاسی پر واقع تھا) بہت سے رومیوں کو لا لا کے آباد کیا اور یہ سب قدیم یونانی شہر تھے۔ لیکن اس کا مقصود صرف یہ تھا کہ قدیم رومی سپاہیوں کے واسطے بسنے کی جگہ نکل آئے نہ یہ کہ ان شہروں کو روما کے رنگ میں رنگ دیا جائے۔ چنانچہ وہاں کے شہروں کے قدیم مقدونی آئین اور حکام بحال رہے اور ان کی ایک مشترکہ مجلس قائم ہو گئی۔ صوبہ (مقدونیہ) کا صدر مقام تھسالونیکہ کو قرار دیا گیا اور صرف یہی بات ایسی تھی جس سے مقدونیہ میں یونانی اثرات کا غلبہ ظاہر ہوتا تھا۔

تھسالیہ اگرچہ مقدونیہ کے پروقنصل کے تحت میں تھا لیکن اس کی حیثیت ان اضلاع سے جداگانہ تھی جو کوہ اولیمپس کے شمال میں واقع تھے۔ یعنی یہ ایک خالص یونانی ضلع تھا اور اس کی بستیوں کی ایک مجلس مقدونیہ سے بالکل علٰحدہ بنائی گئی تھی۔ اس مجلس کا اجلاس شہر لاریسا میں ہوتا تھا جس کے میدان زرخیزی میں ضرب المثل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۸۔ (وقائع، باب دوم صفحہ ۵۳ پر) اپی روس کے مشہور شہر نیکوپولیس کو اکائیہ کے شہروں میں شمار کیا ہے اگرچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ نیکوپولیس کا معاملہ ممتاز اور دوسرے شہروں سے بالکل مختلف تھا۔

تھے۔ یوں بھی جولیس سیزر نے تمام تھسالیہ والوں کو آزاد حکومت خود اختیاری کا حق دے دیا تھا۔ لیکن آخر میں ان کی کسی حرکت سے ناخوش ہو کر اغسطس نے یہ حق چھین لیا اور شہر فرسالوس کے سوا باقی سب تھسالوی آبادیاں حلیفوں کی بجائے رومہ کی حقیر رعیت بنا دی گئیں۔

یونان کے قدیم اور قابل تعظیم شہروں کے ساتھ رومہ کی حکومت (خواہ جمہوری ہو خواہ بادشاہی) ہمیشہ ایسے لطف و رعایت کا برتاؤ کرتی رہی جو اور کسی مفتوح ملک کے ساتھ اس نے اختیار نہیں کیا۔ دوشیزۂ یونان، اثینہ یا "صابر لکدی مون" یا کاہنہ دلفی کے شہروں کا جو احترام اہل رومہ کے دل میں جاگزیں تھا اس کا ثبوت صرف ان کی کتابیں ہی نہ تھیں بلکہ وہ طرز حکومت بھی جو انھوں نے یونان میں اختیار کیا چنانچہ رومی فتح کے بعد بھی ایتھنز کے بعض علاقے اسی شہر کے قبضے میں رہے اس کی آزادی پر کوئی بندش عائد نہ کی گئی اور اس لئے وہاں کے لوگ اب تک اپنے شہر کو ایک حکمران ریاست تصوّر کر سکتے تھے۔

اس طرح سیاسی طور پر یونان کے دو حصّے ہو گئے تھے۔ ایک تو وہ علاقہ جو براہ راست رومہ کا ماتحت تھا اور دوسرے متحدہ ریاستیں۔ (۱) ان ریاستوں میں سب سے پہلے ایتھنز کا درجہ تھا جس کے تحت میں اٹیکہ اور بعض اور اضلاع بھی بدستور باقی تھے۔ ان میں بیوشیہ کا شہر ہالیارتوس اور اس کا ضلع تو یونان ہی میں ایتھنز کے پاس تھا لیکن دور قدیم کی مثل، اس کے اصلی مقبوضات سمندر کے جزیرے تھے۔ چنانچہ مجموعہ جزائر سیکلا دیس میں کیوس اور دلوس، شمالی ایجین میں لمنوس، امروسی اور اسکی روسی اس کے ماتحت تھے۔ سلامیس کا جزیرہ بھی ایک دولتمند شخص کی فیاضی کی بدولت، اغسطس کے عہد میں دوبارہ ایتھنز کی ملکیت میں آگیا تھا۔ اس شخص کا نام جولیس نکانور تھا اور شکرگزار شہر والے اسے "تھمیس طاکلیس ثانی" کہنے لگے تھے۔ ان سب رعایتوں کے باوجود، اور عجب نہیں کہ انہی رعایتوں کے باعث اہل ایتھنز رومی حکومت کو اکثر دق کرتے رہتے تھے اور ان کے ایک مفسدے کا ذکر خود اغسطس کے زمانہ میں ہمیں ملتا ہے۔ ایتھنز کے بعد شمالی یونان کے سات شہروں کا درجہ تھا۔ تھسپی، تناگرا، اور پلاتیہ جو بیوشیہ کے مشہور

شہر تھے۔ اسی طرح فوکیس میں دلفی، الایتہ، اور ابی، اور لوکریس میں امفی ساپ،
پلو پونسوس کے علاقے میں اسپارٹہ کا شمالی لکونیہ پر قبضہ بحال رکھا تھا اور باقی
جنوبی حصے کے باشندوں کی آٹھ "آزاد لکونی" بستیاں بنادی گئی تھیں۔ اسی طرح
اکائیہ میں دیم آزاد شہر تھا اور اگرچہ یقینی طور پر ثابت نہیں مگر قرینہ غالب یہ ہے
کہ الیس اور اولیمپیہ کے شہر بھی آزاد مان لئے گئے تھے۔ اوران آزاد ریاستوں
کے معاملات میں رومی حکومت حتی الامکان کوئی مداخلت نہ کرتی تھی۔ ایتھنز کو تو اپنا
علیحدہ سکہ ضرب کرنے کا بھی حق دیا گیا اور وہاں کے سکوں پر کبھی "سیزر" کی تصویر
کندہ نہیں ہوئی۔ ان تمام رعایتوں کے باوجود یہ ریاستیں اس بات کو بخوبی جانتی تھیں
کہ رومی حکومت جب چاہے ان کے حقوق سلب کرسکتی ہے جیسا کہ تھسالیہ کے
معاملہ میں ہوا اور یہی مثال دوسروں کو بھی سبق دینے کے لئے کافی تھی۔

پاتری اور کورنتھ میں رومی نوآبادیاں بنائی گئی تھیں اور اس لئے انکی
حیثیت کسی قدر جداگانہ تھی۔ قرطاجنہ کی طرح کورنتھ کی دوبارہ رونق و سرسبزی کا باعث
بھی جولیس سیزر کی کوششیں تھیں اور اسی کے نام پر یہ شہر کولونیہ جولیہ کے عرف سے
معروف ہوا اور اپنے عمدہ محل وقوع کی بدولت بہت جلد پہلی سی رونق و شہرت
پاگیا تھا، اکائیہ کے علاقے میں شہر پاتری کی بنیاد اغسطس نے رکھی تھی اور یہاں
بہت سے اطالیہ کے کہن سال سپاہی آباد کردیے تھے۔ ساحل مقابل پر لوکریس
کی بندرگاہ نوپاکتوس بھی اہل پاتری کے حوالے کردی گئی تھی۔

(۲) مذکورۂ بالا ریاستوں اور نیز بعض غیر آباد مغربی اضلاع جیسے اطولیہ،
اکرنانیہ اور اپی روس کو چھوڑکر، یونان کا باقی علاقہ براہِ راست اہل رومہ کے
زیرنگیں اور صوبۂ اکائیہ میں داخل تھا۔ اور اس کا رومی صوبہ دار کورنتھ میں رہتا تھا،
یہاں کے محکوم شہروں میں بھی اغسطس قومی اتحاد کا احساس پیدا کرنے کا خواہاں
تھا، اس لئے قدیم اکائیہ کی انجمن کو وسیع کرکے اس میں بیوشیہ، یوبیہ، لوکریس
فوسیہ اور دوریس کے قصبات کو بھی شریک کرلیا تھا گویا اپنے پورے رومی صوبے
کی مشترکہ انجمن بنادی تھی اور یہی بعد میں بڑھکر تمام "اقوام یونانی" کی مشترکہ انجمن

ہونے کا ادّعا کرنے لگی تھی۔ اس انجمن کے جلسے شہر ارگوس میں ہوتے تھے اور یہ گویا اسے آزادی سے محروم رکھنے کی اشک شوئی تھی۔

مگر ابھی یونان کی ایک ممتاز ریاست کا ذکر کرنا باقی ہے۔ یہ "نیکوپولیس" (یعنی "فتح کا شہر") تھا جسے اغسطس نے اکٹیئم کی یادگار میں وہاں تعمیر کیا جہاں تلوار نے رومی سلطنت کی کامل اور واحد سیادت کا اس کے حق میں فیصلہ کیا تھا۔ یہ نیا شہر خلیج امبراسیہ کے دہانے پر بالائی کنارے کے ٹھیک اس قطعۂ زمین میں بسایا گیا تھا جہاں اغسطس کی اصلی فوج خیمہ زن ہوئی تھی اسے رومی نوآبادی نہیں بنایا گیا بلکہ تھسالونیکہ کی طرح اسے خالص یونانی رکھنا مقصود تھا اور اس میں گرد و نواح کی بستیوں کے باشندے لاکر آباد کر دیے گئے تھے۔ ایتھنز و اسپارٹہ کی مثل نیکوپولیس بھی آزاد و خودمختار ریاست تھا اور اطولیہ کا ایک حصہ نیز ایپی روس جزیرہ لیوکاس اور اکرنانیہ کے علاقے اس میں شامل کر دیے گئے تھے۔ خلیج کے دوسری طرف کی راس پر اپالو دیوتا کا ایک نیا مندر خاص اکٹیئم کے میدان میں بنایا گیا تھا اور اولیمپیہ کے نمونے پر یہاں بھی اس دیوتا کے نام پر ہر پانچویں سال میلہ ہوتا تھا جسے "اکٹیہ" ورنہ عرفی طور پر بھی "اولیمپیہ کا میلا" کہتے تھے۔ ہر چار سال کا دورہ (اولیمپی سمت کی طرح) "اکٹیاد" کہلاتا تھا۔

سیاسی اعتبار سے نیکوپولیس اور اس کے ماتحت علاقے نہ رومیوں کے صوبہ مقدونیہ میں داخل تھے نہ اکائیہ میں۔ لیکن تعلقات کے لحاظ سے اس جدید ریاست کا واسطہ زیادہ تر جنوب کے صوبۂ اکائیہ سے تھا نہ کہ مقدونیہ سے۔ کیونکہ رومیوں کے زمانے میں یورپ کے یونانیوں کا سب سے قومی رشتۂ اتحاد "دلفی کی مذہبی مجلس" تھی اور اس مجلس میں اغسطس نے نیکوپولیس کو نہایت معزز مرتبہ دلوا دیا تھا۔ اصل میں اسی بادشاہ نے مقدونیہ اور نیکوپولیس کی جدید ریاست کو دلفی کی مذہبی مجلس کے دائرۂ اثر میں داخل کیا تھا اور اسی نے اپنے نئے شہر کو تعداد میں اسی قدر رایوں کا حق دلوایا جس قدر کہ تمام صوبۂ مقدونیہ کو دی گئی تھیں ملے۔ اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ مجلس خالص

ملے اس مذہبی مجلس میں کل ۳۰ رائیں تھیں اور ان میں ۶ نیکوپولیس کے حصے میں آئی تھیں۔

مذہبی فرائض انجام دیتی تھی - مذہبی تہواروں کا انتظام اور دلفی کے مندر کی کثیر آمدنی اسی مجلس کے ہاتھ میں رہتی تھی - بایں ہمہ سیاسی اعتبار سے اس مجلس کا اتنا فائدہ ضرور ہوتا تھا جتنا کہ غالیہ کے تین صوبوں کے معاملے میں وہاں کی اس مذہبی مجلس کا تھا جو اغسطس کے مندر پر (لیونز میں) قربانیاں چڑھانے جمع ہوتی تھی - یعنی یہ کہ اس مجلس سے ایک مشترکہ قومیت اور باہمی اتحاد کا احساس تازہ ہوتا تھا*

فصل دوم - ایشیائے کوچک - ریاست ہائے افشین اور جزائر

(۳) ایشیا اور بتھی نیہ - وطن اصلی کے یونانیوں سے گزر کر ہم "ایشیائے خورد" کے یونانیوں تک پہنچتے ہیں - اس علاقے کے لینے میں رومیوں کو کوئی ایسی لڑائی اور کشمکش کرنی نہیں پڑی جیسی کہ سکندر اعظم کے دوسرے قدیم صوبوں میں پیش آئی تھی بلکہ "ایشیا" اور "بتھی نیہ" کے صوبے تو گویا خود ٹوٹ کر ان کی گود میں آپڑے تھے مقدم الذکر صوبہ اصل میں شاہان اطالوسیہ (Attalids) کی میراث تھا اور اسے اطالوس ثالث نے مرتے وقت از خود اہل روما کے نام ہبہ کر دیا تھا - اور اسی طرح بتھی نیہ وہاں کے بادشاہ نکومیدس کے وصیت نامے کی رُو سے رومیوں کو بطور ترکہ مل گیا تھا - یہ دونوں صوبے مجلس اعیان کی تحویل میں تھے اور وہی ان میں پروقنصل مقرر کرتی تھی - "ایشیا" کی حدود بحر مارمورہ (مرمرہ) سے لیسیہ تک پھیلی تھیں اور مشرق میں فریجیہ نیز مغرب میں ساحل کے متصل جزائر بھی اسی میں شامل تھے - بتھی نیہ کی قدیم ریاست کی حدود کو خود رومیوں نے وسعت دی تھی اور جب پومپی نے میتھرا داتیس کی سلطنت کا تختہ الٹا اور پونتوس فتح ہوا تو اسے بھی بتھی نیہ کا مشرقی حصہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۲ - ایتھنز کی ایک رائے تھی - دلفی کی دو اور پلوپونسوس کی صرف ایک جس سے کورنتھ ، مگارا ، سیکیون ، اور ارگوس باری باری فائدہ اٹھاتے تھے*

بنا دیا گیا تھا۔ ادھر یورپ میں باسفورس کے پار تک کے اضلاع تھی نیہ میں لے لئے گئے تھے کہ بائی زنطہ اسی صوبے میں آجائے۔

شاہان اطالوسیہ کے ملک میں رومیوں کو یونانی تمدن پھیلانے کی گنجائش باقی نہ تھی اس کے اندرونی علاقوں میں پہلے ہی بہت سے یونانی شہر بسے ہوئے موجود تھے اور وہاں حضریت کی ترویج و ترقی کے لئے ملک کے نئے وارثوں کی طرف سے کوئی سعی و کوشش درکار نہ تھی۔ انھوں نے پاریوم اور الکزاندریہ میں جو رومی نوآبادیاں بسائیں اُن کا مقصود بھی صرف اپنے برطرف شدہ سپاہیوں کی دستگیری کرنا تھا۔ لیکن نکومیدس کی ریاست کی حالت جداگانہ تھی۔ تھی نیہ ایشیا کے برابر ترقی یافتہ نہ تھا اور وہاں یونانی تہذیب اس قدر عام اور دلوں میں جاگزیں نہ ہوئی تھی لہٰذا یہاں رومیوں کے آنے اور یونانی تمدن پھیلانے کی خدمت کو انجام دینے کی گنجایش تھی اور انھوں نے خوشی سے یہ کام اپنے ذمّے لیا۔

صوبے میں سب سے پسماندہ پون توس کا علاقہ تھا اور یہاں یونانی تہذیب کے ایسے مرکز بھی نہ تھے جیسے پروسا اور نیکیا جو تھی نیہ خاص کے شہر تھے۔ بہ الفاظ دیگر پونتوس میں یونانی تمدّن کا عملاً آغاز ہی جمہوریت رومہ کے عہد میں ہوا۔ اگرچہ وہاں کے دو سب سے بڑے ساحلی شہروں میں سے ایک یعنی اسنوف میں رومی نوآبادی پہلے ہی بسا دی گئی تھی اور دوسرے شہر اترا پزوس (طرابزون) کو بحر افشین کے بیڑے کا مستقر بنا دیا گیا تھا۔

سلطنت کے دوسرے حصوں کی طرح اغسطس نے ایشیائے کوچک میں بھی صوبوں کی مجلسیں بنائیں اِن کے مرکزی مقامات میں مختلف شہروں کے نائب جمع ہوتے اور رومی صوبہ دار کو اپنی ضروریات سے آگاہ کر سکتے تھے۔ لیکن یہاں اس آئین میں بادشاہ کی پرستش کا عنصر بھی شامل تھا جس سے اس کی ایک اور ہی صورت نکل آئی۔ ۲۹ ق م میں جب کہ اغسطس ہنوز "سیزر" ہی کہلاتا تھا صوبۂ ایشیا اور تھی نیہ کی مجلسوں کو اس نے اجازت دے دی کہ وہ اپنے صدر مقام، پرگامم اور نیکومدیا میں اس کے مندر بنا کے پرستش کریں۔ اور پھر یہ رسم کہ بادشاہ کی اس کی زندگی میں پرستش کیجائے تمام صوبوں میں پھیل گئی، بجز اطالیہ اور شہر رومہ کے، جہاں

اُسے یہ درجہ معبودیت صرف مرنے کے بعد دیا جاتا تھا اس رسم کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہ کی پرستش کرانے کے واسطے خاص خاص پروہت مقرر کیے جائیں اور ان پروہتوں نے ایشیائی صوبوں میں نہایت اقتدار حاصل کر لیا۔ اور وہاں سال ہی ان کے نام سے موسوم ہونے لگا۔ چنانچہ اگر یورپ کے یونانیوں میں ابھی تک وہی قدیم تہوار منائے جاتے تھے جو اولیمپیہ، انیمیہ، پیتھیہ اور خاکنائے کے تہوار کہلاتے تھے اور انہی میں اپولو دیوتا کے نام پر اکشیئم کے تہوار کا اضافہ ہوگیا تھا، تو ایشیا میں اس قسم کے عام تہوار بادشاہ پرستی کے مئے "دینتھ" سے متعلق ہو گئے۔ مجلس کا میر مجلس جو صوبۂ ایشیا میں "ایشیارک" اور بتھی نیہ میں "بتھی نیارک" کے لقب سے ملقب ہوتا ان تہواروں کا انصرام کرتا اور ان کے مصارف بھی اسی کے ذمے ہوتے تھے جس کے معنی یہ تھے کہ سوائے دولتمند لوگوں کے کوئی شخص اس عہدے پر مامور نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن "پانچسو شہر کے صوبے" (ایشیا) میں دولتمندوں کی کچھ کمی نہ تھی اور اگرچہ میتھرادائیس کی جنگ نیز غارت گروں کی دست درازی سے اس صوبے کو بہت نقصان پہنچے تھے اور اغسطس کو وہاں کی مالی حالت درست کرنے کی غرض سے سرکاری باقیات کو معاف کرنے کی تدبیر پر عمل کرنا پڑا تھا لیکن کچھ عرصے بعد ایشیا میں دوبارہ سرسبزی اور فلاح کے آثار نمایاں ہوئے اور رومی بادشاہی کے زمانے میں وہاں کے بارونق شہروں میں امن و آسودگی کا دَور دورہ رہا[1]

(۴) غلاطیہ اور پامفی لیہ۔ سنہ ق م تک جب کہ رومی صوبے مجلس اعیان اور بادشاہ میں تقسیم ہوئے، ایشیائے کوچک کا صرف ایک جزو براہ راست رومیوں کے تصرف میں آیا تھا اور بتھی نیہ اور ایشیا کے علاوہ وہاں ایک تیسرا صوبہ سی لیسیہ بھی رومی صوبہ دار کے ماتحت تھا۔ لیکن ان تین صوبوں کے سوا باقی علاقہ باج گزار ریاستوں میں بٹا ہوا تھا اور ان کا رومہ کے ساتھ اس قسم کا تعلق تھا جیسا کہ مغرب میں

[1] سرکاری باقیات کی معافی سے صرف ایک ریاست روڈس نے فائدہ نہیں اُٹھایا، ایشیا کے شہروں کی آیندہ خوشحالی کے متعلق دیکھو ہوریس۔ رقعات فصل دوم صفحہ ۳

موریتانیہ کا۔ ان ریاستوں میں سب سے بڑی غالیشیہ کی ریاست تھی جس پر
ان دنوں امین تاس حکومت کرتا تھا۔ اور جس طرح غالیہ کے قلطی پرگنوں میں یونانیوں
کی چھوٹی سی ریاست ماسلیہ اپنے بعید وطن کا مرقع پیش کرتی تھی، اسی طرح یونانی
ریاستوں میں گھرے ہونے کے باوجود قلطی تہذیب کا یہ نمونہ، یعنی غالیشیہ، ایشیائے
کوچک میں باقی رہ گیا تھا اور عرصے تک یونانی تمدن کا مقابلہ کرتا رہا۔ غالیہ (موجودہ
فرانس) کو بھی یونانی لوگ ("غالیشیہ") کے نام سے یاد کرتے تھے اور واقعی اگر وہاں کی
سیاحت کرنے والا اس مشرقی غالیشیہ میں آتا تو وہ پیسی نوس اور انکائرہ (=انگورہ)
کے بازاروں میں وہی زبان سنتا جس سے لگودونم کی گلیوں میں اس کے کان
آشنا ہوئے تھے۔ جس طرح شہروں کے نام اس قدیم غالوی علاقے میں دہرے یعنی
مقام اور قبیلے کے ناموں کا مجموعہ ہوتے تھے، اسی طرح غالیہ کے نئے صوبے میں
رواج تھا۔ مثلاً انکائرہ کا غالوی نام "تکتوساگس" تھا۔ پیسی نوس کا "تولیس توبوگیائی"
بالکل اسی طرح غالیہ میں سان تونیس کو "مدیولانم" یا لوتتیہ کو "پاری سیای" کہتے تھے
بایں ہمہ ایشیا میں بھی قلطی نسل زیادہ عرصے تک خالص نہ رہ سکی اور اس میں یونانی خون
کی اتنی آمیزش ہوگئی کہ یہ لوگ "غالویونانی" کے مرکب نام سے موسوم ہونے لگے جس طرح
غالیہ والے آخر میں "غالورومانی" کہلانے لگے تھے، القصہ، غالیشیہ کے بادشاہ اس
زمانے میں حوصلہ مند، ملک گیری کے شائق اور متیھرادائیس کے حریف تھے۔ متیھرادائیس
کے ساتھ رومیوں کی جو لڑائیاں ہوئیں ان میں غالیشیہ والے آخر تک رومہ
کے وفادار رہے۔ اُن دنوں وہاں شاہ دیوتاروس حکومت کرتا تھا اور سنہ ۴۰ ق م
میں جب اُس نے وفات پائی تو انتونی کی نظرِ عنایت کی بدولت دیوتاروس کا ایک سردار
امین تاس سنہ ۳۶ ق م میں اس ریاست کا حاکم ہوگیا اور اسے انتونی نے پی سی دیہ
کو فتح کرنے کا کام تفویض کیا، امین تاس کی حکومت غالیشیہ کے جنوب میں پی سی دیہ،
لی کونیہ، ای سوریہ اور مغربی سی لیسیہ کے ان کوہستانی علاقوں تک وسیع ہوگئی
جہاں ہمیشہ سے تمدن کا قدم پہنچنا دشوار تھا۔ امین تاس کے اقتدار میں اس کے
مربی (انتونی) کی ہزیمت سے کوئی خلل نہ آیا اور سیزر نے بھی اسے اپنی حکومت پر
بحال رہنے دیا۔ لیکن سنہ ۲۵ ق م میں جب امین تاس نے وفات پائی تو "غالیشیہ"

رومی صوبہ بنا لیا گیا اور جس طرح ۲۷ء ق م کے بعد جس قدر نئے صوبے بنے وہ سب شاہی نگرانی میں دیدیئے گئے تھے اسی طرح یہاں بھی شاہی صوبہ دار مقرر کر دیا گیا۔

اینٹ تاس کی زندگی میں پامفیلیہ کا ملک اس کی ریاست کا جزو تھا۔ لیکن اب اسے جدا کر کے ایک مستقل صوبہ قرار دیا گیا البتہ پی سی دیہ اور لی کونیہ اسی طرح غالیشیہ میں شامل رہے۔ یہاں کے کوہستانی علاقوں میں اس طرف کے نیم یونانی بادشاہوں نے مدنیت کو بہت کم ترقی دی تھی اور یہاں نئے شہر آباد کرنے کی بڑی گنجائش تھی۔ بے شبہ شمالی پی سی دیہ میں ان تیوک، (انطاکیہ) سلیوکیہ اور اپولونیہ اور لکونیہ کے علاقے میں اکونیئم اور لودی سیہ (کاتالکومن) کے شہر نظر انداز نہیں کئے جا سکتے لیکن ان سے مدنیت کا صرف آغاز ہوا تھا۔ اغسطس نے لکونیہ میں لیسترا اور پارلیس کی اور پی سی دیہ میں کرمنا کی رومی نوآبادیاں بسائیں اور اس کے جانشینوں نے اس کام کو آئندہ برابر جاری رکھا چنانچہ آج بھی تالابوں اور تماشا گاہوں کے بہت سے کھنڈر رومی بادشاہی کے ابتدائی دور میں ان علاقوں کی خوش حالی کی یاد دلاتے ہیں۔ ان سب کوششوں کے باوجود بہتر سے بہتر زمانے میں بھی کوہستان توروس اسی طرح بدوی کوہستانیوں کا مسکن رہا جو کمزور حکومت کے زمانے میں ہمیشہ اپنا قومی پیشہ یعنی غارت گری کرنے کے واسطے تیار رہتے تھے۔

(۵) ایشیائے کوچک اور ساحل انشین کی باج گزار ریاستیں

ایشیائے کوچک کا باقی ماندہ علاقہ اغسطس کی زندگی تک رومی صوبوں میں داخل نہ ہوا تھا اور اس کے عہد حکومت میں ریاست ہائے لیسیہ کی مقامی آزادی برقرار تھی۔ یہ ریاستیں پہلے روڈس کے زیر نگیں تھیں لیکن تیسری جنگ مقدونیہ کے بعد آزاد ہو گئیں۔ کاپادوسیہ میں ان دنوں شاہ ارکلوس حکومت کرتا تھا پولمون کے زیر حکومت کولکیس کی سرزمین اور شہر سراسوس وترا پزوس کے درمیان کا علاقہ تھا۔ سی لیسیہ میں تین علیحدہ علیحدہ ریاستیں تھیں۔ پافلاگونیہ میں شاہ دیوتاروس کی اولاد بعض چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی وارث تھی جن کا ۔ ۔ ء ق م میں خاتمہ ہوا اور وہ سب غالیشیہ کے صوبے میں ضم ہو گئیں۔ اس صوبے کے مشرق اور کاپادوسیہ کے شمال میں ارمینیہ

خوردکی ریاست تھی جس کا خال اگلے باب میں ارمینہ کلاں کے ساتھ بیان ہوگا جو کبھی رومیوں کے ماتحت ہوجاتی تھی اور کبھی شاہان پارتھیہ کے؛

ایک، بلکہ کہنا چاہیئے کہ دو ریاستوں کا ذکر کرنا ابھی باقی ہے جو بہت مدت تک رومہ کی باج گزار رہیں اور صوبوں میں داخل نہ کی گئی تھیں۔ یہ کوہ توروس جزیرہ نما کے دو ساحلی شہر بوس فوروس اور کرسونسوس یا ہراکلیہ تھے جن میں سے پہلے کا بادشاہ ساحل متقابل کے اضلاع فناگوریہ اور ساحلی شہر تھیودوسیہ پر بھی حکومت کرتا تھا اور کرسونسوس میں جمہوری حکومت قائم تھی۔ میتھرادائیس نے ان دونوں کو فتح کرکے بوسفوروس کے علاقہ میں شامل کر دیا تھا لیکن جب اس کا تختہ اُلٹا تو کچھ عرصے کی جدوجہد کے بعد بوس فوروس، اسان دروس کے قبضے میں آگیا جو اپنی وفات (غالباً سنہ ۱۶ قم) کے وقت اسے اپنی بیوی دینامیس کے حوالے کرگیا۔ اسی بیوہ کے ساتھ پولمون نے شادی کی اور اسی حق نیز اغسطس کی اجازت سے ریاست پر قابض ہوگیا جو اس کے بعد اس کی اولاد کے ورثے میں آئی۔ لیکن اس وقت کرسونسوس کی جمہوری ریاست دوبارہ علیٰحدہ ہوکر آزاد ہوگئی اگرچہ وہ ضرورت کے وقت بوسفوروس کے رئیس کو اپنا حامی و مددگار بنا لیا کرتی تھی اسیتھیہ کی بعید سرحدوں پر یہی وہ شہر تھے جن کا بیرونی تجارت میں نمایاں حصہ تھا۔ باقی بحر اکشین کے شمالی ساحل پر جو یونانی شہر آباد تھے جیسے تیراس (جو اپنے ہمنام دریا کے دہانے پر واقع تھا) یا اولبیہ (جو ہی پانیس کے دہانے کے قریب تھا) اگرچہ کبھی کبھی رومیوں سے امداد و دستگیری چاہتے تھے، لیکن مستقل طور پر کبھی سلطنت رومہ میں شامل نہیں ہوے اور اس بعد اور تنہائی کی حالت میں وحشی اقوام کے درمیان جس طرح بھی ممکن ہوتا تھا، نباہتے اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھتے تھے؛

(۶) قبرس - کریت اور سی رین؛

جس طرح بحر متوسط کے مغربی حصے میں سارڈینیہ اور صقالیہ دو بڑے جزیرے تھے اسی طرح اس سمندر کے مشرقی حصے میں کریت اور قبرس واقع تھے۔ ان میں کریت بجائے خود ایک صوبہ نہ تھا بلکہ اس کے رومی فاتح متی لوکس نے اس جزیرے

کے ساتھ سی رین (موجودہ طرابلس) کے اضلاع کو بھی ملا دیا تھا اور "کریت وسی رین" کا متحدہ صوبہ مجلس اعیان کے تفویض کر دیا گیا تھا۔ سی رین کی سرزمین اپنی خوشگوار فرحت بخش ہوا کے واسطے تو مشہور تھی ہی لیکن اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جب تک وہ رومی سلطنت کا صوبہ رہی اس وقت تک وہاں کوئی قابل ذکر سیاسی فساد یا ملکی شورش نہیں ہوئی۔ واضح رہے کہ یہ علاقہ بھی ایشیا اور بتھی نیہ کی طرح جمہوریہ روما کو ۹۶ سنہ ق م میں بطلیموس اپیون کی وصیت کی بموجب جو یہاں کا آخری مقدونی بادشاہ تھا، مفت مل گیا تھا۔ کریت کے ساتھ کا دوسرا جزیرہ قبرس پہلے "شاہی صوبہ" تھا لیکن ۲۲ سنہ ق م میں اغسطس نے غالیہ کے ناربونن سیس کے ساتھ اسے بھی مجلس اعیان کے حوالے کر دیا۔ اس جزیرے کی ابتدائی تاریخ کا نمایاں واقعہ فنیقی اور یونانی قوموں کی اسی قسم کی جدوجہد تھی جیسی کہ صقالیہ میں ان دونوں قوموں کی ہوتی رہی۔ بعد میں جب اس پر رومیوں کا قبضہ ہوا تو امید تھی کہ اس کے امن و اطمینان میں کوئی شئے رخنہ انداز نہ ہوگی لیکن یہودیوں کی کثیر آبادی کی وجہ سے جو قبرس میں آباد تھے یہ امید پوری نہ ہو سکی کیونکہ یہ لوگ بعض اوقات بغاوت و سرکشی کر بیٹھتے تھے اور کبھی کبھی سیرین جیسے پرامن صوبے کے سکون و اطمینان میں بھی اسی قوم کے لوگ اپنی شورش سے خلل ڈالدیتے تھے۔ برخلاف قبرس کے جزیرہ کریت کا اس وقت تک جب تک کہ بحر متوسط خالص رومی سمندر رہا، تاریخ میں کہیں نام نہیں آتا حالانکہ رومیوں کے قبضے سے پہلے یہ جزیرہ بحری قزاقوں کا مسکن تھا۔

فصل سوم۔ ملک شام اور اس کے قریب کی باج گزار ریاستیں

(۷) جس طرح مغرب میں غالیہ کی خاص اہمیت تھی اسی طرح مشرق میں شاہی صوبوں میں شام خصوصیت رکھتا تھا۔ اور یہاں کے جیش سالار کے ماتحت چار جیش یعنی اسی قدر فوج تھی جس قدر کہ رھائن پر رہتی تھی کیونکہ اہل پارتھیہ سے

فرات کی سرحد کو محفوظ رکھنے کا کام شام کے اسی جنگی سردار کے سپرد تھا۔ دوسرے سرحدکی حفاظت کے علاوہ شامی افواج کو ان قزاقوں کی روک تھام بھی کرنی پڑتی تھی جو یہاں کی پہاڑیوں میں کثرت سے آباد تھے اور جب موقع ملتا شہر وقصبات کو لوٹ لیتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ شام کے رومی جیش رھائن کی فوج کی طرح، سرحد پر فوجی چھاونیوں میں نہیں رہتے تھے بلکہ شہروں میں متعین کر دئے گئے تھے اور شہروں میں رہنے ہی کا نتیجہ تھا کہ شام کی رومی فوجوں میں بے قاعدگی اور پست ہمتی پیدا ہو جاتی تھی۔ بہرحال، کوہستانی قزاقوں کے باوجود، شام نہایت سرسبز وخوش حال صوبہ تھا اور اسے یونانی رنگ میں رنگنے یا آباد کرنے کا کام بھی سلیوکوسی بادشاہ اس اہتمام کے ساتھ انجام دے چکے تھے کہ رومیوں کو اس بارے میں کچھ کرنے کی ضرورت باقی نہ تھی۔ پُرانے رومی سپاہیوں کو زمین دینے کی غرض سے اغسطس نے **بری توس** (بیروت) کی بنیاد ڈالی تو یہ شہر یونان میں نئے کورنتھ کی طرح اور ترود میں شہر الکزاندریہ کی مثل ایک تنہا اطالی شہر ہو کے رہ گیا جس کے ہر طرف نیم یونانی ایشیائی آباد تھے۔ ان کے شہروں کے نام بھی یونانیوں نے ایسے رکھ دئے تھے کہ انھیں سُن کر مقدونیہ کے بلا د وقری یاد آتے تھے جس طرح ہمارے زمانے میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے شہروں کے نام وطن آبائی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ بایں ہمہ جدید یونانی ناموں کے ساتھ قدیم اور اصلی ارامی نام بھی مروج رہے اور بعض صورتوں میں تو یونانی ناموں کے مٹنے کے بعد بھی اصلی نام قائم رہ گیا جیسے **ہلیو پولیس** جو آج بھی **بعلبک** کہلاتا ہے۔ شہروں کی مثل لوگوں کے بھی دو دو نام ہوتے تھے۔ اس کی سب سے مشہور مثال انجیل کے نام **طامس** اور تابشہ ہیں جن کا یونانی نام **دیدی موس** اور **دورکاس** تھا۔ یونانی زبان کے پہلو بہ پہلو ارامی زبان بھی ملک شام (خاص کر دور دست غیر آباد علاقوں) میں بولی جاتی تھی جس طرح غالیہ میں لاطینی کے ساتھ قلطی کا رواج رہا۔ شامی اور یونانی معاشرت کے امتزاج سے ایک نئی قسم کا تمدن بنا جسے بعض اوقات "شور یونانی" تمدن کہتے ہیں اور جس کا سب سے نمایاں جلوہ اس عالیشان مقبرے میں نظر آتا ہے جسے **کوماجین** کے بادشاہ **انتیوکوس** نے فرات کے قریب ایک پہاڑی پر تعمیر کرایا تھا۔ لوح مدفن کی عبارت میں یہ بادشاہ دعا کرتا ہے کہ اس کی اولاد پر **پرلیس وماکیتیس** (یعنی **فارس ومقدونیہ**) دونوں دیوتا اپنی رحمت نازل کریں۔

شام کے بڑے بڑے شہروں کی (جیسے لودیسیا، اپامیا، صور، بریتوس، ایپ لوس وغیرہ) بارونق کارگاہوں میں ریشم، ململ وغیرہ مصنوعات جن کے لئے یہ ملک مشہور تھا تیار ہوتی تھیں مگر پایۂ تخت ان تیوک (انطاکیہ) صنعت وحرفت کی بجائے عیش وتکلف کا شہر تھا۔ تجارت کے لئے اس کا محل وقوع ایسا موزوں نہ تھا جیسا کہ سکندریہ (مصر) کا۔ لیکن شان وشوکت اور دولت کی وہاں کمی نہ تھی۔ اس کی آب رسانی اور رات کے وقت روشنی کا انتظام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کیا گیا تھا اس میں عالیشان عمارتوں کی کثرت تھی۔ نواح میں دافنی کے شہرۂ آفاق باغ تھے غرض مجموعی طور پر یہ شہر غالباً سلطنت بھر میں عیش دوست آدمی کے لئے سب سے دلکش مقام تھا۔

جنوبی شام کے مشرقی پہلو پر باج گزار ریاست نبط کی سرحد تھی جو جنوب میں دمشق سے لے کر فلسطین کے گرد تک پھیلی ہوئی تھی اور جزیرہ نمائے عرب کا شمالی گوشہ اس میں داخل تھا۔ لیکن دمشق و بوسطرا کے درمیان کا علاقہ جسے تراکونی تیس کہتے تھے وہاں کے پہلے حاکم زنودوروس رئیس آبیلین سے لے کر اغسطس نے حاکم یہودیہ کے سپرد کر دیا تھا کیونکہ زنودوروس اپنے ملک کے قزاقوں کا انسداد کرنے کی بجائے خود بھی ان کا شریک ومعین ہو گیا تھا۔ خود شہر دمشق اُن دنوں رئیس نبط کے علاقے میں شامل تھا جس کا پایۂ تخت پیترا (بطرا) تجارت کا مشہور مرکز تھا جہاں ہندوستان کی تجارتی اجناس کے قافلے غزہ جاتے ہوئے ٹھیرتے تھے۔ اس علاقے کے بادشاہ عرب تھے اور ان کے دربار تک یونانیت کی رسائی محض رواروی کے طریق پر ہوئی تھی۔ ان کے عہدہ داروں کو رومی "اپارکوئی" اور "استراتگوئی" کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن ان کی ریاست کے شمالی حصے جو صحرا کے کنارے پر واقع تھے، یونانی تمدن کے دائرہ اثر میں آگئے تھے اور شہر دمشق یونانی شہر تھا۔ شاہان بطرا کی آئے دن یہودیہ کے ہمسایہ بادشاہوں سے ٹھنی رہتی تھی اور اسی زمانے میں ابوداس (عُبادہ؟) اغسطس سے استمزاج کئے بغیر خود ہیرود سے لڑ کر ایسی شکست کھا چکا تھا کہ اس کے تاج وتخت ہی کے ہاتھ سے جانے کی نوبت آگئی تھی۔ حالانکہ یہ دونوں اغسطس کے باج گزار تھے۔

بہر حال اس نبطی ریاست میں اس وقت تک تمدن کا پوری طرح قدم نہ پہنچا جب تک کہ ایک صدی بعد اسے رومیوں نے اپنی سلطنت کا صوبہ نہ بنا لیا۔
ارض یہودیہ کو جولیس سیزر نے دوبارہ بعد رومیہ کے رئیس انتی پاتر کے حوالے کر دیا تھا اور از رہ رعایت خراج اور فوجی خدمت سے مستثنیٰ کر کے اس کی عزت بڑھائی تھی۔ جب یہ بادشاہ فوت ہوا تو بہت کچھ لڑائی جھگڑے کے بعد یہ ملک اس کے فرزند ہیرود کے قبضے میں آ گیا اور اگرچہ اول اول وہ انتونی اور اس کی مصری ملکہ کا طوعاً و کرہاً مطیع رہا لیکن اغسطس و انتونی کی آخری قوت آزمائی میں اس نے اغسطس کی بعض خدمات انجام دیں اور ان کے صلے میں صرف اپنی ریاست پر بحال رہا بلکہ سامریہ کا علاقہ اور وہ ساحلی قطعہ بھی اسے عطا ہوا جو غزہ سے برج اس ترا تون تک پھیلا ہوا ہے۔ اور یہ موخر الذکر وہ مقام ہے جو کچھ عرصے کے بعد ہیرودیس کے عہد میں سیزاریہ (قیساریہ) کے نام سے جنوبی شام کی سب سے بڑی بندرگاہ بنا۔ شاہ ہیرود اپنے تمام زمانۂ حکومت میں نہایت گرمجوشی سے یونانی تمدن پھیلانے کی خدمت انجام دیتا رہا حالانکہ اس کی یہودی رعایا کی نظر میں یہ تمدن کسی طرح مقبول نہ تھا۔ مگر ہیرود نے ملکی معاملات میں مذہب کو سیاست سے بالکل علیحدہ کر دیا تھا اور یہودیوں کی حکومت مذہبی کے اثر سے قطعاً آزاد ہو گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودیوں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا اور بادشاہ میں منازعت کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ ہیرود کی یونانیت پسندی کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اس نے بیت المقدس میں تماشا گاہ بنائی اور یونانی تہواروں کے نمونے پر وہاں ایک میلہ لگانا شروع کیا جو ہر چوتھے سال ہوا کرتا تھا اس میں گھڑ دوڑ جسمانی ورزش اور فن موسیقی کے مقابلے ہوتے اور ہر قوم کے آدمی کو شرکت کی دعوت دی جاتی تھی۔ رومیوں کی تقلید میں ہیرود نے شہر کے باہر میدان میں ایک ذنگل دامفی تھیٹر بھی بنوایا تھا جس میں جنگلی جانوروں اور گردن زدنی مجرموں کی کشتیاں کرائی جاتی تھیں اور یہ سب باتیں سنت موسوی کے سراسر خلاف تھیں۔ ہیرود نے دو نئے شہر بھی بنائے تھے اور دونوں کو بادشاہ کے نام سے منسوب کیا تھا یعنی ایک تو سیزاریہ جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے اور جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ بیت المقدس کی بندرگاہ کا کام دے اور دوسرا شہر سباسطہ شہر سامریہ کے

مقام پر آباد ہوا تھا اور یہ دونوں یونانی وضع کے شہر تھے ان میں یہودیت کا رنگ نہ تھا۔
ہیرود کا عہد حکومت خوفناک مظالم سے داغدار تھا جن سے اس کی خانگی زندگی پُر آلام ہوگئی۔ لیکن اپنی موت یعنی ۴ ق م سے کچھ پہلے اس کی ریاست میں رود یرڈن (جوردان یا "الشریہ") کے پار کے بعض اضلاع بھی شامل ہوگئے تھے۔ ان سب کو اس نے اپنی اولاد میں اس طرح تقسیم کیا کہ یہودیہ مع سامریہ اور جودیمیہ کے ارکلوس کو ملے اور بتانیہ کا ضلع فیلیپ کے حصے میں آیا اور اسے نیز دوسرے بھائی ہیرود انتی پاس کو "تترارک" (یعنی رئیس) کا لقب بھی متوارث ہوا اور انتی پاس کے ورثے میں جلیل (گالیلی) اور یرڈن پار کے اضلاع آئے۔ لیکن ہیرود کی ریاست زیادہ دن رہنے والی نہ تھی خود یہودیوں کو اپنے قومی بادشاہ کی بجائے براہ راست رومیوں کی رعایا بن کر رہنا زیادہ پسند تھا اور بیت المقدس سے ان کا ایک وفد روما گیا کہ اغسطس سے اس بادشاہی کے معدوم کرنے کی التجا کرے اغسطس نے اول اول ایک بین بین طریقہ اختیار کیا۔ یعنی اگرچہ ارکلوس سے یہودیہ کی ریاست نہ لی لیکن اسے "بادشاہ" کا خطاب دینے سے انکار کر دیا اور سامریہ کا علاقہ بھی اس سے واپس لے لیا۔ مگر کچھ عرصے بعد ارکلوس کی نااہلی کی بنا پر یہودیوں کی درخواست کے مطابق عمل کیا گیا اور ۶ء میں یہ ملک ایک رومی صوبہ بنا لیا گیا اور اس کا انتظام ایک رومی عامل (پروکیوراتور) کے سپرد ہوا جو کسی حد تک ضرور شام کے جیش سالار کے ماتحت تھا اور یہ جنگی سردار خاص خاص صورتوں میں اسی قسم کی مداخلت کر سکتا ہوگا جیسے کہ مثلاً پانونیہ کے صوبہ دار کو نوری کم کے معاملات میں دخل دینے کی اجازت تھی، یہودیہ نئے رومی عامل کے ماتحت وہاں کی بستیوں کو ایشیہ اور اکائیہ کے شہروں کی مثل، اپنے اندرونی معاملات کا خود فیصلہ کرنے کا حق دے دیا گیا تھا۔ بیت المقدس میں شاہان سکیوکوسی کے زمانے سے "سان ہدرم" قائم تھی، رہی۔ اب بھی مجلس بلدیہ کے فرائض انجام دیتی رہی اور وہاں کا دینی پیشوا جسے رومی عامل مقرر کرتا تھا، شہر کا حاکم عدالت تسلیم کر لیا گیا۔ جدید نظم و نسق میں اس بات کا پورا لحاظ رکھا گیا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو یہودیوں کے مذہبی مراسم اور معتقدات کے خلاف کوئی کام نہ کیا جائے۔ مثلاً وہ تصویروں کو قابل اعتراض

جانتے تھے لہذا یہاں کے رومی سکوں پر بادشاہ کا چہرہ کندہ نہ کیا جاتا تھا۔ یا جس وقت رومی سپاہی بیت المقدس میں داخل ہوتے تو وہ اپنے جھنڈے سیزاریہ میں چھوڑ جاتے تھے۔ یہ طرز عمل جو مشرقی یہودیوں کے ساتھ مرعی رکھا گیا دوسرے مقامات کے یہودیوں سے نمایاں اختلاف رکھتا تھا اور یہ بات تعجب سے خالی نہیں ہے کہ وہی رومی بادشاہ جنھوں نے ممالک مغربی میں یہودیوں پر طرح طرح کے ظلم و تعدی کو روا رکھا، خود اُن کے وطن میں یہودی رسم و آئین کا نہایت اہتمام سے ادب و لحاظ کرتے رہے لیکن یہودیوں کو اس پر بھی قناعت نہ تھی۔ وہ سرکاری مالگزاری ادا کرنے میں بھی ناراضی کا اظہار کرتے تھے جس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ خراج کچھ بہت زیادہ تھا بلکہ یہ کہ ان کا ادا کرنا وہ اپنے مذہب کے خلاف بتاتے تھے۔ وسپاسیان کے زمانے میں جو عظیم "جنگ یہود" برپا ہوی وہ انہی اسباب کا نتیجہ تھی اور اس کا حال آگے آئے گا۔

بعض اور چھوٹی ریاستوں کو رومیوں نے عرصے تک بحال خود قائم رہنے دیا چنانچہ کوماجین کی شمالی ریاست ۷۲ء تک رومی صوبوں میں داخل نہیں ہوی دمشق کے شمال مغرب کی ریاست کالکیس اس سے بھی زیادہ مدت (۹۲ء تک) قائم رہی۔ مگر اس کے اور دمشق کے درمیان کی ریاست ابیلین کا ۴۹ء میں الحاق کر لیا گیا تھا۔ امسہ کے رئیس جام بلی کوس کو جنگ اکتیم سے چند ہی روز قبل انتونی نے قتل کرا دیا تھا اور اغسطس نے اول اول اس کی ریاست صوبہ شام کے ساتھ ملحق کر لی تھی لیکن ۲۰ ق م میں اُس نے دوبارہ اسے وہیں کے ایک خاندان سامپ سی جراموس کے ایک شخص کو عطا کر دیا اور پھر وہ آخرکار ۸۱ء میں رومی علاقے میں شامل ہوی۔ اگرچہ یہ بات تحقیق کے ساتھ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ شام کی ریاست پامیرا کا جسے سوریانی زبان میں تدمور کہتے تھے الحاق کب ہوا لیکن قرینہ چاہتا ہے کہ یہ عہد اغسطس ہی کا واقعہ ہے۔ یہ مرفہ الحال شہر بحر متوسط اور فرات کی تجارتی شارع پر صحرائے عرب کے ایک نخلستان میں واقع تھا اور رومی سیادت کے زمانے میں بھی اس کی حکومت اپنے شہری عہدہ داروں کے ہاتھ میں تھی تاآنکہ تیسری صدی عیسوی میں اسے آورلیان نے تباہ و

تاراج کر دیا۔

فصل چہارم - مصر

۸۶) خاندان بطلیموس کی آخری ملکہ کلیوپاترا کی وفات کے بعد ہی ملک مصر ایک باج گزار ریاست کی بجائے براہ راست رومہ کے زیر نگیں آگیا۔ اکثر مصنف اس کا شمار بادشاہی صوبوں میں کرتے ہیں لیکن درحقیقت اس کی نوعیت (جیسا کہ باب اول اور ششم میں ہم بیان کر چکے ہیں) سب صوبوں سے جداگانہ تھی، اور اس پر بادشاہ کا حقوق ذاتی کی بنا پر قبضہ تھا۔ بالفاظ دیگر اغسطس محض رومیوں کے نائب یا پروقنصل کی حیثیت سے مصر کا حکمران نہ تھا بلکہ وہ درحقیقت بطلیموس کا جانشین بن گیا تھا اور اسے وہاں بجز شاہی خطاب کے اور سب بادشاہی اختیارات حاصل تھے۔ چنانچہ یہ ملک ہمیشہ بادشاہ کی املاک ذاتی کی حیثیت رکھتا تھا[۱] اور مصر کے پروہت انہی رسوم کے ساتھ جو بطالمہ پرستی کے زمانے میں رائج ہوئی تھیں اغسطس کی دیوتا بنا کے پوجا کرتے تھے۔ غرض بادشاہ کی املاک ذاتی میں داخل ہونے کی وجہ سے اصولاً مصر کا نظم و نسق دوسرے بادشاہی صوبوں سے جداگانہ ہونا چاہیئے تھا۔ چنانچہ اس کی صوبہ داری مجلس اعیان کے اراکین کو نہ مل سکتی تھی اور اسی باعث مصر کا صوبہ دار "لگاتوس" (جیش سالار) کی بجائے محض "پرفکتوس" (یعنی "مہتمم" یا "ناظم") کا مرتبہ رکھتا تھا۔ بایں ہمہ اس کے تحت میں فوج کے تین جیش ہوتے تھے اور یہی ایک عہدہ ایسا تھا جس میں فرقہ متوسط کے افراد جیش کی سپہ سالاری کرتے تھے۔ ادھر اراکین مجلس کو نہ صرف مصر کی صوبہ داری سے خارج رکھا گیا تھا بلکہ وہ اس سرزمین کے شخصی مالک یعنی بادشاہ کی اجازت کے بغیر مصر میں قدم بھی نہ دھر سکتے تھے۔ یہ ضابطہ جو فرقہ متوسط کے سب سے ممتاز افراد پر بھی

---

[۱] ٹاسی توس مصر کے شاہی نظم و نسق کے بیان میں اس کو "دومی رتی نیز (یعنی صرف خاص) کے نام سے یاد کرتا ہے"۔

نافذ تھا اغسطس نے حفاظت ذاتی کی خاطر وضع کیا تھا کیونکہ کسی ذی اثر رکن مجلس کے واسطے جو بغاوت پر آمادہ ہوئے حساب جنگی ساز و سامان اور محل و قوع کے اعتبار سے مصر سے بہتر کوئی میدان نہ ہو سکتا تھا۔ خانہ جنگی کے دوران میں مصر کی جنگی اہمیت بخوبی ظاہر ہو چکی تھی۔ اگر مصر کی بندرگاہوں پر کسی شخص کا قبضہ ہو تو وہ روما اور اطالیہ کا مایحتاج زندگی یعنی غلہ کی رسد روک سکتا تھا جس کے معنی یہ تھے کہ وہ سکندریہ میں بیٹھے بیٹھے اہل روما سے ہتیار رکھوا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ مصر پر حملہ کرنا دشوار اور اس کی مدافعت کرنی نہایت سہل تھی۔ وہ جزیرہ نہ تھا مگر بحری ملک ہونیکی حیثیت رکھتا تھا۔ غرض روما کے بادشاہوں کی نظریں ہمیشہ مصر پر لگی رہتی تھیں اور اس بارے میں انھیں جو غلو تھا اس کی مثال مصر کے پہلے ناظم **کورنلیوس گالوس** کی سرگذشت ہے کہ جب اس نے اہرام مصری پر اپنا نام اور کارنامے کندہ کرانے کی جسارت کی تو اس کی یہ بے باکی بادشاہ کے خلاف غدر و سرکشی سے تعبیر کی گئی اور مجلس اعیان میں اس پر مقدمہ دائر کیا گیا۔ مجلس نے اسے عہدے سے برطرف کر دیا اور اس برطرفی کی شرم سے گالوس نے خودکشی کر لی۔ اسی واقعے پر کہتے ہیں اغسطس نے یہ شکایت کی تھی کہ سوائے میرے کوئی رومی ایسا نہ ہوگا کہ اگر کسی دوست سے ناراض ہو تو وہی دوست اس کا دشمن بنجائے! ناظم کے علاوہ عدالتی کاروبار کے واسطے مصر میں ایک "جوردی کوس" (حاکم عدالت) اور مالیات کے انتظام کے واسطے بھی ایک عہدہ دار مقرر ہوتا تھا جسے "ایدیولوگوس" کہتے تھے۔

انتظامی اعتبار سے بھی مصر کی حالت دوسرے صوبوں سے مختلف تھی، اغسطس نے یہاں کے بطلیموسی بادشاہوں کا نظم و نسق بجنسہ رہنے دیا تھا اور نہ اہل مصر کو حکومت بلدیہ ملی تھی اور نہ سلطنت کے دوسرے علاقوں کی مثل یہاں شہر آباد کرنے کی کوشش کی جاتی تھی بلکہ ملک کو اضلاع (نومس) میں تقسیم کرکے ہر ضلع پر سرکاری عہدہ دار مقرر کر دیے گئے تھے۔ لوگوں کے خیالات و آرا ظاہر کرنے کے واسطے کوئی مجلس بھی نہیں بنائی گئی تھی اور جس طرح بطالمہ کے زمانے میں مصر کے باشندے سیاسی حقوق سے محروم اور اپنے حکمرانوں سے کم رتبہ سمجھے جاتے تھے اسیطرح رومیوں کے عہد میں بھی رہے۔

رومیوں کے زمانے میں مصر صعید کی جنوبی سرحد الی فنٹائن (متصل اسوان) سے اسی عرض بلد پر ساحل بری نیس (= بناس) تک تھی اور یہ بری نیس اُس "گولڈن بری نیس" سے جو بہت جنوب میں عدن کے بالمقابل ساحل پر واقع ہے بالکل علیحدہ مقام ہے۔ اور اس کو جتانے کا مقصود یہ ہے کہ "گولڈن بری نیس" زولا اور تھرون کی طرح سلطنت روما میں داخل نہ تھا۔

وادیٔ نیل کی زرخیزی ضرب المثل تھی۔ یہاں سے بے شمار مالگزاری خزانہ شاہی میں داخل ہوتی تھی اور اغسطس کے یونانی پیش رو جو بھاری بھاری محصول مصریوں پر عائد کر گئے تھے، اغسطس نے ان میں ذرا بھی کمی نہیں کی البتہ بعض رفاہی تدابیر سے (جن میں نیل کی نہروں کو صاف کرا کے دوبارہ جاری کرنا خاص طور پر قابل ذکر ہے) لوگوں کو اس قابل ضرور بنا دیا کہ وہ اپنے بار گراں کو برداشت کر سکیں۔ انہی تدبیروں سے لوگوں کی وہ مالی زیر باری اور مصیبت کم ہوئی جس میں کلیو پاترا کی حکومت نے انھیں پھنسا دیا تھا۔ مصر کی سب سے بڑی پیداوار غلہ تھی۔ لیکن ململ کی تیاری میں اہل مصر شامیوں سے مقابلہ کرتے تھے۔ آئینہ سازی میں وہ سب سے بازی لے گئے تھے اور بھوج پتر (پاپیر) وہیں سے بن کر ساری دنیا میں جاتا تھا۔ مصر کا شہر سکندریہ آمدورفت کے لئے بہترین مقام اور سلطنت روما میں دوسرے درجے کا شہر تھا مگر تجارتی مرکز ہونے کے لحاظ سے تو اُن دنوں دنیا میں کوئی شہر اس کا مثیل و مد مقابل نہ تھا۔ مغرب و مشرق کے آنے جانے والے اس کی بندرگاہ کے گھاٹوں اور شہر کے بازاروں میں ملتے تھے اور اسی کے مدارس میں یونان کے فلسفے اور مشرق کے مذاہب کی باہم آمیزش ہوتی تھی۔ اس میں نہایت پرشکوہ عمارتیں تھیں اور ان میں سب سے بڑھکر ہیکل سراپیس، دارالفنون (میوزیوم) اور شاہی محلات دیکھنے کے قابل تھے۔ وہ جس قدر طالب علم اور محقق کے واسطے کشش رکھتا تھا اسی قدر سیاح اور سوداگر کی دلچسپی کے بھی اسباب وہاں موجود تھے۔ اس میں یونانی علم ادب کا بے نظیر کتب خانہ تھا اور اس کے دارالفنون کے اساتذہ سلطنت بھر میں سب سے فاضل و ذی علم تھے۔ ایک یونانی مصنف لکھتا ہے کہ دولت، زروجواہر، فلسفہ، گنج عزلت اور دارالفنون، سیر و تماشا اور شراب غرض جو شے چاہیئے مصر میں

ملتی ہے[1]۔ شہر میں یہودیوں کی بھی کثیر تعداد آباد تھی اور یہ اپنے سردار کے تحت میں (جسے اتنارک کہتے تھے) بطور ایک برادری کے سب سے علیحدہ رہتے تھے، اور جیسا کہ ہر شہر کا جس میں یہودیوں کی کوئی بڑی تعداد آکر بس جاتی قاعدہ تھا، سکندریہ میں بھی آئے دن ہنگامے اور کشت و خون ہوتے رہتے تھے۔

قیصر کی تسخیر سکندریہ کی یادگار میں رومیوں نے شہر کے قریب نیکوپولیس کے نام سے ایک عمارت بنوائی تھی جو شہر کو نگرانی میں رکھنے کے واسطے جنگی مورچے کا کام دیتی تھی اور فوج کا ایک جیش بھی یہیں رہتا تھا۔ انتونی کے مندر کا جو شہر کی فتح کے وقت زیر تعمیر تھا تکمیل ہونے کے بعد قیصر سے انتساب کر دیا گیا اور کچھ مدت بعد خود اغسطس نے بھی ایک منارہ یا لاٹھ بنوائی تھی جو اگرچہ سکندریہ میں نہیں رہی مگر اب تک سلامت ہے[2] اور "کلیوپاترا کی سوئی" کہلاتی تھی۔

مصر میں سال کا حساب بطلیموسی بادشاہوں کے سنہ جلوس سے کیا جاتا تھا۔ یہی طریقہ نئے فرماں روا کے زمانے میں جاری رہا مگر اس کا آغاز پہلی اگست سنہ ۳۰ ق م کی بجائے جو فتح کا دن تھا، ۲۹ ؍ اگست سے کیا گیا کیونکہ یہ مصری ماہ **ثوث** کی پہلی تاریخ کے مطابق تھا جسے قدیم مصری سال کا پہلا دن شمار کرتے تھے۔ دوسرے کلیوپاترا اگست کی پہلی تاریخ کے بعد بھی کئی دن تک زندہ رہی اور ممکن ہے کہ اغسطس کے سنہ جلوس کو چند روز بعد سے شروع کرنے کی یہ بھی ایک وجہ ہوئی ہو۔

اغسطس کی وفات کے وقت

رومی صوبوں کی فہرست

(۱) مجلسی صوبے۔ (**۱**) جن پر قنصلی مرتبے کے صوبہ دار مقرر ہوتے تھے[3]

---

[1] یہ قول ہرودس کی ایک "نقل" میں تحریر ہے جس کا نسخہ حال میں دستیاب ہوا (فصل اول صفحہ ۲۸) اور اگرچہ یہ نقل نگار غالباً تیسری صدی ق م کا آدمی ہے لیکن اس کا قول اسی عہد کے سکندریہ پر بھی اس طرح چسپاں ہوتا ہے جیسے وہاں کے پہلے حالات پر۔

[2] چند سال ہوئے اس لاٹھ کو نیویارک لے گئے ہیں۔

ایشیا اور افریقہ

(۱) مجلسی صوبے۔ (ب) جن پر پری توری مرتبے کے صوبہ دار مقرر ہوتے تھے،

صقالیہ، بتی کہ، نار بونن سیس، مقدونیہ، اکائیہ،

بتھی نیہ، (دپون توس)، قبرس، کریت (وسیرین)

(۲) شاہی صوبے (۱) جن پر قنصلی مرتبے کے جیش سالار مقرر ہوتے تھے:۔

تاراکونن سس، پانونیہ، دلماشیہ، میزیہ، شام

(ب) جن پر پری توری مرتبے کے جیش سالار مقرر ہوتے تھے،

لوسی تانیہ، اکوی تانیہ*، لگودونن سس*، بلجیکا*، غالیشہ

(ج) جن پر ناظم یا عامل مقرر ہوتے تھے:۔

مصر، (نظامت) سار دینیہ (وکورسیکہ)، ریتیہ (نظامت)،

نوری کم، الپس بحری (نظامت)، الپس ساحلی (نظامت)،

یہودیہ (نظامت)

*۔ ان صوبوں کے صوبہ دار یا جیش سالار اغسطس کی وفات کے وقت جرمانی کوس کے ماتحت تھے جو افواج جرمانیہ کا سپہ سالار تھا۔

باب ہشتم

روما اور پارتھیہ۔ عرب اور حبش کی جنگی مہمات

ذیلی عنوان۔ (۱) جمہوریت کے آخری سنین میں روما اور پارتھیہ کے تعلقات کی حالت۔ انتونی کا ورود ممالک مشرق میں۔ مسئلہ ارمینیہ (۲) اغسطس کی حکمت عملی۔ کراسوس کے جھنڈے کی بازیابی۔ صوبہ ارمینیہ کی دوبارہ دستیابی۔ گایوس سیزر کا ورود۔ اس کی وفات (۳) "ارابیا ففلیکس" (عرب خضرا) الیوس گایوس کی فوج کشی اور اس کی ناکامی (۴) کنداس ملکہ حبش پر فوج کشی۔

(۱) یونانی خاندان سلیوکوس کے زوال کے بعد سلطنت ایران پر اشکانیوں کا تسلط ہو گیا تھا اور ان کی سلطنت کی حدود فرات سے ہندوستان تک وسیع تھیں۔ اشکانیوں کا اصلی وطن پارتھیہ تھا[1] جو مدیہ اور باختریہ کے درمیان بحر خزر کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اشکانی سلطنت کو پارتھیہ کہتے ہیں تاکہ اس میں اور پہلے کی کیانی سلطنت نیز بعد کی ساسانی سلطنت میں امتیاز رہے۔ مگر اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اشکانی بادشاہ نسل کے اعتبار سے ایرانی تھے اور ایرانیوں ہی کی ایک زبان بولتے تھے۔ انہوں نے زرتشتی مذہب کو قائم رکھا تھا اور ان کا دربار خالص ایرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ اسی نظر سے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ محاربات پارتھیہ میں اہل روما نے نہ صرف اپنی اغراض کے لئے بلکہ

---

[1] ایران کی قدیم تاریخوں میں جو خود اہل ایران نے لکھیں، پارتھیہ کا علیحدہ کہیں ذکر نہیں آتا، لہذا اس نام کو بجنسہ اختیار کر لینا پڑا۔ جغرافی حدود کے اعتبار سے اس ملک میں موجودہ قہستان، خراسان اور کچھ ترکستان یا توران کا علاقہ شامل تھا۔ مترجم

انہی دشمنوں سے جنگ کی جن سے تھیمیں توکلس لڑا اور زرکسس (زریر) کو پسپا کرنے میں کامیاب ہوا تھا یا جو سکندر کے مقابلے میں اس وقت آئے تھے جب کہ اس نے داریوش (دارا) کو مغلوب و منہزم کیا۔ سلطنت پارتھیہ کئی ماتحت سلطنتوں یا "ست راپیوں" سے مرکب ہوتی تھی لیکن اس قاعدے سے عراق عرب کی یونانی بستیاں مستثنیٰ ہیں اور انہی میں ترقی پذیر تجارتی شہر سلیوکیہ کو شمار کر لینا چاہیے جو قدیم بابل کا جانشین ہو گیا تھا۔ بعض اوقات اس معاملے میں رومی اور پارتھی سلطنتوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے کہ پارتھیہ میں تو اصولاً ہر جگہ باج گزار سلطنتیں قائم کر دی جاتی تھیں اور شہری ریاستوں کا وجود مستثنیات میں داخل تھا لیکن رومہ میں شہری ریاستوں کا آئین جاری تھا اور باج گزار ریاستیں مستثنیات کا حکم رکھتی تھیں۔

میتھرادائیس شاہان پارتھیہ کا رقیب تھا اور اس کے استیصال سے پہلے یہ بادشاہ رومی سلطنت کو اپنا دوست سمجھتے رہے۔ لیکن جب پومپی کی فتوحات نے مشترک دشمن کا خاتمہ کر دیا تو رومہ اور پارتھیہ بلا فصل ایک دوسرے کے سامنے آ گئے اور باہم حریف بن گئے۔ اس وقت ملک شام رومی سلطنت کا صوبہ بنا لیا گیا اور مغرب و مشرق کی ان طاقتور سلطنتوں میں دریائے فرات کو حد فاصل قرار دیا گیا۔ مگر ایسی قرار دادوں سے جنگ و عداوت کا سد باب نہ ہو سکتا تھا اور لڑائی کے بہت سے اسباب موجود تھے۔ چنانچہ کیا دو سبب کی طرح رومیوں کا ملک ارمنیہ پر قبضہ ہو جانا ہی جنگ و جدال کی لازمی تمہید تھا۔ جنگی مصالح کے اعتبار سے اس ملک پر قبضہ کرنا دونوں سلطنتوں کے لئے مفید اور ضروری تھا اور اس کے معنی یہ تھے کہ ارمنیہ کے نصیب میں گیند کی طرح ادھر سے ادھر لڑھکنا لکھا تھا کہ کبھی رومہ اسے جھپٹ لے اور کبھی پارتھیہ۔ زبان، معاشرت اور قومیت کے لحاظ سے ارمنیہ کا مغربی سلطنت کی نسبت اپنے مشرقی ہمسایوں کے ساتھ تعلق کہیں زیادہ قوی تھا اور اہل رومہ نے اسے جن سیاسی رشتوں سے اپنے ساتھ متحد کیا وہ کبھی تکلف و تصنع سے خالی نہ تھے۔

عداوت کا ایک اور سبب، ارمنیہ کے جنوب کی سرزمین **اتروپاتین** (آذربیجان) بن گئی کہ وہاں کا باج گزار بادشاہ اکثر پارتھیہ کی سیادت سے

آزاد ہو کر روما کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ لڑائی کی چھیڑ رومیوں نے کی اور اپنے معاہدے کے خلاف عراق عرب کے شہر ادیسا پر دعویٰ سیادت اور اپنی باج گزار ریاست ارمنیہ کی حدود کو پارتھیہ کے علاقوں میں بڑھانے لگے۔ اس پر پارتھیہ کا ارمنیہ کے خلاف اعلان جنگ کرنا، اس پر کراسوس کی فوج کشی اور کاری (حران) کے میدان میں تباہ ہونا اور رومیوں کی اسی ہزیمت کی وجہ سے ارمنیہ کا پارتھیہ کے ہاتھ پڑنا وہ گذشتہ واقعات ہیں جنھیں اس کتاب میں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

مگر اس کامیابی نے شاہان پارتھیہ کو اتنا مغرور کیا کہ اب وہ رومیوں سے شام کو چھوڑنے کا مطالبہ کر رہے تھے اور ادھر اہل روما کی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ جس طرح ہو کاری کی شکست کا بدلہ اور کراسوس کے چھینے ہوئے علم واپس لیں۔ خانہ جنگی نے ان منصوبوں کی تکمیل نہ ہونے دی اگرچہ ۳۸ ق م میں جب پارتھیہ والوں نے شام پر چڑھائی کی تو انھیں ون تی دتیوس باسوس نے شکست دی اور اسی میدان کندا روس میں بادشاہ پارتھیہ کا بیٹا پاکوروس کھیت رہا۔ اس کے بعد انتونی پارتھیہ کے مسئلہ کی طرف پورے اہتمام کے ساتھ متوجہ ہوا کیونکہ اس کے سر میں یہ ہوس سمائی تھی کہ مشرق میں ایک بہت بڑی سلطنت قائم کرے جو باج گزار ممالک پر مشتمل ہو۔ مگر پارتھیہ پر اس کی مہم کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اصل میں ان دنوں پارتھیہ کا بادشاہ فرآتس (فریبرز) تھا جس سے اہل ملک نہایت بیزار تھے اور اس کے مقابلے میں مونیسس نامی ایک شخص نے بادشاہی کا دعویٰ کیا تھا۔ انتونی بھی اسی مدعی کا حامی بن گیا اور ادھر ارمنیہ کے بادشاہ ارتاواس دس نے بھی آذربیجان پر تصرف حاصل کرنے کی طمع میں بڑے شوق سے انتونی کا ساتھ دیا۔ لیکن جب ناکامی نصیب ہوئی تو انتونی نے اس ناکامی کا الزام ارتاواس دس کے سر تھوپا اور اسی جھنجھل میں ۳۴ ق م میں ارمنیہ جا کر اس بادشاہ کو گرفتار کر کے مصر لے آیا جہاں کلیو پاترا نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کا بیٹا ارتاکسس فرار ہو کر پارتھیہ پہنچ گیا۔ ادھر انتونی کو آذربیجان کے بادشاہ نے جو ارمنیہ کے مقتول بادشاہ کا ہمنام

تھا رضامند کرلیا اور انتونی کے ایک بیٹے سے جسے انتونی نے ارتا واس دس کی بجائے ارمینیہ میں بادشاہ بنایا تھا، اپنی بیٹی کی شادی کردی۔ لیکن اسی زمانے میں انتونی کو سیزر (اغسطس) کی طرف متوجہ ہونا پڑا اور پارتھیہ کے بادشاہ نے یہ موقع غنیمت سمجھکر ارمنیہ اور آذربیجان دونوں ریاستوں کے بادشاہوں کو الگ کرکے دونوں کا بادشاہ ارتاکسس کو بنا دیا۔ یہ رومیوں کی خوش قسمتی تھی کہ اتفاق سے انہی دنوں جب کہ انتونی اور سیزر میں کشمکش ہو رہی تھی خود ایران میں بھی اندرونی فساد برپا ہوگئے فراآتس معزول کردیا گیا اور تری داتس نے اس کی جگہ لی۔

(۲) اغسطس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے بڑی غفلت کی کہ اپنے رقیب کو مغلوب کرنے میں پوری قوت کے ساتھ مشرقی مسئلہ پر متوجہ نہیں ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ اُسے ارمینیہ پر اپنا تسلط جمانے اور اس ملک کو مستقل طور پر رومی سلطنت کا جزو بنانے کی فوری تدبیر کرنی چاہیئے تھی اور اسی کے ساتھ اُن کولکیسی، ابری اور لبانی قوموں سے باضابطہ اپنی حکومت منوا لینی چاہیئے تھی، جو تفقازو ارمنیہ، اور بحر افشین وخزر کے درمیان آباد تھیں۔ دوسرے اغسطس کو لازم تھا کہ اُن رومی جھنڈوں کو واپس لے جو کاری کے میدان میں اہل پارتھیہ نے چھینے تھے اور یہ کوشش اس لئے اور بھی برمحل ہوتی کہ اسی زمانے میں ایک طرف تو آذربیجان کا معزول بادشاہ ارتا واس دس دستگیری کا خواہاں تھا اور دوسری طرف خود تری داتس نے جو بادشاہ ہونے کے تھوڑے ہی دن بعد پارتھیہ میں شکست کھا کے ملک سے خارج کردیا گیا تھا، اغسطس سے اعانت طلب کی۔ ان دنوں رومیوں کے دل میں پارتھیہ والوں کو ذلیل وسرنگوں کرنے کا جو جذبہ تھا اس کا اندازہ ہوریس کے ابتدائی کلام سے ہوتا ہے جس میں اغسطس کو "جوونیس پارتھیس ہورن دوس" (یعنی پارتھیہ کے حق میں بلائے تازہ) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر وہ اہل برطانیہ اور خطرناک ایرانیوں کو سلطنت روما کا حلقہ بگوش بنادے تو دنیا میں حقیقی دیوتا سمجھا جائے[1]" مختصر یہ کہ پارتھیہ سے جنگ چھڑنے کی عام طور پر

[1] دیکھو "ہجویات" فصل دوم صفحہ ۵ - اور "قطعات" فصل سوم صفحہ ۵!

لوگوں کو امید لگی ہوئی تھی۔ لیکن اغسطس نے مصر کی فتح کے بعد مشرقی مسئلے کا فیصلہ کسی دوسرے وقت پر ملتوی کر دیا۔ جس کا سبب ممکن ہے کہ انتونی کی سابقہ ناکامی ہو۔ اور یہ تو بہرحال یقینی ہے کہ اب اس کی فوج آرام وانعام کی آرزومند تھی۔ اور ارمنیہ میں ایک تازہ جنگ کی صعوبتیں اٹھانے پر شاید ہی آمادہ ہوتی۔ مگر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ خود اغسطس جنگی سپہ سالار نہ تھا اور پارتھیہ کو اندرونی نفاق وشقاق میں مبتلا دیکھ کر اسے امید ہوگئی تھی کہ بغیر لڑے بھڑے سیاسی پیام وسلام کے ذریعے ہی روما کا مطلب حاصل ہو جائے گا۔ ارتاواس دس کو تو اس نے ارمنیہ خورد کی حکومت دے کر اشک شوی کی اور تری داتس کو اپنی پناہ میں لے کر شام کے علاقے میں ٹھیرا لیا۔ پھر جب ۲۳ ق م میں فراتس نے ایک سفارت بھیجی کہ تری داتس کو اور خود فراتس کے ایک شیرخوار بچے کو جسے تری داتس اپنے ساتھ لے بھاگا تھا، حکومت پارتھیہ کے حوالہ کر دیا جائے تو اس کے عوض میں اغسطس کو اپنے جھنڈے اور کاری کے قیدی واپس طلب کرنے کا موقع ملا اور اس قرارداد پر کہ انھیں رومیوں کے حوالہ کر دیا جائے گا، اغسطس نے فراتس کے بچے کو پارتھیہ بھجوا دیا۔ اسی موقع پر اگری پا کو پردہ تفصلی امارت دے کر ان مشرقی علاقوں میں بھیجا گیا تھا اور جب فراتس نے قرارداد کی شرطیں بلا تاخیر پوری نہ کیں تو ۲۰ق م میں خود اغسطس مشرق میں آگیا اور اس وقت پارتھیہ کے بادشاہ نے رومیوں کے مطالبہ کی تعمیل کر دی۔ اغسطس کو اپنی اس کامیابی پہ جو ناز تھا اس کا اندازہ اس تحریر سے ہوتا ہے جس میں اپنے کارناموں کی ضمن میں اس واقعے کو اس نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "میں نے اہل پارتھیہ کو مجبور کیا کہ تین رومی فوجوں کے جھنڈے اور غنیمت کا مال واپس دیں اور رومی قوم سے دوستی کی عاجزانہ درخواست کریں۔ پھر ان بازیافتہ جھنڈوں کو میں نے مارس استولور کے مندر میں محفوظ کرا دیا"۔ شعرا نے بھی اس واقعے پر اسی قسم کے جذبات شادمانی کا اظہار کیا ہے کہ گویا وہ رومی افواج کی ممتاز ترین فتوحات کے ہم رتبہ تھا۔ ورجیل "ارورا دیوی کے پیچھے پیچھے جانے اور پارتھیہ والوں سے اپنے عقابی علم طلب کرنے" کے گیت گاتا ہے اور عالم خیال میں فرات کے جوش وخروش کو دھیما ہوتے

دیکھتا ہے۔ ادھر ہوریس ان جھنڈوں کے واپس آنے کو جن کے لئے ہاتھ اٹھانے کی بھی نوبت نہیں آئی تھی، لکھتا ہے کہ ہم انھیں دشمن کے ہاتھ سے "نوچ لائے"۔[۱]

لیکن اسی سال ایک زیادہ مادی کامیابی بھی حاصل ہوئی اور وہ ارمینیہ کی بازیابی تھی۔ دراصل خود اس ملک میں بعض لوگوں نے شاہ ارتاکسس کے خلاف سازش کی اور اغسطس کے پاس پیام بھیجا کہ ارتاکسس کے چھوٹے بھائی تیگرانس کو (جس نے روما میں تعلیم پائی تھی) بھائی کی بجائے حکمرانی کرنے ارمینیہ بھیجدیا جائے۔ ارتاکسس کو معزول کرکے اس کی جگہ تیگرانس کو بادشاہی دلوانے کی خدمت اغسطس کے سوتیلے بیٹے تی بریوس کے سپرد ہوئی ادھر سازش کرنے والوں نے خود ہی ارتاکسس کو موقع پاکے مارڈالا اور تیگرانس ارمینیہ کا بادشاہ بن گیا جس سے یہ ریاست دوبارہ سلطنت روما کی باج گزار ہوگئی۔ لیکن اب آذربیجان کا علاقہ ارمینیہ سے جدا کردیا گیا اور اس کی حکومت وہاں کے پہلے بادشاہ ارتاواس دس کے بیٹے اریوبارذانس کے حوالے کردی گئی۔ اس شہزادے نے بھی تیگرانس کی طرح روما میں تعلیم پائی تھی مگر بہ احوال ظاہر وہ باج گزار پارتھیہ ہی کا رہا۔

مگر ان واقعات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ارمینیہ میں پھر ہل چل مچ گئی تیگرانس زیادہ نہ جیا اور اس کے مرتے ہی روما اور پارتھیہ کے طرفداروں کی کشمکش نے ملک میں شورش بپا کردی۔ اغسطس نے وہاں کا انتظام درست کرنے کے لئے دوبارہ اپنے ربیب کو نامزد کیا تھا مگر تی بریوس نے کسی ذاتی ناراضی کی بنا پر اس خدمت کے انجام دینے سے انکار کردیا ۶ ق م اور آیندہ چار سال تک یہ معاملہ یونہی معرض التوا میں رہا۔ آخر یہ قرار پایا کہ ممالک مشرقی کے ضبط و انتظام کا کام بادشاہ کے پوتے گایوس سیزر کے سپرد کیا جائے اس کا ابھی آغاز شباب تھا مگر توقع تھی کہ سلطنت کے آیندہ امپراطور کی عملی زندگی کی انہی مشرقی میدانوں میں بڑی آب و تاب کے ساتھ ابتدا ہوگی۔ خود نوجوان شہزادے کے دل میں بہت کچھ امنگیں بھری تھیں اور عجب نہیں کہ مشرق کی

---

[۱] قطعات۔ فصل چہارم صفحہ ۱۵۔

طرف روانہ ہوتے وقت وہ وہاں کی فتوحات اور شہرت میں سکندر اعظم کی ہمسری کرنے کے خواب دیکھتا ہو۔ اس کے سن رسیدہ ساتھ والے ان ولولوں کو اور بڑھاتے تھے اور یا ممکن ہے کہ شہزادے کا جوش وخروش دیکھکر خود متاثر ہوتے ہوں۔ حتی کہ جوش میں آکر ایک درباری شاعر پکار اٹھا "انفس" اور نیس التیم اوستر الیس" (اب، اے مشرق اقصی! تو ہماری ہے!) اور موریتانیہ کے انشاپرداز بادشاہ جیوبا نے خاص گایوس کے فائدے کے لئے ملک عرب کے حالات قلمبند کئے کیونکہ گایوس کی نظر خاص طور پر اسی ناقابل تسخیر ملک کی فتح پر جمی ہوئی تھی۔ ابتدا میں ارمنیہ کے معاملات سلجھانے میں کچھ دقت نہ پیش آئی۔ بادشاہ پارتھیہ فراتس کے بیٹے فراتاسس نے فرات کے ایک ٹاپو پر بیچ دریا میں "گایوس" سے ملاقات کی اور ملک ارمنیہ کے دعاوی سے دست برداری پر رضامند ہوگیا لیکن اس قرارداد کے مطابق خود ارمنیہ جاکر روما کی سیادت منوانا ضروری تھا اور اسی غرض سے گایوس ارمنیہ گیا کہ وہاں جاکر اریوبارزانس کو تخت پر بٹھادے لیکن ارتاجیرہ کی شہرپناہ کے سامنے کسی نے اسے دغا سے زخمی کردیا اور چند مہینے بعد اسی ضرب کاری کے اثر سے لیسیہ کے شہر لمیرا میں اس نے وفات پائی (۴ سنہ ع) اغسطس کے باقی ایام حکومت میں بڑے پیمانے پر کوئی اور کارروائی ارمنیہ کے متعلق نہیں کی گئی اور اس ریاست میں روما اور پارتھیہ کے طرفداروں کے درمیان برابر لڑائی جھگڑے اور فتنہ وفساد ہوتے رہے!

(۳) نوجوان سیزر کی افسوسناک موت نے فتح عربستان کے سارے منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ ورنہ روما کے ارباب حل وعقد بہت دن سے اس مہم کی فکر میں تھے بلکہ کچھ مدت پہلے انہوں نے ایک مرتبہ اور عرب کو فتح کرنے کا اقدام بھی کیا تھا۔ دراصل جنوبی عرب کا قبضہ، اگرچہ ارمنیہ یا میزیہ کی طرح کوئی جنگی اہمیت نہ رکھتا تھا لیکن خالص تجارت کے لحاظ سے رومیوں کے واسطے نہایت مفید ہوتا۔ ہندوستان اور یورپ کی تجارت کا بڑا راستہ بحر قلزم سے گزرتا تھا اور "ادانہ" یعنی موجودہ عدن کی بندرگاہ اس زمانے میں بھی وہی ممتاز مرتبہ رکھتی تھی جو اسے

آج کل حاصل ہے۔ یہ بندرگاہ اہل عرب کے ہاتھوں میں تھی جنھیں تجارت سے طبعی مناسبت ہے اور اس فن میں کمال رکھتے ہیں۔ ہندوستان کا مال انہی تاجروں کے ذریعے عرب کے مغربی ساحل کی بندرگاہ لیوس کوم پر اترتا تھا اور وہاں سے براہ خشکی بطرا ہو کر کسی شامی بندرگاہ تک پہنچتا یا براہ راست مصر کے مشرقی ساحل پر میوس ہورموس پر آتا اور وہاں سے اسے اونٹوں پر لاد کر کوپتوس (قریب تھبس) تک لاتے جہاں سے پھر وہ جہازوں میں بھر کر سکندریہ بھیجدیا جاتا تھا۔ غرض مصر پر قبضہ ہونے کے بعد یہ بات رومی حکام کی نظر سے مخفی نہ رہ سکتی تھی کہ بحر قلزم کے پورے راستے (یعنی دونوں طرف کے ساحلوں) پر بلاشرکت تصرف ہو جانے سے ساری تجارت رومی رعایا کے قبضے میں آجائے گی جس سے کثیر منافع کی امید تھی۔ اسی بنا پر اپنا اقتدار پوری طرح قائم ہو جانے کے بعد ہی اغسطس نے اس معاملے پر توجہ کی اور صرف یہی ایک موقع تھا کہ اس نے ملک ستانی کے واسطے پیش دستی کو جائز رکھا۔ اس نے ایک مہم تیار کی جس کا مقصود یہ تھا کہ جزیرہ نمائے عرب کے مغربی گوشے یعنی سرزمین یمن پر تسلط جمایا جائے۔ اس علاقے کو اہل روما "ارابیا فیلکس" (عرب خضرا) اور یہاں کے حمیری باشندوں کو "سابھی" (= سبائی) کے نام سے یاد کرتے تھے۔ یہ بہت دولتمند ملک تھا اور یہی چیز خود حملے کا لالچ دلاتا تھا لیکن جیسا کہ ہوریس نے لکھا ہے، دور دراز فاصلے پر ہونے کی وجہ سے یہاں کے خوش حال و عیش کار باشندے کبھی کسی بیرونی فاتح کے محکوم نہ ہوئے تھے۔ ان کے ملک سے سلطنت روما کے ممالک میں مسالے، عطریات، خیار شنبر، لوبان، ایلوا، اور ابرک وسا ورآتی تھی اور اس کے عوض میں وہ سونا اور دیگر جواہرات وصول کرتے اور اپنے ہاں جمع رکھتے تھے۔ اغسطس نے اس ملک پر ۲۵ ق م میں مہم روانہ کی اور الیوس گالوس نامی مصر کے ایک اعلیٰ عہدہ دار کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا[1]۔ مصر کی متعینہ فوج میں سے نصف یعنی دس ہزار رومی سپاہی گالوس کے ساتھ کئے گئے۔ اور نبط اور یہود یہ کی کو کمک

---

[1] مومسن کے نزدیک گالوس مہم لے جانے سے پہلے ہی مصر کا ناظم مقرر ہو چکا تھا۔ لیکن تاریخی شواہد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اسے یہ عہدہ اس مہم کے بعد ملا۔

افواج اس تعداد کے علاوہ تھیں۔ نبطیوں کی یمن میں برابر آمد و رفت رہتی تھی اور اسی لئے رومیوں نے ان کے بادشاہ **اوبوداس** (عباد ؟) کے ایک وزیر **سیلیوس** کو رہ نمائی کے لئے اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ مگر اس مہم میں سخت بدنظمی پیدا ہو گئی اور یہ متعین کرنا دشوار ہے کہ اس خرابی کا گالوس کس حد تک ذمہ دار تھا اور یا کس حد تک اس رہ نما نے اسے دانستہ کوئی فریب دے کر نقصان پہنچایا۔ گالوس کا دوست **اسٹرابو** (جغرافیہ نویس، جس کی تحریر کے ذریعے اس مہم کے تفصیلی حالات ہم تک پہنچے ہیں) سارا الزام سیلیوس کے سر لگاتا ہے اور یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے کہ نبطی، اس اندیشے سے کہ اگر یہ مہم کامیاب ہو گئی تو تجارت کا راستہ جو ان کے ملک سے گزرتا تھا بدل جائے گا، دل میں اس مہم کی ناکامی کے خواہاں ہوں۔

بہرحال رومی سپاہ خاکنائے سویز کے مقام **ارسی نو** سے جنگی جہازوں میں سوار ہوئی۔ مگر جنگی جہاز لے جانا بے سود تھا کیونکہ بحری جنگ پیش آنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ اور **لیوس کوم** کی بندرگاہ پر (موجودہ ینبوع کے شمال میں) فوجوں کو ساحل پر اتار لیا گیا۔ قرینہ کہتا ہے کہ یہ بندرگاہ ان دنوں سلطنت روما کی مطیع تھی اور رومی فوج نے سردیوں کا موسم یہیں گزارا۔ موسم بہار کے آتے ہی فوج یمن کی طرف روانہ ہوئی اور دشوار گزار و پیچ در پیچ راستوں سے ہوتی ہوئی آخر کار سبائیوں کے دار الحکومت تک پہنچ گئی۔ اگرچہ اہل عرب نے راستے میں اس فوج کو بہت کم پریشان کیا تھا لیکن رسد کی قلت اور بیماری سے سخت نقصان اٹھانا پڑا اور جب وہ شاہ یمن **ماریبا**[۱] کے قصر کے سامنے پہنچی جو ایک سرسبز پہاڑی پر واقع تھا، تو فوج اور سپہ سالار دونوں اس قدر ماندہ اور بے دل ہو چکے تھے کہ ان میں محاصرہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ چنانچہ ۶ دن وہاں گزارنے کے بعد گالوس نے یہ خیال چھوڑ دیا۔ فوج واپس اپنے وطن کی جانب روانہ ہوئی اور اس کوچ میں آنے کی نسبت کہیں زیادہ تیز رفتار سے واپس گئی۔ اس مہم سے اتنا فائدہ تو ہوا کہ عرب کے

۱؎ قدیم شاہان یمن کا دار الحکومت "معرب" تھا۔ ظاہرا رومیوں نے تلفظ بگاڑ کر اسی کے نام سے وہاں کے بادشاہ کو موسوم کر دیا ہے۔

بعض نامعلوم مقامات کے حالات منکشف ہوئے ورنہ سبائی قوم جس طرح پہلے تھی اسی طرح اب بھی غیر مفتوح رہی۔ بایں ہمہ اغسطس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ اس ناکامی کا اقبال کرے وہ بڑی متانت سے اس مہم کو اپنے کارناموں میں محسوب کرتا رہا۔ اور گالوس واپس آیا تو اس نے بطریق صلہ اُسے نظامتِ مصر سے بھی سرفراز کر دیا تھا۔

(۴۹) جس زمانے میں مصر کی آدھی فوج کشورستانی کے لئے عرب گئی ہوئی تھی، باقی ماندہ فوج کو ایک ہمسایہ ریاست کے مقابلے میں خود مصر کی جنوبی حدود کی مدافعت کرنی پڑی۔ مصر صعید کا علاقہ اس زمانے میں اسوان کے قریب تک وسیع تھا اور اس کے آگے حبشہ کی سرحد شروع ہو جاتی تھی جس پر اُن دنوں وہاں کی یکچشم ملکہ کندیس حکومت کرتی تھی۔ مصر کی جنوبی سرحد پر اس نے حملہ کیا اور سیئین اور الی فانتین کے مقامات لوٹ لئے۔ جب تاوان کے مطالبے کی کوئی شنوائی نہ ہوئی تو اس غارتگری کا بدلہ لینے کے لئے مصر کے رومی ناظم سی پترونیوس کو (سنہ ۲۴ ق م میں) فوج کشی کرنی پڑی اور وہ دس ہزار پیادہ اور آٹھ سو سوار لے کر حبشہ کی طرف بڑھا۔ اس نے دشمن کو میدان جنگ میں شکست دی اور نیل کے کنارے قریۂ سل کیس پر قبضہ کرکے بناتا تک پیش قدمی کی جو حبشہ کے پائے تخت مرو (مرادی) کی نواح میں واقع تھا اور وہیں ملکہ کا محل بھی تھا۔ پترونیوس نے اس قصبے (بناتا) کو تڑوا کر زمین کے برابر کر دیا۔ اور اگرچہ سارے ملک پر اپنا عمل دخل نہیں جما یا تاہم اپنی جنگی چوکی اسی علاقے میں پرمنیس (یا پریمیس) کو قرار دیا جو نہایت مستحکم مقام تھا۔ اگلے سال حبشہ والوں نے اس مقام پر حملہ کیا اور پترونیوس کو اسے بچانے کے واسطے دوبارہ فوج کشی کرنی پڑی سنہ ۲۲ ق م میں اس نے دشمن کو پھر شکست دی اور ملکہ کندیس کو صلح کی درخواست کرنے کے سوا اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی، اس کے سفیروں کو اغسطس کے پاس بھیجدیا گیا جو اُن دنوں ساموس آیا ہوا تھا اور یہیں اس نے صلح کی

منظوری دی اور اپنے ناظم کو حکم بھیجا کہ جبشہ کے جس علاقے پر قابض ہے اسے خالی کر دے۔ پھر اغسطس نے سیئین ہی کے مقام کو اپنی سرحد قرار دیا ہو

باب نہم

جرمانیہ کی فتح اور پھر ہاتھ سے نکل جانا۔ اغسطس کی وفات

ذیلی عنوان (۱) جرمانیہ کی فتح کے ارادے۔ (۲) جرمنوں کی معاشرت اور ملکی انتظامات کا حال جو "سیزر کی توضیحات" سے معلوم ہوتا ہے۔ (۳) غالیہ اور دریائے رائن کی شورشیں۔ (۴) دروسوس کا تقرر۔ اس کی پہلی جنگ (سنہ ۱۲ ق م) (۵) چروسکی اور چٹی قوم سے لڑائیاں (سنہ ۱۱ و ۱۰ ق م) رائن کا استحفاظ (۶) دروسوس کا پیش قدمی البیس تک (سنہ ۹ ق م) اس کی موت۔ (۷) تی بریوس کا ورود جرمانیہ میں (سنہ ۹ تا سنہ ۶ ق م) اور سنہ ۴ تا سنہ ۵ء) (۸) ماربودوس پر فوج کشی (۹) پانونیہ اور دلماشیہ کی بغاوت۔ تی بریوس کا اسے فرد کرنا۔ (۱۰) جرمانیہ کی شورش۔ واروس کی ہزیمت (۱۱) تی بریوس کی رائن کو واپسی۔ (۱۲) اغسطس پر ان مصائب کا اثر۔ اسکا آخری زمانہ اور وفات (سنہ ۱۴ء) (۱۳) اغسطس کے عہد حکومت پر رائے (۱۴) "کتابۂ انکائرہ" اور "خلاصہ حالات ملک"

پہلی فصل۔ جرمانیہ کی فتح

(۱) اس باب میں جرمانیہ کے اُن علاقوں کا بیان ہے جنھیں سلطنت روما کا جزو بنانے کی تجویز تھی۔ جولیس سیزر کا غالیہ پر قبضہ ہی اس بات کو چاہتا تھا کہ فتوحات کا دائرہ غالیہ تک محدود نہ رہے بلکہ قبضہ سمندر میں شمالی جزیرے کا

راستہ دکھاتا تھا اور مشرق میں، رہائن پار وسط یورپ کے جنگلوں کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ خود جولیس سیزر نے فتح برطانیہ کی تمہید ڈال دی تھی اور رہائن کو بھی عبور کر نا سکھا دیا تھا۔ لیکن جہاں تک برطانیہ کا تعلق ہے اگسطس نے اپنے مربی کی تجویز پر عملدرآمد نہیں کیا اور اس جزیرے کی فتح کا سہرا اس کے ایک جانشین کے سر رہا۔ البتہ جرمانیہ کے معاملے میں اگسطس نے دوسرا طرز عمل اختیار کیا۔ اور اس میں شک نہیں کہ جنگی مصالح کے اعتبار سے سلطنت کی سرحد کا رہائن کی بجائے ایلبس (= البے) تک وسیع ہونا اور اس علاقے کی اقوام پر تسلط ہو جانا عین مفید مطلب بھی معلوم ہوتا تھا کیونکہ رہائن کی بجائے ایلبس کے حد فاصل بننے سے اول تو سرحد چھوٹی ہو جاتی اور دوسرے وین دوبیسا سے لاؤر یالکم تک بالائے ڈین یوب کی حفاظت کرنے کی ضرورت نہ رہتی پس قرینہ کہتا ہے کہ محتاط بادشاہ توسیع سلطنت کی اس تجویز پر اپنے منظور نظر ربیب دروسوس کے جوش و حوصلہ مندی کے اثر سے آمادہ ہوا تھا اور کام کی ابتدا بھی ایسی اچھی ہوی کہ اس میں کامیابی یقینی نظر آتی تھی لیکن آگے چل کر ایک ناشدنی واقعہ ایسا پیش آیا کہ یہ سارے منصوبے خاک میں مل گئے اور یا ممکن ہے کہ اس ارادے سے دست بردار ہونے کا کوئی اصلی اور تہ کا سبب رومی حکام کے خفیہ مشورے ہوں۔ بہر حال جرمانیہ کا فتح ہونا اور پھر ہاتھ سے نکل جانا تاریخ کا نہایت دلچسپ باب ہے اور انہی واقعات کے ضمن میں سب سے پہلی مرتبہ ہمیں وسط یورپ کے دشت و دریا کی جھلک نظر آتی ہے۔

(۲) سیزر نے اپنی توضیحات (کومن ٹریز) میں اجمالی طور پر اہل جرمانیہ اور بالخصوص وہاں کی سوابی قوم کے سیاسی اور تمدنی حالات لکھے ہیں۔ یہ حالات اگرچہ کسی قدر مبہم ہیں اور لازمی طور پر غالیہ والوں سے سن سنا کر لکھے گئے ہوں گے تاہم انگریزوں کی نظر میں نہایت قابل قدر ہیں کہ یہ ان کے اجداد کی معاشرت کا سب سے قدیم بیان ہے جسے دنیا کے ایک نامور مدبر نے تحریر کیا تھا۔ سیزر ان لوگوں کو جفاکش، محنتی اور اعتدال پسند قوم بتاتا ہے

جنکی زندگی کا مشغلہ شکار اور جنگی ورزشیں تھیں۔ اُن میں بہت کم لوگ زراعت کرتے تھے اور دودھ، پنیر، یا گوشت ان کی عام غذا تھی۔ زمین کا کوئی قطعہ کسی کے مستقل قبضے میں نہ ہوتا تھا بلکہ ہر سال ان کے چودھری یا سردار مختلف برادریوں کو زمین کا ایک حصہ صرف ایک سال کے تصرف کے واسطے تقسیم کر دیتے تھے اور یہ برادریاں مل کر ایک "سی وی تاس" (بستی) کہلاتی تھی مگر سال کے ختم پر ہر برادری اپنی زمین سے دست بردار ہو کر کسی دوسرے حصۂ زمین پر نقل مکان کرتی تھی اس دستور کے کئی سبب بیان کئے گئے ہیں لیکن ان میں سب سے بڑا سبب یہی تھا کہ لوگوں کو مستقل طور پر کسی ایک جگہ بس جانے کی اجازت نہ دی جائے کہ مبادا وہ زراعت کا پیشہ اختیار کر لیں اور جنگی مشاغل سے علٰحدہ ہو جائیں۔ دوسری مصلحت یہ تھی کہ زیادہ طاقتور افراد کمزوروں کو ان کے مقبوضہ قطعات سے خارج نہ کر سکیں اور تیسرے یہ کہ سب میں مساوات اور ہر شخص مطمئن رہے، ہر برادری کی زمین اس کے ہمسائیوں کی زمین سے علٰحدہ ہوتی تھی اور ان کے درمیان ایک غیر آباد زمین کا ٹکڑا خالی چھوڑ دیا جاتا تھا کہ ناگہانی حملے کا بھی کسی کو موقع نہ مل سکے، جنگ کے زمانے میں خاص سردار منتخب کئے جاتے تھے لیکن زمانہ امن میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی اور ہر ضلع (پاگی) یا برادری کے پرگنے کے چودھری ہی آپس کے جھگڑے چکاتے تھے۔ سیزر نے سُوابی قوم کے ایک سو پاگی یا پرگنے بتائے ہیں جس میں سے ہر پرگنہ ایک ہزار مردان جنگ فراہم کر سکتا تھا اور باقیماندہ اپنے گھروں میں رہکر لڑنے والوں کی رسد کا انتظام کرتے تھے۔ پھر ایک سال کے بعد یہ لڑنے والے واپس آکر زراعت کا کام سنبھالتے اور جو لوگ گھروں پر ٹھیرے رہتے تھے ان کی جگہ لڑنے چلے جاتے تھے۔

اس سرسری بیان سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جن قبائل کو سیزر نے دیکھا وہ درحقیقت بدوی اور حضری زندگی کے درمیان کی حالت میں تھے اور صحرائی مشاغل چھوڑ کر بتدریج زراعتی زندگی کی طرف آرہے تھے۔ قرینہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض قبائل نسبتۃً زیادہ ترقی یافتہ ہوں گے اور اغسطس کے زمانے میں ان کی مدنی ترقی جاری ہوگی۔ لیکن اس ترقی کے مدارج کا کوئی

سراغ ہیں نہیں ملتا۔

(۳) جنگ اکشیئم کے بعد پہلا فتنہ جو غالیہ میں برپا ہوا وہ گسو ریالم (بو آن) کی نواح میں قلطی نسل کی قوم موریِنی کی سرکشی تھی اور عجب نہیں کہ اس کا کچھ نہ کچھ سوابیوں کی یورش سے بھی تعلق ہو جو انہوں نے اسی سال (۲۹ ق م) رائن اتر کر کی تھی لیکن رومی سردار گایوس کاریناس نے حملہ آوروں کو پسپا کر دیا اور موریِنی قوم کو بھی ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ اسی طرح نونیوس گالوس نے وادی موزلا کی بغاوت کو فرو کیا جو تریوری قوم نے برپا کی تھی۔ آیندہ سنین ممالکِ غالیہ کے نظم و نسق کی درستی میں جس کا ہم پہلے ہی چوتھے باب میں حال بیان کر چکے ہیں، صرف ہوئے۔ اس موقع پر معلوم ہوتا ہے سرکاری محاصل بہت گراں عائد کئے گئے تھے جس سے رعایا ناراض رہی۔ اور احتمال ہے کہ ۱۵ ق م میں جرمن حملہ آوروں نے رائن اتر کے جو یورش کی شاید اس میں خود رومی رعایا کی سازش کا بھی دخل تھا اگرچہ اس کی کوئی شہادت ہم تک نہیں پہنچی۔ بہر حال اس حملے کو ام دی پی سیلوس نے دفع کر دیا۔ لیکن اس کے نو سال بعد جو حملہ ہوا وہ کہیں زیادہ اندیشہ ناک تھا۔ اس غارت گرانہ تاخت میں زیرین رائن کے دائیں کنارے کی تین قومیں اسوگامبری، اوسی پیس، اور تنک تری) شریک تھیں اور انہوں نے دریا اتر کے جیش سالار لولیوس کو شکست دی اور پانچویں جیش کا عقابی پرچم چھین کر لے گئیں یہ نقصان تو بڑا نہ تھا لیکن رومیوں کے لئے بڑی ذلت کی بات ضرور تھی[1] اور خود اغسطس تی بریوس کو ساتھ لے کر فوراً غالیہ آیا اور شمالی سرحد کی دفاع کا مسئلہ نہایت اہم سمجھا جانے لگا۔ اب تی بریوس کو غالیہ کا سپہ سالار مقرر کیا گیا اور یہی زمانہ ہے جب نوریکم کا الحاق اور ریتیہ اور وِنِ دلیسیہ کی تسخیر عمل میں آئی[2]۔

---

[1] ہوریس نے اپنے قطعات میں جہاں لولیوس کی تعریف کی ہے وہاں اس واقعے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ (فصل چہارم۔ صفحہ ۹)

[2] ان فتوحات کے حالات باب ششم عنوان ۱۰ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

(۴) - سنہ ۱۲ ق م میں تی بریوس کی بجائے دروسوس برائن کی افواج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اس کی عمر ابھی پوری پچیس برس کی بھی نہ تھی مگر وہ نہایت ذہین اور ہونہار نوجوان تھا۔ اور اس کی شجاعت و رعنائی نے سب کو اس کا گرویدہ بنا دیا تھا اخلاق ایسے عمدہ کہ سپاہی اس کی پرستش کرتے تھے پھر جوش و خروش اور اولو العزمی کے ساتھ سرداری کی پوری قابلیت اور حزم و دانائی خدا نے اسے ودیعت کی تھی۔ غرض سپہ سالار مقرر ہوتے ہی اس نے رائن پار فتوحات کے منصوبے کا عملی کام شروع کر دیا اور اس کا عمدہ موقع یہ ہاتھ آیا کہ انہی دنوں سگامبری قوم کی خود اپنے حلیفوں سے جنگ ٹھن گئی۔ پس دروسوس گلو دونم میں اغسطس کی قربان گاہ کی بنیاد رکھکر (اور اس طرح اہل غالیہ سے خراج عقیدت وصول کر کے) زیرین رائن کی طرف روانہ ہوا اور دریا پر پل باندھکر اسی پتیس قوم کے علاقے میں داخل ہو گیا۔ کیونکہ یہ قوم بھی پہلے سے لڑائی کی چھیڑ کر چکی تھی۔ یہ قوم دریائے رائن کے ایک معاون لوپیا کے شمالی کنارے پر بستی تھی اور اس ندی کا پرانا نام لیپ کی صورت میں اب تک باقی ہے۔ اسی ندی کے جنوب کی زمین سگامبری قوم کا مسکن تھی اور اس سے بھی آگے جنوب میں تنک تری قوم کا علاقہ لاؤ گونا تک پھیلا ہوا تھا (جسے اب "لاہن" کہتے ہیں) رومی سپہ سالار نے اسی پتیس کو زیر کر لیا اور اب جنوب میں بڑھا کہ سگامبری کی سرکوبی کرے جس نے اپنے سردار ملو کے ماتحت لڑائی شروع کر دی تھی۔

لیکن ابھی جنوب میں زیادہ آگے بڑھنا اسے منظور نہ تھا۔ فتح کا جو نقشہ اس نے سوچا تھا اس میں جرمانیہ کے شمالی علاقوں کی تسخیر مقدم تھی جنھیں اس نے شمالی ساحل کی جہازی گرد آوری کی ذیل میں فتح کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ رائن سے البیس تک کشور کشائی میں تین مرحلے تھے۔ یعنی اول تو امی سیہ پر پیش قدمی، پھر وادی ویزر در جلیس کا قبضہ اور آخر میں وادی البیس کی فتح جو حملہ آوروں کی آخری منزل تھی۔ رومی لب ولہجہ نے ان تینوں ندیوں کے جو مذکورہ بالا لاطینی تلفظ اختیار کئے تھے وہ آج تک امس، ویزر اور الب کی صورت میں مروج ہیں،

ایک تجویز یہ تھی کہ نہر کھود کر دریائے رہائن کو جھیل فلیو سے ملادیا جائے (یہ پانی کا وہ قطعہ ہے جسے اب زائڈرزی کہنے لگے ہیں) چنانچہ دروسوس کی نگرانی میں رومی فوج نے یہ کام انجام دیا اور اسی کے نام پر نہر "فوسا دروسیانہ" تیار کر لی کہ رہائن کا بیڑا سیدھا اس جھیل کے راستے بحر شمال تک اور پھر ساحل ساحل امی سیہ کے دہانے تک پہنچ سکے۔ اہل بتاویہ نے رومی سیادت کو بلا مزاحمت قبول کر لیا اور نہر کادی میں رومی سپاہیوں کا ہاتھ بٹایا۔ اسی طرح جھیل فلیو کے شمال میں جو لوگ (اہل فری سیہ) بستے تھے انہوں نے بغیر لڑے دروسوس کی اطاعت قبول کر لی اور جب رہائن سے امی سیہ تک پورے ساحل پر قدم جم گیا تو اس نے جزیرہ بورکانیس پر قبضہ کر لیا (جسے اب بلا شبہ بورکم کا قدیم نام سمجھ سکتے ہیں) جو امی سیہ کے دہانے پر واقع تھا اور پھر اس ندی میں آگے بڑھ کر بروک تری قوم کو ایک بحری لڑائی میں شکست دی۔ پھر وہ واپس سمندر میں چلا آیا اور قوم چوسی کے علاقے پر حملہ آور ہوا جو ویزور جلیس کے دہانے کے دونوں طرف آباد تھی لیکن یہ صاف طور پر نہیں معلوم ہوتا کہ آیا دروسوس یہاں تک جہازوں میں آیا تھا یا امی سیہ سے براہ خشکی بڑھ کر چوکسی کے علاقے میں پہنچا تھا۔ واپسی کے وقت بعض جہاز پایاب جھیلوں کے نامعلوم حصوں میں بہت خطرے میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن انھیں فری سوئی لوگوں کی دوستی اور مدد نے اس الجھاوے سے نکال لیا جو یہاں تک پیادہ پا رومی لشکر کے ہمراہ آئے تھے۔

(۵) اس طرح دروسوس کی سپہ سالاری کا پہلا سال شمالی جرمانیہ کے (ویزور جلیس تک) ساحل کی فتح میں گزرا اور سال آئندہ (۱۱ ق م) اس نے قصد کیا کہ اسی سمت کے اندرونی اضلاع کو فتح کرے۔ اس غرض کے لئے اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ کیونکہ زیریں رہائن پر رومی افواج کا سب سے بڑا مرکز ان دنوں کاسترا ویترا تھا اور وہ یوپیا ندی کے دہانے سے زیادہ دور نہیں ہے۔ موسم بہار میں یہاں سے روانہ ہو کر رومی فوج نے رہائن کو عبور کیا

۱؎ موجودہ بیرٹن کے قریب ڈانٹن

اور چیٹی اُسی تیبیس کو دوبارہ مغلوب کرکے لوپیا پر پل ڈال دیا جس پر سے فوج اُتر کے سگامبری کے علاقے میں داخل ہوئی۔ مشرق میں آگے بڑھنے کے لئے اُن موذی قوموں کو جو عقب میں آجائیں، قابو میں لانا ضروری تھا۔ پھر یہ کام کرنے کے بعد دروسوس لوپیا ہی کے کنارے کنارے چروسکی قوم کے علاقے (موجودہ ویسٹفالیہ) میں ویزور جیس کے کنارے تک بڑھا۔ اندیشہ تھا کہ اس پیش قدمی میں سگامبری قوم بہت روڑے اٹکائے گی۔ لیکن وہ ہمہ تن اپنے جنوبی ہمسائوں (یعنی چیٹی قوم) کے ساتھ لڑنے میں مصروف تھی جو کہ کوہ تونوس کے قریب آباد تھے۔ رسد کی قلت اور موسم سرما کی آمد رومیوں کو ویزرجیس کے عبور کرنے سے مانع آئی۔ اور واپسی میں وہ ایک خطرناک جال میں بھی پھنس گئے تھے کہ اگر سپہ سالار ایسا باتدبیر اور سپاہی ایسے سدھے ہوئے نہ ہوتے تو اس کا انجام تباہ کن ہوتا؛ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ اربالو نامی ایک مقام پر جس کا اب پتہ نہیں چلتا، وہ ایک تنگ درے میں گھر گئے جہاں دشمن کمین میں بیٹھا تھا۔ لیکن اس بھروسے کہ ہم پر حملہ نہیں ہوسکتا اور رومی سپاہی اب کسی طرح نہ بچ سکیں گے، جرمنوں نے حملہ کرنے میں کافی احتیاط نہیں کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ رومی جیش ان کی صفیں چیر کر لڑتے بھڑتے درے سے نکل گئے اور لوپیا تک صحیح سلامت آپہنچے۔ اسی ندی کے کنارے، جہاں دالیسو اس ندی سے ملتی ہے، دروسوس نے ایک قلعہ تعمیر کیا اور اسے اس علاقے میں جس پر پورا تسلط نہیں ہوا تھا، اپنی سب سے اگلی جنگی چوکی قرار دیا، انہی ایام میں ایک اور قلعہ چیٹی قوم کے علاقے میں کوہ تونوس پر بھی تعمیر کیا گیا اور چیٹیوں کو رومیوں نے وہاں سے جبراً نکال کر سگامبری کے علاقے میں دھکیل دیا۔ ظاہرا آیندہ سال (سنہ ق م) بھی اسی قوم (چیٹی) کو مطیع کرنے میں صرف ہوا کیونکہ وہ لائوگونا اور مینوس (مین) کے درمیان اپنے پرانے مسکن کو دوبارہ لینے کے لئے جد وجہد کر رہی تھی۔ اس سال دروسوس کو پروقنصلی اختیارات حاصل ہوئے جو بادشاہ کے ماتحت گویا دوسرے درجے کی سپہ سالاری تھی۔ یہ اختیارات بطریق نامزدگی اسے پچھلے سال تفویض ہوئے تھے اور اسی کے تھوڑے دن بعد غالباً آیندہ سنہ میں، اسے اپنے بھائی تی بریوس کے ساتھ (۱) امپراطور (۱)

کا لقب عطا ہوا۔

لیکن فتح جرمانیہ کے منصوبۂ عظمیٰ کی تکمیل کی یہ جد وجہد دروسوس کو رہائن کی دفاعی تدابیر سے غافل و بے پرواہ کرسکی تھی۔ اور اسی زمانے میں سمندر سے وین ونیسا تک پچاس دفاعی قلعے تعمیر کرائے گئے تھے۔ شمالی رہائن کا سب سے بڑا جنگی مرکز کاسترا وِتیرا میں تھا اور بالائی رہائن کے مرکز موگون تیاکم (= مینز) کی بنیاد ہی غالباً دروسوس نے رکھی تھی۔ اسی زمانے میں یا اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد جو بڑے بڑے مرکز رومیوں نے اس علاقے میں قائم کئے ان میں سب سے مشہور ارجن تو راتم[1] جنوبی نو ویو ماگوس (جس کا اب سپایئر جانشین ہے) بور بتو ماگوس، بین گیوم اور بونا تھے۔ شمالی نو ویو ماگوس اب تک نیم گوان کہلاتا ہے اور دریائے رہائن پر جو دوسرا (شمالی) لگو دونم آباد ہوا تھا وہ لیڈن کے نام سے مشہور ہے اور اس کے مقابلے میں اس کے ہم نام کا تلفظ زیادہ نرم ہو کر لیون رہ گیا ہے۔

(۶) نوجوان فاتح اب "کشور کشائے جرمانیہ" کے لقب کا دعویٰ کرتا تو بیجا نہ تھا۔ سال آئندہ اسے پہلی مرتبہ قنصل بھی بنا دیا گیا اور اگرچہ آغاز سال کے وقت روما میں کچھ شگون اچھے نہ تھے، لیکن یہ باتیں اسے موسم بہار میں اپنی ماورائے رہائن فتوحات کی تکمیل کے لئے روانہ ہونے سے مانع نہ آئیں۔ اور اس مرتبہ وہ اس عزم مصمم کے ساتھ چلا کہ پہلے جس علاقے تک پہنچا تھا اس سے اور آگے جائے گا۔ یعنی ویزر کو جیس کی بجائے جو اس کی پہلی پیش قدمی کی حد تھی اب وہ البیس سے ادھر رکنا نہ چاہتا تھا۔ اس مہم کے لئے غالباً اس نے موگون تیاکم سے کوچ شروع کیا اور چتی قوم کے مفتوحہ علاقے سے گزر کر سوابیوں کی حدود میں داخل ہوگیا۔ پھر شمال کی جانب بڑھ کر وہ چروسکی اور ویزر و جیس کے کنارے تک جا پہنچا اور اس ندی کو عبور کرکے البیس پر غالباً اس نواح میں جا کے دم لیا جہاں اب میگ ڈبرگ آباد ہے، اس کوچ کے جنگی واقعات کے متعلق بجز اس کے کچھ تحریر

[1] یعنی موجودہ اسٹراس برگ۔ آخری تینوں شہروں کے نام آج بہ ترتیب ورمز، بنجن، اور بون ہیں،

نہیں ہے کہ راستے میں رومیوں نے علاقے کو پامال و تاراج کر دیا اور ان کے ساتھ چند خونریز معرکے بھی ہوئے، اپلبس کے کنارے پر دروسوس نے ایک فتح کی یادگار تعمیر کی جو رومی پیش قدمی کی آخری منزل ظاہر کرتی تھی۔ اس کے واپس روانہ ہونے کی اصلی وجہ اور نیز آئندہ اس پر جو کچھ گذرا اس کے متعلق یہ عجیب کہانی بیان کی جاتی تھی کہ ایک عورت جس کا قد قامت معمولی انسانوں سے بڑا تھا اس کے راستے میں آکھڑی ہوئی اور اسے واپس ہونے کا اشارہ اور یہ خطاب کیا "سیر نہ ہونے والے دروسوس! اس قدر تیز کدھر چلا۔ ان سب چیزوں کو دیکھنا تیرے نصیب میں نہیں ہے۔ واپس! کہ تیرے کاموں اور زندگی کا خاتمہ قریب آگیا ہے"۔

اور حقیقت میں یہی ہوا۔ دروسوس کا وقت پورا ہو گیا۔ البیس کی ایک معاون ندی سالا اور ویزور جلیس کے درمیان کسی مقام پر وہ گھوڑے سے گرا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ پھر تیس دن کی تکلیف کے بعد اسی صدمہ سے اس نے وفات پائی کیونکہ معلوم ہوتا ہے فوج میں کوئی قابل جرّاح نہ تھا اغسطس کو جلد سے جلد اس حادثے کی ہوش فرسا خبر پہنچا دی گئی تھی۔ وہ ان دنوں غالیہ کے کسی شہر میں تھا۔ فوراً تی بریوس کو جو تی سی نم نیں تھا، جرمانیہ بھیجا گیا اور وہ نہایت سرعت کے ساتھ جرمانیہ کے جنگلوں کو طے کرتا ہوا عین اس وقت دروسوس کی لشکرگاہ میں پہنچ گیا جب کہ بھائی کی زندگی کے آخری سانس گنے جا رہے تھے، اس موت نے سبھی کو سوگوار بنا دیا۔ بادشاہ اور فوج دونوں کا منظور نظر جدا ہو گیا اور سلطنت ایک لائق سپہ سالار کی خدمات سے محروم ہو گئی۔ دروسوس کی عمر ابھی پوری تیس برس کی بھی نہ تھی باایں ہمہ وہ بہت کچھ کر چکا تھا اور اس سے بہت زیادہ کر دکھانے کا مشتاق تھا۔ تاریخ میں اس کو جو منزلت حاصل ہے شاید اس کا بہترین اندازہ کرنے کی صورت یہ ہوگی کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ اگر موت دروسوس کو اپنا منصوبہ پورا کرنے کی مہلت دیتی تو پھر جو کام اس نے شروع کیا تھا وہ آسانی سے برباد و خراب ہو سکتا نہ وہ واقعات پیش آتے جن کا ذکر آگے آتا ہے اور گویا وسط یورپ کی تاریخ کا رنگ ہی دوسرا ہوتا۔

دروسوس کی نعش پہلے رائن کے کنارے فوج کے سرمائی مقام پر

لائی گئی وہاں سے روما لے گئے اور جلا کر اس کے "پھول" (راکھ) اغسطس کے مقبرے میں محفوظ کر دیے گئے۔ اس کی وفات پر دو تقریریں ہوئیں ایک تو چوک میں تی بریوس نے کی اور فلامی نوس کے دنگل میں خود اغسطس نے کی۔ ان رسوم ماتم کے علاوہ متوفی کشور کشا کا اعزاز و توقیر قائم رکھنے کی اور تدبیریں بھی اختیار کی گئیں۔ فاتح جرمانیہ کی حیثیت سے اسے اور آیندہ اس کی اولاد کو لقب "جرمانی کوس" عطا کیا گیا موگون تیکم میں ایک چھتری اور محراب تعمیر کرائی گئی کہ نئے صوبہ کے فاتح کا نام قائم رہے معلوم ہوتا ہے اس شہر کو دروسوس کے ساتھ کوئی خاص تعلق بھی تھا۔ سنگ جنشت کی یہ یادگاریں ہمارے زمانے تک سلامت نہ رہ سکیں لیکن نظم میں ایک یادگار باقی رہ گئی جو مرثیے کی صورت میں کسی نے متوفی کی ماں ملکہ لیویہ کو لکھکر بھیجی تھی۔ مگر اسے پڑھکر ہمیں خیال ہوتا ہے کہ اس نظم "کون سولا تیو ادی ویام" کے مصنف نے نوجوان فاتح کی موت کا ماتم تو کیا لیکن اس کی خوبیاں جس وضاحت کے ساتھ چاہیے تھیں بیان میں نہ آئیں۔

فصل دوم۔ تی بریوس کا جرمانیہ آنا پانونیہ کی بغاوت

(۷) اپنے بھائی کے کام کو سرانجام دینے کی خدمت اب تی بریوس کے تفویض ہوی جو پرو قنصلی اختیارات اور لقب "امپراطور" سے سرفراز ہو چکا تھا۔ بھائی کی جگہ غالیہ کے تینوں صوبوں کی صوبہ داری اور افواج رہائن کی سپہ سالاری اسے دی گئی اور رہائن والپس کے درمیاں کے نیم مطیع جرمن قبائل پر اس نے رومی سیادت بھی قائم رکھی۔ آخر میں سخت تدابیر سے سگامبری قوم کو بھی پوری طرح فرماں بردار بنا لیا گیا اور انھیں رہائن کے بائیں کنارے پر بسنے کے لئے زمیں دی گئی۔ گرمی کے موسم میں ہر سال رومی فوجیں نئے صوبے کے مختلف حصوں میں گشت لگاتیں۔ رومی سردار مقدمات کا فیصلہ کرتے اور

رومی وکیل رہائن کے پار تک وکالت کرنے پہنچتے تھے۔ جرمانیہ کو دوسرے صوبوں کی مثل بنانے میں ابھی بہت کچھ کمی تھی اور اہل جرمانیہ سے افواج کیلئے یا کسی باقاعدہ مالگزاری کا مطالبہ کرنا ابھی غالباً خطرے سے خالی نہ تھا۔ ادھر تی بریوس پر اگرچہ فوج کو پورا اعتماد تھا لیکن خود بادشاہ کو اس سے محبت نہ تھی اور ۹ ق م میں جب کہ وہ دوبارہ عہدہ قنصلی پر ممتاز ہوا اسے جلوس فتح کے نکالنے کی اجازت تو دی گئی لیکن جرمانیہ کی طرف نہ بھیجا گیا اور پانچ سال آیندہ وہ معاملات ملکی سے کنارہ کش ہو کر رودڈس چلا آیا۔ جرمانیہ میں اس کے جانشینوں نے جو کچھ کیا اُن کا بہت ہی کم حال ہم تک پہنچا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ نا اہل تھے یا بیکار وقت گزارتے رہے ہوں گے۔ اصل یہ ہے کہ اس زمانے کے درباری انشاپردازوں کی نظر تو صرف دروسوس اور تی بریوس یعنی شاہی خاندان کے افراد کے کارناموں پر رہتی تھی اور دوسروں سے وہ اغماض برتتے تھے ورنہ یہ بالکل یقینی بات ہے کہ دروسوس کے مفتوحہ مقامات کے ضبط و استحکام کی کوششیں برابر جاری رہیں گو اس زمانہ میں مقامی اقوام اس قسم کی شورش و بغاوت بھی کرتی رہی ہوں گے جیسی کہ سلہ ق م میں ام وی نی لیوس کو فرو کرنی پڑی۔ ایک اور جیش سالار (دومی تیوس اہنو باربوس) کے سڑک بنانے کا بھی ذکر آتا ہے جو امی سیہ کو رہائن سے ملاتی اور "پونتس لونگی" (دلمبی پٹری) کہلاتی تھی۔ مگر واضح رہے کہ ان فوجی سرداروں کو "دروسوس اور تی بریوس کی طرح غالیہ کے صوبوں کی حکومت تفویض نہیں کی جاتی تھی"

گایوس اور لوسیوس سیزر کی وفات کے بعد تی بریوس کا اپنے سوتیلے باپ سے ملاپ ہوا اور اس نے پھر ایک مرتبہ افواج رہائن کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لی۔ اس انتخاب سے سپاہی بھی بہت خوش ہوئے کیونکہ انھیں تی بریوس کی سپہ سالاری کا تجربہ ہو چکا تھا اور اس پر پورا بھروسہ تھا اور دوسرے یہ کہ اب وہی آیندہ بادشاہی کا حقدار رہ گیا تھا۔ ادھر فوج کو ایک سخت گیر نگران کی بھی ضرورت تھی جس کے بغیر ان میں سرکشی اور نافرمانی کا مادہ ترقی کرتا نظر آتا تھا۔
تی بریوس نے دوبارہ سپہ سالار مقرر ہونے کے بعد سب سے پہلی فوج کشی

(سنہ ۴ء) میں ویزور جبیس کے پار تک پیش قدمی کی اور قوم چروسکی کو مطیع کیا جسنے رومیوں کا طوق حکومت اتار پھینکا تھا۔ اسی مہم کے زمانے میں رومی سپاہ نے پہلی مرتبہ موسم سرما رائن کے پار قلعۂ الیسو میں گزارا جو لوپیا کے کنارے واقع تھا۔ سال آیندہ (سنہ ۵ء) رومی افواج زیرین البین تک بڑھیں اور چوسیوں کی بغاوت کو فرو کیا۔ اسی موقع پر لانگو باردی قوم کو رومیوں نے مغلوب کیا جو انہی علاقوں میں آباد تھی۔ یہ وہی قوم ہے جس کے نصیب میں آیندہ ایک عرصے کے بعد اطالیہ پر فرماں روائی کرنا اور "لومبارد" کے نام سے شہرۂ آفاق ہونا لکھا تھا۔ لیکن تاریخ میں اس کا پہلی مرتبہ ذکر اسی مہم کے ضمن میں آتا ہے۔ اس فوج کشی میں تی بریوس نے اسی قسم کی جنگی تیاریاں زیادہ وسیع پیمانے پر کی تھیں جیسی کہ دروسوس کی اٹھارہ برس قبل کی مہم کے حالات میں ہم دیکھ چکے ہیں۔ یعنی جنگی بیڑا بھی بری سپاہ کے ساتھ تھا اور اگر دروسوس کے جہاز زیادہ سے زیادہ ویزور جبیس کے دہانے تک بڑھے تھے (حالانکہ یہ بھی یقین نہیں ہے) تو تی بریوس کا بیڑا البیس بلکہ جزیرہ نمائے کیمبری (ڈنمارک) کے شمالی سرے تک پہنچ گیا اور سمنونی اچاری ولس اور کیمبری وغیرہ بعض قوموں نے جو البیس سے بھی آگے مشرق میں بستی تھیں ایلچی بھیجے کہ رومہ کی قوم اور بادشاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کریں؛

(۸) اس طرح تی بریوس کے عہد سپہ سالاری میں رومہ کے ماورائے رائن مقبوضات قابو میں آگئے اور سال آیندہ (سنہ ۶ء) میں اجوہر سپہگری دکھانے کے لئے ایک اور میدان بھی نکل آیا جس میں کشور کشائی کی خدمت اسی کے سپرد کی گئی؛ واضح رہے کہ جب دروسوس اپنی پچھلی مہم میں مینوس تک بڑھا تو مارکومانی قوم کی زمین بھی اس کی زد میں آگئی۔ لیکن جب رومی اس علاقے میں داخل ہوئے تو یہ قوم اپنے سردار مارو بودوس کے ماتحت ہٹ کر وسط یورپ کے اس لوزنا کوہستانی ملک میں پناہ گزین ہوگئی جو قلطی نسل کی بوئی قوم کے نام سے (اس زمانے میں یہی قوم اس ملک میں بستی تھی) بوئیو ہیمم یا بوہیمیہ کہلانے لگا ہے۔ نو وارد مارکومانیوں نے قلطیوں کو نکال دیا اور ان کے بادشاہ مارو بودوس نے

یہاں ایک متحد اور طاقتور ریاست قائم کی اور شمال اور مشرق کے وہ جرمن قبائل بھی اسی ریاست کے ماتحت ہو گئے جو بوہیمیہ کے ہمسائے میں آباد تھے۔ اصل یہ ہے کہ اس لائق بادشاہ کی نظر اپنے ہموطنوں سے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ وہ رومی تمدن کی طرف مائل اور نظم و نسق کے اصول اور طریقوں میں رومیوں کی تقلید پر آمادہ تھا۔ اس لئے رومی طرز اور انہی کے اصول کے مطابق ستر ہزار پیادہ اور چار ہزار سوار کی فوج بھی مرتب کی تھی لیکن اس کا منشا جنگجوئی نہ تھا بلکہ امن و صلح کو وہ اپنی حکمت عملی کا لازمی جزو سمجھتا تھا۔ اسے رومیوں کے ساتھ الجھنے کی خواہش نہ تھی گر اسی کے ساتھ وہ صاف طور پر انھیں جتا دینا چاہتا تھا کہ اگر ضرورت پڑے تو وہ اپنے دفاع کی کافی قوت رکھتا ہے۔ رومیوں کا حلیف بننے میں اسے تامل نہ تھا لیکن وہ ان کا باج گزار بننا نہ چاہتا تھا۔ مگر اس کی ریاست کا محل وقوع ایسا تھا کہ تصادم ناگزیر ہو گیا۔ کیونکہ شمال میں جرمانیہ اور جنوب میں نوری کم اور پانونیہ پر قبضہ ہونے کے بعد رومی حکومت اس بات کو کسی عنوان جائز نہ رکھ سکتی تھی کہ اس کے صوبوں کے درمیان ایک آزاد جرمن ریاست کی میخ گڑی رہے۔ ادھر دراوس اور ڈینیوب کے درمیان کا علاقہ اگرابھی براہ راست قبضے میں نہ آچکا تھا، تو بھی اس میں صرف وقت اور موقع ملنے کی کسر باقی تھی اور پھر یہ بات آپ سے آپ ضروری تھی کہ ڈینیوب سے الپس تک سرحد کا غیر منقطع سلسلہ قائم کر دیا جائے۔ بہ الفاظ دیگر سلطنت کی مصالح کا مقتضی تھا کہ ماروبودوس کی ریاست کا الحاق اور ماروس تک پیش قدمی کی جائے (یہ ندی جو پرس برگ کے قریب ڈینیوب سے ملی ہے آج کل مارچ کہلاتی ہے)

القصہ ایک آزمودہ کار سپہ سالار سن ٹیتوس ساترنی نوس کی قیادت میں رہائن کی سپاہ نے کوچ کیا اور ہرکینیہ کے جنگلوں کے نامعلوم حصوں کو طے کرتی ہوئی بڑھی کہ الی ریکم کی فوجوں سے جا ملے جنھیں خود تی بریوس ڈینیوب کے پار سے کارنونتم پر لا رہا تھا۔ دونوں فوجوں میں بارہ جیش یعنی ماروبودوس کی جمع کردہ فوج سے دُگنے سپاہی تھے۔ اور تی بریوس جیسے محتاط و تجربہ کار سپہ سالار کی قیادت میں مہم کی کامیابی یقینی نظر آتی تھی۔ لیکن یہ امر شدنی نہ تھا۔ اس سے قبل کہ

دونوں رومی فوجیں ایک دوسرے سے ملیں یکایک ایسی پریشان کن خبریں ملیں کہ تی بریوس کو فوراً واپس جانا پڑا۔ یعنی خود دلماشیہ اور پانونیہ میں ناقابل برداشت محصولات عائد کئے جانے کی وجہ سے بغاوت پھوٹ پڑی اور اس نے ایسی اندیشہ ناک صورت اختیار کرلی کہ اسے فرو کرنے کے لئے نہ صرف الی ریکم کی فوجوں کو واپس آنا پڑا بلکہ میزیہ اور سمندر پار (غالباً شام) سے بھی مدد طلب کرنی پڑی۔ ماربودوس کے واسطے خود حملہ کرنے کا یہ بہت اچھا موقع تھا لیکن وہ اس اندرونی فساد میں اپنے علیحدہ رہنے کی حکمت عملی پر قائم رہا اور تی بریوس نے صلح کی جو شرطیں پیش کیں وہ اس نے قبول کرلیں۔ ساتر نی نوس کی فوجیں بہ عجلت رہائن کی طرف واپس ہوئیں کہ ادھر اسی قسم کی بغاوت ہونے کا سدباب کریں!

(۹) پانونیہ کی بغاوت تین سال سے پہلے فرو نہ ہوی اور دلماشیہ کی بغاوت نے ایک سال اور طول کھینچا۔ یہاں باغیوں کا سرغنہ باتو نامی ایک شخص تھا جس نے ایک مرتبہ سالونی کو فتح کرنے کی کوشش بھی کی اور خود سخت زخم کھا کر پسپائی پر مجبور ہوا اور مقدونیہ کے ساحل کو اپولونیہ تک تاخت تاراج کرنے کے سوا اور کچھ نہ کرسکا۔ اس کے مقابلہ میں الی ریکم کا جیش سالار اور مشہور مقرر مسالا کا بیٹا **والریوس مسالی نوس** تھا جسے لڑائی میں کبھی فتح اور کبھی شکست ہوتی رہی ادھر پانونیہ میں بھی باغیوں کا سب سے مشہور سرغنہ ایک دوسرا باتو نیس بریوسی تھا۔ اور جس طرح دلماشیہ کے باتو کو سالونی لینے میں ناکامی ہوی اسی طرح سیرمیم پر قبضہ کرنے کی کوشش میں پانونیہ کا باتو ناکام رہا اور اس شہر کی فصیل کے سامنے اسے میزیہ کے جیش سالار سوی روس نے جو بہ عجلت میدان جنگ میں پہنچ گیا تھا، شکست دی۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے یہ دونوں باتو آپس میں مل گئے اور انھوں نے سیرمیم کے قریب کوہ الماس پر ایک مستحکم مقام کو اپنا مستقر بنالیا تی بریوس سردیاں گزارنے سیس کیا میں ٹھیر گیا تھا اور اسی مقام کو اس نے پانونیہ پر فوجیں بڑھانے کے لئے اپنا مرکز قرار دیا تھا۔ اس کی ماتحتی میں رفتہ رفتہ پندرہ جیش تک ان باغی صوبوں میں جمع ہو گئے تھے اور تھریس کا وفادار امیر بھی

دستگیری کے لئے آگیا تھا۔ علاوہ ازیں کو کی فوج کی ایک غیر معمولی تعداد یعنی پورے نوّے ہزار سپاہی اس لڑائی میں جھونک دئے گئے تھے۔ باغیوں کی دہشت کچھ مقدونیہ ہی میں نہیں اطالیہ اور رومہ میں بھی پھیل چلی تھی۔ خود اغسطس بہ تعجیل اری می نیم آگیا کہ مقام جنگ سے قریب رہے۔ اطالیہ میں نئی فوج بھرتی کی گئی اور دروسوس کے نوجوان، بست و یک سالہ فرزند جرمانی کوس کو اس نئی فوج کا سردار مقرر کیا گیا۔ ۸ئہ میں جنگ نے ایک منتشر صورت اختیار کرلی یعنی باغی کھلے میدان میں جم کر لڑنے سے جی چرانے لگے سیس کیا سے جرمانی کوس رو وانا کے کنارے کنارے مغربی دلماشیہ میں بڑھا اور میزیئی قوم کو اس نے مغلوب کرلیا جو اس زمانے کے صوبہ بوسینہ کے مغربی سرے پر بستی تھی۔ پھر اس نے ۸ئہ و ۹ئہ میں تین بڑے بڑے قلعے سر کئے جو بظاہر لی بورنیہ اور جاپی دیہ کی سرحد پر واقع تھے اس کے بعد قلعۂ اردوبا[۱] کا طویل محاصرہ اور وہاں کا یہ عبرتناک واقعہ قابل ذکر ہیں کہ جس وقت یہ قلعہ فتح ہوا تو وہاں کی بہادر عورتوں نے خود اپنے تئیں اور اپنے بچوں کو آگ میں جھونک دیا۔ لیکن ان واقعات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ آئندہ موسم خزاں میں پانونیہ کے باتو کو رومیوں نے توڑ لیا اور باتھی نوس[۲] نالے کی لڑائی (۳ اگست) میں اس نے نہ صرف خود ہتھیار ڈال دئے بلکہ اپنے رفیق و حریف پینے کو بھی گرفتار کرکے تی بریوس کے حوالے کردیا۔ اس غدارانہ کارگزاری کے صلے میں اسے قوم بریوسی کا رئیس تسلیم کرلیا گیا تھا لیکن اسے بہت جلد اس شرمناک فعل کی سزا مل گئی یعنی اس کے ہم نام دلماشیہ کے باتو نے اسے پکڑ کر جان سے مروا دیا۔

باتھی نوس نالے کی جنگ نے جس کی خبر لے کر خود جرمانی کوس اغسطس کے پاس اری می نم دوڑا گیا تھا، بادشاہ کو بہت کچھ مطمئن کردیا اور اس نے رومہ

۱؎ ممکن ہے کہ یہ مقام اس راستے پر واقع ہو جو نارونا سے اسکو دڑا آتا تھا۔

۲؎ یہ نالہ جو مقام "وارث دین" کے جنوب مشرق میں ڈریو ندی سے آملتا ہے، اب بدینا کہلاتا ہے۔ اس لڑائی کی تاریخ ایک کتبے میں محفوظ ہے (دیکھو "مجموعۂ کتبات لاطینی")

واپس آکر شکرانے کی نذر و نیاز ادا کی۔ بے شبہ رومیوں کی اس کامیابی نے جنگ کا عملی طور پر خاتمہ کر دیا تھا پھر بھی تی بریوس کو سال آیندہ اپنی فوجیں اہل دلماشیہ کے خلاف میدان میں لانی پڑیں اور جب تک باتو نے اپنے آخری ملجا اندت ریم (قریب سالونی) میں گھر کر ہتھیار نہ ڈال دئے لڑائی جاری رہی۔ آخر باتو گرفتار ہو کر راونا بھیجا گیا اور وہیں اس نے وفات پائی۔ جب اسے حراست میں تی بریوس کے سامنے لائے اور اس سے دریافت کیا گیا کہ تم نے بغاوت کیوں کی تو اس نے جواب دیا کہ "یہ نتیجہ ہے خود تمھارے اس طرز عمل کا کہ تم اپنی بھیڑوں کی حفاظت کے لئے کتّے یا گڈرئے نہیں مقرر کرتے بلکہ بھیڑئے بھیجتے ہو کہ ان کا شکار کریں" اس پریشان کن اور طویل جنگ کو ختم کرنے میں، جسے رومی ہنی بال کی جنگ کے بعد سب سے دشوار و سخت بتاتے تھے، جرمانی کوس نے جو حصّہ لیا وہ بہت امید افزا تھا اور اسے دیکھکر توقع ہوتی تھی کہ یہ نوجوان آگے چل کر بہت کچھ کارنمایاں کرے گا۔ لوگوں میں وہ اپنے باپ کی طرح نہایت ہردلعزیز تھا اور اسی کامیابی کے صلے میں اسے بہت کچھ انعام اکرام دیا گیا اور پری توری مرتبے کے اعیان میں سب سے اونچی جگہ عطا ہوئی۔ خود تی بریوس کے لئے مجلس نے جلوس فتح نکالنے کا فیصلہ کیا مگر اس جشن شادمانی کا اقتضا و مقدر میں نہ تھا اور اس سے قبل کہ لوگ افواج ڈینیوب کی کارگزاری کی پوری داد دے سکیں، اس ہولناک مصیبت کی اطلاع ملی جو افواج رہائن پر پیش آئی تھی،

فصل سوم۔ جرمنوں کی بغاوت اور وارُوس کی شکست

(۱۰) معلوم ہوتا ہے بادشاہ کو تو جرمانیہ کے نئے صوبے میں کسی بغاوت کا چنداں اندیشہ بھی نہ تھا۔ کیونکہ اس نے افواج رہائن کی سپہ سالاری پر ایک ایسے شخص کو مقرر کیا جو میدان جنگ کا تجربہ اور کسی نازک موقع پر

کام کرنے کی مطلق صلاحیت نہ رکھتا تھا وہ پبلیوس کوئیک تی لیوس وارُوس، اغسطس سے دُور کا سمدھیانے کا رشتہ دار تھا اور شام کے ملک میں بادشاہی جیش سالار کی حیثیت سے اگر نیکنامی نہیں تو دولت ضرور اس نے کمائی تھی چنانچہ مشہور تھا کہ جب وہ شام آیا تو یہ ملک مالامال اور وہ خود مفلس تھا لیکن جب واپس گیا تو خود مالامال اور ملک مفلس ہو گیا تھا! لیکن شام کی حکومت کے یہی مزے جرمانیہ آکر اس کے حق میں نہایت ناساز گار ثابت ہوئے وہ یہاں کی صورت حالات کو بالکل نہ سمجھا اور اسی خیال خام میں رہا کہ جن طریقوں سے اس نے شام میں کامیابی پائی تھی وہ جرمانیہ میں بھی اسی طرح چل جائیں گے بہ الفاظ دیگر ان دونوں صوبوں کی حالت میں جو کھلا ہوا فرق تھا، وہ اسے نہ سوجھا اور وہ اتنی بات بھی نہ سوچ سکا کہ البیس و رہائن کے درمیان کے علاقے پر ابھی تک روما کا قبضہ کس قدر کمزور ونا پائدار ہے۔ سلطنت روما کے چتر کے نیچے ہونے کی وجہ سے وہ جرمانیہ کے وحشی قبائل میں بھی اپنے آپ کو بالکل محفوظ تصور کرتا تھا اور بے دھڑک وہاں کے لوگوں پر تاوان اور جرمانے ٹھونک دیتا اور فیصلے کرتے وقت عواقب اور نتائج کی ذرا بھی پروا نہ کرتا تھا۔

مگر عین اس کی آنکھوں کے سامنے سخت شورش کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ جرمانیہ کے وہ فدائیان وطن جو اغیار کی حکومت کا عار کبھی صبر کے ساتھ نہ اٹھا سکتے تھے تاڑ گئے کہ اگر قوم کی آزادی کے لئے جد وجہد کا کوئی مساعد وقت ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ اس ہمت کے کام میں جرمانیہ کی صرف چار ممتاز قومیں شریک ہوئیں: چروسکی، چٹی، مارسی اور بروک تری۔ دروسوس کے مقابلے میں بھی یہ سب سے پیش پیش رہی تھیں۔ باقی فریسی، چوسی اور سوابی قوموں نے جو شاہ ماروبودوس کی سیادت میں آگئی تھیں اس بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

بغاوت کا بانی اور سرغنہ چروسکی قوم کا امیر ارمی نیوس ابن سیجی مر تھا اس کی عمر چھبیس سال سے زیادہ نہ تھی اسے اور اس کے بھائی فلاووس کو خاص اغسطس نے روما کا ملکی باشندہ بنا کر سرفرازی کی تھی پھر وہ ترقی پا کر روما

کے طبقہ متوسط میں داخل کیا گیا اور رومی پرچم کے نیچے جنگ میں بھی شریک ہو چکا تھا۔ وہ نہ صرف جسمانی قوت و مردانگی کا امتیاز رکھتا تھا بلکہ سب جانتے تھے کہ ذہن و ذکا کے اعتبار سے بھی غیر متمدن لوگوں میں وہ نہایت غیر معمولی شخص ہے مذکورۂ بالا اسباب سے اہل روما اسے طبعاً معتمد علیہ سمجھتے تھے اور جب اس کے ایک ہم وطن سجیس تس نے جو رومیوں کی نسبت کہیں بہتر واقفیت رکھتا تھا ارمی نیوس کے خلاف کچھ الزام لگائے تو رومیوں نے کوئی شنوائی نہ کی۔

لیکن ارمی نیوس نے جب استحصال آزادی کی تیاریاں کیں تو خود اسی سجیس تس کا ایک بھائی سجی مر اور بیٹا سجی منڈ بھی ارمی نیوس کے شریک حال ہو گئے اور سب سے بڑھکر یہ کہ سجیس تس کی بیٹی تسنلدہ نے بھی اپنے باپ کے خلاف منشا نوجوان محب وطن ارمی نیوس کے ساتھ شادی کر لی۔

بغاوت کے بانیوں کی حکمت عملی یہ تھی کہ اپنے منصوبوں کو آخری وقت تک مخفی رکھا جائے اور اس عرصے میں واروس کو جو اپنی جگہ پہلے ہی مطمئن تھا، اور بھی زیادہ غافل و مطمئن کر دیا جائے۔ جرمانیہ میں ان دنوں رومیوں کے پانچ جیش رہتے تھے۔ دو کا قشلاق (یعنی سرائی مستقر) موگون تیاکم میں تھے اور باقی تین شمالی رائن کے کنارے کاسترا وتیرا پر رہتے یا الیسو کے قلعے میں جو رودو لوپیا کے کنارے واقع تھا۔ گرمیوں میں وہ کبھی کبھی صوبے کے اندرونی حصوں میں گشت لگاتے اور سنہ ۹ء میں واروس تین جیشیوں کے ساتھ ویروزجیس کے کنارے گرمیاں گزارنے آگیا تھا اور اس کا یہ مستقر غالباً موجودہ منڈن اور پورٹا ویسٹ فالیہ سے کچھ زیادہ فاصلہ پر نہ ہوگا۔

لشکر میں سپاہیوں کے علاوہ بہت سے اہل مقدمہ اور ان کے وکیل آئے ہوئے تھے۔ خود سازش کے سرغنہ وہاں موجود اور صوبہ دار کے ساتھ نہایت دوستانہ تعلقات رکھتے اور اکثر اس کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ جب خزاں کا موسم آیا اور بارشیں شروع ہونے سے قبل واروس نے مغرب کی طرف مراجعت کی تیاریاں کیں۔ تو اس میں شبہ کرنے کی گنجایش نہیں کہ اس کے تابستانی مقام سے الیسو تک آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری تھا اور وہ اگر اسی راستے سیدھا الیسو چلا جاتا

تو ارمی نیوس کو اپنے منصوبوں میں شاید ہی کوئی کامیابی ہوتی۔ لیکن یکایک کسی قبیلے کی بغاوت کی اطلاع ملی جو بہت دُور کا رہنے والا تھا۔ اور وارس نے سیدھے واپس جانے کی بجائے یہ فیصلہ کیا کہ چکر کھا کے اس قبیلے کی سرکوبی کرتا ہوا اپنے مقام پر جائے۔ اہل سازش کے حق میں مذکورہ بالا اطلاع ایسی برمحل تھی کہ خواہ مخواہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ بھی انہی سازشیوں کا فریب نہ ہو۔

اب رومیوں کو سنگستانی زمین اور ایسے جنگلوں میں سفر کرنا پڑا جہاں نہ کوئی لیک تھی نہ بنیا۔ ادھر بوجھ بھار اور بھیر وبنگاہ کے ساتھ ہونے سے ان کی دشواریاں اور بھی زیادہ ہوگئیں اور اس پر بارش کا آنا مستزاد ہوا جوان کے کوچ کے وقت شروع ہوگئی تھی اور اس نے زمین کو پھسلنی بنا دیا تھا۔ غرض جرمن محبانِ وطن کے ہاتھ اس سے بہتر وقت نہ آسکتا تھا کہ حصول آزادی کے لئے جان پر کھیل کر جو کچھ کرنا ہے کر گزریں۔ سیگیس تس نے وارس کو آنے والے خطرے سے متنبہ کردیا تھا لیکن یہ سرشار غفلت ارمی نیوس کے قول وقرار پر بھولا رہا۔ حتیٰ کہ جس وقت رومی جیوش "سالتوس تیوتو برگتین سیس" کے دشوار وپیچیدہ راستے سے گذر رہے تھے، ان پر باغیوں نے متفق ہو کر حملہ کیا۔ اس "تیوتو برگی جنگل" کا ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں چل سکا لیکن بظاہر یہ امی سیا اور لوپیا کے درمیان کسی جگہ آلبیو کے شمال مشرق میں تھا۔ بہرنوع اب یہ فیصلہ کرنا محال ہے کہ رومیوں پر جو تباہی نازل ہوئی اس میں صورت حالات کی مجبوریاں کیا تھیں اور سپہ سالار کی نااہلی کو کس قدر دخل تھا!

رومی سپاہ تین روز تک آگے بڑھتی اور جس حد تک ممکن ہوا دشمن کے حملوں کو روکتی رہی اور حق یہ ہے کہ اگر وارس میں یہ قابلیت ہوتی کہ سپاہی اس پر پورا بھروسہ رکھتے یا اس بات کی صلاحیت کہ اپنی فوج کو پیوستہ رکھ سکتا تو گمان غالب یہ ہے کہ وہ اس مہلکے سے صحیح سلامت نکل آتا۔ لیکن اس کی سپہ سالاری نے سردار و سپاہی سب کے حوصلے پست کر رکھے تھے۔ فوج کا میر آخور (یا گھوڑوں کا مہتمم) سارا رسالہ ساتھ لے کر اور اپنی جگہ چھوڑ کر چل دیا تھا کہ پیادوں پر جو کچھ گزرتی ہے گزرے اور اس کی جان بچ جائے۔ ادھر فوج میں سب سے پہلے خود وارس کی

ہمت نے جواب دے دیا۔ اور ایک زخم کھانے کے بعد اس نے مایوس ہو کر خودکشی کر لی۔ بعض اور فوج والوں نے بھی اس کی تقلید کی اور باقی سب سپاہیوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ باغیوں نے ان قیدیوں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا اور بعض کو زندہ دفن کر کے مارا بعض کو سولی پر لٹکا دیا اور بعض کو اپنے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھا دیا واروس کی ماتحتی میں تین جیش (ہفدہم، ہجدہم اور نوزدہم) چھ کوہورت اور رسالے کے تین دستے تھے لیکن اہل سازش کی استدعا پر کئی دستے قیام امن کے واسطے مختلف قبائل کے علاقوں میں بھیج دئے گئے تھے! اس سے ادھر تو فوج کی اصلی قوت کم ہوئی اور ادھر بغاوت بھوٹتے ہی یہ دستے جن میں زیادہ تر گولی افواج کے سپاہی تھے، جہاں تھے وہیں گھیر گھیر کر قتل کر دئے گئے۔ باقی تیوتوبرگی جنگل میں جو سپاہی دام بلا میں گرفتار ہوئے اُن کی کل تعداد غالباً بیس ہزار کے قریب ہی ہوگی اور ان میں سے سواروں اور اکّا دکّا پیادوں کے سوا کوئی بھی زندہ نہ بچا۔ تینوں جیشوں کے عقابی جھنڈے فتحمندوں کے ہاتھ آئے اور مجموعی طور پر یہ ایسی ہزیمت رومیوں کو نصیب ہوئی کہ یوم کاری کے بعد کبھی نہ ہوئی تھی۔

آخر آزادی کی کوشش سرسبز ہوئی۔ وسط جرمانیہ کے باشندے ویزرجیس سے رہائن تک اغیار کا طوق اطاعت پھینک کر آزاد ہو گئے۔ پھر یہ کہ اس کامیابی سے معلوم ہوتا تھا کہ دو ایسے نتیجے پیدا ہوں گے جو سلطنت روما کے حق میں نہایت خطرناک تھے۔ اوّل تو یہ اندیشہ تھا کہ اگر فتحمند باغی بڑھتے ہوئے رہائن کے پار بائیں طرف اتر آئے تو وہاں بھی شورش کا طوفان بپا ہو جائے گا جو عجب نہیں کہ غالیہ کی وفاداری کو تزلزل میں ڈال دے اور دوسرا اندیشہ یہ تھا کہ بغاوت کو ایسا کامیاب دیکھ کر کہیں مارکومانی قوم کا رئیس اور سوابی قبائل کا سرگروہ ماربودوس بھی باغیوں کے ساتھ نہ ہو جائے۔ لیکن یہ دونوں خطرے ٹل گئے یعنی پہلے خطرے کا قلعہ الیسو کی فوج کے سردار لوسیوس سی دی سیوس کی جانبازی اور نونیوس اسپرناس کی مستعدی نے سدباب کر دیا جو موگونتیاکم کی چھاؤنی کے باقی ماندہ دو جیشوں کا سردار تھا۔ لیکن باغیوں نے اپنی فتح کے بعد سب سے پہلے الیسو ہی پر بڑھ کر حملہ کیا تھا جسے سی دی سیوس نے

اس بہادری سے لڑکر بچایا کہ انھیں اس کے محاصرے پر قناعت کرنی پڑی۔ ناکہ بندی نے آخر قلعے میں اجناس کا قحط ڈال دیا اور جب رسد کم ہوئی اور کوئی مدد نہ پہنچی تو قلعے کی فوج ایک اندھیری رات میں چپکے سے باہر نکل آئی اور لڑتی بھڑتی مصیبت اٹھاتی کاستراویترا تک پہنچ گئی۔ اسی مقام پر (واروس کی ہزیمت کی خبر سن کر) اس پر ماس بھی اپنی فوج کو جس قدر جلد ممکن ہوا لے آیا کہ جرمنوں کو رہائن عبور کرنے سے روک دے۔

دوسرا خطرہ جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا، خود ماربودوس کے مزاج کی بوالعجبی سے زائل ہوا۔ ارمی نیوس نے اپنی حیرت انگیز کامیابی کے ثبوت میں خود واروس کا سر کاٹ کر ماربودوس کے پاس بھیجا تھا اور اسے امید تھی کہ یہ بادشاہ اپنے متحدہ قبائل کو لے کر روما کے خلاف جرمن باغیوں کا شریک حال ہو جائے گا۔ لیکن اس کا پیام بے سود ثابت ہوا۔ ماربودوس کو الگ تھلگ رہنے کی حکمت عملی نہ بدلنی تھی نہ بدلی اور باغیوں کے ساتھ ایکا کرنے سے انکار کر دیا۔

(۱۱) جب اس ہزیمت کی اطلاع روما پہنچی تو اغسطس نے موقع کی نازکی کے مطابق بہت ہمت اور سرگرمی سے کام لیا۔ شہر والے خطرے سے بالکل بے پروا معلوم ہوتے تھے اور اکثر نے فوجی فہرست میں نام درج کرانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ آخر بادشاہ کو جرمانے اور سخت سزا کی دھمکیاں دینی پڑیں پھر سابق سپاہی اور موالی کی جس قدر تعداد ممکن ہوئی بہ تعجیل سمیٹ کر رہائن کی طرف بھیجدی گئی کہ جس قدر جلد ممکن ہو وہاں پہنچ جائے۔ ادھر جرمن سپاہیوں کو جو بادشاہ کی فوج خاصہ میں شامل تھے۔ فوراً اسلحہ لے کے روما سے باہر نکال دیا گیا۔ آیندہ سال (سنہ ۱۰ء) رہائن کی فوج کی، جس کی تعداد بڑھا کر اب آٹھ جیش کر دی گئی تھی سپہ سالاری تی بریوس کے تفویض ہوئی۔ قیاس چاہتا ہے کہ اس میں سے نصف یعنی چار جیش ضرور موگونتیاکم اور باقی چار وتیرا کے مقام پر متعین کئے گئے ہونگے اور غالباً بادشاہ کا ارادہ تھا کہ اس فوری خطرے کے زائل ہونے کے بعد جرمانیہ کی افواج کو مستقل طور پر دو سپہ سالاروں کے ماتحت تقسیم کر دیا جائے۔

معلوم ہوتا ہے تی بریوس کا پہلا سال صرف رہائن کی دفاعی تدابیر نیز پہلی فوج کی ہمت تازہ کرنے اور نئی فوج میں ضبط و باقاعدگی پیدا کرنے میں صرف ہوا پھر دوسرے سال (سلاائہ میں) اس نے دریا کو عبور کیا اور موسم گرما جرمانیہ میں گزارا۔ بایں ہمہ معلوم ہوتا ہے اسے زیادہ دور تک آگے بڑھنے یا کسی جنگی چھیڑ چھاڑ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس موقع پر اسکا بھتیجا جرمانی کوس بھی ہمراہ تھا جسے پروقنصلی اختیارات دیدے گئے تھے۔ سال آیندہ اس نوجوان شہزادے کو قنصل کی حیثیت سے خاص روما میں ٹھیرنا پڑا لیکن سلاائہ میں تی بریوس کی بجائے افواج رہائن کی بلاشرکت سپہ سالاری اس کو ملی۔ ان چند سال میں جرمنوں سے کوئی صلح نہیں ہوئی اور گو یا حالت جنگ قائم رہی لیکن رومیوں نے کوئی جنگی کارروائی بھی ان کے مقابلے میں نہ کی۔ تاآنکہ جرمانی کوس سپہ سالار ہو کر آیا اور وہ زیادہ عرصے تک یہ گوارا نہ کرسکا کہ اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اپنے باپ کے کام کو جس کا سارا کیا دھرا اس بری طرح غارت ہوگیا، تکمیل کو پہنچانے کا فرض نوجوان جرمانی کوس ہی پر عائد ہوتا ہے اور خود اسے بھی یہ فرض ادا کرنے کی سخت بیتابی تھی۔ لیکن چھنے ہوئے ملک کو واپس لینے اور پھر البیں تک پہنچنے کی جدوجہد کو جو جرمانی کوس نے کی، ہمیں کسی علیحدہ باب کا موضوع بنانا پڑے گا!

فصل چہارم۔ اغسطس کی وفات

(۱۲) جرمانیہ کے جنگلوں میں واردس کی فوجوں کے اس طرح نابود دفعتاً کر دئے جانے سے رومیوں کی جنگی سطوت کو داغ لگ گیا اور عہد اغسطس کے آخری ایام پر افسردگی سی چھا گئی۔ خود بادشاہ کو جس کی عمر ڈھل چکی تھی یہ صدمہ سوہان روح ہوگیا اس نے خط بنوانا چھوڑ دیا سر و ریش کے بال بڑھنے دئے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ اپنے کمرے کی دیواروں سے سر دے دے مارتا اور چلاتا کہ "واردس! او واردس! میرا لشکر مجھے واپس دے!" ہر سال وہ رومی

ہزیمت کے دن اس کا سوگ مناتا اور سمجھ گیا تھا کہ بس اب میری زندگی کا خاتمہ بھی قریب ہے۔ اسی یقین کی بنا پر اس نے اپنے گھر کا انتظام درست کرنا شروع کیا اور ۱۲ء میں مجلس اعیان کے نام ایک خط لکھا جس میں جرمانی کوس کو مجلس کی نگرانی میں اور خود مجلس کو تی بریوس کی امان میں سونپا۔ آئندہ سال اس نے ایک مرتبہ اور اپنے پروقنصلی اختیارات کی دس سال کے واسطے تجدید کرائی اسی کے ساتھ تی بریوس کو (جیساکہ چوتھے باب میں ہم پڑھ چکے ہیں) قریب قریب خود بادشاہ کے برابر اعزاز اور اختیارات عطا ہوئے اور اس کے فرزند دروسوس کو بطور رعایت خاص تین سال میں عہدۂ قنصلی پر فائز ہونے کی اجازت ملی اور اس کے لئے پہلی سیڑھی چڑھنے یعنے عہدہ پرتیور حاصل کرنے کی شرط اٹھالی گئی۔

۱۴ء میں اہل روما کی مردم شماری ہوئی اور اس فہرست کی تکمیل کے بعد تی بریوس اعلیٰ سپہ سالاری کی خدمت انجام دینے الی ریکم روانہ ہوا۔ بنی وِنتم تک خود اغسطس اس کے ہمراہ آیا تھا لیکن ساحل کمپانیہ کی طرف مراجعت میں اسے سخت پیچش ہوئی اور اسی میں وہ شہر نولا پہنچ کر فوت ہوگیا۔ (۱۹ اگست ۱۴ء) بیماری ہی میں تی بریوس کو بلانے کے لئے ہرکارے دوڑ گئے تھے اور غالباً وہ ایسے وقت پر پہنچ گیا تھا کہ اپنے سوتیلے باپ کے وداعی الفاظ سن لے۔ اس الزام کو باور کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ بادشاہ کے ارنے یا جلد خاتمہ کرنے کے لئے لیویہ نے زہر دیا۔ اس کے بیٹے کی جانشینی مسلّم ہوچکی تھی۔ اغسطس عمر کی آخری منزل میں پہنچ چکا تھا اور طاقت جسمانی جواب دے چکی تھی۔ ایسی حالت میں ایسے جرم قبیح کے ارتکاب کی ضرورت ہی کیا تھی؟

(۱۳) معاصرین اور نیز آئندہ نسلیں اگر اغسطس کو اپنا محسن سمجھیں تو کچھ بیجا نہیں ہے۔ کیونکہ اسی نے انھیں امن کی نعمت عطا کی۔ انھوں نے اسے "فلیکس" یعنی صاحب نصیب کے نام سے بھی یاد کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس کی خوش نصیبی گویا ضرب المثل ہوگئی تھی۔ لیکن کسی نے خوب کہا ہے کہ تقدیر ہی ایسی چیز تھی جو اغسطس کے ہاتھ نہ آئی! دونوں خیال درست ہیں۔ واقعی وہ غیر معمولی

طور پر خوش نصیب تھا۔ جس وقت وہ حصول قوت کے لئے مقابلے کے میدان میں داخل ہوا اس وقت اس کے مقاصد و اغراض بھی غالباً ایسے ہی ادنیٰ تھے جیسے کہ اس کے دوسرے حریفوں کے۔ اور یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ آرزوئے حکومت کی تہ میں وہ کسی ملکی اصلاح کے بلند خیالات رکھتا تھا یا اسے آرزو تھی کہ وہ ایک بہترین حکمراں کی مثال بن کر دکھائے۔ خانہ جنگی کے دوران میں اغسطس کے سب کاموں سے اس کی زیرکی اور ضبط و سکون ضرور ظاہر ہوتا ہے مگر کسی بلند خیالی یا اس کی آیندہ عظمت کے آثار نہیں پائے جاتے۔ "لیکن اس کی دولت کے ساتھ اسکی عقل و ذہن میں بھی ترقی ہوئی اور عقل کے ساتھ اس کے حوصلے بھی بڑھ گئے[1]" جب تقدیر نے اسے کرسی بادشاہی پر پہنچایا تو پھر اس نے اس منصب جلیل کی اہلیت بھی پیدا کرلی۔ اور دنیائے روما کی فرماں روائی کا عالی حوصلگی کے ساتھ حق ادا کرنا سیکھ لیا نیز اس کے دل میں ایک ولولہ ان کاموں کے انجام دینے کا پیدا ہو گیا جو اس کے ہاتھ سے ہونے لکھے تھے۔ پھر یہ کہ وہ اس دولت و حکومت کی سمائی بھی رکھتا تھا۔ بایں ہمہ عین عروج و اقبال کے وقت تقدیر نے اس کا ساتھ نہ دیا اور سلطنت کی بنا ڈالنے کے باوجود یہ نہ ہونا تھا نہ ہوا کہ خود اس کی اولاد اس دولت و بادشاہی کی وارث ہوتی یہی وہ گتھی تھی جسے سلجھانے میں اسے پیہم ناکامی ہوئی اور سخت خانگی پریشانیاں اٹھانی پڑیں جن کا حال اوپر ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ اسی طرح یہ بھی اغسطس کے نصیب میں نہ تھا کہ اپنی سلطنت کے شمالی صوبوں کی محفوظ سرحد بنا جاتا۔ اس بارے میں جو کوششیں اس کی نگرانی میں ہوئیں اور جن کی نسبت گمان تھا کہ کامیابی کے سب مراحل طے کیا چاہتی ہیں وہ تقدیر کی ایک ہی گردش سے خاک میں مل گئیں۔ ان سب باتوں کے باوجود اس کے سوانح اور کارناموں پر مجموعی طور پر غور کیا جائے تو بے شبہ ہمیں کہنا پڑے گا کہ "اس خدا کے بنائے بادشاہ" کو دنیا کی نعمت و کامرانی سے اتنا وافر حصہ ملا تھا جو شاذ و نادر ہی فانی انسانوں کے نصیب میں آتا ہے۔

[1] میری ویل۔

(۱۴۱) اس موقع پر اُس تحریر کا ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا جس میں خود اغسطس نے مرنے سے پہلے اپنے کارنامے درج کرا دئے تھے۔ یہ تحریر ناتمام حالت میں ایک لاطینی کتبے کے ذریعے تک پہنچی جو انکائرہ (انگورہ یا انقرہ) کے مندر اغسطس کے برآمدے کی دیواروں پر لکھا ہوا تھا۔ اسی اتفاق کی بنا پر اسے "مونیومنٹم انکیرانم" کہنے لگے ہیں حالانکہ اس کا اصلی نام "ریز جس تی دیوی اوگستی" (یعنی کارنامہ ہائے اغسطس دیوتا) تھا۔ اسی تحریر کے اصل یونانی زبان میں بعض اجزا پی سی دیہ سے برآمد ہوئے اور جہاں کہیں لاطینی کتبے کی عبارت سے مطلب حل نہ ہوا وہاں ان اجزا سے اصل مفہوم کو سمجھنے میں اہل تحقیق کو مدد ملی۔ اس تحریر میں اغسطس نے اپنے انیس برس کی عمر سے ستتر برس کی عمر تک کے کارناموں کو نہایت متانت و وقار کے ساتھ بہ اجمال اور بغیر مبالغہ بیان کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی یادداشت، جسے خود بانی سلطنت نے قلمبند کیا ہو اہل تاریخ کی نظر میں کس قدر مفید و گراں بہا ہوگی۔

ذیل میں ہم اس کتبے کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں کہ ناظرین کو اندازہ کرنے کا موقع ملے کہ یہ نامور فرماں روا اُن واقعات کو کس طرح بیان کرتا ہے جو خود اس کے ہاتھوں "تاریخ" بنے۔

وہ لکھتا ہے کہ "میں نے رومی قوم کے اُن سب صوبوں کی حدود کو وسیع کیا جن کے آگے وہ قومیں آباد تھیں جو ہماری سلطنت کی مطیع نہ ہوئی تھیں، میں نے غالیہ، ہسپانیہ، اور جرمانیہ کے صوبوں کو از گاوس تا البیس، پوری طرح فرماں بردار بنا دیا۔ میں نے کوہستان الپس کے علاقے میں بحیرہ اوریاتیک کے نزدیک ترین ضلع سے لے کر بحیرہ توس کانیہ تک، بغیر کسی بے جا تغلب یا تشدد کے امن و امان قائم کیا۔ میرے بیڑے نے دریائے رہائن کے مشرق میں کیمبری قوم کے علاقے تک بحری سفر کیا جہاں پہلے کوئی رومی خشکی یا تری کے راستے سے نہ پہنچ سکا تھا۔ پھر کیمبری، چاری دس، سمنونی اور دیگر جرمن اقوام جو اس ملک میں آباد تھیں، میری اور رومی قوم کی دوستی کی خواستگار ہوئیں۔ میرے حکم سے اور میری سرپرستی میں دو فوجیں، قریب قریب ایک ہی وقت میں حبشہ اور عرب کے اس حصے پر جسے "یودیمون" (فلیکس یا خضرا) کہتے ہیں بڑھائی گئیں اور

انھوں نے دونوں ملکوں میں دشمن کے ہزاروں سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور بہت سے شہر و قصبات فتح کئے۔ جس وقت جبشہ پر حملہ کیا وہ (اس ملک کے پائے تخت) مرؤکے بالکل قریب نپاٹا تک پہنچ گئی تھی اور جو سپاہ عرب پر بھیجی گئی وہ سابیئوں (سبائیوں) کے ملک میں شہر ماریبا تک بڑھ آئی تھی۔

ایک اور مختصر کتاب جو اغسطس نے مرتب کی "بروباریوم امپی ریائی" تھی جس میں اجمالی طور پر سلطنت رومہ کے تمام مداخل اور نیز خاص رومی باشندوں غیر رومی رعایا اور اتحادیوں کی آبادی کا شمار مندرج تھا۔ گویا یہ سلطنت رومہ کے اعداد و شمار کا ایک لب لباب تھا اور اسی کے آخر میں اغسطس نے اپنے جانشینوں کو تاکید یہ وصیت کی تھی کہ سلطنت کی حدود کو وسیع کرنے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔

توضیحات و حواشی

۱- دلماشیہ کی رومی افواج۔ (سنہ تا سنہ ۹ء)

دلماشیہ میں بغاوت کے وقت چھ رومی جیوش بھیجے گئے تھے یعنی جیش ہفتم ہشتم، نہم، یازدہم، پانزدہم (اپالی ناریس)، بستم (والریہ ویک ترکیس) ان میں سے ہفتم و نہم بغاوت فرو ہونے کے بعد بھی اسی ملک میں رہے اور باقی چار جیش واپس طلب کر لئے گئے تھے۔ جیش یازدہم اور بستم کی بھرتی اور ترتیب خاص اسی جنگ کے واسطے عمل میں آئی تھی، جیش ہفتم کی چھاؤنی ساؤنی کے شمال مشرق میں بمقام دلمی نیم تھی اور جیش یازدہم اول اول لی بورینہ کی جنوبی سرحد پر کیس تا نجہ کے قریب قصبہ برنم میں رکھا جاتا تھا لیکن بعد میں غالبًا اسے خاص سالونی میں منتقل کر لیا گیا۔ اسی مقام برونم میں جیش بستم کی چھاؤنی تھی مگر ہشتم اس کے کچھ مغرب میں غالبًا اسریا میں رہتا تھا جو زارا کے راستے میں اس زمانے کے شہر پودگراڈ کے قریب واقع تھا۔

(ملاحظہ ہو اوہرش فیلٹ کا
معرکہ آرا مضمون "نسر کنش ۔ ۔ ۔"
ہرمیس۔ جلد بست و پنجم صفحہ ۳۵۱ وغیرہ)

ب - واروس کی ہزیمت کا مقام

اس مقام کا سراغ لگانے کی جہاں واروس کے رومی جیوش تباہ ہوئے، اور تیوتوبورگن سیس سالتوس" کا تعین کرنے کی بہت کچھ کوششیں کی جا چکی ہیں بعض بعض مقامات کے متعلق لوگوں نے دعوی بھی کیا کہ یہی وہ جگہ تھی لیکن معلوم ہوتا ہے اس مسئلہ کا قطعی طور حل ہونا محال ہے، تمام روایات کو پڑھنے سے یہ تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ لیپ کے شمال میں امس و ویزر کے درمیان کوئی مقام تھا اور یہ واقعہ کہ زمین کوہستانی تھی اسکا سراغ لگانے میں ایک حد تک رہنمائی بھی کر سکتا ہے اگرچہ دوسری بات کہ وہاں دلدلیں تھیں چنداں مفید مطلب نہیں کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اس زمانے کی دلدلیں اب خشک ہو چکی ہوں۔ لیکن ایک اور قرینہ بہت سے طلائی نقرئی اور مسی سکوں کے برآمد ہونے سے بھی پیدا ہوا۔ یہ سب عہد اُغسطس کے سکے ہیں اور اُسنابرگ کے چند میل شمال میں ویزن اور اس کے نواح کے جو دلدلی مقامات ہیں، وہاں دستیاب ہوئے حالانکہ اغسطس کے بعد کا کوئی سکہ شاذ و نادر ہی وہاں سے ملا ہے نظر برایں موسن کا یہ نتیجہ کہ واروس کو اسی مقام پر وہ ہزیمت نصیب ہوئی، بہت قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں وہ پہاڑیاں جن کا اس لڑائی کے حالات میں ذکر آتا ہے، وہ ہوں گی جو آج کل "وی ہن برجی" کے نام سے موسوم ہیں۔

باقی لڑائی کے سنہ میں کہ وہ ۹ء تھا نہ کہ ۱۰ء (جیسا کہ برانڈس نے حجت نکالی ہے) کوئی شبہ نہیں ہے اور قرینہ غالب یہ ہے کہ اس کا موسم گرمی کا بالکل آخری زمانہ تھا۔

باب دہم

شہر روما عہد اغسطس میں - اس کی مشہور عمارتیں

ذیلی عنوان - شہر روما کی تاریخ میں عہد اغسطس کی خصوصیت، (۲) فورم (یا چوک) (۳) "فورم سیزار لیس" اور "فورم اوگستی" ہیکل زہرہ اور ہیکل مریخ - (۴) "کامپوس مارتیوس" - "پان تھیون" (مقبرہ وغیرہ) (۵) "کاپی تولیوم" - (۶) پلاتین کی پہاڑی - اغسطس کا محل اور اپولو کا مندر اوُنتین کی پہاڑی -

(۱) شہر روما کی تاریخ میں اغسطس کا زمانہ ایک نئے دور کا افتتاح کرتا ہے - اغسطس ناز کیا کرتا تھا کہ جب میں آیا تو روما اینٹ گارے کا شہر تھا اور اب میں اسے سنگ مرمر کا شہر چھوڑ کے جاتا ہوں! اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس عہد میں شہر کی جو کایا پلٹ ہوئی تو صرف یہی نہیں کہ اغسطس کی سرپرستی میں بہت سی نئی عمارتیں بنیں بلکہ ان میں جو مصالحہ لگایا گیا وہ بھی بالکل مختلف اور کہیں اعلیٰ قسم کا تھا - لونا کے سنگ مرمر کی کانیں اسی زمانے میں برآمد ہوئی تھیں اور بہت سی سرکاری عمارات میں یہی گراں بہا پتھر لگایا گیا - ادھر شہر کے وضیع و شریف بادشاہ کا شوق دیکھکر خود بھی اس طرف متوجہ ہوئے اور عام طور پر پیش دالانوں پر سفید سنگ ریزے کا صندلا ہونے لگا جس سے مکانات کی زیب و زینت دوبالا ہوگئی - مگر شہر کی صورت میں سب سے نمایاں تبدیلی عہد اغسطس میں چوک (فورم) کے بدل جانے اور اس کے متصل نئے محلوں کے بننے سے ہوئی - یہ جدت بھی اور بہت سی باتوں کی طرح جولیس سیزر کا نتیجۂ فکر تھی لیکن اجل نے اسے اتنی مہلت نہ دی کہ ان تجاویز کو عملی جامہ پہنا سکتا۔

(۲) شہر روما کا فورم یا بڑا چوک پلاتین پہاڑی کے شمال مغربی کونے سے کاپی تول کے سامنے تک وسیع ہے۔ اس کے شمالی سرے پر کومی تیوم یعنی وہ احاطہ بنا ہوا تھا جس میں رومی اشراف کے جمع ہونے کا ایوان تھا۔ پہلے اس احاطے اور بازار کے درمیان "ادس تروم" یعنی وہ چبوترہ شامل تھا جس پر سے کھڑے ہو کے لوگ تقریریں کرتے تھے لیکن سنہ ۴۲ ق م میں اسے توڑ کر گویا کومی تیوم کو بھی چوک میں داخل کر لیا گیا اور یہ پہلا کام تھا جس سے چوک کی مجموعی صورت بدل گئی۔ خود جلسہ گاہ کی عمارت میں دس برس پہلے آگ لگ چکی تھی اور سیزر نے وہاں از سر نو عمارت بنانی شروع کی تھی جسے اغسطس نے اتمام کو پہنچایا اور "کیوریا جولیا" کے نام سے موسوم کیا۔ یہی عمارت آج کل "سان اندریا" کہلانے لگی ہے۔ لیکن رومی تمدن و معاشرت کے مرکز میں آیندہ شان و شوکت پیدا ہونے کی یہ محض ابتدا تھی۔ ذیل میں عہد اغسطس کی بڑی بڑی عمارات کا اجمالی احوال دیکھنے سے ظاہر ہوگا کہ اس شہر کی پہلے ہی صدر کے زمانے میں کس قدر صورت بدل گئی تھی۔

بازار کے شمال مغربی کونے پر قلعے کے قریب ہی جہاں ارکس کی چڑھائی شروع ہوتی ہے، تی بریوس نے سنہ ۷ ء میں کونکرڈ (یعنی وداد) کے مندر کی از سر نو تعمیر کی اور اسے اپنے اور اپنے متوفی بھائی دروسوس کے نام پر "ادیس کون کوردی اوگستی" (یعنی ارباب وداد اغسطس) ہونے کی حیثیت سے موسوم کیا۔ یہاں زمین کی ہیئت کچھ اس قسم کی تھی کہ یہ مندر پچھا پچھا رہ گیا اور اس کا پیش دالان چوڑائی میں اندر کے کمرے سے صرف آدھا بنانا پڑا۔ اس مندر سے ملی ہوئی جنوب کی طرف اور کاپی تول کی ڈھلان اور بازار جگاریوس کے درمیان زحل کی ہیکل تھی جسے سنہ ۴۲ ق م میں اِم پلانکوس نے اپنی فیاضی سے دوبارہ بنوایا تھا۔ مگر وہ آٹھ یونانی ستون جو اب تک اس مندر کی نشانی رہ گئے ہیں کچھ عرصے بعد کے ہیں۔ شاہی خزانہ اسی عمارت میں رہتا تھا اور اسی کی مناسبت سے اُسے "ایرار یوم ساتورنی" یعنی "زحل کا خزانہ" کہنے لگے تھے۔

بازار جگاریوس اور بازار توس کوس کے درمیان "باسی لیکا جولیا" (یعنی "جولیس کی کچہری") کی عمارت چوک کے جنوبی پہلو کے مشترِ حصے میں پھیلی

ہوئی تھی۔ "ایوان اشراف" کی مثل اسے بھی جولیس سیزر نے ناتمام چھوڑا اور اس کے لے پالک نے اتمام کو پہنچایا تھا بننے کو تو یہ سنہ ۵۴ ق م میں شروع ہو کر سنہ ۴۶ ق م میں تکمیل کو پہنچ گئی تھی مگر افتتاح کے چند سال بعد آگ سے جل گئی اور پھر اسے زیادہ شاندار اور وسیع پیمانے پر تعمیر کیا گیا۔ چنانچہ اغسطس نے اپنی وفات سے چند ہی مہینے قبل اپنے بدقسمت نواسوں، گایوس اور لوسیوس سیزر کے نام سے اس کا افتتاح کیا تھا، باسی لیکا کے مشرق میں اور توس کوس بازار کے دوسرے رخ کاستور کا مندر واقع تھا جس کے تین کورنتھی ستون اور ایک یونانی وضع کا "میش" اب تک سلامت ہیں۔ اصل میں تو یہ مندر ان توام بھائیوں کی یادگار میں بنایا گیا تھا جن کی نسبت مشہور تھا کہ انھوں نے اہل روما کی جھیل اجی لوس کے کنارے بڑے آڑے وقت میں دستگیری کی تھی۔ لیکن اب عہد اغسطس میں تی بریوس نے اس کی تجدید کی اور وہ آو کے مندر کی طرح یہ بھی لی دیہ کے دونوں بیٹوں کے نام سے موسوم ہو گیا۔

چوک کے مشرقی سرے پر اس نئے چبوترے کے مقابل میں جو ؔشاد کے مندر کے سامنے بنایا گیا تھا، جولیس دیوتا کا مندر تھا۔ یہ مندر اسی جگہ پر تعمیر ہوا جہاں جولیس کی ارتھی اس کے متبنی نے تمام رسوم مذہبی کے ساتھ جلائی تھی یا اس کے عقب میں رجیہ کی قدیم عمارت مقدس آتش (وستا) کے گول مندر کے شمال میں واقع تھی اور اس کی بنا کو شاہ نیوما سے منسوب کیا جاتا تھا اور جمہوریت کے زمانے میں سب سے بڑے مذہبی پیشوا کا دفتر بھی اسی عمارت میں رہتا تھا، اس عمارت کو بھی آگ نے جلا ڈالا تھا اور دوبارہ اس کی تعمیر سنہ ۳۶ ق م میں دومی تیوس کال وی نوس نے کی اور پہلے سے کہیں زیادہ عالیشان بنا دیا۔ لیپی دوس اپنے زمانے تک مذہبی محکمے کے کاروبار اسی میں بیٹھکر انجام دیتا رہا لیکن جب سنہ ۱۲ ق م میں خود اغسطس کو اسقف اعظم کا عہدہ ملا تو اس نے اس رجیہ کو بھی آتش وستا کی کنواریوں کے حوالے کر دیا۔ اسی شمالی قطار میں اور ایوان اشراف کے مشرق میں ایک اور عالیشان عمارت تھی اس کی بنیاد تو سنہ ۱۷۹ ق م میں فلویوس اور امی لیوس نامی محتسبوں نے رکھی تھی لیکن سنہ ۵۴ ق م میں امی لیوس پالوس نے

اس کو از سر نو بنوایا اور اس وقت سے وہ "باسی لیکا امی سیا" کہلانے لگی مگر بننے کے چالیس برس بعد اس میں آگ لگ گئی تو اس وقت اغسطس نے پھر اسے تعمیر کیا اور فریجیہ کے سنگ مرمر کے ستون لگا کر اس کی زیب و زینت بڑھائی۔ اسی عمارت اور ایوان اشراف کے درمیان کسی جگہ پر جس کا اب ٹھیک ٹھیک تعین نہیں ہو سکتا، جانوس دیوتا کا مندر واقع تھا جس کے دروازے اغسطس نے تین مرتبہ بند کرائے اور اسی کے قریب ارجی لتوم کا بازار چوک میں آملتا تھا۔

(۳) یہ ارجی لتوم کتب فروشوں کی وجہ سے مشہور تھا اور چوک کے شمالی حصے سے گزرتا تھا جہاں نہایت گنجان آبادی تھی اور خوب گہما گہمی رہتی تھی اس کے ہر طرف کثرت سے مکانات اور بیچ میں بہت تنگ گلیاں تھیں۔ جولیس سیزر نے ارادہ کیا تھا کہ اس گنجان محلے کا راستہ کشادہ کر دے کہ چوک سے لے کر دوسری جانب کامپوس مارتیوس تک آمد و رفت میں آسانی ہو جائے جو روما کے مضافات میں سب سے مشہور اور بڑا محلہ تھا۔ اسی غرض سے سیزر نے ایک نئی منڈی بھی بنوائی تھی اور غالباً اسی خیال کو پیش نظر رکھ کر ایوان اشراف کی جو نئی عمارت اسی زمانے (۵۴ ق م) میں بننی شروع ہوئی اس کو پرانے ایوان کی نسبت چوک سے زیادہ قریب رکھا تھا۔ اسی کے ساتھ جولیس کا چوک (فورم جولیم) بھی اس نے بنوانا شروع کیا اور اس کا یہی افتتاح بھی ۴۶ ق م میں کر دیا تھا لیکن ایوان اور چوک دونوں اس کی زندگی میں ناتمام رہے اور مرنے کے بعد تکمیل کو پہنچے۔ اس چوک میں سب سے شاندار عمارت "وینوس جنی ترکس" کا مندر تھا۔ یہ دیوی جولین نسل کی جدہ مانی جاتی تھی اور جنگ فرسالیا کے موقع پر سیزر نے یہ مندر بنانے کی منت مانی تھی۔

بڑے سیزر کی طرح چھوٹے سیزر نے بھی فیلپی کی جنگ میں منت مانی تھی کہ انتقام کے دیوتا مریخ کا مندر تعمیر کرا دے گا۔ چنانچہ اس منت کو پورا کیا اور ایک نیا چوک بنا کے اس کے وسط میں خونخوار مریخ کا استھان تیار کرایا۔ اس مندر کو بانی نے ۲ ق م کے اس مہینے کی جو اسی کے نام سے موسوم ہے پہلی تاریخ وقف کیا اور یہیں وہ جھنڈے رکھوا دئے جو اپنے سیاسی توڑ جوڑ کے ذریعے اہل پارتھیہ سے

واپس لئے تھے۔ یہ نیا چوک "فورم اوگستوم" سیزر کے چوک سے جانب شمال ملا ہوا بنایا تھا۔ وہ مستطیل شکل کا تھا لیکن مشرق اور مغرب کے رُخ بیچ میں ایک قوس بنا کے کھانچوں کی جگہ نکالی تھی جن میں رومی سپہ سالاروں کے بت جلوس فتح کے لباس میں نصب کئے تھے۔ یہ بھی رسم پڑ گئی تھی کہ شاہی خاندان کے لڑکے اسی چوک میں آکر سنّ بلوغ کا جامہ زیب تن کرتے۔ اور جب فتحمند سپہ سالاروں کی برنجی بت بنا کے عزت افزائی کی جاتی تو وہ بُت اسی چوک میں نصب کئے جاتے تھے۔ سیزر اور اغسطس کے ان دو چوکوں کے بن جانے سے شہر کا یہ حصّہ از سرِ نو آباد ہونے لگا تھا اور پھر ایک صدی بعد نروا اور تراجن کو اس جانب توجہ ہوئی اور انھوں نے چوک اور مریخ کے میدان تک آمد و رفت کا سیدھا راستہ تیار کرا دیا۔ ورنہ پہلے چوک آنے والوں کو کارمن تالی دروازے سے گزر کر کاپی تول کے مغربی اور جنوبی پہلو کا چکر کھانا پڑتا تھا۔

(۴) خود مریخ کے میدان کی (خواہ اس کی اصلی وسیع حدود کو لیا جائے یا تنگ تر رقبے کو) ان سیزروں کے زمانے میں صورت بدل گئی۔ صحیح معنی میں اس میدان کی حد جنوب میں سرکوس فلامی نیوس (دوڑ کا چکر) اور مشرق میں "ویلاٹا" تھی اور اس زمین پر سب سے پہلے تعمیر کا کام جولیس سیزر کے نامور رقیب نے شروع کیا تھا۔ اور یہاں "سنگ مرمر کی تماشا گاہ" ۵۵ھ ق م میں پومپی ہی نے بنائی تھی۔ پھر جولیس سیزر نے سنگ مرمر کا سیپتا یعنی رومی برادریوں کے رائے دینے کے وقت جمع ہونے کے احاطے کی بنیاد ڈالی اور اس کی تکمیل اگریپا نے کی۔ بلکہ سچ پوچھئے تو سیزر و پومپی دونوں سے زیادہ اگریپا اس بات کا مستحق ہے کہ مریخ کے میدان کی آبادی اس سے منسوب کی جائے۔ پان تھیون کی عمارت جو آج کے دن تک سلامت ہے اگریپا ہی کے ذوق تعمیر کی یادگار تھی۔ اس عمارت کو مدوّر رکھا اور اس پر نہایت عالیشان گنبد بنایا تھا جس کے اوپر اول اول صیقل کئے ہوئے برنجی پتّر سے جما دیے تھے۔ یہ گنبد اس بات کی "ایک نظیر ہے کہ رومیوں کو چونے گچی کے کام میں کیسی غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ یہ پورا گنبد یکساں لداؤ کا ہے۔ اور

اس کے پہلوؤں میں کوئی کھانچہ نہیں دیا بلکہ اس طرح سے بنایا ہے جیسے پورا قبہ ایک پتھر سے تراش لیا گیا ہو۔ اگرچہ اس کی شکل محرابی ہے لیکن اسے محراب کی ڈاٹ کے اصول پر نہیں بنایا گیا ہے[1]۔

عمارت میں روشنی صرف گنبد کے روشن دان سے آتی تھی۔ اس کا قطر اندر سے ۴۴ گز اور اسی قدر بلندی رکھی ہے۔ دیواروں میں سات بڑے بڑے طاق اور خانے نکالے ہیں اس ترتیب کے ساتھ کہ ایک محرابی طاق کے بعد دوسرا مستطیل خانہ بنایا ہے، اور انہی میں کچھ مدت بعد وہ بیش بہا سنگ مرمر کے ستون نصب کئے تھے جن کے اوپر حاشیہ چھوڑ کر پھر ایک درجہ تیار کیا گیا اور اس کے بیچ میں بہت خوشنما تھم یا کھمبے بنائے۔ اس درجے کی صورت بھی ضرور آخر میں بدل گئی ہوگی کیونکہ یہ ہمیں معلوم ہے کہ پہلے ستونوں کے حاشیے اور طاق کے سرے کے فصل کو زنان حمالہ کی مورتیں چند حصوں میں تقسیم کرتی تھیں۔ پھر اس بالائی درجے کے اوپر نیم کروی صورت کا وہ عظیم قبہ ہے جس کی چوٹی پر ایک چھبیس فیٹ کی جالی یا روشن دان چھوڑ دیا ہے کہ نہایت فراوانی سے روشنی نیچے کی سطح تک پہنچتی ہے۔ اس عمارت کی سادہ باقاعدگی اس کے حصوں کی خوشنمائی، وہ گراں بہا پر تکلف مصالحہ جو اس میں لگایا گیا ہے اور روشنی پہنچانے کا یہ عجیب اور مناسب طریقہ سب نے مل کر اس میں ایسی شان عظمت پیدا کر دی ہے کہ بعد کی کسی قدر ناموزوں ترمیم سے بھی اس میں کوئی خاص فرق نہیں آیا۔ ان میں سب سے نمایاں ترمیم گنبد میں کی گئی ہے جس کے خوشنما اور درجہ وار زاویے پہلے بیش قیمت برنجی مصنوعات سے اسی طرح آراستہ تھے کہ کوئی جگہ خالی نہ چھوٹی تھی۔ اب اس گزشتہ شان و شوکت کی یادگار لے دے کے وہ پر تجمل ستون رہ گئے ہیں جنہیں زرد سنگ مرمر سے تراشا تھا اور ان کے اوپر نیچے سفید سنگ مرمر کے پائے بنائے تھے یا سنگ مرمر کی وہ کاریگری رہ گئی ہے جس سے نیچے کی دیواروں کی زیب و زینت کی تھی۔ سامنے کے سائبان کی شان کو سولہ کورنتھی ستونوں نے دوبالا کر دیا ہے[2]۔

اس عمارت سے ملے ہوئے حمام بھی اگریپا نے بنوائے تھے (۲۷ سنہ ۲۵ ق م

[1] دیکھو مڈلٹن "ریمینز آف این شینٹ روم" باب دوم صفحہ ۱۳۱
[2] ماخوذ از "ہسٹری آف آرٹ" مولفہ لوبکے انگریزی ترجمہ

اور اسی کے نام پر وہ "تھرمی اگریپی" کہلائے۔ نیز وہ "باسی لی کا" (کچہری) جسے اپنی بحری فتوحات کی یادگار میں اس نے نپتون دیوتا کی نذر کیا تھا اور اس کے گرد وہ پیش دالان بنایا تھا جو اپنی تصویروں کی بدولت "ارگونات کا پیش دالان" کہلانے لگا۔ اسی زمانے کے ایک اور دولتمند امیر کبیر استاتی لیوس تو روس نے سب سے پہلی مرتبہ روما میں سنگی دنگل (امفی تھیٹر) بنوایا اور اس کی جگہ بھی اسی مریخ کے میدان میں کہیں تھی۔ اس طرح اغسطس نے اس میدان کی زینت و آبادی کو اپنے سے کمتر ہموطنوں کے اظہار شوق و فیاضی کے واسطے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن ان سب عمارتوں سے جن کا ذکر ہوا، دور شمال میں بڑھکر جہاں سڑک فلامی نیا دریا کے قریب پہنچتی ہے اور یہ میدان تنگ ہوتا چلا گیا ہے اس نے جولیس کے خاندان کے واسطے ایک بہت بڑا مقبرہ تیار کرایا اور اس مدور عمارت کے اوپر خود اپنا مجسمہ نصب کیا۔

فلامی نیوس کے چکر (سرکوس) کے جنوب میں ایک سبزہ زار اسی فلامی نیوس کے نام سے منسوب تھا اور جب میدان کا وسیع مفہوم لیتے تو اسے بھی میدان کے اندر داخل سمجھتے تھے۔ اس سبزہ زار میں اغسطس نے اپنی بہن کے نام پر ایک ایوان "پورتی کوس اگتاوی" تعمیر کیا اور اسی کے ساتھ ایک کتب خانہ اور اس میں فنون لطیفہ کی نادر اشیا فراہم کیں۔ اسی کے قریب فنون لطیفہ کا ایک اور منڈل "تم پلوم ہرکولیس موسا روم" نامی واقع تھا جس کی بنیاد توانیوس شاعر کے مربی نوبی لیور نے رکھی تھی لیکن تجدید اب اغسطس نے کی اور اس کے گرد ایک پیش دالان اپنے رضاعی باپ فیلیپی کی یادگار میں تعمیر کرا دیا۔ اسی طرح ایوان اکتاویہ کے قریب بالبوس اور مارسلوس نامی دو تماشا گاہوں کا بھی اسی زمانے میں (۱۳ ق م) افتتاح ہوا۔ ان میں سے پہلی عمارت شہر کے دولتمندوں نے اغسطس کی ریس میں تیار کرائی تھی اور دوسری کی تعمیر سیزر نے شروع کی تھی اور اب اغسطس نے تکمیل کی اور اسے اپنے بھانجے مارسلوس کے نام سے موسوم کیا۔ ایک اور دالان جسے اکتاویوس نے پرسیوس پر فتح پانے کی یادگار میں بنایا اور بعد میں آگ سے جل گیا تھا، اغسطس کے عہد میں از سر نو تعمیر ہوا۔ اسے بانی کے نام سے "پورتی کوس اکتادیائی" کہتے تھے اور اس کی خاص وجہ شہرت یہ تھی کہ کورنتھ کے ستون روما میں سب سے پہلے اسی عمارت میں لگائے گئے تھے۔

(۵) کاپی تول کی چڑھائی، چوک سے شروع ہو کر زحل کے ہیکل سے گزرتی ہوئی کوہ کاپی تول کی چوٹی تک پہنچ جاتی تھی اور یہی شہر روما کی سب سے چھوٹی پہاڑی تھی۔ پھر جنوب کی طرف کسی قدر نیچے اُتر کے پہاڑی کی دوسری چوٹی یعنی خاص کاپی تولیوم تک پہنچ جاتی تھی جو روما کے قدیم بادشاہ سرویوس کا قلعہ تھا اور جہاں غیر اقوام کے ساتھ معاہدے محفوظ رکھے جاتے اور مال غنیمت کے چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ ایک دوسری پگ ڈنڈی شمالی چوٹی ارکیس نامی تک جاتی تھی جس کی حالت میں جمہوریت کے بعد بھی چنداں فرق نہ آیا۔ اس کے برخلاف جنوبی چوٹی پر اغسطس کے عہد میمنت مہد میں بہت سی نئی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ پہاڑی کے سب سے بلند مقام پر تو جوپیٹر اُپ تی موس ماکسی موس کی عالی شان ہیکل بنی ہوئی تھی جس میں خاص خاص مذہبی رسوم کے موقعوں پر مجلس اعیان کا اجلاس ہوتا۔ یہ ہیکل ۸۳ ق م میں آگ سے جلی اور از سر نو بنائی گئی تھی لیکن اغسطس کے زمانے میں بھی اس کی مرمت پر بہت کچھ روپیہ خرچ ہوا۔ ہیکل کے گرد ذرا نشیبی چوٹیوں پر اور بہت سے چھوٹے چھوٹے مندر بنے ہوئے تھے جن میں شاہ نیوما کا بنایا ہوا مندر فی دیس اور جوپیٹر فریت ریوس کا مندر جس میں دشمن سے چھینے ہوئے اسلحہ رکھے جاتے تھے، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اغسطس نے ان مندروں کی تعداد میں اور اضافہ کر دیا۔ یعنی ۲۰ء میں تو اس نے "مستقیم مریخ" کے گول مندر کا افتتاح کیا اور ۲۲ ق م میں جوپیٹر تونان کا مندر نو کے اپنے کیا۔ یہ اس واقعہ کی یادگار میں کہ کنتابریہ کی مہم کے زمانے میں وہ صاعقۂ آسمانی سے بال بال بچا تھا۔ اس مندر کی خوبصورتی اور شان دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اور یہاں تماشائیوں اور پجاریوں کا میلا لگا رہتا تھا۔ دوسرے یہ ٹھیک اس مقام پر واقع تھا جہاں کہ چڑھائی خاص کاپی تولیوم کے احاطے تک پہنچتی تھی لہذا گمان ہوتا تھا یہ برق و رعد کا دیوتا گویا اپنے سے بزرگ زجوپیٹر کی دربانی کر رہا ہے!

(۶) مگر شہر کی ترقی اور پھیلاؤ کا اصلی مرکز پلاتین کی پہاڑی تھی۔ روما کی اصلی اور قدیم بستی "روما کوادراتا" یہیں بستی تھی اور اس کے اوّل اوّل بسنے کے

افسانے اسی مقام کے حصوں سے مخصوص و منسوب تھے۔ کاسا رومیولی کا آغاز؟ لوپرکال کی کھوہ جن میں بھیڑئیے نے رومیولس و رموس کی پرورش کی تھی، انجیر کا درخت اور وہ "منڈوس" یعنی طاقچہ جس میں شہر کی بنا رکھتے وقت اس کی حفاظت و خوشحالی کے واسطے مختلف اشیا بادی تھیں، یہ سب شہر کے اسی حصے میں نظر آتے تھے۔ عہد جمہوریت میں شہر کے بڑے بڑے امرا اور نامی لوگ اسی پلاتین کے محلوں میں سکونت رکھتے تھے۔ خود اغسطس کی پیدایش یہیں ہوئی اور اس نے اپنے رہنے کا مکان بھی اسی حصے میں بنوایا۔ پھر یہ بالکل مناسب و موزوں بات تھی کہ رومہ کے صدر شہری کا یہی مکان یا محل "پلاتیوم" کے نام سے مشہور ہو گیا جو درحقیقت قدیم محل و توع کے اعتبار سے خود شہر رومہ کا اصلی نام تھا۔ اغسطس کا یہ محل اسی جدید اور خرچ طلب طرز پر جس کا انہی دنوں رومہ میں رواج ہوا تھا بنایا گیا اور شہر کی نہایت عالی شان عمارت تھا۔ اوید شاعر عالم خیال میں جو پیتر استاتور کے مندر کے قریب اس جگہ کھڑے ہو کر جہاں پلاتین کی پہاڑی پیچھی ہو کر سڑک سا کرا سے جا ملتی ہے اس محل کے پرشکوہ پیش گو دیکھتا ہے تو وہ اسے "ایک دیوتا کی شان کے لایق" نظر آتا ہے۔[1]

ہد سنگولا دوم ہیر ورا ویدیو فاگلن تیبوس اریبیس
کونس پی کو ورس پوستس تمناک ویکینا دیوہ[2]

اغسطس کی ایک اور بڑی عمارت جس نے پلاتین کی صورت کو بدل دیا اپولو کا مندر تھا جو سکستوس پومپی کی جنگ کے خاتمے پر ۳۶ق م میں شروع ہوا اور آٹھ سال کے بعد اس کے افتتاح کی رسم عمل میں آئی۔ یہ ایک اٹھکمبا بلند مسقف تھا جس میں یونا کے سنگ مرمر کے ستون لگائے تھے اور طرح طرح کی تصاویر اور نقش و نگار سے اسے آراستہ کیا تھا۔ ان میں سب سے قابل دید شئے خود اغسطس کا دیو پیکر برنجی مجسمہ تھا جسے اپولو دیوتا کی شکل میں بنایا گیا تھا۔ ستونوں کے بیچ میں دناوس کی پچاس بیٹیوں کی مورتیں تھیں اور ان کے مقابلے میں اوپر کے رخ ان کے خواستگار اجیپ توس کے پچاس بیٹے گھوڑوں پر سوار دکھائے گئے تھے۔ دیوتا کے بت کے پیچھے ایک تہ خانہ میں سبیل یعنی کاہنہ عورتوں کی

---

[1] تربیتیہ۔ دیکھو باب سوم صفحہ ا

مقدس کتابیں محفوظ تھیں اور پیش دالانوں میں ایک طرف لاطینی اور ایک طرف یونانی کتب خانے تھے۔

پلاتین کی شمالی ڈھلان پر کاپی تول کے مقابل میں اغسطس کا وہ مندر تعمیر ہوا جسے اس کی وفات کے بعد تی بریوس اور لی ویہ نے اس کی یادگار میں بنوایا تھا۔

جنوب کی طرف پلاتین کے دامن میں دوڑ کا چکر "سرکوس ماکسی موس" تھا جسے اغسطس نے از سر نو صاف کرایا۔ اور دوسری طرف مقابلے میں اوّن تین کی پہاڑی واقع تھی جو مدت تک غیر آباد پڑی رہی اور پھر وہاں طبقۂ ادنیٰ کے کچھ لوگ جا بسے۔ اس پہاڑی پر سب سے مشہور معبد دیانا دیوی کا مندر تھا اور اسی لئے کبھی کبھی اس پہاڑی کو "کولیس دیانی" (دیانا کی پوجا) کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اس مندر کو اغسطس کے زمانے میں کورنی فی کیوس نے از سر نو بنوایا اور خود اغسطس نے اسی پہاڑی پر منروا، جونو رجینا اور جوپیٹر لی برتاس کے مندروں کی تجدید کی۔ انہی بنا پر اگر مورخ لیوی نے اغسطس کو روما کے "تمام مندروں کا بانی اور دوبارہ آباد کرنیوالا" کہا تو یہ محض مبالغہ نہیں ہے۔

(۷) یہاں چند لفظ فتح کی کمانوں ("ارکوس تریوم فالیس") کے متعلق بھی لکھنے ضروری ہیں جو بادشاہی عہد میں روما نیز دوسرے شہروں کی عمارات میں ایک نمایاں شئے ہوگئی تھیں۔ ان میں صرف وہ کمانیں ہی داخل نہیں ہیں جو جنگی فتوحات کی یادگار میں تعمیر ہوئیں بلکہ وہ بھی جو کسی دوسری کامیابی یا قومی کارنامے کی خوشی میں بنا دی جاتی تھیں۔ یہ فتح کی کمان بازار کے عرض میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بنائی جاتی اور اس میں یا تو ایک یا برابر کے دو اور یا ایک بڑا وسط میں اور ادھر ادھر دو چھوٹے محرابی دروازے راستہ چلنے کے لئے ہوتے تھے۔ ڈاٹ کے نیچے بالعموم ستون ہوتے اور ہر محراب کے گردنے پر ابھرے ہوئے نقش و نگار سے پیش کی زینت بڑھائی جاتی تھی۔ ان سب سے اوپر کتبے کے واسطے ایک درجہ رکھتے تھے اور اگر کمان کسی جنگی

ﮩ۱ دیکھو باب چہارم - صفحہ ۲۰

فتح کی یادگار ہوئی تو اسی بالائی درجے میں مال غنیمت میں سے بعض چیزیں رکھدی جاتی
تھیں۔ اغسطس کی بنائی ہوئی کمانوں میں سے شہر اریمی نم کی کمان جو شرک فلامی نیا
کی تکمیل کی خوشی میں بنائی گئی تھی، نیز اوگستہ پرئی تو ریا اور سوسا کی کمانیں اب تک
سلامت ہیں۔ کمانکی عام صورت شہر کے بڑے دروازوں کی سی ہوتی اور معلوم ہوتا ہے
اس کا رواج ہی رومہ کے اس فتح دروازہ کی دیکھا دیکھی ہوا تھا جس میں سے فتحمند
سپہ سالاروں کی فتح کا جلوس گزرا کرتا تھا۔

نقشہ شہر رومہ



باب یازدہم

عہد اغسطس کا علم ادب

ذیلی عنوان :- (۱) اغسطی علم ادب - اغسطس کی تحریریں - میسناس اور مسالا کی صحبتیں - اسی نیوس پولیو (۲) ورجیل (۳) امی لیوسس ماکر کورنلیوس گالوس (۴) ہوریس - وال گیوس - ٹلی سوس - دومی تیوس مارسوس - (۵) تی بلوس - پروپرتیوس - اوید - اسکی جلا وطنی - البی نووانوس بیدو (۶) گراتیوس - مانی لیوس - (۷) لیوی - پومپیئوس تروگوس (۸) ہی جی نوس ورّیوس فلاکوس - فلسفہ، بیان ومعانی اور خطابت - علمائے قانون - (۹) یونانی مصنفین - دیونی سیوس (باشندہ ہائی کرناسوس) لونگی نوس نیکونوس دمشقی - استرابو -

فصل اول، لاطینی شاعری

(۱) جمہوریت کے خاتمے اور بادشاہی کے آغاز نے لاطینی علم ادب پر کئی اعتبار سے بہت گہرا اثر ڈالا تھا، بے شبہ اغسطس کے زمانے میں اسے نہایت فروغ رہا لیکن عہد اغسطس کے بعد اس کے زوال کی رفتار تیز ہو گئی - خود اغسطس کے وقت کے سب سے مشہور ادیب بھی وہی تھے جو جمہوریت کے زمانے میں پل کر جوان ہوئے اور اس کے خاتمے کے بعد زندہ رہے - ان میں سے بعض ہارنے والے فریق کیساتھ تھے - لیکن انقلاب حکومت کے تھوڑے عرصے بعد یہ بھی دور جدید سے مانوس ہو گئے - امن و آسودگی کی بدولت ہر قسم کے لوگ نئے بادشاہ کی طرف جس نے جنگ کا خاتمہ کیا تھا، کھینچ کر آنے لگے اور ان میں اغسطس نے خاص طور پر اس

بات کا خیال رکھا کہ اہل قلم کے علمی کمالات کی قدر و سرپرستی کرے اور اپنی حکمت عملی کی تائید و تقویت کے واسطے ان کی قلمی خدمات سے فائدہ اٹھائے۔ یہ کوششیں رائگاں نہ گئیں اور اغسطس کو نہ صرف خوشامدی بلکہ دور جدید کے جس کا اُس نے افتتاح کیا، سچے خیر طلب بھی مل گئے۔ اور اس کے مقاصد کی حمایت پر نہ صرف خود غرض زمانہ ساز بلکہ اس عہد کے شریف ترین لوگ کمر بستہ ہو گئے۔ اس میں کلام نہیں کہ عہد اغسطس کی تصانیف میں صاف صاف بادشاہ اور اہل دربار کی خوشامد کا رنگ جھلکتا ہے اور وہ سچی آزادی کی نہیں نظر آتی جو کہ جمہوریت کی خصوصیت ہے۔ بایں ہمہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ نئے عہد، اور اتنے عرصے کے کشت و خون کے بعد امن و امان اور سلطنت روما کی عظمت و شوکت دیکھکر لکھنے والوں کے دل میں سچی تعریف کا جوش ضرور موجود تھا۔ بہرحال، یہ امر مسلمہ ہے کہ محض علمی ترقی کے لحاظ سے عہد اغسطس، دنیا کی تاریخ کے بہترین زمانوں میں شمار ہونے کے لائق ہے۔ اس کا مرتبہ عہد پری کلیس (فارقلیس یونانی) اور شاید عہد الزبتھ سے کمتر ہو تو ہو، لوئی چہاردہم کے عہد سے یقیناً بلند و بالاتر ہے۔ یہ سچ ہے کہ زمانۂ جمہوریت کی سیاسیات کا سلسلہ رکتے ہی فن خطابت پر خواہ مخواہ اوس سی پڑ گئی اور تاریخ نویسوں کو معاملات حاضرہ پر بے روک ٹوک نکتہ چینی کرنے کی آزادی نہ رہی۔ اس میں بھی شک نہیں کہ قدیم لاطینی نثر کی متانت و قوت میں زوال رونما ہوا اور شاعری نے سادگی اور عام پسندی کے لوازم چھوڑ کر اُس تصنع کو اختیار کیا جو لطف کلام کا ناس کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس زمانے کے شعرا کو قبول عام سے نفرت ہو گئی اور وہ رائے عامہ ہی کو ذلیل و حقیر سمجھنے لگے۔ ہوریس کا بے اختیار کہہ اٹھنا کہ "اودی پروفانوم ولگوس اِت ارکیو"[1] حقیقت میں اپنے معاصرین کے عام خیالات کو ظاہر کرتا ہے۔ ان سب عیوب اور میلان زوال کے باوجود عہد جدید کے بہترین مصنف اس ذوق لطیف اور صحت نظر سے عاری نہ تھے جو ادبی حسن پیدا کرنے اور فن کو کمال تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے۔ نیز عام آثار زوال کی تلافی بھی اس زمانے کے ایسے ایسے مصنفین سے ہو جاتی ہے جیسے کہ ورجیل، ہوریس، اَتی بلوس

[1] جس کے معنی قریب قریب یہ ہوئے کہ "رذیل عوام الناس پر صد نفرین اور ہزار تف"۔ مترجم

اور لوئی گزرے ہیں،

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا اغسطس کو بذات خود علم ادب کی ترقی اور اہل ادب کی سرپرستی کا خاص خیال تھا۔ سویتونیوس کے الفاظ ہیں "اپنے زمانے کے جوہر کمال کو وہ ہر ہر طریق سے چمکاتا اور فروغ دیتا تھا"[1] اس نے دو کتب خانوں کی بنا ڈالی تھی: ایک تو ایوان اکتاویہ میں اور دوسرا وہ جو پلاتین کی پہاڑی پر اپولو کے مندر میں قائم کیا تھا۔ وہ خود نظم و نثر کا مصنّف تھا اور "تشویق فلسفہ" نثر میں اور ہرکن کی بحر میں "سکی لیہ" کی نظم اسی نے لکھی ہے۔ "کتابہ انقرہ" اور مداخل و مصارف سلطنت کے خلاصے کا حال ہم بیان کر چکے ہیں[2]،

اغسطس کے دونوں وزرائے خاص بھی اس کی مثل صاحب تصنیف تھے۔ اگریپا نے خود اپنی سوانح تحریر کی اور دنیا کی ایک "اٹلاس" (یعنی نقشوں کی کتاب) کو بھی ترتیب دیا ہے میسیناس کبھی کبھی سادہ وضع کے شعر کہتا اور بعض نثر کی کتابیں بھی اس کی یادگار ہیں لیکن اس کی اصلی شہرت خود شاعر ہونے کی وجہ سے ہے کہ غیر معروف مصنفین کو چھوڑ کر ہوریس، ورجیل، واریوس، توکا، ابروس جیسے نامی گرامی لوگ اس کی علمی مجلس میں داخل تھے۔ مشہور خطیب والریوس مسالا (ولادت ۶۴ ق م وفات ۹ء) نے بھی اپنی صحبت میں بہت سے اہل علم کو جمع کیا تھا جس میں سب سے نامور تی بلوس، روفس، اور ماکر شاعر ہیں اور غالباً اوید کو بھی اسی حلقے میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس حلقے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ سیاسیات سے بالکل علحدہ تھا۔ خود مسالا کی ادبی تصانیف میں زیادہ تر یونانی زبان کے (نظم اور نثر کے) تراجم داخل ہیں اسی اسی نیوس پولیو (۷۵ ق م تا ۵ء) کو ایک خاص حیثیت حاصل تھی۔ اصل میں وہ انتونی کا طرفدار تھا لہذا جنگ اکتیم کے بعد سیاسی معاملات سے علحدہ ہو کر اس نے سارا وقت ادبی مشاغل کے لئے وقف کر دیا۔ وہ نئے بادشاہ کے دربار سے ہمیشہ الگ تھلگ رہا

---

[1] ملاحظہ ہو اس کی کتاب "اغسطس" صفحہ ۹۹

[2] باب نہم زیر عنوان ۱۴

اوراس کی تصنیفات میں آزادی کے ساتھ عہد جدید کے طور طریق سے کد وکاوش کا رنگ بھی جھلکتا ہے۔ وہ نہایت ذی علم اور سخت خردہ بین نقاد تھا۔ چند نظم انجام ناٹک جنگی ورجیل نے ستائش کی[1] اور خانہ جنگی کی ایک تاریخ دریس تو رپہ جس میں وہ ۶۰ سے ۴۲ ق م تک کے حالات لکھنے پایا[2] اس کے قلم کی یادگار ہیں ورجیل اور ہوریس دونوں کیساتھ اسکے دوستانہ تعلقات تھے

(۲) پب لیوس ورجی لیوس مارو[3] (= ورجیل) مان توا کے قریب اندس میں ۷۰ ق م میں پیدا ہوا۔ دہقانی خد وخال ہی غریب خاندان سے ہونے کی شہادت دیتے تھے۔ باپ معمولی پیشہ ور تھا۔ وہ پہلے کرمونہ کے مدرسہ میں داخل ہوا پھر مدیو لانوم کی درس گاہ میں پڑھتا رہا اور وہاں سے رومہ گیا جہاں فن خطابت کی تعلیم میں اکتاویوس جس کے نصیب میں آیندہ سیزر واغسطس بننا لکھا تھا اس کا ہم سبق تھا۔ مارو نے فلسفہ کی تعلیم سیرو سے پائی جو اپی کیوری عقائد رکھتا تھا گھر واپس آنے کے بعد اسے اور اس کے کنبے والوں کو خانہ جنگی کے مصائب سے سابقہ پڑا۔ ضلع کرمونہ میں پرانے سپاہیوں کو زمین تقسیم کرنے کی خدمت اکتاویوس موزا کے سپرد کی گئی تھی۔ مگر اس عہدہ دار نے اس ضلع کی حدود سے تجاوز کیا اور قریب کے علاقے مان توا کی اراضی میں بھی قطع وبرید شروع کر دی[4] (۴۱ ق م) اور ورجیل کے باپ کو بھی نقصان اُٹھانا پڑا۔ غالیہ ماورائے پو کا جیش سالار ان دنوں اسی نیوس پولیو تھا اور شاعر کورنلیوس گالوس کو بھی اس معاملے کی طرف توجہ ہوئی پھر انہی دونوں کے مشورے سے خود ورجیل رومہ آیا اور

[1] دیکھو "اک لوگ" فصل ہشتم صفحہ ۱۰
[2] دیکھو ہوریس "قطعات" فصل دوم صفحہ ۱
[3] شاعر کے نام کے صحیح ہجوں میں ۷ کے بعد e ہے لیکن انگریزی میں اس کے مخفف نام کو Virgil لکھتے ہیں۔
[4] چنانچہ یہ مصرع اس کا گواہ ہے کہ "مان توا دی میزیر نی میوم وسی نا کرمونے" (یعنی کرمونا کے ہمسائے میں ہونا ہی مان توا کے واسطے کچھ کم مصیبت نہ تھا)

اپنے باپ کی زمین بحال کئے جانے کا اس نے سیزر سے حکم صادر کر لیا۔ اس کی پہلی "اِک لوگ" (= گڈریوں کے گیت) سیزر کی اسی لطف و مرحمت کے شکریے میں لکھی گئی تھی۔ لیکن ورجیل اور اس کے باپ کو زیادہ عرصے تک اپنی واگزاشتہ اراضی میں رہنے کا موقع نہیں ملا۔ سال یا دو سال بعد ان پر پھر اسی قسم کی تعدی ہوئی بلکہ ہمارے شاعر کی جان کے بھی لالے پڑ گئے۔ تب وہ دوبارہ دارالسلطنت میں آیا اور میسناس سے ملا جو غالباً شاعر کے بعض دہقانی گیتوں کی بدولت اُس سے واقف ہو چکا تھا۔ پھر میسناس کے اثر سے نہ صرف اس کی املاک واپس ملیں بلکہ تلافی مافات کے لئے کمپانیہ میں شاید مقطع بھی سرکار کی طرف سے عطا ہوا اور ہمارے شاعر کی زندگی کا آخری حصہ اکثر اسی مقام میں گزرا۔

ورجیل کی پہلی تصنیف "بکولیکس" (یعنی دہقانی نظموں کا مجموعہ) ۴۱ تا ۳۹ ق م میں لکھی گئی تھی۔ اور اس میں دس اِک لوگیں یا گیت ہیں۔ یہ اصل میں تھیوکریتوس کی ریس میں اسی کی بحر اور بہت کچھ اسی کے گیتوں کے نمونے پر تحریر کئے گئے ہیں۔ لیکن ان میں جا بہ جا اپنے زمانے کے واقعات و اشخاص اور خاص کر ماورائے پوغالیہ کے مصائب کا ذکر بھی آ جاتا ہے جن سے خود ورجیل کو ایسا کچھ ناگوار سابقہ ہوا تھا۔ گیتوں میں جہاں تی تی روس کے جنگلوں کا ذکر آتا ہے وہیں سیزر، کورنلیوس گالوس، الفنوس واروس کا (جو پولیو کے بعد صوبے کا جیش سالار ہوا تھا) اور سب سے بڑھ کر خود پولیو کو شاعر نے یاد کیا ہے۔ بلکہ چوتھی اِک لوگ پولیو کے قنصلی سال ۴۰ ق م ہی کے واسطے لکھی گئی تھی اور موضوع کے اعتبار سے اسے "دہقانی نظموں" میں شمار کرنا دشوار ہے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسے لکھتے وقت شاعر اپنے "جنگلوں کو ایک قنصل کی شان کے شایاں" بنانا چاہتا ہے۔

"سی کالی موس سیل ورس، سیلوی سینٹ کون سولہ دیگنہ"

انہی گیتوں میں وہ "دَورِ زحل کی حکومتوں" اور ستیُگ کا خیر مقدم کرتا ہے[1]۔

---

[1] دیکھو فصل اول صفحہ ۹۔ (قدیم رومی "زحل کے دَور" کو سب سے مبارک اور بہتر سمجھتے تھے۔ مترجم)

اگرچہ یہ صدائے مرحبا دس سال قبل از وقت تھی اور پھر جب حقیقت میں رومی دنیا میں امن اور فراغ کا دور آیا تو شاعر کا یہ ممدوح یعنی اپولیو اس دور کا بانی ہونے کی بجائے اگر تھا تو اس کا مخالف تھا۔ بہرحال یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ اسی وقت سے کسی بڑے انقلاب کی آمد آمد کا خیال دلوں میں موجود تھا۔

نظموں کا یہ مجموعہ اطالیہ کے شمال میں تصنیف ہوا (جو اس وقت تک "اطالیہ خاص" میں داخل نہ تھا) اور شاعر کی دوسری کتاب جنوبی اطالیہ، خاص کر نیپلز کی یادگار ہے۔ اس "پندنامے" "جیورجیکس" نامی کا مضمون مسیناس نے سمجھایا تھا۔ یہ چھ رکن کی بحر میں کاشتکار کے مختلف کاروبار کے موضوع پر لکھا گیا ہے۔ پہلے حصے میں فن فلاحت کی بحث ہے۔ دوسرے میں درختوں کے نصب کرنے کا حال لکھا ہے۔ تیسرے میں مویشی اور چوتھے حصے میں مہال کی مکھیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کا ذکر ہے۔ ورجیل کے جذبہ شاعرانہ کے واسطے جسے وہ خود دہقانی شاعری سے منسوب کرتا ہے، اس سے بہتر و مناسب طبع کوئی مضمون نہ تھا۔ اور بعض اعتبار سے یہی کتاب "جیورجیکس" اس کی بہترین تصنیف ہے۔ اس میں ورجیل کے قلم نے وہ کام انجام دیا ہے جو ایک شاعر کے لئے سب سے نازک و دشوار کام ہے۔ یعنی پند و ہدایت کی شکل میں سچی شاعری کی ہے۔ اس کا بے مثل وجدان اور موضوع شعر سے سچی شیفتگی مل کر ہی ایسی لاجواب نظم پیدا کر سکتی تھی جس میں ورجیل کے وہ حقیقی جوہر ظاہر ہوتے ہیں جو نہ بکولیکس میں کھل سکے تھے نہ "انئید" (انیاس نامہ) میں ظاہر ہوئے۔ اس کتاب کی تصنیف اور تہذیب و درستی میں ۳۷ تا ۳۰ ق م تک سات سال کا عرصہ لگا اور جب اغسطس اکتیم کی جنگ سے واپس آیا تو یہ اس کے سامنے بآواز بلند پڑھی گئی۔ یہ بیان کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ اول اول چوتھے حصے کے آخری اشعار کورنلیوس گالوس کی مدح میں لکھے گئے تھے لیکن جب وہ ۲۶ ق م میں قتل ہوا (جس کا حال ساتویں باب کے عنوان ۸ میں ہماری نظر سے گزر چکا ہے) تو بادشاہ کی استدعا کے مطابق اس بند کو کتاب میں سے خارج کر دیا گیا اور اس کی بجائے اورفیوس کا قصہ الحاق کیا گیا۔

جیورجکس میں ورجیل وعدہ کرتا ہے کہ آیندہ وہ اس سے بھی بڑی نظم لکھنے پر کمر ہمت باندھے گا اور سیزر کے کارنامے گائے گا۔ لیکن یہ نظم ایک رزمیہ مثنوی کی شکل میں منظوم ہوئی جس میں سیزر کی بجائے اس کی قوم جولیا نز کا جد امجد انیاس ممدوح ہے۔ یہ کتاب ۲۹ قم کے قریب شروع کی گئی تھی اور شاعر کی زندگی کے باقی دس سال اسی کے نظم کرنے میں صرف ہوئے۔ ۱۹ ق م میں اس نے برندوزیم میں وفات پائی اور اس کتاب کو اتمام کو نہ پہنچا سکا۔ اس نے وصیت کر دی تھی کہ اس کا مسودہ جلا دیا جائے لیکن اس خیال سے کہ کہیں یہ معرکۃ الآرا نظم تلف نہ ہو جائے اغسطس نے ورجیل کے دو دوستوں واریوس اور توسما کو اس کی تدوین و اشاعت پر مامور کیا مگر شرط کر لی کہ اس میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہ کریں۔ اگرچہ اغسطس اس مثنوی کا "رستم دستاں" نہ تھا لیکن اس میں "لاطینی نژاد البائی اجداد اور شہر روما کی رفیع الشان فصیلوں" کی اصل و بنیاد کا فسانہ تھا اور وہ رومی تاریخ کے مختلف اعصار و ازمنہ کو زیر نظر لانے کے ساتھ پڑھنے والے کے تخیل کی ایسے شخص کی طرف رہنمائی ضرور کر سکتی تھی جو "عہد عیش و فراغ" کا افتتاح کرنے والا تھا[2]۔ انیڈ کو اپنے وجود میں لانے والے کی غیر متوقع موت سے نقصان پہنچا۔ وہ نہ تمام ہوئی نہ اس کی نظر ثانی کی نوبت آئی۔ نظر براں اس کی نسبت یہ کہنا فرنیوالے شاعر کی ناقدری اور حق تلفی نہ سمجھا جائے گا کہ اس نظم کا اصلی لطف اور حسن خاص خاص واقعات اور زبان و بحر کی نازک و لطیف جزئیات میں ہے نہ کہ بحیثیت مجموعی پوری نظم میں۔ بایں ہمہ اتنا یقینی ہے کہ وہ ہمیشہ الیاد و اوڈیسی کے پہلو بہ پہلو عہد قدیم کی تیسری سب سے بڑی رزمیہ مثنوی شمار ہو گی۔ مضمون کی وہ شان و وقار جو اہل روما کا حصہ تھا اور دوسرے اچھوتے

---

[1] حصہ سوم صفحہ ۷۴۔ پروپرتیوس (شاعر ۴۹ تا ۱۵ ق م) میں انیاس نامے کی تیاری کا مژدہ ایسے الفاظ میں سنا تا ہے جس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید اس کتاب کے بعد شاعر اکتیئم کے معرکے پر ایک علٰحدہ نظم لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

[2] دیکھو انئید۔ جزو اول صفحہ ۶

اور چھٹے جزو کی تعجب انگیز قوت بیانیہ نے اس کتاب کو متاخرین کی نظر میں ایلیڈ اور اوڈیسی کی نسبت کہیں بلند پایہ بنا دیا ہے۔ پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ مجموعی طور پر ورجیل کی شاعری ملٹن یا اپنے شیدا ڈینٹی (دانتے) کی نسبت ورڈزورتھ سے زیادہ مماثلت رکھتی ہے۔ دل کی صفائی اور پرہیزگاری ورجیل کا راگ ہے اور غالباً اس کی تعریف میں سب سے بہتر قول اس کے دوست ہوریس کا ہے جس نے ورجیل کو "انی اکان دیدا" (روح صافی) کے نام سے یاد کیا تھا۔

ورجیل نیپلز کے قریب ہی پوتیولی کی سڑک کے کنارے دفن ہوا اور اس کی قبر پر یہ کتبہ لگایا گیا جس کی نسبت مشہور ہے کہ خود اس نے مرنے سے پہلے اپنے واسطے تجویز کیا تھا کہ: **Mantua me Genuit, Calabri rapuere,**

tenet nunc, Parthenope, Ceciui pascua, rura, puces.

(۵) ورجیل کے سلسلے میں خواہ مخواہ اس کے دوست واریوس روفوس (۷۴ تا ۱۴ ق م) کا ذکر آتا ہے جو ورجیل سے کچھ بڑا تھا اور سیزر واکتاویان کے نام پر رزمیہ نظمیں لکھنے اور سب سے بڑھکر "تھیئس تس" کے ناٹک کی وجہ سے مشہور ہے۔ قریب قریب اسی عہد کا ایک اور شاعر امی لیوس پاکر باشندہ ورونا ہے کہ وہ بھی ورجیل کا دوست تھا اور ورجیل کی "بکولیکس" میں ہوپ سوس کے نام سے اس کا ذکر آتا ہے۔ اس نے طبیعات کے مضمون پر نظمیں ("اورنی تھی گونیہ" اور "تھریاگا") لکھی تھیں لیکن وہ اتنی خوش نصیب نہ تھیں جتنی یونانی زبان میں "نکاندر" نامی اس کی مشقی نظمیں جو اب تک محفوظ ہیں۔ بد قسمت کورنیلیوس گالوس (۶۹ تا ۲۶ ق م) کا بھی اسی مقام پر ذکر آنا چاہیے اگرچہ درحقیقت اس کا نام کاتولوس اور سیسنا کے عہد میں داخل کیا جانا زیادہ موزوں ہے۔ عشقیہ مرثیہ یا واسوخت کی بنیاد سکندریہ کے

عہ۱ ہوریس کے قطعات (فصل اول صفحہ ۶) سے ظاہر ہوتا ہے کہ روفوس المرثیہ کی طرح میں بھی کوئی نظم لکھنے والا تھا۔

یونانیوں نے ڈالی تھی'' اسے رومی زمین میں نصب کرنا گالوس ہی کا کارنامہ ہے اور ''یوفوریون کا حلقہ'' جس میں کاتولوس وسینا داخل تھے'' اسی نے قائم کیا تھا۔ اسی نے یوفوریون کا لاطینی میں ترجمہ کیا اور پھر خود اپنی محبوبہ کی تھریس پر طبعزاد مرثیوں کی چار کتابیں لکھیں جن میں کی تھریس کو ''لی کوریس'' کے نام سے یاد کیا ہے' گالوس کی موت کا حال پہلے ہم بیان کر چکے ہیں [۱]

(۶)۔ روما کے نامور مثنوی نگار کی مثل روما کا نامی قطعہ نگار بھی غریب خاندان کا آدمی تھا۔ کیوانیوا تیوس فلاکوس (ہوریس) ایک آزاد غلام کا بیٹا تھا اور ۶۵ سنہ ق م میں' اپولیہ و لوکانیہ کی سرحد کے شہر ونوسیا میں پیدا ہوا۔ جولیس سیزر کی موت کے بعد وہ بروتس کے ساتھ ہو گیا اور فلیپی کی جنگ تک ایشیا اور مقدونیہ میں اسی کے ماتحت کام کرتا رہا۔ جنگ میں جب شکست ہوئی تو جیسا کہ خود لکھتا ہے [۲] وہ بھی اس عام فراری میں بھاگنے والوں کے ساتھ تھا اور پھر روما واپس آکر ایک کواستور کے میر منشی کی خدمت پر مقرر ہو گیا۔ آیندہ دس سال میں اس نے وہ ''مضحکات'' اور مستزاد (اپود) لکھے جن سے اس کی ہر طرف شہرت اور ورجیل و واریوس سے دوستانہ تعلقات پیدا ہوے اور انہی کے ذریعے اس کا میسناس سے تعارف ہوا۔ چنانچہ ۳۷ سنہ ق م میں جب میسناس برندوزیم آیا ہے تو ہوریس اس کے ہمرکاب تھا اور برندوزیم کی دلچسپ کیفیت جو اس نے تحریر کی وہ اسی سفر کی یادگار ہے [۳]۔ میسناس کے ساتھ ربط ضبط بڑھا اور اپی کیوری خیالات کی یکسانی نے جو ہمارے شاعر اور اس کے سرپرست

---

[۱] ورجیل کا ایک اور شاعر دوست بھی تھا جس کا بکولیکس میں کو دروس کے (غالباً فرضی) نام سے ذکر آتا ہے۔

[۲] دیکھو مضحکات۔ جزو دوم۔ فصل اول صفحہ ۴۴۔ ہوریس نے اپنی نظموں کی پہلی جلد' فصل ششم میں اپنے ابتدائی حالات بھی لکھے ہیں۔

[۳] قطعات جزو دوم صفحہ (۷)

دونوں کے دل میں جاگزیں تھے، ان تعلقات کو اور مستحکم کردیا۔ ہوریس کو دیہات کی زندگی پسند تھی اور ۳۳ قم میں میسناس نے سابین کے ضلعے میں اسے ایک متقطع دلوا دیا تھا جسے وہ "شہر سلطانی" (یعنی روما) سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ دراصل طبیعت کی آزادی اس کی خاص صفت تھی اور دربار کے قرب کی نسبت گاؤں کی کھلی ہوائیں وہ اپنے آپ کو زیادہ آزاد و بے قید سمجھتا تھا۔

"مضحکات" کی پہلی جلد ۳۵ قم میں عالم وجود میں آئی اور دوسری اس کے پانچ سال بعد۔ شعر کی اس صنف میں ہوریس، لوسی لیئیس کا متبع تھا[1] لیکن یہ فرق ضرور ہے کہ لوسی لیئیس ملکی معاملات اور اشخاص پر صاف صاف نکتہ چینی کرتا ہے اور ہوریس مصلحت اندیشی سے صرف معاشرت اور علم ادب کی عام باتوں کو لیتا ہے کیونکہ اب زمانہ بدل چکا تھا۔ لوسی لیئس نے کراتی نوس اور ارستو فان وغیرہ یونان کے قدیم کومدی نویسوں کا رنگ اڑایا تھا اور اب ہوریس کو (ثقاہت اور احتیاط کے اعتبار سے) لوسی لیئس کے ساتھ وہی نسبت حاصل ہے جو پرانی اور نئی کومدی میں تھی، یہ نظمیں جنھیں وہ خود "سرمون" یعنی "باتوں" کے نام سے موسوم کرتا ہے[2] لوسی لیئس کی "سرمون" کی مثل عوام کی زبان اور چلتے ہوئے طرز میں ۶ رکن کی بحر میں لکھی گئی تھیں اور ان سے ہمیں شاعر اور اس کے دوستوں کے متعلق بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوتی ہیں، اس کے مستزاد (اپود) قریب قریب اسی زمانے میں شائع ہوئے جب کہ مضحکات کی دوسری جلد شائع ہوئی، ان میں ہوریس نے ارکی لوکوس کی تقلید کی اور بعض لوگوں پر بازاری زبان میں حملہ کیا ہے۔

---

[1] ہوریس نے لوسی لیئس کی شاعری اور یونانی کومدی سے اس کے تعلق پر مضحکات کے پہلے باب میں بحث کی ہے اور ایک جگہ بیان کیا ہے کہ لوسی لیئس میرا پیش رو تھا۔ (۱۰۔۵ صفحہ ۵۶)

[2] ان نظموں کو ہوریس دو جگہ اسی نام (سرمون) سے یاد کرتا ہے لیکن چونکہ اس نے اپنے رقعات کو بھی یہی نام دیا ہے اس لئے امتیاز کی غرض سے نظموں کو مضحکات ہی کے نام سے یاد کرنا بہتر ہوگا۔

یہ سب نظمیں (بجز آخری قطعے کے) اسی طرز میں لکھی گئی ہیں کہ ایک لمبے مصرعے کے بعد دوسرا چھوٹا مصرع آتا ہے اور پہلا تین رکن کی "ایام بیک" بحر میں ہوتا ہے تو دوسرا دو رکن کی اسی بحر میں، یہ مستزاد ہوریس کی سب سے بے لطف تصنیف ہے لیکن ان کی بدولت اسے مختلف اوزان کی بحروں میں نظم لکھنے اور یونانی شاعری کی نقل کرنے کی خوب مشق ہوگئی اور دوسرے یہی اس کے قطعات کا پیش خیمہ ثابت ہوئے[1]

نظم کی سب سے بڑی یادگار[2] جو ہوریس نے آنے والوں کے واسطے چھوڑی وہ چار جلدوں میں ان گیتوں کا مجموعہ ہے جو "قطعات" (اودز) کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی تین جلدیں ۲۴ ق م میں شائع ہوئی تھیں اور چوتھی گیارہ برس کے بعد نکلی۔ شاعری کی اس صنف میں وہ ایجاد و اختراع کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ اس نے صرف "ایولی راگ کو اطالوی اوزان کے مطابق بنا لیا ہے"! البتہ اس کوشش میں اسے اوّلیت کا ناز ضرور ہے کہ (کاتولوس کو چھوڑ کر) اس کام میں سبقت اسی نے کی:

(Princeps Æolium Carmen ad Italos Deduxisse modos.)

اسی کارگزاری کے صلے میں وہ شاعری کی دیوی سے "تاج دلفی" کا طالب ہے۔ اور حق یہ ہے کہ گو اس نے سافو اور الکیوس وغیرہ یونانی شاعروں کی تقلید کی لیکن خود یہ خیال ہی ہوریس کی تلاش و جدت پسندی کا ثبوت ہے کہ سکندریہ کے جو یونانی شعرا اس عہد میں مقبول تھے انھیں چھوڑ کر وہ اتنے قدیم اساتذہ کی طرف رجوع ہوا۔ پھر مانگے کے راگ لے کر دوسری بولی کے گیتوں میں انھیں بھر دینا بالکل غیر معمولی ذہانت اور شعر و موسیقی کے کامل ذوق کے بغیر ممکن نہ تھا۔ ہوریس کو اس کام میں پوری کامیابی ہوئی۔ تمام قطعات میں، دو چار جگہ کے سوا،

---

[1] خود ہوریس نے اپوڈ یا اوڈ کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے بلکہ وہ پہلے کو "ایام بی" اور دوسرے کو "کارمینا" لکھتا ہے۔

[2] دیکھو قطعات۔ جلد سوم صفحہ ۳۰

اس کے ذوق شعر نے کہیں لغزش نہیں کھائی۔ قریب قریب ہر جگہ، جو لفظ اس نے رکھدیا ہے اس سے موزوں تر بدل نہ سکتا تھا۔ اُس کے حسن ادا کی ہر رومی نقاد نے ستایش کی ہے۔ ان قطعات میں سے بعض غالباً لفظی پابندی کا لحاظ کئے بغیر، یونانی زبان سے ترجمہ کئے گئے ہیں لیکن زیادہ تر وہ ہیں جن میں وہ اپنے زمانے کے اشخاص و واقعات کا ذکر کرتا ہے اور بعض رومی تاریخ اور اغسطس کے عہد اقبال کی فتوحات پر لکھے گئے ہیں۔ بلکہ چوتھی جلد کے متعلق تو مشہور ہے کہ خود بادشاہ کے ایما سے شائع کی گئی تھی۔

لیکن ابتدائی اور بعد کے قطعات کے درمیان جو وقفہ ہے اس میں ہوریس نے "رقعات" لکھے۔ ان کی پہلی جلد ۲۰ ق م کے قریب شائع ہوی۔ ان کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر نے قطعات میں فن کی جن قیود کا اپنے آپ کو پابند کر لیا تھا، اب اُن سے آزاد ہو کر رقعات کی بے تکلف اور سادہ زبان میں دل کھول کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن عام زبان میں ہونے کے باوجود ان شایستہ رقعات اور پہلے کے "مضحکات" میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہ زیادہ منجھے ہوئے اور تعقید معنوی سے نسبتہً زیادہ پاک ہیں اور ان میں سلاست و شستگی کا وہ لطف موجود ہے جس کی پہلی تصنیف میں کمی نمایاں تھی۔ غرض یہ کہنا بے بنیاد نہ ہوگا کہ اگر ورجیل کی شاعری کے جوہر پوری طرح "جیورجکس" میں کھلے تو ہوریس کا کمال فن ان رقعات میں ظاہر ہوا اور یہی وہ صنف ہے جس میں کوئی اس کی آجتک ہمسری نہ کر سکا۔ ان رقعات کی دوسری جلد ہوریس کے آخری زمانے کی یادگار ہے۔ اور اسی میں فن شعر ("آرس پوتی کا") پر وہ رسالہ بھی شامل ہے جو اس نے خط کی صورت میں پیزو نام کے دوستوں کو لکھکر بھیجا تھا۔

ہوریس اپنے مربی میسناس کے بعد صرف چند مہینے جیا۔ اُس نے ۸ ق م میں وفات پائی اور میسناس کے قریب ہی دفن ہوا۔ اگرچہ ابتدا میں وہ دَور نو سے بے تعلق اور الگ الگ رہا لیکن آخر مرور ایام نے اسے "بادشاہی" سے مانوس کر دیا۔ اغسطس کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات

ہو گئے۔ اور ایک اغسطسی شاعر کی حیثیت سے جو کچھ فرمائشیں کی گئیں وہ اس نے پوری کیں۔ کیونکہ آزاد ہونے کے باوجود ہوریس میں یہ کمزوری ضرور تھی کہ وہ بڑے آدمیوں کی ملاقات کا شایق تھا۔ پھر یہ کہ خود اس کی شعر گوئی کو غالباً میسیناس کے اثر سے بہت کچھ ترقی ہوئی۔ یہ اس لئے کہ وہ ان لوگوں میں نہ تھا جن سے بغیر شعر کہے نہیں رہا جاتا۔ اس کی شاعری میں ہر جگہ تراش خراش اور غور و فکر کی علامات نمایاں ہیں اس کا کلام "نالۂ بے اختیار" نہیں ہے۔

ہوریس کے کلام میں ہمیں بہت سے ایسے شعرا کے حالات ملتے ہیں جن کا کلام مفقود ہو چکا ہے اور جو اپنے زمانے میں مشہور تھے۔ ان میں خود اسکا دوست وارل جیوس ہے جس نے "نکات و مراثی" تصنیف کئے تھے اور اہل نظر ہومر کے ساتھ اس کا موازنہ کرتے تھے۔ افس کوس اور فون دانیوس تمثیل نویس شاعر تھے اور پوپیوس بھی غمناک تمثیلیں لکھا کرتا تھا، اسی جگہ سسی لی سوس کا بھی ذکر کر دینا چاہیئے جس نے ایک "کتاب التمسخر" لکھی اور "فابیولا ترابیتا" (یعنی حکایات) لکھنے کا طریقہ رائج کیا، اسی طرح دومی تیوس مارسوس بھی قابل ذکر ہے جس نے "کہاوتوں" کے لکھنے میں بڑی شہرت پائی اور اس فن میں وہ مارتیال کا استاد اور پیشرو تھا۔

(۵) اس عہد کے ان مرثیہ نویسوں میں، جن کا کلام ہم تک پہنچ سکا ہے، سب سے زیادہ پُر اثر کلام البیوس تی بلوس (۵۴ تا ۱۹ ق م) کا ہے۔ اس نے یہ طرز اہل اسکندریہ سے لیا تھا لیکن اس میں اطالیہ کی دیہاتی زندگی کا تازہ جوش خود بھر دیا۔ اس کی عاشقانہ نظموں میں بھی ایک ایسا لطیف سوز و گداز پایا جاتا ہے جس کی دورِ قدیم کے علم ادب میں کہیں مثال نہیں ملتی۔ یہ نظمیں اس نے اپنی محبوبہ کے نام لکھی ہیں جس کا اصلی نام پلانیہ تھا مگر نظموں میں شاعر اسے دِلیہ لکھتا ہے، پانچ رکن کی بحر کو تی بلوس نے ایسے سلیقے سے استعمال

ملہ یہ تی بلوس کی رائے ہے (جلد چہارم باب پنجاہ صفحہ ۱۷۹)

کیا ہے کہ بہ اعتبار فن شعر کے لاطینی مراثی کی صنف کو اسی کی بدولت بڑی ترقی اور قوت حاصل ہوئی۔ تی بلوس کی وفات کے بعد اس کے کلیات کے ساتھ بعض اور نظمیں بھی اسی کے نام سے شائع ہوئی تھیں جو درحقیقت کسی اور شاعر لیگڈاموس کا نتیجۂ فکر تھیں (اور خود یہ نام بھی فرضی معلوم ہوتا ہے) اسی طرح اس کے مربی مسالا کی بھتیجی سلپی کیہ کے چند مرثیے بھی اسی کے مجموعہ میں شامل کر دئے گئے تھے۔

امبریہ کا شاعر پروپرتیوس غالباً اسی سیوم میں ۴۹ ق م کے قریب پیدا ہوا (وفات کا سال قیاساً ۱۵ ق م ہے) اس نے تی بلوس کی طرح اپنے آپ کو اہل اسکندریہ کی تقلید سے آزاد نہیں کیا۔ وہ کالی ماکوس اور فیلیتاس کا متبع تھا اور اسی پر فخر کرتا رہا حتیٰ کہ اپنے آپ کو "رومی کالی ماکوس" کہہ کر خوش ہوتا تھا۔ اس کی علمی نظر نہایت وسیع تھی اور اس کے مرثیوں میں نہایت قدیم اور بھولے بسرے مذہبی قصوں کی تلمیحات بھری ہوی ہیں ان سب باتوں کے باوجود اس عہد کے کسی شاعر اور مصنف کی شخصیت کا نقش اس کی تصنیف میں اس قدر گہرا اور نمایاں نہیں ہے جس قدر کہ پروپرتیوس کی پرجوش نظموں میں اس کا حال نظر آتا ہے۔ پروپرتیوس کے کلام میں یہ جوش ہوس شیہ کے عشق نے پیدا کیا تھا جو ایک خوبصورت اور تربیت یافتہ رنڈی تھی۔ مگر اپنی نظموں میں وہ اصلی نام کے بجائے اسے کین تھیہ کے نام سے یاد کرتا ہے جس طرح کا تولوس اور تی بلوس نے اپنی محبوبوں کے نام بدل دئے تھے۔

پروپرتیوس کے مرثیوں کی پہلی جلد شائع ہوتے ہی اس کی شہرت ہوگئی اور غالباً اسی کتاب نے اسے میسیناس کی بزم ادب میں روشناس کر دیا۔ پروپرتیوس افسردہ طبع اور آشفتہ خیال سا آدمی تھا۔ اس کی نظر ہمیشہ چیزوں کے تاریک پہلو پر پڑتی ہے اور اسی کو اس کی جدت یا خاص خوبی سمجھئے کہ وہ موہوم درد و تکلیف کے عجیب عجیب امکانات ڈھونڈنے میں کمال رکھتا ہے۔ خیال اور بیان دونوں میں اسے ابہام پسند ہے۔ تشبیہات میں اکثر مشبہ اور مشبہ لہ کا فرق غائب ہو جاتا ہے اور صاف صاف کوئی معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ معلوم ہوتا ہے پروپرتیوس بہت کمزور قوت ارادی کا آدمی تھا اور اس کی شاعری میں یہ بات صاف صاف جھلکتی ہے

جنھوں نے اس کی زبان کا غور سے مطالعہ کیا ہے وہ یہ دیکھے بغیر نہیں رہے کہ پروپرتیوس حقیقی اور واقعی جذبات کی بجائے محض امکانی اور ظنی جذبات کا اظہار کرنا بہتر سمجھتا ہے اور اس لئے اس کی متخیلہ خواہ عالم امکان میں چکر لگاتی ہے کین تھیہ کے ساتھ پروپرتیوس کا تعلق پانچ سال کے قریب رہا اور پھر منقطع ہوگیا تو اس کے بعد پروپرتیوس نے شعر بھی بہت کم کہے۔ گویا اسے کین تھیہ نے شاعر بنایا تھا[1]۔

روما کا تیسرا بڑا مرثیہ نویس پی اویدیوس ناسو(= اوید (Ovid) سولمو علاقہ پلیجنیہ میں ۴۳ ق م میں پیدا ہوا۔ وہ طبقۂ متوسط کا فرد تھا اور فن خطابت وقانون کی تکمیل کرکے سرکاری ملازمت میں داخل ہوگیا۔ اغسطس کی نگاہِ التفات نے اسے جاگیر سرداری سے سرفراز کیا اور اسے "تبست گانی" "دہ گانی" وغیرہ چھوٹے چھوٹے عہدے بھی ملے۔ لیکن اس نے شاعری کی خاطر اپنی ملازمت کو خیرباد کہہ دیا۔ یہ خیال کہ اس کو شعر لکھنا خود قطرت نے سکھایا، اوید نے اپنے ایک مصرعے میں ظاہر کیا ہے۔

(Quidquid tentabam dicere versus erat.)

عہد اغسطس کے شعرا میں اوید ہی وہ شخص ہے جس کی شاعری کا تمام زمانہ اسی عہد کے اندر گزرا، اس کے کلام کے تین حصے کئے جا سکتے ہیں۔ (ا) ابتدائی زمانے کا وہ کلام جو اب تک محفوظ ہے اور مثنوی کی بحر میں تمام و کمال عشقیہ مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک کتاب "اموریس" (یعنی عاشقی) تین جلدوں میں کورینہ کے عشق کی داستان سناتی ہے۔ دوسری "ارس اماتوریہ" (فنِ عشق بازی) بھی تین جلدوں میں مرد و عورت دونوں کو عشق کی گھاتیں اور رموز سکھاتی ہے۔ اور تیسری "رمیدیہ اموریس" (= دوائے عشق) مرضِ عشق کی شدت دفع کرنے کی تدابیر بتاتی ہے[2]۔ لیکن اس زمانے کی بہترین نظم "ہیروئید"

[1] دیکھو، ارتیال: "کین تھیہ تہ ورتم فسیت لس کوی پروپرتی"

[2] ایک چھوٹی نظم "مدی کا مینا فاکیئی" جس میں عورتوں کے بناؤ سنگار کے گر بتائے

ہے جسمیں قدیم کہانیوں کی مشہور محبوبوں کی طرف سے، جیسے پنی لوپ، و یدو، فیدرا، یں ان کے عاشقوں کے نام شاعر نے فرضی خط لکھے ہیں اور حقیقت میں ان خطوں کے لکھنے میں اوید نے قوت تحریر کا کمال دکھا دیا ہے؛

(۲) دوسرے زمانے کی دو کتابیں "متامورفوسس" اور "فاسطی" ہیں جن کا لکھنا بڑی ہمت کا کام تھا۔ کیونکہ ایک میں یونانی اور دوسری میں رومی دیومالا پر نظم لکھنی تھی۔ پہلی کتاب "متامورفوسس" (یعنی تغیرات) کا مصالحہ بیشتر اسکندریہ کے شعرا نکاندرا اور پارتھنیوس کی تصانیف سے اوید کے ہاتھ لگا۔ دوسری کتاب فاسطی گویا رومی تقویم اور رتیج تہوار وغیرہ کی ایک منظوم شرح تھی جس کی سال کے بارہ مہینے کے حساب سے بارہ ہی جلدیں یا حصے ہونے چاہیئے تھے۔ لیکن صرف مارچ سے اگست تک کے چھ حصے تیار ہو سکے؛

(۳) تیسرا زمانہ اوید کی جلا وطنی سے شروع ہوتا ہے جب کہ ۹ء میں وہ اسکیتھیہ کے شہر تومی میں چلا آیا تھا۔ اس کی جلا وطنی کا اصلی سبب تاریخ کے اُن رازوں میں داخل ہے جن کا کوئی یقینی حل نہیں ملتا۔ خود شاعر اس بارے میں صرف تاریک و مبہم اشارے کرتا ہے۔ ایک جگہ وہ اپنی "ایک نظم اور ایک غلطی" کا ذکر کرتا ہے جن کی بنا پر یہ مصیبت اس کے سر پڑی۔ ایک جگہ کہتا ہے کہ "سارا قصور ان آنکھوں کا ہے!" اب قرینہ چاہتا ہے کہ نظم سے یہاں مراد اس کی کتاب "فن عشقبازی" ہو جس کی بے حجابی اور اشتعال انگیزی گویا درپردہ اُن کوششوں کی مخالفت تھی جو قوانین جولیہ کا واضع اہل روما کی اصلاح معاشرت میں کر رہا تھا۔ بہرحال جلا وطنی کا اصلی سبب اسی "غلطی" کو سمجھنا چاہیے جس کا اوید نے ایسے مبہم طریق پر حوالہ دیا ہے۔ لوگوں کا گمان ہے اور قرائن سے بھی اس کی خاصی تائید ہوتی ہے کہ اوید خاندان شاہی کے کسی فرد کی بداعمالی سے واقف تھا اور اسے نہ روکنے کی بنا پر ہی سزا کا مستوجب قرار پایا۔ ممکن ہے کہ یہ غفلت جولیہ اور دی سیلانوس کی زناکاری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۲۔ گئے ہیں۔ اسی زمانے کی نظموں میں شمار ہونی چاہیے؛

سے تعلق ہو۔ اور شاعر کے سر الزام دھر کے سزائے جلاوطنی کے بعد معاملہ رفع دفع کر دیا گیا ہو۔ بہرکیف اسی جلاوطنی کے زمانے میں بحر افشین کے ساحل پر اس نے چار جلدوں میں وہ رقعات لکھے جو "اکش پونتو" کے نام سے مشہور ہوئے اور ایک دوسری کتاب "تربستیا" پانچ جلدوں میں لکھی جس میں وہ اپنی مصیبتوں کا دکھڑا روتا اور معافی ملنے کی التجائیں کرتا ہے۔ ایک اور نظم "ابیس" میں کسی نامعلوم دشمن کی اس نے بہت بری طرح خبر لی ہے اور کالی ماکوس کی اس ہجویہ نظم کا جو اس نے روڈس کے باشندے اپولونیوس کے خلاف لکھی تھی، چربہ اتارا ہے۔ ماہی گیری کے فن پر بھی ایک نظم اوید نے لکھی تھی مگر وہ ناتمام رہی۔ اسکے علاوہ اس نے وہاں کی گتی زبان میں اغسطس کے نام ایک قصیدہ تحریر کیا تھا لیکن بدنصیب شاعر کو نہ اغسطس نے بلائے جلاوطنی سے نجات دی اور نہ اس کے جانشین تی بریوس نے۔ اور وہ ۱۷ء میں وہیں تومی میں مرگیا۔

مرثیے کی بحر کے استعمال میں اوید نے اپنے آپ کو بعض سخت قواعد کا پابند کر لیا تھا جو اس سے پہلے نہ تھے۔ نظم کرنے میں اسے غضب کی مشاقی حاصل تھی حق یہ ہے کہ اس کا اصل میدان شاعری نہیں ہے خطابت ہے اور جہاں کہیں خطابت سے کام لینے کا موقع آتا ہے وہاں اس کی شاعری مرتبہ کمال حاصل کر لیتی ہے جیسا کہ "ہیروئید" میں ہوا۔ وہ عیش و تن آسانی میں زندگی بسر کرتا تھا اور بہت خوشی مناتا ہے کہ اغسطس کے عہد میں پیدا ہوا جبکہ زندگی مزے سے گزرتی ہے۔ اس کی عشقیہ شاعری میں چرب زبانی نمایاں ہے اور اسی لئے وہ تی بلوس اور پروپرتیوس کے مقابلے میں اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ اپنے ابتدائی زمانے میں اس نے "مدیہ" کے نام سے ایک تراجدی بھی لکھی تھی جو نایاب ہوگئی ہے۔ لیکن وہ اور واریوس کی "تھئیستس" اس زمانے کے سب سے ممتاز ناٹک مانے جاتے تھے، ایک مرثیہ "نوکس" اور "کون سولاتیو اد لی دیام" کی نظم بھی غلطی سے اوید سے منسوب کئے جاتے تھے لیکن غالباً یہ اس زمانے کے کسی کم رتبہ شاعر کی طبعزاد ہیں لے

اوید کے ان دوستوں میں جو خود بھی سخن گو تھے، چند قابل ذکر ہیں

یعنی سابی نوس جس نے "ہیروئید" کے خطوں کے جواب لکھے ہیں، پون تی کوس جو "تھیبائیڈ" کا مصنف تھا۔ سی سوی روس جس نے سکستوس پوپی کے ساتھ صقالیہ کی جنگ کے حالات نظم کئے اور "چمکیلا" اپی نوانوس فدو جس نے "اتھی سئیس نامہ" اور اپنے عہد کی تاریخ پر ایک زرمیہ مثنوی لکھی تھی۔

(۶) درجیل کی "جیورجیکس" اور اووید کی "ہالیوٹیکس" اس قسم کی شاعری میں داخل نہیں جسے "تعلیمی" کہتے ہیں۔ اسی قسم کی دوسری تصانیف میں گراتیوس کی "کین جیتی کا" جو فن صید افگنی کے موضوع پر لکھی گئی ہے اور مانی لیوس کی "استرونومیکا" (پانچ جلدوں میں) قابل ذکر ہیں۔ مگر اس دوسری نظم کے متعلق جو علم نجوم پر لکھی گئی تھی ہمیں کوئی مزید واقفیت نہیں اور اس کا نام بھی مشتبہ ہے۔ بایں ہمہ یہ شاعر قدرت کلام کے اعتبار سے کوئی معمولی آدمی نہ تھا اور اس کے کلام میں کافی جدت بھی پائی جاتی ہے۔

لطیف اور ظریفانہ قسم کے جستہ جستہ قطعات جو "پری آپیہ" کے نام سے ایک جگہ جمع کئے گئے تھے، اغسطس ہی کے عہد سے متعلق ہیں اور ان میں بعض بہترین شعرا کی یادگار ہیں۔

فصل دوم ۔ لاطینی نثر

(۷)۔ **تی توس لی وی** (۵۹ قم تا ۱۷ء) کی تاریخ روما عہد اغسطس کی سب سے بڑی نثر کی کتاب ہے۔ مصنف پتاویم میں پیدا ہوا اور اس کی تحریر میں وہاں کے مقامی اثرات جھلکتے ہیں۔ لیکن اس کی زندگی کا زیادہ حصہ روما میں گزرا اور یہیں اس نے خطابت کی تعلیم پائی اور فلسفیانہ مکالمے لکھے اور اغسطس کی دوستی کا شرف حاصل کیا۔ بادشاہی کی بنا پڑنے کے بعد ہی اس نے اپنی تاریخ شروع کر دی تھی (جس کا نام "اب اربہ کون دیتا لیب ری" تھا) اور اسے دروسوس کی موت (واقع ۹ قم) تک پہنچا دیا تھا

کتاب کے کُل ۱۴۲ اجزا تھے اور ہر جزو کو "اعشار" و "نیم اعشار" میں تقسیم کیا تھا اور ہر "عشر" تکمیل پاکر الگ شائع ہوتا رہتا تھا۔ لیکن ہم تک صرف ۳۵ (یعنی ایک سے دس تک اور ۲۱ تا ۴۵) اجزا پہنچے ہیں باقی ضائع ہو گئے تاہم قریب قریب ان سب گم گشتہ اجزا کے خلاصے محفوظ ہیں۔

لیوی خوش خلق میانہ رو آدمی تھا اور اس کی رائیں شدید اور دو ٹوک نہ ہوتی تھیں۔ اسے مصالحت اور مفاہمت پسند تھی افراط اور شدت سے نفرت کرتا تھا اور ہر فرقے کے آدمی سے رعایت و رواداری برت سکتا تھا اس کا یہ اعتدال اور انصاف کتاب سے ظاہر ہے وہ صرف ایک قصور کو ناقابلِ معافی سمجھتا ہے اور وہ مجنونانہ جوش و شدّت ہے۔ قدیم روما اس کا محبوب و ممدوح ہے اور اپنے زمانے کو وہ انحطاط کا زمانہ سمجھتا ہے جو عمدہ اخلاق، سادگی اور تقویٰ سے جن کی بدولت اسلاف کو اتنی عظمت نصیب ہوئی، محروم ہے۔ کین کیناتوس، کامی لوس اور فابیوس المعروف بہ "تاخیر پسند" اس کے ممدوح اور قابل تقلید نمونہ ہیں۔ اور اہل روما کی تاریخ پر اس عام رائے کو اُس نے اپنی کتاب کے مقدمے میں نہایت صراحت کے ساتھ زوردار الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ وہ ناظرین کو جتاتا ہے کہ وہ کس قسم کے لوگ اور اندرون اور بیرونِ ملک میں، وہ کیا طرز عمل تھا جس کی بدولت روما کی سلطنت قائم اور اس قدر وسیع ہوئی اور پھر وہ انھیں دکھاتا ہے کہ کس طرح اخلاق و اطوار میں بتدریج خرابی پیدا ہوئی اور یہ خرابی روز بروز بڑھتی گئی یہاں تک کہ اہل روما سرعت کے ساتھ قعر پستی کی طرف لڑھکنے لگے اور عہد حاضر میں یہ نوبت پہنچ گئی کہ "اب ہم نہ اپنی بداعمالیاں برداشت کر سکتے ہیں اور نہ ان کا تدارک کرنے کی ہمت ہم میں باقی ہے۔"

بہ حیثیت مؤرّخ لیوی کی دیانت داری میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا لیکن تاریخ نویسی کے متعلق اس کے خیالات ایسے تھے کہ اس کے اکثر بیانات کو بہت احتیاط سے قبول کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ گو وہ سچی بات بیان کرنی چاہتا ہے تاہم اسے واقعات سے کہیں زیادہ اپنی طرز تحریر کا خیال رہتا ہے

اصول تاریخ نویسی اور تحقیقات سے اسے کچھ واقفیت نہیں ہے۔ اور مشتبہ معاملات میں وہ واقعات کی چھان بین کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ قدیم تاریخ لکھنے میں اس نے صرف اتنا کیا ہے کہ پولی بیوس اور بعد کے وقائع نگاروں خاص کر والریوس باشندہ انتیم کی تحریروں کو تراش خراش کے ایک عمدہ پیرائے میں پیش کر دیا ہے اور دوسرے ماخذوں سے، بلکہ بعض بہترین کتابوں تک سے کام لینے کی کوئی دردسری نہیں اٹھائی۔ آئینی معاملات میں اس کی واقفیت ناقص تھی اور جنگی واقعات کے لکھنے کی بھی اسے خاص مہارت نہیں۔ مجموعی طور پر وہ بجائے مورخ کے، ایک خطیب یا انشاپرداز کی حیثیت سے تاریخ لکھنے بیٹھا ہے اور ادبی اعتبار سے اس کی تاریخ دنیا کی بڑی بڑی مشہور تاریخوں میں شمار ہوتی ہے۔ وہ پرُنویس انشاپرداز ہے اور قدیم نقادوں نے بھی اس کی کتاب دیکھکر کہہ دیا تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ الفاظ بھر دیتا ہے۔ اور اس "بھرتی" کے مقابلے میں سالوسٹ کی قلیل وقل تحریروں کو پیش کیا جاتا تھا،

دنیا کی ایک تاریخ پومپیوس تروگوس نے چوالیس اجزا میں تالیف کی جسے بابل کے نینوس کے حالات سے شروع کیا اور اپنے زمانے تک پہنچا دیا۔ اس کا نام "ہستوریا فلی پی کی" تھا۔ اصلی کتاب ہم تک نہیں پہنچی لیکن بعد کے زمانے میں کسی شخص جسٹی نوش نے اس کتاب کا خلاصہ تیار کیا تھا۔ وہ اب تک محفوظ ہے۔ عہد اغسطس کے دیگر تاریخ نویس ارون تیس اور فنیس تلا تھے۔ ان میں سے پہلے نے فنیقی محاربات کا حال سالوسٹ کے طرز پر تحریر کیا تھا اور دوسرا اشیائے قدیمہ کا محقق تھا جس نے اپنے "وقائع" میں لوگوں کی معاشرت اور آئین سلطنت پر خاص توجہ کی ہے۔

(۸)۔ سی جولیوس ہی جی نوس، اغسطس کا آزاد کردہ غلام اور پلاتی نوم کے کتب خانے کا مہتمم اس عہد کی ادبی تاریخ میں ایک خاص جگہ رکھتا ہے، اسے وارو کا جانشین، قدیم اشیا کا ماہر اور ہمہ دانی کے لحاظ سے "ہرفن مولا" سمجھنا چاہیے۔ اس نے بلاد اطالیہ، مشاہیر روما، فن فلاحت اور ورجیل کی شرح میں

کتابیں لکھی تھیں۔ یہ سب ضائع ہو گئیں۔ البتہ دیوی دیوتاؤں کی کہانیوں میں ایک کتاب "(فابولی") اور علم نجوم پر ایک کتاب اس کے نام سے اب تک سلامت ہیں اور غالبًا اسی کی تصنیف کئے ہیں۔

اشیائے قدیمہ کے اور بہت سے محققوں میں، جن کے نام ہمیں معلوم ہیں۔ دریو فلاکوس ضرور قابل ذکر ہے جس نے تقویم ("فاسٹی") پر ایک کتاب اور فقہ لغت پر ایک اور اعلیٰ درجے کی کتاب "دِ وربوردم سِگ نی فیکاتو" کے نام سے تالیف کی تھی[1]۔ ویت رو ویوس پولیو کی کتاب "دِ آرکی تک تورا" جو دس اجزا میں اب تک سلامت ہے اس واسطے اور بھی بیش بہا ہے کہ اس موضوع پر اس کے سوا اور کوئی اُس زمانے کی کتاب باقی نہیں رہی۔ یہ کتاب ۱۳ق م سے پہلے مکمل ہو کر اغسطس کے نام سے منتسب کر دی گئی تھی۔

دیگر فلسفی، انشا پرداز اور مقررین میں، جو اس عہد میں تحریر یا تقریر کرتے رہے کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس کا حال بعد کے لوگوں میں مقبول ہو سکے، تاہم فلسفیانہ تحریریں لکھنے والوں میں سکسٹ تیوس نیجر اور اس کے بیٹے کا جو باپ کا ہمنام تھا، اور خطیب انشا پردازوں میں پورکیوس لاترو کے نام لکھ دینے چاہئیں جس کے خطبوں کے بعض حصے اب تک سلامت ہیں۔ اسی طرح تقریر کرنے والوں میں تیز گفتار ہاتریوس، بیہودہ گو لابی نوس[2] اور دریدہ دہن کاسیوس سوی روس قابل ذکر ہیں، عہد اغسطس کے دو بڑے قانون داں ام ان ٹیس تیوس لابیو (۵۹ق م تا ۱۲ء) اور اس کا نوجوان حریف سی اتیوس کاپی تو (۴۳ق م تا ۲۲ء) تھے جنھوں نے دو قانونی حلقوں کی بنیاد ڈالی جو بعد میں پروکولی اور سابی نی حلقے کہلانے لگے۔

---

[1] یہ کتاب اب نہیں ملتی مگر فستوس کے طویل اقتباسات کی بدولت اس کے بعض اجزا سلامت رہ گئے ہیں۔

[2] ہر قسم اور ہر حیثیت کے شخص پر یہ منہ آتا تھا اور اسی لئے اس پر "رابیس" (یعنی جلے تن) کی پھبتی کہی گئی تھی۔

فصل سوم۔ یونانی علم ادب

۱۴۶ ق م اہل روما کے یونانی ممالک پر تسلط کے ساتھ، رومی تاریخ میں یونانی علم ادب کو بھی جگہ ملنے لگی۔ اغسطس کے زمانے تک یورپ، ایشیا اور مصر کے سب یونانی روما کی رعایا یا باج گزار حلیف بن گئے تھے لہذا یونانی علم ادب کو رومی تاریخ کے طالب علم کی توجہ کا استحقاق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اب بہت سے یونانی اپنے رومی حکمرانوں کی تاریخ اور آثار کہن کی تحقیق وتالیف میں مصروف ہو گئے تھے۔ ان میں سب سے پہلا اور سب سے مشہور یونانی پولی بیوس ہے جس نے روما کی تاریخ لکھکر ایک نظیر قائم کی۔ دور بادشاہی میں اس کی مثالیں بہت ملتی ہیں کہ روما کے متعلق مختلف مضامین پر یونانی میں کتابیں لکھی گئیں۔

جنگ اکشیئم کے تھوڑے ہی دن بعد دیُونی سیوس روما آیا اور بیس سال سے زیادہ عرصے تک یہیں رہا اور لاطینی علم ادب کا مطالعہ کرتا اور لاطینی مضامین پر اپنی زبان میں کتابیں لکھتا رہا۔ روما میں اس کی صحبت طبقۂ اعیان کے ارا کین کے ساتھ رہتی تھی اور اس لئے اس کی تحریروں میں جمہوریت پسندی کے جذبات نمایاں ہیں، اپنے ہم قوموں کو رومی حکومت سے مانوس کرنے کی کوشش میں اس نے پولی بیوس کی کتاب کا سلسلہ آگے جاری رکھا۔ چنانچہ پولی بیوس کے قلم نے ان کارہائے نمایاں کا خاکہ کھینچا جنھیں انجام دینا روما کے نصیب میں لکھا تھا تو۔ دیُونی سیوس نے یہ دکھایا کہ واقعی روما اس ناموری اور خوش نصیبی کی اہلیت رکھتا ہے، روما کے "آثار قدیمہ" پر جو کتاب اس نے لکھی اور ۷ ق م میں تکمیل کو پہنچی اس میں دیُونی سیوس نے دیوی دیوتاؤں کے قصّوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ رومی بالکل غیر (درپچھ) نہیں ہیں بلکہ ان میں اور یونانیوں میں قدیم رشتہ تھا۔ یہ گویا اس مہربانی اور عمدہ برتاؤ کا شکریہ تھا جو مصنّف کے ساتھ روما رہنے کے زمانے میں کیا گیا۔ دیُونی سیوس کی یہ کتاب بیس اجزا میں تھی جن میں سے صرف پہلے گیارہ بتمامہا سلامت رہے۔ اس کے طرز تحریر میں پولی بیوس کے رنگ کے بالکل خلاف

بہت لفاظی اور مضمون آرائی پائی جاتی ہے۔ اس کے ماخذ اچھے ہیں لیکن وہ تحقیقاتِ تاریخی اور استخراج نتائج کی قدر و قیمت نہیں سمجھتا بلکہ فرضی اشخاص کی زبان سے لمبی لمبی فصیح و بلیغ تقریریں کراتا ہے جن کی تاریخ میں کوئی اصلیت نہیں۔ وہ تاریخ کو "مثالوں کا فلسفہ" کہتا ہے۔ لیکن ادبی تنقید کے معاملے میں اسے پوری دسترس حاصل ہے اور اس کے مختلف ادبی رسائل جن میں وہ قدیم اساتذہ کے کلام پر بحث کرتا ہے قابلِ قدر ہیں[1] مگر بعض لحاظ سے دیونی سیوس کے ادبی رسائل سے بھی زیادہ مفید اور دلچسپ ایک شخص لونگی نوس[2] کی کتاب "زبانِ معلیٰ" (یا "اعلیٰ طرزِ انشا") پر ہے جو بظاہر پہلی صدی مسیحی کے اوائل میں لکھی گئی تھی۔ لیکن خود مصنف کے ذاتی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا، کتاب میں علم ادب پر نہایت سلیقے اور واقفیت کے ساتھ سبق آموز تبصرہ کیا گیا ہے اور مصنف عبرانی توراۃ سے بھی کسی قدر واقف ہے۔

دمشق کا نکولاوس (ولادت قریب ۶۴ سنہ ق م) شاہ ہیرود کا بڑا دوست اور یونانی اثرات پھیلانے میں اس کا مددگار تھا۔ انتونی اور کلیوپاترا کے بچوں کی تعلیم بھی اس کے سپرد کی گئی تھی۔ وہ نہایت پُرنویس شخص تھا اور فلسفہ، بیان و معانی اور تاریخی مضامین پر اس کی بہت سی تحریریں ہیں۔ اس کی سب سے بڑی کتاب دنیا کی تاریخ تھی جسے نہایت وسیع پیمانے پر شروع کیا تھا اور جسے لکھنے کی ہیرود نے ترغیب اور ہمت دلائی تھی۔ اس کتاب کے صرف بعض اجزا سلامت رہے ہے۔ البتہ سیزر (اغسطس) کی سوانح جو اس نے خوشامدانہ مدح کے رنگ میں لکھی ہے تمام و کمال محفوظ رہی اور تاریخی کتاب ہونے کی بجائے محض لفاظی کا نمونہ ہے۔

استرابو (۶۳ سنہ ق م تا ۲۳ سنہ ع) کا ضخیم "جیوگرافیکا" سترہ اجزا میں تاریخی اعتبار سے بڑے کام کی کتاب ہے کہ اس میں عہد اغسطس کے

---

[1] دیکھو اس کے رسائل، "مبادیات بلاغت و بیان" گیارہ حصوں میں۔ "الفاظ کا مناسب استعمال" (حسن بیان کے اثر کے اعتبار سے) "قدما کی تنقید" ایک بڑی کتاب کا ملخص "نقل کرنے پر" مختلف مضامین دموس تھنیس، توسی دیدس وغیرہ کے طرزِ تحریر پر۔

[2] اس مصنف کے نام اور زمانے کے متعلق بہت سے شکوک ہیں۔

بعض رومی مقبوضات کے چشم دید حالات محفوظ ہیں۔ استرابو کیپادوسیہ کے ایک اچھے خاندان کا فرد، اماسیہ کا اصلی باشندہ اور سکندریہ میں سکونت گزین ہوگیا تھا، وہ اسی زمانے میں جب ڈیونی سیوس آیا ہے، روما بھی آیا تھا لیکن تھوڑے ہی دن بعد چلا گیا، اس زمانے میں جس قدر ممالک معلوم ہوئے تھے، استرابو نے اُن سب کے حالات تحریر کئے ہیں لیکن اکثر صورتوں میں اُس کی معلومات بیشتر اپنے سے پہلی کتابوں سے ماخوذ ہے اور اسے خود عہد استرابو کی صحیح حالت کا خاکہ سمجھنا درست نہیں، کتاب کے جزو اوّل و دوم میں دنیا کے طبیعی حالات ہیں اور سوم سے دہم جزو تک یورپ کے، یازدہم سے شانزدہم تک ممالک ایشیا کے اور جزو ہفدہم میں افریقہ کے حالات بیان کئے ہیں، ایشیائے کوچک اور مصر کے متعلق اُس نے جو کچھ لکھا ہے وہ خاص طور پر قابل قدر ہے کیونکہ ان ملکوں سے وہ ذاتی واقفیت رکھتا تھا اور خود اپنے مشاہدات بیان کرتا ہے، ہسپانیہ کے حالات بھی بہت اچھے لکھے ہیں۔ اس ملک میں وہ خود نہیں گیا تھا لیکن غالباً روما کے زمانۂ قیام میں اس کے متعلق اُسے ضرور تازہ معلومات حاصل ہوئی ہوں گی، ہمیں استرابو کے جغرافیئے سے عہد اغسطس کے امن و فراغ کا بھی کسی حد تک اندازہ ہوتا ہے کہ اس عہد میں بر و بحر پر آیندہ و روندہ کو کیسا اطمینان حاصل تھا، استرابو نے "تاریخی" "یادداشتوں" کے نام سے ایک اور بڑی کتاب بھی چالیس حصّوں میں لکھی تھی لیکن وہ اب محفوظ نہیں رہی ؛

باب دوازدہم

تی بریوس کا عہد صدارت (سنہ۱۴ ق م تا سنہ۳۷ء)

ذیلی عنوان :- اغسطس کی وفات کے وقت تی بریوس کا مرتبہ - اندیشہ ہائے رقابت - اس کی تخت نشینی - (۲) اغسطس کی پرستش دیوتا بنا کے - اغسطس کی وصیت (۳) جرمانیہ او پانونیہ میں فوجوں کی بغاوت کو جرمانی کوس اور دروسوس کا فرو کرنا - (۴) جرمانی کوس کی حالت اور منصوبے - (۵) مارسی قوم پر اس کی فوج کشی سنہ۱۴ء میں - (۶) چروسکی قوم کے خلاف دو مہیں سنہ۱۵ء میں - واپسی میں رومیوں کے نقصانات - (۷) سنہ۱۶ء کی بڑی مہم تاسی توس کا بیان اس مہم کے متعلق جنگ اولیس تاویزو - (۸) جرمانی کوس کی مہمات کے حقیر نتائج - اس کی باز طلبی - جرمانیہ سے دست برداری - (۹) جرمانی کوس کا جلوس فتح - (۱۰) الی ریکم میں دروسوس کے انتظامات قوم سوابی - مار وبودوس کی معزولی اور راونا چلے آنا - ارمی نیوس کا خاتمہ (۱۱) جرمانی کوس کا مشرق میں بھیجے جانا - مسئلہ ارمینہ (۱۲) پیزو کی عداوت - جرمانی کوس کی موت - (۱۳) پیزو کی نافرمانی - تی بریوس کا طرز عمل - (۱۴) پیزو کا مقدمہ اور قتل - (۱۵) تاسی توس کی رائے جرمانی کوس اور تی بریوس کے متعلق - (۱۶) لیبو دروسوس کی سازش (۱۷) افریقہ میں تاکہ فاری ناس سے مقابلہ - بلیسوسس کی مہیں (۱۸) غالیہ کی بغاوت - فلوروس اور ساک رووِیر (۱۹) سابی نوس کا تھریس کی بغاوتیں فرو کرنا - (۲۰) فریسیو کیساتھ لڑائی (۲۱) غلاموں کی جنگ چھڑنیکا اندیشہ

فصل اوّل - تی بریوس کی تخت نشینی

(۱) یہ گویا طے شدہ بات تھی کہ اغسطس کی جگہ تی بریوس لے گا۔ کسی سیاسی انقلاب کا تو اہل رومہ کو خواب میں بھی خیال نہ آتا تھا۔ باقی بادشاہی کے متعلق ہر شخص سمجھتا تھا کہ یہ قدرتی طور پر اسی شخص کا حق ہے جو دیوتاؤں میں جا ملنے والے اغسطس سے اسی قسم کا تعلق رکھتا تھا جیسا کہ خود اغسطس کا جولیس دیوتا کے ساتھ تھا۔ تی بریوس، متوفی بادشاہ کا ولی عہد، متبنّیٰ اور شریک سلطنت تھا لہٰذا اس کی جانشینی ہر شخص کے نزدیک مقبول و مسلّم تھی۔ ان عام جذبات و آرا کے باوجود آئینی طور پر بادشاہی "موروثی نہ تھی" انتخابی تھی اور مجلس اعیان و جمہور آئینِ سلطنت کی خلاف ورزی کئے بغیر "منصب صدارت کسی ایسے شخص کے تفویض کر سکتے تھے جس کا جولیس کے خاندان سے کوئی علاقہ نہ ہو۔ خود اغسطس نے تین امیروں کے نام لئے تھے جن کا تی بریوس کے مقابلے میں کھڑے ہونا ممکن تھا۔ ایک لپی دوس کہ "اس منصب کی قابلیت رکھتا تھا لیکن اسے قابلِ نفرت سمجھتا تھا"۔ دوسری اسی نیوس گالوس جس کے "دل میں یہ خیال آنا ممکن تھا گو خود اس میں اس منصب کی پوری قابلیت نہ تھی" اور تیسرے اردن تیوس جو "نا اہل نہ تھا اور اس کے حصول کی جرأت بھی کر سکتا تھا بشرطیکہ عمدہ موقع ہاتھ آجائے"۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اردن تیوس سے بھی تی بریوس کو کچھ خطرہ نہ تھا البتہ اس کے رقیب اگر ہو سکتے تھے تو وہ خود اس کے دو خاندانی تھے۔ یعنی اس کا بھتیجا جرمانی کوس جو اُن دنوں غالیہ گیا ہوا تھا اور ریا اگریپا پوستوموس جو ابھی تک اسی جزیرے میں جہاں اس کے نانا نے جلاوطن کیا تھا، پڑا سوکھ رہا تھا مگر اغسطس کی وفات کے بعد ہی اس بدنصیب کو اس کے نگہبان نے ہلاک کر دیا اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے قتل کا حکم یا لیویہ نے دیا تھا یا خود تی بریوس نے۔

جس وقت اغسطس کی وفات کا اعلان ہوا تو تی بریوس نے تری بیونی اختیارات کی بنا پر جو اسے سال گزشتہ غیر معین زمانے کے واسطے عطا ہو گئے تھے، مجلس اعیان کا جلسہ منعقد کیا۔ فوج خاصہ کو وہ اپنی طرف سے "پلول" اور جیوش

باقاعدہ کے نام تحریری مراسلات پہلے ہی اس طرح بھیج چکا تھا گویا بادشاہ مقرر ہو چکا ہے۔ مگر اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کھلی ہوئی زبردستی یا غاصبانہ فعل تھے۔ کسی قدر بحث طلب ہے۔ اس لئے کہ یہ حجت پیش کی جا سکتی ہے کہ پروقنصلی اختیارات تی بریوس کو اغسطس کی زندگی ہی میں مجلس اعیان کی جانب سے مل چکے تھے اور اس لئے صدر کی وفات سے ان میں کوئی خلل نہیں پڑا، بایں ہمہ تی بریوس کے اس فعل سے اپنی جانشینی کا قبل از وقت یقین ضرور ظاہر ہوتا تھا اور اسی لئے بعد میں اس نے مجلس اعیان سے اس کی ایک پیرائے میں معذرت بھی کی۔ لیکن مجلس ہو یا جمہور اقنصل ہوں یا کوتوال اس کی اطاعت کا حلف لینے میں کسی نے ذرا بھی تامل کا اظہار نہیں کیا، اس کے پروقنصلی اختیارات کی تجدید یا توثیق کردی گئی اور وہ سب حقوق جو اغسطس کو علیحدہ علیحدہ قوانین وضوابط کی رو سے ملے تھے، تی بریوس کو بے شبہ ایک ہی جامع قانون ("لکس دِ امپیریو") کے ذریعے دیدیئے گئے! تی بریوس نے حکمت عملی کے ان اصول کی بنا پر جن کی اپنے پیشرو سے تعلیم پائی تھی، اتنی وسیع سلطنت کے تمام کاروبار کا بوجھ اٹھانے سے ظاہری عذر و تامل بھی کیا اور یہ تجویز کی کہ حکومت کے اختیارات و فرائض کو ایک شخص کی بجائے چند افراد میں تقسیم کر دینا مناسب ہو گا اگرچہ سب جان گئے کہ یہ محض زبانی باتیں ہیں گو یا یہ بھی اس دلچسپ سانگ کا ایک جزو تھا جو آئندہ ہر نئے صدر اور مجلس اعیان میں ہوتا رہا۔ اصلی کام کی بات جو اس موقع پر یاد رکھنی چاہیئے یہ ہے کہ اغسطس کا یہ طریقہ کہ بادشاہی کو چند سال کی مقررہ مدت کے واسطے لیا جائے، اس موقع پر ترک کر دیا گیا۔ ادھر عمر بھر کے واسطے منتخب ہونا خود تی بریوس نے قبول نہ کیا۔ لہذا کوئی میعاد ہی مقرر نہیں ہوئی۔ البتہ تی بریوس نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ جب ملک کو ضرورت نہ رہے گی تو میں صدارت سے مستعفی ہو جاؤں گا۔ مگر یہ بھی اسی قسم کی رسمی بات تھی جسے کسی نے کوئی اہمیت نہ دی۔

(۲) تی بریوس کا پہلا کام اغسطس کی تجہیز و تدفین اور اسے دیوتاؤں میں شامل کرانا تھا۔ اس کی ارتھی اراکین مجلس نے اٹھائی اور کامپوس مارتیوس

میں لاکے اسے جلایا اور اس کی ہڈیاں "شاہی مقبرے" میں دفن کرا دی گئیں۔ تی بریوس اور اس کے فرزند دروسوس دونوں نے ماتمی تقریریں کیں۔ مجلس نے "اغسطس دیوتا" کے نام پر مناد را ور پروہت مقرر کئے اور وہ بھی اپنے باپ "جولیس دیوتا" کا ہمسر بنا دیا گیا۔ اس کا وصیت نامہ آتش کدہ کی مقدس کنواریوں کی امانت میں رکھا تھا اب اسے نکال کر مجلس میں پڑھا اور عام طور پر شایع کر دیا گیا۔ اس میں اغسطس نے اپنی ذاتی املاک کی دو تہائی تی بریوس کے اور باقی لیویہ کے نام لکھدی تھی۔ اور لیویہ کو جولیس کے خاندان میں لینے اور "اوگستہ" (اغسطہ) کا لقب اختیار کرنے کی وصیت کی تھی۔ اور اگر یہ وُرثہ باقی نہ رہیں تو اس صورت میں ایک تہائی میراث کا مالک تی بریوس کے بیٹے دروسوس کو اور بقیہ کا جرمانی کوس اور اس کے تین بچوں کو وارث قرار دیا تھا۔ لیکن اس املاک میں سے اہل رومہ اور فوج خاصہ اور باقاعدہ کے سپاہیوں کو اتنا کچھ دینے کی وصیت تھی کہ ان ورثہ کے حصے میں کچھ بہت زیادہ مال نہیں آیا۔ اس میراث کے ساتھ دیرینہ سال بادشاہ نے (اپنے "شاہی خلاصے" میں) حکومت کے متعلق بھی بعض وصیتیں کی تھیں۔ ان میں اس نے بیرونی صوبوں کی رعایا کو رومہ کے ملکی حقوق دینے پر اظہار ناپسندیدگی کیا تھا۔ حدودِ سلطنت کی مزید توسیع کی مخالفت کی تھی اور تاکید کی تھی کہ سرکاری نظم و نسق میں جس قدر زیادہ قابل اشخاص مل سکیں، انھیں شریک کیا جائے، قرینہ کہتا ہے کہ ان میں سے دوسری وصیت غالباً خاص طور پر "ماورائے رہائن جرمانیہ" کے متعلق تھی اور اب ہمیں دیکھنا ہے کہ تی بریوس نے اس پر کس طرح عمل کیا۔

فصل دوم۔ جرمانی کوس اور دریائے رہائن

(۳)۔ تی بریوس کی حکومت کے پہلے چند ہفتے رہائن و ڈینیوب کی فوجی بغاوتوں سے کدر رہے۔ سپاہیوں میں ناراضی کی آگ بہت دن سے اندر ہی اندر سلگ رہی تھی اور صرف بوڑھے بادشاہ کا پاس و لحاظ تھا کہ اس کے شعلے اب تک نہ بھڑکے تھے۔ وہ سپاہی جن کے سپرد سرحد جرمانیہ کی حفاظت تھی اپنی تکلیفوں کا جو ایسے

دُور دراز فاصلے پر نہایت سخت موسموں میں انھیں اٹھانی پڑتی تھی، اور یہ قلت تنخواہ، طویل میعادِ خدمت اور اس کے بعد باقی ماندہ عمر کے واسطے ناکافی انتظام کا مقابلہ فوج خاصہ کے آسان کام اور بڑی بڑی تنخواہوں کے ساتھ کیا کرتے تھے جس کے سپاہیوں کو ملازمت کے بعد خود اطالیہ میں زمینیں ملنے کی بھی توقع ہوتی تھی۔ الغرض اغسطس کی وفات کی خبر سنتے ہی ڈینیوب و رہائن دونوں سرحدوں کے سپاہی وقت واحد میں بگڑ بیٹھے۔ پانونیہ کی فوج کے تین جیش جولیس بلیسوس کے ماتحت تھے۔ ان کے سپاہیوں نے اپنے سپہ سالار کی اطاعت سے انحراف کیا کہ ہماری تنخواہ میں اضافہ کیا جائے میعادِ خدمت گھٹا کر بیس کی بجائے سولہ سال کر دی جائے اور علیحدگی کے وقت سپاہیوں کو ان کا وظیفہ زرِ نقد کی صورت میں دیا جایا کرے۔ بلیسوس کو مجبور ہو کر اپنے بیٹے کو نئے بادشاہ کے پاس بھیجنا پڑا کہ یہ مطالبات اسکے روبرو پیش کر دے۔ ادھر اس اثنا میں سپاہیوں نے اپنا غصہ سرداران صدہ پر اُتار کر دل کی بھڑاس نکالی۔ (کیونکہ سپاہیوں کو سب سے زیادہ نفرت انھی عہدہ داروں کے ساتھ تھی) اور اپنے جنگی فرائض ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ تی بریوس نے فوج خاصہ کے چند دستے دے کر دروسوس کو بھیجا کہ وہ اس شورش کو رفع دفع کر دے لیکن کسی رعایت کا کوئی صاف وعدہ نہیں کیا اور جب سپاہیوں نے دیکھا کہ دروسوس ان کے مطالبات پورا کرنے کی بجائے حیلے حوالوں سے بات ٹالنی چاہتا ہے تو وہ نہایت غضبناک ہوئے اور نوجوان شہزادہ اُن کے غصے کا شکار ہونے سے بال بال بچا۔ مگر حسن اتفاق سے اسی زمانے میں چاند گرہن واقع ہوا جس سے وہمی سپاہی سخت خوف زدہ ہو گئے۔ اسی پشیمانی اور ندامت میں انھوں نے دروسوس کے مبہم قول و قرار کو قبول کر لیا اور پھر اپنے فرائض کی بجا آوری پر آمادہ ہو گئے۔ شورش کے سرغنے حوالہ کر دیے گئے تھے اور انھیں سزائے موت دی گئی۔

مگر دوسری شورش جو رہائن کی سپاہ میں برپا ہوئی۔ اس سے کہیں زیادہ خطرناک تھی۔ پانونیہ میں کسی دوسرے شخص کے بادشاہ بنائے جانے کا احتمال نہ تھا بحالیکہ یہ خطرہ رہائن کی طرف موجود تھا۔ یہاں جرمانی کوس سیزر غالیہ کا صوبہ دار

اور آٹھ جیوش کا سپہ سالار سرحد جرمانیہ پر متعین تھا اور اپنے منہ بولے باپ تی بریوس کی جانشینی کے واسطے نامزد بھی ہو چکا تھا۔ اب شمالی جرمانیہ کے سپاہیوں نے اسے بلا تاخیر بادشاہ بنانے کا منصوبہ سوچا۔ اور نہ صرف معیار ملازمت اور محنت میں تخفیف اور تنخواہ میں بیشی کا مطالبہ کیا بلکہ جرمانی کوس کو رومہ لے جا کر بادشاہ بنانیکا ارادہ بھی ظاہر کر دیا، جرمانی کوس اُن دنوں غالیہ کی مردم شاری کے کام میں مصروف اور لگودونم میں آیا ہوا تھا اور شمالی افواج ایک تجربہ کار سردار اولوس کیسینا کی ماتحتی میں تھیں۔ اور جنوبی فوجوں کا انتظام سی سیلوس کے سپرد تھا، جس وقت شورش کی اطلاع جرمانی کوس کو ہوی تو وہ فوراً شمالی افواج کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوا، جو اس وقت اوبیای میں تھی، اور اہل شورش کے سامنے آیا۔ یہ سماں بھی نہایت جوش انگیز تھا۔ ایک طرف تو سپاہی اپنے عزیز سپہ سالار سے منتیں کر رہے تھے کہ ہماری تکلیفیں دور کی جائیں اور اسے اپنے زخم اور بدھیاں دکھاتے اور آخر میں خود رومہ پر فوج کشی کی ہمت دلاتے تھے کہ وہاں چل اور تخت شاہی پر قبضہ کر لے۔ اور اُدھر جرمانی کوس انھیں سمجھاتا اور تی بریوس کی خوبیاں سراہ رہا تھا۔ آخر جوش اتنا بڑھا کہ سپہ سالار کو سپاہیوں کے سامنے سے ہٹا لیجانے کی ضرورت ہوئی۔ یہ بہت نازک موقع تھا۔ اہل شورش شہر اوبیای کو تاراج کرنے اور غالیہ کے شہروں کو لوٹ لینے کے مشورے کر رہے تھے اور اُدھر یقین تھا کہ رہائن پار کے جرمن دشمن فوجی نظم کے درہم برہم ہو جانے سے فوری فائدہ اٹھانے میں کوتاہی نہ کریں گے۔ انجام کار جرمانی کوس کو تی بریوس کی طرف سے سپاہیوں کے مطالبات ماننے ہی بن پڑی۔ اس نے وعدہ کیا کہ انکی میعاد خدمت کم کر دی جائے گی اور انھیں معقول رقوم عطا کی جائیں گی۔ تب رومی جیوش اپنے سرکاری مقام کی طرف واپس گئے۔ یعنی دو جرمانی کوس کے ماتحت اوبیای (= اوپی ڈم اوبی اورم) کی چھاؤنی میں اور دو جیوش کیسینا کے ماتحت کاسترا وتیرا روانہ ہوے لیکن عین اسی وقت رومہ سے قاصد آئے کہ اس شورش کے اسباب کی تحقیقات کریں اور جب سپاہیوں نے دیکھا کہ جو رعائتیں ان کے ساتھ کی گئی تھیں، ممکن ہے کہ ان کی منظوری نہ ملے تو پھر زیادہ شدت سے بغاوت پھوٹ پڑی۔ جرمانی کوس نے

فیصلہ کیا کہ اپنے بیوی بچوں کو لشکر گاہ سے باہر بھیجدے۔ مگر ان کی فراری کو مخفی نہیں رکھا گیا تھا اور اس لئے یہ صاف معلوم نہیں ہوتا کہ آیا اسے اُن کی سلامتی کی طرف سے کوئی خاص اندیشہ تھا یا نہیں ؟ وہ دن دھاڑے اور سارے لشکر کے سامنے رخصت ہوئے۔ اور اگری پینہ کو گود میں اپنے بچے گایوس کو لیجاتے دیکھکر ہی سپاہیوں کے دل میں انفعال پیدا ہوا۔ یہ بچہ لشکر ہی میں پیدا ہوا اور پلا تھا۔ اور اسے کھیل میں "کالی گی" یعنی فوجی منڈے پہناتے اور اسی بنا پر "کالی گلا" (یعنی "منڈے") کہکر چھیڑا کرتے تھے۔ ادھر اگری پینہ کے باپ اگری پا، نانا اغسطس اور خسر دروسوس کی یاد نے ان کے جذبات فخر و ناز کو تازہ کر دیا اور جب انھیں معلوم ہوا کہ وہ غالیہ کے شہر تریوری کو جائے گی تو انھیں ایسا رشک آیا کہ اپنے سپہ سالار سے صلح کرنے پر تیار ہو گئے۔ جرمانی کوس نے اس وقت کو مساعد جانا اور انھیں سمجھا بجھا کر اپنی نوکری پر واپس بلا لیا۔ انھوں نے گھٹنوں کے بل گر کر قصور کی معافی مانگی اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے سرغنوں کو سزا کے لئے حوالے کر دیا۔ قرینہ کہتا ہے کہ بیوی بچوں کو اس طرح رخصت کرنے کی تدبیر جرمانی کوس نے جان کر نکالی تھی کہ شاید اسی طرح اہل شورش مروت و انسانیت کے جوش میں آکر صلح پر آمادہ ہو جائیں۔

اس طریق پر اوبیائی کی چھاؤنی کا خطرہ دور ہوا۔ کاسترا ویترا میں تجربہ کار کیسینا کی باتدبیری نے فوجی نظم کو بحال کر دیا اور ادھر موگن تیاکم کی چھاؤنی میں جنوبی فوجوں میں شورش پھیلانے والوں کی کوشش ظاہرا بالکل ہی ناکام رہی۔

(۴) تی بریوس کے بادشاہ ہونے میں ہی سب سے بڑا خطرہ تھا جو مذکورہ بالا طریق پر زائل ہوا جس کے لئے وہ اپنے بھتیجے کی وفاداری کا جس قدر شکریہ ادا کرتا کم تھا۔ جرمانی کوس ایسے وقت میں جب کہ دریا میں چڑھاؤ آرہا تھا اور اس کے ذریعے وہ چاہتا تو ممکن تھا کہ تخت سلطنت تک پہنچ جائے، اغوا کرنے والوں کے لالچ میں نہ آیا اور بے وفائی کرنے سے محترز رہا۔ اگر اس موقع پر وہ سرحد جرمانیہ کی فوجیں لے کر روما پر چڑھائی کرتا تو کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ آخر میں فتح کا سہرا اسی کے سر رہے گا لیکن ملک میں دوبارہ خانہ جنگی تو ضرور برپا ہو جاتی۔ جرمانی کوس

اچھی خاصی قابلیت کا آدمی تھا اور اس کی خوش خلقی اور ملنساری نے ہر جگہ اس کے طرف دار پیدا کر دیئے تھے۔ لشکر میں وہ سپاہیوں سے بے تکلف ملتا جلتا تھا اور وہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ قبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کرنے کا یہ گر اسے اپنے باپ سے ورثے میں ملا تھا بایں ہمہ اس میں باپ کی سی غیر معمولی ذہانت نہ تھی پھر بھی اس کے دل میں ارمان تھا کہ دروسوس نے جو کام اس شان سے شروع کیا تھا اس کی تکمیل اور ایک دفعہ پھر رومہ کا عقابی پرچم البیس کے کنارے تک لیجائے شورش و فساد کے دفع ہوتے ہی نوجوان سیزر (جرمانی کوس) نے دل برداشتہ جیوش سے کام لینے کا ارادہ کیا کہ وہ خود بھی جنگی خدمت کرنے کے مشتاق تھے۔ جرمنوں کے ساتھ پچھلے چند سال سے لڑائی رکی ہوئی تھی۔ لیکن واروس کی ہزیمت کے بعد سے کسی باقاعدہ عہدنامہ کی نوبت نہ آئی تھی اسلیئے رومیوں کا یکبارگی یورش کرنا بالکل جائز فعل تھا۔ سوال ہو سکتا ہے کہ آیا بادشاہ کی صریح اجازت لئے بغیر جرمانی کوس کا حملہ کرنا اس کے اختیارات میں بھی داخل تھا؟ لیکن اصل یہ ہے کہ جب اغسطس نے جرمنوں سے سرحد کی حفاظت اور لڑائی کے تمام انتظامات کی غرض سے جرمانی کوس کو اتنی بڑی سپہ سالاری تفویض کی تھی تو پھر یہ بات یقینی طور پر اس کے اختیار تمیزی پر چھوڑی گئی ہوگی کہ وہ کب اپنی فوج کو آگے بڑھائے اور کب پیچھے ہٹ آئے۔

(۵)۔ ۱۴ء کے نکلتے جاڑے جنوبی جیوش اور اعشار (کوہورت) نے دریا کو عبور کیا اور سیلوا کیسیہ نیز اس پشتے سے آگے نکل گئے جسے واروس کی ہزیمت کے بعد تی بریوس نے رومی علاقے کی حد یا "باڑ" کے طریق پر بنوا دیا تھا گویا اب وہ مارسی قوم کی زمین میں پہنچ گئے جو اُن دونوں ندیوں کے درمیان جنھیں آج کل لیپ اور ریور اکہتے ہیں، آباد تھی۔ ہراول کے چند نیم مسلح دستے کیسینا کے ماتحت آگے تھے کہ راستے کی دیکھ بھال اور صفائی کرتے ہوئے چلیں مارسی قوم کے متعلق یہ اطلاع بھی مل گئی تھی کہ وہ رات کو کسی تہوار کے منانے میں مشغول ہوں گے چنانچہ جب سورج چھپے رومی فوجیں ان کے دیہات کے

قریب پہنچیں تو وہ آسانی سے حملہ آوروں کا شکار ہو گئے۔ جیویش کو چار مثلث نما (" گیونئی ") حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور انھوں نے پچاس میل تک آگ اور تلوار سے سارا علاقہ ویران و تباہ کر ڈالا اور زن و بچہ کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ مارسیون کے سارے معبد، خاص کر تامفانہ دیوی کا مقدس استھان، گرا کے زمین کے برابر کر دیے گئے۔

مارسی قوم کے اس انجام نے نواح کی دوسری قوموں میں جنگ کا جوش بھر دیا۔ بروک تری جو شمال میں آباد تھے، توبان تس جو ریوبا ندی کے کنارے بستے تھے، اور اُسی پیٹیس جو لوپیا اور منوس ندیوں کے درمیان سکونت رکھتے تھے، سب کے سب ہتیار سنبھال کر اُٹھ کھڑے ہوے۔ انھوں نے اپنے مورچے اُن جنگلوں میں قائم کئے جن سے ہو کر حملہ آوروں کو واپس آنا تھا۔ لیکن رومی فوج کے جوش اور سپہ سالار کی ہوشیاری نے دشمن کو پریشان کر دیا اور جیویش اپنے سرکاری مقام تک صحیح سلامت پہنچ گئے۔

واضح رہے کہ شمالی رائن کی فوجوں میں شورش کی خبر نے اہل رومہ خاص کر تی بریوس کو بہت مشوش کر دیا تھا۔ اس لئے اور بھی کہ پانونیہ کے سپاہیوں کے بگڑ بیٹھنے کی اطلاع اسی زمانے میں وہاں پہنچی تھی۔ پانونیہ کی فوج بلے شبہ اطالیہ سے قریب تھی لیکن تعداد میں رائن کی افواج کہیں زیادہ تھیں۔ غرض بادشاہ اسی تردد میں رہا کہ اُس کی موجودگی کہاں زیادہ ضروری ہوگی اور چونکہ وہ ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ کو ترجیح دینا بھی مصلحت کے خلاف سمجھتا تھا، لہذا وہ کہیں بھی نہ گیا اور رومہ ہی میں بیٹھا صورت حالات کو دیکھتا رہا۔ آخر جرمانی کوس کی شورش فرو کرنے کی خبر ملی جس سے نہایت اطمینان ہوا۔ مگر اب جو اس چھوٹی مہم میں جرمانی کوس نے جنگی کامیابی پائی تو لوگوں کو شبہ ہے کہ یہ بات تی بریوس کو ایسی خوش نہ آئی۔ مگر دل میں وہ خوش نہ تھا تو بھی اُس نے اپنا حسد چھپا لیا اور مجلس اعیان میں بھتیجے کے اس کارنامے کی تعریف کی اور اسے جلوس فتح کا اعزاز دینا منظور کیا۔

(۶)۔ آیندہ سال جرمانیہ پر دو جداگانہ حملے کئے گئے لیکن یہ ایک دوسرے

کے ساتھ وابستہ اور ایک ہی منصوبے کے ماتحت تھے، واضح رہے کہ جرمن اقوام میں سب سے طاقتور اور رومیوں کی دشمنی میں سرگرم ارمی نیوس کی قوم چرو سکی تھی۔ آزادی کی اس جدوجہد میں جس کا واروس کی ہزیمت پر خاتمہ ہوا یہی لوگ پیش پیش تھے۔ جرمانی کوس کو بھی جذبۂ انتقام نیز بہ اقتضائے مصلحت سب سے زیادہ جوش اسی قوم کے خلاف آتا تھا۔ اُس نے لڑائی کا جو نقشہ بنایا اس کا مقصود یہ تھا کہ گردونواح کی دوسری قومیں چروسکیوں کو مدد دینے سے روک دی جائیں اور پھر ان پر حملہ کیا جائے۔ چروسکیوں کے سب سے قوی ہمسائے چیٹی تھے اور جرمانی کوس کی پہلی فوج کشی اسی قوم کے خلاف ہوئی۔

(۱) موسم بہار میں شمالی رہائن کے چار جیوش نے کاسترا وتیرا سے کوچ کیا اور کیسینا کے ماتحت دریا کو عبور کر گئے جس کا کام یہ تھا کہ اس طرف سے چیٹوں کو کوئی کمک خاص کر چروسکی اور مارسی قوم کی امداد نہ پہنچنے دے۔ کیسینا کی فوج کے ساتھ این روئے رہائن جرمن اقوام کے امدادی دستے بھی لگا دئے گئے تھے یعنی بتاوِیہ اوبیائی اور سوسگا میری کے جرمن سپاہی، اُدھر خود جرمانی کوس جنوبی رہائن کے چار جیش لے کر کوہ تونوس کے علاقے میں گھس گیا اور چیٹوں پر اس طرح یکبارگی جا پڑا کہ وہ کوئی بڑی مزاحمت بھی نہ کر سکے۔ اور ان کا قلعہ ماتیم رومیوں نے توڑ پھوڑ کے بے نشان کر دیا۔ اس تدبیر سے چیٹوں میں یہ قوت نہ رہی کہ چروسکیوں کے ساتھ مل کر کوئی کام کر سکیں۔ ادھر چروسکیوں میں اس وقت خانگی نزاع برپا ہو رہی تھی اور خود سگیس تس تیوتوبرگ کے سُورما اور اپنے داماد ارمی نیوس کے مقابلے میں رومیوں سے مدد مانگ رہا تھا۔ سگیس تس کے قاصد جرمانی کوس کے پاس اس وقت پہنچے جبکہ وہ رہائن کی طرف واپس جا رہا تھا اور انھوں نے التجا کی کہ ہمارے آقا کو دشمنوں کے پنجے سے جنھوں نے اس کا محاصرہ کر رکھا تھا، نجات دلاؤ۔ چنانچہ رومی فوجیں پھر پلٹیں اور چروسکیوں کے علاقے میں پہنچ کر انھوں نے اپنے حلیف کو دشمنوں سے رستگاری دلائی۔ اس دستگیری کے معاوضے میں سگیس تس نے بھی اس مالِ غنیمت کا کچھ حصہ جو جرمنوں نے واروس کی فوج سے چھینا تھا، واپس دیا اور بعض خاص یرغمال بھی جن میں خود

اس کی بیٹی اور ارمی نیوس کی زوجہ تھوس نلدہ بھی شامل تھی، رومیوں کے حوالے کر دیئے۔ ارمی نیوس کو بیوی کے اس طرح گرفتار ہونے سے نہایت طیش آیا اور اس نے اپنی قوم کو اشتعال دینے میں کوشش کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور ایک ذی اثر سردار اِن گیومر کو جو اب تک رومیوں کا ساتھ دیتا رہا تھا، اپنا طرف دار بنانے میں کامیاب ہو گیا۔

(۲) مارسی قوم کو پوری طرح شکست دینے کے بعد جرمانی کوس اور کیسینا اپنے مستقر پر واپس آگئے اور دشمن کے خلاف ایک زبردست مہم کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس مہم کا نقشہ وہی تھا جس پر عمل کر کے پہلے دروسوس نے فتح حاصل کی تھی، فوج کے تین حصے کر دیئے گئے تھے۔ کیسینا اپنے جیوش کیساتھ بروکٹری کے علاقے سے گزر رہا تھا کہ بالائی امیسیہ کے کناروں تک پہنچ جائے اور جرمانی کوس اپنے جنوبی جیش لے کر جہازوں میں سوار ہو گیا تھا کہ بحر شمالی کے ساحل ساحل ہو کر دریا کے دہانے سے اندر داخل ہو۔ اسی طرح تیسری تیسرا دستہ جس میں صرف سوار فوج تھی فدوالبی نوانوس شاعر کے ماتحت فریسی قوم کے علاقے سے گزر کر اسی ندی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان تینوں کو مقررہ مقام پر مل جانے میں کامیابی ہوئی اور اب انھوں نے امی سیہ اور لوپیہ کے درمیان علاقے کو دُور دُور تک تاراج و ویران کر ڈالا۔ تیوتوبرگ کا جنگل جہاں اب تک واروس اور اس کے ساتھیوں کی ہڈیاں غیر مدفون پڑی تھیں اس جگہ کے قریب تھا اور جرمانی کوس سے یہاں آئے اور ان فرسودہ ہڈیوں پر ایک گنبد تیار کرائے بغیر نہ رہا گیا اسی موقع پر ان مقتول رومیوں کے واسطے موتی کی رسوم ادا کی گئیں، اس بھیانک اور سناٹے کے مقام کو دیکھ کر جرمانی کوس کے سپاہی نہایت متاثر ہوئے لیکن تھوڑی ہی دیر بعد خود انھیں اسی قسم کے جال سے نکلنے کی پڑ گئی جس میں کہ واروس کی فوج پھنس کر برباد ہو چکی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مرتبہ بھی ارمی نیوس نے اسی جنگل میں اپنی فوجیں چھپا دی تھیں اور رومیوں نے ناگہانی حملے سے محفوظ رہنے کا پورا سامان نہیں کیا تھا۔ تاہم جرمانی کوس اور کیسینا واروس کی نسبت زیادہ باتدبیر سپہ سالار تھے۔ اور اگرچہ دشمن کو

شکست نہ دے سکے پھر بھی اپنی فوجوں کو کسی قدر دقّت سے امی سیہ تک ہٹا لائے۔ البتہ یہاں سے رہائن تک واپسی اتنی آسان نہ تھی۔ فدو تو سواروں کو لے کر بلا کسی آفت گزند کے اپنے مستقر تک پہنچ گیا لیکن کیسینا کے راستے میں دلدلیں اور دشوار گزار ملک تھا اور اسے ارمی نیوس اور انِ گیومر کی جرمن سپاہ نے اسی طرح گھیر لینے کی کوشش کی جس طرح واروس کو گھیر لیا تھا۔ ان مشکلات میں آزمودہ کار کیسینا کے حواس اور استقلال میں فرق نہ آیا اور وہ فوج میں بھی نظم قائم رکھنا جانتا تھا بایں ہمہ اگر دشمن ہی سے ایک غلطی نہ ہو جاتی تو ممکن تھا کہ رومی فوج اس گرداب بلا سے سلامت جانے نہ پاتی۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ جرمنوں نے رومیوں کے بار برداری اور رسالے پر حملہ کیا اور اس میں کامیاب ہوئے پھر اسی خوش نصیبی پر بھول کر وہ خاص رومی لشکر گاہ پر حملہ آور ہوئے۔ ارمی نیوس نے انھیں روکا تھا لیکن انھوں نے اس کے مشوروں کو نہ مانا اور حملہ کر دیا۔ جب تک وہ لشکر گاہ کی باڑ تک پہنچے، کیسینا خاموش رہا لیکن ان کے قریب آتے ہی وہ یک بہ یک پھاٹک کھول کر محاصرین پر جا پڑا۔ جرمنوں کو سخت شکست ہوئی ان گیومر گہرا زخم آیا اور پھر رومیوں کا راستہ روکنے والا کوئی نہ رہا۔ ان کے کاستر اپہنچنے سے پہلے وہاں افواہ اڑ گئی تھی کہ رومی فوج تباہ ہو گئی اور تجویز ہو چکی تھی کہ رہائن کا پل توڑ دیا جائے۔ لیکن اگری پینہ کی مروّت اور دلیری نے پسپا ہونے والی راہ مراجعت کو منقطع ہونے سے بچا لیا۔ وہ خود پل کے سرے پر جا کھڑی ہوئی اور صاف کہہ دیا کہ جب تک باقی ماندہ رومی سپاہی نہ آجائیں گے میں اس جگہ سے نہ ہلوں گی۔ اس عالی ہمتی کا صلہ یہ ملا کہ نہ صرف "باقی ماندہ" (جیسا کہ غلط خیال تھا) بلکہ پورے چار جیش واپس آتے ہوئے نظر آئے۔

خود جرمانی کوس کی واپسی بھی مشکلات اور شدید نقصانات کے بغیر نہ ہوئی فریسی ساحل پر پانی اس اس قدر کم تھا کہ اسے جہازوں کا بوجھ ہلکا کرنا اور دو جیشوں کو اتارنا پڑا کہ وہ براہِ خشکی کوچ کریں۔ اسی میں زمانہ اعتدالین کے یک بہ یک سمندر چڑھ آنے کی وجہ سے بہت سے سپاہی اور ساز و سامان تلف ہوا غرض

مجموعی طور پر یہ مہم کچھ بہت کامیاب نہ رہی اور واپسی کے خطرات و نقصانات نے اس کی رہی سہی کامیابی کو دھندلا کر دیا۔ نظر برایں تی بریوس کا اتنے کثیر خرچ کے بعد ایسے معمولی نتائج برآمد ہونے پر بڑبڑانا بیجا نہ تھا۔ یوں بھی جرمانی کوس نے جو کامیابیاں حاصل کی تھیں، وہ محض ہنگامی تھیں اور جس ملک کو اس نے ویران و تاراج کیا اس پر مستقل قبضہ کرنے کی کوئی تدبیر عمل میں نہیں لائی گئی۔ نہ اس نے آمد رفت کا کوئی باقاعدہ راستہ بنایا نہ وہاں قلعے تعمیر کئے۔ واروس کی ہزیمت گاہ میں اس کا جانا بھی مورد اعتراض ہو سکتا تھا۔ ادھر تی بریوس شکی مزاج کا آدمی تھا اور اپنے ہر دلعزیز بھتیجے سے حسد اور غالباً خوف بھی دل میں رکھتا تھا۔ دارالسلطنت میں جرمانی کوس کے ایسے دشمن موجود تھے جو بادشاہ کے ان جذبات کو اور بھڑکانا چاہتے تھے۔ بایں ہمہ تی بریوس نے ابھی تک جرمانی کوس کے منصوبۂ فتوحات میں رخنہ اندازی نہ کی اور گذشتہ سال کے کارناموں کے متعلق بھی یہی خیال ظاہر کرتا رہا کہ وہ جلوس فتح کے اعزاز کے مستحق ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس نے یہی طے نہیں کیا تھا کہ جرمانیہ کی فتح کچھ مفید اور ضروری بھی ہے یا یہ کہ اس پر مستقل قبضہ بھی کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۷) جرمانی کوس کی دوسری اور آخری مہم (۱۶ء میں) زیادہ وسیع پیمانے پر آراستہ کی گئی تھی۔ اس مرتبہ اسے چروسکی قوم کی آخری مزاحمت کا خاتمہ کر کے البیس تک پہنچ جانے کی امید تھی۔ جہاں دریا چوڑا ہو کر وہالیس کی شاخوں میں منقسم ہوتا ہے، وہاں ایک ہزار جہازوں کا بیڑا جمع کیا گیا تھا اور اسی میں ساری فوج سوار ہو کر فوسیا ور وسیانا تک آئی تھی جہاں جرمانی کوس نے اپنے باپ کے کارناموں کو یاد کیا اور اسی کی روح سے استمداد کی، روانگی سے پہلے اس نے حفظ ماتقدم کے لئے جیش سالار سیلیوس کو بھیج دیا تھا کہ وہ چٹیوں پر فوج کا دباؤ رکھے۔ اور خود ۶ جیش لے کے وادی لوپیہ تک بڑھ آیا تھا کہ وہاں مورچوں یا قلعوں پر قبضہ کرلے اور فوج کی واپسی کے لئے سامان خوردنی فراہم کر لیا جائے۔ اس انتظام کے بعد فوج پھر جہازوں کے ٹھیرانے اور محفوظ رہنے کا بندوبست کر کے

رومی سپاہی جنوب مشرق کی سمت میں ویزورجیس کی جانب بڑھے، جہاں جرمن اپنے اتھک سردار ارمی نیوس کے ماتحت جمع ہوئے اور رومیوں کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرچکے تھے۔ گویا آخر کار تقدیر نے آزادیٔ جرمانیہ کے سب سے دلیر حامی اور رومی حملہ آور کو ایک مقام پر جمع کردیا کہ آج کھلے میدان میں لڑ کر اپنی قوت آزمالیں!

اس معرکہ آرائی کا حال بیان کرنے میں جس میں جرمانیہ کی قسمت اور اسی کے ساتھ مؤرخ کے ممدوح جرمانی کوس کے نصیب کا فیصلہ ہوا تھا تاسی توس جیسے محتاط و متین مؤرخ کا قلم بھی موقع کے مناسب جوش میں آگیا ہے۔ اور فتح جرمانیہ کی داستان میں اس نے بعض اس قسم کی حکایتیں بھی داخل کردی ہیں جن سے شاعرانہ مبالغے کا رنگ جھلکتا ہے اور نوجوان سپہ سالار کی وہ شان نظر آتی ہے جس کا وہ اپنے کارناموں کے لحاظ سے شاید ہی مستحق سمجھا جائے۔ ویزورجیس کے دوسرے کنارے پر سامنے کھڑے ہوکر ارمی نیوس کے اپنے غدار بھائی فلاوس سے زبانی گفتگو کرنے کی روایت اگر صحیح نہیں تو بھی حسب حال اور خوب گھڑی گئی ہے۔ فلاوس رومیوں کی ملازمت میں اپنی ایک آنکھ تک کھو بیٹھا تھا۔ ارمی نیوس اس کی صورت بگڑنے کا سبب دریافت کرتا ہے اور جب اسے اصل واقعہ معلوم ہوتا ہے تو پوچھتا ہے کہ "پھر؟ تجھے صلہ کیا ملا؟" "تنخواہ میں اضافہ۔ سونے کی زنجیر اور ایک تاج اور دیگر فوجی اعزازات . . ." یہ جواب سنکر ارمی نیوس نے ناک بھوں چڑھائی اور حقارت سے کہا "یہ سب غلامی کے تمغے ہیں!" جواب میں فلاوس نے روما اور تاجدار روما کی عظمت و شوکت کی ستائش کی۔ ارمی نیوس اسے جرمانیہ کی آزادی اور قومی دیوتاؤں کے واسطے دلاتا رہا حتّٰی کہ گفتگو گرم ہونے لگی اور ہوتے ہوتے غصّے کی یہ نوبت پہنچی کہ دونوں بھائی دریا میں پھاند کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن رومی سپاہیوں نے روکا اور فلاوس کو کنارے سے کھینچ کر زبردستی ہٹا لیگئے۔ اس مکالمے اور مجادلے کے قصّے میں فسانہ طرازی کا رنگ پایا جاتا ہے اور یہی کیفیت جرمانی کوس کی شب گردی کی روایت کی ہے کہ جب دشمن کے علی الرغم رومیوں نے ویزورجیس کو عبور کیا اور دشمن ہٹ کر اپنے ایک مقدس جنگل کے گوشوں میں جا چھپا تو اطلاع ملی کہ اب ارمی نیوس رومی لشکر گاہ پر شبخون مارنیگا

ارادہ کر رہا ہے۔ اس وقت، تاسی توس کا بیان ہے کہ جرمانی کوس کو اپنے سپاہیوں کی طبیعت اور اپنے جیوش کا اندازہ کرنے کی خواہش پیدا ہوئی (جس طرح انگریزی تاریخ میں ہنری پنجم کے متعلق اسی قسم کی روایتیں مشہور ہیں) اور اس نے بھیس بدل کر پوستین شانوں پر ڈالی اور ایک فقیر کو ساتھ لے کر تمام لشکر گاہ میں گشت کیا اور خیموں کے پیچھے کھڑے ہو ہو کر سپاہیوں کی باتیں سنیں۔ یہ دیکھ کر کہ سپاہی "غدار" دشمن کو سزا دینے کے جوش میں بھرے ہوئے ہیں اور خود اس کی صفت وثنا کے باآواز بلند گیت گاتے ہیں، جرمانی کوس بہت خوش ہوا۔ وہ گشت کر ہی رہا تھا کہ ایک جرمن سوار لشکر گاہ کے فصیل کے قریب آیا اور ارمی نیوس کی طرف سے لاطینی زبان میں دعوت دی کہ جو رومی سپاہی چاہے اپنا لشکر چھوڑ کر ہماری طرف آجائے اور زن زر زمین ہر چیز کے لالچ دلائے۔ مگر ادھر سے حقارت کے ساتھ جواب ملا تو یہ کہ "ذرا دن کو نکلنے اور لڑائی کو شروع ہونے دو تمھاری زن و زمین کو ہم خود چھین لیں گے!"

جنگ ادیس تاویزو کے میدان میں واقع ہوئی جو ویزور جیس کے دائیں کنارے پر غالباً پورتا وستا فالیکا کے جنوب میں واقع ہے جرمنوں کی فوج پہاڑی کی ڈھلانوں پر تھی اور اس کے پیچھے جنگل تھا جس میں خاردار جھاڑیاں نہ تھیں لہذا پیچھے پناہ لینے کی بہت محفوظ جائے موجود تھی۔ مگر چروسکی پہاڑیوں کے اوپر صف آرا تھے کہ عین گھمسان میں رومیوں پر ٹوٹ کر گریں۔ رومی فوج سامنے میدانوں کی طرف سے بڑھی کہ جرمنوں پر حملہ کرے اور جرمانی کوس نے ایک رسالے کو حکم دیا کہ وہ چکر دے کے دشمن کے بازو پر نکل آئے اور عقب سے حملہ کرے۔ یہ چال پوری طرح کارگر ہوئی اور جرمن فوجیں جو آڑ میں کھڑی تھیں، دب کر جنگل سے آگے میدان میں نکلنے پر مجبور ہوئیں۔ اور ادھر ان کی سامنے میدان میں نکلی ہوئی صفیں رومی جیوش کے سیلاب کے سامنے نہ ٹھیر سکیں اور پیچھے جنگل کی طرف پسپا ہوئیں جس سے ان میں سخت انتشار اور بے ترتیبی پیدا ہوگئی۔ اس بے ترتیبی کو چروسکیوں نے اور بڑھا دیا جنھیں رومی رسالے نے عین لڑائی کے وقت پہاڑیوں کے اوپر سے نیچے ڈھکیل دیا تھا۔ ارمی نیوس سر بکف لڑتا اور لڑائی کو

سنبھالنے کی کوشش کرتا رہا لیکن وہ اور اس کے ساتھی رومیوں میں گھر گئے اور صاف نظر آنے لگا کہ اب سلامت نہ رہ سکیں گے۔ بایں ہمہ ارمی نیوس اور ان گیوم شاید رومیوں کے جرمن اتحادیوں کی غداری سے کسی طرح بچ کر نکل گئے اور باقی ان کے سب ساتھی وہیں کھیت رہے۔"

یہ معرکہ آرا فتح رومیوں کو کوئی بڑا نقصان اُٹھائے بغیر حاصل ہوئی سپاہیوں نے "امپراطور" کے نام سے تی بریوس کی سلامی اتاری اور دشمن کے چھینے ہوئے اسلحہ کا "منارہ فتح" بنایا جس میں ہر مفتوح قوم کے نام مندرج تھے بیان کرتے ہیں کہ پریشان حال اور شکست خوردہ جرمن اپنا علاقہ چھوڑ کر البس کے باہر نکل جانے کی تیاری کر رہے تھے لیکن اس "منارۂ فتح" سے ان کو نہایت اشتعال پیدا ہوا اور انھوں نے فیصلہ کیا کہ جان ہتیلی پر رکھ کر پھر ایک مرتبہ قسمت آزمائی کی جائے، مگر ان روایتوں سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ غالباً ادیس تاویزو کی جنگ ایسی فیصلہ کن نہ تھی جیسی کہ رومی مورخوں نے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ بہرحال دشمن نے ایک مرتبہ پھر کثیر افواج ایسے مقام پر مجتمع کر لیں جس کے ایک طرف جنگل اور گہری دلدل کی پناہ تھی اور دوسرا رخ ایک پرانے دھس سے محفوظ تھا، مگر جرمانی کوس نے یہ حکمہ دریافت کر لی اور ان کے جال میں نہ آیا۔ اس نے دھسوں کی طرف سے ان پر حملہ کیا اور اس تنگ مقام میں جہاں وہ نہایت گنجان صفوں میں کھڑے تھے گھس گیا۔ اس وقت جرمنوں کی جان پر بن گئی تھی کہ اگر پیچھے ہٹیں تو دلدل میں ہلاک ہونے کا خطرہ تھا اور اگر اپنی جگہ جمے رہیں تو دست بدست لڑائی میں وہ اپنی لمبی تلواروں سے رومیوں کا اچھی طرح مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ ادھر بیان کیا گیا ہے کہ جرمانی کوس خاص ان مقامات میں جہاں لڑائی سب سے زیادہ گھمسان کی ہو رہی تھی گھسا ہوا تھا اور پکار پکار کے کہہ رہا تھا کہ خبردار جرمن آج سلامت نہ جانے پائیں، لیکن یہ وحشی بھی دل کھول کر لڑے۔ ارمی نیوس پھر بچ کر نکل گیا۔ اور رومی سواروں کا حملہ بھی کچھ کارگر نہ ہوا۔ رات ہو جانے پر رومی اپنے پڑاؤ کو واپس آئے۔ یہ سچ ہے کہ لڑائی میں جیت انہی کی رہی لیکن دشمنوں کا نہ خاتمہ ہوا۔ اور نہ وہ اپنے مقام سے فرار ہوا۔ البتہ ان کے صرف ایک قبیلے انگری واری نے رومیوں سے امان طلب کی، بہرحال، جرمانی کوس نے فتح کی ایک دوسری یادگار

قائم کی جس کا کتبہ بتاتا تھا کہ قیصر روما تی بریوس کی افواج نے کس طرح رہائن و البیس کے درمیان بسنے والی تمام قوموں کو مفتوح و مطیع کیا اور اس کی یادگار میں یہ عمارت مریخ، عطارد اور اغسطس کے نام پر وقف کی۔

اب گرمی کا آدھا موسم گزر چکا تھا اور ان فتوحات کے باوجود جرمانی کوس نے اپنے مستقر کو مراجعت کا ارادہ کیا۔ بعض جیش خشکی کے راستے واپس ہوئے اور سمندر کے راستے ان جہازوں میں آئے جو امی سیہ کے دہانے پر ان کے واسطے ٹھیرے ہوئے تھے۔ مگر ان طوفانی ہواؤں کے باعث جو موسم خزاں میں بحر شمالی میں تلاطم ڈالتی رہتی ہیں، یہ بحری سفر نہایت پر مصائب ثابت ہوا۔ سارے جہاز منتشر ہو گئے اور خود جرمانی کوس ایک ٹوٹے ہوئے جہاز پر چوسیوں کے ساحل تک پہنچا۔ اول اول تو اندازہ کیا گیا تھا کہ بہت سی جانیں ضائع ہوی ہوں گی مگر غنیمت ہے کہ اس قدر نقصان نہیں ہوا اور رہائن پہنچنے کے بعد مارسی اور چیٹی قوم کے ساتھ چند کامیاب معرکوں نے سپاہیوں کا جوش بھی ایک حد تک تازہ کر دیا جو ان بحری مصائب سے افسردہ خاطر ہو گئے تھے۔ اسی زمانے میں واروس کی فوج کا آخری "عقاب" بھی دوبارہ رومیوں کے ہاتھ آ گیا۔

(۸) جرمانی کوس کو اب منزل مقصود بالکل قریب نظر آتی تھی۔ یعنی اسکے نزدیک آیندہ ایک اور مہم لے جانا تمام جرمانیہ کی کامل تسخیر کے واسطے کافی تھا۔ لیکن قسمت اور تی بریوس کی رائے ان منصوبوں کے خلاف نکلی، دراصل یہ بات تو بالکل آشکارا ہے کہ جرمانی کوس کی مذکورہ بالا مہمات کے نتائج اس قدر باوقعت اور مکمل نہ تھے جس قدر کہ تاسی توس نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان نتائج کو صرف عارضی اور ہنگامی سمجھنا چاہیے اور اسی لئے غالبًا بادشاہ کی عقلمندی تھی کہ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جرمانی کوس کی فوج کشی سے کوئی دیرپا نتیجہ برآمد ہونے کی امید نہیں ہے۔ بلکہ اس اعتبار سے کہ جس پیمانے پر یہ حملے کئے گئے تھے ان کی مناسبت سے کوی بڑا فائدہ حاصل نہیں ہوا، اگر بادشاہ کو مایوسی ہوی ہو تو انصافًا وہ کچھ بے وجہ نہ تھی۔ غرض تی بریوس نے اپنے بھتیجے کو عہدۂ قنصلی کی دعوت دی اور یہ گویا اس کی

بازطلبی کا ایک پیرایہ تھا۔ یہ بتانا محال ہے کہ اس کارروائی میں ایسے ہر دلعزیز سپہ سالار سے بادشاہ کے مخفی حسد اور جرمانی کوس کا افواج رہائن سے زیادہ مدت تک تعلق رہنے میں اندیشہ مندی کا کس قدر دخل تھا۔ لیکن انصاف یہ بات جتا دینے کا مقتضی ہے کہ بادشاہ کے اس فیصلے کی ہم کافی اور شافی ملکی مصلحتیں (جن میں ذاتی پرخاش کا دخل نہ ہو) بیان کر سکتے ہیں۔ یعنی ممکن ہے تی بریوس نے یہ سمجھ لیا ہو کہ اگر جرمانیہ پر اس طرح سال بہ سال حملہ کرنے کا نتیجہ، مان لیا جائے کہ آخر کار کامل فتح کی صورت میں نکل آئے گا تاہم خود یہ طریقہ ہی ضرورت سے زیادہ وقت اور روپیہ چاہتا ہے۔ دوسرے جرمن وحشیوں کے باہمی جھگڑوں کی وجہ سے بھی ایک دوسری حکمت عملی اختیار کرنے کا موقع مل رہا تھا۔ قرینہ کہتا تھا کہ اگر رومی الگ ہٹ گئے تو سیکسن (ساکسون) اور سوابی قبیلوں میں خونریز جنگ چھڑ جائے گی اور جب دشمن آپس میں لڑ کر کمزور ہو جائے تو پھر یہ بالکل ممکن ہوگا کہ رومی آگے بڑھ کر ملک پر خود قبضہ جمالیں۔ یہ تدبیر دیکھنے میں خاصی معقول تھی اور عجب نہیں کہ تی بریوس اسی کو مفید مطلب سمجھتا ہو۔ لیکن اسی کے ساتھ ایک امکان یہ بھی ہے کہ شاید وہ البس تک رومیوں کے قبضہ کرنے ہی کو خیال خام سمجھنے لگا ہو کہ جس کا پورا ہونا بھی اسکی دانست میں مصلحت کے خلاف ہو۔ اس لئے کہ اگر رہائن کی افواج البس پر پہنچ گئیں تو پھر غالیہ کی حفاظت و نگرانی کا کیا انتظام ہوگا؟ اور آیا اس نگرانی کے لئے کسی دوسری فوج کے مصارف سلطنت برداشت بھی کر سکے گی یا نہیں؟ یہ سوال تھے جنھیں جرمانیہ کی فتح سے پہلے ایک فرماں روا کو طے کرنا ضروری تھا اور جس طرح بظاہر انہی مصالح کی بنا پر اغسطس نے طے کیا تھا اب تی بریوس نے بھی غالباً اسی بنا پر مذکورہ بالا رائے قائم کی۔ مختصر یہ کہ جرمانی کوس کے "خواب خوش" کے بگڑنے میں مالی مصلحتوں کا ضرور بہت کچھ دخل تھا۔

سنہ ء کے بعد سے افواج جرمانیہ کی سپہ سالاری اور غالیہ کے صوبوں کی حکومت کسی شخص واحد کے حوالے نہیں کی گئی، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آیندہ غالیہ کے تینوں صوبوں پر علیحدہ علیحدہ پریتوری صوبہ دار مقرر ہوتے رہے اور سرحد جرمانیہ کے شمالی اور جنوبی اضلاع کو بھی جدا کر کے ہر ایک کی فوجوں پر ایک ایک

قنصلی مرتبے کا جیش سالار بھیجا جانے لگا جو (ہادریان کے عہد تک) محض ایک فوجی سردار ہوتا تھا نہ کہ صوبہ سالار Legati Provinciae اگرچہ عام بول چال میں اکثر یہ تفریق ملحوظ نہ رکھی جاتی تھی، مگر ان سرحدی اضلاع کا مالی نظم و نسق بھی اوّل اوّل صوبہ بلجیکہ کے ساتھ تھا (جیسا کہ نومیدیہ کا انتظام صوبہ افریقہ میں ضم کر دیا گیا تھا) یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ابھی تک شمالی جرمانیہ کا رومی علاقہ رہائن کے پار صرف شمالی امی سیہ تک پھیلا ہوا تھا۔

(۹)۔ نوجوان سپہ سالار نے رومہ واپس آکر بڑی دھوم دھام سے رہائن و البیس کی فتوحات کا جشن منایا (۲۶ مئی ۱۷ء) ارمی نیوس کی بیوی تھسوس نلدہ اور اس کا شیر خوار بچہ تھوملی کوس جو اس کی اسیری کے زمانے میں پیدا ہوا، قیدیوں میں شامل اور جلوس فتح کی زینت تھے، کہتے ہیں اس جشن و طرب میں بھی لوگوں کو طرح طرح کے بُرے خیال آرہے تھے اور وہ نوجوان جرمانی کوس کی اس کے باپ دروسوس اور چچا مارسلوس سے تشبیہ دیتے تھے کہ وہ بھی ایسے ہی ہردلعزیز تھے مگر عین جوانی میں راہی عدم ہوے۔ اسی سے لوگ کہتے تھے کہ "رومہ والوں کی محبت زیادہ دن نہیں جیتی اور اس کا انجام بُرا ہوتا ہے"۔

(۱۰)۔ جشن فتح کے بعد جرمانی کوس کو ایک منصب جلیل پر مشرق میں بھیجا گیا۔ اسی زمانے میں اس کا عمزاد بھائی دروسوس الی ریکم میں مقرر کیا گیا کہ شمالی یورپ کے معاملات پر نظر رکھے، اس وقت ارمی نیوس اور اس کی قوم چروسکی اپنے سیکسن حلیفوں کے ساتھ، رومیوں کے حملے سے فرصت پاتے ہی اسوابیوں کی جنوبی ریاست پر چڑھ دوڑے تھے جہاں ماربودوس "بادشاہ" کے لقب سے حکومت کرتا تھا۔ یاد ہوگا کہ اس رئیس نے واردس کی ہزیمت کے بعد بھی ارمی نیوس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ دراصل وہ رومی تمدن کا حامی اور اپنے لڑکپن کا کچھ حصہ رومہ میں گزار چکا تھا اور اپنے وطن میں رومی طریقے اور آداب رائج کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ آزادی کی جنگ میں اوّل سے آخر تک

وہ بالکل الگ تھلگ رہا۔ اس کا مرکز حکومت اور محل پوئیو ہیم میں تھا لیکن سوابی قوم
کے سب علاقوں میں اسے سردار مانا جاتا تھا اور یہ علاقے دُور تک وسیع اور کسی
حد تک باہم متحد تھے۔ لیکن جب چروسکیوں کی یورش شروع ہوی تو پہلے ہی حملے
میں سوابیوں کے دو قبیلے سمنوں اور لانگو باردی نامی اپنی قوم سے الگ ہو گئے
اور انھوں نے ماربودوس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس کے مقابلے میں خود چروسکیوں
کا سردار ان گیومر اپنی قوم کو چھوڑ کر ماربودوس کے ساتھ جا ملا۔ فریقین میں ایک
زبردست جنگ واقع ہوی جس میں سوابیوں نے شکست کھائی اور ان کے بہت سے
ساتھی اپنے بادشاہ سے منحرف ہو گئے۔ تب ماربود نے قیصر روما سے امداد کی
التجا کی۔ تی بریوس نے بلا تاخیر دروسوس کو بھیجا کہ امن قائم کرے حالانکہ اصلی
مطلب غالباً یہ تھا کہ ماربودوس کی بادشاہی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ ادھر
شمالی وسچولا کی ایک قوم گوتوں کے رئیس کاتوالدا نے اس بدنصیب بادشاہ کو
شکست دے کر ملک سے نکال دیا یعنی مارکومانی قوم کے علاقے پر چڑھائی کی اور
یورش کر کے ماربودوس کے شہر اور قلعے کو چھین لیا۔ ماربود کو جان بچا کر رومی سلطنت
میں پناہ لینی پڑی اور اس نے اپنے آپ کو قیصر روما کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ وہاں
سے شہر راونا میں اس کی سکونت کا انتظام ہوا یہیں تھوس نلدہ اور اس کے بچے کو
بھی اپنی زندگی کے دن پورے کرنے تھے۔ مگر یہ ایک عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ
ماربودوس جس نے اپنے ہموطنوں میں رومی خیالات پھیلانے کی کوشش کی تھی
اسی دلدل بھرے شہر میں رکھا گیا جس کے نصیب میں پانچ صدی بعد ماربود کے
ہمنسل اور جرمانیہ کے سورما شاہ تھیوڈورک کا پائے تخت ہونا لکھا تھا۔ خود ماربود
اٹھارہ برس تک اسی راونا میں رہا اور یہ خیالی پلاؤ پکاتا رہا کہ پھر اپنی ریاست حاصل
کرے گا۔ یہ بات اسے نصیب نہ ہوی البتہ اتنی اشک شوئی اس کی ضرور ہو گئی کہ
اس کے جیتے جی پہلے کاتوالدا نے ہزیمت پائی اور اسی کی مثل رومیوں کی پناہ
لینے پر مجبور ہوا اور پھر اس کا نوجوان حریف ارمی نیوس اپنی ہی قوم کے ایک شخص
کے فریب کا شکار ہوا۔ (سنہ ۲۱ء)۔ جرمانیہ کے اس سورما نے سوابیوں کی شکست
کے بعد خود بھی دغا دی یعنی اپنی قوم کی جس آزادی کے واسطے لڑا تھا اس کو مٹا کر

خود مطلق العنان بادشاہ بن بیٹھنے کی کوشش کی تھی۔ بہرحال رومی مورّخ کا قول ہے کہ "ارمی نیوس ہی جرمانیہ کو بیرونی حکومت سے نجات دلانے والا تھا اور وہ ایسا نہ تھا جنھوں نے رومی قوم پر اس وقت حملہ کیا جب کہ رومیوں کی حکومت وقوت کی ابتدا تھی بلکہ وہ اس وقت مقابلے میں آیا جب کہ رومی قوم اقتدار وخوش حالی کے انتہائی عروج پر تھی۔ بعض معرکوں میں ارمی نیوس کو شکست ہوی مگر جنگ نے اسے کبھی مغلوب نہیں کیا۔ وہ اپنے اقتدار کے بارھویں سال ۳۷ برس کی عمر میں مرا لیکن وحشیوں میں (یعنی جرمنوں میں) آج تک اس کے گیت گائے جاتے ہیں اگرچہ یونانی تاریخیں اس کے ذکر سے خالی ہیں اور رومی تاریخوں میں بھی وہ اس عزّت و وقعت کے ساتھ یاد نہیں کیا جاتا جس کا وہ مستحق تھا"[۱]

فصل سوم۔ جرمانی کوس کا ورود مشرق میں۔ اس کی وفات اور پیزو کا مقدّمہ

(۱) مشرق میں کئی معاملے حکومت کی توجہ کے محتاج تھے مگر وہ اتنے اہم نہ تھے کہ ایسے وسیع اختیارات کے حاکم کو بھیجا جائے جیسے کہ تی بریوس نے جشن فتح کے بعد جرمانی کوس کو تفویض کئے۔ انہی دنوں کپادوسیہ، کوماجین اور سیلیشیہ اسپرہ کی باج گزار ریاستوں کا الحاق کرکے انھیں صوبوں کی شکل میں لانا پڑا تھا۔ کیونکہ ارکلوس رئیس کپادوسیہ کو تو رومہ بلاکر اطلاع دے دی گئی تھی کہ تمھاری حکومت ختم ہوگئی اور کوماجین وسیلیشیہ کی رعایا نے اپنے رئیسوں کی وفات پر خود ہی درخواست کی تھی کہ ہمیں براہِ راست رومی حکومت کے تحت میں لے لیا جائے۔ ادھر یہودیہ اور شام کے لوگ محاصل سرکاری کی

[۱] تاسی توس۔ باب دوم صفحہ ۸۸)

گراں باری کی بہ آواز بلند شکایت کر رہے تھے اور ان کا مطالبہ تھا کہ ان محاصل میں تخفیف کر دی جائے۔ سلطنت پارتھیہ کے ساتھ معاملات میں بھی نئی پیچیدگیاں پیدا ہو رہی تھیں پہلے وہاں کے لوگوں نے ونونس (Yonones) کو اپنا بادشاہ منتخب کیا تھا جو فراتس چہارم کا بیٹا تھا اور بطور یرغمال اغسطس کے پاس رہکر روما میں اُس نے تعلیم و تربیت پائی تھی۔ مگر وہ زیادہ عرصے حکومت نہ کرسکا اور اس کے رومی آداب و اطوار نے لوگوں کو ناراض کر دیا۔ یہاں تک کہ مدیہ کے حاکم ارتابانوس (اردوان) نے اس سے تخت و تاج چھین لیا اور اُسے سلیوکیہ کی طرف بھاگنا پڑا۔ ارمینیہ کا تخت اُن دنوں خالی تھا اور وہاں والے اسے اپنا بادشاہ بنانے پر رضامند ہو گئے۔ لیکن ارتابانوس کسی طرح گوارا نہ کرسکتا تھا کہ اس کا رقیب ایک ہمسایہ ریاست میں فرماں روائی کرے۔ اس نے اہل ارمینیہ کو لکھ بھیجا کہ ونونس کو حکومت پارتھیہ کے حوالے کر دیں، اسی اثنا میں ونونس شام کے صوبہ دار سیلانوس کے ہاتھ پڑ گیا اور اس نے اسے وہیں شام میں روک لیا۔

اس میں شک نہیں کہ یہ سب جھگڑے وہاں کے معمولی صوبہ دار ہی طے کرسکتے تھے لیکن مشرقی ممالک میں شان و شوکت کا ہمیشہ بہت اثر پڑتا ہے اور اسی لئے تی بریوس کا ان معاملات کی اصلاح کے واسطے اپنے ایک عزیز قریب کو جو خطاب سیزر (یا قیصر) سے ملقب تھا وسیع اختیارات دے کر اپنی بجائے بھیجنا بے وجہ نہ تھا۔ پہلے بھی جب کہ اغسطس نے گایوس سیزر کو اسی قسم کے منصب پر مشرق میں بھیجا تو یہ تدبیر بہت مفید ثابت ہوئی تھی۔

جرمانی کوس کے تحت میں آبنائے دردانیال کے پار کے سب علاقے دیدئے گئے تھے۔ وہ بہت اطمینان سے آہستہ آہستہ سفر کرتا ہوا آیا۔ راستے میں نکوپولیس، ایتھنز، لس بوس کی سیر کی اور کچھ روز ساحل آبنائے کے شہروں میں ٹھیرا رہا۔ لیکن ارمنیہ کے معاملات طے کرنے میں اسے کچھ وقت نہ پیش آئی اور شاہ پارتھیہ سے دوستانہ روابط قائم ہو گئے اصل میں اہل ارمنیہ پون توس کے سابق بادشاہ پولمو کے بیٹے زنو کی طرف مائل تھے جو بچپن سے

ارمینیہ میں پلا اور اپنی اعلیٰ شہسواری اور صید افگنی کی بدولت لوگوں میں ہردلعزیز تھا، جرمانی کوس خود شہر ارتکسا تا (= اردشتہ) آیا اور پوری شان کے ساتھ زنو کو ارتاکسس کا شاہی لقب دے کر تاج پوشی کی رسم ادا کی۔ اس فیصلے سے ارتا بانوس بھی رضامند ہو گیا ورنہ یہ سمجھ کر کہ ونونس رومیوں کا نامبردہ ہے اس نے اپنی طرف سے اپنے بیٹے ارودس کو تخت ارمینیہ کے لئے پیش کیا تھا غرض ارتاکسس کا انتخاب نہایت مناسب کارروائی تھی جس سے دونوں فریق خوش رہے اور ارتا بانوس نے رومی سپہ سالار کو ایک عنایت آمیز مراسلہ بھیجکر فرات تک آنے اور ملاقات کرنے کی تحریک کی اور صرف اتنا اور چاہا کہ ونونس کو ملک شام سے ہٹا دیا جائے تاکہ وہ دربار ایران کی اس جماعت سے جو بادشاہ سے ناخوش تھی، خفیہ ساز باز جاری نہ رکھ سکے۔ یہ استدعا جرمانی کوس نے بلے تامل قبول کی اور ونونس کو ہٹا کر سیلیشیہ کے شہر پومپیو پولیس میں بھیجدیا۔ اس تدبیر سے سلطنت روما و پارتھیہ میں بہت اچھے تعلقات قائم ہو گئے اور تی بریوس کے آخری سنین حکومت تک جب تک ارتاکسس زندہ رہا ان میں فرق نہ آیا۔ اسی کے ساتھ کپادوسیہ اور کوماجین کو رومی صوبوں میں شامل کر لیا گیا۔ جس سے سلطنت روما کی براہِ راست عملداری دریائے فرات کے کنارے تک وسیع ہو گئی۔

(۱۲)۔ اپنے عہدے کا اصلی مقصد تو جرمانی کوس نے بہت جلد اور قابل اطمینان طور پر پورا کر لیا مگر اب اسے بعض اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا بات یہ ہے کہ تی بریوس اپنے بھتیجے کے وسیع اختیارات کو مشرق میں اس طرح بے نگرانی چھوڑنا نہ چاہتا تھا جس طرح کہ شمال میں اسے حاصل تھے۔ اسی نظر سے شام کے صوبہ دار سیلانوس کو جو جرمانی کوس سے ذاتی ملاقات دوستی رکھتا تھا، بدل کر وہاں سن ۱۷ کال پورنیوس پیزو کو مقرر کیا گیا جو ایک نخوت پسند خودرائے امیر تھا اور اپنے بالادست سے کبھی دبنے والا نہ تھا۔ پیزو کے اختیارات کو قوی کر دیا گیا اور اس کی آزاد بیوی کو بھی اس بات سے تقویت پہنچی کہ اس کی بیوی پلان کینہ بادشاہ کی ماں لیویہ سے نہایت ربط ضبط

رکھتی تھی۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسی پلان کینہ کی جرمانی کوس کی بیوی اگری پینہ کے ساتھ مخالفت نے پیزو اور جرمانی کوس کے باہمی جھگڑوں میں اور زیادہ شدت پیدا کر دی، پیزو کو ہدایت کی گئی تھی کہ شامی فوج کا ایک حصہ لے کر خود آئے یا کسی کو جرمانی کوس کے پاس ارمینیہ بھیجدے اس حکم کی پیزو نے تعمیل نہ کی اور اس میں اور جرمانی کوس میں سخت مخالفت شروع ہو گئی۔ یہ صاف طور پر معلوم نہیں کہ جرمانی کوس نے بادشاہ سے مداخلت کی درخواست کیوں نہ کی۔ لیکن شام میں اپنے اختیارات منوانے کی بجائے اُس زمانے میں وہ مصر چلا گیا۔ کسی سیاسی غرض سے نہیں بلکہ وہاں کے آثار قدیمہ دیکھنے کے شوق میں۔ مگر یہ اُس کی نا عاقبت اندیشی تھی کیونکہ اس سیاحت سے اول تو پیزو کو فرصت اور آزادی مل گئی دوسرے مصر جانے میں اغسطس کے اس قانون کی بھی خلاف ورزی ہوی جس کی رو سے رومی اعیان بغیر بادشاہ کی اجازت خاص کے سرزمین مصر کے اندر قدم نہ رکھ سکتے تھے، بہرحال شام واپس آنے کے بعد جرمانی کوس کو معلوم ہوا کہ پیزو نے اس کے احکام وضوابط کی بالکل پروا نہیں کی اور سب کو الٹ دیا۔ یہ دیکھکر اسے اپنے اختیارات منوانے کا جوش آگیا اور پیزو نے شام سے رخصت ہونے کی تیاری کی۔ اسی میں جرمانی کوس یکایک شہر انطاکیہ (ان تیوک) میں بیمار پڑا اور پیزو نے اپنی روانگی ملتوی کر دی۔ جرمانی کوس کے ملازمین کو شبہ تھا اور انھوں نے اپنے شبہات کو مشہور بھی کر دیا کہ شہزادے کو پیزو یا اس کی بیوی نے زہر دلوایا ہے، پیزو کے پاس سے، جو ابھی سلیوکیہ میں اپنے قیام کو بڑھائے جاتا تھا، پرستش مزاج وعیادت کے خط بھی آئے لیکن جرمانی کوس نے انھیں ریاکاری پر محمول کیا اور ایک خط میں صاف صاف دوستی ترک کرنے کا اعلان کیا نیز شاید یہ حکم بھی دیا کہ وہ اس صوبے سے فوراً چلا جائے، پیزو جزیرہ کوس میں چلا آیا اور وہیں اسے اپنے مخالف کی وفات (۱۹ء) کی خبر ملی۔ خود جرمانی کوس کو خیال تھا کہ میرے ساتھ دغا کی گئی ہے کیونکہ اُس نے بستر مرگ پر اپنے احباب سے تاکید کر دی تھی کہ پیزو اور پلان کینہ کے خلاف استغاثہ کریں۔ اور ان سب احباب واعزا نے ارادہ کر لیا کہ جرمانی کوس کا انتقام ضرور لیا جائے۔ خود اگری پینہ اپنے شوہر کی راکھ اور بچوں کو لے کر بہت جلد

جہاز میں بیٹھکر رومہ روانہ ہوگئی ؛

(۱۳) متوفی شہزادے کے رفیقوں اور ماتحت سرداروں نے، نئے صوبہ دار مقرر ہونے تک، سنتیوس ساتورنی نوس کو شام کا صوبہ دار منتخب کیا لیکن اب پیزو آمادہ ہوا کہ اپنے صوبے کی حکومت حاصل کرنے کے واسطے ایک مرتبہ مردانہ وار کوشش ضرور کرے۔ اسی غرض سے اس نے سیلیشیہ میں کچھ فوج فراہم کی تھی۔ مگر لڑائی میں سنتیوس کامیاب ہوا اور اسی علاقہ کے ایک قلعے سیلن درس میں محصور ہوگیا۔ آخر میں اسے ہتیار ڈال کر جہاز میں رومہ جانا پڑا جہاں لوگ کمال ناراضی کے ساتھ اس کے آنے کے منتظر تھے۔

جرمانی کوس کی موت پر رومہ اور بیرونی صوبوں میں لوگوں کو نہایت رنج اور تاسف ہوا۔ جابجا متوفی کی یادگار میں محرابیں بنائی گئیں اور شہروں میں اس کے مجسمے تیار ہوے۔ کتبات میں اس قسم کے الفاظ کندہ کرائے گئے کہ اس نے "جمہوریت کے واسطے جان دی" ادھر پیزو اور پلان کینہ کے خلاف، جنھیں عام طور پر مجرم سمجھا جاتا تھا، لوگوں میں غصہ بھی اسی نسبت سے سخت تھا اور اس قسم کے کنائے اور سرگوشیاں بھی ہونے لگی تھیں کہ اس مفروضہ جرم میں خود تی بریوس اور لیویہ کا ہاتھ شریک ہے۔ لوگوں کو یقین تھا کہ تی بریوس اپنے بھتیجے سے نفرت وحسد کرتا تھا اور اس کے مرنے پر خوش ہوا، بلکہ معلوم ہوتا ہے خود پیزو نے جو حرکت کی اس کا محرک بھی یہی آخری خیال ہوا۔ رسوم عزا میں تی بریوس کے اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھنے اور اس کے اور اس کی بیوی کے شریک نہ ہونے کے بھی یہی معنی لگائے گئے، پھر طرہ یہ ہوا کہ تی بریوس نے لوگوں کے اس قدر زیادہ غم اور ماتم کرنے پر اپنی ناخوشی ظاہر کی اور ایک فرمان میں لوگوں کو اعتدال اختیار کرنے کی تاکید کی۔ یہ فرمان تی بریوس کی طبیعت کا خاص رنگ دکھاتا ہے اور چونکہ میگالسی تہوار کا زمانہ قریب آگیا تھا لہذا اس فرمان کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا ہے کہ "شاہ اور شہریار فانی ہیں۔ دوام جمہوریت کو ہے۔ سب کو چاہیئے کہ پھر اپنی خوشدلی اور کاروبار میں مصروف ہوں" بعض اہل الرائے نے "اپنے اور اپنی رعایا کے درمیان ایک دیرپا اور

گہری غلط فہمی کا بیج بو دیا" ان باتوں کا لوگ اغسطس کے طرز عمل سے مقابلہ کرتے تھے جو اس نے دروسوس کی وفات پر اختیار کیا تھا۔

(۱۴) باایں ہمہ بادشاہ کا یہ مقصد نہ تھا کہ پیزو کی پشت پناہی کی جائے جس پر یہ سنگین الزام عائد ہوتا تھا کہ اپنے بالا دست حاکم کے حکم سے برطرف ہونے کے بعد اس نے پھر صوبے کی حکومت لینی چاہی۔ ادھر جرمانی کوس کے دوستوں میں تو ہر شخص چاہتا تھا کہ متوفی شہزادے کی جانب سے مقدمہ میں دائر کروں مگر پیزو کو اپنی وکالت کرنے کے لئے کوئی وکیل میسر نہ آتا تھا۔ پیزو کے ہوا خواہ چاہتے تھے کہ ملزم خود بادشاہ کی عدالت میں پیش ہو لیکن تی بریوس نے ایسے نازک معاملے کی ذمہ داری لینی پسند نہ کی اور اس کا فیصلہ مجلس اعیان کے سپرد کر دیا۔ مقدمے کی کارروائی خود تی بریوس کی تقریر سے شروع ہوئی جو نہایت بے لاگ اور منصفانہ تھی۔ ملزم کے ملکی اور سیاسی جرائم صاف طور پر ثابت ہو گئے لیکن جادو اور زہر سے جرمانی کوس کی جان لینے کے اقدام کا الزام عدالت میں نہ چل سکا۔ تاہم اراکین مجلس جو بالعموم جرمانی کوس کے ہوا خواہ تھے اس بات کا پورا یقین رکھتے تھے کہ شہزادے کی موت میں فریب و دغا کا دخل ہے اور ادھر تی بریوس کی نظر میں مجرم کے ملکی جرائم بہت سنگین تھے۔ غرض دوسرے دن عدالت کی کارروائی ختم ہونے کے وقت بادشاہ کی نگاہوں سے جو سرد مہری ظاہر ہوتی تھی اسی کو دیکھکر پیزو سمجھ گیا کہ اب وہ نہ بچے گا۔ اس بات کی تصدیق پلان کینہ کے طرز عمل سے بھی ہوئی جس نے پہلے تو ملکہ لیویہ سے اپنے شوہر کے لئے منت سماجت کی مگر جب دیکھا کہ اس کے بچنے کی امید کم ہے تو یہ کوشش کرنے لگی کہ اس کے معاملے کو پیزو کے مقدمے سے علیحدہ کر دیا جائے۔ تب پیزو نے فیصلہ سننے سے قبل تلوار سے گلا چھید کر خود ہی اپنا فیصلہ کر دیا۔ مجلس اعیان نے اس کا نام فاسٹی کی فہرست سے خارج اور اس کے بیٹے کو دس سال کے واسطے خارج البلد کر دیا لیکن تی بریوس نے مداخلت کی اور پیزو کی املاک اس کے بیٹے کو دلوا کر فیصلے کی شدت میں تخفیف کر دی۔ پلان کینہ کو عدالت میں کھینچنے سے لیویہ کے رسوخ و اثر نے بچا لیا۔

اس تاسف انگیز خانگی جھگڑے کا اس طرح خاتمہ ہوا۔ مگر یہاں یہ بات
جتا دینی ضروری ہے کہ اگر یہ تحقیق بھی ہو گیا ہو کہ جرمانی کوس دغا کا شکار ہوا،
تو بھی یہ شبہ کرنے کی مطلق گنجایش نہیں ہے کہ خود بادشاہ کی اس فعل میں کسی قسم کی
شرکت تھی۔ جیسا کہ حاسد لوگ کنایۃً کہتے پھرتے تھے، اس سے قطع نظر، خود یہ
امر کسی طرح یقینی نہیں کہ جرمانی کوس کی موت پیزو یا اس کی بیوی کے کسی مجرمانہ
فعل کا نتیجہ تھی، ایک اور حسد آمیز روایت لوگوں میں یہ مشہور ہو گئی تھی کہ پیزو
اپنے ہاتھ سے نہیں مرا بلکہ بادشاہ کے حکم سے قتل کیا گیا ہے؛

(۱۵) روما کا مورخ اعظم جس نے جرمانی کوس کے حالات لکھے ہیں
اس کے اوصاف کو ایسے دلفریب انداز میں پیش کرتا ہے کہ ہم دل میں جرمانی کوس کے
طرفدار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، یعنی وہ شجاعت و شرافت کے ان بہترین نمونوں
پر نقطۂ انتہا ہے جو ہمارے گذشتہ باب میں گزر چکے ہیں۔ لیکن یہ بات صاف طور پر معلوم
نہیں ہوتی کہ اگر وہ زندہ رہتا تو مشاہیر عالم کا مرتبہ پالیتا یا نہیں؟ کیونکہ اس کے
اوصاف کو طرفداری کے جوش میں بہت بڑھا چڑھا کے بیان کیا گیا ہے۔ تاسی توس
نے حقیقت و صداقت سے بڑھکر حسن ادا کا لحاظ کیا ہے اور تی بریوس کے
بالمقابل اس کے پہلو بہ پہلو گویا ایک چندرمکھی سورما کی تصویر دکھانے کے واسطے
اس کو نمایاں کو چھپا دیتا ہے۔ یعنی اگر ایک طرف تی بریوس مزاج کا شکی، جرائم سے
بھرا ہوا ہے تو ادھر جرمانی کوس مجسم نیکی کا پتلا ہے۔ اور اگر چچا ایک جابر
بادشاہ کی بدترین مثال ہے تو بھتیجا ایک عالی نظر شہزادے کا نمونہ نظر آتا ہے،
مورخ کے اس مرقع میں ایک حد تک ان جذبات کی جھلک ملتی ہے جو کہ معلوم
ہوتا ہے ہر دلعزیز جرمانی کوس کی وفات کے وقت عام طور پر لوگوں میں پائے
جاتے تھے۔ یعنی تی بریوس نفرت و غلط فہمی کا شکار رہتا اور اس کے سوتیلے فرزند
کی خوبیاں بڑھا چڑھا کے بیان کی جاتی تھیں،

(۱۶) سنہ ۲۱ء میں ایک سازش کا سراغ ملا جو اگرچہ زیادہ اندیشہ ناک

نوعیت کی نہ تھی تاہم اس کا ہر طرف چرچا ہو گیا تھا۔ اس سے طبقۂ امرا کے بعض حلقوں
کی بددلی اور تی بریوس کی خصلت کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ ملزم اسکری بونیہ کے خاندان
کا ایک نوجوان لیبو دروسوس تھا اور اس پر انقلاب انگیزی کا الزام عائد کیا گیا
تھا۔ اغسطس کی دوسری بیوی اسکری بونیہ رشتے میں اس کی دادی اور لیبو یہ خالہ
ہوتی تھی۔ اور ماں کی طرف سے وہ سکستوس پومپی کا نواسہ تھا۔ خاندان شاہی کے ساتھ
انہی رشتوں نے اس کا دماغ بگاڑا اور وہ بڑے خطرناک منصوبے سوچنے لگا۔
جن میں تقویت اس کے ایک گہرے دوست اور مجلس کے رکن **فرمیوس کاتوس**
کی تائید سے پیدا ہو گئی۔ کاتوس ہی نے اسے خالدیہ کے نجومیوں سے مشورہ اور
وہ جادو ٹونے کرنے کی صلاح دی جن کا کرنا بڑی خطرناک بات تھی کیونکہ یہ کارروائیاں
اس زمانے میں غدارانہ ارادوں کی تدبیر سمجھی جاتی تھیں پھر کاتوس نے دغا بازی سے
اپنے نوجوان دوست کو نہایت مسرف اور مقروض کرا دیا اور جرم کے یہ سب ثبوت
جمع کرنے کے بعد خود ہی بادشاہ کے پاس ایک قاصد بھیجکر ملزم کے نام کی اطلاع دی
اور ملاقات کی درخواست کی۔ یہ درخواست تی بریوس نے نامنظور کی اور کہہ دیا
کہ اسے اور جو کچھ کہنا ہے وہ بھی اسی قاصد کے ذریعے کہا جا سکتا ہے۔ ادھر اس نے
اپنے خالہ زاد بھائی (یعنی ملزم لیبو) پر خاص عنایت شروع کی اور اسے پریتور کا عہدہ
دیکر بار بار اپنے ساتھ کھانے پر بلانے لگا۔ اور زبان یا آنکھ سے کبھی کوئی ناخوشی ظاہر
نہیں کی۔ اسی کے ساتھ اس نے یہ انتظام کیا کہ اس مشتبہ شخص کے کاموں کی اطلاع
روزانہ اسے (یعنی تی بریوس کو) پہنچتی رہی۔ حتی کہ جونیوس نامی ایک شخص نے جسے
لیبو نے جادو کے زور سے مردوں کے جلانے پر آمادہ کرنا چاہا تھا۔ یہ اطلاع ایک
مشہور سرکاری مخبر تریو کو دے دی اور اس نے فوراً قنصلوں کے پاس جاکر
درخواست کی کہ اس معاملے کی مجلس اعیان میں تحقیقات کی جائے۔ اس عرصے
میں لیبو کو بھی آنے والی مصیبت کی خبر ہو گئی تھی اور وہ چند اعلیٰ مرتبے کی خواتین
کو ساتھ لیکر ماتمی لباس میں اپنے عزیزوں کے پاس گشت لگا رہا تھا اور منتیں کرتا
تھا کہ اسے بچایا جائے۔ مگر ان سب نے کسی نہ کسی عذر پر دخل دینے سے انکار کر دیا
اور جب مجلس کا اجلاس ہوا تو خود تی بریوس نے فرد قرار داد جرم پڑھکر سنائی اور

ملزمین کے نام اس قدر اطمینان و سکون کے ساتھ پڑھے کہ گویا نہ وہ جرم کو بڑھا کر دکھانا چاہتا ہے نہ گھٹا کر۔ ان میں سے بعض الزامات مضحکہ انگیز نوعیت کے تھے۔ مثلاً یہ الزام کہ لیبو سوچا کرتا تھا کہ کبھی اتنی دولت بھی اس کے قبضے میں آجائے گی کہ وہ برندوزیم تک اپیہ کی ساری سڑک پر روپیہ بچھا سکے۔ البتہ ایک کاغذ ایسا ضرور مل گیا جس میں سیزروں اور اعیان کے ناموں کے ساتھ پُر اسرار علامتیں بنی ہوئی تھیں جن سے خواہ مخواہ شبہ ہوتا تھا۔ لیبو نے اس تحریر کے اپنے نوشتہ ہونے کی تردید کی اور پہچاننے کے لیئے اس کے جو غلام پیش کیئے گئے تھے انھیں طرح طرح کی اذیت دیکر شہادت لی گئی۔ چونکہ مجلس کے ایک پرانے حکم کے مطابق ایسے مقدمات میں غلاموں کی شہادت جائز نہ تھی جن میں اُن کے آقا کی جان کا تعلق ہو، لہذا تی بریوس نے قانون شکنی سے بچنے کے لئے حکم دیا کہ یہ غلام ایک ایک کرکے سرکاری خزانے کے داروغہ کے ہاتھ فروخت کر دئے جائیں تاکہ پھر اُن کی شہادت پر لیبو کی تحقیقات کی جا سکے۔ ملزم نے عدالت سے درخواست کی اسے ایک دن کی مہلت دی جائے اور گھر جاکر خودکشی کر لی کیونکہ اُسے مقدمے میں اپنے بچنے کی کوئی امید نہ تھی! یہ سنکر تی بریوس نے کہا کہ گو وہ مجرم تھا لیکن اگر خود کام تمام نہ کر لیتا تو میں مداخلت کرتا اور اسے بچا لیتا! لیبو کی املاک استغاثہ پیش کرنے والوں میں تقسیم کرا دی گئی۔ اور بعض اراکین مجلس نے اس قسم کی تجویزیں پیش کیں کہ اسے آیندہ بھی بُری طرح یاد کیا جاتا رہے چنانچہ ایک تجویز یہ تھی کہ خاندان اسکری بونیہ کا کوئی شخص اپنا نام "دروسوس" نہ رکھے۔ اور ان سب باتوں سے محض تی بریوس کو خوش کرنا منظور تھا۔ بادشاہ کی سلامتی کی خوشی منانے کے واسطے چند دن مخصوص کیئے گئے اور حکم نافذ ہوا کہ جس روز لیبو نے اپنے آپکو ہلاک کیا اسے ایک تہوار کا دن سمجھا جائے! مجلس اعیان کی یہ ذلیل خوشامدیں آگے چلکر محض ایک روزمرہ کی بات رہ گئی تھیں!

فصل چہارم ۔ صوبوں اور ریاستوں کی بغاوتیں

(۱۷)۔ اب ضروری ہے کہ ہم اس جنگ پر ایک نظر ڈالیں جو اسی زمانے میں

سلطنت کی جنوبی سرحد پر شروع ہوئی۔ وہ کچھ بہت بڑی جنگ نہ تھی لیکن تکلیف دہ ضرور تھی۔ اسی کے ساتھ ہمیں تاک فریناس کے حالات زندگی کے پڑھنے کا موقع ملے گا جس نے افریقہ میں وہی کام کیا جو شمال میں اس سے زیادہ نامور شخص ارمی نیوس نے انجام دیا تھا۔ تاک فریناس نومیدیہ کا باشندہ اور رومی سپاہ میں کچھ عرصہ ملازمت کر چکا تھا۔ اسی لئے اس کو رومیوں کے فوجی نظم اور فن جنگ سے واقفیت ہو گئی تھی۔ بعد میں وہ فوج سے فرار ہو کر قزاقوں کے ایک گروہ کا سرغنہ بنا اور آخر میں قوم مسولامی جو کوہ اوراسیوس کے جنوبی پہلو میں بستی تھی، اسے اپنا سردار منتخب کر لیا۔ لیکن رومیوں کے خلاف جو شورش پیدا ہوئی وہ نومیدیہ کی اسی قوم تک محدود نہ تھی بلکہ مغرب میں موریتانیہ اور مشرق میں گراان تس تک پھیلی۔ تاک فریناس نے اپنے ساتھیوں کو فوجی قواعد اور باضابطگی کا پابند بنا کے بغاوت کو زیادہ اندیشہ ناک بنا دیا کیونکہ اس کے مرتب کردہ دستے باقاعدہ میدانی لڑائی لڑنے اور قلعوں کا محاصرہ کرنے کی بھی جرأت وقابلیت رکھتے تھے۔ اس شورش کو دفع کرنے کے لئے مجلس اعیان نے قرعہ ڈال کر جن سرداروں کو چنا وہ باغیوں کا سدباب نہ کر سکے اور نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی نے سات برس (۱۷ء تا ۲۴ء) تک طول کھینچا۔ افریقہ کی حفاظت کے واسطے صرف ایک جیش رہتا تھا اب امداد کے لئے پانونیہ سے ایک اور جیش بھیجا گیا اور آخر کار بادشاہ کی مداخلت سے ایک لائق پروقنصل جونیوس بلیسوس کا تقرر کر دیا گیا۔ تاک فریناس نے بادشاہ سے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ مجھے اور میری باغی فوج کو کوئی علاقہ عطا کر دیا جائے۔ تی بریوس نے یہ درخواست غصے سے رد کر دی مگر بلیسوس کو ہدایت کی کہ دوسرے افریقی رئیسوں کو جو تاک فریناس کی اعانت کر رہے تھے، بلا سزا معافی کا امیدوار بنا دے بشرطیکہ وہ ہتھیار ڈال دیں۔ چنانچہ بہت سے رئیسوں نے اطاعت قبول کر لی اور اب بلیسوس نے لڑائی میں وہی ڈھنگ اختیار کرنے کی کوشش کی جو تاک فریناس کا طرز جنگ تھا۔ یعنی فوج کے تین حصے کر دئے جن میں سے ایک تو کورنلیوس سیپیو کے ماتحت مشرق کی طرف روانہ ہوا۔ دوسرا بلیسوس کے بیٹے کی سپہ سالاری میں مغرب کی طرف بھیجا گیا کہ کیرتہ کے علاقے کی حفاظت

کرے۔ اور وسط میں خود بلیسوس نے کئی مقامات پر مورچہ بندی کر کے دشمن کو اس طرح تنگ کرنا شروع کیا کہ وہ جدھر رُخ کرتا اسی طرف سامنے، عقب میں اور پہلوؤں پر اسے رومی فوج اپنے مقابل ملتی تھی۔ گرمیاں ختم ہونے کے بعد بھی بلیسوس نے جنگ جاری رکھی اور مختلف قلعوں اور صحرا کا تجربہ رکھنے والے پیدہ سپاہیوں کے تیز پا دستوں کو اس خوبی سے ملا کر کام لیا کہ منزل بہ منزل ٹاک فرنیاس پسپا ہوتا گیا اور آخر میں اس کا بھائی گرفتار اور مسولامی کے پورا ضلع پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا (سنہ ۲۲ء)۔ اس کارنامے پر بادشاہ نے بلیسوس کو خلعت فتح پہننے کی اجازت دی اور اس کا یہ اعزاز بھی جائز رکھا کہ سپاہی اسے "امپراطور" کے لقب سے مخاطب کریں۔ اور یہ آخری موقع تھا جب کہ یہ اعزاز ایک معمولی شہری کو (جو شاہی خاندان سے نہ تھا) نصیب ہوا[1]

گر بلیسوس کی یہ کامیابی بھی جنگ کا پوری طرح خاتمہ نہ کر سکی۔ ٹاک فرنیاس کو شکست دینے کی یادگار میں رومہ میں کامی لوس، اپرونیوس اور بلیسوس کے تین بت نصب کرا دئے گئے۔ جن کے سروں پر فتح کے سہرے بندھے تھے مگر افریقہ میں وہ مسولامی سردار ابھی تک تاخت و تاراج میں مصروف تھا اور اسے ایک طرف گرامان تس قوم کے بادشاہ سے مدد ملتی تھی اور مغرب میں مُور اس کی اعانت کرتے تھے۔ بلیسوس کے بعد گیارھواں جیش افریقہ سے واپس بلا لیا گیا تھا اس لئے ٹاک فرنیاس کی دلیری اور بھی بڑھ گئی اور سنہ ۲۴ء میں اس نے تھبو رسیکم کو آگھیرا جو کوہ اوراسیوس سے شمال میں ملا ہوا نومیدیہ کا ایک قصبہ تھا۔ اس سال پبلیوس دولابلا وہاں کا صوبہ دار تھا وہ فوراً تمام فوج سمیٹ کر مقابلے کو چلا اور قصبے کو محاصرے سے نجات دلائی۔ دولابلا گذشتہ تجربے سے جانتا تھا کہ ایسے گریز پا دشمن کے مقابلے میں جو جم کر لڑنا نہ چاہتا ہو، اپنی تمام فوجوں کو ایک جگہ جمع کرنا بے سود ہے لہذا اس نے بھی بلیسوس کی تقلید میں فوج کے چار حصے کر دئے۔ مورتانیہ کے بادشاہ پتولمی (بطلیموس)

[1] بلیوس، سجانوس کا چچا تھا جس کا حال اگلے باب میں آتا ہے۔

سے اس نے فوجی کمک حاصل کر لی۔ اسی زمانے میں اس کو اطلاع ملی کہ باغی قزاقوں نے روزیہ (۱۔ ۱۰ میل) کے قریب پڑاؤ ڈالا ہے۔ یہ قلعہ شکستہ حالت میں پڑا تھا اور اس کے ہر طرف دُور دُور تک گھنے جنگل تھے۔ یہ خبر سنتے ہی چند نیم مسلح پیادوں اور سواروں کے دستے بلا تاخیر اس طرف دوڑا دیے گئے اور انھیں اطلاع بھی نہ ہوئی کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ علی الصباح یہ جنگلی قزاق اونگھ ہی رہے تھے کہ رومی سپاہی اُن پر آگرے اور چونکہ ان کے گھوڑے یا تو بندھے ہوئے تھے اور یا دُور گھانس چرتے پھرتے تھے، لہٰذا انھیں بھاگنے کی فرصت بھی نہ ملی اور حملہ آوروں نے اس خوبی سے گھیر کر حملہ کیا کہ یہ لوگ بلا دقت قتل ہوئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ رومی سپہ سالار کو ارمان تھا کہ ٹاک فریناس کو زندہ گرفتار کرے لیکن یہ سردار جب ہر طرف سے گھر گیا تو قید سے بچنے کے لئے اُس نے حملہ آوروں کی تلواروں پر گر کر جان دے دی۔ بارے اس کی موت سے اس تکلیف دہ جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔

(۱۸)۔ اس دوران میں غالیہ اور تھریس میں بھی اندیشہ ناک فساد برپا ہوئے۔ غالیہ میں حکومت کی زیادہ ستانی کی بدولت رعایا نے قرضے لے لیکر اپنے آپ کو سخت مقروض کر لیا تھا اور اب قرض خواہ اپنے تقاضوں سے انھیں پریشان کر رہے تھے۔ اور غریب قرضداروں کو کوئی تدبیر روپیہ ادا کرنے کی نہ سوجھتی تھی۔ اس مایوسی میں وہ خواہ مخواہ جان پر کھیل جانے کے مشورے سوچنے لگے اور ان میں یہ سازباز ہو گیا کہ ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بغاوت کی آگ بھڑکا کر رومی حکومت سے آزادی حاصل کی جائے۔ سازش کے سرغنہ جولیوس فلوروس اور جولیوس ساکرو ویر صوبے ہی کے باشندے تھے لیکن ان پر رومی تمدن کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ پہلے نے تو بلجی اور تریوری قوم کو ملانے کا ذمہ اٹھایا تھا اور ساکرو ویر جو غالباً کوئی مذہبی عہدہ رکھتا تھا، اودی اور دیگر قبائل میں ریشہ دوانی کر رہا تھا۔ سازش کرنیوالوں نے کافی مدت تک راز کو چھپائے رکھا اور آخر ۲۱ء میں (جس سال دروسوس

دتی بروس رومہ کے قنصل تھے) مغربی غالیہ میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ لیکن اُسوقت بھی یہ قبل از وقت تھی اور انداکاوی اور توروتس[1] نے بہت جلد بازی سے کام لیا تھا چنانچہ ان کے سر اٹھاتے ہی لگودونیس کے صوبہ دار اکی لیوس آوِیولا نے لگودونم کی مقامی فوج لاکر ہی سرکشوں کا قلع قمع کر دیا۔ اہل سازش کی اسی غلطی نے رومیوں کو چوکنا کر دیا اور پھر تریوری قوم کی شورش و فساد زیادہ قوت نہ حاصل کرسکی اور انھیں جرمانی صوبوں کے رومی صوبہ داروں نے آسانی سے فرو کر دیا۔ خود فلوروس نے گرفتاری سے بچنے کے لئے خودکشی کرلی۔ اُدھر اگرچہ اددی قوم نے اوگستودونم (= اوتون) کے باموقع شہر پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا لیکن وہ بھی کچھ زیادہ مزاحمت نہ کر سکے اور اس آبادی سے بارھویں سنگ میل پر جنوبی جرانیہ کے جلیش سالار کائس سیلیوس نے ان کو بہ آسانی شکست دی۔ ساکرودیر میدان سے بھاگ کر کسی زمیندار کے مکان میں جا چھپا تھا۔ وہیں اُس نے اپنے ہاتھ سے اپنا خاتمہ کیا اور اس کے باوفا رفیقوں نے بھی مکان کو آگ لگانے کے بعد ایک دوسرے کو ہلاک کر کے اپنے سرگروہ کی پیروی کا حق ادا کیا۔ اسی فتح اور ساکرودیر کی شکست کی یادگار میں رومیوں نے اروسیو (= اورانژ) میں محرابِ فتح تعمیر کرائی تھی۔

(۱۹) تھریس کی باج گزار ریاست میں وہاں کے بادشاہ رھیمتاکلیس نے دلماشیہ کی فوجی بغاوت کے موقع پر وفاداری سے رومیوں کا ساتھ دیا تھا لیکن جب وہ مرا اور یہ ریاست اس کے بھائی رہاس کو پوریس اور فرزند کوتیس کے درمیان تقسیم کر دی گئی تو ان کے باہم سخت رقابت اور جھگڑے ہونے لگے انہی میں کوتیس قتل کر دیا گیا جس پر رومیوں کو دخل دینا اور اس کے چچا کو سزائے قتل دینی پڑی (۱۹ء) اس کے دو سال بعد مغربی قبائل نے سر اٹھایا اور ایک بڑی بغاوت برپا کر دی۔ باغیوں نے فلیپوپلیس

[1] یہ دونوں نام اب تک "انجو" اور "تور" کی شکل میں باقی ہیں۔

کو آگھیرا تھا لیکن میزیہ کے صوبہ دار پی ولیوس نے انھیں شکست دی۔ اس کے بعد انھوں نے ۲۵ء میں پھر بغاوت کی اور یہی شورش ہے جس کے حالات زیادہ تفصیل سے ہم تک پہنچے ہیں۔

یہاں کے پہاڑی قبائل کو رومی فوجوں میں بھرتی ہونے اور اپنے بہترین جوان دینے سے انکار تھا۔ ان میں ایک یہ افواہ بھی پھیل گئی تھی کہ وہ زبردستی اپنے گھروں سے نکال کر دور دراز کے صوبوں میں پھینک دئے جائیں گے کہ دوسری قوموں کے ساتھ میل جول سے ان کی قومیت فنا ہو جائے۔ ان لوگوں نے اکائیہ اور مقدونیہ کے رومی صوبہ دار پوپیوس سابی نوس کے پاس ایلچی بھیج کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا لیکن اسی کے ساتھ صاف صاف جتا دیا تھا کہ اگر کوئی نیا بوجھ ہم پر ڈالا گیا تو ہم اپنی آزادی کے واسطے شمشیر بکف ہو جائیں گے۔ اس پر سابی نوس نرم جواب دیتا اور اندر ہی اندر جنگی تیاریاں کرتا رہا۔ لیکن جب اس کی فوج مجتمع ہو گئی، اور میزیہ سے ایک جیش اور رہاس کو پوالیس کے بیٹے رمیتا لکیس کے پاس سے امدادی جمعیت آگئی تو وہ سرکشوں کے خلاف بڑھا جنھوں نے ایک مستحکم قلعے کے قریب پہاڑی دروں میں جہاں بہت سے درخت بھی تھے مورچے بنائے تھے۔ سابی نوس نے وہاں پہنچ کر مورچہ بندی کرا دی اور معقول جمعیت کے ساتھ ایک طویل و تنگ پہاڑی پر قبضہ کر لیا جس کا سلسلہ قلعے تک پھیلتا تھا اور اسی قلعہ کو سابی نوس تسخیر کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ قلعے کے سامنے دو ایک آویزشیں ہوئیں جن کے بعد سابی نوس نے قلعے کے اور قریب بڑھ کر پڑاؤ ڈالا لیکن پہلے مورچوں میں تھریس کی امدادی فوج چھوڑ دی اور اسے تاکیدی حکم دیا کہ دن کو وہ چاہے جس قدر لوٹ مار مچائیں لیکن رات کے وقت پڑاؤ پر بہت ہوشیار رہیں۔ اس حکم کی کچھ روز تو تعمیل ہوی مگر پھر تھریسی سپاہی پہرے چوکی سے بے پروائی کرنے لگے اور راتیں شراب خواری اور خواب غفلت میں گذرنے لگیں۔ دشمن کو بھی اس بات کی اطلاع ہو گئی اور اس نے فوج کے دو دستے تیار کئے کہ ایک تو تاخت و تاراج کرنے والوں پر چھاپہ مارے اور دوسرا رومی پڑاؤ پر حملہ کرے۔ تاکہ رومی سپاہیوں کی توجہ ادھر منتشر ہو جائے۔ چنانچہ اس

تدبیر میں سرکشوں کو پوری کامیابی ہوئی اور تھریسی سپاہیوں کا انہوں نے قتل عام کر دیا۔

اب ساؔبی نوس نے قلعے کا باقاعدہ محاصرہ شروع کیا اور اپنے مورچوں کو ایک خندق اور پشتے سے باہم متصل کر دیا۔ محصورین کو قلت آب سے سخت تکلیف ہوئی اور دانے چارے کی کمی سے اُن کے مواشی مرنے لگے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ پیاس اور زخموں سے ہلاک ہونے والوں کی لاشیں سڑ گئیں اور وبا کا تعفن پھیل گیا۔ اس حال میں بہت سے محصورین نے تو ایک بوڑھے آدمی دی نیس کی صلاح اور نظیر کی پیروی کی جس نے اپنی بیوی بچوں کیساتھ جاکے رومیوں کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ لیکن دو نوجوان سردار ترسا اور توریس نامی آزادی کے واسطے جان دینے پر تلے ہوئے تھے۔ ان میں سے ترسا نے تو اپنے قلب میں خود تلوار بھونک لی اور چند رفیقوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ مگر توریس اور اس کے مقلدین کا فیصلہ یہ تھا کہ جنگ کو آخر دم تک جاری رکھا جائے۔ انہوں نے رومی پڑاؤ پر طوفان کے وقت شبخون مارنے کی تدبیر کی۔ مگر سابی نوس ہوشیار تھا۔ شبخون ناکام رہا۔ اور ان دلیر جنگلیوں کو مجبور ہتیار ڈال دینے پڑے۔ اس کارنمایاں پر سابی نوس کو خلعت فتح دیا جانا منظور ہوا (۲۶ ء)

(۳۰)۔ مگر سلطنت کی شمالی سرحد کے باج گزاروں میں جو بغاوت ہوئی وہاں رومی تلوار اس قدر نمایاں کامیابی نہ حاصل کر سکی۔ اہل فریسیہ کو ۱۲ ق م میں دروسوس نے مطیع و باج گزار بنایا تھا اور چالیس برس تک وہ اس کا مقرر کردہ خراج ادا کرتے رہے۔ یہ خراج بیل کی کھالوں کی شکل میں ادا ہوتا تھا جو فوجی ضروریات کے کام آتی تھیں۔ لیکن عرصے تک جو عہدہ دار انھیں وصول کرتے رہے وہ ان کے طول وعرض یا دبازت کے متعلق کوئی تجسس تفحص نہ کرتے تھے تا آنکہ ۲۸ ء میں اولینوس نامی صدر یکصدی اس کام پر مقرر ہوا اور اُس نے جنگلی سانڈ کی کھال کا معیار مقرر کیا۔ اس لئے

معیار کے مطابق کھالیں فراہم کرنا اہل فریسیہ کو بہت دشوار ہوا کیونکہ جرمانیہ کے پالتو مویشی چھوٹے قد قامت کے ہوتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اولینوس کا مطالبہ پورا کرنے کے لئے اوّل تو ان بیچاروں کو اپنے سب مویشی دینے پڑے پھر زمینیں اور آخر میں بیوی بچوں تک کو مکفول کرنا پڑا۔ سرکار میں جو فریاد انہوں نے کی اسکی کچھ شنوائی نہ ہوی اور انجام کار وہ آمادہ جنگ ہو گئے۔ محاصل وصول کرنے جو سپاہی ان کے علاقے میں بھیجے گئے تھے باغیوں نے انھیں باندھ باندھ کر کھالیں کھینچ لیں اور خود اولینوس کو جان بچا کر قلعۂ فلیم میں پناہ لینی پڑی۔ یہ قلعہ غالبًا اسی نام کے ٹاپو پر واقع تھا جسے اب ولای لینڈ کہتے ہیں اور ٹکسل کے قریب ہے۔ اور ان دنوں یہاں رومیوں کی ایک ساحلی چوکی تھی، اس قلعے کو بھی فریسیہ والوں نے آکر گھیر لیا تھا لیکن شمالی جرمانیہ کے صوبہ دار اپ رونیوس کو جب یہ اطلاع ملی تو اپنی رکاب کی فوج کے علاوہ اس نے بیرونی جیوش کے بھی آزمودہ کار سپاہی اور ملکی افواج کے چیدہ جوان اپنے ساتھ لئے اور جہاز میں بیٹھکر دریائے رہائن کے راستے فلیم آیا اور محصورین کو محاصرے سے نجات دلائی۔ پھر اس نے قریب کی کھاڑیوں پر پل اور سڑکیں تعمیر کرائیں کہ اپنی فوج کو فریسیہ کے وسط تک مع سامان باربرداری کے لے جائے اور ادھر پایاب پانی کے راستے ملکی پیادہ اور سواروں کا ایک دستہ بھیجدیا کہ وہ دشمن کے عقب پر آنکلے۔ لیکن اس دستے کو باغیوں نے شکست دیکر بھگا دیا اور جب ان کی امداد کے واسطے اور کئی دستے بھیجے گئے تو انھیں بھی پسپا کر دیا یہاں تک کہ ساری ملکی افواج اسی طرف لگا دی گئیں۔ اس اثنا میں آخرکار رومی جیوش بھی میدان میں پہنچ گئے اور انہوں نے عین وقت پر جاکر پیادہ اور سوار فوج کو جو بالکل مضمحل ہو گئے تھے، سنبھال لیا۔ ان لڑائیوں میں بہت سے رومی سردار کام آئے لیکن اپ رونیوس نے ان کا انتقام لینا درکنار، انھیں دفن کرنے کی بھی فکر نہ کی۔ اور اہل روما کی اس ناکامی کو دو مزید ہزیمتوں نے اور بھی مکمل کر دیا۔ یعنی اوّل تو باڈوہنا کے جنگل میں دشمن نے نوسو رومی سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور دوسرے چار سو سپاہی جو ایک گاؤں کے مکان پر قابض (اور وہیں گھرے رہگئے) تھے ایک دوسرے کو مار کر خود ہلاک ہو گئے

تاکہ دشمن کے ہاتھ میں نہ پڑیں، ان سب باتوں کے باوجود بظاہر پھر کوئی کارروائی فریسیہ والوں کے خلاف نہیں کی گئی اور قرینہ کہتا ہے کہ ان واقعات نے تی بریوس کے اس ارادے کو اور بھی تقویت پہنچا دی ہو گی کہ دریائے رہائن ہی کو رومی سلطنت کی سرحد سمجھا جائے اور اس نے دریا کے پار رومی فتوحات کی آخری یادگار (فریسیہ) سے دست بردار ہونے کا یہ موقع مناسب خیال کیا ہو گا۔

(۲۱) اس بات کے بھی قرائن پیدا ہو گئے تھے کہ تی بروس کے عہد میں جنوبی اطالیہ میں غلاموں سے جنگ و جدال چھڑ جائے گی لیکن محض حسن اتفاق سے یہ آگ بھڑکنے سے پہلے فرو ہو گئی (۲۴ء) غلاموں کی بغاوت کی تیاری کا بانی مبانی تی توس کرتی سیوس تھا جو ایک زمانے میں فوج خاصہ کا سپاہی رہ چکا تھا۔ وہی برند وزیم اور اس کے قریب کے قصبات میں پہلے خفیہ جلسے کرتا رہا اور پھر اس نے بڑے بڑے اشتہار چسپاں کرا کے کلابریہ اور اپولیہ کی غلام آبادی کو ابھارا کہ وہ اپنی آزادی منوا کے چھوڑیں، یہ محض اتفاق تھا کہ اسی زمانے میں تین جہازوں نے وہاں آ کر لنگر ڈالا اور ان کے ملاحوں سے کرتیوس لوپوس نے ایک فوجی جمعیت مرتب کر کے غلاموں کی سازش و شورش کا قلع قمع کر دیا۔ یہ لوپوس ان اضلاع میں جنگلوں اور چراگاہوں کا منتظم تھا اور اسی کی مستعدی سے سازش کا سرغنہ کرتی سیوس اور اس کے خاص خاص رفقا گرفتار ہو کر رومہ بھیجے گئے جہاں تاسی توس کے الفاظ میں "پہلے ہی لوگ غلاموں کی کثرت دیکھ دیکھ کر خوف زدہ ہو رہے تھے کیوں کہ ان کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا تھا بحالیکہ آزاد باشندوں کی تعداد ہر روز گھٹتی جاتی تھی" اسی بنا پر زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ غلاموں میں اس قسم کی سازشیں بار بار نہ ہوتی تھیں اور ان کی روک تھام کے واسطے اطالیہ کے شہروں میں فوج کی کوئی بڑی تعداد مقرر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی تھی۔

باب سیزدہم

تی بریوس کا عہد صدارت (بقیہ حصّہ)

ذیلی عنوانات :- (۱) تی بریوس اغسطس کے اصول پر حکومت ثنویہ کی توسیع کرتا ہے؛ لوگوں کے سیاسی حقوق کی تخفیف (۲) کوتوالی شہر کے محکمے کی مستقل بنا؛ (۳) دیوانی انتظام کی اصلاح؛ مجلس شورای (کون سی لیوم) (۴) فوج کی حالت؛ پرتیوری کا ستر؛ (۵) مالیات و خزانہ؛ (۶) بیرونی صوبے؛ (۷) اطالیہ؛ اقتصادی مشکلات (۳۳ء) (۸) عدالتی انتظامات - اجرائی قوانین - اصلاح معاشرت؛ (۹) قانون "ناجس تاس" پریس کوس کا مقدمہ؛ (۱۰) دلاتور (مخبر) (۱۱) دراسوس (خورد)؛ (۱۲) سجانوس اور لیوی لہ کی سازش؛ دروسوس کی موت؛ (۱۳) لیویہ؛ لیولہ؛ اگری پینہ اور ان تونیہ (۱۴) سجانوس کا رسوخ - سی لیوس اور کوردوس کی موت؛ کلودیہ پون کرہ؛ اگری پینہ پر مخالفین کے حملے؛ (۱۵) تی بریوس رومہ کو چھوڑ کر کاپریہ کی سکونت اختیار کرتا ہے - غار کا حادثہ؛ (۱۶) تی بریوس سابی نوس کا مقدمہ اور موت؛ (۱۷) لیویہ کی وفات؛ (۱۸) اگری پینہ کے خاندان کے خلاف سجانوس کی ریشہ دوانی - نیرو کی جلا وطنی؛ (۱۹) سجانوس کا اقتدار؛ بادشاہ کے خلاف اس کی سازش اور زوال؛ (۲۰) اگری پینہ اور اوس کے فرزند دروسوس کی موت؛ (۲۱) سجانوس کے دوستوں کی دارو گیر؛ مجلس اعیان کی غلامانہ حالت؛ مارکوس ترن تیوس؛ اعیان کی سفیہانہ تجاویز کو تی بریوس رد کرتا ہے؛ (۲۲) سلطنت پارتھیہ کے ساتھ تعلقات؛ شاہ ارتابانوس کے ناصحانہ مراسلات؛ وی تلیوس کا تقرر مشرق میں اور متھراداتس کو ارمینہ کا بادشاہ بنایا جانا؛ ارمینہ میں جنگ و پیکار؛ (۲۳)

دی تلیوس کی مداخلت؛ تیری داتس کا ورود پارتھیہ میں؛ ارتابانوس کی معزولی اور بحالی۔ اور رومیوں کی اطاعت قبول کرنا؛ (۲۴) جانشینی کے متعلق تی بریوس کے منصوبے؛ گایوس خلف جرمانی کوس اور جمی لوس خلف دروسوس (خوردہ) (۲۵) تی بریوس کی وفات؛ (۲۶) اس کے اوصاف و حالات پر ایک نظر (۲۷) اس کا طرز عمل اور علم ادب پر اس کا اثر؛ پاتر کولوس۔ ماکسی موس۔ فید روس؛ (۲۸) تاسی توس کی رائے تی بریوس کے متعلق؛

فصل اوّل۔ تی بریوس کے ملکی انتظامات

چونکہ تی بریوس کا عہد جنگ و جدال سے خاص طور پر پاک رہا لہذا اسے اس بات کا خوب موقع ملا کہ اپنی پوری توجہ ملکی انتظامات اور رعایا کی فلاح و بہبود کے کاموں میں صرف کرے۔ اس میں تی بریوس کا طرز عمل تقلید سلف پر مبنی نظر آتا ہے۔ یعنی اس کی فرماں روائی کا سب سے بڑا اصول یہ رہا کہ اسی لکیر پر چلے جسے اس کے پیش رو نے کھینچ دیا تھا۔ بر ایں ہمہ یہ رسم جسے اغسطس نے اختیار کیا تھا، کہ شاہی اختیارات صرف ایک میعاد خاص کے واسطے تفویض کئے جائیں، تی بریوس نے ترک کر دی اور یہ گویا علانیہ بادشاہی کی طرف کچھ اور قدم بڑھانا تھا، اب "دسی نالیہ" یعنی وہ تہوار جو ہر دسویں سال بادشاہ کے ترقی ہوئی اختیارات کی تجدید کی خوشی میں منایا جاتا تھا محض ایک رسمی چیز رہ گیا جس کے کوئی سیاسی معنی نہ تھے۔ اسی طرح دو اور معاملوں میں تی بریوس "حکومت ثنویہ" کو تقویت پہنچانے اور عام رعایا کو حقوق حکومت سے محروم کرنے میں اغسطس کی حدود سے آگے بڑھ گیا۔ یعنی (اوّل) تخت نشین ہونے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد تی بریوس نے حکام کے انتخاب کرنے کا حق مجلس عوام سے لے کر مجلس اعیان کے حوالے کر دیا اور عوام کا صرف اتنا حق رہ گیا کہ مجلس اعیان جن لوگوں کا انتخاب کرے، عوام خیر مقدم کے نعروں سے اس کی تصدیق کر دیں۔ باقی امیدواروں کی نامزدگی اور سفارش کے شاہی حقوق جس حالت میں اغسطس نے چھوڑے تھے اب بھی بحال رہے، (ثانیاً) اگرچہ وضع قوانین کا شاہی حق رسمی طور پر عوام کے پاس رہا

لیکن علاّتی بریوس کے زمانے سے وضع قوانین سے ان کا تعلق منقطع ہو گیا۔ کیونکہ بادشاہ اور حکام نے قوانین کے مسودے مجلس عوام میں پیش کرنے موقوف کر دیے۔ چنانچہ تی بریوس کے سارے عہد حکومت میں اس قسم کے مسودے عوام کے سامنے پیش ہونے کی صرف دو مرتبہ نوبت آئی ورنہ اس زمانے کے جو قوانین ملے ہیں وہ زیادہ تر "سناتوس کون سلتا" یعنی مجلسی فیصلوں کی صورت میں نافذ ہوئے تھے۔ بعد کے بادشاہوں میں کلودیوس اور نروا نے عارضی طور پر قدیم رسم کو پھر زندہ کیا تھا لیکن ان مستثنیات کو چھوڑ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ تی بریوس کے بعد سے نئے قوانین انہی مجلسی فیصلوں اور شاہی احکام پر مشتمل ہیں۔ اس مقصد کے لئے آیندہ مجلس عوام کے جلسوں کا ہونا ہی موقوف ہو گیا بجز اسکے کہ جب کسی نئے صدر کو تری بیونی اختیارات تفویض کرنے ہوتے تو اس مجلس کا جلسہ کر لیا جاتا تھا۔

(۴)۔ ایک اور اہم معاملہ جس میں تی بریوس نے اغسطس کے منشا کو ترقی دے کر عملی جامہ پہنایا، شہر روما میں ایک مستقل محکمہ کوتوالی کی تاسیس تھا۔ بادشاہوں کے باہر جانے کے وقت شہر میں اس قسم کے عہدہ دار کے ہنگامی تقرر کا حال پہلے ہماری نظر سے گزر چکا ہے کہ جب سنہ ۱۶ء میں اغسطس روما سے باہر گیا تو لوسیوس کال پرنیوس پیزو کو وہ شہر میں ناظم یا کوتوال (پری فکتا) بنا گیا تھا۔ لیکن اب تی بریوس نے اس عہدے کو مستقل اور نہایت باوقعت بنا دیا جو صرف قنصلی مرتبے کے اعیان کو مل سکتا تھا۔ شہر کے تینوں فوجی دستے اسی کوتوال کے ماتحت کر دیے گئے جس کے معنی یہ تھے کہ مجلس اعیان کے ہاتھ سے شہر کی کوتوالی (پولیس) کا کام نکل گیا۔ پھر یہ کہ کوتوال کو جرائم کی تحقیق و سزا کے واسطے ایک عدالت بھی دی گئی جس میں وہ شہر کے غلاموں اور بدمعاشوں کے مقدمات کا سرسری فیصلہ کرتا اور سزا دے سکتا تھا۔ اس نئے عہدے پر پیزو ہی مقرر کیا گیا جو اپنی وفات کے وقت یعنی سنہ ۳۲ء تک یہ خدمت انجام دیتا رہا۔

ایک اور عہدہ جس کی تی بریوس نے بنا ڈالی، دریائے تی بر کے کناروں کی دیکھ بھال سے متعلق تھا۔ (کیوراری یا روم اے الویئی تی بر لیس) یہ عہدہ دار بھی قنصلی مرتبے کا شخص ہوتا تھا اور اس کے فرائض سررشتۂ آب رسانی (کیوراا کوا ردم) سے جسے اغسطس نے قائم کیا، جداگانہ تھے۔

(۳)۔ تی بریوس نے ملکی نظم ونسق کی اصلاح پر بھی توجہ کی۔ مرّوجہ طریق میں ایک بڑی خرابی یہ تھی کہ دیوانی اور انتظامی عہدوں پر ناتجربہ کار نوجوان مقرّر کر دئیے جاتے جو بہت تھوڑے عرصے تک اُن خدمات پر رہتے تھے، تی بریوس نے اس خرابی کا علاج یہ سوچا کہ ملازمت کی میعاد بڑھادی چنانچہ اسکے زمانے میں لوگوں کو بڑی شکایت یہی ہوگئی تھی کہ ایک ہی کام کرتے کرتے ہم بوڑھے ہوئے جاتے ہیں، مگر تی بریوس نے یہ جدّت ان حکّام کے معاملے میں جاری کرنی نہ چاہی جنھیں مجلس اعیان مقرر کرتی تھی۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اغسطس کے اس آئین حکومت کو قائم رکھنے کا دل سے خواستگار تھا جس میں مجلس اعیان خاص خاص معاملات بغیر بادشاہی مداخلت کے اپنے اختیار سے انجام دیتی تھی چنانچہ جب ایک مرتبہ (سنہ ۲۲ء) خود مجلس نے تجویز کی کہ بادشاہ ان مجلسی حکّام کی قابلیت کا امتحان لیا کرے، تو اسے بھی تی بریوس نے مسترد کر دیا۔ یوں بھی وہ بڑا لحاظ رکھتا تھا کہ ارکان مجلس کے ساتھ اخلاق و تواضع کا برتاؤ کیا جائے اور اس قسم کے معاملات بھی اکثر مجلس ہی میں پیش کرادئے جاتے تھے جو درحقیقت خود اس کے سامنے پیش ہونے چاہئے تھے، اغسطس کی طرح اس نے ایک "کون سی لیوم" (مجلس شوریٰ) بھی بنا رکھی تھی جس میں اس کے اپنے مشیروں کے علاوہ اعیانی اور متوسط طبقے کے بیس نامی گرامی افراد شامل تھے۔ لیکن اس کا ہم صحیح اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس مجلس خاص کا ملکی معاملات میں واقعی اثر و اقتدار کیا تھا یا بالکل نہ تھا، ایک عجیب بات یہ ہے کہ تی بریوس ظاہری القاب وآداب کے ذریعے اپنے اقتدار شاہانہ کی نمائش کرنے سے بہت بچتا تھا اور اپنی بادشاہی کو زیر نقاب چھپانے کے معاملے میں

اغسطس سے بھی دو قدم آگے تھا حتیٰ کہ اس نے کبھی امپراطور کا لقب اپنے نام کے ساتھ شامل نہیں کیا اور نہ (ممالک غیر سے خط کتابت کے سوائے) کبھی اپنے تئیں "اغسطس" کہوایا۔[1] "پاتر یا تری آئی" (یعنی ابو الوطن) کا لقب اختیار کرنیسے اس نے صاف صاف انکار کر دیا تھا اور اسی طرح حکم دے دیا تھا کہ خود اس کے غلاموں کے سوا اور کوئی شخص اسے "دومی نوس" (۔ ولی نعمت) کے لقب سے مخاطب نہ کرے۔ مندروں میں اپنے بُت نصب کرانے کی بھی اس نے اجازت نہ دی اور جب اس کی ماں اغسطہ لیویہ فوت ہوی اور لوگوں نے اسے دیوتاؤں کے زمرے میں شامل کرنے کی تجویز کی تو تی بریوس نے اسے نامنظور کر دیا؛

(۴)۔ فوج میں تی بریوس نے سخت نظم وضابطہ قائم رکھا تھا۔ اسکی تخت نشینی کے بعد الی ریکم اور رہائن کے بلوائیوں سے اضافۂ تنخواہ کے جو وعدے کئے گئے تھے، انھیں تی بریوس نے پورا نہیں کیا اور مدت ملازمت میں کمی کرنے کی بجائے الٹا اسے زیادہ بڑھا دیا اور یہی واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اسے فوج پر کس قدر اقتدار حاصل تھا؛ فتحمند سپہ سالاروں کا یہ اعزاز کہ وہ "امپراطور" کے لقب سے پکارے جائیں، تی بریوس نے چھین لیا اور اس تعظیمی لقب کو شاہی خاندان کے افراد سے مخصوص کر دیا؛ فوج خاصہ کے لئے اس نے ایک نئی بات نکالی جس نے رومی تاریخ کے آیندہ واقعات پر بڑا اثر ڈالا۔ واضح رہے کہ اغسطس نے فوج کے صرف تین "کوہورت" یا اعشار جیش شہر کے اندر متعین کرنے جائز رکھے تھے اور باقی چھ کی رومہ کے مضافات میں الگ الگ چھاؤنیاں تھیں۔ اب تی بریوس نے شہر کے ومی نال دروازے کے سامنے ایک مستقل لشکر گاہ بنوا دی اور نو کے نو دستے اسی ایک مقام پر رہنے لگے۔ اس طرح یکجا ہو جانے سے انھیں اپنی قوت وکثرت کا احساس ہوگیا اور یہی سبب تھا کہ آیندہ اکثر نازک موقعوں پر یہی فوج خاصہ کے سپاہی سلطنت کی قسمت اور بادشاہ کے انتخاب

---

[1] اس کا عام لقب یہ ہے۔ "تی۔ سیزر دِیوی اَوگستی فی (لیوس)"

کا فیصلہ کرنے لگے، دوسرے اسی کارروائی سے کوتوال یا ناظم خاصہ کی سیاسی قوت میں نمایاں اضافہ ہوا اور دراصل قیاس غالب یہ ہے کہ یہ نئی تجویز تی بریوس کے منہ چڑھے مشیر سجانوس ہی نے سمجھائی تھی جسے تی بریوس نے ناظم خاصہ یا کوتوال شہر مقرر کر دیا تھا اور خوب جانتا تھا کہ فوجی دستوں کے اس طرح ایک جا ہونے سے اس کی قوت بڑھ جائے گی۔

(۵)۔ مالیات کے معاملے میں تی بریوس محتاط و کامیاب حاکم ثابت ہوا۔ روما میں غلہ کی فراہمی اور باشندوں کو رسد رسانی کے مصارف اغسطس کے زمانے کی نسبت اب بہت بڑھ گئے تھے۔ بایں ہمہ تی بریوس کو پس انداز کرنے کا وہ سلیقہ تھا کہ جب کبھی کوئی خاص ضرورت یا مشکل پیش آئی اس نے نہایت خوبی اور کشادہ دلی سے اسے رفع کر دیا۔ سلطنت کے سرمائے کو اس نے عطیات اور بیش قیمت عمارات بنانے میں خراب نہیں کیا اور اغسطس کے مندر یا پمپی کی تماشا گاہ کے سوا اور کوئی عمارت اس کے حکم سے تعمیر نہیں ہوئی لیکن جس وقت زلزلے نے ایشیا کے بہت سے شہروں کو تباہ و منہدم کیا تو اس وقت تی بریوس نے ایک کروڑ سسترکہ (تقریباً پندرہ لاکھ روپے) کے شاہانہ عطیے سے ان کی دستگیری کی اور مجلس اعیان سے کہہ کر کامل پانچ سال تک ان کا خراج معاف کرا دیا اور اور مجلسی خزانے کی کمی کو خود پورا کر دیا۔ چنانچہ ۳۳ء میں مجلسی خزانے کو دس کروڑ سسترکہ دئے۔ پھر تین سال بعد (۳۶ء میں) اسی قدر رقم اَوَن تائن پہاڑی کی خوفناک آتش زدگی سے نقصان اُٹھانے والوں کو اس نے عطا کی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس نے محاصل میں کبھی کوئی اضافہ نہیں کیا بلکہ جب کپا دوسیہ کا الحاق ہوا اور اس نئے صوبے کی آمدنی سے مداخل سلطنت میں بیشی ہوئی تو اس نے اسباب تجارت پر ایک فیصدی قیمت کے محصول کی بجائے گھٹا کر ½ فیصدی کر دیا[۱]۔

۱؎ یہ محصول دوبارہ ۳۱ء میں بڑھایا گیا۔

(۶) - تی بیریوس کے مصیبت کے وقت صوبوں کی دستگیری کرنے سے رومی سلطنت کے طریق جہانبانی میں ایک نیا اصول پیدا ہوا - لوگ اس بات کا احساس کرنے لگے کہ بادشاہی کے ساتھ رومہ پر اپنے محکوم ممالک کے لیے حقوق بھی عائد ہوتے ہیں - اور جیسا کہ اہل الرائے نے جتایا ہے تی بیریوس کا طرز عمل اس بات کی سب سے پہلی شہادتوں میں داخل ہے کہ اب رومہ کی طرف سے بھی اُس احساس و اثر کا جواب ملنے لگا جو پہلے صرف رومہ کا بیرونی صوبوں پر پڑتا تھا - دوسرے یہ سچ ہے کہ تی بیریوس کی بہ حیثیت حاکم کے دانائی اور عالی ظرفی سب سے زیادہ انہی صوبوں کی حکومت میں ظاہر ہوئی جو براہ راست اس کے زیر انتظام تھے - چنانچہ اگر پائے تخت میں اس سے نفرت کی جاتی تھی تو صوبوں میں لوگ اسے دل سے چاہتے تھے - اور یہ ثابت کرنے کے لئے شہادتوں کی کچھ کمی نہیں کہ محکوم رعایا کے حق میں تی بیریوس کا عہد حکومت ایک غیر معمولی راحت و آرام کا زمانہ تھا - جو فوجیں صوبوں میں متعین تھیں ان کے چال چلن کی پوری نگہداشت اور صوبہ داروں کی نگرانی بڑی قابلیت اور شدت کے ساتھ کی جاتی تھی - کوشش کی گئی تھی کہ جبر و تعدی کے خلاف لوگوں کو چارہ جوئی کرنے میں ہر قسم کی سہولت حاصل ہو اور صوبوں کے اعلیٰ حکام اور عمال پر زیادہ ستانے کی اتنی نالشیں جتنی تی بیریوس کے عہد میں ہوئیں اور کسی زمانے میں دائر نہیں ہوئیں - پھر یہ کہ محاصل میں کبھی اضافہ نہیں کیا گیا اور جہاں تک معلوم ہوا ہے یہ نیا طریقہ کہ ایک ہی صوبہ دار اپنے عہدے پر طویل مدت تک کام کرے، قابل اطمینان طور پر چلتا رہا - مثلاً ۱۵ء میں تی بیریوس نے مقدونیہ اور اکائیہ کو ملا کر ایک بادشاہی صوبہ بنا دیا تھا اس پر جو حاکم یا جیش سالار پوپیوسابی نوس مقرر ہوا وہ قریب قریب تی بیریوس کے پورے عہد حکومت تک اسی عہدے پر فائز رہا - مجموعی طور پر انہی بادشاہی صوبوں میں مجلسی صوبوں کی نسبت حق و انصاف کی زیادہ پاس داری کی جاتی تھی - اور جہاں تک تی بیریوس کے عہد کا تعلق ہے یہ واقعہ ان مقدمات کی تعداد سے ثابت ہے جن میں مجلسی صوبہ داروں کو ان کی نالائقی کی سزا ملی[1] - یہی سبب ہے کہ رعایا مجلس

[1] چنانچہ ایشیا کے دو صوبہ داروں، اگرانیوس مارسلوس اور سی سیلانوس پر اتیسرے کریت

کے تحت سے نکل کر بادشاہی صوبوں میں داخل ہونے کو اپنی خوش نصیبی سمجھتی تھی۔ خودتی بریوس کا یہ قول صوبوں کی حکومت کے متعلق اس کے اصول حکومت کو ظاہر کرتا ہے کہ "ایک اچھے گڈریئے کا کام یہ ہے کہ بھیڑوں کے بال لے، کھال نہ کھینچے" اس بارہ میں وہ خاص ضابطہ قابل ذکر ہے جس کی رُو سے صوبہ داروں کو اپنی بیویوں کی زیادہ ستانی کے افعال کا بھی ذمہ دار گردانا گیا تھا۔

(۷)۔ جس طرح تی بریوس کو صوبوں کے حال پر خاص توجہ تھی اسی طرح خاص اطالیہ کی فلاح و بہبود کے واسطے مجلس اعیان کو امداد و مشورہ دینا بھی اُس نے فراموش نہ کیا تھا۔ یہاں لوگوں کی حفاظت اور مسافروں کو ڈاکوؤں سے نجات دینے کی غرض سے اس نے مختلف مقامات میں فوجی چوکیاں بٹھادی تھیں اور ہر قسم کے فساد کا فوراً انسداد کر دیا جاتا تھا، زراعت کو از سرنو ترقی دینے کی بھی اسے فکر تھی جو گزشتہ سو برس سے بتدریج لیکن یقینی طور پر اطالیہ میں تنزل کر رہی تھی کیونکہ آزاد مزدور اور کسانوں کا طبقہ ہی ملک سے غائب ہو گیا تھا اور زراعت کی اسی کمی کا نتیجہ یہ تھا کہ اب جزیرہ نمائے اطالیہ کے باشندوں کی زندگی بیرونی غلے کی رسد رسانی پر منحصر ہو گئی تھی۔

۳۳ء میں ایک اقتصادی پیچیدگی سے پریشانی پیدا ہوئی اور بادشاہ کو "ساکھ" قائم رکھنے کے واسطے خود مداخلت کرنی پڑی۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ پیشہ ور مخبروں نے (جنھیں "دلاتور" کہتے تھے) اُن قرض دینے والے سرمایہ داروں پر مقدمہ دائر کیا جو جولیس سیزر کے دو قانونوں کی باضابطہ خلاف ورزی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک قانون کی رُو سے یہ ممنوع تھا کہ کوئی شخص ساٹھ ہزار سسترکہ (تقریباً نو ہزار روپیہ) سے زیادہ زر نقد اپنے پاس رکھے۔ اور اس رقم سے زیادہ جو کچھ کسی کے پاس ہو اسے اطالیہ میں مکانات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۵۔ (قریطش) کے مجلسی صوبہ دار کی سیوس کودوس پر اور چوتھے بتینکہ کے صوبہ دار دی بیوس سری نوس پر مقدمہ چلا اور چاروں کو سزا ملی۔

یا اراضی کی صورت میں لگا دینا پڑتا تھا؛ دوسرے قانون میں قرض دار و قرض خواہ اور سود کے متعلق احکام تھے۔ الغرض مقدمہ شہر کے پری تور (میر عدل) گراکوس کے سامنے پیش ہوا اور چونکہ اس میں بہت سے لوگ شریک تھے اس لئے اس نے مناسب سمجھا کہ یہ مقدمہ مجلس اعیان میں بھیجدے۔ لیکن خود مجلس کے سارے ارکان اس قانون کی خلاف ورزی کے مجرم تھے لہذا انھوں نے بادشاہ کے حضور میں مرافعے کی درخواست کی اور تی بریوس نے انھیں ڈیڑھ سال کی مہلت دیدی کہ اس مدت میں ہر شخص اپنے حسابات قانون مذکورہ کے مطابق درست کرلے۔ اس پر سود خواروں نے فوراً اپنے قرضے واپس لے لئے اور صدہا قرض داروں کو روپیہ ادا کرنے کے واسطے اپنی جائیدادیں بیچنی پڑیں۔ یہ معلوم تھا کہ مذکورہ بالا قانون پر عمل کرنے سے روپے کی ملک میں قلت ہو جائے گی۔ لہذا ایک مجلسی قانون گویا قانون سیزر کی منشا کو واضح کر دینے کی غرض سے نافذ کر دیا گیا کہ سرمایہ دار کو کم سے کم دو تہائی سرمایہ خاص اطالیہ کی جائدادوں میں لگانا لازم ہوگا۔ لیکن اس تدبیر سے اور بھی خرابی بڑھ گئی یعنی سرمایہ داروں نے روپیہ سمیٹ کر جمع کر لیا کہ زمینوں کی قیمت گر جائے تو سستے داموں زمین خریدیں اور زمین کی قیمت اس درجہ سے کم ہوی کہ بہت سے قرض خواہ اپنا قرضہ نہ ادا کر سکے۔ چنانچہ بیسیوں خاندان تباہ و برباد ہو گئے۔ بالآخر تی بریوس نے دست اعانت بڑھایا اور دس کرور سسترکہ دے کر قرض دینے کے واسطے ایک سرمایہ قائم کر دیا کہ جو لوگ مقروض تھے وہ اس سرمائے سے روپیہ لے کر اپنے قرض ادا کریں۔ روپیہ لینے والوں کو جو رقم لیں اس سے دگنی مالیت کی جائداد مکفول کرنی پڑتی تھی لیکن تین سال تک اُن سے کوئی سود نہ لیا جاتا تھا۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ از سر نو جائداد والوں کی ساکھ قائم ہو گئی اور باقی ماندہ قرض داروں کو اپنی جائدادیں بچانے یا اُن کی واجبی قیمت وصول کرنیکا موقع مل گیا؛

(۸)۔ محکمۂ عدالت پر تی بریوس نے خصوصیت اور بہت باریک

بینی کے ساتھ توجہ کی۔ ایک نیا اور نہایت کارآمد ضابطہ اس نے یہ بنایا کہ جن مجرموں کو مجلس اعیان سزا دے انھیں فیصلہ سنانے اور سزا ملنے کے درمیان نو دن کا وقفہ دیا جائے۔ جرائم کی تحقیقات کے معاملے میں مجلس نے تی بریوس کے زمانے میں ایک عدالت عالیہ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ لیکن اس کے فیصلوں پر وہ بہ حیثیت بالادست نگرانی رکھتا تھا۔ بلکہ ایسے تمام معاملات میں، جن میں بادشاہ کے ذاتی اغراض کا کوئی لگاؤ ہو، مجلس کا کام ہی یہ تھا کہ بادشاہ کی جو کچھ مرضی معلوم ہو اسی کے مطابق فیصلہ صادر کر دے۔

وضع قوانین کے کام میں بھی تی بریوس بہت مستعد تھا۔ سنہ ۱۹ء میں قانون جونیہ نوربانہ نافذ کیا گیا جس کی غرض ایسے موالی کی حمایت کرنا تھی جنھیں اُن کے آقا چھوڑ دیں لیکن باضابطہ آزاد نہ کریں۔ نئے قانون کی رُو سے وہ تاحیات اپنے مالکوں کے ہاتھ سے آزاد مان لیے گئے اور انھیں بغیر کو نو بیوم (۔ ازدواج) "کومرشیوم" (۔ میل۔ بیع و شریٰ) کی جیسے اصطلاحاً "جونیانا لاتی نی تاس" کہتے تھے، اجازت مل گئی۔ انھیں اپنی املاک بذریعہ وصیت منتقل کرنے کی اجازت نہ تھی اور نہ کوئی دوسرا ان کے نام اس قسم کی وصیت کر سکتا تھا۔ طبقۂ متوسطہ کی تعداد محدود کرنے کے لیے بھی مجلس کا ایک فیصلہ نافذ کر دیا گیا تھا کہ وہ لوگ جن کے دادا آزاد باشندے نہ تھے، اور اب جن کے قبضے میں چار لاکھ سسترکہ کی مالیت نہیں، اس طبقہ سے خارج کر دئے جائیں گے۔

رومہ اور اطالیہ میں خرابیوں کی اصلاح اور بیہودگیوں کے تدارک کی غرض سے بادشاہ نے جو کوششیں کیں اُن سے اس کے خلاف لوگوں کی بیزاری اور بڑھی اور پختہ ہو گئی۔ مثلاً اس نے دنگل کے کشتی گیروں کی تعداد محدود کر دی۔ ایک دفعہ جو تماشا گاہ میں بلوا ہوا تو اس نے تماشا کرنے والوں کو شہر سے نکلوا دیا۔ اُس نے رمالوں کو بھی اطالیہ سے خارج کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی اہل مشرق کی مذہبی رسمیں رومہ میں گھر کرتی جاتی تھیں انھیں بھی تی بریوس نے مٹانا چاہا اور خصوصیت کیساتھ ای ئیس کی

پرستش ممنوع قرار دی بلکہ اس دیوی کا بُت اٹھا کر دریا میں پھکوا دیا۔ اسی طرح اس نے اطالیہ میں یہودیوں کے خلاف جنھیں روما کے ملکی حقوق حاصل ہو گئے تھے، سخت کارروائیاں کیں۔ دراصل ان لوگوں نے جنگی خدمت سے بچنے کے بہانے نکالے تھے۔ اسی خطا پر انھیں نالایق رعایا سمجھا گیا اور ان کی مذہبی رسمیں ممنوع قرار پائیں۔ پھر چار ہزار یہودی موالی سارڈینیہ میں منتقل کر دئے گئے اور قزاقوں کے سدّباب کرنے کا کام ان کے سپرد ہوا کیونکہ یہ بڑی آب وہوا کا جزیرہ ان ڈاکوؤں سے معمور تھا۔ اس ضمن میں تی بریوس نے حقوق پناہ دہی میں جو کمی اور حد بندی کی اس کا بھی ذکر کر دینا چاہئے اگرچہ اس کا تعلق زیادہ تر سلطنت کے مشرقی حصے سے ہے جہاں مجرموں کو پناہ دینے کے بہت سے مامن قائم ہو گئے تھے۔ وہ ایک مذہبی نوعیت رکھتے تھے اور ان میں پناہ لینے والے مجرموں سے قانونی مواخذہ نہ ہو سکتا تھا اور ان کا وجود رعایا کے واسطے موجب تکلیف ہو گیا تھا۔

مگر طبقۂ اعلیٰ میں جو تعیّش و بے اعتدالی پھیلی ہوئی تھی اس کے خلاف تی بریوس بھی کچھ بہت جدوجہد نہ کر سکا۔ وہ خود کفایت شعار و میانہ رو آدمی تھا اور امرا کے اسراف، ان کے ساز و سامان اور پر تکلف کھانوں پر جو بے حساب روپیہ خرچ ہوتا تھا، اسے دل سے ناپسند کرتا تھا۔ لیکن اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس بارے میں انسدادی قوانین سے کچھ کام نہیں چل سکتا اور علانیہ کہتا تھا کہ باقاعدہ احتساب کا یہ مناسب وقت نہیں ہے۔ البتہ سرکاری مذہب کو جس کی اغسطس نے تجدید کی تھی، اس نے احتیاط سے قائم و بحال رکھا۔ مقدس آتش کدے کی کنواریوں میں اس کی ماں لیویہ سر فہرست نشست رکھتی تھی اور "سودال اوگستال" کے نام سے پروہتوں کی ایک نئی جماعت مرتب کی گئی تھی کہ اغسطس دیوتا کی پرستش کا اہتمام رکھے۔ اور اس جماعت میں مجلس اعیان کے نہایت ممتاز ارکان داخل تھے[1]۔

(۱) عجب نہیں کہ تی بریوس کی سیاسیات کا وہ جزو جو معاصرین

واخلاف میں سب سے زیادہ ناراضی کا سبب ہوا یہ ہو کہ اس نے "ماجس تاس"
(Maiestas) یعنی عداوت باحکومت کو نئے معنی پہنائے - یہ حقیقت میں
اُن جرائم کا نام تھا جن کا قومی حکومت کی شان و عظمت کے خلاف کوئی کام کرنے سے
ارتکاب ہوتا تھا - جولئس سیزر نے ایک قانون (لکس جولیہ) کے ذریعہ ان جرایم
کی مختلف صورتیں واضح کرکے اس کی پوری طرح حد بندی کردی تھی اور اگرچہ
اغسطس نے ان میں بعض اور افعال بھی محسوب کرکے قانون کے دائرے میں
توسیع کردی لیکن اس سے کچھ زیادہ کام نہیں لیا تھا - اس کے برخلاف تی بریوس
نے اس قانون کو اپنی ذاتی حفاظت کا ایک آلہ بنایا اور اس کے عہد میں "ماجس تاس"
ان افعال کا نام ہو گیا جو بادشاہ کی ذات کے خلاف کئے جائیں جس کے معنی یہ تھے
کہ خود بادشاہ قومی حکومت کے مُرادف سمجھا جائے - صدر کی ہر قسم کی توہین
جو تحریر یا تقریر میں کی جائے قانون "ماجس تاس" کے اندر داخل تھی - حقیقت میں
تی بریوس نے غدر و سازش سے محفوظ رہنے کے لئے اس نئے آلے سے کام لینے
کا تہیہ کیا تھا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اس قانون کا بیجا استعمال کیا جائے
اور لوگوں میں بادشاہ کی بدنامی ہو - تی بریوس کو امید تھی کہ اس ہتیار کے
خوف سے اعیان اس کے قابو میں رہیں گے اور اس کی خلاف مرضی اپنی
رائے کا اظہار نہ کرسکیں گے کہ مبادا ایسی آزادی بادشاہ کی توہین و غداری
میں داخل کرلی جائے - اور لتوریوس پیریس کوس کے مقدمے سے
صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس انسدادی قانون کا کس شرمناک طریقے سے
بیجا استعمال کیا جاسکتا تھا - یہ پیریس کوس نائٹ کا مرتبہ رکھتا تھا - اور
جرمانی کوس کی موت پر اس نے شعر لکھکر تی بریوس سے انعام میں کوئی تحفہ بھی
حاصل کیا تھا - اس کے کچھ عرصے بعد دروسوس بیمار پڑا اور شاعر کو اس کی پہلی
کامیابی نے ہمت دلائی کہ دروسوس پر بھی ایک نظم لکھے جسے اس شہزادے
کے مرنے کے بعد شایع کیا جا سکے - پھر اگرچہ دروسوس اس بیماری میں نہ مرا
لیکن پیریس کوس کا دل ایک مجمع میں لوگوں کو اپنی نظم سنائے بغیر نہ مانا جس سے
یہ خبر مشہور ہو گئی اور اس کے خلاف مجلس اعیان میں مقدمہ دائر کردیا گیا۔

مجلس نے اسے ایک سیزر کی موت چاہنے کا مجرم قرار دیا اور صرف دو ارکان نے یہ رائے دی کہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے کیونکہ اس کا فعل کسی بدنیتی پر نہیں بلکہ محض بے عقلی پر مبنی ہے۔ لیکن کثرت رائے سے وہ سزائے موت کا مستوجب قرار پایا اور اسی فیصلے کی فوراً تعمیل کر دی گئی۔ اس واقعے کے وقت تی بریوس شہر سے باہر گیا ہوا تھا جب واپس آیا تو یہ قصہ سن کر اسے افسوس ہوا اور اس نے ان دو ارکان کی رائے کی تعریف کی جنھوں نے کثرت آرا کے خلاف تجویز کی تھی۔ اسی واقعے کے بعد یہ ضابطہ جس کا اوپر ذکر آیا، بنا تھا کہ آیندہ فیصلۂ سزا اور سزا کے درمیان چند روز کا وقفہ ہوا کرے۔

(۱۰)۔ لوگوں کو قانون "ماجس تاس" کی اس اندیشہ ناک توسیع کی خرابیاں اس وجہ سے اور بھی زیادہ ناگوار گزریں کہ تی بریوس نے اپنے زمانے میں دلاتوروں کی بڑی ہمت افزائی کی۔ اصل میں تو دلاتور ایسے مخبر کو کہتے تھے جو مال کے عہدہ داروں کو اُن سرکاری رقوم کی اطلاع بہم پہنچائے جو کسی کے ذمہ واجب الادا رہ گئی ہوں۔ پھر وہ لوگ بھی جو کسی قابل جرمانہ جرم کی خبر دیتے تھے، اسی نام سے پکارے جانے لگے۔ اغسطس نے اس مخبری کی یہ قدر دانی کی کہ جو لوگ اس کے وضع کردہ قوانین ازدواج کی خلاف ورزی کرنے والوں کی مخبری کرتے، اُن کے لئے انعام مقرر کر دیا۔ تھوڑے ہی دن میں مخبری ایک باقاعدہ پیشہ بن گئی۔ اور چونکہ سرکاری پیرو کار مقرر کرنے کا اس زمانہ میں رواج نہ تھا لہذا حکام کو اس میں بڑی سہولت ہوئی کہ استغاثوں کی وکالت کا کام بھی یہی غیر سرکاری مخبر انجام دیں۔ جب تی بریوس تخت نشین ہوا تو اُس نے قوانین کی پابندی اور عدالتی کاروبار کے واسطے اس مخبری کو بہت پسندیدہ پیشہ سمجھا اور اس کی قدر افزائی کی۔ پھر جب اسے معلوم ہوا اس سے کس قدر برا، بُری طرح کام لیا جا سکتا ہے اور اس کی رعایا کو یہ کس درجہ ناپسند ہے تو اُس نے یہ نتیجہ نکالا کہ خرابیوں کے علاج کی یہ صورت نہایت خطرناک ہے اور اس کی روک تھام پر متوجہ ہوا کیونکہ درحقیقت اس کا دلی منشا تھا کہ نہایت سختی سے خالص انصاف

کیا جائے، ان بے باک دقا بو طلب مخبروں سے لوگ بہت خوف زدہ اور پریشان رہتے تھے اور تی بریوس نے پندرہ اعیان کی ایک عدالت صرف اس غرض سے بنائی تھی کہ قوانین کی غلط تاویل و تعبیر کرنے سے رُوکے لیکن آخر میں اپنے ناظم خاصہ سجانوس کے اثر سے تی بریوس پھر مخبری کو جائز رکھنے لگا اور غدارِ سلطنت کے قانون میں جس قدر زیادہ وسعت و آزادی آتی گئی اسی قدر دلاتور زیادہ خوف ناک ہوتے گئے۔

فصل دوم۔ سجانوس کا عروج۔ دروسوس کی مَوت

(۱۱) جرمانی کوس کے مرنے سے جانشینی کے متعلق جو مشکلات تی بریوس کو نظر آرہی تھیں، وہ دور ہوگئیں۔ کیونکہ اپنے بیٹے اور جرمانی کوس کے حقوق میں توازن اور مساوات رکھنا آسان نہ تھا۔ اس مساوات کو قائم رکھنے کا تی بریوس جس قدر اہتمام کرتا تھا، اس کا اندازہ سارڈیس کی ایک اشرفی سے ہوتا ہے جس کے کتبے میں تو پہلا نام دروسوس کا ہے لیکن تصویر میں دست راست پر جرمانی کوس کو رکھا ہے۔ دروسوس ہمت اور دانشمندی میں اپنے عمزاد بھائی جرمانی کوس سے کمتر تھا لیکن اس کے ساتھ دلی محبت رکھتا تھا اور جرمانی کوس کے مرنے کے بعد متوفی کی اولاد سے پدرانہ شفقت کا برتاؤ کرتا تھا۔ مگر خود تی بریوس کے جرمانی کوس کے ساتھ برتاؤ کی شان کچھ اسی قسم کی تھی جیسا کہ اغسطس کا برتاؤ خود تی بریوس کے ساتھ رہا۔ یعنی گو سلطنت کی بھلائی کے خیال سے وہ اپنے بھتیجے کو جانشین تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جائے مگر اس کی فطری محبت کا تقاضا یہی تھا کہ دروسوس کا حق فائق رہے حالانکہ باپ بیٹے میں کچھ بہت اتفاق و یکجہتی نہ تھی۔ الغرض جرمانی کوس کی پُراسرار مَوت کے بعد تی بریوس نے کوشش شروع کی کہ متوفی بھتیجے کی اولاد کو محروم کرکے سلطنت کا آئندہ وارث دروسوس کو تسلیم کرا دے۔ جرمانی کوس اور دروسوس دونوں کے واسطے ارمینہ اور الی ریکم میں حسن کارگزاری کے صلے میں سرکاری طور پر تہنیت ادا کرنے کی تجویز ہوئی تھی مگر ارمینہ کے فساد رفع کرنے والے کو واپس روما آنا نصیب نہ ہوا۔

البتہ ۲۰ء میں دروسوس کے استقبال و تہنیت کی رسم ادا ہوی اور سال آیندہ وہ دوسری دفعہ قنصل مقرر ہوا۔ پھر ۲۲ء میں باپ نے مجلس اعیان اور جمہور سے اُسے تری بیونی اختیارات دلوا کر اپنے شریک حکومت کے مرتبے سے سرفراز کر دیا۔

(۱۲) گو ممکن ہے کہ بادشاہ نے اپنے بھتیجے کے مرنے کو ایک قسم کی خوش نصیبی گردانا ہو لیکن بیٹے کے متعلق جو امیدیں اُسے تھیں ان کا پورا ہونا اسکی تقدیر میں نہ تھا۔ دروسوس کی شادی جرمانی کوس کی بہن لیویہ (خوُد) سے ہوی تھی جسے اغسطس کی بیوی سے امتیاز کرنے کے لئے لی ویلہ کہتے تھے وہ خوبصورت اور جاہ طلب عورت تھی اپنے مقاصد کے لئے اسے کسی اصول کی پروا نہ تھی اور معلوم ہوتا ہے اس کی ہمنام اغسطہ لیویہ بھی اس کی معین و طرفدار تھی۔ اس لیویلہ کو افواج خاصہ کے تشکیل و طاقتور ناظم سجانوس نے گانٹھ کر ایک سازش میں شریک کر لیا۔ یعنی اس کے ساتھ اپنا تعشق جتا کر اس کی حرص وہوس کو اپنی تعریف و چاپلوسی سے اور ترقی دی اور اس شرط پر کہ راستے میں جو چیز حائل ہے وہ دور ہو جانے اس سے شادی کرنے اور تخت شاہی پر بٹھانے کے لمبے چوڑے وعدے کئے۔ سجانوس اصل میں اتروریہ[1] کی ایک بستی وُلسینی کا باشندہ اور طبقہ متوسط کا فرد تھا۔ جوانی میں وہ گایوس سیزر کے رفقا میں ملازم رہا۔ پھر اس نے اپنی موقع شناسی اور کارگزاری سے تی بریوس کے دل میں ایسا گھر کیا کہ آخر میں وہ بادشاہ کا نیم سرکاری وزیر اور ایسا مشیر بن گیا جس کے بغیر بادشاہ کوئی کام ہی نہ کرتا تھا۔ تی بریوس کے وہم میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس کے منظور نظر کے دل میں کیسے کیسے ارمان اور وسیع منصوبے بھرے ہیں حالانکہ درحقیقت سجانوس بادشاہ کے دست راست رہنے پر قانع نہ تھا بلکہ سلطنت کے سب سے بڑے مرتبے پر خود فائز ہونے کی ہوس رکھتا تھا۔ لیکن اپنی غلامانہ خدمت و کارگزاری سے اُس نے تی بریوس کو بالکل بے خبر بنا دیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ سجانوس کے معاملے میں اپنی معتاد متانت

[1] اسی بنا پر جوُنال اسے "تسکانی" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ دیکھو اسکی کتاب ۱ (Sat., X, 74)

اور خشک مزاجی کو بھی بالائے طاق رکھ دیتا تھا اور اس پر اس درجے عنایت کرنے لگا تھا کہ نہ صرف نجی گفتگو بلکہ مجلس اعیان اور عام تقریروں میں اسے "اپنی محنت کے شریک" کے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔ اور اجازت دے دی تھی کہ سجانوس کا نیم قد مجسمہ تماشا گاہوں اور بڑے بازاروں میں نصب کیا جائے مگر واضح رہے کہ یہ افراطِ عنایات محض اس بنا پر تھی کہ تی بریوس کو اس بات کا خیال ہی نہ آیا تھا کہ سجانوس جیسی حیثیت اور حسب نسب کا آدمی بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔ دروسوس کی نظر اس بارے میں زیادہ گہری تھی اور اسے سخت قلق تھا کہ ایک غیر شخص کا اس کے باپ پر اس قدر اثر ہو کہ اس کے مقابلے میں بیٹا بھی نظر سے گر جائے۔ بلکہ ایک مرتبہ اس نے سجانوس کو جس سے دلی نفرت تھی، مارنے کے لئے ہاتھ بھی اٹھایا تھا۔ اسی بنا پر سجانوس نے جو پہلے ہی اپنی بیٹی کی جرمانی کوس کے بھائی کے ساتھ شادی کی قرارداد کر کے تخت شاہی تک پہنچنے کی تدبیر کر چکا تھا، ارادہ کر لیا کہ دروسوس کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔

یکایک ۲۳ء میں دروسوس نے ظاہرا ایک بیماری سے وفات پائی لیکن آٹھ برس کے بعد یہ حال کھلا کہ درحقیقت اسے اس کی بیوی لیویلہ اور لیویلہ کے چاہنے والے سجانوس کی سازش سے زہر دیا گیا تھا۔ بہر حال اس کی موت سے تی بریوس کو سخت صدمہ پہنچا۔ دروسوس کی اولاد کمسنی کی وجہ سے اس قابل نہ تھی کہ ان میں سے کسی کو جانشین بنایا جائے۔ لہذا چار و ناچار جرمانی کوس کے بڑے بیٹوں نیرو اور دروسوس کو گود لینا پڑا اور ان ہی کو ساتھ لئے ہوئے وہ مجلس اعیان میں آیا اور سفارش کی کہ سلطنت کا آیندہ وارث انھیں تسلیم کیا جائے۔ ادھر سجانوس نے اپنی بیوی اپی کاتہ کو طلاق دیدی تھی اور مستدعی تھا کہ لی ویلہ کو اس کے ساتھ بیاہ دیا جائے لیکن تی بریوس نے اس شادی کی جس سے تخت کے نئے مدعی پیدا ہوں، اجازت نہ دی۔ سجانوس کو مجبوراً دوسری تدابیر اختیار کرنی پڑیں۔ اور اب اس نے جرمانی کوس کے خاندان کو فنا کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

(۱۳)۔ تی بریوس کے گرداب شاہی خاندان کی چار بیوہ خواتین تھیں جن کی بدولت اس کا دربار آئے دن کی ساز باز اور حسد و رقابت کا گھر بنگیا تھا۔ ان میں ایک تو اس کی ماں لیویہ اور بہو لیویلہ تھی ایک اسکی سالی ان تونیہ اور چوتھی جرمانی کوس کی بیوہ اگری پینہ۔ لیویہ کو خود اغسطس نے اختیارات شاہی میں حصہ پانے کی وصیت کی تھی اور وہ اس حق سے کام لینا چاہتی تھی۔ شاہی مراسلات میں بیٹے کے ساتھ اس کا نام بھی لکھا جاتا اور اگرچہ سرکاری معاملات میں اس کی مداخلت تی بریوس کو بالکل پسند نہ تھی مگر وہ اس کے اثر و اقتدار سے نجات نہ پاسکتا تھا۔ مجلس اعیان میں بھی ایک ذی اثر گروہ لیویہ کے ہواخواہوں کا موجود تھا جنھوں نے تجویز کی تھی کہ اسے "مادر وطن" کے لقب سے یاد کیا جائے ادھر اگری پینہ کو اگرچہ شوہر کے مرنے سے اپنی آرزوؤں میں بڑی ناکامی ہوئی تھی لیکن اب وہ دوبارہ اولاد کی وساطت سے اقتدار حاصل کرنے کی امیدوار تھی۔ پاکدامن اور کثیر الاولاد ہونے کے باعث وہ رومہ کی ایک قابل مثال شریف بیوی تھی لیکن مزاج غضب کا تند پایا تھا اور زبان پر قابو نہ رکھتی تھی۔ بادشاہ کو وہ اپنا جنم کا بیری جانتی تھی اور پلان کینہ کے معاملے میں جو نرمی کیگئی اس کا اسے نہایت رنج اور دل میں کینہ بھرا تھا۔ حتی کہ اس کے بیٹے دروسوس اور نیرو، تی بریوس کی جانشینی کے واسطے چنے گئے تب بھی اس کا جی خوش نہ ہوا" کیونکہ ابھی اس کی تمنائیں بر آنے میں بہت دیر نظر آتی تھی۔

(۱۴) بیٹے کی وفات کے بعد تی بریوس کا میلان سجانوس کی طرف روز بروز زیادہ ہوتا گیا اور اسی زمانے سے رومیوں کو وطنی حکومت میں سستی اور کمزوری کے آثار دکھائی دینے لگے۔ سجانوس نے بادشاہ کے توہمات وخوف سے کام لینا شروع کیا اور اس کے خلاف سازشوں کی فرضی نشاندہی کرنے لگا۔ چنانچہ بیگناہوں پر بڑے بڑے ظلم ہوے۔ لیکن یہ بات جتا دینی چاہئیے کہ تی بریوس کے طرز عمل کی اس بڑی تبدیلی کا اثر امرا اور عہدہ داروں کے حلقے تک محدود تھا اور اس سے سلطنت کی عام خوش حالی میں کوئی خلل نہیں آیا۔ بہت سے

ذی وجاہت لوگ باطل شبہات اور جعل سازی کا شکار ہوئے مگر مجموعی طور پر رومی سلطنت کا نظم و نسق ابھی تک اچھی طرح چلتا رہا۔

تی بریوس کے عہد صدارت کے آخری نصف کو جس ظلم و زیادتی نے بدنام کیا اس کی تہ کا سبب اگر ڈھونڈا جائے تو غالبًا یہ نکلے گا کہ بادشاہ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ مجلس اعیان میں اگری پینہ کے ہوا خواہوں کا ایک بڑا گروہ موجود ہے اور یہ لوگ دروسوس کی موت کے بعد نہایت مسرت سے انتظار کر رہے ہیں کہ کب اس کے بچے سلطنت کے وارث ہوں۔ پس تی بریوس اور سجانوس نے تہیہ کر لیا کہ اس گروہ کا قلع قمع کر دیا جائے۔ اس میں سجانوس کا سب سے پہلا شکار سی سیلیوس ہوا جس کا حال پہلے ہماری نظر سے گزر چکا ہے کہ شمالی سرحدوں پر اس نے بہت اچھا کام کیا اور اس کی بیوی اگری پینہ کی سہیلی تھی۔ اب اس پر ساک رو دیر کی بغاوت سے چشم پوشی اور رعایا پر ظلم و زیادہ ستانی کرنے کے الزام لگائے گئے اور ان الزاموں کو اس قدر قوت پہنچائی گئی کہ عدالت کا فیصلہ صادر ہونے سے پہلے سیلیوس نے خودکشی کر لی۔ اس کی بیوی کو جلاوطنی کا حکم ملا اور جو کچھ املاک و متاع تھی وہ یہ کہکر ضبط کر لی گئی کہ سب غالیہ کی رعایا سے جبرًا لئے ہوئے روپے کا مال ہے۔ ایک اور شخص کرم توس کوردوس کے متعلق یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا وہ بھی اگری پینہ کے طرفداروں میں تھا۔ بہرحال یہ وہ شخص ہے جس نے جمہوریہ روما کی خانہ جنگی کے زمانے کی تاریخ "اینلز" لکھی تھی اور حکمائے رواقیہ کے فرقے میں شمار ہوتا تھا۔ اپنی کتاب میں کاسیوس کو اس نے "رومی جوان مردوں کی آخری یادگار" کے لقب سے یاد کیا تھا اور اگرچہ خود اغسطس کی نظر سے یہ کتاب گزری اور اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا، لیکن اب ۲۵ء میں اسی فقرے پر اس سے مواخذہ ہوا اور یہ الزام وارد کیا گیا اس نے شورش پیدا کرنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی تھی۔ مقدمے میں کرم توس نے یہ سمجھکر کہ اس کا فیصلہ پہلے ہی سے کیا دھرا ہے، مجلس اعیان میں تلخ و تند تقریر کی اور گھر آکر بذریعۂ فاقہ کشی اپنے آپ کو ہلاک کر لیا جس کے بعد حکومت کو صرف یہ کام کرنا رہگیا کہ اس کی کتاب کے نسخے جلوا دے۔

سال آیندہ (۲۶ء) دلاتوروں نے اگری پینہ کی خالہ زاد بہن کلودیہ پولکرہ[1] کو عدالت میں کھینچا جس سے درحقیقت بالواسطہ اگری پینہ پر حملہ کرنا مقصود تھا۔ اس خاتون پر انھوں نے بدکاری اور نیز بادشاہ کو زہر و جادو سے ہلاک کرنے کے اقدام کا سنگین الزام عائد کیا۔ اسی کوشش کر اگری پینہ نے تی بریوس سے ملنا چاہا اور اس وقت سامنے پہنچی جب وہ اغسطس کے نام پر بھینٹ چڑھا رہا تھا۔ اگری پینہ نے چیخ کر کہا کہ "خبردار، وہی شخص جو اغسطس دیوتا کی اولاد کو ستا رہا ہے اس پر بھینٹ نہیں چڑھا سکتا" اور اس کے طعن تشنیع سے جن کی وہ بوچھار کر رہی تھی آجل کرتی بریوس نے ایک یونانی شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا "صاحب زادی، یہ میرا قصور ہے کہ تم بادشاہ بیگم نہیں ہو؟" غرض پولکرہ کو عدالت سے سزائے موت ملی جس کی خبر نے اگری پینہ کو سخت بیمار ڈال دیا اور جب تی بریوس عیادت کے لئے اس کے پاس آیا تو اگری پینہ نے استدعا کی کہ مجھے دوسری شادی کرنے کی اجازت دیدی جائے۔ اس شادی میں بھی اسی قسم کا اعتراض تھا جیسا کہ لیویلہ اور سجانوس کی شادی میں! لیکن تی بریوس نے رد و قدح کرنے کا یہ موقع مناسب نہ سمجھا اور یک بہ یک اٹھکر کمرے سے باہر چلا آیا، یہ وہ نقل ہے جسے اگری پینہ کی بیٹی (نیرو بادشاہ کی ماں) نے اپنی سوانح عمری میں خود تحریر کیا ہے!

ظاہر ہے کہ اس قسم کے قضیوں سے اگری پینہ اور تی بریوس کی باہمی مخالفت اور زیادہ بڑھتی تھی اور خود سجانوس چالاکی سے تی بریوس کی طرف سے طرح طرح کی روایتیں شہزادی کے کان میں ڈلواتا رہتا تھا جن سے اگری پینہ کو پورا یقین ہو گیا کہ بادشاہ اسے زہر دلوانے کی فکر میں ہے چنانچہ بادشاہ نے اسے اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی تو دسترخوان پر جو چیز اس کے سامنے پیش کی گئی اسے کھانے سے اس نے صاف انکار کر دیا۔ اور اس طرح علانیہ

---

[1] معلوم ہوتا ہے یہ پولکرہ ،، مارسلہ بنت اکتاویہ کی بیٹی تھی اور اکتاویہ کی نواسی اغسطس کی نواسی کی "سوب رینا" یعنی جدی خالہ زاد بہن ہوئی!

اپنے شبہات ظاہر کرنے سے تی بریوس کو اور بھی اپنے سے بیزار کیا ہ

فصل سوم - تی بریوس کا قیام

کاپریہ میں - سجانوس کا اقتدار اور زوال

(۱۵) اب تک تی بریوس پائے تخت ہی میں مقیم رہا اور سرکاری کاموں کو نہایت تندہی سے انجام دیتا رہا تھا۔ وہ برابر صوبوں کا دورہ کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا رہتا تھا اور کئی دفعہ سفر کی تیاریاں بھی ہو ہوگئیں لیکن جب روانگی کا وقت آیا تو وہ کوئی نہ کوئی عذر نکال کے رہگیا اور شہر کے باہر کبھی انتیم سے آگے جانے کی نوبت نہیں آئی۔ مگر جس قدر وہ بوڑھا ہوتا گیا (سنہ ۲۶ء میں اس کی عمر سٹرسٹھ سال کی ہوگئی تھی) اسی قدر معلوم ہوتا ہے اس کا اگلا کھرا پن، بنی نوع سے بے اعتباری اور بادشاہی شان وشوکت سے بیزاری بڑھتی گئی۔ وہ ہمیشہ سے خشک مزاج، زود حس اور شرمگیں طبیعت کا آدمی تھا اور جوانی کی اور پھر بعد کی ناکامیوں نے اسے چڑچڑا بنا دیا تھا۔ رومہ کے لوگوں کی اپنے سے ناراضی کا اسے پورا احساس تھا اور عجب نہیں کہ اس بات نے اسے رفتہ رفتہ اور بھی بدمزاج کر دیا ہو۔ ادھر گھر میں اسے ہر وقت پریشانیوں کا سامنا رہتا تھا کہ ایک طرف تو لیویہ اور لیویلہ تھیں اور ایک طرف اگری پینہ اور ان کی آپس میں جنگ ٹھنی رہتی تھی۔ رومہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ مستقل سکونت اختیار کر لینا کوئی معمولی بات نہ تھی لیکن مذکورہ بالا اسباب اس نقل مکان کرنے کے لئے کافی سمجھے جا سکتے ہیں کیونکہ اگر ان اسباب کا بادشاہ پر کچھ اثر ہوتا تھا تو اسکو اپنے منظور نظر سجانوس کی تائید اور چاپلوسی مزید تقویت پہنچاتی تھی۔ دراصل سجانوس کی عین آرزو تھی کہ بادشاہ کہیں دور چلا جائے تاکہ اسے اپنی حیلہ سازی کے لئے میدان خالی ملجائے۔ مگر ان سب اسباب سے قطع نظر بہت ممکن ہے کہ تی بریوس نے نقل مکان کا فیصلہ ایک ملکی مصلحت کی بنا پر کیا ہو یعنی شاید

وہ یہ چاہتا ہو کہ جرمانی کوس کے بڑے بیٹے نرو کو سلطنت کے کاروبار میں رفتہ رفتہ علی حصہ لینے کا موقع دیا جائے کہ جس طرح خود وہ اغسطس کی مدد کرتا تھا۔ اب نرو اس کا ہاتھ بٹانے لگے۔ اصلیت جو کچھ ہو، بادشاہ کے دشمن اس نقل مکان کے متعلق عجیب عجیب احمقانہ اور معاندانہ افواہیں پھیلاتے پھرتے تھے۔ مثلاً کوئی تو کہتا کہ وہ شہر سے باہر سب سے الگ رہنا چاہتا ہے کہ اطمینان سے عیاشی اور بدکاری کرے۔ اور کوئی کہتا کہ بڑھاپے سے اس کا چہرہ ایسا مسخ ہوگیا ہے کہ اب وہ اپنی بدنما صورت لوگوں کو دکھانی نہیں چاہتا۔

الغرض (۲۶ ء میں) تی بریوس رومہ سے روانہ ہوگیا اور حیلہ کیا کہ کاپوا میں جوپیٹر اور نولا میں اغسطس دیوتا کے مندروں کا افتتاح کرنے جاتا ہوں جو اسی زمانے میں بن کر تیار ہوئے تھے۔ سفر میں مجلس اعیان کا ایک رکن کوکیوس نروا، سجانوس اور ایک اور نائٹ، چند ذی علم اشخاص اور نجومی اس کے ہمرکاب تھے۔ کمپانیہ سے گزرتے میں ایک حادثہ بھی پیش آیا جس سے بادشاہ کے دل میں سجانوس کا اعتبار اور بڑھ گیا۔ ہوا یہ کہ ایک روز بادشاہ اور اس کے ساتھی ایک دیہاتی مکان میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ یہ مکان خلیج امیکلی اور فنڈئی کی پہاڑی کے درمیان پہاڑوں کے ایک قدرتی خلا میں بنا یا گیا تھا اور اسی مناسبت سے اسے "سپلونکا" یعنی "غار" کہتے تھے۔ اس کے دہانے کی چٹانیں یک بہ یک نیچے گر پڑیں اور کئی شاہی ملازم نیچے کچل گئے۔ مہمان بھی سب خوف زدہ ہوکر بھاگے مگر اس وقت سجانوس بادشاہ کے سامنے سینہ سپر ہوگیا اور جو چھوٹے پتھر گر رہے تھے وہ اس نے اپنے سر پر لئے اس واقعے سے تی بریوس کو پورا یقین ہوگیا کہ اس کا ناظم خاصہ اپنی جان کی کچھ پروا نہیں کرتا۔

مندروں کی رسم افتتاح ادا کرنے کے بعد تی بریوس کاپریہ نامی ایک چھوٹے جزیرے کی طرف روانہ ہوا جس کی آب و ہوا اغسطس کو اتنی پسند آئی تھی کہ اس نے یہ جزیرہ شہر نیاپولیس والوں سے خرید لیا تھا۔ یہ سب سے الگ تقریباً گیارہ میل محیط کا ایک سنگستانی جزیرہ تھا جس کی کنکریلی چٹانوں کا

راستہ طے کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی تھی۔ اسی کے ساتھ ساحل سے وہ بالکل قریب تھا اور بلند ہوتے ہوتے اس کے دونوں سروں پر نہایت باموقع ارتفاع بن گئے تھے۔ غرض مجموعی طور پر افسردہ دل بادشاہ کو یہ بہت موزوں تنہائی کی جگہ نظر آتی تھی۔ چنانچہ یہاں اس نے جزیرے کے مختلف حصوں میں بارہ بنگلے تعمیر کئے جن پر سخت پہرہ رہتا تھا کہ کوئی شخص بے اجازت اندر داخل نہ ہو۔ تی بریوس کی رعایا تو اس اہتمام کے یہ معنی نکالتی تھی کہ بادشاہ نے سلطنت کے سب کاروبار اپنے ناظم خاصہ کے حوالے کر دیئے ہیں اور خود یا تو نجومیوں سے فالیں نکلواتا رہتا ہے اور یا سیہ کاری میں اپنا وقت گزارتا ہے لیکن حقیقت میں تی بریوس یہاں بھی سرکاری معاملات کی جزئیات تک پر توجہ اور نگرانی رکھتا تھا[1] البتہ اب اس نے مجلس اعیان کی غلامانہ حرکتوں کو روکنے یا دلاتوروں کی زیادتیوں کا سدباب کرنے سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور ان جھگڑوں میں بالکل نہ پڑتا تھا۔ چنانچہ یہ بتنفنی مخبر برابر بے گناہوں کو پھانس رہے تھے اور خود اعیان ان کے ڈر سے ہمیشہ اپنی سلامتی کی طرف سے پریشان اور خوف زدہ رہتے تھے۔

(۱۶) اگری پینہ اور سجانوس کے درمیان جو کشمکش ہو رہی تھی اسکا ایک خاص واقعہ تی تیوس سابی نوس کا معاملہ ہے جو اگری پینہ کے گروہ کا ایک نامی تھا اور جسے ۲۸ء میں مقدمہ دائر کر کے سزائے موت دی گئی۔ سابی نوس جرمانی کوس کا دوست اور اس شہزادے کی وفات کے بعد اس کی بیوہ بچوں کی نگہداشت اور خبر گیری کرنے میں بہت پیش پیش ہو گیا تھا۔ چار سابق پریتوروں کو جو عہدہ قنصلی حاصل کرنے کی غرض سے سجانوس کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ یہ تدبیر سوجھی کہ سابی نوس کو تباہ کرنا سجانوس کی خوشنودی کا نہایت عمدہ ذریعہ ہوگا لہذا انھوں نے سازش کی۔ اور ان میں ایک شخص ' لاتیاریس ' نے جس کی پہلے سے سابی نوس کے ساتھ کچھ صاحب سلامت تھی ' ایک دن اس سے گفتگو

---

[1] جو دتالی ۔ باب دہم ۔ ۹۱ ۔

شروع کی اور اگری پینہ کا نہایت ہمدردی کے ساتھ تذکرہ کر کے سابی نوس کی بہت تعریف کی کہ اس مصیبت کے وقت بھی اس نے جرمانی کوس کے خاندان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ سابی نوس رقیق القلب آدمی تھا یہ باتیں سن کر لاتیاریس کا گرویدہ ہوگیا اور سجانوس کی ظلم وزیادتی کے جو غبار دل میں بھرے تھے سب ظاہر کردئے بلکہ سجانوس کی مذمت کے ساتھ تی بریوس کو بھی نہیں چھوڑا۔ اسی طرح کئی مرتبہ بادشاہ کے خلاف باتیں ہوئیں اور چونکہ مقدمہ چلانے کے واسطے چند اور گواہوں کی ضرورت تھی اور سابی نوس کسی دوسرے کے سامنے ایسی آزادی سے گفتگو نہ کرتا۔ لہذا سازش کے باقی تینوں شرکا لاتیاریس کے مکان میں چھت گیری اور چھت کے درمیان چھپ کر بیٹھ گئے اور لاتیاریس سابی نوس کو بہلا پھسلا کر بعض راز کی باتیں کہنے کے حیلے سے اپنے گھر لے آیا۔ اس موقع پر اس بے خبر نائت نے جو گفتگو کی وہ اس کو سزا دلوانے کے واسطے بالکل کافی تھی۔ چنانچہ اہل سازش نے فوراً تی بریوس کو خط لکھکر سابی نوس کے عناد سے مطلع کر دیا اور تی بریوس نے اپنے مراسلہ مورخہ یکم جنوری ۲۸ء میں مجلس اعیان کو سابی نوس کے غدارانہ منصوبے لکھکر صلاح دی کہ اسے سزا دی جائے۔ مجلس نے بے تامل سزائے موت کا فتوٰی صادر کیا اور اس پر تی بریوس نے بذریعہ خط مجلس کا شکریہ ادا کیا اور اس میں اشارۃً یہ بھی لکھا کہ ابھی ایسے دوسرے غداروں کا بھی اندیشہ ہے۔ تی بریوس نے اس خط میں کسی کا نام نہیں لکھا تھا مگر عام طور پر لوگ خیال کرتے تھے کہ دوسرے غداروں سے اس کی مراد اگری پینہ اور اس کا بیٹا نرو ہیں۔

(۱۷) سنہ ۲۹ء کا ایک قابل ذکر واقعہ لیویہ کی وفات ہے جو سرکاری طور پر "جولیہ اغسطہ" کے لقب سے یاد کی جاتی تھی۔ وہ چھیاسی برس کی عمر پاکر فوت ہوئی اور عزا کی رسمی تقریر اگری پینہ کے تیسرے بیٹے گایوس نے ادا کی۔ تی بریوس کو اپنی خود رائے ماں کے مرنے کا کچھ بہت صدمہ نہیں ہوا بہ تجہیز و تکفین بھی کچھ بہت دھوم دھام کے ساتھ نہ ہوئی اور اس کی مذہبی تقدیس کرنے سے مجلس اعیان کو حکماً روک دیا گیا۔ اور اس کے وصیت نامے پر بہت دن تک

عمل ہونے کی نوبت نہ آئی، حق یہ ہے کہ تاریخ نے لیویہ کی یاد کے ساتھ بہت ناانصافی کا سلوک کیا ہے۔ لوگ تی بریوس کی ماں کے معائب بیان کرنے میں اغسطس کی بیوی کے محاسن کو بھول بیٹھے ہیں۔ اور اس کے متعلق لے دے کے جو کچھ یاد رہا ہے وہ یہ کہ ایک ایسے نامقبول شخص کو تخت سلطنت تک پہنچا نے میں جسے اہل رومہ ظلم وجبر کی بنا پر گالیاں دیتے تھے بہت کچھ لیویہ کی کوشش کو دخل تھا۔ بایں ہمہ اس بات کے قرائن موجود ہیں کہ بارہا اس نے اپنے رسوخ واثر سے رحم وخدا ترسی کا کام لیا اور سجانوس کی بات نہ چلنے دی۔ اور یہ واقعہ خاص طور پر جتانے کے لایق ہے کہ لیویہ کے جیتے جی سجانوس نے ان منصوبوں پر عمل نہیں کیا جو اگری پینہ کے خلاف باندھے تھے۔ بعض اہل الرائے نے یہاں تک لکھا ہے کہ لیویہ ہی کی موت سے اس عہد حکومت میں ایک بڑا تغیر رونما ہوا اور اس کے ہواخواہ جو پہلے اسی کے بل بوتے پر بادشاہ کے خلاف کبھی کبھی صاف صاف کہنے کی جرأت کر گزرتے تھے لیویہ کے بعد ظلم وستم کا شکار کئے جانے لگے۔ ان میں سب سے ممتاز ونمایاں تی بریوس کی مطلقہ بیوی ویپ سانیہ کا دوسرا شوہر اسی نوس گالوس تھا جو تین سال تک قیدخانہ میں پڑا رہا اور پھر سزا ے موت پائی۔

(۱۸)۔ لیویہ کی میت کو اغسطس کے مقبرے میں رکھکر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مجلس اعیان کے پاس بادشاہ کا مراسلہ آیا جس میں اگری پینہ اور نرو پر الزامات لگائے تھے۔ یعنی بیٹے پر تو اس کی سخت بدچلنی اور بدکاری کا الزام تھا اور ماں کا جرم یہ بتایا گیا کہ وہ نہایت گستاخ اور سرکش ہے۔ مراسلے میں کسی غداری یا بادشاہ سے بے وفای کا کوی اشارہ نہ تھا اور نہ بادشاہ نے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ مجلس اعیان سے کیا فیصلہ کرانا چاہتا ہے۔ لہذا مجلس کے دروازے کے باہر جم غفیر جمع ہو گیا اور لوگوں نے شور مچا دیا کہ یہ مراسلہ جعلی ہے۔ اور رمز وکنائے میں سجانوس کا بھی نام لیا گیا کہ گویا یہ سب اسکے کرتوت ہیں۔ نیز اگری پینہ اور نرو کی مورتوں کو عوام شانوں پر اٹھائے رہے،

لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد کاپریہ سے دوسرا رقعہ پہنچا جس میں عوام کے اس باغیانہ طرزعمل پر نفرین و تنبیہ اور مجلس پر تقاضا لکھا تھا کہ وہ ملزمین کے متعلق کوئی ٹھیک ٹھیک فیصلہ صادر کرے۔ چنانچہ مجلس کے ذلیل خوشامدیوں نے انھیں مجرم قرار دیا اور دونوں دو ویران جزیروں میں جلاوطن کر دئے گئے یعنی اگری پینہ پان داتر یہ میں اور نرو پونتیہ میں؛ ان دونوں کے اس طرح اخراج کے بعد اگری پینہ کا دوسرا بیٹا دروسوس باقی رہا۔ سو اس کے گرانے کی بھی سجانوس نے بہت جلد تدبیر کرلی اور جس طرح پہلے لیویلہ کو عاشق بن کر بہکایا اور دروسوس (کلاں) کو مروایا تھا ٹھیک اسی طرح اب دوسرے دروسوس (خورد) کی بیوی سے آشنائی جوڑی اور اسے آمادہ کرلیا کہ تی بریوس کے سامنے اپنے شوہر پر اتہام لگائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دروسوس جو اپنے چھوٹے بھائی گایوس کے ساتھ کاپریہ میں مقیم تھا، اظہار عتاب کی غرض سے روما بھیج دیا گیا جہاں مجلس اعیان نے بلا تاخیر اسے "دشمنِ ملک" قرار دیا کیونکہ جنگ اور دشمن کے اعلان کا حق ابھی تک مجلس اعیان ہی کو حاصل تھا۔ پھر دروسوس کو پکڑ کر محل میں قید کر دیا گیا،

(۱۹) سجانوس کی قوت اب انتہائی عروج پر پہنچ گئی تھی۔ بادشاہ سے زیادہ اس کا رعب لوگوں پر چھایا ہوا تھا۔ سلطنت کا اصلی فرماں روا وہ معلوم ہوتا تھا اور تی بریوس گویا محض ایک "جزیرے کا مالک" ("نسیارک") رہ گیا تھا، سجانوس کے بتوں کے روبرو بھینٹ چڑھائی جاتی تھی، قربان گاہیں تعمیر ہو رہی تھیں اور اس کے نام پر تہوار منائے جانے لگے تھے۔ لیکن ادبار کا زمانہ بھی قریب آگیا تھا۔ تی بریوس کو اپنے وزیر کے اقتدار سے حسد اور اس کے منصوبوں سے بدگمانی پیدا ہوگئی تھی۔ اور جس قدر یہ شبہات قوی ہوتے گئے اسی قدر زیادہ چالاکی سے اس نے انھیں چھپانے کا اہتمام کیا کہ اپنا بھرپور وار کرنے تک سجانوس غافل رہے۔ اسی مصلحت سے اس نے اپنے ناظم کو طرح طرح سے نوازنا شروع کیا۔ انھی دنوں نرو اپنی جلاوطنی ہی میں (پونتیہ میں) فوت ہوا تھا۔ تی بریوس نے اس کی بیوہ یعنی اپنی پوتی جولیہ سے سجانوس کی نسبت

کر دی اور یہ اعزاز بھی اسے بخشا کہ اپنے ساتھ قنصلی میں شریک منتخب کیا لیکن حقیقت میں یہ سجانوس کو کاپریہ سے دفع کرنے کی چال تھی کیونکہ اپنے اور تیزتی بریوس کی جانب سے قنصلی کے فرائض ادا کرنے اسے رومہ آنا ضروری ہوا جہاں اعیان و عوام سب نے اس کا غلامانہ چاپلوسی کے ساتھ خیر مقدم کیا اور مجلس نے تو یہ فیصلہ نافذ کر دیا کہ وہ تی بریوس کے ساتھ پانچ سال تک قنصلی کے مرتبے پر سرفراز ہو لیکن جب تی بریوس نے پانچ ہی مہینے میں اس کے عہدے سے علیحدہ ہونے پر اصرار کیا تو سجانوس کو کسی قدر مایوسی ہوئی۔

اب جو مراسلے کاپریہ سے وقتاً فوقتاً آئے وہ کچھ مبہم اور پریشان کن تھے۔ تی بریوس اپنے منظور نظر کو انتشار و تذبذب میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا اس نے ایک طرف تو سجانوس کو پرو قنصلی اختیارات عطا کئے اور ایک مذہبی پیشوا کے درجے پر سرفراز کیا لیکن اسی کے ساتھ اپنے بھتیجے گایوس کا نہایت عنایت آمیز الفاظ میں ذکر کیا اور اسے بھی وہی مذہبی مرتبہ عنایت کر دیا۔ اس سے سجانوس کو بہت پریشانی ہوئی اور اس نے بادشاہ سے کاپریہ آنے اور اپنی منسوبہ کو دیکھنے کی جو علیل ہو گئی تھی اجازت چاہی اس درخواست کو تی بریوس نے اس بنا پر کہ خود بادشاہ اور خاندان شاہی عنقریب رومہ آنے والے ہیں نامنظور کر دیا۔ اس کے بعد ہی مجلس اعیان کے پاس جو شاہی مراسلہ آیا ہے اس میں "سجانوس" کا ذکر تو بغیر اس کے دوسرے القاب شامل کئے آیا تھا اور حکم یہ تھا کہ آیندہ اس قسم کی تعظیم و تکریم جو دیوتاؤں کے لئے مخصوص ہے کسی فانی انسان کے واسطے جائز نہ رکھی جائے۔ ان باتوں کے علاوہ اب سجانوس کے دشمنوں پر بادشاہ کا التفات مبذول ہو رہا تھا اور یہ سب آیندہ اس کے معتوب اور بے عزت کئے جانے کے آثار تھے۔ لہذا سجانوس نے ٹھان لی کہ یہ موقع آنے سے پہلے خود اپنے آقا ہی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے پورا انتظام کر لیا کہ جب تی بریوس رومہ آئے تو اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ لیکن سازش کرنے والوں میں سے ایک شخص ساتریوس سکندوس نے انتونیہ کے سامنے یہ راز کھول دیا اور اس نے فوراً جا کر اپنے جیٹھ کو سازش کی خبر دے دی۔

مگر سجانوس سے غداری کا علانیہ مواخذہ کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ افواج خاصہ کے ناظم پر وار کرنے میں بڑی احتیاط اور کید کی ضرورت تھی۔ تی بریس نے ایک معتبر عہدہ دار سکرتوریوس ماک رو کا سجانوس کی بجائے نظامت کے واسطے انتخاب کیا اور اُسے اچھی طرح سکھا پڑھا کر رومہ بھیجا۔ ماک رو شہر پہنچا تو آدھی رات آپہنچی تھی لیکن وہ اسی وقت قنصل ممیوس رگولس کے مکان پر گیا اور اسے اپنے آنے کی غرض بتا کر صبح ہی پلاتین کی پہاڑی پر اپولو کے مندر میں مجلس کا جلسہ مقرر کرا دیا۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہ مندر اس واسطے منتخب کیا گیا تھا کہ اگر کوئی ہنگامہ ہو تو دروسوس کو جو قریب ہی محل میں مقید تھا فوراً پیش کر دیا جائے۔ پھر ماک رو نے "فوج پاسباناں" کے سردار گری کی نوس لاکو سے ملاقات کی اور یہ طے پا گیا کہ مندر کے راستوں پر پہرا لگا دیا جائے۔ صبح کو جس وقت سجانوس جلسے میں شرکت کی غرض سے جلو میں مسلح سوار لئے آرہا تھا ماک رو راستہ میں اس سے ملا اور یہ اطلاع دے کر کہ آج کے جلسے کی غرض یہ ہے کہ سجانوس کو تری بیونی اختیارات عطا کئے جائیں، اس کے شبہات کو زائل کر دیا۔ حقیقت میں سجانوس کو پوری طرح شریک بادشاہی بنانے میں صرف انہی تری بیونی اختیارات کی کمی رہ گئی تھی۔ لہذا سجانوس سمجھا کہ آج اس کی سب سے بڑی مراد بر آئی۔ لیکن جب سجانوس مندر میں داخل ہو گیا تو ماک رو نے سواران خاصہ کو اطلاع دی کہ میں تمہارا نیا ناظم مقرر ہوا ہوں اور بادشاہی مراسلہ قنصلوں کے حوالے کر کے، ان سواروں کو لئے ہوئے فوج خاصہ کی چھاؤنی میں چلا آیا۔

کاپریہ کا یہ "عظیم نامۂ ملفوظ"[1] جو سجانوس کے خاتمے کی خبر لایا اس میں پہلے عام معاملات کے متعلق کچھ رائے زنی تھی پھر سجانوس کی خفیف سی تہدید کے بعد دوبارہ غیر متعلق معاملات کا ذکر تھا اور آخر میں پھر سجانوس اور اس کے چند خاص خاص دوستوں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ مگر جب تک یہ طویل مراسلت پڑھی گئی حاضرین سخت اضطراب و تذبذب کی حالت میں رہے

[1] جوناآل - باب دہم - صفحہ ۷۱

کیونکہ کسی کو خبر نہ تھی کہ خط کا خاتمہ کس طرح ہوگا لیکن پورا مضمون سنتے ہی، وہی اعیان جو سجانوس کو مبارک بادیں دے رہے تھے اسے چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ قونصل نے چوبداروں کو حکم دیا کہ سجانوس کو گرفتار کرلیں اور پھر بہت جلد اسے قید خانے میں پہنچا دیا گیا۔ عوام الناس اس ملعون ظالم کی معزولی سن کر نہایت خرسند ہوئے اور اس کے مجسموں کو اٹھا کے پھینکدیا۔ مجلس اعیان نے جب عوام کا یہ رنگ دیکھا اور نیز فوج خاصہ نے اس معاملے میں کوئی مداخلت نہ کی، تو وہ اسی دن رات گئے پھر اتحاد کے مندر میں منعقد ہوی اور سجانوس کو سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ اس کی فوراً تعمیل ہوی۔ سجانوس کا قید خانے میں گلا گھونٹ دیا گیا۔ اور جیسا کہ تی بریوس کے زمانے میں عام دستور ہو گیا تھا۔ مجرم کی لاش جلاد کے کانٹے میں گھسیٹ کر جمونائی کے مقام تک لائی گئی۔ پھر سجانوس کے خاص احباب اور اہل خاندان کی باری آئی اور انھیں بھی موت کی سزائیں ملیں۔ مجلس نے حکم دیا کہ اس غدار کی معزولی اور موت کا دن "یوم نجات" سمجھا جائے اور ہر سال اسکی مذہبی طریق پر یادگار رسنائی جایا کرے۔ نیز اسی واقعے کی یادگار میں آزادی کی دیوی کا ایک مجسمہ چوک میں نصب کرا دیا جائے۔

اودھر کاپریہ میں تی بریوس اتنی دیر تک سخت تشویش و اضطراب میں مبتلا رہا۔ اس کے حکم سے جہازوں کا ایک بیڑا تیار رکھا تھا کہ اگر ماکرو اپنے مقصد میں ناکام رہے، تو تی بریوس کو ممالک مشرق کی طرف لے کر روانہ ہو جائے، اور کامیابی یا ناکامی کا مقررہ اشارہ دیکھنے کے واسطے بادشاہ خود جزیرے کی سب سے اونچی چوٹی پر موجود تھا۔ سجانوس کے خاتمے سے اسے نہایت اطمینان ہوا البتہ تھوڑے ہی دن بعد ایک خوفناک راز کے افشا نے بےلطفی پیدا کر دی، یعنی مقتول ناظم کی مطلقہ بیوی اپی کاتہ نے دروسوس کی موت کے تمام حالات بادشاہ کو لکھ بھیجے کہ کس طرح سجانوس اور لیویلہ اس شہزادے کی ہلاکت کا باعث ہوے۔ پھر اتنی مدت کے مخفی راز کو آشکارا کرنے کے بعد اپی کاتہ نے

ملے جونال ۔ باب دہم صفحہ ۶۶

خودکشی کرلی۔ اوراس کے بیان کی تصدیق اُن غلاموں کی شہادت سے ہوگئی جواس کارروائی میں شریک تھے۔ اور مجرمہ لیویلیہ نے موت کی سزا پائی۔

(۲۰)۔ مگر سجانوس کا تختہ الٹنے سے اگری پینہ کے مصائب کا جلاوطنی میں اوراس کے بیٹے دروسوس کی قید میں کوئی تخفیف نہ ہوی۔ صاف طور پر یہ پتہ نہیں چلتا کہ بادشاہ دروسوس کی تباہی کے درپے کیوں ہوگیا تھا۔ شاید وہ یہ سمجھتا ہو کہ ایسا شخص جس کو اتنی تکلیف پہنچی ہے، آزاد ہوکر نہایت خطرناک دشمن نہ بنجائے۔ بہرحال دروسوس کواس نے فاقہ کشی سے ہلاک ہونے دیا اور پھر مجلس اعیان کے نام ایک مراسلہ لکھا جس میں قیدی شہزادے کی موت کے تفصیلی حالات لکھے تھے یہاں تک کہ اُن گالی کوسنوں کو بھی نقل کیا تھا جو دروسوس نے زندگی کے آخری لمحوں میں تی بریوس کو دیے تھے۔ اس عجیب مراسلے کا جسے سنکر اعیان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے مقصد سمجھ میں نہیں آتا۔ ممکن ہے اس سے یہ یقین دلانا مقصود ہو کہ واقعی دروسوس کی زندگی کا خاتمہ ہوچکا ہے۔ کیونکہ انہی دنوں ایک جعلساز نے دروسوس ہونے کا دعوی کیا اور یونان وایشیا میں کچھ ہنگامہ برپا کردیا تھا۔ القصہ دروسوس کی موت سے تھوڑے ہی عرصہ بعد اُس کی ماں اگری پینہ نے بھی ترک غذا کرکے خود اپنا خاتمہ کردیا۔ مجلس نے بادشاہ کے منشار کے مطابق حکم نافذ کیا کہ اس کی سالگرہ کا دن منحوس سمجھا جائے اور اعلان میں جتایا کہ اس کی موت بھی سجانوس کی برسی کے دن (۱۸۔ اکتوبر) واقع ہوی ہے اس کی اوراس کے دونوں بیٹوں کی نعش کو بھی شاہی خاندان کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ چنانچہ مدت کے بعد گایوس کے عہد حکومت میں اُن کی ہڈیاں ان مبتذل قبروں سے جن میں انھیں گاڑ دیا گیا تھا منتقل کرائی گئیں۔

(۲۱)۔ سجانوس کی سازش میں جن لوگوں پر شریک ہونے کا شبہ تھا، اُن کے مقدمہ نے سال بھر سے زیادہ طول کھینچا۔ آخرکار بادشاہ نے اس طوالت سے تنگ آکر ۳۳ء میں حکم دے دیا کہ اُن سب کو جو ابھی تک قید میں پڑے ہیں، خواہ

مرد ہو یا عورت یا بچہ یکبارگی قتل کر دیا جائے۔ ان ملزموں میں سے ایک شخص مارکوس ترن تیوس پر سجانوس کی دوستی کا الزام تھا اور کہتے ہیں اس نے مجلس میں بہت دلیرانہ تقریر کی تھی۔ دوسرے ملزم تو مقتول ناظم کے ساتھ اپنے دوستانہ تعلقات سے انکار کرتے تھے مگر ترن تیوس نے نہایت صاف گوئی سے اس بات کا اقرار کیا کہ بے شک میں سجانوس کا دوست تھا۔ اور میں نے دلی آرزو سے اس کا دوست بننے کی کوشش کی اور جب اس میں کامیابی ہوئی تو دل سے مسرور ہوا تھا۔ پھر وہ مجلس اعیان کے ارکان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "میرے بزرگو! سجانوس کی زندگی کا صرف آخری دن ہی یاد نہ کرو بلکہ اس کے اقتدار کے سولہ سال بھی یاد رکھو کہ جس زمانے میں اس کے موالی اور دربانوں تک سے شناسائی ہونی باعث عزت و امتیاز سمجھی جاتی تھی۔ سلطنت کے خلاف منصوبے باندھنے والوں اور بادشاہ کے قتل کی سازش کرنے والوں کو بے شک تم سزا دو۔ لیکن رہی سجانوس کی دوستی، تو اس مقدمے میں ہم اور تم اور بادشاہ ایک سے ہیں اور سبھی کو مواخذے سے نجات ملنی چاہیے" اس صاف گوئی نے ترن تیوس کی جان بچالی اور اُلٹے اس کے الزام لگانے والے، اپنے سابقہ جرائم کی بنا پر قتل و جلاوطنی کی سزاؤں کے مستوجب ثابت ہوئے! لیکن اگر مجلس کے کسی ایک رکن نے راست گوئی کی جرأت کی بھی تو اس کے مقابلے میں اُن اعیان کی تعداد کہیں زیادہ تھی جنھیں سجانوس کے خاتمہ کے وقت اپنی غلامانہ خوشامد دکھانے کا موقع ہاتھ آیا۔ انہیں سے بعض نے تو ایسی عجیب عجیب تجویزیں پیش کیں کہ تی بریوس نے ان کی سخت چشم نمائی یا تضحیک کی۔ مثلاً گالوس نے التجا کی کہ بادشاہ بعض اعیان کو نامزد فرمادے جن میں قرعہ ڈال کر بیس آدمی چن لئے جائیں کہ جب بادشاہ مجلس میں آئے تو وہ اس کی نگہبانی کی خدمت انجام دیں۔ اصل میں بادشاہ نے قنصل کو روما سے کاپریہ تک پہرا مقرر کرنے کے لئے لکھا تھا اسی خط کو گالوس نے بڑھا چڑھا

ملہ سجانوس کے عروج و زوال کو جُونا ل نے اپنی کتاب میں اس بات کی مثال بنایا ہے کہ انسان کی ہوس اور خواہشوں کا انجام کیسا ہیچ ہے۔ دیکھو باب دہم صفحہ (۶۲)

کے یہ کچھ اہمیت دی۔ اس کے جواب میں تی بریوس نے، جسے ہزل و جدّ کے ملانے کا ہنر خوب آتا تھا، اعیان کے لطف و نوازش کا شکریہ ادا کیا لیکن تجویز پر عملدرآمد ہونے میں بعض دشواریاں ظاہر کیں مثلاً یہ کہ اس نگہبانی کے واسطے کون لوگ منتخب کئے جائیں؟ کیا ان لوگوں کا تقرر ہمیشہ کے واسطے کر لیا جائے گا؟ آیا یہ لوگ سابق عہدہ دار ہوں گے یا محض نئے نوجوان؟ اور کیا یہ بات کہ یہ لوگ تلواریں کندھوں پر رکھے ایوان مجلس میں داخل ہوں انوکھی نہ سمجھی جائے گی؟ لیکن جس طرح تی بریوس احمقوں کو ان کی حماقت کے مطابق جواب دینا جانتا تھا اسی طرح دخل درمعقولات کرنے پر ایسے سختی سے سزا دینی بھی آتی تھی۔ چنانچہ جب جونیوس گالیو نے تجویز پیش کی کہ افواج خاصہ کے سپاہیوں کی ملازمت کی میعاد پوری ہو جائے تو انھیں یہ حق دیا جائے کہ وہ بھی تماشاگاہ کی اگلی چودہ قطاروں میں بیٹھ سکیں جو نائیوں کے واسطے مخصوص تھیں تو یہ سن کر تی بریوس نے اس سے دریافت کیا کہ افواج خاصہ کے معاملات میں، جن کے احکام اور انعام کا تمام اختیار صرف امپراطور کو ہوتا ہے، تم کو کیا دخل ہے؟ پھر اپنا یہ گمان ظاہر کیا کہ گالیو سیجانوس کے حوالی موالی میں داخل ہے اور سپاہیوں کو اس ترکیب سے بھڑکانا چاہتا ہے، ساتھ ہی اس بیہودہ چاپلوسی کے عوض میں گالیو کو مجلس اعیان سے خارج اور ملک اطالیہ سے جلا وطن کر دیا گیا۔

تازہ واقعات نے تی بریوس کے شکی مزاج کو اور بھی شکی بنا دیا۔ وہ اس قدر الگ تھلگ رہنے لگا کہ اس تک پہنچنا پہلے سے زیادہ دشوار ہو گیا۔ اور بہت سے ظالمانہ فعل اس سے سرزد ہوئے! چنانچہ کہتے ہیں اس کا نمک حلال مشیر کوکیوس نروا جو کاپریہ میں بادشاہ کا ہمنشین تھا، اپنے آقا کی یہ تعدی دیکھتے دیکھتے اس قدر تنگ دل ہوا کہ تی بریوس کی منت سماجت کے باوجود خودکشی کر لی۔ مجلس شوریٰ کے دیگر افراد بھی کم ہوتے ہوتے دو تین رہ گئے اور باقی مخبروں کا شکار ہوئے! لوگوں میں عام طور پر مشہور تھا کہ اس دشوارگزار جزیرے میں تی بریوس سخت بداطواری کی زندگی بسر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ پارتھیہ کے بادشاہ نے اپنے خط میں بھی اس قسم کی باتیں لکھنے سے باک نہ کیا اور خواہ مخواہ کے ناصح بن کر تی بریوس کی بداطواری پر اسے تنبیہہ کی اور لکھا کہ لوگوں کو خوش کرنا چاہتے ہو تو بہتر ہے کہ خودکشی کر کے اپنا خاتمہ کر لو! اس میں کوئی کلام نہیں کہ

اپنے زمانے کے اکثر رومی امرا کی مثل تی بریوس بھی بدکاری میں مبتلا تھا مگر اسی کے ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ دشمن اس کی بدکاریاں بیان کرنے میں بہت مبالغہ کرتے تھے۔ یہی واقعہ کہ اس نے بغیر کسی طبّی امداد کے اسّی برس کے قریب عمر پائی ہیں ان کہانیوں کے باور کرنے میں مانع آتا ہے جو کاپریہ کی شرمناک رنگ رلیوں کے متعلق زبان زد خاص و عام تھیں۔

فصل چہارم۔ پارتھیہ اور مشرقی مسائل

(۳۲) منجملہ اور باتوں کے تی بریوس کو اس لئے بھی مطعون کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے جزیری خلوت خانے میں کاروبار سلطنت کی جانب سے غافل ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہی افواہ پارتھیہ کے شاہی دربار تک جا پہنچی تھی جس کی بنا پر وہاں کے بادشاہ ارتا بانوس (= اردوان) کو مخالفانہ طرز عمل اختیار کرنے کا حوصلہ ہوا۔ بہرحال ارمنیہ کے بادشاہ ارتاکسس کی وفات (۳۴ء) تک پارتھیہ کے ساتھ کسی جھگڑے کی نوبت نہ آئی۔ لیکن ارتا بانوس کو عرصے تک فراغت و کامرانی سے بادشاہی کرنے کے باعث غرور ہو گیا تھا اور تی بریوس کی پیرانہ سالی کی وجہ سے، وہ سمجھتا تھا کہ رومی بادشاہ کے ایشیائی میدان جنگ میں کود پڑنے کا چنداں خدشہ نہیں ہے۔ لہذا ارمنیہ کو رومی ماتحتی سے نکال کر پارتھیہ کے زیر نگین لانے کا یہ موقع اس نے ہاتھ سے نہ دیا اور اہل ارمنیہ کو ترغیب دی کہ خود میرے فرزند ارساکس (اشکان) کو اپنے متوفی بادشاہ کا جانشین منتخب کر لو۔ اس کے علاوہ معلوم ہوتا ہے وہ رومیوں سے چھیڑ کر لڑائی نکالنی چاہتا تھا کہ بادشاہ کے نام کئی گستاخانہ خط لکھے اور کسی میں تو اپنے قدیم حریف ونونس کے مال متروکہ کا مطالبہ کیا جو رومیوں کی پناہ میں بہت دن رہکر سلیشیہ میں فوت ہوا تھا اور کسی خط میں ایران و مقدونیہ کی قدیم حدود قائم کرنے پر زور دیا بلکہ دھمکیاں دیں کہ میں اُن سب ملکوں کو چھین لوں گا جو دونوں پہلے سیروس (شاہ کیخسرو) کی عملداری میں تھے اور بعد میں سکندر نے ان پر قبضہ کیا۔

اس کے جواب میں تی بریوس نے بھی نہایت مستعدی سے کام لیا اور ایک لائق و پختہ کار سردار لوکیوس وی تیلیوس کو تمام وہی اختیارات دیگر جو پہلے اپنے

بھتیجے جربانی کوس کو عطا کئے تھے، مشرق کی طرف روانہ کیا اور حکم دیدیا کہ اگر ضرورت ہو تو ملک شام کے جیوش لئے ہوے دریائے فرات کو عبور کر جانا! اسی کے ساتھ تی بروس نے ارساکس کا ایک رقیب بھی قریب ہی کے ملک سے تیار کر لیا۔ یعنی ای بریہ (قفقاز) کے بادشاہ فارس مانس کے بھائی متھرا داتس کو تخت ارمنیہ کے واسطے استادہ کیا اور ای بریون اور اُن کے ہمسایہ البانیوں کو ابھار دیا کہ متھرا داتس کو بادشاہی دلوانے کے لئے ارمنیہ پر حملہ کریں۔ چنانچہ متھرا داتس کا ارمنیہ پر قبضہ ہو گیا اور اس کے رقیب ارساکس کا زہر دے کے کام تمام کر دیا گیا! شاہ ارتابانوس نے اپنے دوسرے بیٹے اُرودس کو بھی روانہ کیا تھا کہ دوبارہ ارمنیہ کو فتح کر کے اپنے بھائی کی جگہ لے لے مگر پارتھی سوار قفقازی پیادوں اور سرماتیہ کے تیراندازوں کے مقابلے میں نہ ٹھیر سکے جو فارس مانس اور متھرا داتس کے واسطے لڑنے آئے تھے!۔ ان لڑائیوں کا ایک رنگین بیان ہمارے زمانے تک بھی محفوظ رہا۔ آغاز ہی میں فارس مانس نے اُرودس کو ٹوک کر مقابلہ پر بلایا اور اس نے انکار کیا تو بہت طعن و تشنیع کی۔ پھر وہ چڑھ چڑھ کے پارتھیوں کی لشکر گاہ تک آتا اور رسد لانے والوں کو تنگ کرتا تھا جس سے آخر کار پارتھی سپاہی گھبرا گئے اور انہوں نے اپنے شہزادے سے تقاضا کیا کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کرے۔ پھر جب لڑائی شروع ہوی تو اس میں ہر قسم کی جنگ کا نمونہ موجود تھا۔ پارتھی رسالے کو تعاقب کرنے اور پیچھے ہٹنے کی بڑی مشق تھی۔ انہوں نے اپنے سواروں کو ہر طرف پھیلا دیا کہ تیراندازی کے واسطے کافی میدان نکل آئے۔ اس کے جواب میں سرماتیہ والوں نے اپنی کمانیں پھینک دیں کہ وہ قریبی فاصلے سے کام دے سکتی تھیں، اور برچھیاں اور تلواریں سنبھال کر جھپٹ پڑے! بار بار فوجیں ہٹتی اور آگے بڑھتی تھیں اور پھر بھڑ بھڑ کر تلوار چلتی اور ہتھیار سے ہتھیار ٹکراتا تھا جس میں کبھی ایک فریق پسپا ہوتا اور کبھی دوسرا۔ البانیوں اور ای بریوں نے پارتھی سواروں کو پکڑ کے گھوڑوں پر سے نیچے کھینچ کھینچ لیا۔ اور ادھر تو پارتھیوں پر پیادہ فوج نے نرغہ کیا اور ادھر بلندیوں پر دشمن کے رسالے نے ان کو بُری طرح دبایا۔ دونوں طرف کے سردار (فارس مانس اور ارودس) بھی جنگ میں پیش پیش نظر آتے اور اپنے ساتھیوں کو بڑھاوے دیدے کے لڑا رہے تھے۔ بہادروں کا تحسین و آفرین سے دل بڑھاتے اور

لڑکھڑانے والوں کو فوراً کمک پہنچاتے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر ایک دوسرے کو پہچان کر وہ لڑائی کے لئے جھپٹے اور برچھیاں تانے، گھوڑے اڑا کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ فارس مانس نے زیادہ قوت سے حملہ کیا تھا۔ اس کی برچھی نے حریف کا خود چھید دیا لیکن گھوڑا اپنے زور میں اسے آگے بڑھا لے گیا اور اس سے پہلے کہ وہ دوسرا کاری وار کرے اردوس کے سامنے اس کے نگہبان سینہ سپر ہو گئے۔ پھر بھی پارتھیہ والوں میں افواہ اڑ گئی کہ ان کا سردار مارا گیا اور انہوں نے ہتھیار ڈال دئے۔[1]

(۲۳) اس طرح جب دونوں بیٹوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تو ارتابانوس خود میدان میں نکلا۔ اب وقت تھا کہ ادھر سے وی تیلیوس بھی آگے بڑھے۔ چنانچہ اس نے فوجوں کو حرکت دی اور عراق پر حملہ کا رخ کیا۔ یہ گویا ایک اشارہ تھا کہ اس کے ساتھ ہی خود پارتھیہ میں وہ بغاوت پھوٹ پڑی جس کی بہت دن سے کھچڑی پک رہی تھی اور جس میں رومیوں کی ریشہ دوانی کو بہت کچھ دخل تھا۔ پارتھی امرا اپنے ترکمان (سیتھی) بادشاہ سے خوش نہ تھے اور خاص خاندان اشکان کے کسی فرد کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ فراتس کا ایک بیٹا بھی ابھی تک روما میں زندہ تھا اور اسی کو لانے کے واسطے منحرف امرا نے خفیہ سفیر بھیجکر تی بریوس سے درخواست کی کہ خاندان اشکانیان کی اس یادگار کو بھیجدیا جائے کہ وہ ایران آکر اپنے آبائی تخت کا دعوٰی کرے۔ یہ بات تی بریوس کے عین منشار کے موافق تھی اور اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ لیکن پارتھی تاج کا یہ امیدوار ملک شام ہی میں فوت ہو گیا اور اس وقت تی بریوس نے اس کی جگہ لینے کے لئے فراتس کے ایک پوتے تری داتس کا انتخاب کیا۔ اس شہزادے کا رومی سپہ سالار وی تیلیوس کے ساتھ پارتھی علاقوں میں نمودار ہونا اوّل اول نہایت کارگر تدبیر ثابت ہوا اور بہت سے لوگ ارتابانوس کے خلاف ہو گئے۔ مخالفین کی اس جماعت میں ارمینیہ کی شکستوں

---

[1] لڑائی کے یہ حالات ہم نے تاسی توس کی تاریخ (باب چہارم صفحہ ۳۴ و ۳۵) سے لفظی پابندی کئے بغیر ترجمہ کئے ہیں۔

سے اور بھی اضافہ ہوگیا تھا اور اب اس کے سرغنہ اب داجیسیس اور اس کا فرزند سینا کس تھے اور یہ بہت عالی خاندان اور دولتمند شخص تھا۔ غرض تھوڑے ہی دن میں سوائے چند بدیسیوں کے سب نے ارتا بانوس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اسے جان کی سلامتی اسی میں نظر آئی کہ ملک سے فرار ہو کر اہل ستیھیہ کے ہاں پناہ گزیں ہو گیا۔ تب، تری داتس، رومی جیوش اور سپہ سالار وی تلیوس کی نگرانی میں فرات سے کشتیوں کا پل باندھ کے پار ہوا اور سب سے پہلا پارتھی جو اس کے لشکرگاہ میں آیا، اُرنوس پادنس تھا جو ایک زمانے میں جلاوطن ہو کے رومی سلطنت میں آیا اور دلماشیہ کی جنگ میں تی بریوس کو مدد دینے کے صلے میں رومہ کے ملکی حقوق سے سرفراز کیا گیا تھا۔ یہ شخص اب پھر پارتھیہ میں آکر صاحب رسوخ اور عراق کا صوبہ دار بن گیا تھا۔ اس کے تھوڑے ہی دیر بعد سینا کس اور اب واجیسیس بھی شاہی خزانہ لیکر آپہنچے اور اب وی تلیوس نے تری داتس کو بادشاہی کے زینے تک پہنچا کر اور اپنے پرچم فرات کے پار اُڑانے کے بعد، ملک شام کو مراجعت کی۔ نیک فوریم، ان تھموسیاس اور بعض اور یونانیوں کے بنا کردہ شہروں نے نئے بادشاہ کا نہایت مسرت سے خیر مقدم کیا کہ اپنی رومی تربیت کی بدولت وہ ضرور ایک لائق فرماں روا ثابت ہوگا۔ بالخصوص سلیوکیہ والوں نے بڑی گرمجوشی دکھائی اور اس طاقتور شہر کی طرفداری سے، جس نے پارتھی حکومت میں رہکر بھی اپنی یونانی خصوصیات کو بجنسہ قائم رکھا تھا، تری داتس کو بہت تقویت پہنچی۔ لیکن اس کی تاخیر نے سارا کام خراب کر دیا کہ اندرون ملک میں سیدھے بڑھے چلے جانے کی بجائے، تری داتس عرصے تک ایک قلعے کے محاصرے میں الجھا رہا جس میں ارتا بانوس اپنے زروجواہر اور خواصیں محفوظ کر گیا تھا۔ اس اثنا میں تری داتس کے ہواخواہوں میں باہمی نزاع پیدا ہوگئی۔ اور آخر بعض لوگوں نے اب واجیسیس کے حسد میں، اور کچھ یہ سمجھکر کہ تری داتس رومیوں کا آوردہ ہے، یہ فیصلہ کیا کہ پھر ارتا بانوس ہی کو بادشاہ بنالیں۔ ارتا بانوس انھیں ہیر کانیہ (طبرستان) کے علاقے میں اور اس حال میں ملا کہ گردوغبار سے آلودہ تھا اور اپنی تیر و کمان سے شکم پری کا سامان کرتا تھا۔ اوّل اوّل تو اسے شبہ ہوا کہ یہ لوگ اس کے ساتھ دغا کرنی چاہتے ہیں لیکن جب

یقین آگیا کہ واقعی وہ اس کی بادشاہی کو بحال کرنے کے خواہاں ہیں تو اس نے جلدی سے ترکمانوں کی امداد طلب کی اور خاصی بڑی جمعیت کے ساتھ سلیوکیہ پر حملہ آور ہوا۔ لوگوں کے دل میں ترس و ہمدردی پیدا کرنے کی غرض سے اُس نے وہی مبتذل لباس پہنے رکھا جو ایام جلا وطنی میں پہنتا تھا۔ اس کی آمد سن کر تری داتس کے ساتھی عراق عرب میں پسپا ہو کر تھوڑے ہی دن بعد منتشر ہو گئے اور خود تری داتس ملک شام کو واپس چلا آیا (۳۶ء) گئی ہوئی سلطنت پھر ارتابانوس کے ہاتھ آگئی، بجز سلیوکیہ کے جس میں اتنی قوت تھی کہ مقابلہ کرتا رہا۔ اُدھر سے وی تلیوس نے پھر عراق کا رُخ کیا تھا لیکن بحال ہونے والے بادشاہ نے جلد ہی رومیوں کے مطالبات تسلیم کر لئے اور دونوں سلطنتوں میں صلح ہو گئی۔ ارتابانوس نے میتھراداتس کو ارمنیہ کا بادشاہ تسلیم کر لیا اور اس کے جواب میں رومی تری داتس کے دعاوی کی حمایت سے دست بردار ہو گئے۔ مزید برآں یارتھی فرماں روا نے قیصر روما کی تصویر کی تعظیم کی اور اپنے فرزند داریوس کو بھی بطور یرغمال رومیوں کے حوالے کر دیا!

فصل پنجم۔ تی بریوس کے آخری ایام اور وفات

(۲۴۱)۔ اگرچہ سُنا ہے ایک مرتبہ اُس نے کسی یونانی شاعر کا قول نقل کیا تھا کہ ع۔ "نہ ہوں جب ہم، تو پھر چاہے زمین کو آگ لگ جائے!"[۱] لیکن تی بریوس اپنا جانشین منتخب کرنے کی فکر سے خالی نہ تھا۔ انتخاب کے لئے اس کے گھرانے میں تین ذکور تھے کہ اُن میں سے کسی ایک کو چُن لیا جائے۔ ایک تو اس کے بھائی دروسوس (کلاں) کا سب سے چھوٹا بیٹا تی بریوس کلودیوس دروسوس کہ کم عقل ہونے کی وجہ سے وہ خارج از بحث تھا۔ دوسرا اسی بھائی کا پوتا اور جرمانی کوس کا سب سے چھوٹا بیٹا گایوس (ولادت ۱۲ء) اور تیسرا خود اس کا پوتا تی بریوس جمی لوس خلف دروسوس ولیویلہ کہ ۱۹ء میں پیدا ہوا۔ اور اصل میں انہی دو میں سے

---

[۱] یہ ہمارے زمانے کے ایک فرماں روا کے مشہور قول کے مرادف ہے جس نے کہا تھا کہ "میرے بعد، طوفانِ نوح!"

کسی ایک کو انتخاب کرنا تھا، اوّل اوّل بادشاہ بہت دن تک گایوس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرتا رہا کہ وہ اس کی دشمن اگری پینہ کا فرزند تھا اور انیس برس کی عمر تک اسے بالغ مردوں کا توگا پہننے کی اجازت بھی نہیں دی۔ لیکن اُدھر توسجانوس سے بادشاہ کی نظر التفات پھری اور اِدھر گایوس کی طرف اس کا میلان ہوگیا۔ گایوس نے بھی ماں اور بھائیوں پر جو کچھ آفتیں آئی تھیں اُن سے جس قدر رنج ہوا ہو، اسے بڑی ہوشیاری سے چھپائے رکھا۔ اِدھر عام اہل ملک خوشی سے اس بات کے منتظر رہنے لگے کہ جرمانی کوس کا ایک بیٹا آیندہ اُن کا فرماں روا ہوگا۔ اس کے برخلاف بہت ممکن ہے کہ خود تی بریوس دل ہی دل میں اپنے پوتے کو تخت نشین بنانا چاہتا ہو۔ ۳۵ء میں اس نے جو وصیت تحریر کی اس میں بھی گایوس اور جمی لوس دونوں کو اپنی املاک ذاتی کا مشترک وارث قرار دیا جس کے معنی صاف یہ تھے کہ وہ حکومت میں بھی ان دونوں کو برابر کا شریک وسہیم بنانا چاہتا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود قرینہ کہتا ہے کہ گو اس کی دلی آرزو کچھ ہی ہو لیکن یہ بات تی بریوس بھی سمجھتا تھا کہ میرا آیندہ جانشین گایوس ہی ہوگا۔

جرمانی کوس کی چاروں بیٹیاں اچھے ذی وجاہت لوگوں سے بیاہی گئیں، یعنی اگری پینہ (خورد) کی، جس کا حال آیندہ بھی ہماری نظر سے گزرے گا، شادی کن: دومی تیوس کے ساتھ، دروسیلہ کی کالیوس لونگی نوس کے ساتھ اور جولیہ کی وِنی کیوس سے ہوئی جو وِی پاترکیولوس نامی مورّخ کا سرپرست و مربی تھا۔ چوتھی بیٹی کا نام معلوم نہیں مگر وہ کیو واروس کے ایک بیٹے سے بیاہی تھی، تی بریوس نے خود اپنی پوتی جولیہ کا پیوند ایک گمنام سے خاندان کے تایت روبلیوس پلان دوس کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ جولیہ وہی ہے جو نِرو کی بیوہ اور سجانوس کی منسوبہ تھی،

(۲۵) ناظم خاصہ ماکرو جس نے کاپریہ میں سجانوس کی جائے لی تھی اسمجھ گیا تھا کہ سلطنت کا آیندہ وارث غالبًا گایوس ہوگا لہٰذا اس نے ابھی سے اس نوجوان شہزادے کا دل مٹھی میں لینے کی فکر کی۔ گایوس کی بیوی کا جو امِ جونیوس سیلانوس کی بیٹی تھی شادی کے تیسرے سال انتقال ہوگیا تھا اب ماکرو نے خود اپنی بیوی انیہ کو اس کام پر لگایا کہ وہ عشوہ و ادا سے نوجوان گایوس کو اپنا اسیر بنا لے۔ بوڑھے

بادشاہ کی تیز نظر نے بھی ناظم خاصہ کا منشا رتاڑ لیا تھا۔ ایک دن ماکرو سے کہنے لگا کہ "نکلتے سورج کی پوجا کے لئے تم ڈوبتے سورج کو چھوڑ بیٹھے ہو"

الغرض عمر کے اٹھترویں برس اوائل ۳۷ء میں تی بریوس اپنے جزیرے سے روانہ ہوا اور کاپریہ سے یہی اس کی آخری رخصت تھی جس کے بعد پھر اسے یہاں آنا نصیب نہ ہوا۔ اپیہ کی سڑک سے وہ آہستہ آہستہ رومہ کی طرف روانہ ہوا اور شہر سے سات میل سے بھی زیادہ قریب پہنچ گیا تھا کہ وہاں سے رومہ کی عمارتوں کی چھتیں اور بالائی منزلیں دھندھلی دھندلی نظر آتی تھیں جنھیں آخری مرتبہ اس نے دور سے تکا گر بعض بدشگونیوں سے خوفزدہ ہوکر وہ یہیں سے واپس جنوب کی طرف پھر گیا اور شہر کے اندر نہ آیا۔ اب اس کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی تھی۔ سیر سیائی کے مقام پر اپنی کمزوری چھپانے کے واسطے اس نے فوجی کرتبوں کی نمائش میں خود صدارت کی مگر اس مشقت نے اسے اور بھی نقصان پہنچایا۔ اس نے آخر وقت تک کوشش کی کہ ساتھ والوں پر اس کی حالت ظاہر نہ ہو حتیٰ کہ اس کے طبیب کاری کلس کو نبض دیکھنے کے واسطے بھی حیلہ کرنا پڑا۔ تاآنکہ مِیزنم میں لوکلوس کے قصر میں ۱۶ مارچ (۳۷ء) کے دن اس نے وفات پائی۔ لوگ یہ سرگوشیاں بھی کرتے تھے کہ ماکرو نے اسے یک بیک بحال ہوتے دیکھکر اپنے ہاتھ سے گلا گھونٹ کر اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

(۲۶)۔ تی بریوس کی بادشاہی پر رائے زنی کرتے وقت لازم ہے کہ ہم اس کے حالات زندگی نیز اس کے عہد سلطنت کے متعلق جو تحریری شہادتیں ہیں انکی نوعیت کو پیش نظر رکھیں۔ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے وہ خاندان کلودیائی کا فرد اور نیرو و مین[1] کی اولاد میں تھا جن کی تعریف کے گیت ہوریس نے گائے ہیں اور بتایا ہے کہ ان کے رومہ پر کیسے کیسے احسان تھے اور اس نامی خاندان والوں کا پورا غرور تی بریوس نے ورثے میں پایا تھا۔ اس کا جسم قوی صحت مند سڈول اور

[1] یعنی نیرو یا نیرو نام کے اجداد۔ مترجم

قد بلند تھا - رنگ صاف وصبیح لمبے لمبے بال، گردن کی طرف خوب گھن کے تھے جو
خاندان کلودیائی کی خاص نشانی تھی - آنکھیں غیر معمولی طور پر بڑی تھیں اور ان سے
متانت برستی تھی - گہری فکر میں رہنے اور کم بولنے کے باعث لڑکپن ہی میں لوگ
اسے "بڑے میاں" کہا کرتے تھے - اپنا کام انجام دینے کا اسے نہایت خیال
رہتا تھا اور عام لوگوں کے متعلق کمال حقارت دل میں جاگزیں تھی - اس میں یہ جذبات
ایک حد تک اپنی جدہ کلودیہ سے متوارث ہوئے تھے جس نے ایک مرتبہ یہ آرزو
ظاہر کی تھی کہ کاش میرا بھائی زندہ ہوکر دوبارہ رومی بیڑا غرق کرائے کہ شہر کی آبادی
چھیجے اور بازاروں کی بھیڑ کم ہو! اصل سابینی زبان میں لفظ "نرو" کے جو معنی ہیں انکے
مطابق تی بریوس بہادر و طاقتور آدمی تھا اور کام لینے کی اس میں نمایاں قابلیت
پائی جاتی تھی - ان سب باتوں کے باوجود، اس میں نکتہ چینی کا اس قدر مادہ تھا کہ اپنے
کام پر اعتماد نہ کرتا اور دوسروں کی طرف سے بدگمان رہتا تھا - ابتدائی عمر میں جو واقعات
اس کے ساتھ پیش آئے ان سے اپنی نسبت بے اعتمادی اور بڑھ گئی - وہ طبیعت کا کھرا
تھا اور اپنے بھائی دروسوس کی سی خوش مزاجی اس میں نہ تھی اسی لئے کبھی اپنے
سوتیلے باپ آغسطس کا منظور نظر نہ ہوا جو تی بریوس کے انوکھے پن کو بھی عیب شمار
کرتا تھا - یہ سچ ہے کہ جوانی میں جب ہمت وحوصلہ مندی کا زمانہ آیا تو اس سے مختلف
کام لئے گئے لیکن عنایات شاہی کبھی اس کے شامل حال نہ ہوئی - اس کے برخلاف وہ
ماتحتانہ حیثیت میں بھی ہمیشہ تنبیہ و ملامت کا ہدف رہا - اس سے جبراً اپہلی بیوی ویپسانیہ
کو طلاق دلوا کر جولیہ سے شادی کی گئی جس سے بجز ننگ و عار کے اسے کچھ حاصل نہ ہوا
مختصر یہ کہ اس کی زندگی جن حالات میں گزری اور سوتیلے باپ کے ساتھ جیسے تعلقات
رہے ان کا نتیجہ سوائے اس کے کیا ہونا تھا کہ اس کی طبیعت اور زیادہ خشک و درشت
ہو جائے اور وہ اپنے صحیح جذبات وخیالات کو چھپانے کا عادی بن جائے - نظر برایں

مہ اس خصوصیت کو جاننا ضروری ہے کہ تی بریوس کی طبیعت کا صحیح اندازہ ہو سکے اور یہ خصوصیت
تاسی توس نے (باب اول صفحہ ۸۰ میں) اس طرح بیان کی ہے :-

"Utcallidum ciusingenium, ita onium indicium"

یہ کچھ حیرت کی بات نہیں ہے کہ اس قسم کے بے مہر اور شکی مزاج کا آدمی پچپن برس کی عمر میں بادشاہ ہو کر اپنی رعایا کا محبوب نہ بن سکا جسے خوش کرنے کا اس نے کوئی ارادہ بھی نہیں کیا تھا۔ زندگی بھر میں جو کچھ تی بریوس پر گزرا اس کا مقتضیٰ ہی یہ تھا کہ اس کی فطرت میں درشتی راسخ ہو جائے اور یہی کیفیت تی بریوس کی اس مورت کے ہر خط و خال سے عیاں ہے جو اب تک سلامت اور محفوظ رہی۔ ادھر اس کی طبیعت میں جو ہچک تھی اس نے تی بریوس کو دوسروں کا محتاج بنا دیا تھا جس میں پہلی لیویہ تھی اور دوسرا سجانوس جو اس کا "شیطان" ثابت ہوا۔

تی بریوس نے بادشاہ ہو کر جو طرز عمل اختیار کیا تھا، اس کے تاریک پہلو پر نظر کرتے وقت ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ تی بریوس کے مفوضہ کام کی نوعیت ہی ایسی تھی کہ اسے متضاد کارروائیاں کئے بغیر چارہ نہ تھا۔ یعنی اسے جمہوریت کا وہ بہروپ قائم رکھنے کی خدمت سپرد کی گئی تھی جس کے اندر اغسطس نے بادشاہی کو چھپایا تھا۔ اور گوٹٹی کی آڑ، تی بریوس کی تنہا پسندی اور کیّادی کے مناسب حال تھی لیکن یہ بات پوری طرح تی بریوس کی سمجھ میں نہ آئی کہ اس ڈھونگ کی کامیابی کا ذاتی اخلاق و اوصاف پر کس قدر انحصار ہے۔ اغسطس نے جو اس خوبی سے اسے نباہا اس کا سبب اغسطس کی ہر دلعزیزی اور خوش خلقی تھی۔ اور تی بریوس سے جو یہ کام نہ چل سکا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بالکل دوسرے مزاج کا آدمی تھا۔ چنانچہ تی بریوس کے بعد تو پھر یہ ڈھونگ کسی سے قائم نہ رہ سکا۔ غرض، ہر دلعزیزی کی بجائے جس نے اغسطس کو سازشوں سے بچایا تھا۔ تی بریوس کو اپنے ہی زمانے میں "مخبری" کے طریقے اور "اجتناس" کے قانون کی پناہ لینی پڑی اور مخبری کا جیسا اس عہد میں زور رہا اس کی بنا پر تی بریوس کا زمانہ خاصا "عہد ہول و دہشت" بن گیا تھا۔ علم ادب کی بہت ہی کم اعلیٰ درجہ کی کتابیں اس عہد میں تصنیف ہوئیں کیونکہ جب لکھنے کی آزادی نہ ہو تو کسے پڑی تھی کہ اپنے آپ کو جوکھوں میں ڈالے۔ کوردوس مورخ کا جو کچھ حشر ہوا اس کا حال ہم اوپر پڑھ چکے ہیں۔ دو اور مورخوں کی کتابیں ہم تک پہنچی ہیں جو خوشامد کے طفیل دار و گیر سے محفوظ رہے۔ مگر ان میں سے غالباً ایک شخص کی بد خواہیاں اس کے اصلی خیالات ظاہر کرتی ہیں۔ یہ ویلیئوس پاترکیولوس ہے جس کی "تاریخ روما"

دو حصوں میں سنہ ۳۱ء میں شایع ہوی، تی بریوس کے ماتحت جنگ پانونیہ میں لڑا اور ترقی کرکے کواستور اور پھر پریتور کے عہدے پر فائز ہوا تھا۔ اس کے دل میں اپنے سپہ سالار کی سچی محبت و عقیدت جاگزین ہوگئی تھی اور وہ اسے نہایت مبالغہ آمیز مدح و ستائش کے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ اور سجانوس کی بھی، جو اس وقت تک معزول نہ ہوا تھا، اُس نے بہت کچھ تعریف و توصیف کی ہے۔ دوسرے مورخ **والریوس** **ماکسی موس** کے متعلق یہ بات زیادہ عیاں ہے کہ وہ محض ابن الوقت تھا اُس نے "تذکرہ رسائل اعمال و اقوالِ مشہورہ" کے نام سے اپنی کتاب میں رومی تاریخ کے محاضرات جمع کئے ہیں۔ طرز بیان بے لطف اور تصنع آمیز ہے۔ بادشاہ کی خوب جبّہ سائی کی ہے اور چونکہ کتاب سجانوس کے زوال کے بعد شایع ہوی تھی۔ لہٰذا اس اثر سے شحنہ پر دل کھول کے تبرّیٰ داخل کردیا ہے۔ تی بریوس نیز اغسطس کے زمانہ میں ہسپانیہ کا **انیوس سنیکا** بھی علمی کاموں میں مصروف رہا۔ مگر اسے اپنے ہمنام اور نامی تر فرزند (حکیم سنیکا) کے ساتھ گڈمڈ نہ کردینا چاہیے۔ اس نے خانہ جنگیوں کے آغاز سے قریب قریب اپنی موت کے دن (غالباً ۳۹ء) تک کی تاریخ لکھی تھی اور اگرچہ افسوس ہے کہ یہ کتاب محفوظ نہیں رہی مگر فن خطابت کے مباحث پر اس کی تصانیف کے بعض اجزا سلامت ہیں۔ ایسے قانون دان جیسے **ام سابی نوس** اور علوم طبیعی کے علما جیسے **کلسوس** یا علم طبّاخی کے **اپی کوس** جیسے استادوں پر مخبری کا اثر نہیں پڑا کیونکہ ان کے مضامین کا ملکی معاملات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ شاعری سے بھی سیاسیات کا ظاہرا کوئی تعلق نہیں نظر آتا لیکن یہ واقعہ ہے کہ ہوریس و ورجیل کا ان کے قریب زمانے میں کوئی جانشین نہ ہوا۔ اس تمام عہد میں صرف ایک سخن گو فیدروس (جو ایک آزاد شدہ غلام تھا) گزرا ہے اور وہ بھی اپنی تحریر کے مطابق قانونی دار و گیر کے چکر میں آگیا تھا۔ ورکن کی بحر اور پانچ حصوں میں اسی سو پی حکایات اس کی تصنیف ہیں۔ **پومپیو نیوس سکندوس** نے بھی چند غمناک ڈرامے لکھے تھے مگر یہ غالباً تی بریوس کی وفات کے بعد شایع ہوے۔ خود بادشاہ ادبی ذوق شوق رکھتا تھا۔ لوسیوس سیزر کی موت پر اُس نے ایک گیت لکھا اور سکندریہ والوں کی طرز اور یونانی زبان میں شعر کہے۔ نثر میں بھی اُس نے اپنی زندگی کے واقعات تحریر کئے ہیں۔ وہ خالص زبان

لکھنے کا بڑا حامی تھا اور لاطینی میں باہر کے یونانی الفاظ کی آمیزش کبھی گوارا نہ کرتا تھا!

(۲۸) ادبی سرگرمی کے فقدان کی یہ شہادت ظاہر کرتی ہے کہ مخبری کا طریقہ درحقیقت خوف انگیز بن گیا تھا اور بعض اعتبار سے تی بریوس کی حکومت جابرانہ تھی۔ بایں ہمہ وہ ایسا خود رائے جابر نہ تھا جیسا کہ بعد کے مورخ تاسی توس اور سوتونیوس نے اُسے دکھایا ہے۔ تاسی توس کے تاریک مرقع کے مقابلے میں ہمیں اس سے کمتر درجے کے نقاش ویلیوس کی تصویر سامنے رکھنی چاہیئے جسکا رنگ بالکل دوسرا ہے' اور دونوں مصنفوں کی افراط تفریط کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے' یاد رہے کہ ویلیوس نے بادشاہ کی زندگی کا بہترین پہلو یعنی میدان جنگ میں اسے سپہ سالاری کرتے دیکھا تھا اس کے ہاتھ سے ترقی پائی تھی۔ اور اس لئے خواہ مخواہ اس کا طرفدار تھا۔ مزید براں اس نے اپنی کتاب بادشاہ کی زندگی میں لکھی تھی۔ اسکے برعکس تاسی توس نے اس وقت کتاب تیار کی جب کہ بادشاہی نظام حکومت سے عام طور پر لوگوں کے دل اُکتا گئے تھے۔ مورخ پر بھی اس بیزاری کا اثر پڑا اور وہ نڑوا سے قبل کے سبھی بادشاہوں کی تصویر کو سیاہ رنگنے بیٹھ گیا۔ نیز تی بریوس کی طبیعت پُراسرار اور اس کے افعال و افکار پر جو ایک قسم کی تاریکی چھائی ہوی ہے۔ چابکدست مورخ کو یہ نہایت موزوں اور حسب مراد مسالہ ہاتھ لگا اور اس نے اُن روایتوں اور افواہوں کے قلمبند کرنے میں شرم بھی نہ کی جو کاپریہ کے مہاجر کے متعلق مشہور تھیں بلکہ ایسی ایک ایک کہانی کو جمع کیا۔ ورنہ حق یہ ہے کہ اگر اُن کاموں سے قطع نظر کر لی جائے جو تی بریوس نے اپنی حفاظت کے لئے یا سجانوس کے اغوا سے کئے اور جن کا اثر صرف اس کے گھرانے یا اُن امرا تک محدود تھا جو اس کے گھرانے سے علاقہ رکھتے تھے نیز مخبری کے طریقے کے نتائج کو الگ کر دیا جائے جن کا احساس سوائے شہر روما کے شاید ہی اور کہیں ہوا ہو' تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تی بریوس کی حکومت دانشمندانہ تھی اور اس نے سلطنت کی عام فلاح و بہبودی کو قائم رکھا۔ اگر اغسطس نے اپنے ربیب کو جولیس کے خاندان میں داخل کرتے وقت

کہا تھا کہ میں یہ کام ملک کی بھلائی کے لئے کرتا ہوں، تو یہ کچھ غلط اور نادانی کی بات نہ تھی۔ اسی طرح، اگر ایک مرتبہ اُس نے رومہ والوں کی تقدیر پر افسوس کیا کہ میں انھیں اپنے متبنیٰ (تی بریوس) کے حوالے کر رہا ہوں جو انھیں اپنی "سُست ڈاڑھوں" میں چبائے گا۔ تو اس کی یہ پیش بینی بھی بیجا اور نادرست نہ تھی[1]۔

---

[1] اغسطس کا اصل فقرہ یہ ہے :-

Miserum Populum Romanum, qui sub tam lentis maxillis erit!

باب چہاردہم

گایوس (کالی گلا) کی صدارت ۳۷ء تا ۴۱ء

ذیلی عنوان:- (۱) عہدۂ صدارت کے لئے گایوس کے حقوق مجلس اعیان اس کو تسلیم کرتی ہے - تی بریوس کے قوانین تسلیم نہیں کئے جاتے، اس کی وصیت مسترد ہوتی ہے اور اس کو دیوتاؤں کے زمرے میں داخل نہیں کیا جاتا؛ (۲) تی بریوس کے جنازے کی رسوم - اس کے طرز عمل کی مخالفت، گایوس مجلس کی توقیر اور اپنے بزرگوں کا اعزاز کرتا ہے؛ (۳) گایوس کی دریا دلی - مجلس اعیان میں اس کی تقریر؛ (۴) گایوس کی ابتدائی زندگی اور سیرت - اس کا اگری پا کے اثر میں ہونا؛ (۵) گایوس کی علالت - رعایا کی ہمدردی - فیلو کا قول - جمی لوس کی موت؛ (۶) گایوس کے مشاغل تفریح - دنگل میں اس کی سُبک حرکتیں؛ (۷) گایوس کی بہنیں اور بیویاں - اس کے مشرقی خیالات - وہ اپنی پرستش کرانی چاہتا اور دیوتا ہونیکا دعوی رکھتا ہے؛ (۸) عمارتوں میں اس کا اسراف - پونتیو کی کا پُل - مشاہیر سے گایوس کا حسد؛ (۹) مالی مشکلات گایوس کو مجبور کرتی ہیں کہ رعایا کو لُوٹے؛ (۱۰) غالیہ کی مہم - گیتولی کوس کی سازش - بادشاہ کی بہنوں کی جلاوطنی لگو دونم کے قوانین؛ (۱۱) برطانیہ پر فوج کشی - رومہ کو مراجعت - (۱۲) ظلم و تعدی کا دور؛ (۱۳) محاصل کی زیادتی - شِریا کی سازش اور گایوس کا قتل؛ (۱۴) صوبوں میں گایوس کی حکمت عملی - وہ مشرق کی ماتحت بادشاہیوں کو بحال کرتا ہے مگر موریتانیہ کو ضبط کر لیتا ہے؛ (۱۵) اس کی پرستش کرنے سے یہودیوں کا انکار - سکندریہ کی سفارتیں -

فصل اول۔ گایوس کا امید افزا آغاز حکومت

(۱) ہم پڑھ چکے ہیں کہ تی بریوس نے اپنی ذاتی املاک میں گایوس اور جمی لوس کو برابر کا وارث اور حصہ دار قرار دیا تھا جس کے معنی یہ تھے کہ وہ مجلس اور اہل ملک سے بھی ان دونوں کو صدارت میں شریک وسہیم رکھنے کی سفارش کرتا ہے۔ یعنی جس طرح اغسطس کا ایک زمانہ میں منشا تھا کہ اس کے بعد اس کے دونوں پوتے (گایوس اور لوسیوس سیزر) مل کر حکومت کریں، بظاہر تی بریوس بھی گایوس اور جمی لوس کو اسی طرح اپنا مشترک جانشین بنانا چاہتا تھا۔ بالکل ممکن ہے کہ ایسے اشتراک کو خود وہ محال جانتا ہو لیکن اس بات کا فیصلہ اس نے تقدیر کے حوالے کر دیا تھا۔ بہرحال تی بریوس کے بعد قوت اور معاملات کی باگ گایوس ہی کے ہاتھ میں آئی جو اپنے ہمجد بھائی سے سات برس بڑا تھا اور پہلے سے سرکاری کاروبار میں حصہ لینے لگا تھا۔ یوں بھی عوام میں مقبول ہونے اور خواص کی حمایت کی وجہ سے جن میں ماکرو پیش پیش تھا، اسے تقویت پہنچی اور اس کی جانشینی بالکل یقینی نظر آتی تھی مگر واضح رہے کہ آئین سلطنت کے اعتبار سے گایوس کے حقوق تی بریوس کی وفات پر ایسے مستحکم نہ تھے جیسے کہ خود تی بریوس کو اغسطس کی وفات کے وقت حاصل ہو گئے تھے کیونکہ تی بریوس اغسطس کی زندگی ہی میں تری بیونی اختیارات اور نیز سب سے اہم شاہی امتیازات پا چکا تھا۔ اس کے برخلاف، جب سے تی بریوس کا بیٹا دروسوس مرا، اس بادشاہ نے مجلس سے کسی شخص کو بھی تری بیونی اختیارات دینے کی تحریک نہیں کی۔ البتہ سجانوس کو پروقنصلی اختیارات تفویض ہوئے تھے سو وہ اس وقت زندہ نہ تھا۔ خود گایوس کو "شریک بادشاہی" کا رتبہ عطا نہیں ہوا تھا لہٰذا مجلس اعیان کو اختیار تھا کہ تی بریوس کے بعد جسے چاہے نیا صدر منتخب کر لے۔ قانونی طور پر سلطنت کسی کی میراث نہ تھی مگر ان سب باتوں کے باوجود ہر شخص سمجھتا تھا کہ بادشاہ کا (خاندانی) وارث ہی سب سے زیادہ حقدار ہے کہ جس طرح بادشاہ کا ترکہ ملے اسی طرح بادشاہی کا بھی وہی وارث ہو۔ اسی بنا پر

گایوس اور دوسرے سب لوگ اس کے انتخاب کو مسلّمہ سی بات جانتے تھے۔ مجلس کو بادشاہ کی وفات کی باضابطہ اطلاع گایوس نے ایک مراسلے کے ذریعے دی جسے خود ماکرو لیکر آیا اور اسی کے ساتھ تی بریوس کا وہ وصیت نامہ بھی اس نے پیش کیا جس میں گایوس اور گمی لوس دونوں کو وارث قرار دیا گیا تھا۔ گایوس نے اپنے مراسلے میں "بزرگان مجلس" سے درخواست کی تھی کہ تی بریوس کی سرکاری طور پر تجہیز و تکفین، دیوتاؤں کے زمرے میں داخل کئے جانے اور اسی قسم کے دیگر اعزاز و اکرام کا حکم نافذ کیا جائے نیز اس کے قوانین و احکام کو مسلّم و مصدّق مان لیا جائے۔ اس کے علاوہ گایوس کا اصرار تھا کہ تی بریوس کا وصیت نامہ بھی مسترد کر دیا جائے کہ گو وہ قانونی طور پر صرف متوفی کی ذاتی املاک کے متعلق تھا لیکن مبادا اسی بنا پر گمی لوس کو بادشاہی میں بھی شریک ہونے کا دعویٰ پیدا ہو۔ مجلس نے امیدوار بادشاہی کی استدعا قبول کی اور اسے بلا تاخیر صدر بھی منتخب کر لیا۔ تری بیونی قوت اور بادشاہی کے دیگر تمام لوازم گایوس سیزر[1] کو دے گئے (۱۸ مارچ) تی بریوس کی سرکاری طور پر رسوم موتی ادا کرنے کی منظوری ہوئی مگر اس کی پرستش کی تجویز قبول نہ کی گئی۔ وصیت نامہ مسترد کر دیا گیا اور اس کے عوض میں گایوس کو بھی مجلس کی یہ شرطیں ماننی پڑیں کہ اس نے گمی لوس کو "نوجوان صدر" کے لقب سے اپنا ولی عہد بنا لیا اور اس مطالبے سے دست بردار ہو گیا کہ اس کے پیشرو کے احکام کی تصدیق کی جائے تی بریوس دیوتاؤں کے زمرے میں بھی داخل نہیں کیا گیا جس کے معنی یہ تھے کہ مرنے کے بعد اس کے نام اور کام مردود قرار پائے۔

(۲) نوجوان بادشاہ کی تخت نشینی پر لوگوں نے دیوانہ وار خوشیاں منائیں کہ اب ایک نئے دَور کا آغاز ہوتا ہے۔ تی بریوس کی وفات کی جب خبر پہنچی تو شہر والوں نے وحشیانہ طریق پر بغض و کینہ نکالا۔ کہتے ہیں وہ تو یہ چاہتے تھے کہ اس کی لاش گھسیٹتے ہوئے دریا تک لائیں اور چیختے تھے کہ "تی بریوم ان تی بریم"

[1] اس کا سرکاری لقب "اسی سیزر امنطس جرمانی کوس" تھا۔

یعنی تی بریوس تی برکے حوالے! ساِلہا سال کے خوف اور کدورت وافسردگی کے بعد انھیں دوبارہ عہدہ اغسطس، یعنی دَورِ نشاط وخرمی کے واپس آنے کی امید ہوی پھر جس وقت گایوس متوفی بادشاہ کا جنازہ میزنم سے لیکر رومہ پہنچا تو نئے بادشاہ کے خیر مقدم کی خوشی میں لوگ مرنے والے ظالم کی برائیاں بھول گئے اور ہزاروں کی تعداد میں استقبال کے واسطے باہر نکل آئے۔ رسوم موتی کے ادا ہوتے وقت بھی وہ چُپ چاپ رہے اور گایوس کی تعزیتی تقریر کے بعد کامپوس مارتیوس میں لاش جلاکر اس کی راکھ شاہی مقبرے میں دفن کرادی گئی۔

گذرنے والے دَور کے سیاسی اصول کی مخالفت سے نئے دَور کا آغاز ہوا مخبروں کا گروہ، جن سے لوگوں کو کمال نفرت اور تکلیف ہوی تھی ملک اطالیہ سے نکال دیا گیا۔ سارے قیدی چھوڑ دئے گئے اور جلاوطنوں کو واپسی کا پیام بھیجا گیا۔ "عداوت" (ماجستاس) کے قانون کا دائرہ وسیع کرکے اسمیں جو تحریری یا زبانی الفاظ کو بھی داخل کرلیا تھا، اُسے قانون سے خارج کردیا گیا، کوردوس اور بعض دوسرے مصنفین کی کتابیں کہ پہلے قابل ضبطی قرار پائی تھیں اب انھیں دوبارہ شایع کرنے کی اجازت ہوی اور خود بادشاہ سلامت نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ تاریخ کا لکھنا اور پڑھنا ہر اچھے فرماں روا کے حق میں فائدہ مند ہے، گایوس نے شاہی صوبوں کو چھوڑکر مجلسی صوبوں اور اطالیہ اور رومہ کی عدالتوں کا مرافعہ سننے کے حق سے بلکل خود دست برداری کرلی اور کوشش کی کہ مجلس اعیان اور صدر کے اختیارات کی تقسیم بالکل واضح اور معیّن ہو جائے۔ اس نے سلطنت کے حسابات باقاعدہ شایع کرنے میں بھی، جس کی طرف سے تی بریوس بے پروائی کرتا رہا تھا، اغسطس کی تقلید کی۔ اس نے حکام کو منتخب کرنے کا حق از سرِ نو مجلس عوام کے تفویض کردیا جس سے ثابت ہوا کہ وہ جمہوریت کی ظاہری صورت کو بحالہ رکھنے کا خواہاں ہے۔ لیکن یہ تبدیلی تجربے سے بہت جلد بیکار ثابت ہوی۔ کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ خالی عہدوں کے لئے امیدواروں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ ان میں ردّوانتخاب کی ضرورت پیش آئے۔ بالعموم ہر خالی عہدے کے لئے ایک ہی امیدوار ہوتا تھا لہذا مجلس عوام جمع ہوتی تو اسے رائے زنی کی کچھ ضرورت ہی نہ پڑتی تھی۔ چنانچہ دو ہی سال میں اس طریقے کو ترک کرکے وہی

تی بریوس کا اصول اختیار کر لیا گیا۔

گایوس نے عدالتی انتظام میں یہ سہولت پیدا کی کہ جوری کے چار گروہوں میں ایک اور گروہ (یا "دکوریا") کا اضافہ کر دیا کیونکہ کام جس قدر بڑھ گیا تھا اسکے لئے چار گروہ کافی نہ ہوتے تھے۔ اس نئے گروہ میں لوگوں کو منتخب کرنے کی شرطیں بھی وہی تھیں جو اغسطس کے چوتھا دکوریا اضافہ کرتے وقت قرار پائی تھیں (دیکھو باب سوم زیر عنوان ۲۰ و ۲۱) اسی طرح گایوس نے متوسطین کے گروہ میں بھی بہت سے نئے لوگوں کو بھرتی کیا کیونکہ تی بریوس کے عہد میں ان کی تعداد بہت کم ہوگئی تھی اور اس نے نئے اشخاص کو داخل کرنے کی طرف کوئی اعتنا نہ کی تھی۔

جرمانی کوس کا بیٹا جس طرح مجلس اعیان کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آیا اسی طرح اس نے اپنے عزیزوں کے اعزاز و اکرام میں بھی کوتاہی نہ کی۔ یعنی مجلس میں بزرگان قوم کے سامنے ایک معقول نما اور منکسرانہ تقریر سے ان کی خوشنودی حاصل کرتے ہی وہ بذات خود ان جزیروں میں آیا جہاں اس کی ماں اور بھائی جلا وطن کئے گئے تھے اور ان کی بھسمیاں واپس روما لا کر شاہی مقبرے میں دفن کرا دیں۔ مجلس سے پوچھ کر اس نے اپنی دادی انتونیہ کو وہ سب خطابات اور اعزاز بھی دلوائے جو پہلے لیویہ کو حاصل تھے۔ ماہ ستمبر کا نام بدل کر اس نے "جرمانی کوس" قرار دیا کہ جولیس اور اغسطس کی طرح اس کے باپ کی بھی شہور و سنین میں یادگار رہے۔ اس کے ایک چچا تی بریوس کلودیوس کو لوگ بظاہر بالکل بھولے بیٹھے تھے اور اگرچہ اس کی عمر چھیالیس سال کی تھی مگر ابھی تک وہ "صاحبان فرس" کے مرتبے سے آگے ترقی نہ کر سکا تھا۔ گایوس نے اسے بھی کنج گمنامی سے نکالا اور خود قنصل بنتے وقت (یکم جولائی ۳۷ء) کلودیوس کو اپنے ساتھ کا دوسرا قنصل منتخب کیا۔ اپنی بہنوں کو (یعنی لیویلہ، اگری پینہ اور دروسیلہ کو) نوجوان بادشاہ نے مقدس کنواریوں کے اعزاز عطا کئے۔ ان سب باتوں کے باوجود جب مجلس نے خود گایوس کو "پاترپاتری" (ابوالوطن) کا خطاب دینا چاہا تو اس نے از رہ انکسار اسے لینے سے انکار کر دیا۔

(۳۲)۔ نئے عہد کی عام ہر دلعزیزی کا اس واقعے سے بخوبی اندازہ

ہوتا ہے کہ گایوس کی تخت نشینی پر دیوتاؤں کے شکرانے میں لوگوں نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار جانوروں کی قربانی کی۔ شہری اور سپاہی سبھی کو خوشی تھی کہ تی بریوس جیسے جبر رس کو ایسا دریادل جانشین ملا۔ کیونکہ گو تی بریوس کی وصیت منسوخ کردی گئی تھی لیکن اس میں جو عطایا اور خیرات و صدقات کی ہدایتیں تھیں ان سب پر عمل کیا گیا اور اسی طرح لیویہ کے وصیت نامے پر بھی جسے تی بریوس نے یونہی ڈال رکھا تھا اب عمل ہوا۔ اس کے علاوہ گایوس نے وہ رقم جو اس کے سن بلوغ کو پہنچنے کی رسم کے وقت تقسیم ہونی چاہیئے تھی، اب بادشاہ ہوکر عوام الناس میں بانٹی۔ تی بریوس کی کفایت شعاری کے سبب بے حساب روپیہ شاہی خزانے میں جمع ہوگیا تھا۔ اسی کی بدولت گایوس نے یہ سب مصارف ادا کئے اور بے دریغ روپیہ لٹانا شروع کیا جس پر جاہل عوام خوب واہ واہ کرتے اور دل سے خوش ہوتے تھے۔ ادھر گایوس نے اشیائے تجارت پر اطالیہ میں جو محصول لیا جاتا تھا اس کی تنسیخ سے سرکاری آمدنی کی ایک مد بھی کم کرادی حالانکہ یہ بہت ہلکا اور نصف فیصدی کا محصول تھا۔

قنصلی کا عہدہ اختیار کرتے وقت گایوس نے مجلس اعیان میں ایک تقریر کی جس میں تی بریوس کے کاموں پر سخت نکتہ چینی کی اور اپنی فرماں روائی کے متعلق بہت کچھ وعدے کئے اور اچھی اچھی امیدیں دلائیں۔ بزرگان مجلس کو یہ تقریر بہت بھائی اور اسی کے ساتھ وہ ڈرے کہ کہیں گایوس کے یہ خیالات بدل نہ جائیں لہٰذا انہوں نے حکم نافذ کیا کہ ہر سال اس تقریر کو مجلس میں بآواز بلند پڑھا جایا کرے۔ آیندہ بھی دو مہینے تک گایوس نے جس قدر شوق و تن دہی سے اپنے فرایض انجام دئے وہ مستقبل کے واسطے فال نیک نظر آتے تھے۔ لیکن ماہ اگست کے آخری دن جو اس کی سالگرہ کا دن تھا، اس نے کاروبار کو بالائے طاق رکھکر ایک ایسی دھوم دھام کی ضیافت کی کہ ایسی سالہا سال سے دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ اس تقریب کے وقت اس نے اغسطس کے مندر کا جو بالآخر تکمیل کو پہنچ گیا تھا باضابطہ افتتاح کیا۔ اور یہی وقت تھا جب کہ گایوس نے اپنی فطرت کا وہ پہلو دنیا کے سامنے پیش کیا جسکا شاید ہی کسی کو پہلے سے احتمال ہوگا یعنی اس نے اپنے تئیں اسراف اور بدلطافی کے طوفانی سمندر میں گرادیا۔

(۴) حقیقت یہ ہے کہ نئے بادشاہ کا خیر مقدم کرتے وقت اہل ملک اس بات سے مطلق بے خبر تھے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ اس کی شکل صورت میں کوئی خوشنمائی نہ تھی۔ خط وخال غیر متناسب، آنکھیں پیشانی میں دھنسی ہوئی، رنگ زرد تھا اور چڑھی ہوئی تیوری آج تک اس کی شبیہ[1] دیکھنے والے کو مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ جثّہ کمزور، دماغی قابلیت بہت کم اور جو کچھ تھی اس کی بھی فن تقریر کی مشقوں کے سوا اور کوئی تہذیب وتربیت نہ ہوئی تھی۔ ممکن ہے کہ ابتدائی تعلیم وتربیت کی یہ کمی بھی اس کی آیندہ زندگی کی بدعنوانیوں کا ایک سبب ہو لیکن اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس کا دماغ صحیح نہ تھا۔ اسے صرع کے دورے پڑتے تھے اور نیند نہ آنے کی شکایت رہتی تھی۔ اس کا بچپن رہائن کے کنارے لشکر میں گزرا۔ ذرا اور بڑا ہوا تو باپ کی موت کے افسوسناک واقعات آنکھوں کے سامنے پیش آئے۔ اور اس کے بعد سے وہ کاپریہ کے سنسان جزیرے میں خرانٹ تی بریوس کے زیر نگرانی رہا اور یہیں اسے ریاکاری، چاپلوسی اور فریب دہی کی مشق ہوئی کہتے ہیں تی بریوس اس مکار لڑکے کی اصلی طینت کو تاڑ گیا تھا اور ایک مرتبہ یہ رائے ظاہر کی تھی کہ "گایوس اپنے آپ کو اور سب کو تباہ کرنے کے واسطے بنا ہے" دروسوس جیسے عالی نظر سردار کے اس ناخلف پوتے کی ساری عادتیں اور ذوق، بازاری رذیلوں کے سے تھے۔ پہلوانوں اور مسخروں کے سوائے کسی کی صحبت کا اسے شوق نہ تھا۔ عقوبت اور موت کے روح فرسا منظر دیکھکر اس کا دل خوش ہوتا تھا۔ اور ہر چند اس کا مزاج ابتدا سے جادۂ اعتدال سے منحرف رہا لیکن جب سلطنت روما کے غیر محدود بادشاہی اختیارات ہاتھ میں آئے تو پھر اس کا دماغ بالکل ہی چل گیا۔ شروع ہی میں وہ ہیرودا گریپا کے زیر اثر آگیا تھا جس نے اس کے دل میں بادشاہی کی ربانی نوعیت کے متعلق مشرقی خیالات بھر دئے اور مشرقی بادشاہوں کی شان وشوکت کے افسانے سنا سنا کر اسی قسم کی آرزوئیں اس کے دماغ میں پیدا کردیں۔ یہ اگریپا

[1] یہ شبیہ کاپی تول کے عجائب خانے میں محفوظ ہے۔

ہیرودِ اعظم کے پوتے ارستوبلوس کا بیٹا تھا اور باپ کی وفات کے بعد اپنی ماں برنیکس اور بہن ہیرودیاس سمیت رومہ میں آگیا تھا۔ مشرقی بادشاہی خاندانوں کے ایسے افراد کہ اگر اپنے ملک میں رہتے تو غالباً اپنے ہم خاندان فرماں رواکے ہاتھوں مارے جاتے اُن دنوں ہر طرف سے آکر رومہ میں پناہ لیتے تھے۔ اگریپا کی سرپرستی بھی دروسوس کی بیوہ انتونیہ نے اپنے ذمے لے لی تھی کیونکہ انتونیہ کا باپ اگریپا کے دادا ہیرود کا دوست تھا اسی تعلق سے اگریپا کی پرورش کلودیوس کے ساتھ ہوئی جو اس کا ہم عمر تھا۔ پھر جب اس کے چچا ہیرود انتی پاس نے (جسکا انجیل میں ذکر آتا ہے) ہیرودیاس کے ساتھ شادی کی اور سامریہ کا بادشاہ منتخب ہوا (سنہ ۴ ق م تا سنہ ۳۹ء) تو اگریپا وہاں کے شہر تی بریاس کا حاکم مقرر کردیا گیا مگر اگریپا کی حوصلہ مندی اس پر قانع نہ رہی اور وہ تی بریوس کے آخری ایام حکومت میں پھر رومہ آگیا کہ اپنی ترقی کا کوئی اور موقع تاکے یہاں نوجوان گایوس کے آیندہ بڑھنے کی بہت کچھ امیدیں نظر آتی تھیں لہٰذا اگریپا اسی کی ملازمت میں پہنچا اور اس پر اپنا رسوخ و اثر جما لیا۔ اگریپا نہایت موقع شناس اور محنتی کارگزار آدمی تھا۔ اس نے بہت کچھ دنیا دیکھی اور تجربہ حاصل کیا تھا۔ مگر ذاتی عادات کے اعتبار سے وہ بالکل بے اصول اور بدچلن تھا اور ہمیشہ روپے کا ضرورت مند رہتا۔ مشرقی تزک و احتشام کے جو نقشے اس نے کھینچے اور وہاں کے چھوٹے سے چھوٹے بادشاہوں تک کی شان جباری اور مطلق العنانی کے جو فسانے اس نے گایوس کو سنائے کہ انھیں اپنی رعایا کے جان و مال پر کیسا غیر محدود اختیار حاصل ہوتا ہے نیز شاید وہاں کی عیاشیوں کے جو سبق پڑھائے اُن کا رومہ کے آیندہ فرماں روا کی عیش پسند طبیعت اور بگڑے ہوئے دماغ پر بہت گہرا اور خوفناک اثر پڑا۔ کچھ مدت پہلے اندیشہ پیدا ہوا تھا کہ انتونی اپنے مشرقی خیالات رومہ میں نہ پھیلادے مگر تقدیر میں لکھا تھا کہ اس کے نواسے کی شرکت ان خیالات کو عملی جامہ پہنائے گی۔

(۵) سالگرہ کی تقریب سے فارغ ہونے کے بعد بھی سلطنت کا نیا فرماں روا اپنے ملکی فرائض کی طرف متوجہ نہ ہوا بلکہ عیش و نشاط ہی کا ہو رہا اور اس وقت سے اپنے عہد حکومت کے اخیر تک اس کا مشغلہ بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ

دن عید اور رات شبرات مناتا رہے۔ اس میں شہوت رانی کے پہلے طوفان کو اس کا کمزور جسم برداشت نہ کر سکا اور وہ سخت بیمار پڑ گیا۔ اس موقع پر دارالسلطنت اور بیرونی صوبوں میں بادشاہ کی علالت سے عام تشویش پھیل گئی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گایوس کو لوگ کس قدر عزیز و محبوب رکھتے تھے۔ سکندریہ کے ایک یہودی مصنف فیلو نے اس کے اوائل عہد حکومت کی خوشحالی اور پھر اسکی علالت سے لوگوں میں جو فکر و ہمدردی پیدا ہوئی اس کا حال بیان کیا ہے اور یہ فقرات اس قابل ہیں کہ بجنسہ نقل کئے جائیں :-

"کون ایسا دل تھا جو گایوس کو تخت سلطنت پر جلوہ فرما دیکھکر متحیر و مسرور نہ ہوا ہو۔ اور سلطنت بھی وہ جو کیل کانٹے سے درست، ایسی مرتب و منتظم حالت میں تھی کہ اس کا ہر جوڑ ایک دوسرے سے پیوستہ تھا۔ شمال و جنوب، مشرق و مغرب میں یونانی اور غیر یونانی، سپاہی اور رعیت غرض ہر شخص اس کے عام امن و آسودہ حالی سے بہرہ مند تھا۔ اس کے ہر مقام پر دولت کے ڈھیر، سیم و زر ظروف و سماط کی افراط تھی۔ بر و بحر کی سوار و پیادہ فوج کی کثرت پر اسے فخر تھا اور ساز و سامان کے واسطے گویا کسی لازوال خزانے کا منہ اس کے لئے کھل گیا تھا۔ ہمارے شہروں میں جا بجا قربان گاہیں، سامان نذر و نیاز اور سفید لباس میں ہار پہنے ہوئے بہت نظر آتے تھے جو عام فراغت اور مسرت میں ہنس بول کے اضافہ کرتے تھے۔ ہر طرف میلے اور جلسے جمتے، ناچ گانے اور بھاگ دوڑ کے مقابلے ہوتے، رات رات بھر اودھم مچا رہتا اور عیش و طرب، تفنن و تفریح کی ہر شے جو حواس خمسہ کی مسرت و انبساط کا موجب ہے موجود تھی۔ اہل ثروت کا مفلسوں پر، قوت والوں کا کمزوروں پر، مالکوں کا نوکروں پر اور قرض خواہوں کا قرضداروں پر کچھ زور نہ چلتا تھا۔ عہد نو نے مختلف طبقوں کے فرق مراتب کو مٹا دیا تھا اور وہ دور زحل دست یک، جسکے افسانے شعرا سناتے ہیں، محض فرضی اور وہمی شئے معلوم نہ ہوتا تھا کیونکہ اس عہد انبساط میں بھی قریب قریب وہی سماں بندھ گیا تھا۔" بیرونی صوبوں میں سات مہینے تک

لہ اس فقرہ کا ترجمہ کسی قدر ترمیم کے ساتھ مری ویل کی کتاب سے ماخوذ ہے :- (باب چہل و ہفتم)۔

یہی خوشیاں ہوتی رہیں جس کے بعد اطلاع ملی کہ فرط عیاشی کی بدولت بادشاہ بیمار ہوا اور اس کی جان کے لالے پڑ گئے :- "یہ رنج وہ خبر جب ممالک میں شایع ہوئی تو لوگوں نے سب خوشیوں کو بالائے طاق رکھدیا اور جس قدر کسی نے زیادہ خوشی منائی تھی اب وہ اسی قدر زیادہ ملول وغم زدہ ہو گیا اور ہر شخص اور ہر گھرانے پر افسردگی چھاگئی - ایک گایوس کے ساتھ ساری دنیا علیل و رنجور ہو گئی بلکہ اس سے بھی زیادہ - کیونکہ اس کی علالت صرف جسمانی تھی اور یہاں لوگوں کی جانیں بے چین ہو گئیں - لوگوں کے دلوں میں طوائف الملوکی، خانہ جنگی، قحط وتباہی، غرض طرح طرح کی مصیبتوں کے وسواس آنے لگے جن سے بادشاہ کی صحت یابی کے سوا انھیں اور کوئی صورت بچنے کی نظر نہ آتی تھی۔ پھر جس وقت مرض میں کمی شروع ہوئی اور یہ خبر سلطنت کے گوشے گوشے میں نہایت سرعت کے ساتھ پھیلی تو اس وقت بھی لوگ مشتاق اور بے قرار تھے کہ روزانہ اس خبر کی تصدیق ہوتی رہے - کیونکہ ہر سرزمین اور ہر جزیرے کے بسنے والے بادشاہ کی سلامتی کو اپنی سلامتی اور عافیت سمجھتے تھے اور خلاصہ یہ ہے کہ کبھی کسی شخص کی خیریت کا ایک ملک کو بھی اس درجہ خیال نہ ہوا ہوگا جس قدر کہ اسوقت گایوس کی خیر وعافیت سننے کا ساری دنیا کو اشتیاق ہو گیا تھا"

ہمعصر مصنف کے مذکورہ بالا سبق آموز قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن دنوں سلطنت کی فلاح وبہبود کے لیے بادشاہ کی سلامتی کس قدر ضروری سمجھی جانے لگی تھی۔ لیکن گایوس نے تندرستی تو پائی مگر اپنا رویہ نہ بدلا - بلکہ اہل وطن اور صوبے والوں کی یہ چاہت دیکھکر اسے دل ہی دل میں اپنی ذاتی قدر ومنزلت کا احساس اور بھی زیادہ ہو گیا - صحت پانے کے بعد اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے ہمجد بھائی گمی لوس کو جو سلطنت پانے کا مساوی استحقاق رکھتا تھا، اپنے راستے سے ہٹا دیا - اور غالباً ماہ نومبر ۳۷ئہ میں تی بریوس کے اس کمزور پوتے کو جبراً خودکشی کرنی پڑی۔ [1] فوج خاصہ کے ناظم ماکرو نے حصول بادشاہی میں مدد دے کر گایوس

[1] اس لڑکے کی لوح قبر کامپوس مارتیوس کے میدان میں "قیصر کے بُت" کے قریب سے دستیاب ہوئی ہے - اس میں اسے دروسوس کا فرزند لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گایوس نے موت

پر بڑا احسان کیا تھا اور اسی حق کی بنا پر وہ کبھی کبھی نادانی سے اسے بادشاہی فرائض کی طرف متوجہ کرنے کی جسارت کر بیٹھتا تھا۔ اسی کے ساتھ اس کی بیوی انیہ اپنے آشنا کو شادی کرنے کا وعدہ یاد دلاتی رہتی تھی۔ مگر گایوس اب اس سے اکتا گیا اور شوہر سے دق آگیا تھا۔ چنانچہ ماکرو کو یہ حکم قضا نسیم پہنچ گیا کہ اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے۔ ادھر اسی زمانے میں گایوس نے اپنی پہلی بیوی کے شوہر ام سیلانوس کو جو افریقہ کا صوبہ دار تھا طلب کر کے قتل کرا دیا یہی وہ واقعات ہیں جن کے بعد سے سمجھنا چاہیئے کہ گایوس کے عہد حکومت نے ایک دوسرا رنگ اختیار کر لیا۔

فصل دوم۔ گایوس کی بدعنوانیاں اور مظالم۔ اس کا قتل

(۶)۔ جب گایوس اپنے آپ کو قانون و رواج دونوں سے بالاتر سمجھنے لگا تو اسے اپنے مبتذل ذوق کی سرعام نمایش کرنے میں کوئی باک نہ رہا۔ اور نہ اس نے شاہی وقار کو اس طرح ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی تامل کیا جو اغسطس یا تی بریوس کے کبھی خیال میں بھی نہ آسکتا تھا۔ دنگل کے کرتب اور اکھاڑے کی ورزشوں میں گایوس کو بہت مزہ آتا تھا اور کہتے ہیں کہ وہ مجمع عام میں خود گاتا ناچتا بلکہ بعض اوقات دنگل تک میں اتر آتا تھا۔ اعیان و متوسطین تانگے کی دوڑ میں شریک ہونے پر مجبور کئے جاتے تھے اور یہ تانگہ بازی* اس کے عہد میں ایک قسم کا ملکی آئین بن گئی تھی اور جب تک گایوس بادشاہ رہا اس دوڑ کا ہی زور شور رہا۔ دوڑ میں چار فریق مقرر کر دئے گئے تھے اور ان کا لباس، سبز، نیلا، سرخ یا سفید ایک دوسرے سے جداگانہ ہوتا تھا۔ ان میں ہری وردی والے خود بادشاہ کو پسند تھے،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۱۔ کے بعد اسے اپنی ولی عہدی سے خارج کر دیا تھا۔

* یعنی "چیریٹ" chariotteering جس کا ترجمہ رتھ بھی کرتے ہیں "اور اصل ہندوستان کے بیلوں کے تانگے کی مثل ایک کھلی ہوی گاڑی ہوتی تھی۔ اس میں اکثر گھوڑے جوتے جاتے اور اس سے میدان جنگ میں بھی کام لیتے تھے۔ مترجم

اور ان کی مشق کے واسطے ایک خاص میدان تیار کرا دیا گیا تھا۔ لیکن ان سب سے بڑھکر گایوس کو کشتی گیروں کے مقابلے دیکھنے کا شوق تھا اور ان کی تعداد کی جو حد اغسطس نے قرار دی تھی وہ بھی اس نے اٹھا دی تھی چنانچہ چھاونی کے میدان میں سپیتا اور توروس کے دنگلوں میں انغار کی بھیڑ لگی رہتی اور اہل دربار نہ صرف ایک ایک جوڑی کا مقابلہ بلکہ باقاعدہ مسلح جماعتوں کی لڑائی کا تماشا دیکھتے تھے۔ غلاموں کی مثل امرا اور نایبتوں کو بھی زبردستی لڑایا جاتا کیونکہ اس "صدر شہری" کی نظر میں سب ہم وطن اس کے غلام تھے۔ اکثر جنگلی درندوں کے مقابلے کی بھی سیر دیکھنے میں آئی۔ حیرت ہوتی ہے کہ اعلیٰ طبقے کے لوگ یہ طفلانہ جبر و تعدی اور بادشاہی داب و وقار کی یہ شرمناک تذلیل کس دل سے گوارا کرتے تھے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے دور کی خشک متانت اور جزرسی کے مقابلے میں وہ اس تبدیلی کو قابل ترجیح سمجھتے تھے اور دوسرا انھیں نظر آتا تھا کہ یہ نئی باتیں عوام الناس میں بہت مقبول ہیں

(۷) بیان کرتے ہیں کہ یہ ناہنجار بادشاہ اپنی سگی بہنوں کے ساتھ ملوث تھا اور گو اگری پینہ اور جولیہ کے متعلق یہ جرم پوری طرح ثابت نہیں لیکن تیسری بہن یعنی دروسیلہ کے معاملے میں یہ امر بالکل یقینی[1] ہے اور اسی سے گایوس کو بہت انس تھا۔ وہ دروسیلہ کو اس کے شوہر سے چھڑا کر علانیہ اپنے پاس رکھتا تھا جیسا کہ بعض بطلیموسی اور ایشیائی بادشاہ کر چکے ہیں۔ پھر جب دروسیلہ مری (جولائی ۳۸ء) تو گایوس کو بے حد رنج ہوا۔ مجلس نے متوفیہ کے لئے تمام وہ اعزاز و اکرام منظور کئے جو لیویہ کو حاصل تھے۔ اس کی مورتیں بنوا کے ایوان مجلس اور زہرہ کے مندر میں نصب کرائیں۔ پان تھیہ دیوی کے نام سے اسے دیوتاؤں میں شامل کیا گیا اور سلطنت کے سارے شہروں میں احکام بھیجے گئے کہ اس کی پرستش کریں۔ اپنی صدارت کے زمانے میں گایوس کی تین شادیاں ہوئیں اور تینوں بیاہی ہوئی عورتوں سے

[1] سپاہیوں سے وفاداری کا جو حلف لیا جاتا تھا اس میں گایوس نے اپنے ساتھ بہنوں کا نام شریک کر لیا تھا اور قنصل کی تجویز کے مقررہ الفاظ آغاز میں بہنوں کا نام لیا جاتا تھا۔

جنھیں اس نے اُن کے شوہروں سے زبردستی چھین لیا تھا۔ ان میں سے پہلی بیزو کی بیوی اورسن تیلہ تھی جسے رگولس کی بیوی پولینہ کی خاطر اس نے بہت جلد طلاق دیدی۔ یہ پولینہ نہایت دولتمند عورت تھی اور غالباً اس کی دولت ہی بادشاہ کے میلان کا سب سے بڑا سبب ہوئی۔ کچھ عرصے بعد اس کو بھی بانجھ ہونے کی بنا پر طلاق ملی اور میلونیہ کسونیہ اس کی جانشین ہوئی جو سیدھی سادی شکل کی عورت تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو اس سے واقعی دلی محبت ہو گئی تھی۔

جس قدر زیادہ وقت گزرتا گیا اور گایوس نے اپنی خود مختاری میں کسی کو مزاحم نہ پایا۔ نیز جب اسے ساری سلطنت میں ہر طبقے کے افراد غلام رہنے میں قانع اور مطمئن نظر آئے، تو اس کے دماغ میں اپنی الوہیت کا خیال سا گیا اور اس نے لوگوں سے اپنی پرستش کرائی۔ اگری پا سے مشرقی خیالات اس نے سیکھے تھے اور خود روما میں جولیس اور اغسطس کی پرستش کا طریقہ جاری تھا، انہی سے گایوس کو یہ فرعونی سوجھی۔ درحقیقت وہ جانتا تھا کہ کوئی کام ایسا نہیں ہے جو وہ نہ کرسکتا ہو اور اس کے دل میں سب سے بڑا ولولہ یہ پیدا ہو گیا تھا کہ ہر طریق سے اس بات کو آشکارا کرے کہ میں دنیا کے کسی قانون اور اصول کا پابند و تابع نہیں ہوں اور عام انسانی جذبات مجھ پر کوئی اثر نہیں رکھتے۔ اسے اس بات سے بہت مسرت و نازش ہوتی تھی کہ وہ تکلیف اذیت کو بلا ترس و تاسف معاینہ کرے۔ اسے افسوس تھا کہ میرے عہد میں واروس کی ہزیمت و تباہی کی مثل کوئی بڑی مصیبت نہ آئی۔ وہ باکوس یا ہرکیولس یا ونوس کا بھیس بھر کر مندروں میں سب کے سامنے وہی حرکتیں کرتا جو ان دیوتاؤں سے منسوب تھیں۔ اور عوام سے اس کی داد لیتا تھا۔ کبھی ادعا کرتا کہ کاپی تول کے بڑے مندر میں عطارد دیوتا مجھ سے باتیں کرتا ہے اور اپنے اسی آسمانی بزرگ سے ملاقات کی خاطر اس نے ولابروم کے اوپر ایک معلق پل تیار کرا دیا تھا جو بادشاہی محل سے کاپی تول کی پہاڑی اور اغسطس کے نئے مندر کے قریب تک پھیلا ہوا تھا کہ بادشاہ کو عطارد دیوتا کے استھان پر آنے جانے میں سہولت ہو۔ اسے دعویٰ تھا کہ انسانوں کی طرح دیوتاؤں میں بھی میں سب سے عالی مقام ہوں اور لاطینی جوپیٹر (یعنی تمام لاطینی قوم کا خدا)

میرا نام ہے۔ چنانچہ ہومر کی ایک بیت پڑھکر اُس نے کاپی تول کے جوپیٹر کو (جو صرف شہر روما کا خدا مانا جاتا تھا) ٹوکا تھا کہ ہمت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرے۔

(۸) اپنی خدائی کے کرشمے دکھانے کی دھن میں گایوس نے عجیب عجیب جناتی عمارتوں کے نقشے تیار کئے۔ بڑے چوک میں کاستور کے مندر سے بادشاہی محل تک، غالباً غلام گردشوں کا ایک سلسلہ تعمیر کرایا جن کے نیچے ڈاٹیں بنوائیں اور محل کو مندر سے اس طرح ملا دیا کہ یہ مندر، محل کی بیرونی ڈیوڑھی بنگیا، مگر یہ مجموعہ عمارات ایسا منہدم ہوا کہ اب اس کا کوئی اثر آثار تک باقی نہیں ہے؛ گایوس کا سب سے مفید کام اس تالاب کو بنوانا تھا جس کے ذریعے کلودیہ کے بند اور اینو یوس ندی کا پانی روما تک پہنچتا تھا لیکن اس تالاب کی وہ اپنے زمانے میں تکمیل نہ کرسکا؛ ایک اور کام جس کا بارہا منصوبہ سوچا گیا مگر تکمیل ہمارے زمانے میں ہوئی ہے؛ یعنی خاکنائے کورنتھ کے درمیان نہر بنانیکا بھی گایوس نے نقشہ تیار کیا تھا۔ لیکن ان سب سے بڑھکر حوصلہ مندی کا کام خلیج بائیہ پر پل باندھنا تھا (۳۹ئہ) جو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ عرصے تک قائم رہنے کی غرض سے نہیں بنایا گیا تھا بلکہ کہتے ہیں کسی رمال نے حکم لگایا تھا کہ گایوس نہ خلیج بائیہ پر سے رتھ دوڑائے گا نہ بادشاہ ہوگا! پس گایوس نے ٹھان لی کہ خلیج پر سے پوری فوج لئے ہوئے گزرونگا چنانچہ دور و نزدیک کی سب بندرگاہوں سے جتنے ہو سکے جہاز جمع کئے گئے جس سے اسباب تجارت کی آمد بر آمد میں خلل پڑا اور لوگوں کو سخت تکلیف ہوی۔ پھر انھیں باولی سے پوتیولی تک دہری قطاریں کھڑا کیا اور ان پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک شہتیر ڈال کے سڑکوں کی طرح مٹی کوٹ دی اور جہازوں کا پل تیار کرلیا؛ پل کو توڑنے سے پہلے ایک نرالی قسم کے تماشے کی تیاریاں کی تھیں لہذا ہی زعم سے پوتیولی تک سمندر کے سارے ساحل پر تماشائیوں کی بھیڑ آگئی اور اب بادشاہ ایک دستہ فوج کے آگے آگے گھوڑے پر سوار، سکندر اعظم کی زرہ پہنے ہوئے پل سے گزرا اور پوتیولی میں فاتحانہ طریق پر داخل ہوا۔ پھر دوسرے دن صبح اس نے فتح و فیروزی کی رتھ میں مراجعت کی لیکن اس موقع پر وہ ہری وردی والے رتھبانوں کے لباس میں تھا۔ پل کے

وسط میں تھوڑی دیر رُک کر اُس نے تقریر کی۔ مقام پر پہنچنے کے بعد ایک ضیافت دی گئی جو بہت رات گئے تک رہی اور پل اور ساحل پر سے مشعلیں جلا جلا کے اس منظر کو روشن رکھا گیا۔ شراب کے خوب دَور چلے اور نشے میں بہت سے تماشائی سمندر میں گر گر کے ڈوبے۔

جہاں گایوس کو اپنی نمایش اور شہرت کا اس قدر شوق تھا وہیں وہ دوسروں کی شہرت سے حسد بھی رکھتا تھا۔ اس نے عہد جمہوریت کے مشاہیر کے بُت جنھیں اغسطس نے چھاونی کے میدان میں نصب کرایا تھا، توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کروا دیے۔ خاندان پومپی کے آخری افراد کو حکماً "ماگ نوس" (= اعظم) کا نام اختیار کرنے سے روک دیا۔ ورجیل اور لیوی کی تصنیفات کتب خانوں سے نکلوا دیں اور وجہ یہ بیان کی کہ ورجیل کوئی خاص جودت نہیں رکھتا اور لیوی بہت لاابالی شخص تھا؛ وہ خود اپنے جدامجد اگری پا کی مورت کا اغسطس کی مورت کے برابر نصب ہونا جائز نہ رکھتا تھا اور کمال بے حیائی سے اپنے دادا کا پوتا ہونے سے بھی منکر تھا بلکہ اشارۃً اپنے آپ کو اغسطس اور جولیہ کا پوتا ظاہر کرتا اور کہتا کہ اغسطس دیوتاؤں کی مثل اپنی بیٹی کے ساتھ ناجائز تعلق رکھتا تھا؛

(۹) اسراف بیجا نے آخر کار گایوس کو مالی مشکلات میں پھنسا دیا۔ تی بریوس نے جو بے حساب دولت آہستہ آہستہ جمع کی تھی، وہ سب ختم ہو گئی اور اب خزانے کی خالی تھیلیوں کو بھرنے کے لئے گایوس نے امرا پر ظلم اور مالداروں کے مال ضبط کرنے شروع کئے؛ اس وقت تک وہ تی بریوس کے ہر کام کی نہایت شد و مد سے اور برابر مذمت کرتا رہا تھا لیکن جب روپے کی احتیاج بہت بڑھی تو اپنے ہم وطنوں کو لوٹنے کے واسطے اسے وہی غداری کا قانون اور مخبری کا طریقہ دوبارہ جاری کرنے میں کچھ باک نہ ہوا؛ چنانچہ مجلس اعیان میں آکر اب اُس نے اپنے پیشرو کی علانیہ مدح و ثنا کی اور قوانین "ماجستاس" کے از سرِ نو نفاذ کا اعلان کر دیا۔ مجلس نے الٹا اس کا شکریہ ادا کیا کہ بادشاہ کے رحم و کرم ہی کی بدولت ہماری زندگی ہے اور اسے خاص خاص اعزاز دینے منظور کئے!

بادشاہ کا دہانِ آز بھرنے کی خاطر بہت سے دولتمند اعیان بھینٹ چڑھائے گئے۔ ایک شخص ال انیوس سنیکا محض اس وجہ سے محفوظ رہا کہ اس کا بڑھاپا دیکھکر توقع تھی کہ بغیر ستائے عنقریب اس کی دولت از خود شاہی خزانے میں منتقل ہو جائے گی۔ وہ امرا جو جزیروں میں جلا وطن کیئے گئے تھے قتل کرا دیئے گئے اور ان کا مال متاع سرکار میں ضبط ہو گیا۔ پھر آخر میں، گایوس نے نہ صرف امرا کو بلکہ نئے محصولوں سے جن کا روما اور اطالیہ پر اثر پڑتا تھا عوام الناس کو اور سپاہیوں کی وصیّتیں منسوخ کرنے سے اہل فوج کو بھی اپنا دشمن بنا لیا۔

(۱۰) لیکن دار السلطنت پر اضافۂ محصول (۴۰ ؁ء) کی جرأت کرنے سے پہلے گایوس نے غالیہ کو خوب لوٹا تھا۔ ستمبر ۳۹ ؁ء میں اس نے اعلان کیا کہ جرمنوں سے جنگ و جدال اس بات کی مقتضی ہے کہ خود ئین رہائن کے قریب موجود رہوں۔ اور کشتی گیروں اور کتھکوں کے طائفے جلو میں لیئے ہوئے اس طرف روانہ ہو گیا۔ ان دنوں جنوبی رہائن کے جیوش کا سردار دس سال سے سجانوس کا داماد لن توس گی تولی کوس تھا۔ تی بریوس کی وفات سے پہلے اس پر الزام لگایا گیا تھا کہ سپاہیوں کو اپنا بنانے کی خاطر فوجی قواعد و ضوابط کی پوری پابندی نہیں کرتا۔ لیکن گی تولی کوس نے آبرو پر بنتے دیکھکر مخالفت کی ٹھانی اور جنوبی جرمانیہ کی صوبہ داری سے تبادلے کا حکم نہیں مانا اور تی بریوس نے بھی اس وقت اسے جہاں تھا وہیں چھوڑ دیا۔ لہذا عجب نہیں کہ گایوس کی مہم کا مقصد یہ ہو کہ اس سرکش جیش سالار سے حکم شاہی کی اطاعت کرائی جائے۔ اور فوجی آداب و ضوابط بحال کیئے جائیں۔ یہ صحیح ہے کہ سرحد پار کے وحشی جرمن بھی ان دنوں شورش و فساد کر رہے تھے اور گایوس نے وہاں سے جس فتح کی اطلاع مجلس اعیان کو بھیجی تھی بہت ممکن ہے کہ وہ جرمنوں کے کسی گروہ کی جو غالیہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے[۱] واقعی پسپائی پر مبنی ہو۔

---

[۱] دیکھو پرسیوس۔ باب ششم صفحہ ۴۳۔
تاسی توس برطانیہ اور جرمانیہ کی ان مہمات کو محض "مسخرہ پن"
" Gainarum expeditionum Ludibrium " بتاتا ہے۔

اسی زمانے میں ایک سازش ہوئی جس میں گی تولی کوس کا بھی ہاتھ تھا۔ سازش کا مقصد گایوس کو مار کر امی لیوس لپی دوس کو تخت پر بٹھانا تھا۔ یہ لپی دوس بادشاہ کا بہت منظور نظر اور خلوت وجلوت کا رفیق تھا۔ اسی کے ساتھ گایوس نے اپنی چاہیتی بہن دروسیلہ کی شادی کی تھی (جو بے وقت فوت ہوگئی) اور اسی کو گایوس اپنا ولی عہد سلطنت بنانا چاہتا تھا؛ سازش میں گایوس کی باقی دونوں بہنیں اگری پینہ اور جولیہ شریک تھیں اور لپی دوس کے ساتھ ان کا ساز باز تھا۔ مگر یہ غدارانہ منصوبہ اکتوبر ۳۹ء میں بادشاہ پر ظاہر ہو گیا۔ گی تولی کوس اور لپی دوس قتل کرا دیے گئے اور بادشاہ کی دونوں بہنوں کو دیس نکالا ملا۔ ان کی زنا کاری اور غداری کی مفصل اطلاع گایوس نے مجلس اعیان کو بھیجی اور استدعا کی کہ آیندہ مجلس اس کے کسی رشتہ دار کو کوئی منصب واعزاز نہ دے۔ اس نے وہ تین کرچین بھی جن سے اسے قتل کرانے کا منصوبہ باندھا گیا تھا، ارسال کیں کہ انھیں انتقام کے دیوتا مریخ کے مندر میں چڑھاوے کے طریق پر نذر کر دیا جائے۔ گی تولی کوس کی جگہ گایوس نے لوسیئوس گالبا کو (جو بعد میں بادشاہ ہوا) سپہ سالار مقرر کیا اور اس نے بگڑے ہوئے سپاہیوں میں از سر نو فوجی ضبط قائم کر دیا۔

بادشاہ نے موسم سرا لگودونم میں بسر کیا اور یہاں رہ کے غالیہ والوں سے جبراً روپیہ وصول کرنے کی ہر تدبیر سے کام لیا۔ دار و گیر اور قتل و خون کا بازار گرم تھا۔ بادشاہ کی طرف سے نیلام کیے جاتے تھے جن میں لوگوں سے زبردستی بڑی بڑی قیمت دلوا کر چیزیں فروخت ہوتیں۔ کہتے ہیں شاہی محل کا اسباب روما سے رہون کے کنارے منگا لیا گیا تھا اور خود بادشاہ نیلامی بن کے ایک ایک چیز کی تعریف کرتا اور بڑھاوے دیدے کے "بولی" بڑھواتا تھا۔ کبھی کہتا "یہ میرے باپ کی چیز ہے" کبھی "یہ میرے پردادا کی ہے۔ یہ اغسطس فلاں لڑائی جیت کر لایا تھا۔۔۔ یہ انتونی کے مصری نوادر میں کی چیز ہے۔" ان ترکیبوں سے شاہی کیسے معمور کیے جاتے تھے۔ لگودونم میں اغسطس کے مندر پر ہر سال میلا ہوتا اور "مدرسہ غالیات" کے اتحاد کی یادگار منائی جاتی تھی۔ اس میں اور کھیل تماشوں کے علاوہ خاص اغسطس کی یادگار میں شعر و خطابت کا ایک مقابلہ بھی ہوا کرتا تھا۔

گایوس نے اپنی خفیف حرکات سے ان قدیم رسموں کی بھی غالیہ والوں کے سامنے تحقیر و تضحیک کی۔ اور مذکورہ بالا مقابلے میں جو لوگ ناکام رہے تھے انھیں مجبور کیا کہ جو کچھ لکھا ہے اُسے زبان سے چاٹ کر صاف کریں۔ ورنہ حکم تھا کہ بطور سزا دریا میں پھنکوا دئے جائیں۔

(۱۱)۔ ۰ کی پہلی جنوری کے دن گایوس نے تیسری مرتبہ قنصل کا عہدہ لیا مگر بارھویں ہی دن اس سے دستکش ہو گیا۔ عہدے کا دوسرا شریک بھی اتفاق سے سال ختم ہونے سے پہلے مر چکا تھا اور مجلس بادشاہ کے خوف سے بغیر اجازت کسی دوسرے کو نامزد نہ کر سکی تھی لہذا ان بارہ دن میں اکیلا گایوس ہی قنصل رہا۔ موسم بہار کے آنے پر اُس نے لگو دونم سے ساحل بحر تک جانب شمال کوچ کیا کہ اس کام کی تکمیل کرے جس کا اس کے بزرگ تر ہمنام نے بیڑا اٹھایا تھا۔ یعنی جزیرہ برطانیہ کو فتح کرے۔ گایوس کو یہ خیال اسی جزیرے کے ایک مفرور امیر اومی نیوس نے دلایا جس نے اپنے ملک سے بھاگ کر رومیوں کی پناہ لی تھی۔ گایوس جولاؤ لشکر لے کر چلا تھا وہ بنونیہ (الشمالی [۱]) تک پہنچ گیا (جس کا دوسرا نام کسوریاکم تھا) کہ یہاں سے جہاز ملیں گے۔ لیکن ایک روز انھیں صف بندی کا حکم ملا۔ اور وہ سمندر کے کنارے جنگی صفیں جمائے کھڑے تھے کہ بادشاہ نے جو سہ طبقہ جہاز سے اپنی فوج کا معائنہ کر رہا تھا، یک بہ یک انھیں ہتیار رکھکر گھونگے چُننے کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے اپنے خود گھونگوں سے بھر لئے۔ یہ گویا مال غنیمت تھا کہ سمندر سے چھینا اور سمندر اور اس کے جزیرے پر بادشاہ نے فتح عظیم پانے کی یادگار میں رومہ بھیجدیا گیا۔ اس بڑی بادشاہ سے کچھ بعید نہیں کہ اس نے مہم برطانیہ کا یہ سانگ کھیلا ہو۔ لیکن بہت ممکن ہے کہ اس کی مہم کا جو واقعی گئی اور کچھ نہ کر سکی اُس کا اڑانے کے لئے یاروں نے یہ کہانی گھڑ لی ہو۔
اب گایوس اپنے جنگی کارناموں کی خوشی کا جشن عظیم منانے کے لئے

[۱] یہ شمالی بنونیہ اب بولون اور اس کا جنوبی ہمنام بولوگنا کہلاتے ہیں۔

رومہ آرہا تھا۔ لیکن مراجعت سے پہلے وہ جنوبی رائن کی چھاؤنیوں کا سترادتیرا اور اوبیو رم میں آیا اور کہتے ہیں یہ مجنونانہ خیال اس کے سر میں سمایا کہ پچیس برس پہلے جن فوجوں کی بغاوت کی وجہ سے اس کی ماں اگری پینہ کو فرار ہونا پڑا تھا۔ جب کہ خود وہ اس کی گود میں شیر خوار بچہ تھا؂ اب ان کے سپاہیوں کو بطور انتقام دس فی صدی کے حساب سے قتل کرادے۔ مگر غالباً یہ حکایت بادشاہ کے کسی قول پر مبنی ہے کہ اس نے تو ہنسی میں اس قسم کا خیال ظاہر کیا اور سننے والوں نے اس کو سچ سمجھ لیا؂

دارالسلطنت میں گایوس کا داخلہ (۳۱ راگست سنہ ۴۰ء) مراسم استقبال و پیشوائی کے ساتھ ہوا لیکن جلوس فتح کی شکل میں نہ ہوا جو اس کا منشا تھا۔ کیونکہ مجلس اعیان کو اصلی منشا کی ٹھیک اطلاع نہ ہوی اور وہ آخر وقت تک جلوس فتح کی تجویز کرنے میں متذبذب رہے اور جب بہت دیر میں یہ تجویز منظور ہوی تو گایوس نے اس تاخیر پر بگڑ کر ان کی درخواست رد کردی۔ اور کہا کہ "میں رومہ آرہا ہوں مگر مجلس اعیان کے لئے نہیں بلکہ عوام اور متوسطین کی خاطر کہ وہی میری موجودگی کے لائق ہیں۔ باقی مجلس کے واسطے نہ میں بادشاہ ہوں نہ رعایا بلکہ صرف امپراطور اور جنگی فاتح کی حیثیت رکھتا ہوں"

(۱۴) مراجعت کے وقت سے گایوس نے مطلق العنانی کے چہرے پر جو رہا سہا پردہ اور ملک میں تھوڑی بہت آزادی رہگئی تھی، سب کو دور کیا اور کھلے بندوں ایک مشرقی مطلق العنان بادشاہ کے لباس میں جلوہ گر ہوا۔ خود رومہ میں وہ کسی شہری کی مثل داخل نہ ہوا بلکہ امپراطور بن کے آیا اور بیان کرتے ہیں کہ اگر وہ مشرقی تاجداروں سے اپنے آپ کو بزرگ و برتر نہ سمجھتا تو اسی قسم کا شاہی تاج بھی پہن لیتا؂ اس نئے دور جبر و استبداد میں جو جو مظالم اور زیادتیاں ہوئیں، ان کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ سازشوں کی گرم بازاری ہو۔ ایک سازش میں انی کیوس سریالیس

؂ یہ قصہ باب دوازدہم عنوان ۴۳ میں ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔

شریک تھا جس کا ایک آیندہ صدارت میں بھی ہم حال پڑھیں گے۔ مگر اس کا حال کھل گیا اور مجلس نے تجویز کی کہ آیندہ بادشاہ جلسے میں اتنے بلند مقام پر اجلاس کیا کرے کہ اس تک کسی سازشی کا ہاتھ ہی نہ پہنچ سکے۔ ان سازشوں کے خوف سے خود گایوس پہلے سے زیادہ ظالم وسفاک ہوگیا تھا بایں ہمہ طبقۂ اعلے کے افراد اپنی آزادی کیلئے کوئی حملہ کرنے کی بجائے بادشاہی مصاحب اور مخبروں کی اور زیادہ خوشامد کرکے اپنی جان بچانی چاہتے تھے۔ انہی شاہی مصاحبون میں سے ایک پروتوجینس آزاد شدہ غلام تھا کہ دو تختیاں اس کے ہاتھ میں رہتی تھیں۔ ایک کا نام "چھری" ایک کا نام "تلوار" تھا۔ اور ان پر ان بدنصیبوں کے نام لکھے رہتے تھے جن کو بذریعہ قتل یا خون مارنا قرار پاگیا ہو۔ مجلس کی ہمت وحمیت جس درجے تک پست وزبون ہوگئی تھی اس کا اندازہ اس کری بونیوس پروکیولوس کے قتل کے واقعے سے بخوبی ہوسکتا ہے:۔ ایک دن پروتوجینس ایوان مجلس میں داخل ہوا حسب معمول اعیان مصافحہ کرنے کے لئے آگے بڑھے اور ہر شخص چاہتا تھا کہ اوروں سے پہلے میں ہاتھ ملاؤں۔ انہی میں پروکیولوس بھی تھا اور جونہی پروتوجینس کی اس پر نظر پڑی غصے سے چلایا "قیصر کے دشمن، تجھے یہ جسارت کیونکر ہوئی کہ مجھے سلام کرنے آیا ہے؟" اس کے منہ سے پوری بات نکلنے نہ پائی تھی کہ بزرگان مجلس خود اپنے ہم نشین ساتھی پر جھپٹ پڑے اور فولادی قلمیں (" استی لوس") بھونک کر پروکیولوس کا کام تمام کر دیا۔ اور ظاہر ہے کہ ظالم بادشاہ کو ایسے لوگوں سے چنداں خوف وخطر نہ ہوسکتا تھا۔

(۱۳)۔ مالی مشکلات نے آخر کار گایوس کو اطالیہ اور روما والوں پر نئے محصول لگانے پر مجبور کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کھیل تماشے دکھا کر جو وہ لوگوں کو بہلاتا رہتا تھا اور اس کی بدولت کچھ نہ کچھ ہر دلعزیزی باقی تھی، وہ بھی ہاتھ سے کھو بیٹھا۔ جنوری ۴۱ء میں اس نے حکم جاری کیا کہ باہر سے جو مال اطالیہ کی بندرگاہوں پر اور نیز جو مال اطالوی شہروں کے اندر، جن میں روما بھی داخل تھا، آئے ان سب سے محصول وصول کیا جائے۔ عدالت میں مقدمہ دائر

کرنے والوں پر بھی اُس نے ½ ۲ فیصدی کی کر لگا دی۔ ایک محصول آمدنی پر عائد کیا جس سے رنڈیاں تک مستثنیٰ نہ تھیں۔ معلوم ہوتا ہے اسے روپے کی اصلی قیمت گھٹانے کی تدبیر[۱] بھی اختیار کرنی پڑی تھی۔ بہر حال اب راعی اور رعایا کے دلوں میں ایک دوسرے سے ناراضی کے جذبات موجزن تھے۔ مشہور ہے کہ لوگوں میں اسی ناراضی کے آثار دیکھکر گایوس نے ایک مرتبہ خواہش ظاہر کی تھی کہ "کاش رومی قوم کی ایک ہی گردن ہوتی!"

مگر نئے محاصل سے لوگ زیادہ عرصے تکلیف اُٹھانے نہ پائے۔ افواج خاصہ کے سرداروں نے بادشاہ کے خلاف سازش کی۔ اس میں سب سے زیادہ حصہ کاسیوس شیریا اور سابی نوس نے لیا۔ یہ دونوں افواج خاصہ میں تری بیون کا رتبہ رکھتے تھے اور شیریا کو بادشاہ سے کوئی ذاتی پرخاش بھی تھی۔ سازش میں ال انیوس وِنی کیانوس اور بادشاہ کے بعض موالی بھی مل گئے تھے۔ حملہ جنوری (۴۱ء) کی چوبیسویں تاریخ عین اُس زمانے میں ہوا جب کہ گایوس مصر کے زرخیز صوبے میں لوٹ مار مچانے کے لئے جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ جان لینے کا کام شیریا اور اس کے ساتھیوں نے اس چھتے میں انجام دیا جو شاہی محل سے بڑے دنگل تک بنا ہوا تھا اور جس میں سے گایوس گھڑ دوڑ دیکھنے کے لیے گزر رہا تھا۔ سازشی، بادشاہ کے جرمن پہرہ داروں کی تلواروں سے بچ کے نکل گئے۔ گایوس کی لاش جلدی سے لامیاس کے چمنستان میں دفن کر دی گئی۔ مگر کچھ عرصے بعد انہی بہنوں نے جن کو گایوس نے جلا وطن کیا تھا اس کو نکلوا کر جلوایا۔ قتل کے وقت گایوس کی عمر صرف تیس سال کی تھی۔

فصل سوم۔ صوبوں کا انتظام۔ یہودی قوم

(۱۴) جس طرح وطنی معاملات میں گایوس کا عہد صدارت تی بریوس کی

---

[۱] ملاحظہ ہو استاتیوس: سلوی، باب چہارم۔ صفحہ ۹۔

حکومت کے متضاد تھا اسی طرح صوبوں میں بھی وہ اپنے پیشرو کے نظم ونسق میں
ردّوبدل کا جویا تھا۔ کوماجین کے رئیس ان تیوکوس کو تی بریوس نے معزول کرکے
اس علاقے کو روما کا ایک صوبہ بنایا تھا۔ گایوس نے اسے دوبارہ معزول بادشاہ
کے فرزند انتیوکوس رابع ایپی فانس (کلاں) کے حوالہ کر دیا اور نہ صرف دس کروڑ
سسترس کے جو اس کے باپ کے مال متاع سے ضبط ہوئے تھے، واپس دئیے بلکہ
سلیسیہ کا ساحل بھی اس کی ریاست میں شامل کر دیا۔ اگریپا کو تی بریوس نے قید میں
ڈال دیا تھا۔ اب اسے اپنے چچا فلیپ ثانی کی، جس نے انہی دنوں قضا کی، حکومت
عطا ہوئی اور اس میں ابی لین کے علاقے کا بھی اضافہ کر دیا گیا۔ دو سال بعد اس نے
کیہ سن کے بادشاہ کو آمادہ کر دیا کہ سامریہ کے رئیس انتی پاس اور اس کی بیوی ہیرودیا
کو غدّاری کی بنا پر معزول و جلاوطن کر دیا جائے۔ اس کے بعد ریاست سامریہ بھی
اگریپا کے حوالے کر دی گئی اور اب ارض یہود کے سوا تمام وہ علاقہ اس کے زیرنگیں
آگیا جو کسی زمانے میں ہیرود اعظم کا ملک تھا۔ تھریس میں ۱۹ء سے کوتیس نامی
امیر کی بجائے ایک رومی عامل اس کے علاقے پر حکومت کرتا تھا۔ گایوس نے یہ
علاقہ کوتیس کے بیٹے رھیم تالکیس کے نام واگزاشت کر دیا اور تھریس کا باقی ماندہ
حصہ بھی جس پر ایک دوسرا رھیم تالکیس ابن راس کوپوریس حکومت کرتا تھا۔ اسی
مقدم الذکر ریاست میں ملا دیا۔ بحال ہونے والے رھیم تالکیس کے چھوٹے بھائی
اطالیہ میں خود گایوس کے ساتھ پل کر جوان ہوئے تھے اور ان کی ماں انتونیہ
تری فینہ، گایوس کی دادی انتونیہ کی رشتہ دار تھی اور ان لڑکوں سے بادشاہ کا
بھی رشتہ ہوتا تھا لہٰذا ان کے واسطے بھی اس نے ریاستوں کا انتظام کیا یعنی پولمو
کو تو اس نے پونتوس کا ایک علاقہ دیا اور کوتیس کو ارمینہ خورد کا رئیس بنا دیا۔
اسی زمانے (۳۸ء) میں گایوس نے عرب سیموس کو بھی اتوریہ کی حکومت سے سرفراز کیا

اس طرح مشرق میں تو گایوس نے کئی باج گزار ریاستیں واگذاشت
کیں۔ لیکن مغرب کی ایک باج گزار ریاست کو اس نے بے نشان کر دیا۔ یعنی
موریتانیہ کا بادشاہ بطولمی روما میں طلب ہوا اور یہاں اس کو جان سے مروا دیا
گیا تاکہ اس کے خزانے سے بادشاہ کی تھیلیاں بھری جائیں۔ تجویز ہو گئی تھی کہ

اس علاقے کو سیزارین سلیس اور تن جی تانہ کے دو صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے مگر اس پر عملدرآمد کچھ مدت کے بعد ہوا۔ موزتانیہ کے ہمسایہ صوبوں افریقہ اور نومیدیہ کے انتظام میں بھی گایوس نے ردوبدل کیا۔ افریقہ ہی ایک ایسا مجلسی صوبہ تھا جسمیں مجلسی صوبہ دار کے ماتحت فوج کا ایک جیش رہتا تھا۔ گایوس نے اس بے تکے پن کو دُور کیا اور وہاں شاہی جیش سالار مقرّر کر کے نومیدیہ کے دیوانی انتظامات بھی اسی کے سپرد کر دئیے۔ اس وقت سے مجلسی صوبہ دار کے اختیار میں صرف پرانی افریقہ کے دیوانی معاملات رہ گئے۔

(۱۵) گایوس کے دعوی الوہیت اور اپنی پرستش کرانے سے یہودیہ اور سکندریہ دونوں جگہ کے یہودیوں میں فساد برپا ہوا۔ واضح رہے کہ ۳۸ء میں جب ہیرود اگریپا کو ریاست ملی تو وہ راستے میں سکندریہ سے شاہانہ جاہ و مراتب کیساتھ نکلا تھا۔ اس پر غیر یہودی آبادی نے یہودیوں کے خلاف ہنگامہ کیا اور مصر کے ناظم اوی لیوس فلاکوس نے موقع دیکھکے خیر خواہی کے جوش میں جو آیندہ بہت ناساز گار ثابت ہوا حکم جاری کر دیا کہ یہودی لوگ اپنے معابد میں بادشاہ کا بُت نصب کرائیں۔ یہودیوں سے رومی بہت جلتے تھے اور جب یہودیوں نے اس مشرکانہ حکم کو ماننے سے انکار کیا تو شہر کے دوسرے لوگوں نے انھیں شہر کے ایک محلے میں ڈھکیل کر باقی حصّوں میں جس قدر یہودیوں کے مکان تھے سب مسمار کر دئے۔ اس ہنگامے میں بہت سی جانیں بھی ضایع ہوئیں۔ علاوہ ازیں فلاکوس نے یہ حکم بھی نافذ کیا تھا کہ یہودی یوم السبت نہ منائیں۔ ان بدعنوانیوں کی اسے سزا ملی۔ یعنی اس کی بجائے فوراً رومہ سے ایک دوسرا ناظم باسوس بھیجا گیا اور اسی نے فلاکوس کو پابجولاں رومہ روانہ کیا۔ بایں ہمہ یہودیوں کو زیادہ دن چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ اور جب گایوس نے رعایا سے مطالبہ کیا کہ اس کی پرستش کی جائے تو ان میں سے تنہا یہودیوں کے انکار کو وہ برداشت کرنیوالا نہ تھا۔ لوگ سمجھے بیٹھے تھے کہ اب کوئی شاہی فرمان آیا چاہتا ہے کہ تمام یہودی صوامع میں بادشاہ کی مورت پوجی جائے۔ اس آفت سے بچنے کا اگر کوئی امکان

تھا تو یہ کہ سفارت بھیجکر براہ راست بادشاہ سے عرض معروض کی جائے۔ چنانچہ سکندریہ کے یہودیوں نے اپنے سفیر روما بھیجے (سنہ ۴۰ئہ) اور ان کی سفارت کے تفصیلی حالات سب سے نامور سفیر اور فاضل فلسفی فیلو کی قلم کے لکھے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں۔ اسی کے ساتھ سکندریہ کے دوسرے باشندوں نے بھی یہودیوں کو ناکام رکھنے کی غرض سے اپنی ایک سفارت ان کے توڑ پر روانہ کی تھی۔ لیکن یہ لوگ ابھی کمپانیہ کے ساحل تک ہی پہنچے تھے کہ انھیں اطلاع ملی کہ یہودیہ کے صوبہ دار پتروینیوس کو شاہی احکام بھیجے گئے ہیں کہ یوروشلم میں خاص بیت المقدس کے اندر بادشاہ کا ایک دیوپیکر بت نصب کرادے۔ بادشاہ ان دنوں لامیاس کے مکان اور چمنستان کی ترمیم میں مصروف تھا کہ اسے بادشاہی سکونت کے لائق بنوائے اور سکندریہ کی دونوں حریف سفارتیں باریابی کے لئے یہیں طلب کی گئیں۔ یہ لوگ جب پہنچے تو وہ جلدی جلدی کبھی مکان کے ایک کمرے میں جاتا کبھی دوسرے کمرے میں راج مزدور گھیرے ہوئے ساتھ ساتھ تھے اور انھیں حکم احکام دیتا جاتا تھا۔ سفیر بھی چار و ناچار پیچھے پیچھے پھرتے رہے۔ حتّٰی کہ وہ چلتے چلتے ٹھیرا اور یہودیوں سے مخاطب ہوکر پوچھنے لگا کہ کیا تمھیں لوگ خدا کے دشمن ہو کہ میری الوہیت سے انکار کرتے ہو جسے ساری دنیا مانتی ہے؟" سکندریہ والوں نے جھٹ لقمہ دیا "مالک اور خداوند! صرف یہی یہودی ہیں جنھوں نے سرکار کی صحت و سلامتی کی نذر و نیاز دینے سے انکار کیا۔" یہودیوں نے کہا "نہیں حضور! یہ ہم پر تہمت ہے۔ ہم نے آپ کے واسطے ایک دفعہ نہیں بلکہ تین دفعہ بھینٹ دی۔ ایک مرتبہ اس وقت جب کہ آپ تخت نشین ہوئے، دوسری دفعہ اس وقت جب آپ نے غسل صحت کیا اور تیسری بار جرمنوں پر آپ کی فتح پانے کے موقع پر" گایوس نے کہا "سچ ہے۔ مگر تم نے میرے واسطے بھینٹ دی مجھکو بھینٹ نہیں دی" اور وہ جلدی سے دوسرے کمرے میں گھس گیا۔ غریب یہودی لرزنے لگے اور ان کے حریفوں نے ہنس ہنس کے انھیں چڑایا جیسے "کسی سانگ میں ہوتا ہے" پھر دوسری بات جو گایوس نے یہودیوں سے کہی، یہ تھی "کیوں جی تم یہ تو بتاؤ

کہ تم سور کا گوشت کیوں نہیں کھاتے ؟" آخر میں یہ کہکر اس نے انھیں رخصت کیا "خیر! جو لوگ مجھے خدا نہیں مانتے سچ پوچھئے تو وہ اتنے قصوروار نہیں بلکہ بدنصیب ہیں"۔ غرض فیلو اور اس کے ساتھ والوں کی سفارت ناکام رہی۔ گایوس نے پختہ ارادہ کرلیا کہ یہودیوں سے ضرور اپنی پرستش کرائے اور پٹرونیوس کو دوبارہ بطور تاکید وہی احکام بھیج دئے گئے۔ ان احکام کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ ارض یہود میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھتے کہ اتنے میں یہ دیوانہ ظالم مارا گیا اور بیت المقدس کا معبد بے حرمتی سے بچ گیا۔

باب پانزدہم

کلودیوس کا عہد صدارت (سنہ ۴۱ء تا سنہ ۵۴ء)

ذیلی عنوان :- (۱) کلودیوس کی تخت نشینی کے اسباب و واقعات۔ جمہوریت کی بحالی کا خیال۔ افواج خاصہ اور مجلس اعیان؛ (۲) کلودیوس کی ابتدائی زندگی اور سیرت؛ (۳) اس کی صحت نسب۔ اس کے خاندان اور خاندان جولیس کے تعلقات۔ باہمی ازدواج؛ (۴) گایوس کے اصول حکمت کی مخالفت؛ (۵) مجلس کی اصلاح۔ کلودیوس کا احتساب۔ رومہ کے ملکی حقوق کا غالیہ والوں تک وسیع ہونا۔ طبقۂ شرفاء کی تعداد میں اضافہ۔ پومریوم کی توسیع۔ مذہب۔ یہود۔ مقررہ تہوار؛ (۶) فصل خصومات؛ (۷) مالیات۔ "پبلے لیس سیتا"؛ (۸) سررشتۂ تعمیرات۔ فوکین جھیل کی صفائی جنگی جہازوں کی نمایش؛ (۹) صوبوں کا نظم ونسق۔ مورتانیہ؛ (۱۰) کوربیولو کا تقرر رہائن پر۔ شمالی جرمانیہ؛ جنوبی جرمانیہ؛ (۱۲) پانونیہ۔ قوم سوابی؛ (۱۳) نئے صوبے۔ باج گزار ریاستیں۔ میتھرا داتس اور بوس پورس کی بادشاہی؛ (۱۴) یہودیہ اور اگریپا۔ کوس۔ بائی زنطہ؛ (۱۵) کلودیوس کا موالی کو سرکاری خدمتیں عطا کرنا؛ (۱۶) کلودیوس کی شادی۔ مسالینہ؛ (۱۷) ملکہ کا مرتبہ اور رسوخ۔ جولیہ کی جلاوطنی اور موت۔ سیلانوس، والریوس ایشیائی کوس، اور سابینہ کا استیصال؛ (۱۸) مسالینہ کی آشنائی سی لیوس کے ساتھ۔ ان کی شادی۔ نارکی سوس اور موالی کی چال؛ (۱۹) مسالینہ کے گلچھرے۔ اس کی اور سی لیوس کی موت؛

(۲۰) اگری پینہ اور اس کے منصوبے ؛ (۲۱) اس کی شادی کلودیونس کے ساتھ۔ لولیوس سیلانوس اور پولینہ کی موت ؛ (۲۲) اگری پینہ اور اس کے دربار کا رنگ ؛ (۲۳) اپنے بیٹے کے لئے اس کے منصوبے۔ نرو اور بری تانی کوس۔ نرو اور اکتاویہ کی شادی۔ اگری پینہ کے اقتدار میں کمی ؛ (۲۴) نارکی سوس اور اگری پینہ کی کشمکش۔ دومیشیہ لپیدہ کا استیصال ؛ (۲۵) کلودیوس کی وفات ؛ (۲۶) نرو کی تخت نشینی کے لئے اگری پینہ کی تدابیر۔ فوج خاصہ اور مجلس اس کو بادشاہ تسلیم کرتی ہے ؛ (۲۷) کلودیوس کی پرستش ؛ (۲۸) سنیکا کی ہجو۔ لودوس کی موریتِ کلودیائی سزاریس "

فصل اول۔ کلودیوس کی تخت نشینی اور سیرت

(۱) روما کے ان بادشاہوں کی طویل فہرست میں جن کی تقدیر میں خونیوں کے ہاتھ سے ہلاک ہونا لکھا تھا، گایوس کا نام سب سے پہلے ہے۔ اسکی موت سے بڑی پیچیدگی اس لئے پیدا ہوئی کہ سازش کرنے والوں نے بغیر یہ سوچے کہ آیندہ کیا ہوگا اس کو قتل کر دیا اور مقتول بادشاہ کی جائے لینے کے لئے کسی شخص کو پہلے سے نامزد نہیں کیا۔ اغسطس نے تی بریوس کو باضابطہ اپنا جانشین منتخب کیا اور تری بیونی اختیارات اس کے تفویض کر دئے تھے۔ اسی طرح تی بریوس نے اپنی وصیت کے ذریعے عملاً گایوس کا انتخاب کر لیا تھا۔ اس کے برخلاف، گایوس نے نہ تو اپنے شاہی اختیارات میں کسی شخص کو شریک بنایا اور نہ کوئی وصیت تحریر کی تھی۔ پس مجلس اعیان اور رومی قوم کو ظاہرا اس بات کا موقع مل گیا تھا کہ بادشاہی کے انتخابی ہونے کے آئینی اصول کو اب عمل میں لائیں، بادشاہ کے قتل ہونے کی خبر سنتے ہی سن تیوس ساتورنی نوس اور پومپونیوس سکندوس قنصلوں نے حکم دیا کہ شہر کے فوجی پاسبانوں کا مختلف محلوں میں پہرا قائم کر دیا جائے اور بہ تعجیل مجلس اعیان کا جلسہ منعقد کیا کہ

اعیان غور کریں کہ اب کیا کرنا چاہیئے! جلسے کے واسطے بھی کیوریہ جولیہ کی بجائے معمول کے خلاف کاپی تول کے ہیکل عطارد کو منتخب کیا گیا تھا۔ کہ مبادا اس عمارت میں خاندان جولیس کے نام کا دلوں پر کوئی اثر پڑے! جلسے میں گایوس کی ظالمانہ حکومت کی مذمّت، نامقبول محاصل کی تنسیخ اور سپاہیوں کو انعام اکرام دینے پر تو سب کا اتفاق تھا لیکن ان سب سے زیادہ اہم اور ضروری مسئلے پر کہ آیندہ سلطنت کا کیا ہو، رائیں مختلف تھیں۔ بعض تو مصر تھے کہ قیصری طرز حکومت کو بالکل منسوخ کرکے پھر آزاد جمہوریت قائم کردی جائے۔ اور بعض رائے دیتے تھے کہ صدارت جاری رہے مگر دوسرے خاندان میں منتقل کردی جائے اور اس اعلیٰ مرتبے کے واسطے امیدواروں کی بھی کمی نہ تھی۔ غرض کوئی متفقہ فیصلہ وہ نہ کرسکے۔ البتہ اجلاس برخاست ہونے سے پہلے انہوں نے حکم نافذ کیا کہ کالیوس شرِیا اور اس کے شرکا کی قدر و عزّت کی جائے اور شہر کی فوج کو قنصلوں نے بھی اُس روز پلول کے لئے "لی برتاس" یعنی "آزادی" کا لفظ دیا!

لیکن انتخاب کی مشکل کا حل مجلس اعیان کے پاس نہ تھا بلکہ اُس کے فیصلہ کرنے سے قبل ہی افواج خاصہ کے سپاہی طے کر چکے تھے کہ بادشاہی قائم و بحال رہے گی اور آیندہ فلاں شخص بادشاہ بنایا جائے گا۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ گایوس کے قتل کے بعد جو ہنگامہ اور گڑبڑ ہوئی اس میں لوٹ مار کے لئے بعض سپاہی محل میں گھس گئے اور انھیں ایک پردے کے پیچھے جرمانی کوس کا بھائی اور دروسوس کا بیٹا کلودیوس ملا کہ جان کے خوف سے چھپا ہوا تھا۔ سپاہیوں نے "امیراطور" کے لقب سے اسے سلام کیا اور فوج خاصہ کی چھاونی میں لے آئے! جمہوری حکومت کی بحالی کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ فوج خاصہ موقوف کردی جاتی۔ لہذا قدرتی طور پر وہ اس تجویز کو بگاڑنے کے درپے ہوئے، خود کلودیوس کو یہ رتبۂ جلیل قبول کرنے میں جو زبردستی اُسے مل رہا تھا اور جس کا اس نے کبھی خواب بھی شاید نہ دیکھا ہوگا، بہت تردّد تھا۔ لیکن ادھر تو سپاہیوں نے اصرار کیا، ادھر دوسرے دن صبح کو عوام الناس نے مجلس اعیان کے گرد جمع ہوکر اسی قسم کی آوازیں سنائیں۔ ہرودا گریپا نے بھی جو مجلس اور چھاونی کے

ہیر پھیرے کر رہا تھا یہی مشورے دئے اور آخر کلو دیوس نے ان کی بات ماننے کا تہیہ کر لیا۔ پھر جس وقت فوج خاصہ کے سپاہیوں نے اس کی اطاعت کا حلف لیا تو اس نے انھیں فی کس پندرہ ہزار سسترکہ (= ۳ ہزار روپیہ کلدار) انعام دینے کا وعدہ کیا۔ اور وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے روپیہ دے کر سپاہیوں کی وفاداری خریدی۔ مجلس اعیان کا، اگر شہر کے فوجی دستے اس کا ساتھ دیتے رہتے، فوج خاصہ کی مرضی کے خلاف کشمکش کرنا بے نتیجہ سی بات ہوتی۔ لیکن خود یہ دستے بھی دوسری طرف جا ملے۔

الغرض اب فوج خاصہ کلو دیوس کو لئے ہوئے شاہی محل تک آئی اور اس نے اعیان کو حکم دیا کہ وہیں اس سے آ کر ملیں۔ اہل مجلس انکار کی جرأت نہ کر سکے البتہ سازش کے سرغنہ شیریا اور سابی نوس حاضر نہ ہوئے اور ایک دیوانے کی بجائے ایک احمق کے بادشاہ بنائے جانے پر مخالفت کا اظہار کیا۔ مجلس کی طرف سے حسب معمول تمام شاہی القاب و امتیازات کلو دیوس کو دئے گئے جو پہلا بادشاہ تھا کہ محض فوج خاصہ کی مرضی سے تخت نشین ہوا اگرچہ فوج کی یہ مداخلت اسی کے معاملے سے مخصوص اور یہیں ختم ہونے والی نہ تھی۔

تخت نشینی کے بعد ہی شیریا اور دوسرے سازشی قتل کرا دئے گئے، سابی نوس کو معافی مل گئی تھی مگر یہ کہہ کر کہ میں ایک قیصر کو مار کر دوسرے کی تخت نشینی جیتے جی، نہیں دیکھ سکتا، وہ خود تلوار بھونک کر مر گیا۔ گایوس کے قتل اور نئے بادشاہ کے انتخاب کے درمیان جو وقفہ تھا اس کے دوسرے واقعات اور جرائم کے متعلق عام معافی دیدی گئی۔ بایں ہمہ بھتیجے کے خون کا کلو دیوس کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا تھا اور اسی لئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر وقت ذاتی حفاظت کے لئے اپنے گرد پہرہ دار رکھتا حتیٰ کہ کھانا کھاتے وقت بھی وہ اس کی نگہبانی کرتے۔ اور ہر شخص کی جو بادشاہ کے کمروں میں داخل ہوتا تلاشی لی جاتی۔

(۲) نیا بادشاہ: تی بریوس کلو دیوس نروجرمانی کوس[1] لگو دونم میں

[1] پورا نام یہ ہے: "تی۔ کلو دیوس ابن دروس قیصر اغسطس جرمانی کوس"۔

اس دن پیدا ہوا تھا جس دن کہ اس کے باپ نے اغسطس اور روما کے نام کے مندر کا افتتاح کیا (سنہ ۱۰ ق م) اور اس حساب سے تخت نشینی کے وقت اس کی عمر پچاس برس کے قریب تھی۔ کنبے والے اسے ناقص الخلقت اور قریب قریب ناکارہ سمجھتے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نقائص جسمانی تھے نہ کہ دماغی۔ اس کا جثہ کمزور، ہاتھوں میں رعشہ تھا۔ پھرتا تو ایک ٹانگ پر اسے سہارا لینا پڑتا۔ بولتا تو ایسی گھٹی گھٹی آواز میں کہ بات پوری طرح سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ان خرابیوں کی بدولت ماں نے اسے دور ہی رکھا۔ وہ اسے "بلا" کہتی اور نوکروں کے حوالے کر دیا تھا۔ دادی، لیویہ نے کبھی اس کی طرف اعتنا نہ کی۔ اغسطس البتہ سمجھتا تھا کہ وہ جیسا بے عقل نظر آتا ہے ایسا نہیں ہے۔ لیکن وہ بھی ناقدری سے پیش آتا رہا اور سوائے عہدۂ کہانت کے اس نے کلودیوس کو اور کسی کام کے لائق نہ سمجھا۔ اور اپنے وصیت نامے میں بہت ہی قلیل ترکہ کلودیوس کے نام چھوڑا تھا۔ پھر تی بریوس کا برتاؤ بھی اس کے ساتھ علانیہ حقارت کا رہا اور یہ دیکھ کر کہ سرکاری عہدے اور مناصب میں حصہ ملنے کی کوئی امید نہیں، کلودیوس دیہات میں جا رہا اور علم ادب کے مطالعہ میں منہمک ہو گیا تھا یا ادنیٰ درجے کے لوگوں کی صحبت سے اپنا دل بہلاتا۔ اپنے بھتیجے گایوس کے عہد میں بے شبہ اسے قنصلی کے عہدے تک ترقی ملی اور وہ اعیان کے طبقے میں داخل ہوا لیکن اس کا یہ ناہنجار بھتیجا طرح طرح سے کلودیوس کی توہین اور بے عزتی کرتا تھا۔ مجلس اعیان کے اجلاس میں تو اس کی تحقیر کی جاتی اور دربار میں وہ بادشاہ کے مسخرے مصاحبوں کا نقل محفل بنتا۔ ایک مرتبہ مجلس نے گایوس کے پاس جو وفد غالیہ بھیجا اس کا سرگروہ کلودیوس کو مقرر کیا تھا۔ اس موقع پر بادشاہ کے اشارے سے اسے دریائے رہون میں غوطے دلوائے گئے۔ پھر جب گایوس نے خدائی کا دعویٰ کیا تو لاتیان جوپیٹر کے نام سے بادشاہ کے بت کا پجاری کلودیوس مقرر ہوا اور اس خدمت کی بدولت اسے اتنا روپیہ اپنی ذات سے صرف کرنا پڑا کہ اس کا دوالہ نکل گیا۔ ان سب باتوں کے باوجود چونکہ گایوس کے کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے ہر دداگر یپا جیسے سیانے دُور اندیش سمجھتے تھے کہ

کیا عجب ہے ایک دن یہی کلودیوس تخت شاہی کا امیدوار ہو جائے۔ لہٰذا وہ خیال رکھتے تھے کہ کلودیوس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رہیں۔ کلودیوس نے تین تاریخی کتابیں تالیف کی ہیں۔ ایک قوم اتروسکان کی تاریخ بیس ابواب میں؛ اہل قرطاجنہ کی تاریخ آٹھ ابواب میں۔ اور ایک سلطنت روما کی جنگ اکتیم کے بعد کی تاریخ اکتالیس ابواب میں۔ ان کے علاوہ اس نے اپنی سوانح عمری بھی آٹھ باب میں تحریر کی۔ اسی نیوس گالیوس نے جو سیسرو کی مذمت کی تھی اس کا جواب لکھا۔ ایک رسالہ جو سر پر اور ایک یونانی ناٹک تصنیف کیا۔ اس کی اتروسکان اور قرطاجنہ کی تاریخیں یونانی زبان میں تھیں۔ علم صرف میں بھی اس نے بصیرت حاصل کی؛ اور لاطینی حروف تہجی میں تین نئے حرف بڑھانے چاہیے۔ لیکن ان کا اگر کچھ رواج ہوا تو اس کی بادشاہی تک۔ بعد ہٗ وہ معدوم ہو گئے۔

اس طرح، کلودیوس نے قدیم علوم کی تو بہت سی چیزیں رٹ رکھی تھیں۔ لیکن ان اصول سے کام لینے کی اسے تمیز نہ تھی اور ابتدائی زندگی جس طرح گزری تھی اس نے کلودیوس کو کچھ زیادہ تجربہ کار اعلیٰ آدمی نہ بننے دیا تھا۔ بایں ہمہ یہ کہنا کہ اس کی عقل ہی صحیح نہ تھی سراسر غلط بیانی ہے۔ درحقیقت تخت نشین ہونے کے بعد اس نے کافی انتظامی قابلیت کا ثبوت دیا اور ملک کے سود و بہبود کے متعلق ایسا خیال اور توجہ دکھائی کہ لوگ متعجب ہو گئے۔ بہ الفاظ دیگر، وہ طبیعت کا کمزور، شیخی پسند آدمی تھا اور بہت کچھ اپنی بیویوں اور (موالی) غلاموں کے اثر میں بھی رہا لیکن محض ناکارہ اور اپاہج ہرگز نہ تھا۔ لوگوں نے اسے 'انگلستان کے بادشاہ جیمس اوّل سے خوب تشبیہ دی ہے اور ان دونوں بادشاہوں کی علمی مشیخت ضرب المثل ہو گئی ہے۔ بدزیبی بے تمیزی اور ذاتی وقار سے محروم ہونے میں بھی یہ دونوں بادشاہ ایک سے تھے۔ مگر کلودیوس کی شبیہوں میں اس کا چہرہ ضرور

ان جدتوں میں سب سے کام کی بات یہ تھی کہ حرف "U" اور "V" میں امتیاز کرنے کے لئے اس نے "V" کی ایک اور شکل جو پڑے ہوئے "U" (ᑐ) سے مشابہ ہے ایجاد کی تھی اور اس عہد کے کتبات میں جابجا یہ شکل پائی جاتی ہے۔

خوشنما نظر آتا ہے اور اس میں تکلیف یا اضمحلال کی ایک ایسی کیفیت پائی جاتی ہے کہ خواہ مخواہ اس طرف توجہ منعطف ہو جاتی ہے۔

(۳) ۔ صحیح معنی میں دیکھئے تو کلودیوس "سیزروں" کے خاندان کا آدمی نہ تھا۔ اور اسے اپنے چچا تی بریوس یا بھائی جرمانی کوس کی طرح باضابطہ جولیائی برادری میں داخل بھی نہیں کیا گیا تھا۔ پس جب اس نے "قیصر" (سیزر) کا لفظ اپنے نام میں شامل کیا تو یہ صحیح معنی میں خاندانی نام نہ رہا بلکہ ایک شاہی لقب بن گیا تاہم سیزروں کے خاندان سے کلودیوس کا تعلق اتنا قریبی تھا کہ جب اس نے جولیائی برادری کا یہ اسم بابعد اپنے نام میں داخل کیا تو شاید کسی کو خیال بھی نہ ہوا ہوگا کہ یہ انوکھی بات ہوی۔ دراصل اغسطس کی لیویہ سے شادی کے بعد سے جولیائی اور کلودیائی برادریاں کچھ اس طرح شیر و شکر ہوگئی تھیں کہ اب انھیں قریب قریب ایک ہی کنبہ سمجھنے لگے تھے۔ کلودیوس بھی اغسطس کے ساتھ اپنا تعلق نمایاں کرنا عین مصلحت جانتا تھا۔ تی بریوس نے "لیویہ اغسطہ" کو دیوتاؤں کے زمرے میں شامل ہونے نہ دیا تھا، اب کلودیوس نے اس کی تلافی کی اور دادی کو اس ربانی اعزاز کا مستحق قرار دیا۔ غالباً کلودیوس کے خاندانی دعادی کو والریہ مسالینہ کے ساتھ شادی کرنے سے بھی تقویت پہنچی جو اغسطس کی بہن اکتادیہ کی اولاد میں تھی۔ پھر کلودیوس کی بیٹی اکتاویہ جو اس بیوی سے ہوی اسے بھی بادشاہ نے ال جونیوس سیلانوس سے منسوب کر دیا جو اغسطس کی نواسی کا نواسا تھا۔ ایک اور بیٹی انتونیہ کی جو پہلی بیوی سے تھی، کلودیوس نے کن: پومپیوس ماگ نوس سے منگنی کر دی جس کے والدین کا کئی نامی گرامی خاندانوں[۱] سے رشتہ ہوتا تھا

(۴) ۔ کلودیوس کے عہد کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جس طرح گایوس کے زمانے میں تی بریوس کے طرز عمل کے خلاف عملدرآمد ہوا تھا۔ اسی طرح اب گایوس

[۱] یعنی کال پورنیائی، پیسونی، الی سی نیائی، گراسی اور نیز پومپیائی خاندانوں سے۔

کے اصول میں تغیر آیا۔ نیا بادشاہ خدا ترس اور اعتدال پسند حاکم ثابت ہوا۔ گایوس کے جابرانہ احکام منسوخ کئے گئے۔ جو املاک ضبط کی گئی تھیں وہ ان کے ورثہ کو واپس ملیں۔ اور یونان و ایشیا کے مندروں سے جو بُت گایوس نے زبردستی اٹھوا منگائے تھے وہ اپنے اپنے مقام پر واپس بھیجے گئے۔ جلاوطنوں اور قیدیوں کو جن پر غدّاری کا الزام تھا، معافی عطا ہوئی اور گایوس کی بہنیں جولیہ اور اگری پینہ ان جزیروں سے جن میں ان کے بھائی نے انھیں جلاوطن کردیا تھا، واپس بلالی گئیں۔ سال نو کے نذرانے جو گایوس نے اپنی رعایا کے ذمے واجب کئے تھے، موقوف کئے گئے اور بادشاہ نے ایسی تمام جائیدادیں، جن کا کوئی وارث موجود ہو، ضبط کرنے کا طریقہ ترک کردیا۔ کلودیوس کے ان اوصاف کے باوجود، اوّل اوّل خاندانی امرا ایک ایسے شخص کی فرماں روائی سے خوشدل نہ ہو سکے جس پر چند روز پہلے انھیں حقارت آمیز ترس آیا کرتا تھا۔ گایوس کا حشر دیکھکر ان پر یہ بھی ثابت ہوگیا تھا کہ بادشاہ کا قصہ پاک کرنا کس قدر سہل کام ہے۔ اور اس مرتبہ جلیل کے دوسرے آرزومندوں کی بھی کمی نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے کلودیوس کو ہٹا کر اس کی بجائے مجلس اعیان کے ایک ممتاز رکن انیوس وِنی سیانوس کو بادشاہ بنانے کی سازش بھی کی۔ اس تحریک کا دلماتشیہ کا صوبہ دار ایف سی اسکری بونیانوس بھی مؤید تھا اور اس نے اپنے ماتحت دو جیش لے کر اطالیہ پر بڑھنے کا کام اپنے ذمے لیا اور کلودیوس کے نام گستاخانہ تہدید کا پیام بھی بھیجا تھا جس نے بچارے بادشاہ کو اس قدر خوف زدہ کیا کہ وہ سلطنت سے دستکش ہونے کی فکر کرنے لگا۔ لیکن اس صوبہ دار نے جب اپنا منشا فوج پر ظاہر کیا تو سپاہیوں نے اس کا حکم ماننے سے انکار کردیا اور ان کی ناراضی سے گھبرا کر اسکری بونیانوس کو الٹا بھاگنا پڑا اور اس نے ساحل کے قریب کسی جزیرے میں جان بچائی۔ ان دونوں (ہفتم اور یازدہم) دونوں جیشوں کو اس وفاداری کا سرکار سے انعام عطا ہوا اور مجلس اعیان نے ہر دو کو "کلودیوسی، پرہیزگار، وفادار" کا خطاب دیا۔ سازش کے سرغنہ گرفتار ہو کر مارے گئے یا انہوں نے خودکشی کر کے اپنا کام تمام کرلیا۔

فصل دوم - کلودیوس کا نظم ونسق

(۵۱) - کلودیوس نے اپنے طرز عمل کو اغسطس کے اصول ملکداری کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی - اس نے ان دوستانہ روابط کو جو پہلے قیصر اور مجلس اعیان کے درمیان تھے، بحال کرنے کا تہیّہ کیا اور آئینی طور پر اختیارات کی جو تقسیم کی گئی تھی اسے نہایت پابندی سے قائم رکھا - کلودیوس کی قدامت پرستی کا بھی مقتضیٰ تھا کہ مجلس اعیان کی عزت اور توقیر میں کوئی کمی نہ آئے - اس قدیم طبقے کے افراد کے واسطے بڑے دنگل (سرکس ماکسی موس) میں اس نے خاص نشستیں مقرر کر دیں - ادھر بادشاہ کی ازواج اور موالی میں جو رقابت تھی اس سے بھی مجلس کے اثر کو تقویت پہنچی کیونکہ ان میں سے ہر گروہ مجلس کے اقتدار سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ طبقۂ اعیان کی اغسطس کے بعد سے کوئی مردم شماری نہیں ہوئی تھی! کلودیوس نے اس کام کو جس میں لوگوں کی ناخوشی کا بھی اندیشہ تھا اور جسے اسکے دو پیش رو انجام دیئے بغیر چھوڑ گئے تھے، اپنے ذمے لیا - یہ کام تھا تو ضروری لیکن کلودیوس نے اسے بھی اپنے اور کاموں کی طرح اس طرح انجام دیا کہ خواہ مخواہ ہنسی آتی تھی - یعنی بجائے احتسابی اختیار حاصل کرنے کے اس نے باقاعدہ محتسب کا پرانا عہدہ دوبارہ قائم کیا (۴۸-۴۷ء[1]) اور مردم شماری کی قدیم رسم تازہ کی - اغسطس نے اس عہدے اور لقب کو لینے سے احتراز کیا تھا مگر کلودیوس ایک محتسب تو خود بنا - اور دوسرا اپنا شریک ال وی فلیوس کو بنایا - یہ کارروائی بے ضرر تھی لیکن اس میں بادشاہ کی دقیانوسیت کی جھلک نظر آتی تھی اور جب اس پر جوش محتسب نے ایک ہی دن میں پچاس فرمان نافذ کئے تو روما والوں کو آپ سے آپ ہنسی اڑانیکا موقع ملا - بایں ہمہ کچھ

[1] ۴۷ء میں بادشاہ اس عہدے کا امیدوار نامزد ہو چکا تھا لیکن یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں کہ اس عہدے کا کام اس نے اسی سال شروع کیا یا آئندہ سال سے - بہر حال اس عہدے سے دستکش ۴۸ء میں ہوا۔

مفید کام ضرور رہوا۔ مجلس میں بہت سے نئے ارکان داخل کئے گئے اور طبقۂ متوسطہ کی از سر نو مردم شماری ہوئی۔ غالیہ کے تینوں صوبوں میں جن باشندوں کو حکومت بلدی کے حقوق حاصل تھے انھیں "جس اونو روم" یعنی اعلیٰ مناصب کے حق دینے کی راہ نکل آئی جس سے ظاہر ہوا کہ کلودیوس نے اپنی جائے ولادت کو فراموش نہ کیا تھا۔ غالیہ ناربونن سیس، ہسپانیہ اور افریقہ کے باشندے پہلے سے مجلس کی رکنیت اور اعلیٰ عہدے حاصل کرنے کا حق پا چکے تھے۔ کلودیوس نے اسے اور وسعت دے کر ادوی قوم کے لوگوں کو بھی ان حقوق سے سرفراز کیا۔ یہ رومہ کے سب سے پہلے غالوی حلیف تھے اور "رومی قوم کے بھائی" کہلاتے تھے، ان کے ساتھ یہ عنایت کرنا ایک ایسے بادشاہ کے لئے بدرجۂ اولیٰ موزوں تھا جو دروسوس کا بیٹا، جرمانی کوس کا بھائی اور برطانیہ کا فاتح تھا۔ اس موقع پر کلودیوس نے مجلس میں ایک تقریر کی جس سے اس کے مزاج کا اصلی رنگ ظاہر ہوتا ہے۔ اس تقریر کے دو خاصے طویل ٹکڑے برنجی تختیوں پر، جو لیونز کی کھدائی میں برآمد ہوئیں، اب تک محفوظ ہیں۔ اور انہی باقیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ پوری تقریر بہت لمبی چوڑی تھی اور اس میں رومہ کی قدیم تاریخ سے واقفیت کا جابجا اظہار کیا گیا ہے حالانکہ زیر بحث معاملے سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اسی سے کلودیوس کی مکمل ناشناسی اور بے موقع پن ظاہر ہوتا ہے جس کی بدولت اس کے بہتر سے بہتر کام بھی کسی قدر بے تکے نظر آتے ہیں، پھر تاریخ کا ایک بے لطف اور طولانی سبق دہرانے کے بعد وہ یکایک اس تقریر میں خود اپنے آپ کو اس طرح خطاب کرتا ہے "بس اب اے تی بریوس قیصر جرمانی کوس وقت ہے کہ تو بزرگان مجلس کے روبرو اپنی تقریر کے مقاصد پردۂ خفا سے باہر نکالے" اور یہ محض بے موقع اور مضحکہ انگیز بات تھی۔

مجلس اعیان نے اغسطس کی مثل کلودیوس کو بھی (محتسبی کے زمانہ میں) بطور خاص اختیار دیا تھا کہ وہ شرفاء کی تعداد میں جو آہستہ آہستہ کم ہو رہی تھی، اضافہ کرے تاکہ مذہبی رسوم کے ادا کرنے میں آیندہ دشواری نہ پیش آئے۔ اور یہ خدمت قدامت پسند بادشاہ کی طبیعت کے عین مناسب تھی۔ اسی طرح اسے

حدود شہر کو وسیع کرنے کا اختیار دیا گیا تھا کہ اون تین کی پہاڑی جو رومہ کے محدود معنی میں، پہلے داخل نہ تھی اب شہر کی حدود کے اندر لے لی جائے۔ اعنطس کی نقالی اور قدیم اتروسکانی آثار کے مطالعہ کا لازمی نتیجہ تھا کہ کلودیوس نے مذہبی رسوم کی طرف خاص توجہ کی اور گایوس کے زمانے میں جو نئی نئی باتیں اہل مشرق کی دیکھا دیکھی دربار رومہ میں رائج ہوگئی تھیں، انھیں دُور کیا۔ شہر رومہ میں یہودیوں کے ساتھ رواداری کا سلوک کیا جاتا تھا۔ تاآنکہ فتنہ پردازی کی بدولت انھیں خارج البلد کرنا پڑا جس طرح پہلے وہ تی بریوس کے عہد میں نکلوائے گئے تھے۔ شہر کی بنا کے آٹھ سو برس بھی کلودیوس کے زمانے (۴۷ء) میں پورے ہوئے اور مؤبداعظم کی حیثیت سے اس نے وہ جشن صدسالہ منعقد کیا جسے "لودی سکیولاری" کہتے تھے حالانکہ صرف تریسٹھ برس پہلے اعنطس یہ رسم ادا کر چکا تھا۔ کاہنوں کا ایک نیا گروہ بھی کلودیوس نے مرتب کیا جو قدیم اتروسکانی اصول کے مطابق شگون دیکھنے پر مامور تھے۔ مگر اس مذہبی گرمجوشی میں کلودیوس دنیاوی مصالح سے غافل نہ ہوا۔ چنانچہ تعطیلوں کی تعداد کو جن سے کاروبار میں حرج ہوتا تھا، اسی نے محدود کیا۔

(۶) دادرسی کی خدمت کو نہایت پابندی سے انجام دینے میں بھی کلودیوس اپنے نامور پیشرو کے نقش قدم پر چلتا تھا۔ وہ سربازار بڑے چوک میں، "جولیہ کی کچہری" کے مکان میں گھنٹوں بیٹھا مقدموں کی تحقیقات کرتا اور اس دشوار و بے لطف کام سے ذرا نہ اُکتاتا تھا۔ اس کی نیک نیتی میں تو شک نہیں لیکن یہ امر بحث طلب ہے کہ ایک بادشاہ کا ذاتی طور پر فصل خصومات کے متعلق اتنی سرگرمی دکھانا مفید بھی ہے یا اُلٹا مضر؟ اس نے غداری کے قوانین مسترد کر دیئے، مخبری کے طریقے کو مٹا دیا اور امید دلائی کہ رومہ کے کسی آزاد شہری کو جسمانی عقوبت کی سزا نہ دی جائے گی۔ گایوس نے جو نیا قاعدہ بنایا تھا کہ غلام بھی اپنے مالکوں کے خلاف شہادت دیا کریں، اسے بھی کلودیوس نے منسوخ کر دیا۔ مگر ان کارروائیوں کے سلسلے میں جن سے رومہ کے احرار کا وقار قائم کرنا مقصود تھا، یہ بیان کر دینا

مناسب ہوگا کہ کلودیوس ان لوگوں کو جو مصنوعی حیلوں سے روما کے شہری حقوق کا دعوی کرتے تھے، سخت سزا دیتا تھا۔ آزاد عورتوں اور غلاموں کی شادی کے متعلق بھی اس نے قاعدے بنائے اور ایسے پیوند سے جو اولاد ہو اسے قانونی طور پر غلاموں کے زمرے میں داخل کیا۔

(۷)۔ کلودیوس کے عہد میں بعض قابل ذکر انتظامی تبدیلیاں عمل میں آئیں۔ سرکاری عاملوں کو جو صوبوں میں خزانے کے بھی ذمہ دار ہوتے تھے عدالتی اختیارات تفویض کئے گئے چنانچہ اب ال کے مقدمات معمولی عدالتوں میں طے پانے کی بجائے، انہی عاملوں کے روبرو پیش ہوتے البتہ جو شخص ان کے فیصلہ سے مطمئن نہ ہو وہ بادشاہ کے حضور میں مرافعہ کرسکتا تھا۔ خزانہ عامرہ کے انتظام میں بھی کلودیوس نے ردّ و بدل کیا۔ یاد ہوگا کہ اغسطس نے اس خزانے کو شہر کے کواستوروں سے لے کر دو پریتوروں (Praetores Aerarii) کی تحویل میں دے دیا تھا۔ اب کلودیوس نے دوبارہ یہ خدمت کواستوروں کو دی مگر قدیم طریقے میں اتنی تبدیلی ضرور کر دی کہ قرعہ ڈال کر منتخب کرنے کی بجائے یہ دو کواستور بادشاہ کی پسند سے تین سال کے لئے مقرر ہونے لگے اور "خزانہ دار کواستور" کہلاتے تھے (۴۴ء)۔ قدیم آئین کی طرف عود کرنے کا یہ میلان مجلس عوام کے احیاء سے بھی ظاہر ہوا جسے کلودیوس نے دوبارہ وضع قوانین کا حق عنایت کیا اور اس کے بعض قوانین اسی مجلس کی عام رائے سے نافذ ہوئے۔ لیکن یہ ناقابل عمل تجربہ[1] محض قدامت پرستی کے جوش میں کیا گیا تھا۔ ورنہ کلودیوس کے تمام ضروری قوانین کا نفاذ احکام مجلس ہی کی صورت میں ہوتا رہا۔

(۸) کلودیوس کا عہد، رفاہ عام کے کاموں کے اعتبار سے خاص امتیاز رکھتا ہے۔ گایوس نے جو تالاب بنوانا شروع کیا اور ناتمام چھوڑا تھا، وہ

---

[1] ایک دفعہ اور، نروا کے زمانے میں بھی یہ تجربہ کیا گیا تھا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اس نے پورا کیا اور اسی لئے کلودیوس کے نام سے "اکوا کلودیا" موسوم ہوا۔ اس سے
بھی بڑا کام "پورتوس روما نوس" نام کی لنگرگاہ کی تعمیر تھا۔ کلودیوس کی تخت نشینی
کے وقت گیہوں کے سرکاری ذخیرے ختم ہوگئے تھے اور دارالسلطنت میں قحط
پڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ غیر سرکاری افراد کو غلّے کی تجارت میں مراعات دینے سے
فوری ضرورت تو رفع ہوگئی لیکن گرانی باقی رہی اور اس کا سب سے بڑا اور دائمی
سبب یہ تھا کہ شہر کے قریب کوئی عمدہ گودی نہ تھی۔ تی بر کا دہانہ ریتی سے اٹ گیا
تھا اور مصر سے غلّے کے جہاز آتے تو چار و ناچار پوتیولی میں لنگر ڈالتے تھے۔ کلودیوس
نے اس تکلیف دہ کمی کو ایک نئی لنگرگاہ بنا کے پورا کیا۔ اور یہ لنگرگاہ اوستیہ کی ویرانی
پذیر بندرگاہ سے کچھ اوپر بنوا کے اسے بذریعہ نہر دریا سے ملا دیا۔ اس کی صورت
یہ تھی کہ دو بڑے بڑے مستحکم پشتے کچھ دور تک سمندر میں بنوا دیئے اور سرے پر
ایک منارہ تعمیر کر دیا۔ اس کام میں زر کثیر صرف ہوا لیکن وہ نہایت کارآمد اور
مستقل فائدے کی چیز بن گئی۔ اس لنگرگاہ کی تعمیر سے بھی کہیں زیادہ حوصلہ مندی
کا کام "مارسیون کے علاقے کی جھیل فوکین کی صفائی اور پانی نکالنے کا انتظام تھا۔
اگرچہ اس میں جس قدر محنت اور روپیہ صرف ہوا اتنا فائدہ اس سے حاصل نہ ہوا۔
دراصل اس جھیل کی طغیانی سے مارسیوں کی زراعت کو ہمیشہ نقصان پہنچتا رہتا
تھا اور اسی آفت کے سدّباب کی غرض سے کلودیوس نے کوہ سال ویانو کو توڑ کر
ایک تین میل لمبی بدررو بنانے کا بیڑا اٹھایا تھا کہ اس کے ذریعے جھیل کا زائد پانی
لرلیس ندی میں پہنچ جائے۔ اس کو بنانے میں تیس ہزار مزدور گیارہ برس تک
(سنہ ۴۱ء تا ۵۱ء) کام کرتے رہے پھر بھی یہ بدررو اتنے عرصہ تک ایسی کارآمد
ثابت نہ ہوئی جیسی کہ جھیل البان کی بدررو تھی۔ تاہم اس کی تکمیل کی یادگار میں
کلودیوس نے اس جھیل میں اسی قسم کی ایک مصنوعی جنگ بحری کرائی جیسی کہ اگسطس
کے حکم سے تی بر کے پار نواح روما میں پانی بھروا کے دکھائی گئی تھی۔ لیکن پہلے کی
نسبت یہ تماشا بہت وسیع پیمانہ پر کیا گیا تھا اور اس کے واسطے کلودیوس نے تین تین
اور چار چار طبقے کے جہاز مسلح کرائے جن میں انیس ہزار آدمی سوار تھے جھیل کے
کناروں پر درخت کٹوا کر اونچی اونچی اور مسلسل باڑ بنوا دی تھی کہ قیدی غلام فرا..

ہونے نہ پائیں۔ لیکن جھیل کے اندر بحری جنگ کے واسطے بہت کافی جگہ تھی ہوئی تھی۔ باڑ پر جا بجا فوجی دستے اور سوار متعین تھے کہ کوئی بحری پہلوان بھاگے تو وہ اپنے نیم قد مورچوں کے پیچھے سے اسے تیر و خدنگ کا نشانہ بنا سکیں۔ اس حیرت انگیز تماشے کو دیکھنے اور نیز بادشاہ سے اظہار عقیدت کرنے کے لئے روما اور نواح روما سے ہزاروں آدمی آئے تھے اور کنارے، پہاڑیاں، پہاڑ کی چوٹیاں اور ڈھلانیں غرض ہر جگہ تماشائیوں کا وہ اژدہام تھا کہ یہ پورا مقام ایک وسیع دنگل نظر آتا تھا۔ بادشاہ سلامت ایک پُر تکلف جنگی جبہ پہنے ہوئے تھے اور ملکہ اگرپینہ بھی جنگی لباس میں شریک صدارت تھی۔ اگرچہ جنگ میں حصہ لینے والے سزا یافتہ مجرم تھے لیکن وہ نہایت شجاعت سے لڑے اور جب بہت کچھ خونریزی ہوئی تو انھیں ایک دوسرے سے جدا ہونے کی اجازت دی گئی۔ یہ حکایت بھی مشہور ہے کہ آداب بجا لانے کے وقت انہوں نے ان الفاظ میں بادشاہ سے خطاب کیا تھا، "ہاوِ، امپراتور، اموری توری بت سالیوتان" (جہاں پناہ! یہ کشتی آداب عرض کرتے ہیں) اس پر کلودیوس کے منہ سے نکلا "او نون" (= یا نا کشتی) جسے وہ سمجھے کہ بادشاہ کی طرف سے ہمیں معافی مل گئی اور لڑنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت کلودیوس نے پہلے تو ارادہ کیا کہ ان سب کا قتل عام کرا دے لیکن پھر اُس نے خود ان میں گشت کیا اور دھمکیاں اور بڑھاوے دیدے کے انھیں لڑنے پر آمادہ کیا۔

فصل سوم۔ صوبوں کے حالات

۹۱۔ صوبوں کا بتدریج اطالیہ کے برابر سیاسی مرتبہ حاصل کرنا، بادشاہی عہد کا ایک خاص تاریخی واقعہ ہے۔ غالیہ کو اعزازی حقوق دیے جانےکا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ مذکورۂ بالا مساوات کے حصول میں یہ ایک اہم کارروائی تھی اور یوں بھی کلودیوس کے زمانے میں یہ میلان کہ صوبوں کے باشندوں کو روما کے ملکی حقوق دیے جائیں، نمایاں ہے۔ اس کی وفات کے بعد حکیم سنیکا نے

اس کی جو پر لطف ہجو لکھی اس میں بھی کلودیوس کا تمسخر کیا ہے کہ وہ یونانی، غالوی، ہسپانی اور برطانی سب کو رومی توگا پہنانے کے درپے تھا۔ ان ماتحت ممالک میں خواہ وہ صوبے تھے یا باج گزار ریاستیں کلودیوس نے بہت سی انتظامی تبدیلیاں کیں۔ شمال میں فتح برطانیہ سے ایک نئے صوبہ کا سلطنت میں اضافہ ہوا جس کا تفصیلی حال آیندہ کسی باب میں آئے گا۔ اس فتح سے فوج میں دو جیشوں کا اضافہ کرنا پڑا۔ افواج خاصہ کی تعداد بھی کلودیوس کے زمانے میں بڑھی اور نو کوہورت (یہ عشر جلیش) کی بجائے ۱۲ کوہورت مرتب ہوئے۔ سلطنت کے دوسرے دوسرے بر صوبہ موریتانیہ کو از سر نو فتح کرنا پڑا۔ وہاں کے باشندے اپنے امیر پتولمی کے مارے جانے کے بعد مقتول کے ایک آزاد کردہ غلام ادی مون کے ماتحت لڑنے مرنے پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ رومی صوبہ دار گالی نوس ان کی بغاوت سے عہدہ برآ نہ ہو سکا۔ لیکن اس کا جانشین سی سوتونیوس پولی نوس کوہ اٹلس کو عبور کر کے جنوب میں جیر ندی تک بڑھا اور راستے میں تمام موروتی اقوام کو اس نے زیر کیا۔ یہ وہی پولی نوس تھے جس نے آگے چل کر برطانیہ کی لڑائیوں میں شہرت پائی لیکن موریتانیہ میں اس کی یہ کامیابی فیصلہ کن ثابت نہیں ہوئی اور آیندہ تین سال (۴۵ء) تک وہاں کشمکش جاری رہی تا آنکہ لوسیوس گالبا (جو آیندہ سلطنت روما کا بادشاہ ہوا) افریقہ کا صوبہ دار اور ہوسی دیوس گتا نومیدیہ کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ بلکہ قیام امن زیادہ تر اسی گتا کی سرگرمی اور جفاکشی کا نتیجہ تھا جس کے بعد موریتانیہ کے دو جداگانہ صوبے بنا دیئے گئے ماتواندی ان میں حد فاصل بنائی تھی اور مغربی حصہ تنجی ندی کے نام پر صوبہ تنجی تانہ موسوم ہوا تھا اور مشرقی کو شہر جول سزاریہ کی نسبت سے سزارین سیس کہتے تھے۔ دونوں صوبوں میں الگ الگ صوبہ دار مقرر ہوتے لیکن خاص ضرورت پیش آنے پر دونوں کو ایک جیش سالار کے ماتحت کر دیا جاتا تھا۔ سلطنت کے اسی نصف مغربی میں ایک اور تبدیلی یہ ہوئی کہ نظامت کوتیسی الپس کا چھوٹا سا علاقہ کسی قدر بڑھا دیا گیا اور وہاں کے ناظم جولیوس کوتیوس کو باج گزار بادشاہ کا مرتبہ عطا ہوا۔

(۱۰)۔ کلودیوس نے برطانیہ کو تو فتح کیا لیکن اس کام کے کرنیکی زحمت نہ کی جو ایک زمانہ میں غالیہ کی حفاظت کے واسطے ضروری نظر آتا تھا۔ بہ الفاظ دیگر اس نے فتح جرمانیہ کی جس کی دھن میں اس کا باپ دروسوس اور بھائی جرمانی کوس لگے رہے تھے، دوبارہ کوشش نہیں کی۔ تاہم اس کے عہد میں راین پار تھوڑی بہت لڑائی ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شمالی جرمانی کوس کا جیش سالار دومی تیوس کوربیولو مقرر ہوا۔ وہ سوتونیوس پولی نوس کا حریف اور نہایت قابل سپاہی تھا۔ گایوس کی بیوی کسونیہ اس کی سوتیلی بہن ہوتی تھی اور اس بادشاہ کے عہد میں اسے اطالیہ کے راستوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کی خدمت دی گئی تھی۔ شمالی جرمانیہ میں صوبہ دار ہو کر آتے ہی کوربیولو نے اس بحری قزاقی کی روک تھام کی جو انہی دنوں جرمن اقوام بحر شمالی کے ساحل پر کرنے لگی تھیں۔ فریسیہ والوں کی گوشمالی کی جنھوں نے مقررہ خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور چوسیوں پر جنھوں نے رومی علاقے میں چھاپے مارنے کی جسارت کی تھی، فوج کشی کی (۴۷ئہ)۔ لیکن جس وقت وہ ان کے علاقے میں ایک قلعہ تعمیر کرا رہا تھا، اس وقت بادشاہی احکام پہنچے کہ چوسیوں کو ان کے حال پر چھوڑے اور اس کام سے باز رہے۔ اصل میں کوربیولو کے دشمنوں نے بادشاہ کے کان بھر دیئے تھے کہ اس لڑائی بھڑائی سے کوربیولو کا مطلب محض خودنمائی اور شہرت طلبی ہے۔ دوسرے سچ یہ ہے کہ اس زمانے میں رومیوں کی حکمت عملی یہ تھی کہ جرمنوں کو بزور تاوار مسخر کرنیکی بجائے جہاں تک ہو سکے سیاسی تدبیر سے قابو میں رکھیں۔ مثال کے طور پر چروسکی قوم کے لوگوں نے جو ارمی نیوس کے بعد نہایت کم حوصلہ اور پست ہمت ہو گئے تھے، بادشاہ سے درخواست کی کہ ان کے واسطے کسی امیر کا انتخاب کرے۔ کلودیوس نے فلاویوس کے بیٹے اور ارمی نیوس کے بھتیجے اطالی کوس کو بھیجا اور یہ نوجوان کچھ مدت تک بہت ہر دلعزیز بھی رہا۔ لیکن پھر اس کے رومی طور طریق دیکھکر قوم کے لوگ اس سے بدگمان اور بیزار ہو گئے اور اطالی کوس کو اپنا اقتدار قائم رکھنا دشوار ہو گیا۔ بس یہ صورت عین رومیوں کے منشار کے مطابق تھی اور ان کی حکمت عملی ہی یہ تھی کہ جرمنوں کو آپس میں لڑائیں اور پھوٹ ڈلواتے رہیں۔

الغرض کوربیولو ناکام و ناراض اپنے صوبے میں واپس چلا آیا۔ جب شاہی احکام اسے پہنچے تو کہتے ہیں اس نے منہ ہی منہ میں اتنا ضرور کہا کہ "پہلے زمانہ کے رومی سپہ سالار کیسے خوش نصیب ہوتے تھے!" سپاہیوں کو اب لڑنے بھڑنے کا کوئی کام نہ رہا تھا۔ لہٰذا کوربیولو نے انھیں ایک بڑی نہر کھودنے کے کام پر لگا دیا جو ساحل بحر کے متوازی رائن کی شمالی شاخ کو موزا (= ماس ") ندی سے ملاتی تھی۔ یہی نہر سڑک کی بجائے کام آنے لگی اور آج کے دن تک راٹرڈم سے لیڈن تک جاری ہے۔ وادی رائن کی تاریخ میں کلودیوس کا عہد ایک اور واقعہ کی بدولت بھی شہرت و امتیاز رکھتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اوبی دم اوبیورم کو اسی عہد (سنہ ۵۰ء) میں فوجی نوآبادی کا درجہ ملا اور وہ بادشاہ کی چوتھی بیوی ملکہ اگری پینہ کے نام پر جو یہیں پیدا ہوئی تھی، کولونیہ کلودیہ اگری پی نن سیس موسوم ہوئی۔ اسے عام زبان میں صرف کولونیہ کہتے تھے (آج تک یہی بستی کولون یا کولن کہلاتی ہے) اور وہ رومی تمدن کا ایک بڑا مرکز بن گئی تھی۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ایک دوسری نوآبادی اوگستہ تری ورورم (= ٹریر لب موزل) کی بنا بھی کلودیوس کی سرپرستی میں رکھی گئی ہو۔[1] ان کے علاوہ اپنے باپ کے ایک شروع کردہ کام کی تکمیل بھی کلودیوس کو کرنی پڑی یہ ویا کلودیا اوگستہ کی بڑی سڑک تھی جو برنیر ایلپس کے اوپر سے گزرتی اور اطالیہ سے بالائی ڈینیوب کے علاقے تک جاتی تھی۔

(۱۱) کلودیوس کے زمانے میں جنوبی جرمانیہ میں بھی لڑائیاں پیش آئیں۔ چھٹی قوم کے خلاف فوج کشی کرنی ضروری ہوی اور اسی موقعہ پر واروس کے باقی تین چھنے ہوے عقابی پرچم بھی رومیوں کے ہاتھ آگئے۔ چند سال بعد (سنہ ۵۰ء) میں چھٹی قوم کے بعض خانہ بدوش جرگوں نے رومی صوبے پر حملہ کیا جہاں ان دنوں پلیوسی پومپونیوس سکندوس صوبہ دار تھا۔ اس نے وان جیوں نامی قبائل کو جو رائن کے بائیں کنارے پر بوربتوماگو

[1] بعض لوگ اس شہر کی بنا کو خود اغسطس سے منسوب کرتے ہیں اور بعض اسے بہت بعد کے زمانے، یعنی گالیبا کے وقت کی یادگار بتاتے ہیں۔

(= درسس) اور نوویباگوس (= اسپائر) کے قریب آباد تھے، حکم دیا کہ وہ ملکی افواج کیساتھ ملکر حملہ آوروں کی واپسی کا رستہ روک لیں اور جب وقت وہ منتشر کر دیئے جائیں تو ان پر حملہ کریں۔ پھر اس فوج کو دو حصّوں میں تقسیم کیا اور انہی میں سے ایک حصّہ فوج نے ان لیٹروں پر ان کی واپسی کے وقت جبکہ وہ رات بھر خوب رنگ رلیاں منا کے بے خبر سو رہے تھے، اچانک حملہ کر کے کاٹ دیا اور اسی موقع پر واروس کی ہزیمت کے وقت کے بعض بچے کھچے رومیوں کو اسیری سے نجات ملی۔ فوج کے دوسرے حصّے نے باقاعدہ میدانی جنگ میں غنیم کو اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچایا اور بہت کچھ مال غنیمت لے کر وہ تونوس کی طرف پلٹ آئی جہاں پومپونیوس باقاعدہ فوج لئے منتظر تھا۔ اگرچہ اس شخص نے جو کچھ شہرت پائی وہ جنگی کارناموں سے زیادہ شعر و سخن کے میدان میں اُسے حاصل ہوئی تھی۔

(۱۴) سرحد پانونیہ پر سوابی قوم کے معاملات میں کلودیوس کو مداخلت کرنی پڑی۔ یہاں ماربودوؤس کے زوال کے بعد اس ملک کا بادشاہ وانیوس تسلیم کیا جانے لگا تھا، جس میں بوہمیہ، سرزمین مارکومانی، ہمارے زمانے کا صوبہ موراویہ اور کوادی قوم کا علاقہ داخل تھا۔ قریب قریب تیس برس تک وانیوس عیش و فراغت کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ ملک والوں کو اس نے محکوم قبائل کے خراج اور مال غنیمت سے مالا مال کر دیا تھا اور وہ اس سے بہت خوش تھے لیکن اتنے عرصے کی مسلسل حکومت نے اسے جابر بنا دیا اور اہل خاندان کی نفرت اور ہمسایہ اقوام کی دشمنی اس کی تباہی کا سبب بن گئی۔ خود اس کے بھتیجوں نے ۵۰ء میں اس کے استیصال کا منصوبہ باندھا اور ہرمون دری قوم کا بادشاہ وبی لیوس ان کا معین و مددگار ہو گیا۔ ان بھتیجوں کا نام وان جیو اور سیدو تھا اور ہرمون دری قوم بوہمیہ کے مغرب میں آباد تھی۔ اس موقع پر کلودیوس نے بھی اپنے باج گزار کی فوجی امداد کی درخواست رد کر دی اور صرف اتنا وعدہ کیا کہ اگر وانیوس اپنے ملک سے نکالا گیا تو ہم اسے اپنے ملک میں پناہ دیں گے۔ ہاں ہم اس نے پانونیہ کے جیش سالار پال پلیوس ہسیتر کو ہدایت کر دی کہ اپنے جیش

اور کومکی افواج کے کچھ چیدہ دستے لے کے ڈین یوب کے کنارے چھاؤنی ڈال دے (حالانکہ عام طور پر یہ فوجیں ڈراؤ کے کنارے رہا کرتی تھیں) تاکہ اگر وانیوس مغلوب ہو جائے تو یہ فوجیں اس کی تقویت اور فتحمندوں کی تخویف کا موجب ہوں۔ ادھر وانیوس کے حریفوں کو سوابی قوم کے ایک کثیر التعداد قبیلے لوجی سے مدد مل گئی جو غالباً موجودہ سیلشیہ میں سکونت رکھتا تھا اور اس کے مقابلے میں وانیوس نے ایازی جس قوم کے کچھ رسالے مستعار لئے کہ اس کی پیادہ فوج کو مدد دیں۔ یہ قوم سرماتی نسل سے تھی اور ڈین یوب و تھیس کے درمیان اس کا مسکن تھا۔ مگر وانیوس تو قلعہ بند رہ رہ کے جنگ کو طول دینا چاہتا تھا اور اس کے سرماتی حلیف محصور رہنا گوارا نہ کر سکے بلکہ میدان میں نکل آئے۔ وانیوس کو بھی قلعوں سے باہر آنا پڑا اور لڑائی میں اسے شکست ہوئی تب اس نے بھاگ کر ڈین یوب کے بیڑے میں پناہ لی اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو پانونیہ میں زمینیں عطا کر دی گئیں۔ اصلی ریاست کو وانجیو اور سیدو نے آپس میں بانٹ لیا اور سلطنت روما کے وفادار رہے۔

(۱۳۱) مشرق میں ریاست تھریس کو توڑ کر ایک نیا صوبہ بنا لیا گیا (سنہ ۴۶ء) اور اس پر علیحدہ رومی عامل مقرر ہوئے۔ بلاد لیسیہ کی آزاد انجمن بھی درہم برہم کر دی گئی اور یہ شہر پام فیلیہ کے صوبے میں ضم ہو گئے (سنہ ۴۳ء) جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لیسیہ پوری طرح یونانی تمدن کے رنگ میں رنگ گیا۔ مقدونیہ اور اکائیہ کو تی بریوس نے ملا کر ایک بادشاہی جلیش سالار کے حوالہ کر دیا تھا۔ کلودیوس نے انھیں پھر مجلس کے حوالے کیا اور وہاں پہلے کی طرح مجلس کی طرف سے دو (پرتیوری مرتبے کے) صوبہ دار مقرر کئے جانے لگے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب سے میزیہ میں علیحدہ بادشاہی نظم و نسق قائم ہوا اس وقت سے مقدونیہ کی سب سرحدیں دوسرے صوبوں سے محدود و محفوظ ہو گئیں لہٰذا اسے اور اکائیہ کو مجلس کے حوالے کر کے کوئی خدشہ باقی نہ رہا۔

مشرق کی باج گزار ریاستوں کے معاملات از سر نو درست کئے گئے۔ گایوس نے کوماجین کی حکومت انتیوکوس رابع کو دی تھی مگر جھڑک اٹھی تو خود ہی

واپس چھین لی تھی۔ اب اسے پھر بحال کر دیا گیا۔ بوس پوروس اور بحر افشین کے مشرقی سواحل کی ریاستوں پر بادشاہ نے خاص توجہ مبذول کی۔ ان ریاستوں کی تاریخ ایسی تاریک ہے کہ اس موقع پر ان کی ذرا سی جھلک دیکھکر بھی خوشی ہوتی ہے، سنہ۱۳ء میں کلودیوس نے بوس پوروس کا تخت گایوس کے آوردہ پولمو سے لیکر میتھرا داتس نامی شخص کے حوالے کیا جو اپنے مشہور تر ہمنام اور سلطنت روما کے قدیم حریف کے خاندان میں ہونے کا دعویٰ رکھتا تھا۔ اس کے معاوضے میں پولمو کو سیلیشیہ (ایشیائے کوچک) کے چند اضلاع مل گئے۔ لیکن چند ہی سال بعد (سنہ۴۵ء) یہ میتھرا داتس معزول کیا گیا۔ معزولی کے اسباب کا ہمیں علم نہیں۔ مگر اس کی جگہ اسی کے نوجوان بھائی کوتیس کو ریاست دلوائی گئی اور اولوس دیدیوس گالوس اس کی پشت پناہی کے لئے فوج لے کے یہاں آیا۔ یہ غالباً اس وقت میزیہ کا صوبہ دار تھا۔ لیکن جب وہ واپس ہوا اور صرف چند رومی دستے سردار جولیوس اکویلا کے ماتحت اس علاقے میں رہ گئے تو معزول امیر کو ہاتھ پاؤں ہلانے کا موقع ملا اور اس نے اپنی طرح کے بہت سے جلاوطنوں کو جمع کر کے دنداریدی قوم کے رئیس پر حملہ کر دیا۔ یہ لوگ ہی پانیس (= کوبن) کے قریب آباد تھے۔ میتھرا داتس نے ان کے رئیس کو شکست فاش دی اور خود وہاں کا حاکم بن بیٹھا۔ اب کوتیس اور اکویلا ڈرے کہ میتھرداتس دنداریدیوں کی فوج لے کر ان پر حملہ نہ کرے اور زیادہ اندیشے کی وجہ یہ ہوی کہ اسی زمانے میں قوم سیراکی بھی برسر پرخاش ہورہی تھی۔ یہ سیراکی بھی ان علاقوں کی ان قوموں میں ہے جن کے ٹھیک ٹھیک حالات کا اب پتہ نہیں چلتا۔ اسی طرح ایک اور قوم اورسی کا اسی سلسلے میں تذکرہ آتا ہے جس کا وطن صحت کے ساتھ معلوم نہیں۔ اسی قوم کے بادشاہ یونونس سے کوتیس اور اکویلا نے مدد لی اور اپنے حریف میتھرا داتس کے منصوبوں کا پیش از پیش انسداد کرنے کے لئے خود اس کے دنداریدی علاقے پر حملہ بول دیا۔ کوتیس کے لشکر میں چند رومی کوہورتیں، بوسپوروس کی مقامی فوج اور یونونس کے فرستادہ رسالے شامل تھے۔ میتھرا داتس اس حملے کو رد کرنے کے لئے کافی سپاہ فراہم نہ کر سکا اور شکست کھائی۔ حملہ آوروں نے دندار یکہ کے صدر مقام سوزہ پر قبضہ

کر لیا اور اس کامیابی کے بعد سیرا کی قوم کے خلاف بڑھے۔ ان کا صدر مقام اُسپہ
بلند زمین پر تھا اور اس کی مورچہ بندی میں بہت کچھ صنعت صرف کی گئی تھی۔ بایں ہمہ
محاصرے کے بعد یہ مقام آسانی سے مسخر ہو گیا اور اگرچہ بستی والوں نے امان طلب کی
تھی مگر ان کا قتل عام کرا دیا گیا۔ اُسپہ کی تسخیر کے بعد سیراکی قوم کے رئیس نے میتھرادا تس
کی رفاقت ترک کر دی اور رومی بادشاہ کی تصویر کو سجدہ کرنا قبول کیا۔ اس مہم کا
رومی سپاہیوں کو بہت ناز تھا کیونکہ وہ بڑھتے بڑھتے تنائیس ندی سے صرف
تین دن کی مسافت پر آپہنچے تھے اور یہ ندی اُن کے جغرافیوں میں معلوم شدہ دنیا کی
ایک حد سمجھی جاتی تھی۔ مگر جب یہ فوج سمندر کی راہ سے واپس ہوئی تو اس کے بعض جہاز
توری کے ساحل پر شکستہ ہو گئے اور وہاں کے وحشیوں نے ایک حوالدار اور کئی
رومی سپاہیوں کو مار ڈالا۔

میتھرادا تس کے لئے اب سوائے اس کے کہ کسی سرپرست کی پناہ لے
کوئی چارہ کار باقی نہ تھا۔ اپنے بھائی کوتیس پر اسے بھروسہ نہ تھا اور کوئی مقتدر
رومی عہدہ دار وہاں موجود نہ تھا لہذا اس نے اپنے آپ کو ادرسی قوم کے
بادشاہ یونونس کے حوالے کر دیا اور اُس نے کلودیوس کی خدمت میں اپنے
سفیر بھیجے کہ میتھرادا تس کے حق میں رحم و کرم کی التجا کریں۔ کچھ تامل کے بعد آخر
کلودیوس نے فیصلہ کیا کہ اس معزول امیر کے ساتھ عفو و کرم کا برتاؤ کیا جائے اور میتھرادا تس
کو روما بھجوا دیا گیا۔ کہتے ہیں یہاں اُس نے بادشاہ کے حضور میں بہت بیباکی سے
گفتگو کی اور کہا کہ میں اپنی خوشی سے خود تمھارے پاس چلا آیا ہوں۔ اگر تمھیں اس کا
یقین نہ ہو تو مجھے واپس بھیجکر دیکھ لو کہ میں کیا کرتا ہوں؟" یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ
اس کا حشر کیا ہوا مگر غالباً وہ مار و بودوس کی مثل اطالیہ کے کسی شہر میں
ٹھیرا دیا گیا تھا۔

(۱۴۲)۔ لیکن اس تغیّر و تبدل میں سب سے اہم واقعہ ہیرود کی ریاست
کی واگزاشتگی تھا۔ ارض یہود اس بادشاہ کی وفات کے بعد کچھ عرصے رومی نظما کے
ماتحت رہی پھر سامریہ کے ساتھ اسے اگریپا کے سپرد کر دیا گیا جو ہیرود کا پوتا اور

کلودیوس کو بادشاہ بنانے کی کوشش میں بہت پیش پیش تھا۔ گایوس کے زمانے میں جو ناراضی یہودیوں میں رومی حکومت کے خلاف پیدا ہو گئی تھی اب اسے دور کرنے کا ارادہ کیا گیا اور دو شاہی فرمان نافذ ہوئے جن میں ایک سے تو سکندریہ کے یہودیوں کو اور دوسرے سے تمام سلطنت کے یہودی باشندوں کو عبادت کرنے میں پوری آزادی عطا ہوئی۔ اگریپا اپنی قوم نیز یونانیوں میں بہت ہر دلعزیز تھا۔ اگر بیت المقدس میں وہ پکا یہودی تھا تو سزاریہ پہنچ کر بالکل یونانی (کافر) بن جاتا۔ اس کی سیاسی کارروائیوں میں دو مرتبہ شام کے رومی صوبہ دار دی بیوس مارسوس کو مداخلت کرنی پڑی۔ یعنی ایک دفعہ تو ۴۱ئہ میں یوروشلم کی نئی آبادی کے گرد جنگی استحکام بنانے سے اُس نے باز رکھا اور دوسری دفعہ آئندہ سال باج گزار رئیسوں کے ایک مشتبہ جلسے کو روکا جس میں کوماجین کا بادشاہ انتیوکوس، ارمنیہ خورد کا بادشاہ کوٹیس امسہ کا رئیس سامپ سی جرامس اور پونتوس کا حاکم پولمو ملکر شہر تی بریاس میں آئے تھے کہ اگریپا سے ملاقات کریں۔ لیکن ارض یہود کی یہ بادشاہت چند روزہ تھی۔ اگریپا کے کپڑے پڑ گئے اور وہ ۴۴ئہ میں فوت ہو گیا، اس کا بیٹا بطور یرغمال روما میں رہتا تھا اسے رومیوں نے حکومت کے قابل سمجھا یہودیہ پھر ایک رومی ناظم کی ماتحتی میں دیدیا گیا لیکن یہودیوں کی ناراضی کم کرنے اور شورش و فساد سے بچنے کے لئے بیت المقدس کے صدر امام کا انتخاب اور معبد کے روپے کی آمد خرچ کا انتظام رومیوں نے اگریپا کے بھائی ہیرود کے حوالے کر دیا جو ریاست کالکیس (الشامی) کا حاکم تھا۔ یہ زمانہ یہودیہ میں بہت بے اطمینانی کا تھا کہ ایک طرف تو ڈاکوؤں نے ناک میں دم کر دیا تھا اور ادھر یہودی لوگ بت پرستوں کے ساتھ شدید نفرت و عداوت کرتے تھے۔ چنانچہ شام کے صوبہ دار کو بار بار دخل دینے کی ضرورت ہوتی تھی۔ مجموعی طور پر اس علاقے کی حکومت رومیوں کے لئے سب سے دشوار مسئلہ بن گئی تھی اور ان سے غلطی یہ ہوئی کہ اس صوبے (یہودیہ) میں انہوں نے کافی بڑی فوج کی چھاؤنی نہیں بنائی، ۵۳ئہ میں کلودیوس نے جزیرہ کوس کو مالگزاری سے معافی عنایت کی۔ یہ اپنے شاہی طبیب زنوفون سے اس کی ذاتی خوشنودی کا نتیجہ تھا۔

یہ طبیب استقلیبوسی برادری کا فرد تھا جو کوس کے رہنے والے طبابت پیشہ پروہتوں کا مشہور خاندان تھا۔ عطائے معافی کا اعلان کرتے وقت بادشاہ نے مجلس میں اپنے خاص رنگ کی ایک تقریر کی جس میں اہل کوس کے قدیم حالات کا تذکرہ تھا پھر ان کے نامی ہموطن زنوفون کی تعریفیں تھیں جن سے عطائے معافی کی اصل وجہ کا پتہ چلتا تھا۔ اس معافی کے ساتھ شہر بائی زنطہ کو بھی پانچ سال کا لگان معاف کیا گیا کیونکہ یوس پوروس کی لڑائیوں اور تھریس کے ہنگاموں سے جو اس علاقے کے صوبہ بننے وقت بپا ہوئے، اس شہر کو سخت نقصان پہنچا تھا۔ اسی زمانے میں ارمینیہ میں بھی جنگ چھڑی لیکن اس کے حالات ایک دوسرے باب کے لئے اٹھا رکھنے چاہئیں۔

(۱۵)۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سلطنت کے اس تمام نظم و نسق میں خود کلودیوس کے دل و دماغ کا حصہ کتنا تھا اور اس کے عہد کے کس قدر کام محض مشیروں کی غور و فکر کا نتیجہ تھے؟ اس کے جواب میں صحت و یقین کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی جا سکتی۔ بے شبہ اس کی مبتذل شخصیت کے مقابلے میں اس کے عہد کے خاصے نمایاں عملی نتائج دیکھکر تعجب ہوتا ہے لیکن اس کے کاموں میں مشیروں کا کتنا ہی دخل کیوں نہ ہو، ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس میں خود اس کا ہاتھ نظر نہ آتا ہو۔ دراصل گو وہ طبیعت کا کمزور اور آسانی سے اپنی عورتوں اور غلاموں کے اثر میں آجانیوالا نیز عیاشی میں بے اعتدال اور شراب و قمار کا شوقین تھا، بایں ہمہ اس بات کو بھولنا نہ چاہئے کہ اس نے تعلیم بہت اچھی پائی تھی۔ دوسرے انصافاً دیکھئے تو شاہی موالی کے معاملات سلطنت میں اس قدر دخیل ہو جانے کا الزام بھی کلودیوس پر عائد نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ بادشاہ کے ماتحت نہ تو سرکاری طور پر کوئی وزراء کی جماعت ہوتی تھی اور نہ باقاعدہ دیوانی حکام کی۔ گویا خود ہی وہ اپنا میر منشی تھا اور خود ہی محاسب یا خزانچی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اسے سلطنت کے سب کاروبار میں اپنے موالی سے کام لینا پڑتا تھا۔ چنانچہ خود اغسطس کو جب اس کے رفیق اگرپیا اور میسیناس فوت ہو گئے تو موالی ہی پر اعتماد کرنا پڑا تھا۔ تی بریوس اور گایوس نے بھی ان سے کام لیا اور اگرچہ

ان دونوں نے کبھی ان پر بھروسہ نہیں کیا پھر بھی موالی جو جگہ حاصل کر چکے تھے اس کا نتیجہ یہی ہوتا تھا کہ جب کوئی کمزور طبیعت کا صدر تخت سلطنت پر آئے، تو وہ اس پر اپنا اثر جمالیں، کلو دیوس کے عہد میں یہی ہوا۔ اسے مشیروں کے سہارے کی ضرورت تھی اور موالی اس کے سامنے سہارے کے لئے حاضر تھے۔ ان میں اس کے سب سے زیادہ معتمد علیہ مشیر یہ تھے: نارکی سوس جو "اب اپیس تولیس" یعنی میر منشی کی خدمت انجام دیتا تھا۔ پالاس، جو اس کا داروغہ یا محاسب تھا۔ کالیس توس، حاجب عرض بیگی جس کے ذریعے تمام عرائض بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوتے تھے۔ اور چوتھا پولی بیوس جو اپنے آقا کو کتب بینی میں مدد دیتا تھا اور خود بھی ہومر کا ترجمہ لاطینی میں اور ورجیل کا ترجمہ یونانی میں کرنے کی بدولت اہل ادب میں ایک ممتاز رتبہ رکھتا ہے۔ یہ یونانی موالی بہت اچھے تعلیم یافتہ، قابل اور ذہین تھے۔ اور کلودیوس کی حکومت کی یہ کہکر تحقیر کرنا کہ اس کا حل و عقد رذیلوں کے ہاتھ میں تھا، محض بیجا تعصب کی غلطی ہے۔ کیونکہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ طبقۂ اعیان و متوسطہ کے سرکاری عہدہ داروں کی نسبت یہ موالی اپنے فرائض کی انجام دہی اور بادشاہ کو مشورہ دینے کی کہیں زیادہ لیاقت رکھتے تھے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ ان کی غلامانہ اصلیت نے انھیں مغرور و بدخو اور نہایت حریص بنا دیا تھا۔ لوگوں کی نظر میں انھیں کوئی خاندانی حیثیت حاصل نہ تھی لہٰذا اس کی تلافی وہ روپیہ سمیٹ کر کرنی چاہتے تھے اور اسی لئے شرمناک رشوت ستانی ان کی کارفرمائی کی ایک خصوصیت ہو گئی تھی وہ عہدے انہی کو دیتے تھے جو سب سے زیادہ رشوت دیں۔ اور امرا کی جاگیروں کو جھوٹے یا محض لغو الزامات کی بنا پر ضبط کرانے کی تدبیریں کرتے یا لوگوں کو ڈرا دھمکا کر جبراً روپیہ وصول کیا کرتے تھے [۱]

[۱] چنانچہ پالاس کی دولت مندی ضرب المثل ہو گئی تھی۔ ملاحظہ ہو جو ونال فصل اول صفحہ ۱۰۸۔

"Ego Possideo plus Pallante"

فصل چہارم - مسالینہ

(۱۶) - ان حرکتوں میں ملکہ مسالینہ موالی کی مددگار تھی ؛ واضح رہے کہ جوانی میں کلودیوس کی نسبت جولیہ خورد کی بیٹی امی لیہ لپی دہ سے ہوئی تھی لیکن جولیہ کی بدچلنی کی وجہ سے یہ نسبت بھی چھوٹ گئی - اس کی دوسری دلھن لیویہ کامیلہ عین عروسی کے دن فوت ہوئی - آخر پلوتیہ ارگولانیلہ سے اس کا بیاہ ہوا - وہ ایم پلوتیوس سیل وانوس کی بیٹی تھی جس نے الی ریکم میں بہت نام پایا تھا - لیکن اس بیوی کو بھی ایک غلام سے آشنائی کرنے کی بنا پر اس نے چھوڑ دیا [1] اور الیہ پتینہ سے شادی کی جس سے ایک بیٹی ہوئی - مگر ۳۸ء کے قریب بغیر کسی خاص وجہ کے اسے بھی طلاق دی اور والریہ مسالینہ سے بیاہ کر لیا جیسا کہ اشارۃً پہلے بیان ہو چکا ہے - یہ تیز طرار عورت باپ کی طرف سے مشہور مقرر مسالاکوروی نوس کی اولاد میں تھی لیکن اس کی ماں دومیشیہ لپیدہ کا سلسلۂ نسب سیزروں کے خاندان سے ملتا تھا - خود کلودیوس اور لپیدہ انتونی کے اور اغسطس کی بہن اکتاویہ کے نواسہ نواسی اور آپس میں خالہ زاد بھائی بہن ہوتے تھے ؛ سیرت ذاتی کے اعتبار سے مسالینہ کا نام بے حجاب بدکاری میں ضرب المثل ہو گیا ہے - اسکی بدکرداری اور سرمستی کے جو قصے محفوظ ہیں، ان میں مبالغے کی آمیزش نظر آتی ہے لیکن اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ وہ بڑی عیاش عورت تھی اور رومہ کی عورتوں پر اس نے بہت برا اثر ڈالا، کہتے ہیں کہ شاہی موالی خاص کر نارکی سوس کے ساتھ وہ ناجائز تعلقات رکھتی تھی اور یہ بالکل یقینی نظر آتا ہے کہ بادشاہ کو غافل رکھنے میں وہ اور یہ موالی ملے ہوئے تھے - ملکہ کی عشقبازیوں کو تو لوگوں سے یہ موالی مخفی رکھتے

---

[1] پلوتیہ سے کلودیوس کے دو بچے ہوئے تھے - ایک تو لڑکا دروسوس جس کی سجانوس کی ایک بیٹی سے منگنی کی تھی مگر وہ بچپن ہی میں مر گیا - اور دوسرے ایک بیٹی پانچ مہینے کی تھی کہ جب پلوتیہ کی بدکاری ظاہر ہوئی تو اُسے بھی بادشاہ نے محل سے باہر پھکوا دیا ؛

تھے اور اُن کے غبن کو ملکہ چھپاتی تھی۔ بہ الفاظ دیگر مسالینہ تو اپنے دل کے ارمان نکالتی رہی اور اُدھر نارکی سوس اور پالاس نے اتنی کثیر دولت جمع کر لی کہ ایک مرتبہ کلودیوس نے روپے کی کمی کی شکایت کی تو لوگوں نے اس سے کہا کہ اگر یہ دو موالی آپ کو صرف اپنا شریک بنالیں تو آپ کے پاس روپے کی کوئی کمی نہ رہے گی۔

(۱۷)۔ مسالینہ کو جو مرتبہ حاصل تھا اس کے ظاہری استقلال اور حفاظت کا ایک سبب یہ ہوا کہ بادشاہ سے اس کے ایک بیٹا تی بریوس کلودیوس جرمانی کوس پیدا ہوا جسے کچھ عرصے بعد فتح برطانیہ کی یادگار میں "بری طانی کوس" کا لقب ملا۔ وہ اپنے باپ کی تخت نشینی کے تھوڑے ہی دن بعد ماہ فروری میں پیدا ہوا تھا اور ایک تخت نشین قیصر کے ہاں بیٹا ہونے کا یہی پہلا موقع تھا لیکن یہ تجویز کہ اسے اغسطس کا یا اس کی ماں کو اغسطہ کا خطاب دیا جائے[1] کلودیوس نے منظور نہ کی۔ گر اس رتبے سے محروم رہنے کے باوجود جو لیویہ کو حاصل ہوا تھا، مسالینہ کا یہ اعتبار بھی کچھ کم نہ تھا کہ اسے فرمان خاص کی رو سے کار پنتم (ایک دو پیا گاڑی) میں سوار ہونے کی اجازت ملی جس کا استعمال بالعموم مذہبی تہواروں میں اب تک وہی لوگ کر سکتے تھے جو کوئی مذہبی منصب رکھتے ہوں۔ اگرچہ اس قسم کی اجازت اس سے پہلے بادشاہ کی ماں انتونیہ کو بھی دی جا چکی تھی۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کلودیوس نے اپنی دونوں بھتیجیوں جولیہ اور اگری پینہ کو جلاوطنی سے واپس بلا لیا تھا۔ اگری پینہ کا شوہر سن دومی تیوس اہینو بار بوس مر چکا تھا اور اپنی واپسی پر اُس نے کریس پوس پاسی نوس سے شادی کر لی۔ جولیہ کا رشتہ ایم وی نی سیوس کے ساتھ ہوا۔ یہ دونوں شہزادیاں جوان اور قبول صورت تھیں اور جرمانی کوس کی بیٹیاں اور گایوس کی بہنیں ہونے کی بنا پر کلودیوس کے دربار میں انھیں رسوخ حاصل ہوا اور ان کی طرف سے طرح طرح کی بدگمانیاں بھی پیدا ہو گئیں۔ اگری پینہ نے تو گردو پیش کے

---

[1] پھر بھی صوبوں میں مسالینہ کو اکثر اغسطہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

خطرے دیکھکر حزم و احتیاط سے کام لیا مگر جولیہ کے اپنے چچا کی جانب نمایاں میلان سے مسالینہ کو حسد پیدا ہو گیا۔ جولیہ کو دوبارہ دیس نکالا ملا اور روہیں وہ فاقہ کشی سے مر گئی۔ حکیم سینیکا بھی، جو اپنی دولتمندی اور نیز تصنیف تالیف کی وجہ سے مشہور ہو گیا تھا، جولیہ کا آشنا ہونے کی بنا پر خارج البلد ہوا اور کورسیکہ بھیجدیا گیا۔ اگرچہ تعجب یہ ہے کہ اس کے مال و متاع کی ضبطی نہ ہوی۔ سال آیندہ ۴۲ء میں مسالینہ کے جذبۂ انتقام کی خاطر اس سے بھی بڑھکر نا انصافی عمل میں آئی۔ اپیوس سیلانوس خاندان جونیہ کا ممتاز امیر تھا اور ملکہ کی ناجائز خواہشوں کی تعمیل سے اس نے انکار کر دیا تھا اور اگرچہ اس کی شادی ابھی دنوں خود مسالینہ کی ماں دومیشیہ لیپیدہ کے ساتھ ہوی تھی لیکن مسالینہ نے اسے تباہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چونکہ سیلانوس کے خلاف کسی الزام کی گنجایش نہ تھی لہذا مسالینہ اور اس کے ہمراز نارکی سوس نے ایک عجیب قسم کا جعل تیار کیا۔ یعنی ایک دن صبح سویرے نارکی سوس بادشاہ کے کمرے میں آیا اور خوف و دہشت کے لہجے میں کہنے لگا کہ اسی رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ سیلانوس نے بادشاہ کا خون کر دیا! اس پر مسالینہ نے بیان کیا کہ مجھے بھی آج ہی وحشتناک خواب نظر آیا ہے۔ یہ عجیب مطابقت سن کر وہمی اور بزدل کلودیوس کے ہوش و حواس غائب ہو گئے اور ابھی اس کے دل سے پوری طرح دہشت زائل نہ ہوئی تھی کہ خود سیلانوس جس سے بادشاہ نے ملاقات کا وقت مقرر کیا تھا کمرے میں داخل ہوا۔ گر اس وحشت و بدحواسی میں کلودیوس کو وقت مقرر کرنے کا تو خیال آیا نہیں الٹی، سیلانوس کے اچانک آجانے سے، ان شبہوں کی تصدیق ہو گئی جو خوابوں کے سننے سے پیدا ہو گئے تھے۔ مسالینہ اور نارکی سوس نے اس عمدہ موقع سے فائدہ اٹھایا اور فریب خوردہ بادشاہ کو بلا وقت سیلانوس کے قتل کا حکم دینے پر رضامند کر لیا۔

اگر یہ کہانی صحیح ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملکہ اور بادشاہی موالی اپنا مطلب نکالنے میں کس درجہ بے باک و بے اصول تھے اور بادشاہ کس طرح کلیۃً ان کی مٹھی میں آگیا تھا۔ مسالینہ کی حرص و حسد کے اور بہت سے ممتاز اشخاص بھی شکار ہوے۔ انہی میں ایل کورنلیوس اسکپیو کی بیوی پوپیہ سابینہ تھی جسکی

نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کی سب سے خوبصورت عورت تھی، اس کا اصلی قصور تو یہ تھا کہ اس نے ایک رقّاص (بہ مخلنے) منیسترپر ڈورے ڈالے جس پر خود مسالینہ فریفتہ تھی۔ لیکن الزام یہ وارد کیا گیا تھا کہ سابینہ نے والریوس ایشیاتیکوس سے، جو اس سال (۴۷ئہ) کا قنصل اور ایک متمول اور صاحب اثر امیر تھا، زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اس امیر کو محض اس لئے مقدمے میں الجھایا گیا تھا کہ ملکہ مسالینہ پلن کیان پہاڑی کے لوکولوسی باغوں کو خود ہتھیانا چاہتی تھی جو والریوس کو ورثے میں ملے تھے۔ علاوہ ازیں اس پر غدارانہ منصوبوں کا بھی الزام لگایا گیا اور مجلس اعیان کے روبرو اپنی صفائی میں کچھ کہنے سننے کا موقع نہیں دیا گیا بلکہ مقدمے کی سماعت مخفی طور پر شاہی محل میں ہوی اور موت کے فیصلے کے ساتھ مجرم کو اختیار دیا گیا کہ وہ جس قسم کی موت چاہے خود پسند کر لے۔ والریوس نے خودکشی کا طریقہ پسند کیا جو ان دنوں بہت مقبول تھی اور نہانے اور کھانا کھانے کے بعد اپنی شہ رگ کاٹ دی جس سے خون بہ کر وہ ہلاک ہو گیا۔ پوپیہ (سابینہ) نے مقدمہ ختم ہونے سے پہلے ہی اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا تھا۔

(۱۸) اب تک مسالینہ اور موالی کے مقاصد میں کوئی اختلاف و تصادم نہ ہوا تھا۔ بہ مخلنے منیستر کے ساتھ ملکہ کی آشنائی یا ایشیاتیکوس کے باغوں کی ضبطی سے موالی کا کچھ نہ بگڑتا تھا لیکن اب جو مسالینہ نے ایک رومی امیر گایوس سیلیوس کے ساتھ محبت کا رشتہ جوڑا تو معاملے کی نوعیت بدل گئی کیونکہ اس قسم کے تعلق سے تخت شاہی مخدوش ہو گیا۔ یہ کسی طرح قرین قیاس نہ تھا کہ سیلیوس کے مرتبے کا کوئی آدمی بھی بغیر کسی خاص طمع کے مسالینہ جیسی بدنام عورت سے تعلق پیدا کرنا پسند کرے گا۔ پس ضرور تھا کہ اس عشق و التفات کی تہ میں دولت وجاہ کی ہوس پنہاں ہو۔ لیکن بادشاہی موالی کے اغراض اپنے آقا کی ذات سے وابستہ تھے اور بادشاہ کے زوال دولت کی صورت میں اُن کی تباہی یقینی تھی۔ لہذا انھوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ گایوس سیلیوس کو تخت صدارت تک نہ پہنچنے دیں گے اور جب مسالینہ نے ان کی فہمایش کی کوئی سماعت نہ کی تو وہ خود مسالینہ

گرانے کے درپے ہو گئے! (۴۸ء)

ملکہ اپنے نئے آشنا کے عشق میں سرشار تھی۔ اُس نے گایوس سے کہہ سنکر اس کی بیوی کو طلاق دلوادی اور وعدہ کیا کہ کلودیوس کے مرتے ہی گایوس سے شادی رچالے گی کیونکہ بادشاہ کا جسم ضعیف دنیا میں چندہی روز کا مہمان نظر آتا تھا۔ لیکن آخر سیلیوس کو اپنی خطرناک اور معلق حالت سے اندیشہ ہوا اور غالباً اپنی چاہنے والی کی وفاشعاری سے مشتبہ ہوکربھی اس نے اصرار کیا کہ مسالینہ کلودیوس کا خاتمہ کرنے کی دلیری کر گزرے۔ وہ اقرار کرتا تھا کہ اس کانٹے کے نکل جانے کے بعد میں بری طانیکوس کو گود لے کر خود اسی کے نام اور اسی کے اتالیق کی حیثیت سے حکومت کروں گا۔ گر مسالینہ اس کی یہ سب مرادیں پوری کرنے کی زیادہ مشتاق نہ تھی وہ ڈرتی تھی کہ اگر سیلیوس کی سب سے بڑی آرزو پوری ہوگئی تو کیا عجب ہے کہ وہ میری بداطواری کی بناپر اس وقت مجھے چھوڑ بیٹھے۔ تاہم لوگوں کو جلانے اور شرم واخلاق کی فضیحت کرنے میں اُسے ایسامزا آتا تھا کہ وہ شوہر کے جیتے جی اپنے آشنا سے باقاعدہ شادی رچانے پر آمادہ ہوگئی۔ انہی دنوں کلودیوس اوستیہ جانیوالا تھا، گر روانہ ہونے نہ پایا تھا کہ رمّالوں نے حکم لگایا کہ "مسالینہ کے شوہر پر" ضرور کوئی آفت آنے والی ہے۔ پھر بادشاہ سے کہا گیا کہ اس آفت کو اپنے سر سے ٹالنے کے لئے بہتر ہے کہ وہ اپنی بیوی کی کسی دوسرے سے جھوٹ موٹ شادی ہوجانے دے۔ اس فرضی شادی کے واسطے گایوس سیلیوس کا انتخاب کرالیا گیا منگنی کی رسم خود بادشاہ سلامت کے حضور میں ادا ہوئی بلکہ نکاح نامے پر خود بدولت نے دستخط ثبت کئے اور پھر وہ تو اوستیہ کی طرف روانہ ہوا اور ادھر مسالینہ نے علالت کے بہانے ٹھیر کر وہ کام کیا جس کا یقین آنا دشوار ہے۔ یعنی فی الحقیقت پوری ریت رسم کے ساتھ سیلیوس سے اپنی شادی رچائی۔[1]

---

[1] جوناکل اس مضمون کی صراحت کرنے میں، کہ حسن ایک خطرناک نعمت خداداد ہے، سیلیوس کا ذکر پیش کرتا ہے کہ وہ محض اپنی خوبصورتی کی وجہ سے تباہ ہوا۔ پھر اس شادی کی بھی اس نے تصویر کھینچی ہے، (دیکھو، باب دہم صفحہ ۱۳۱ وغیرہ)

نارکی سوس، پالاس اور کالیس توس کے لئے یہ بہت نازک وقت تھا۔ اب وہ تلے ہوئے تھے کہ جس طرح بن پڑے گا یوس سیلیوس کا استیصال کر دیں لیکن اس کام میں پھونک پھونک کے قدم رکھنے کی ضرورت تھی۔ مسالینہ کو اب تک جو اقتدار و رسوخ حاصل تھا اس کا تازہ ترین ثبوت پولی بیوس کا قتل تھا جو ملکہ اور سیلیوس کی عاشقی میں رخنہ ڈالنا چاہتا تھا۔ پس نارکی سوس نے اسے بے خبری میں اس طرح پھانس لینے کا منصوبہ سوچا کہ مسالینہ کا، اس سے پہلے کہ بادشاہ سے دوچار ہونے کی نوبت آئے، فیصلہ ہی ہو جائے۔ اس کام کے لئے اس نے دو عورتوں کو جن سے بادشاہ بہت مانوس تھا، گانٹھ لیا کہ کلودیوس کو خواب غفلت سے ہوشیار کریں اور اصل معاملے کی عجیب و غریب حقیقت سے آگاہ کر دیں، اس کے بعد جب حسب قرار داد نارکی سوس کو بادشاہ کے حضور میں طلب کیا گیا تو اس نے مسالینہ کے حیرتناک قصے کی تصدیق کی اور کہنے لگا "کلودیوس کو کچھ خبر بھی ہے کہ خود اس کی بیوی اسے طلاق دے چکی اور مجلس اعیان، فوج اور سب شہر والوں کے سامنے اس نے سیلیوس کے ساتھ اپنا عقد کر لیا؟ اور کیا وہ اب تک اس بات کو نہیں جانتا کہ اگر اس نے فوراً کوئی تدبیر نہ کی تو دارالسلطنت مسالینہ کے نئے شوہر کے قبضے میں ہوگا؟" بادشاہ یہ ماجرا سنکر حیران رہ گیا۔ اسے اس روایت کا کسی طرح یقین نہ آتا تھا لیکن محل کے اور لوگوں نے اس کے سچے ہونے کی گواہی دی اور اصرار کیا کہ وہ جس قدر جلد ہو سکے واپس روما پہنچ کر فوج خاصہ کی پناہ لے۔ خوف و ہراس سے اب کلودیوس کے ہوش ٹھکانے نہ تھے۔ اس نے اپنے آپ کو بالکل اپنے مشیروں کے حوالے کر دیا کہ وہ جو چاہیں سو کریں اور روما واپس آتے میں بار بار سوال کرتا تھا "بادشاہ تو میں ہوں نا؟ سیلیوس تو ایک معمولی شہری ہے نا؟" فوج خاصہ کے دو ناظموں میں سے ایک لوسیوس گتا، ملکہ مسالینہ کا ہوا خواہ تھا لہٰذا نارکی سوس نے اس پر بھروسا نہ کیا بلکہ کلودیوس کو آمادہ کر لیا کہ صرف ایک دن کے واسطے فوج کی سرداری خود اسے (نارکی سوس کو) دے دے، پھر یہ منظوری لیتے ہی اس نے روما حکم بھیجا کہ سیلیوس کے مکان پر قبضہ اور جو لوگ وہاں ہوں سب کو گرفتار کر لیا جائے۔ پھر وہ خود بھی کلودیوس کی گاڑی میں بیٹھ گیا

کہ مبادا شاہی رفیق، وی تلیوس اور لارجوس اکلودیوس کے ارادے میں تزلزل پیدا کردیں۔ ان میں ایل وی تلیوس وہ شخص ہے جس نے تی بیریوس کے ماتحت ممالک ایشیا میں نام پیدا کیا اور پھر بے حد چاپلوسی کرکے گایوس کا تقرب حاصل کیا تھا۔ اس موقع پر اس نے کوئی خاص رائے دینے سے بہ احتیاط پہلو بچایا اور کلودیوس کے شکوے شکایت کے جواب میں اتنا ہی کہتا رہا "کیسی رسوائی کی بات ہے! کیسے خوف کا مقام ہے!" تاکہ اس کام کی جو کچھ ذمہ داری ہے وہ نارکی سوس ہی کے سر رہے۔

(۱۹) ادھر سیلیوس کے مکان میں، ملکہ فصل انگور کا جشن منانے میں مصروف تھی؛ شراب کھینچنے کے حوضوں سے عرق انگور کی نہریں بہ رہی تھیں۔ بہت سی عورتیں گوپیوں[1] کا بہروپ بھرے، کندھوں پر چرمے ڈالے رقص مستانہ دکھا رہی تھیں۔ خود مسالینہ "چوب عشاق[2]" ہاتھ میں لئے پنیٹی پھرا رہی تھی اور سیلیوس عشق پیچاں کا تاج اور صحرا نوردوں کا موزہ (بوسکنز) پہنے اس کے پہلو میں گھومتا پھرتا تھا۔ یک بہ یک اس رنگ میں بھنگ تو اس بدفالی سے پڑی کہ ویتوس والنس نامی طبیب کسی بہت اونچے درخت پر چڑھ گیا اور جب لوگوں نے پوچھا "کہو کیا دیکھا" تو نہ معلوم بطور شگون یہ بات اس کے دل میں القا ہوئی یا محض ہنسی سے اس نے جواب دیا کہ "اوستیہ کی طرف سے ایک خوفناک طوفان کی آمد آمد نظر آتی ہے!" اور تھوڑی دیر میں یہ اطلاع مل گئی کہ واقعی کلودیوس آرہا ہے اور انتقام لینے آرہا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی رنگ رلیاں کرنے والے کافور ہوگئے۔ سیلیوس تو دوڑ کر چوک میں چلا آیا کہ اپنے خوف کو کاروبار میں مصروف دکھا کر چھپائے اور مسالینہ بھاگ کر لوکلوسی باغوں میں آگئی۔ انھیں فرار ہوئے

[1] بلے کانت (Bacchante) یعنی باکوس دیوتا کی ساتھ والیوں سے مراد ہے۔ مترجم
[2] یعنی تھیرسوس (Thyrsus) یونانی قصوں میں عشاق ایک چھڑی لئے رہتے ہیں جس کے سرے پر عشق پیچاں کی بیل منڈھی ہوتی تھی۔ مترجم

زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ نارکی سوس کے فرستادہ سپاہی آپہنچے اور بعض مہمان جنہوں نے جان بچانے میں سستی کی تھی، گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن مسالینہ کو ابھی تک یہ اندیشہ نہ تھا کہ معاملے کے روبراہ ہونے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ شوہر کے دل پر جو اقتدار اسے حاصل تھا وہ اس کے بھروسے پر پھولی تھی۔ اس نے انتظام کر لیا تھا کہ پہلے اس کا بیٹا بری طانی کوس اور بیٹی اُکتاویہ اپنے باپ سے جا کر ملیں اور زبان حال سے اپنی ماں کی شفاعت کریں۔ نیز مقدس کنواریوں کی سب سے بڑی بوڑھی وبی دیہ کو منت سماجت کر کے اس نے رضامند کیا تھا کہ وہ جائے اور کلودیوس سے بہ حیثیت صدر ہونے کے عفو و کرم کی التجا کرے۔ پھر وہ خود پیادہ پا شہر کا راستہ پورا طے کر کے اوستیہ کی طرف روانہ ہوئی اور کوئی سواری میسر نہ آئی تو ایک گراچی پر ہی بیٹھ گئی جو باغ کا کوڑا پھینکنے پر مقرر تھی۔ لیکن یہ ساری تدبیریں بے کار ثابت ہوئیں۔ نارکی سوس نے کلودیوس کو مسالینہ کی آہ و زاری اور چیخ و پکار سننے ہی نہ دی اور شہر میں داخل ہوتے وقت وبی دیہ نے شفاعت کی تو اسے یہ جواب دے کے رخصت کر دیا گیا کہ ملکہ کو اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع دیا جائے گا۔ کلودیوس نے سیلیوس کے مکان کا خود معائنہ کیا اور وہاں بہت سی ایسی چیزوں کے علاوہ جن سے اسے خواہ مخواہ اور اشتعال ہوا ہوگا، مجرم کے باپ کی مورت بھی بڑے کمرے میں نصب نظر آئی جسے مجلس اعیان گرا دینے کا حکم نافذ کر چکی تھی۔ پھر کلودیوس فوج خاصہ کی چھاؤنی میں آیا اور عدالت کے ممبر پر اس نے اجلاس کیا۔ سیلیوس نے برأت کی کوئی کوشش نہ کی بلکہ صرف اتنی درخواست کی کہ جس قدر جلد ممکن ہو مجھے ہلاک کر دیا جائے چنانچہ وہ فوراً قتل کرا دیا گیا۔ یہی حشر و تیوس والنس اور بعض اور لوگوں کا ہوا جن پر سیلیوس کی اعانت مجرمانہ کا الزام تھا۔ مسالینہ سے ناجائز تعلقات کی بنا پر منیستر بھی مارا گیا۔ اور اسی طرح ایک نائٹ سکستوس مون تانوس کو موت کی سزا دی گئی جس کو آشنائی کئے صرف ایک دن گزرا تھا۔ اس اثنا میں مسالینہ لوکولوسی باغ میں واپس چلی آئی اور ہنوز مایوس نہ ہوئی تھی۔ اس مصیبت و ادبار کے وقت میں اس کی ماں دومیشیہ لیپیدہ، جو اقبالمندی کے زمانے میں اس سے بالکل الگ رہی تھی، بیٹی کے پاس آگئی۔ اس نے مسالینہ کو سمجھایا کہ جلاد کی چھری کھانے

پہلے بہتر ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنا کام تمام کرلے اور جتا یا کہ " زندگی کے دن پورے ہو چکے ۔ اب تمہارے لئے بجز ایک شریفانہ موت کے اور کچھ باقی نہیں ہے " مگر مسالینہ کو جان پیاری تھی اور وہ اپنے شوہر کی طبیعت کا رنگ جانتی تھی ۔ فی الواقع سزاؤں کے احکام نے کلودیوس کو تھکا دیا تھا اور وہ عدالت سے اٹھکر کھانا کھانے محل میں چلا آیا تھا ۔ کھانے سے فارغ ہوکر بھی " اس بدنصیب عورت " کے نام سے مسالینہ کو جو حکم بھیجا گیا کہ وہ دوسرے دن آئے اور اپنے الزامات کی جوابدہی کرے اس میں رحم کی آمیزش موجود تھی ۔ لیکن نارکی سوس نے ٹھان لی تھی کہ مسالینہ کو جوابدہی کا موقع ہی نہ دیا جائے ۔ چنانچہ اس نے فوراً چند جمعداروں اور ایک تری بیون کو حکم دیا کہ جاکر مجرمہ کو قتل کردیں اور ان سے کہا کہ " یہی بادشاہ کا حکم ہے " اس وقت مسالینہ نے چاہا تھا کہ تلوار بھونک کر خود ہلاک ہو جائے لیکن اس سے یہ کام نہ ہو سکا اور تری بیون کے ایک ہاتھ نے اس کا فیصلہ کیا ۔ مسالینہ کی لاش اسکی ماں کے پاس چھوڑ دی گئی ۔ ادھر کلودیوس شراب کے نشے میں پچھلے واقعات بھول چال گیا اور کچھ دیر بعد پوچھنے لگا کہ وہ خاتون سامنے آنے میں کیوں سستی کر رہی ہے ؟ اور جب کسی نے جواب دیا کہ وہ تو مر گئی تو اس نے صرف شراب کا ایک اور جام طلب کیا اور پھر مسالینہ کا کبھی نام بھی نہ لیا ۔ مجلس اعیان نے فیصلہ کیا کہ اس کا نام تمام کتابات سے محو کر دیا جائے اور نارکی سوس کو حسن خدمت کے صلے میں " کواستور " کا رتبہ عنایت کیا گیا ۔

مسالینہ کے آخری اور سب سے زیادہ ڈھٹائی کے کوتک کی عجیب وغریب روایت اور اس کے ناگہانی زوال وخاتمے کی سب سے کم بعید از قیاس شکل یہ ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ۔ پھر بھی اس کے کھلے بندوں سیلیوس کے ساتھ شادی رچانیکا

ع یہ وہ روایت ہے جسے مری ویل نے اختیار کیا اور تاسی توس کے بیان میں سوتونیوس کے اس قول کی بنا پر ترمیم کی کہ کلودیوس نے اپنی بیوی کو سیلیوس سے شادی کرنے کی اجازت دی تھی تاکہ وہ اس آفت سے محفوظ رہے جو رمالوں کی پیشین گوئی کے بموجب " مسالینہ کے شوہر " پر آنے والی تھی ۔

معاملہ اس وقت تک معمہ ہی رہے گا جب تک کہ کوئی بالکل نئی شہادت اس کے متعلق دستیاب نہ ہو جائے

فصل پنجم - اگریپینہ - کلودیوس کی موت

(۳۰۱) - مسالینہ کا خاتمہ ہو گیا اور اب سوال یہ تھا کہ اس کا جانشین کون ہو اس بارے میں شاہی موالی متفق نہ تھے - نارکی سوس تو مصر تھا کہ کلودیوس اپنی دوسری مطلقہ بیوی الیہ تینہ کو پھر واپس لے لے اور کالیس توس شاہ گایوس کی مطلقہ بیوی پولینہ کے واسطے کوشاں تھا - گر پالاس بادشاہ کی بھتیجی اگری پینہ کا دم بھرتا تھا اور یہ ذہین عورت جسے جاہ طلبی، بلا پارسائی کے، اپنی ماں سے متوارث ہوئی تھی، بہت دن سے کلودیوس پر قابو پانے کی گھات لگا رہی تھی - اور یہ بادشاہ عورتوں کے عشوہ و ناز سے بہت جلد دل ہاتھ سے دے بیٹھتا تھا - اگری پینہ کو دھن لگی ہوئی تھی کہ کسی طرح اس کا بیٹا لوسیوس دومی تیوس سلطنت کا مالک ہو جائے اور وہ خود ایسا اقتدار حاصل کر لے جیسا کہ کبھی لیویہ کو حاصل تھا۔ یہ سراغ لگانا محال ہے کہ مسالینہ کے استیصال کی سازشوں میں اس کا بھی کسی حد تک دخل تھا یا نہیں مگر اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ نے مسالینہ کی سیرت کو جس پیرائے میں دیکھا اس میں اگری پینہ کی قلمکاری کا کچھ نہ کچھ حصہ ہوگا - کیونکہ اس خاتون نے اپنے سوانح خود تحریر کئے ہیں جن میں محلات شاہی کے خفیہ واقعات کو آشکار کیا ہے اور یہ قریب قریب یقینی ہے کہ انہی سوانح سے مورخ تاسی توس نے مسالینہ کی بد اطواری کے حالات اخذ کئے تھے اور یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ اگری پینہ نے اپنی رقیب و دشمن کا حال بیان کرنے میں رنگ آمیزی اور دروغ گوئی سے کام لیا ہو

الغرض اگری پینہ اپنے شوہر پاسی ئنوس کے مر جانے سے آزاد اور خوب مالدار ہو گئی تھی اور اب اس نے ٹھان لی تھی کہ چچا سے شادی کرے حالانکہ اس قسم کا رشتہ رومیوں میں مذموم تھا۔ اس کے کرشمہ و ادا اور پھر پالاس کی تائیدی وکالت سے کمزور کلودیوس جلد مسخر ہو گیا اور مسالینہ کے قتل کو چند ہی مہینے

گزرے تھے کہ اگری پینہ کلودیوس پر بالکل ایک بیوی کی مثل حاوی ہوگئی۔ یہ سال ختم ہونے سے قبل اُس نے اپنے بیٹے کو تخت سلطنت پر پہنچانے کی پہلی کارروائی تو یہ کی کہ بادشاہ کی بیٹی اکتاویہ سے اس کی منگنی کا سامان کرلیا۔ ابھی تک اس لڑکے کی عمر گیارہ برس کی تھی لیکن اگری پینہ تہیہ کرچکی تھی کہ وہ جوان ہوتے ہی اکتاویہ سے بیاہ دیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے پہلے اس نسبت کو منقطع کرنا ضروری تھا جو اکتاویہ سے اغسطس کی نواسی کے نواسے ایل سیلانوس کی ہوچکی تھی۔ اس کام میں اگری پینہ کو وی تلیوس نے بہت مدد دی جو عہدہ احتساب میں بادشاہ کا شریک کار تھا اور بوجہ پرخاش ذاتی سیلانوس کو تباہ کرنے پر آمادہ تھا۔ اس نے کلودیوس کو اطلاع دی کہ سیلانوس اپنی حقیقی بہن سے ناجائز تعلق رکھتا ہے اور اس خبر سے بادشاہ کو اتنا صدمہ پہنچا کہ اُس نے فوراً اپنی بیٹی کی نسبت منسوخ کردی۔ سیلانوس اس سال پریتور مقرر ہوا تھا یہ عہدہ اس کو حکماً چھوڑنا پڑا اور وی تلیوس نے اس کا نام اعیان کی فہرست سے بھی اپنے گزشتہ احتسابی اختیارات کی بنا پر خارج کر دیا حالانکہ اب وی تلیوس محتسب نہ تھا۔

(۲۱) جب دومی تیوس اور اکتاویہ کی نسبت ہونے میں یہ رکاوٹ دُور ہوگئی تو اگری پینہ کے لئے صرف یہ باقی رہگیا کہ اپنے چچا سے باقاعدہ شادی کرنے کی تدبیر کرے۔ ؎ بھائی کی بیٹی سے شادی کرنے کی رومی تاریخ میں کوئی نظیر میسر نہ آسکتی تھی اور اس قسم کا تعلق زنا یا محرمات میں محسوب ہوتا تھا۔ یوں بھی کلودیوس مذہب کے معاملات میں بہت محتاط و پابند آدمی تھا اور چند ہی روز پہلے سیلانوس پر جس الزام کو سُن کر اُس نے سخت رنج و غضب ظاہر کیا تھا خود اسی قسم کا فعل کرنے سے لرزتا تھا۔ لیکن اس موقع پر دوبارہ وی تلیوس نے اگری پینہ کی دستگیری کی اور مجلس اعیان میں مجوزہ رشتے کی تائید میں لمبی چوڑی معقول سی تقریر کی اہل مجلس نے زور و شور سے تحسین و آفرین کے نعرے لگائے اور اس وقت خود بادشاہ سلامت نے مجلس میں آکر یہ قانون نافذ کرا دیا کہ آیندہ سے بھائی کی بیٹیوں کے ساتھ ازدواج

؎ مگر بہن کی بیٹی (بھانجی) کیساتھ بیاہ کرنا جائز نہ رکھا تھا اور طرفہ تر یہ کہ اہل روما نے اس امتیاز کو بھی برابر قائم رکھا!

جائز مانا جائے گا۔ پھر شروع ۴۹ئہ میں کلودیوس کی چوتھی شادی ہوی مگر عین بیاہ کے دن اگو یا اس کو نحس بنانے کیلئے اُکتا ویہ کا پہلا منگیتر سیلانوس خودکشی کر کے مرگیا۔ اگری پینہ کا ایک اور شکار لولیہ پولینہ ہوی جس نے ہمچشمی کا دعوی کیا اور کلودیوس کے ساتھ شادی کی خواستگار ہوی تھی۔ اس پر یہ الزام لگا یا گیا کہ پولینہ بادشاہی ازدواج کے متعلق کلدانی کاہنوں سے مشورے کرتی ہے۔ اور مجلس میں خود بادشاہ نے اس کے خلاف تقریر کی چنانچہ اُسے اطالیہ سے دیس نکالا ملا مگر کہتے ہیں اگری پینہ نے ایک تری بیون اس کے پیچھے لگا دیا کہ اُسے قتل کر ڈالے۔

(۲۲) بادشاہ کی نئی ملکہ اور پہلی بیوی میں ایک نمایاں فرق یہ تھا کہ مسالینہ محض نفسانی خواہشوں کی بندہ تھی اور اگری پینہ کو حکومت واقتدار کا ہوکا تھا؛ وہ محض بادشاہ کی بیوی بننے پر قانع نہ تھی بلکہ اس کی فرماں روائی میں شریک رہنا چاہتی تھی اور اغسطہ کے لقب سے جو ۵۰ئہ میں عطا ہوا اُسے یہ مرتبہ حاصل ہوگیا۔ یہ لقب اس سے پہلے دو اور عورتوں کو بھی مل چکا تھا لیکن اگری پینہ انتونیہ کی مثل محض نام کی اغسطہ نہ تھی بلکہ لیویہ کی طرح اس کے ملقب ہونے کے معنی یہ تھے کہ وہ ملکی اختیارات میں بھی حصہ دار ہے۔ مگر اس سے بھی بڑھکر ایک امتیاز اگری پینہ کو وہ حاصل ہوا جو اغسطس کی ملکہ کو بھی میسر نہ آیا تھا۔ وہ یہ کہ اگری پینہ پہلی رومی ملکہ تھی جس کی تصویر اُس کے جیتے جی سکوں پر کندہ کرنے کی مجلس اعیان نے منظوری دی؛ پھر یہ کہ جب کلودیوس اپنے "احباب" یا باہر کے سفیروں سے ملاقات کرتا تو اس کی بیوی ایک شاہانہ تخت پر اس کے قریب نشست رکھتی تھی۔ اور شہر او بیای میں وظیفہ یاب سپاہیوں کی نوآبادی کو "کولونیہ اگری پی نن سیس" کے نام سے موسوم کرنے کا حال ہم اوپر پڑھ چکے ہیں؛ کہا جاتا ہے کہ پالاس کو اپنی ہواخواہی میں سرگرم رکھنے کی غرض سے اگری پینہ اس کے ساتھ ناجائز تعلق رکھتی تھی لیکن مجموعی طور پر اس کے زمانہ اقتدار میں دربار شاہی کے ظاہری اخلاق واطوار غالباً بہت اچھے رہے اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آداب شاہی کی سختی سے پابندی کی جانے لگی؛

(۲۳) اگری پینہ اپنے بیٹے کی ترقی کی دُھن میں بری طانی کوس کے ساتھ خواہ مخواہ بے رحمی کا برتاؤ کرنے لگی تھی۔ ۲۵ر فروری سنہ ۵۰ء کے دن اس کا بیٹا نروکلودیوس سیزر دروسوس جرمانی کوس کے نام سے باضابطہ کلودیوس کی برادری میں داخل کر لیا گیا۔ امرا کی اس برادری میں ایک غیر شخص کی تبنیت کی یہ پہلی مثال تھی اور قدامت پسند بادشاہ دومی تیوس کو گود لینے پر آمادہ نہ تھا۔ لیکن جب اسے اغسطس کی مثال یاد دلائی گئی تو وہ مغلوب ہو گیا اور اب نرو تیزی سے ترقی کے مدارج طے کرنے لگا۔ سال آئندہ اسے بالغ مردوں کا لباس پہننے کی اجازت ملی اور اسی کے ساتھ مجلس کے حکم سے وہ ولی عہد ("جوونِ توتیس") کہلانے لگا نیز پروقنصلی اختیارات عطا ہوئے اور بیس ہی سال کی عمر میں عہدہ قنصلی کے واسطے نامزد کر دیا گیا۔ یہ اعزازات کلودیوس کا آیندہ جانشین ثابت کرنے کے لئے بالکل کافی تھے مگر اگری پینہ نے اسی پر بس نہ کی بلکہ اپنے بیٹے کو دینی پیشواؤں کی اعلیٰ جماعتوں، یعنی، موبدوں کا ہنوں اور پانزدہ اور ہفت نگاہ پیشواؤں کے زمروں، میں بھی "سوپرانومرم" (= مزید) بنوادیا اور یہ ایسا امتیاز تھا جو اغسطس کے زمانے میں اس کے چاہیتے نواسوں گایوس و لوسیوس کو بھی نہیں ملا تھا۔ اپنی شہزادی اکتاویہ سے نرو کی نسبت پہلے ہی قرار پا چکی تھی اور اگرچہ اب وہ کلودیوس کا لے پالک اور قانون کی رُو سے اکتاویہ کا بھائی بن گیا تھا لیکن تبنیت بھی اس کی اکتاویہ سے خلاف دستور شادی میں کوئی مانع نہ سمجھی گئی اور سنہ ۵۳ء میں ان کا بیاہ ہو گیا۔

اس اثنا میں بری طانی کوس کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ ہوتا رہا گویا وہ محض بچہ ہے۔ حالانکہ اس کی عمر نرو سے کچھ ہی کم تھی۔ پھر اس کے خلاف دھوکے سے طرح طرح کی غلط فہمی اور بے مہری باپ کے دل میں پیدا کرائی گئی۔ ایک مرتبہ یہ شہزادے ایک دوسرے سے ملے تو نرو نے بری طانی کوس کو اس کا نام لے کے صاحب سلامت کی۔ جواب میں بری طانی کوس نے بھی اُسے "دومی تیوس" کے اصلی نام سے خطاب کیا۔ اس بات کی اگری پینہ نے کلودیوس سے سخت شکایت کی اور کہا کہ اس میں نرو کی تبنیت اور مجلس اعیان کے احکام کی کمال بے توقیری مضمر تھی۔ غرض اس کی لگائی بجھائی سے کلودیوس اس قدر آشفتہ ہوا کہ اس نے اپنے بیٹے کے ایک اتالیق کو موت کی اور دوسرے استادوں کو جلاوطنی کی سزا دی

اور بری طانی کوس کو اس کی سوتیلی ماں کے آدمیوں کی نگرانی میں دیدیا؛ اسی طرح اگری پینہ کی ریشہ دوانی سے فوج خاصہ کے دونوں ناظم جو مسالینہ کے ہوا خواہ اور اس کے بیٹے کی تخت نشینی کے متمنی تھے، عہدے سے برطرف کر دئے گئے اور انکی جگہ بروس مقرر ہوا جو اپنی مربّیہ کا دل سے طرفدار تھا۔ پھر جتنے فوجی سردار بری طانی کوس کے خیر خواہ تھے، چن چن کے الگ کر دئے گئے۔ بایں ہمہ مسالینہ کے فرزند کا نہ صرف مجلس اعیان میں ایک بڑا گروہ طرفدار تھا بلکہ خود محل کے اندر اس کا ایک باا ثر مددگار موجود تھا۔ یہ نارکی سوس (مولی) تھا جس نے اپنی پوری قوت صرف کی کہ اگری پینہ کا زور ٹوٹ جائے۔ اور نرو تخت نشین نہ ہوئے۔ اکتاویہ کی شادی کے بعد سے اس کشمکش میں مزید شدت آگئی تھی۔ نارکی سوس کے فریق نے وی تلیوس کو قانونی شکنجے میں پھنسانے کی دھمکی دی اور اگری پینہ کے ساتھ اس شخص کی عقیدت مندی کا حال ہم پہلے پڑھ چکے ہیں۔ پھر پریس کوس کی سزایابی سے بھی ظاہر ہو گیا کہ اغسطہ کا اقتدار خلل سے خالی نہیں ہے۔ اصل میں اگری پینہ کو ایک عالی خاندان اور نہایت دولتمند امیر استاتی لیوس تورُوس کے باغ اور مکان کی طمع تھی۔ توروس افریقہ کا صوبہ دار تھا اور اسی صوبے کی حکومت کے زمانے میں جبر و زیادہ ستانی نیز جادوگری کے الزام پریس کوس نے اُس پر وارد کئے۔ توروس نے جواب دہی کو اپنی کسرِ شان سمجھا اور زندگی کا خود خاتمہ کر لینے کو ترجیح دی۔ گر مجلس نے الزام لگانے والے (پریس کوس) کو بھی اپنی جماعت سے خارج کر دیا اور اگری پینہ کی، جس نے اسے بچانے کی انتہائی کوشش کی تھی، کچھ پیش نہ گئی؛ اس کے علاوہ بعض اور قرائن بھی تھے جن سے عجب نہیں کہ اگری پینہ کو بہت خوف پیدا ہوا ہو۔ اوّل تو کلودیوس پھر اس بات پر مائل نظر آتا تھا کہ اپنے بیٹے بری طانی کوس کو اس کا حق دے اور زبان سے بھی کہہ چکا تھا کہ اسے سن بلوغ کا چغہ پہننے کی اجازت دے دینی چاہیئے۔ دوسرے ایک مرتبہ یہ فال بدبھی اسکے منہ سے نکلی کہ میری قسمت میں تو یہ لکھا ہے کہ پہلے اپنی بیویوں کی بیہودگیاں برداشت کروں اور پھر انھیں سزا دوں؛ اور ان سب باتوں سے بعض اوقات گمان ہوتا تھا کہ عجب نہیں پھر ایک مرتبہ نارکی سوس کا رسوخ غالب آجائے۔

(۳۴) اگری پینہ نے نار کی سوس کی بیخکنی کی بھی کوشش کی کہ فوکینی جھیل کی بدتر و خراب ہونے کا سبب اسی کی بد انتظامی کو قرار دیا۔ مگر اس میں وہ کامیاب نہ ہوئی البتہ چند ہی روز کے بعد دومیشیہ لپیدہ کے استیصال کے معاملے میں جو اس کی سب سے زبردست حریف تھی، اُسے فتح نمایاں حاصل ہوئی۔ لپیدہ، (اغسطس کی بھانجی (انتونیہ دکلاں) اور ایل دومی تیوس کی بیٹی ہونے کی وجہ سے اغسطس کی نواسی اور مسالینہ کی ماں ہونے کے باعث بری تانی کوس کی سگی نانی ہوتی تھی اور خود اگری پینہ کے پہلے شوہر سن دومی تیوس ہی کی بہن یعنی اگری پینہ کی نند تھی۔ "سن و سال" حسن و جمال اور دولت و مال کے اعتبار سے ان دونوں میں زیادہ فرق نہ تھا۔ اور اوصاف ذاتی کے لحاظ سے، دونوں بے عصمت، بدنام اور تند مزاج تھیں۔ بہ الفاظ دیگر جسطرح خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں وہ ایک دوسرے کی جوڑ کی تھیں اسی طرح ذاتی بداطواریوں میں بھی باہم دگر حریف و مدمقابل تھیں"[1] اگری پینہ کی جلاوطنی کے زمانے میں اسکا بیٹا نرو لپیدہ ہی کی آغوش تربیت میں پلا اور بعد میں بھی لپیدہ اظہار محبت اور ناز برداری سے اُسے اپنا بنانے کی کوشش کرتی رہی کیونکہ خود اسکی ماں (اگری پینہ) کا سلوک اسکے برعکس سختی اور بدمزاجی کا تھا۔ القصہ لپیدہ پر الزام لگایا گیا کہ وہ جادو منتر کے زور سے ملکہ کی جان کے درپے ہوگئی ہے اور نیز اپنی جاگیر واقع کلابریہ میں شورہ پشت غلاموں کے جرگے ملازم رکھتی اور نقض امن کراتی رہتی ہے۔ یہ مقدمہ غالباً خود بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا اور اسی موقع پر اگری پینہ اور نارکی سوس کی پوری قوت کا امتحان ہوا جس نے لپیدہ کو بچانے میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ لیکن اس مقابلے میں بازی اگری پینہ کے ہاتھ رہی اور لپیدہ کو موت کی سزا کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ لیکن اس فتحمندی کے باوجود اور کلودیوس کے نرو کے حق میں وصیت نامہ لکھنے پر آمادہ ہو جانے کے باوصف، اگری پینہ کو مستقبل کی طرف سے پوری طرح اطمینان نہ تھا اور وہ گردش ایام سے ڈرتی تھی۔

(۳۵)۔ اس حال میں اگری پینہ کی اس سے بڑھکر خوش نصیبی نہ ہوسکتی تھی کہ کلودیوس مرجائے۔ اور وہ واقعی اکتوبر ۵۴ء میں مرگیا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ

---

[1] تاسی توس۔ وقائع جلد دوازدہم صفحہ ۶۴

اسے ملکہ نے زہر دے کے مارا۔ اور اگرچہ ہم اس جُرم کا کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتے لیکن یہ روایت نہایت قرین قیاس ہے۔ کلودیوس کی عمر چونسٹھ سال کی تھی اور وہ ضعیف و بیمار رہنے لگا تھا۔ وفات اُس وقت واقع ہوئی جب کہ نارکی سوس رومہ سے باہر معدنی چشموں کی خاطر سنوسا گیا ہوا تھا اور اس اتفاق سے بھی مذکورۂ بالا روایت کی تائید ہوتی ہے کہ بادشاہ کے ساتھ دغا کھیلی گئی کیونکہ نارکی سوس ہی اگری پینہ کے تیور پہچانتا تھا۔ اس بارے میں جو قصّہ ہمیں پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ اگری پینہ نے لوکوستہ کو اس کام پر مقرر کیا تھا۔ یہ لوکوستہ زہر کے مصنوعی مرکبات تیار کرنے میں بہت ماہر سمجھی جاتی تھی اور تاسی توس مورخ کے بقول مدّت تک "آلۂ بادشاہ گری[1] رہی"۔ اس موقع کے لئے بھی اس نے ایک عجیب زہر تیار کیا جسکا خاصہ یہ تھا کہ فوری ہلاکت کی بجائے آہستہ آہستہ جان کو گھلا دیتا تھا اور یہ زہر کلودیوس کو "کلاہ باراں" میں پکا کر دیا گیا[2]۔ لیکن کسی سبب سے یہ زہر تاثیر نہ کرسکا اور اگری پینہ ڈری کہ کہیں راز نہ افشا ہو جائے لہذا اس نے اپنے محرم راز طبیب **زنوفون** کا آسرا لیا اور اُس نے بے تکلف زہر میں بجھا ہوا پَر قے کرانے کے بہانے بادشاہ کے حلق میں پہنچا دیا۔

(۲۶)۔ کلودیوس کی وفات کے وقت نیرو کی تخت نشینی کے اتنے اسباب مہیا تھے کہ گایوس کو تی بریوس کی وفات کے وقت یہ بات نہ تھی۔ یہ سچ ہے کہ جس طرح گایوس کو دروسوس کے بیٹے کی رقابت کا اندیشہ تھا اسی طرح نیرو کو بھی کھٹکا تھا کہ کہیں اہل ملک بری طانی کوس کے حق میں فیصلہ نہ کر دیں۔ لیکن اُسے پروقنصلی اختیارات اور دوسرے کئی عہدے حاصل تھے، جو گایوس کو

---

[1] "انتزا انس ترومنتا رجنی" ۔ وقائع ۔ جلد دوازدہم صفحہ ۶۶۔

[2] "کلاہ باراں" جیسے "سانپ کی چھتری" یا "کُکر متا" بھی کہتے ہیں یورپ والوں کی مرغوب غذا ہے (مترجم) اس کھانے کا ذکر جوونال نے اپنی نظم میں کیا ہے۔ (باب پنجم) صفحہ ۱۴۷ و ۱۴۸)۔

ق بریوس کی زندگی میں نہیں دئے گئے تھے۔ نیرو کی پشت پناہی کے لئے اس کی ماں کا رسوخ تھا اور سب سے بڑھکر یہ کہ فوج خاصہ کا ناظم بُرّوس دل و جان سے اس کا طرفدار تھا۔ غرض، جب گایوس ہی کی تخت نشینی میں کوئی خرخشہ پیدا نہ ہوا تو نیرو کے معاملے میں بھی کسی قسم کی دشواری پیش آنے کا احتمال ہونا نہ چاہئے تھا بایں ہمہ اگری پینہ نے ہر قسم کی پیش بندی کر لی کہ کامیابی میں کوئی رکاوٹ سامنے نہ آئے۔ اس نے بادشاہ کی وفات کی خبر چند گھنٹے تک چھپائے رکھی اور حیلے بہانوں سے اس کے بیٹے یا بیٹی کو اس وقت تک محل کے باہر نہ جانے دیا جب تک کہ اسکے بیٹے کی بادشاہی فوج خاصہ نے تسلیم نہ کر لی۔ دوپہر کے قریب محل کے پھاٹک یک بیک کھلوا کر نیرو ان سپاہیوں کے سامنے آیا جو اس وقت پہرے پر تھے، اور بروس کے، جو نیرو کے ساتھ تھا، اشارہ کرتے ہی سپاہیوں نے نعرہ ہائے تہنیت سے اس کا خیر مقدم کیا۔ کہتے ہیں بعض سپاہی مذبذب تھے اور انھوں نے بری طانی کوس کا نام لیا تھا کہ اسے بلایا جائے مگر یہ تذبذب صرف تھوڑی دیر کا تھا پھر نیرو پالکی میں بیٹھ کر فوج خاصہ کی چھاؤنی میں آیا اور مناسب وقت مختصر سی تقریر کی۔ فوج والوں نے اس کے جواب میں "امپراطور" کے خطاب سے اسکی سلامی اُتاری اور یہ دوسرا موقع تھا جب کہ فوج خاصہ نے سلطنت کے فرماں روا کا انتخاب کیا اور اپنے "باپ" کلودیوس کی مثل نیرو نے بھی سپاہیوں کو بطور خاص انعام دینے کا وعدہ کیا؛ مجلس اعیان نے فوج کا فیصلہ تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہ کیا اور اسی دن (یوم تاج پوشی نیرو، ۱۳ اکتوبر) وسیع اور غیر محدود صورت میں پروقنصلی کا عہدہ "لکس و امپریو" کے تمام امتیازات اور لقب اغسطس نیرو کو دیدئے۔ تری بیونی اختیارات کی کسر رہ گئی تھی۔ ان کی منظوری کی رسم چار دسمبر کے دن مجلس عوام کے جلسے میں ادا ہوئی اور صدر کے تمام حقوق و اعزاز کی تکمیل کر دی گئی۔ بیرونی صوبوں کے رومی جیوش نے بھی نئے بادشاہ کے انتخاب کی خبر سنکر کسی ناخوشی کا اظہار نہیں کیا۔

(۲۷)۔ دستور کے مطابق مجلس اعیان کا ایک جلسہ اس غرض سے

منعقد ہوا کہ متوفی بادشاہ کے قوانین پر غور کرے۔ اور اسے کلودیوس کی خوش قسمتی کہئیے کہ اسے بھی وہی اعزاز حاصل ہوا جو اس کے مقتدی اغسطس کے حصے میں آیا تھا اور جس سے گایوس دتی بریوس محروم رہے تھے۔ یعنی قرار پایا کہ کلودیوس بھی دیوتاؤں کے زمرے میں جگہ پانے کا مستحق ہے اور اس کی پرستش کے لئے خاص پروہت مقرر کر دئے گئے۔ اس کے جاری کردہ احکام کو جائز و نافذ تسلیم کیا گیا۔ اس کے جنازے کی رسوم اغسطس کے جنازے کے نمونے کے مطابق ادا ہوئیں اور اگری پینہ نے اپنی پردادی لیویہ کی ریس میں دل کھول کے روپیہ خرچ کیا۔ لیکن متوفی بادشاہ کا وصیت نامہ کسی عام جلسے میں پڑھکر نہیں سنایا گیا کہ مبادا اس میں بریطانی کوس پر سوتیلے بیٹے کو جو ترجیح دی گئی تھی، وہ موجب شماتت ہو جائے۔

(۲۸) جنازے کا خطبہ ایل انیوس سینیکا نے تحریر کیا تھا اور نیرو نے پڑھا۔ کلودیوس کے ساتھ شادی ہوتے ہی اگری پینہ نے ایک کام یہ کیا تھا کہ سینیکا کو کورسیکہ کی جلاوطنی سے نجات دلائی اور واپس بلا کر اپنے بیٹے کی تکمیل تعلیم اسکے سپرد کر دی۔ سینیکا جلاوطنی کے زمانے میں خوشامد و چاپلوسی کی تدبیروں سے اپنی سزا معاف کرانے میں کوشاں رہا اور اس نے بادشاہی مولی پولی بیوس کے نام ایک رسالہ بھی تحریر کیا تھا جس میں بادشاہ کی نہایت مبالغہ آمیز تعریف و ستائش بھری تھی۔ مگر کلودیوس نے اس پر کوئی التفات نہ کیا اور سینیکا نے دل میں انتقام لینے کی ٹھان لی۔ چنانچہ کلودیوس کو مرے ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس نے ایک ہجو لکھکر اپنا دل ٹھنڈا کیا اور واقعی ایسی ہجو تھی کہ یادگار رہے گی۔ "یہ تالہ" یعنی خدا بنائے جانے کا ناٹک "اپو لوکین توسیس" کے نام سے موسوم ہے جس کے معنی "جنت کی حقداری" کے سمجھنے چاہئیں اور اسی کا دوسرا نام "کلودیوس قیصر کی موت کا تماشا" ہے جس میں کلودیوس کے بہشت بریں پر پہنچنے کی تمسخر انگیز تصویر کھینچی ہے۔ کہ جب وہ ہانپتا کانپتا وہاں پہنچا تو سارے دیوتا اس کی عجیب و غریب شکل دیکھکر اور اس کی منہ ہی منہ میں گھٹی ہوئی باتیں سنکر، جو کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھیں، حیران رہ گئے پھر غور و مباحثے کے بعد جب وہ اسے اپنے زمرے میں لینے پر کچھ آمادہ ہوئے

تو اغسطس دیوتا نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور ایک ایک کر کے وہ سب جرائم و مظالم گنوائے جن سے اس کی بھانجی کے بیٹے کا عہد حکومت داغدار تھا۔ اس پر دیوتاؤں نے فیصلہ کیا کہ بے شک یہ شخص (کلودیوس) بہشت بریں سے نکال دئے جانیکے لایق ہے اور مرکیوری دیوتا گردن پکڑ کر اسے گھسیٹتا ہوا وہاں لے گیا (یعنی دوزخ کے سب سے آخری طبقے میں) جہاں سے کوئی واپس نہیں آسکتا:

"I Lhue unde negant Enlire guenguam"

لیکن ابھی گھسٹتے میں وہ سڑک سا گزرتا ہے جہاں اس کی لاش جلائی جارہی ہے اور یہاں دیکھتا ہے کہ اہل رومہ اس طرح اپنے گیت پھر رہے ہیں کہ گویا انھیں کسی ظالم کی قید سے نجات حاصل ہوی۔ پھر جب وہ تحت الثریٰ میں پہنچتا ہے تو "کلودیوس اب آتا ہے، اب آتا ہے!" کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور یہاں اسے ایک مجمع کثیر گھیر لیتا ہے جس میں اعیان، نائٹ، موالی اور خاندانی رشتہ دار ہر قسم کے وہ لوگ موجود ہیں جنھیں اس کے عہد میں جہنم واصل کیا گیا تھا۔ اس پر کلودیوس کے منہ سے نکلتا ہے کہ "یہاں تو ہر طرف میرے دوست اور شناسا موجود ہیں! بھلا آپ لوگ یہاں کس طرح آپہنچے؟" اور اس کا جواب یہ ملتا ہے "سنگ دل ظالم، تو ہم سے یہ سوال کرتا ہے؟ دوستوں کے قاتل، تیرے سوا ہمیں یہاں بھیجنے والا اور کون ہو سکتا ہے!" پھر اسے ایاکوس[۱] کی عدالت میں لے جاتے ہیں اور وہاں اس کے خلاف قتل و خون کے استغاثے پیش ہوتے ہیں۔ یہ جرائم صحیح ثابت ہوتے ہیں اور اسے سزا دی جاتی ہے کہ ابدًا دوزخ میں رہے۔ اور ٹوٹے ہوے خانے سے پانسہ پھینکا کرے۔

سنیکا کی یہ ہجو، لوگوں میں کلودیوس کے دیوتا بنائے جانے کی عام طور پر جو تحقیر و تضحیک ہوی، اس کا آئینہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی مضحکہ انگیز صورت کے آدمی کے ربانیوں کے زمرے میں داخل کئے جانے سے خود اس خدائی تقدس کا طلسم باطل ہو گیا جو اغسطس نے عہدۂ صدارت کے لئے قائم کرنا چاہا تھا:

[۱] یونانی دیومالا میں دوزخ کے تین قاضیوں میں سے ایک ایاکوس مانا جاتا تھا۔

باب شانزدہم

فتح برطانیہ

ذیلی عنوان :- (۱) برطانیہ کو فتح کرنے کے لئے اغسطس کے منصوبے۔ اس کے جانشینوں کا طرز عمل۔ اس فتح کی اغراض۔ برطانیہ کے ساتھ سیاسی تعلقات (۲) اس مہم کے واسطے کلودیوس کی تیاریاں (۴۳ء)۔ اولوس پلوتیوس، (۳) فوجوں کا ورود برطانیہ میں۔ پلوتیوس کی جنگ آرائی اور تری نووانتس پر فتحیابی۔ کلودیوس کی آمد۔ (۴) کلودیوس کا فاتحانہ داخلہ۔ (۵) پلوتیوس کی مزید فتوحات (۴۳ء تا ۴۷ء)۔ اس کا پیولا، پلوتیوس کی جگہ لیتا ہے۔ قبائل ای کنی کی بغاوت۔ (۶) (۷) مغرب میں سیلور اور اردوویس کیساتھ لڑائیاں۔ کراک تاکوس۔ رومیوں کی فتح عظیم (۵۱ء) کراک تاکوس کا روما آنا۔ (۸) مغرب میں جنگ کی گرم بازاری۔ کمالودونم میں نوآبادی بنانا (۹) ویدیوس گالوس صوبہ دار برطانیہ۔ (۱۰) سوتونیوس پولی نوس کی صوبہ داری (۵۹ء تا ۶۱ء) مونا میں جنگ وجدال۔ (۱۱) ای کنی اور مشرقی اضلاع کی بغاوت۔ سوتونیوس اسے فرو کرتا ہے۔ نتائج۔ (۱۲) سوتونیوس کی بازطلبی اور توربی لیانوس کا تقرر۔

فصل اول۔ پلوتیوس کی فتح برطانیہ (جنوبی۔)

(۱) اُن دشوار کاموں میں جنھیں سیزر اعظم نے ناتمام چھوڑا تھا کہ اس کے بعد آنے والے قیصر اُن کی تکمیل کریں، ایک کام برطانیہ کی فتح تھی۔ غالیہ پر قبضہ ہونے کے بعد، جرمانیہ کی طرح، برطانیہ کی فتح کا خیال آنا ایک قدرتی سی بات تھی اور

گواغسطس کے قریبی جانشینوں نے رہائن کی طرح رودبار انگلستان کو عبور نہیں کیا، تاہم وہ اس کے شمال کے جزیرے کو بھولے نہ تھے۔ خود اغسطس نے دومرتبہ اس جزیرے پر فوج کشی کی تیاریاں کی تھیں مگر دونوں دفعہ یہ منصوبہ ناتمام رہ گیا۔ ۳۴؁ ق م بھی عین اس وقت کہ وہ حملہ کرنے والا تھا دلماشیہ میں بغاوت ہوجانیکے باعث اسے غالیہ ہی سے واپس جانا پڑا[1] اور سنین ابعد کی نظمیں دیکھنے سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اہل رومہ "التیما تھیولہ" (جزیرۂ انتہائے شمال) کی فتح کے متعلق کامل یقین رکھتے تھے کہ خانہ جنگیوں کے خاتمے کے بعد یہ جزیرہ دولت رومہ کے زیرنگیں آکر رہے گا۔ ہوریس متاسف ہے کہ اہل برطانیہ کو مشکیں باندھکر لانے اور رومہ کی سڑکوں پر پھرانے کی بجائے اہل رومہ آپس ہی میں ایک دوسرے پر تلوار چلارہے ہیں[1]۔ پھر ۲۷؁ ق م میں جب تمام سلطنت پر اغسطس کا تسلط ہوگیا اور عام طور پر لوگ سمجھے کہ اب ان کی امید برآئے گی اور نیا فرمان روا عنقریب ایک نئے صوبے کا اضافہ کرے گا تو اس وقت بھی ہوریس دعا کرتا ہے کہ تقدیر سیزر کی حامی ہو جو زمین کے سرے کے بسنے والے برطانیوں پر عنقریب فوج کشی کرنے والا ہے[1]۔ یہ صاف طور پر پتہ نہیں چلتا کہ اس ارادے پر عمل نہ کرنیکا سبب کیا ہوا۔ مگر ممکن ہے کہ کنتابریہ کی جنگ اور سلاسیون کے ساتھ آویزش پیدا کرنے جن کی فکر نے اس کی توجہ ان دنوں جذب کر رکھی تھی، اسے مزید جنگ و جدال کا سامان کرنے سے باز رکھا ہو۔ بہر حال پھر اغسطس نے کبھی تسخیر برطانیہ کا ازسرنو تہیہ نہ کیا اور اسی طرح تی بیریوس بھی اس ارادے سے باز رہا۔ وہ تسلیم کرتا تھا کہ برطانیہ پر قبضہ کرنا ضروری ہے مگر اغسطس نے وصیت کی تھی کہ آیندہ حدود سلطنت میں توسیع نہ کی جائے اور تی بریوس کو اپنے پیش رو کے اس اصول کا احترام منظور تھا، اس کے بعد گایوس کو بھی اس طرف توجہ ہوی لیکن اس کی مہم کا غالیہ

---

[1] ایود۔ فصل ہفتم صفحہ ۷۔

[2] قطعات۔ فصل اول صفحہ ۳۵۔ نیز "التی کا تھیول" کی فتح کے خیال کے متعلق دیکھو درجیل کی جیور جیکس جو ۳۰؁ ق م میں شایع ہوئی تھی۔ باب اول صفحہ ۳۰۔

کے ساحل پر جو تسخیر انگیز حشر ہوا وہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ غرض، تقدیر کی اعجوبیت دیکھئے کہ فتح برطانیہ کا وہ کام جس میں سیزر اعظم کو دو مرتبہ ناکامی ہوئی، جسے اغسطس نے دشوار سمجھکر چھوڑ دیا، اور جس میں قدم رکھنے سے تی بریوس نے پہلو بچایا، کلودیوس کی تلوار سے سرانجام پانا لکھا تھا۔ طرفہ تر یہ کہ جہاں تک معلوم ہو سکا یہ منصوبہ اس کے مشیروں کا سجھایا ہوا بھی نہ تھا بلکہ اس نے اپنے آپ سوچا تھا اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جن دنوں وہ غالیہ میں مذہب درویند کی بیخ کنی کے درپے تھا، اسی زمانہ میں اسے برطانیہ پر قبضہ کرنے کا خیال بھی پیدا ہوا کیونکہ غالیہ کے شمالی ساحل اور جزیرۂ مقابل میں جو مسلسل آمد و رفت تھی، اس کی وجہ سے یہ ناممکن ہو گیا تھا کہ برطانیہ پر رومی تسلط ہوئے بغیر پرستش کی ان وحشیانہ رسموں کا سدّباب کیا جائے جو غالیہ اور برطانیہ کے لوگوں میں مشترک تھیں۔ اس کے علاوہ یہ واقعہ کہ اغسطس نے تسخیر برطانیہ کا قصد کیا تھا، کلودیوس کے واسطے جو اغسطس کے نقش قدم پر چلنے کا آرزومند تھا، ایک اور وجہ تحریک ہوا ہوگا۔ نیز قرینہ کہتا ہے کہ اس منصوبے میں کلودیوس کے موالی نے بھی اس کی تائید کی ہوگی۔ کیونکہ عجب نہیں ان موالی کو برطانیہ کی کثرت مال و زر کا غلط اندازہ ہو اور وہ وہاں کی فتح سے خود نفع اٹھانے کی امیدیں باندھتے ہوں۔

شاہان برطانیہ کے ساتھ اغسطس و تی بریوس کے دوستانہ روابط تھے، وہاں کے مفرور امیر اغسطس اور پھر کایوس کے ہاں پناہ گزیں رہے تھے اور خود کلودیوس کی فوج کشی کا وقتی سبب بھی بیان کیا گیا ہے کہ برطانیہ کا ایک امیر بری کوس خانگی جھگڑوں سے تنگ آکر اپنے ملک سے بھاگا۔ اور ارمی نیوس کی طرح جس نے کایوس سے مدد مانگی تھی اس نے کلودیوس سے اعانت کی درخواست کی یہ بری کوس غالباً ترباتس قوم کے رئیس کا ایک بیٹا تھا، جو سیورن اور ٹیمز ندیوں کے درمیان آباد تھی۔ لیکن اس شخص کو ریاست پر بحال کرنا، درحقیقت محض اس فتح کا ایک حیلہ تھا جو مدت سے شدنی نظر آتی تھی،

(۲) بادشاہ نے عزم کر لیا کہ وہ خود برطانیہ جائے اور بذات خاص

اتنی بڑی فتح پانے اور ایک نئے صوبے کو سلطنت میں الحاق کرنے کی ناموری حاصل کرے۔ مگر انتظام کر لیا گیا تھا کہ اس کے لئے رستہ پہلے سے صاف کر دیا جائے اور وہ عین مہم کے سر ہونے کے وقت برطانیہ پہنچے۔ فوج کشی کے واسطے تین جیش جرمانیہ کے اور ایک پانونیہ کا، کل چار جیش انتخاب ہوئے جن کے نام اور نشان یہ ہیں:۔ دوم اوگستا۔ چہاردہم جمینا، جنوبی جرمانیہ سے۔ بستم والریا وک ترکیس، شمالی جرمانیہ سے۔ اور نہم ہسپانیہ، صوبہ پانونیہ سے۔ ان باقاعدہ افواج کے علاوہ، حسب معمول کمکی افواج کی بھی جمعیت، جس میں کئی رسالے اور پیادہ کوہورٹ تھے، مہم کے ساتھ کی گئی۔ اور اس کا سردار اولوس پلوتیوس منتخب ہوا۔ یہ شخص غالباً کلودیوس کی مطلقہ بیوی پلوتیہ ارگو لانیلہ کا کوئی رشتہ دار تھا اور ہمارے تاریخی ماخذوں میں اسے "مجلس اعیان کا سب سے نامی گرامی رکن" لکھا ہے۔ اس وقت وہ یقیناً ان صوبوں میں سے کسی جگہ کا سپہ سالار ہو گا جہاں کی فوجیں مہم کے واسطے منتخب کی گئی تھیں۔ یعنی شمالی یا جنوبی جرمانیہ کا یا ممکن ہے کہ بلجیکہ کا ہو۔ اس کے ساتھ کئی نہایت لایق اور نامی سردار کئے گئے جن کے انتخاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس مہم کو کس قدر اہمیت دی گئی تھی۔ ان سرداروں میں ویسپاسین گا ایسا خاص طور پر قابل ذکر ہے جس کے نصیب میں ایک دن خود روما کا بادشاہ ہونا لکھا تھا۔ وہ ایک قابل سردار تھا جس کے جنوبی جرمانیہ میں جیش سالار ہونے کا حال پہلے ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ اسی طرح دوسرا جیش سالار فلاویوس وسپاشیانوس تھا جسے تقدیر کا لبا کی مثل تخت روما کا مالک بنانے والی تھی۔ غالباً ایک اور جیش کی سپہ سالاری ہوسی دیوس گتا کے سپرد تھی جس نے موریتانیہ میں سوتونیوس پولی نوس کے کام کی تکمیل کی تھی۔ باقی سرداروں میں والریوس ایشیاتی کوس اور سنیتوس ساتورنی نوس بھی قابل ذکر ہیں جن میں سے پہلا کچھ عرصے بعد مسالینہ کے ظلم کا شکار ہوا۔

تخمینہ کیا گیا ہے کہ فوج کی کل تعداد ساٹھ ہزار آدمیوں سے زیادہ تھی۔[1]

---

[1] مومسن کا سب سے زیادہ اندازہ چالیس ہزار اور ہوبنر کا سب سے اونچا تخمینہ ستر ہزار فوج کا ہے۔

اور انھیں ساحل برطانیہ پر پہنچانے کے لئے باربرداری کی بے شمار کشتیاں فراہم کرنی پڑیں۔ چنانچہ اطالیہ کے بحری مرکزوں یعنی راونہ اور میزنم سے بہت سے جہاز گسوریاکم (= بولان) بھیجے گئے اور سنہ ۴۳ء کے آغاز میں رومی فوجیں اسی مقام پر جمع ہوئیں جہاں سے ٹھیک ایک سو برس قبل جولیس سیزر اسی مقصد کے لئے نہیں لیکر جہازوں پر سوار ہوا تھا۔ مگر فوج والے پہلی ناکامیوں اور دشواریوں کو ابھی تک بھولے نہ تھے۔ اور جب پلوتیوس نے مہم کا اصل مقصد سپاہیوں کے سامنے بیان کیا تو ان کی طرف سے بے دلی بلکہ عدول حکمی کا اظہار ہوا۔ پلوتیوس نے یہ اطلاع روما بھیجی اور وہاں سے نارکی سوس کو روانہ کیا گیا کہ سپاہیوں کو راہ راست پر لائے۔ نارکی سوس نے سرکش سپاہیوں کو بلا کر سمجھایا بجھایا اور سپاہی بھی اس کی غلامی پر چند آوازے کسنے کے بعد حکم شاہی کی تعمیل پر رضامند ہو گئے۔

(۴) برطانیہ کے ساحل پر پہنچنے میں ہوائے مخالف سے کچھ دشواری تو پیش آئی لیکن رومی فوجیں صحیح سالم پہنچ گئیں اور اہل برطانیہ کی طرف سے مزاحمت ہوئے بغیر تین ساحلی مقامات پر لنگر انداز ہوئیں۔ قرینہ چاہتا ہے کہ یہ تینوں مقام سیسکس اور کینٹ کے سواحل پر واقع تھے لیکن بعض لوگوں کی رائے ہے کہ رومیوں نے بہت دور مغرب میں ہٹ کر یعنی پورٹسمتھ کے قریب لنگر ڈالے تھے۔ ساحل سے رومیوں کی پیش قدمی کے راستے کو بھی یقین کیساتھ متعین کرنا ممکن نہیں مگر اس میں کوئی شک نہیں معلوم ہوتا کہ ان کا پہلا مقصد تری نووانتس قوم کو مغلوب کرنا تھا جو تھا میس (= ٹیمز) کے شمال کے اس علاقے میں آباد تھی جو اب اسیکس و ہرٹ فورڈ کے اضلاع میں داخل ہے۔ لیکن اس قوم کا حکم برطانیہ کے تمام جنوب مشرقی حصے پر چلتا تھا۔ جولیس سیزر کے وقت میں اسی قوم کے رئیس کاسی ولونوس نے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے ایک جتھا بنایا تھا۔ اس زمانے میں اس قوم کا صدر مقام

---

۱ سیزر بندرگاہ ای تیوس سے جہاز میں روانہ ہوا تھا اور یہ جگہ شاید وہی تھی جہاں ویزاں آباد ہے۔

درولامیوم (= سینٹ البانس) تھا لیکن بعد میں کنو بلی نوس نے اسے
کمالودونم (= کول چیسٹر) میں منتقل کر لیا تھا۔ شکسپیر نے جس کمبے لین یا سیمبے لین
کا ناٹک لکھا ہے اس کی اصل یہی "کنو بلی نوس" ہے۔ الغرض اسی رئیس کے دو فرزند
کراک تاکوس[1] اور تکو دُوم نوس نامی قوم کے سردار تھے اور وہی پلوتیوس کے
مقابلے میں لڑنے نکلے۔ ان کی چال یہ تھی کہ کسی طرح حملہ آوروں کو دلدل اور گھنے
جنگل کے علاقے میں لگا لائیں مگر ان دونوں کو دو علیحدہ علیحدہ میدانوں میں شکست فاش
ہوئی۔ بوڈُونی قبیلہ جو ان کے ماتحت تھا، رومیوں کا مطیع ہو گیا اور ان کے علاقے
میں رومیوں کی ایک چھاؤنی قائم ہو گئی۔ تھوڑے دن بعد رومیوں کو جنگلی برطانوی
ایک ندی تک لگا کے لائے اور ممکن ہے کہ یہ مڈوے ہو۔ غالباً ان کی رہنمائی شاہ
اب ریاتس کر رہا تھا جو رومیوں کا ہوا خواہ اور اُس بریکوس کا باپ تھا جس نے
فرار ہو کر کلودیوس کی پناہ لی اور اسے حملہ کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ ندی پر برطانیوں
نے سخت مقابلہ کیا مگر آخر دو دن کے بعد رومی سپاہی اسے عبور کر گئے۔ اس لڑائی
میں وسپاژیان اور گِتا نے سب سے بڑھکر ناموری پائی۔ دشمن یہاں سے
پسپا ہو کر تھامیسس کے پرے ہٹ گیا۔ ان کے تعاقب میں بتاوبری کچھ کومکی
افواج نے تیر کر ندی کو پار کر لیا اور چند رومی دستے بھی آگے بڑھکے کسی پل پر
سے دوسرے کنارے پر اتر گئے لیکن انھیں شکست کھا کے واپس ہونا پڑا
اور پلوتیوس نے فیصلہ کیا کہ دریا اتر کے کاری ضرب لگانے سے پہلے کچھ روز انتظار
کرے کہ بادشاہ اور امدادی افواج بھی وہیں آملیں۔ اور اس اثنا میں اس نے
جو علاقہ فتح کیا تھا اس پر پوری طرح تسلط بٹھا لیا بلکہ عجب نہیں کہ شاہ
کوگی ڈوب نوس اسی زمانے میں رومیوں کی طرف آملا ہو۔ یہ رگنی قوم کا
رئیس تھا جس کے صدر مقام کے متعلق تحقیق ہوی ہے وہ موجودہ چچسٹر میں
تھا۔ یہ رئیس رومیوں کی ہوا خواہی میں ہمیشہ ثابت قدم نکلا اور کلودیوس نے
بطور انعام اسے روما کے ملکی حقوق، خطاب جلیس سالار اور عطائے ریاست سے

[1] غالباً اس نام کی زیادہ صحیح صورت "کراتاکوس" ہے۔

(جو غالباً اس کی اپنی موروثی ریاست تھی) سرفراز کیا۔ اس کی ایک یادگار گڈ وڈ پارک میں اب تک موجود ہے[1] جس میں اس کا نام "تی بریوس کلودیوس کوگی دوبنوس" تحریر ہے کیونکہ اس نے بادشاہ کے نام کو اپنے نام میں شامل کر لیا تھا۔

القصہ کلودیوس روما میں ایل وی تلیوس کو اپنا نائب بنا کے خود پورے لاؤلشکر کے ساتھ (جولائی کے قریب) جہاز میں ماسیلیہ روانہ ہوا اور وہاں سے صوبۂ غالیہ کو طے کر کے موسم جنگ ختم ہونے سے قبل برطانیہ آگیا جہاں غالباً رومی فوجیں لونڈی نیم (= لنڈن) کے آس پاس کہیں خیمہ زن تھیں۔ پھر سایۂ اقبال شاہی میں ایک بڑی لڑائی ہوئی جس میں اہل برطانیہ کو سخت ہزیمت ہوئی اور تری نووانتس کا صدر مقام کمالودونم مسخر ہوگیا۔ کلودیوس کی "امپراطور" کے لقب سے فوج والوں نے کئی بار سلامی اُتاری حالانکہ دستور یہ تھا کہ ایک جنگ میں صرف ایک ہی مرتبہ یہ رسم ادا کی جائے۔ فتح کے بعد شہر کمالودونم کو خود بادشاہ نے اپنے قدوم سے مفتخر کیا اور برطانیہ میں رومی تمدن پھیلانے کے لئے اسی مرکز کا انتخاب کر لیا۔

(۴) بادشاہ جزیرۂ برطانیہ میں کل ۱۶ دن سے زیادہ نہ ٹھیرا اور فتوحات کی توسیع و تقویت کا کام اپنے سپہ سالار کے سپرد کر کے اس نے مراجعت کی۔ یعنی رودبار کو دوبارہ اتر کے موسم سرما غالیہ میں بسر کیا اور اگلے موسم بہار (۴۴ءٔ) میں واپس روما پہنچ گیا۔ اس کا داماد پومپیئوس اور ایل سیلانوس جو سفر میں ہمرکاب تھے آگے بھیجدئے گئے کہ دارالسلطنت میں شاہی فتوحات کی خبر دیں۔ مجلس اعیان نے فاتح برطانیہ کے واسطے جلوس فتح کا اعزاز اور خطاب "بری طانی کوس" تجویز کیا۔ مگر اسے کلودیوس نے خود قبول نہ کیا البتہ اپنے شیرخوار فرزند کے واسطے یہ خطاب منظور کر لیا۔ مجلس نے فتوحات کی یادگار میں، ماریتوس کی چھاونی اور گسوریاکم میں ایک ایک کمان بھی تعمیر کر دی

[1] اس کا لاطینی کتبہ بھی محفوظ ہے۔

ان میں سے رومی کمان پر جو کتبہ کندہ تھا اس کے بعض حصّے اب تک سلامت ہیں
اور اس کتبے میں کلودیوس نے گیارہ بادشاہوں کو مغلوب کرنے کی شیخی ہانکی ہے[1]
جشن فتح کی جو خوشیاں منائی گئیں انہی میں مارتیوس کی چھاؤنی میں ایک برطانوی
شہر کے محاصرے اور برطانوی رئیسوں کے قبول اطاعت کی نقل بھی دکھائی گئی۔
اس مہم میں بڑے نے جو حصہ لیا تھا اس کی یادگار کچھ دن بعد بادوس ندی
کے دہانے پر جہازوں کی مصنوعی جنگ دکھا کے منائی گئی۔ درحقیقت کلودیوس کو
اس بات کا کچھ کم فخر نہ تھا کہ پہلے کے تین بادشاہوں سے جو کام نہ ہوا تھا وہ اُس نے
کیا کہ ایک نئے صوبے کا ممالک محروسہ میں اضافہ کر دیا اور یہ کامیابی اس لئے
اور بھی ممتاز نظر آتی تھی کہ یہ جدید صوبہ سمندر پار واقع تھا[2]۔

کلودیوس کی اس فتح کا ایک اہم نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس اعیان نے بروئے
قانون ان تمام معاہدوں کو جو کلودیوس یا اس کے جیش سالار تحریر کریں، اسی طرح جائز
و نافذ قرار دیدیا گویا کہ وہ مجلس یا رومی قوم نے کئے تھے۔ اور اس قانون کا
مطلب یہ تھا کہ اتنی بعید مسافت پر تازہ فتوحات اور انتظامات کرنے میں
سہولت ہو جائے۔

فصل دوم۔ پلوتیوس، اوس توریوس اور دیدیوس
کے زمانے میں صوبۂ برطانیہ کی توسیع اور نظم و نسق۔

(۵) برطانیہ کا اصلی فاتح اولوس پلوتیوس تھا اور ۴۷ء تک
وہی اس نئے صوبے کا "صاحب صوبہ جیش سالار" رہا۔ اس کے زمانے میں
مزید فتوحات کا سلسلہ خاص کر مغربی اور جنوبی علاقوں میں برابر جاری رہا۔ برطانیہ
والوں کی قوت توڑنے میں وس پاژیان اور اس کے بھائی سبائی نوس نے

---

[1] ایک اور فتح کی کمان کی زی کوس میں بنوائی گئی تھی۔
[2] جشن فتح کے وقت جو سجع لکھے گئے تھے اُن سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔

بہت نمایاں حصہ لیا۔ کہتے ہیں یہاں کی فوجی سرداری کے زمانے میں وس پاژیان تیس لڑائیاں لڑا اور بیس مقامات اس نے فتح کئے۔ اور ان میں وک تیس یعنی جزیرہ وائٹ کی تسخیر بھی اس کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ اس دوران میں رومی لوگ ضرور سومرسٹ شائر کی سرحد تک پہنچ گئے ہونگے کیونکہ یہاں کی منڈپ ہلز سے جو سیسے کے دو سوّر برآمد ہوئے ہیں اور ان پر کلودیوس اور اس کے بیٹے کا نام کندہ ہے وہ ۴۹ئہ کے ہیں۔ مشرق میں بھی ایک طاقتور قبیلے ای سینی نے رومیوں کی سیادت تسلیم کرلی۔ یہ اس علاقے میں آباد تھے جو انگریزی قوم کی فتوحات کے وقت سے ایسٹ انگلیا کہلانے لگا تھا۔ غرض پلوتیوس جس وقت صوبہ داری سے علیحدہ ہوا تو برطانیہ کے رومی صوبے کی حدود غالبًا اس خط کے اندر ہوں گی جو سرسری طور پر موجودہ باتھ سے لندن تک، کالوا (سلچسٹر) سے گزرتا ہوا، کھینچا جائے اور اوپر اتنا بڑھا ہوا ہو کہ کمالودونم بھی اسکے اندر آجائے۔ واپسی پر روما میں پلوتیوس کا سرکاری طور پر استقبال کیا گیا اور یہ وہ اعزاز تھا جو عہد بادشاہی میں شاہی خاندان کے افراد کے سوا بہت کم کسی دوسرے کو نصیب ہوتا تھا۔

(۶) پلوتیوس کا جانشین پی اُستوریوس اسکاپولا مقرر ہوا اور اسے یہاں آئے زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ فصل بہار کے آخری ایام میں ای سینی کی شورش فرو کرنے کی ضرورت داعی ہوی۔ یہ قوم پہلے پہلے لڑے بھڑے مطیع ہوی تھی اور اسی لئے ابھی تک اس کی جنگی قوت ایسی بنی ہوی تھی کہ اس کی شورش خطرے سے خالی نہ تھی۔ ان سرکشوں نے آس پاس کے قبیلوں کو بھی ورغلا کر لڑنے پر کمربستہ کرلیا اور جنگ کے لئے ایسا مقام منتخب کیا[1] جس کے گرد ایک بھدی سی

---

[1] اس مقام جنگ کے تعین کرنے کا کوئی ماخذ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اسکارتھ کا خیال ہے کہ شاید یہ مقام ڈاونزی کے قریب بورہلز تھا۔ اس ضمن میں یہ بھی بیان کردینا چاہیے کہ ای سینی قوم کے بنائے ہوئے ایک پشتے کے آثار ابھی تک ڈیولز ڈائک پر ملتے ہیں جو کیمبرج سے نیومارکٹ جانے والی سڑک سے گزرتا ہے۔

باڑھ بنی ہوئی تھی اور جس کے تنگ راستے سے سواروں کا گزرنا محال تھا۔ ان مورچوں کو توڑنے کے لئے استوریوس بغیر باقاعدہ جیوش کے صرف کومکی فوج سے حملہ آور ہوا کیونکہ رومی جیوش کی موجودگی دوسرے مقامات میں ضروری تھی۔ سواروں کو اس نے پیادوں کے اسلحہ دے کر پیادہ فوج کا کام لیا اور باڑھیں توڑ کر اندر گھس گیا۔ باغیوں کو بھاگنے کی راہ نہ ملی تو جان توڑ کر لڑے مگر شکست کھائی رومی سپہ سالار کے فرزند مارکوس استوریوس کو جنگ میں ایک رومی کی جان بچانے کے صلے میں "کلاہ ملکی" انعام ملی۔ اس شکست سے وہ سب قبیلے جو رومیوں سے لڑنے یا صلح کرنے کے متعلق مذبذب ہو رہے تھے، دب گئے۔

(۷) مگر استوریوس کو اصلی کام مغرب کے علاقے میں انجام دینا تھا جہاں ویلز کے کوہستانی اضلاع کے باشندوں نے رومیوں کے اُدھر نفوذ کرنے میں شدید مزاحمت کی۔ اور انھیں تنظیم کے لئے کراک تاکوس جیسا بہادر و پرجوش سردار مل گیا جو اپنی قوم تری نووان تس کی کامل ہزیمت کے بعد مغرب کی طرف ہٹ آیا تھا اور برطانیہ کی آزادی کے لئے اب تک پوری قوت اور کامیابی کے ساتھ رومیوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ سرحد ویلز کے اضلاع میں جو قدیم برطانوی خندقوں کے نشان پائے جاتے ہیں وہ غالباً اسی جدوجہد کی یادگار ہیں، اُدھر معلوم ہوتا ہے، اُن دنوں رومیوں کے جیش دوم کی چھاؤنی گلودم (۔ گلوسٹر) میں بنائی گئی تھی اور یہاں سے کمالودونم تک غالباً استوریوس نے قلعوں کا ایک سلسلہ تیار کر لیا تھا۔ رومیوں کا پہلا حملہ قبیلہ دِ کانگی پر ہوا جو غالباً دوا (چسٹر) کی نواح میں آباد اور ایک کم نشان سا قبیلہ تھا اور پھر وہ قوم سیلور کے پہاڑی علاقوں میں بڑھے جن کی آبادیاں وہاں تھیں جہاں آج کل ہیرفورڈ، امن متھ اور جنوبی ویلز کے اضلاع ہیں۔ اور وِ ویلیس قوم کے مقابلے میں رومیوں نے

۱؎ یہ بھی ممکن ہے کہ رومیوں کی یہ سرحد اور شمال میں سیورن، اے یون اور ٹرینٹ تک بڑھی ہوئی ہو۔ مزاحمت کے لئے دیکھو حواشی (ب) اس باب کے اخیر میں۔

ڈیرو کونیم (= درِک زیٹر) کے مقام پر قبضہ کر لیا تھا اور کچھ عرصے تک جیش چہار دہم کا وہیں پڑاؤ رہا۔
حملہ آوروں کے مقابلے میں اہل برطانیہ کی جنگی قوت بہت کم تھی لیکن کراک تاکوس سرزمین کے اونچ نیچ اور نشیب و فراز سے فائدہ اٹھانا خوب جانتا تھا۔ تین سال کی جدوجہد کے بعد اس نے سیلوروں کا علاقہ چھوڑ کر شمال میں اردو دلیس قوم کے ملک کو جنگ کا مرکز بنا لیا اور اس چال سے رومیوں کو بھی ہٹنے پر مجبور کیا۔ (۵۱ء) جس میں انھیں بہت دقتیں پیش آئیں۔ پھر کراک تاکوس نے ایک فیصلہ کن لڑائی کی ٹھانی کہ جنگ کا خاتمہ ہو جائے۔ لڑائی کے لئے اس نے ایسا مقام منتخب کیا تھا کہ وہاں آگے بڑھنا یا ہٹنا رومیوں کے واسطے دشوار اور خود اس کی نوجوں کے لئے سہل تھا۔ اور جن بلند پہاڑیوں کی چڑھائی آسان نظر آئی ان پر پتھروں کے پشتے تیار کرا لئے۔ اس کے پڑاؤ کے سامنے ایک ندی بہتی تھی اور انہی محفوظ مقامات میں اس نے اپنے سپاہیوں کی صفیں جمائیں۔ اپنے ساتھیوں کے سامنے اس نے ایک جوش انگیز تقریر کی کہ وہ اپنی آزادی کو دوبارہ حاصل کریں۔ اور ہر جنگ آزمانے اپنے اپنے قبیلے کے دیوتا کی قسم کھائی کہ وہ کسی زخم اور کسی ہتھیار سے منہ نہ پھیرے گا۔ دشمن کا یہ جوش خروش اور سامنے ندی اور پیچھے وحشت انگیز پہاڑیوں کو دیکھ کر رومی سپہ سالار بھی اندیشہ مند ہو گیا تھا لیکن اس کے سپاہیوں نے لڑائی قبول کرنے پر اصرار کیا اور دشمن کے کمزور موقعوں کی احتیاط سے جانچ پڑتال کرنے کے بعد استوریوس اپنی فوج کو لیکر چلا اور ندی سے بلا دقت گزر کر اس نے پشتے پر یورش کی۔ جب تک دور سے سنگ و خدنگ کی لڑائی ہوتی رہی، رومی سپاہی بہت نقصان میں رہے لیکن جس وقت انھوں نے ڈھال میں ڈھال کا کنڈا اٹکا کر ساباط ("تس تودو") بنالی تو پھر باڑھ کے گرانے میں کچھ دیر نہ لگی اور برطانیوں کو پہاڑی بلندیوں پر پسپا

علہ اس مقام کے متعلق ایک قیاس یہ ہے کہ وہ نیسٹ وارڈین کے قریب کوکسال نول تھا اور یہ ندی ٹیم تھی۔ مگر اس بارے میں یقین کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔

ہونا پڑا۔ رومیوں نے ان کا تعقب کیا اور چونکہ ان وحشیوں کے جسم پر کوئی زرہ نہ تھی لہٰذا ان کی صفوں میں بہت جلد انتشار پیدا ہو گیا۔ جیش کے باقاعدہ سپاہیوں نے انھیں تلواروں اور چھوٹی برچھیوں پر رکھ لیا اور جب وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے چلے تو کومکی فوج نے لمبے نیزے اور چوڑے تیغوں سے ان پر حملہ کیا۔ غرض رومیوں کو کامل فتح نصیب ہوی۔ کراک تاکوس کی بیوی اور بیٹی اسی وقت گرفتار ہو گئی تھیں۔ اس کے بھائیوں نے بھی ہتھیار ڈال دئے اور چند ہی روز بعد بریگانٹ قوم کی رئیسہ کارتی مان ڈوا نے جس کے پاس اس نے پناہ لی تھی' بدعہدی سے خود اُسے قید کرا دیا اور وہ رومہ بھیجدیا گیا!

اطالیہ میں کراک تاکوس کا نام مشہور تھا اور اس سورما کو جس نے نو برس تک رومی سلطنت کا سامنا کیا' دیکھنے کے سب مشتاق تھے۔ چنانچہ رومہ والوں کو جمع ہونے کی اس طرح دعوت دی گئی تھی جیسے کسی بڑے تماشے میں بلایا جاتا ہے۔ اور فوج خاصہ کے سپاہی اپنی چھاؤنی کے سامنے صف بستہ کھڑے کئے گئے تھے۔ بارگاہ شاہی کے روبرو پہلے کراک تاکوس کے حلیفوں کی قطاریں گزریں پھر زیور' زنجیریں اور وہ سامان غنیمت پیش ہوا جو خود کراک تاکوس نے دوسرے برطانوی قبیلوں کو مغلوب کرکے چھینا تھا۔ اس کے بعد اس کے بھائی' بیوی اور بیٹی حضور میں لائے گئے اور سب کے آخر میں خود وہ جنگ جو پیش ہوا۔ دوسرے قیدیوں کو تو خوف نے سرنگوں کر رکھا تھا مگر خود کراک تاکوس کی زبان یا چہرے سے کوئی ایسی بات ظاہر نہ ہوی جس سے رحم کی خواستگاری پائی جاتی ہو۔ لیکن کلودیوس نے اسے اور اس کے عزیزوں کو معافی دیدی اور قیدی زنجیروں سے رہا ہو کر بادشاہ اور ملکہ اگری پینہ کے روبرو زمیں بوس ہوے جو بادشاہ کے قریب ہی ایک دوسرے تخت پر متمکن تھی حالانکہ یہ بالکل نئی بات تھی کہ امپراطور کی بارگاہ اور جنگی پرچموں کے نیچے کوئی عورت اس طرح جلوس کرے!۔ بہرحال اس رسم کے بعد مجلس اعیان کا اجلاس ہوا۔ کراک تاکوس کی گرفتاری پر بادشاہ کی مدح وثنا میں بہت کچھ تقریریں ہوئیں۔ جن میں اس واقعے کو سیفاکس اور پرسیوس کی اسیری سے مشابہ قرار دیا گیا جنھیں اسکپیو (اعظم) اور امی لیوس پولوس پا بجولاں رومہ لائے تھے'

کراک تاکوس کی باقی عمر سوائے بادشاہ ماربودوؤس کی مثل ایک اسیرانہ نظربندی میں بسر ہوئی۔ اس کے فاتح استوریس کو مال غنیمت کے زیور انعام میں عطا کئے گئے۔

(۴) اس فتح کے کامل ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر اس کے یہ معنی نہ تھے کہ تمام مغربی برطانیہ رومیوں کے زیر نگیں آگیا۔ چنانچہ فتح کے بعد جب دوسرے جیش کی چھاؤنی مغرب میں آگے بڑھا کے ایس کا سیلورم (= کائرلیون لب اسک) میں ڈالی گئی تو وہاں اسے بہت خطرات کا سامنا ہوا اور کئی زکیں کھانی پڑیں، اسی کے ساتھ شمال کے باا ثر قبیلے بریگانت میں بھی جو ٹاین تک ٹرینٹ کے تمام شمالی اضلاع میں آباد تھا، رومیوں کی مخالفت کے آثار پیدا ہو گئے۔ ادھر استوریوس اس کا پیولا اس فتح کے بعد زیادہ دن نہ جیا بلکہ کہتے ہیں کہ سیلوروں کی تکلیف دہ اور پریشان کن لڑائیوں نے اسے بالکل مضمحل کر دیا اور اس نے ۵۲ء میں وفات پائی۔ پھر اس کے دو جانشینوں یعنی دیدیوس گالوس (۵۲ء تا ۵۸ء) اور ورانیوس (۵۸ء تا ۵۹ء) کے شش سالہ عہد میں ظاہرا رومی مقبوضات کی حدود میں کوئی مزید توسیع نہیں ہوئی۔

استوریوس کی صوبہ داری کا ایک اور مشہور واقعہ یہ ہے کہ اسی کے زمانے میں برطانیہ میں رومیوں کی پہلی جنگی بستی بسائی گئی۔ غالیہ میں جو مرتبہ لگودونم کو حاصل تھا، برطانیہ میں وہی رتبہ دینے کے لئے شاہ کیونوبلی نوس کے قدیم دارالملک کما لودونم کو منتخب کیا گیا۔ یہ بات جتانے کے لائق ہے کہ اس شہر کو لونڈی نیم (= لندن) پر ترجیح دی گئی حالانکہ تجارتی اعتبار سے لونڈی نیم برطانیہ کی سب سے بارونق بستی تھا۔ لیکن اصل یہ ہے کہ کیونوبلی نوس کے زمانے میں کمالودونم کو ایسی وقعت حاصل ہو گئی تھی جس کے آگے باقی سب برطانوی مواضع (= اوپیدا[1]) ماند ہو گئے اگرچہ خود اس کی صورت ابھی تک عام دیہات کی مثل یہی رہی کہ وہ چند مربع میل کا قطعہ تھا اور اس کے شمال جنوب اور مشرق میں

[1] اس بستی کو دوسری بستی ایس کالودم نو نیورم (= انگریزیڈ) کے ساتھ خلط کرنا نہ چاہیے۔

کولنی ندی اور اس کا ایک معاون نالہ (جو اب تک رومیوں کی ندی کہلاتا ہے) گزرتے تھے۔ اور ان کی موسمی طغیانی کی دلدلوں نے تین طرف سے اسے محفوظ کر دیا تھا، باقی مغرب کے کھلے ہوئے پہلو کی مضبوط دھُسّ بنا کے حفاظت کی تھی جس کے آثار اب تک ندی سے نالے کے کنارے تک نظر آتے ہیں[1]" اس مقام کو رومیوں نے سرکاری طور پر "کولونیہ ویک تریکس" کا نام دیا اور جس طرح غالیہ میں اغسطس نے اپنا مندر بنوایا تھا، اسی طرح صوبۂ برطانیہ میں کلودیوس کی پرستش کرنے کے لئے یہاں ایک مندر تعمیر ہوا۔ ایک تماشا گاہ اور دیگر عمارات بھی تھوڑے دن بعد خود بخود بن گئیں لیکن لون دی نیم اور ورولامیم کی طرح اس بستی کے گرد بھی کوئی فصیل بنا کے کامل حفاظت کا انتظام نہیں کیا گیا۔

(۹) جس وقت دیدیوس گالوس صوبے میں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سیلوروں نے ایک رومی جیش کو جو مان لیوس والنس کے ماتحت تھا شکست دی اور اب اس علاقے میں دُور دُور دھاوے مارتے پھرتے ہیں، پھر جب یہ منتشر ہو گئے تو نئے صوبہ دار کو بری گانت پر لشکر کشی کرنی پڑی۔ کراک تاکوس کی گرفتاری کے بعد سے اسی قبیلے کا ایک رئیس و نوتیوس برطانیہ کو آزاد کرانے کی جدوجہد میں سب سے پیش پیش اور سب سے قابل جنگی سردار ہو گیا تھا۔ سالہا سال تک وہ سلطنت روما کا وفادار اور قبیلے کی رئیسہ کارتی ماں دُوا سے رشتۂ ازدواج میں منسلک رہا لیکن پھر ان میں اَن بَن اور طلاق ہو گئی اور اس کا نتیجہ جنگ بھی ہوا۔ رئیسہ تو اس وقت بھی رومیوں کا ساتھ دیتی رہی لیکن ونوتیوس نے ان کیساتھ اپنا طرزِ عمل بدل دیا۔ کارتی ماں دوا نے دغا کی چالوں سے ونوتیوس کے اہلِ خاندان اور بھائیوں کو اپنے قابو میں کر لیا تھا جس کی بنا پر برطانیہ کے منتخب نوجوان اسکی ریاست پر حملہ آور ہوئے۔ کارتی ماں دوا کی مدد کو رومی کوہورت بھیجے گئے اور انھوں نے اسے پوری طرح بچا لیا۔ سنین ما بعد میں منتشر دستوں سے اِدھر اُدھر

---

[1] تاسی توس۔ جلد دوم صفحہ ۱۴۲ (مطبوعہ فریزو)

لڑائیاں ہوتی رہیں لیکن اور قابلِ ذکر واقعات دیدیوس کے عہد صوبہ داری میں تحریر نہیں ہیں۔ اس کے جانشین ورانیوس نے (۵۸ء) قبیلہ سیلورز کے خلاف مختصر پیمانے پر کچھ حملے کئے تھے مگر موت نے اسے لڑائی جاری رکھنے کی زیادہ مہلت نہ دی۔

فصل سوم۔ سوئتونیوس پولی نوس کی صوبہ داری

(۱۰)۔ ۵۹ء میں جب ایک لائق اور حوصلہ مند سردار سوئتونیوس پولی نوس، جس نے موریتانیہ میں نام پایا تھا جیش سالار مقرر ہوا تو تازہ پیش قدمی عمل میں آئی۔ مقام دِوا پر غالباً اسی نے قبضہ کیا اور اسے جلیش بستم کا مستقر بنالیا، یہیں کا رومی پڑاؤ (دیکامپوس) تھا جو بعد میں کاسٹرا یا چسٹر کہلانے لگا۔ یہ چھاونی ایک طرف شمالی ویلز اور دوسری طرف بریگانتوں کے مقابلے میں جنگی چوکی کا کام دیتی تھی۔ اور قرینہ کہتا ہے کہ پولی نوس کے دو سال ویلز کے انہی شمالی اضلاع کی تسخیر میں صرف ہوئے اور ۶۱ء میں وہ جیش چہار دہم لے کے آگے بڑھا کہ مذہب درُوند کا اس کے آخری مامن میں قلع قمع کر دے۔ برطانوی پجاری ہٹ کر جزیرہ مونا موجودہ اینگل سی میں پناہ گزیں ہوئے تھے اور انھیں امید تھی کہ بیچ کی آبنائے انھیں بچالیگی۔ مگر سوئتونیوس پولی نوس اپنے ارادے سے باز نہ آیا۔ اپنی پیادہ فوج کو آبنائے کے پار لے جانے کے واسطے اُس نے تختے جوڑ کے کھیوے تیار کرائے اور فوج کو جزیرے کے ساحل پر لے آیا بحالیکہ سامنے برطانویوں کا جم غفیر روکنے کے لئے جمع تھا، پیچھے ان کی عورتیں سیاہ لباس پہنے، بال کھولے مشعلیں ہلا رہی تھیں اور پجاری اُن ظالموں کو جو یہاں بھی ان کے آرام و اطمینان میں خلل ڈالنے آپہنچے، کوسنے اور بددعائیں دے رہے تھے۔ ان سب چیزوں نے ملکر رومیوں کو سخت دہشت زدہ کر دیا مگر یہ بدحواسی تھوڑی دیر کی تھی۔ بالآخر وہ جبراً ساحل پر اُتر گئے دشمن کو پوری ہزیمت ہوئی اور اس کے مقدس کنجوں میں آگ لگادی گئی یا کاٹ کر انھیں زمین کے برابر کر دیا گیا۔ قصبہ سگون تیم کی، جس کا نام کارسیونٹ کی صورت میں اب تک محفوظ ہے، غالباً اسی مہم کے سلسلے میں بنیاد پڑی۔

(۱۱) لیکن جس زمانے میں سوے تونیوس مغربی اضلاع میں مصروف جنگ تھا، مشرق میں ایک بڑی بغاوت پھوٹ پڑی۔ بغاوت کے سرغنہ ای سینی قبیلے کے لوگ تھے۔ اس قبیلے کی ریاست کو، پہلی بغاوت کے باوجود، رومیوں نے ان کے رئیس پراسوتاگوس کے ماتحت بطور ایک باج گزار کے بحال رہنے دیا تھا۔ مگر محکمۂ مال کے بھاری لگان اور محاصل اور بادشاہی تحصیلداروں کے جبر و رعونت نے عام بددلی پھیلا دی۔ ان بھاری محصولوں کو ادا کرنے کے لئے برطانوی مواضع کو چار و ناچار رومی ساہوکاروں سے روپیہ قرض لینا پڑا اور کہتے ہیں حکیم سنیکا نے بھی یک بہ یک اپنا روپیہ واپس طلب کرکے اس بغاوت کو براہ راست تقویت پہنچائی ادھر پراسوتاگوس کے مرتے ہی اس کی ریاست کا شاہی صوبے سے الحاق کر لیا گیا دراصل اس امیر نے رومی بادشاہ کو اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ ریاست کا آیندہ وارث بنا دیا تھا۔ اور سمجھا یہ تھا کہ یہ حسن عقیدت اس کی ریاست اور ورثہ کے حقوق کو رومیوں کے تغلب و تطاول سے بچالے گی۔ مگر نتیجہ بالکل برعکس برآمد ہوا۔ یعنی بادشاہی مہتمم کے گماشتوں نے متروکہ وصول کرنے کے بہانے متوفی کے مکان کو خوب لوٹا اور اس کے اہل خاندان کی سخت بے عزتی کی۔ اس کی بیوی بودی سیہ[1] کو تازیانوں سے پیٹا اور بیٹیوں کی عصمت دری کی۔ دیگر اہل خاندان لونڈی غلام بنائے گئے اور قبیلے کے اور معززین کا مال متاع سب چھین لیا۔ اس بے عزتی اور آیندہ اس سے بدتر سلوک کے خوف نے ای سینیوں کو مشتعل کر دیا اور ان کا ساتھ دینے کے لئے قبیلہ تری نووانت کے لوگ تیار ملے جن کے دل میں ان رومی سپاہیوں کی بدسلوکی کا کینہ بھرا تھا جو خدمت سے سبکدوش ہونیکے بعد کمالودونم کی نوآبادی میں بسا دئے گئے تھے۔ کیونکہ ان آبادکاروں نے دیسی باشندوں کو ان کے کھیتوں اور مکانات سے نکال باہر کیا تھا اور ادھر وہ پروہت جو "کلودیوس دیوتا" کے مندر میں متعین کئے گئے تھے، اس خواہ مخواہ کی غیر ملکی پرستش کے قیام و دوام

[1] بظاہر اس نام کی صحیح صورت "بوُدیکا" (Boudicca) ہے۔

کے واسطے لوگوں سے بھاری بھاری تاوان وصول کرتے تھے۔

بغاوت کرنے والوں نے وہ موقع دیکھکر جب کہ تمام رومی جیوش بہت دُور ہو گئے تھے، کمالو دونم پر چڑھائی کی۔ بستی والوں نے مہتمم مال کاٹوس وکسیانوس سے مدد کی التجا کی اور اس نے دو سو آدمی کی کمک بھیجی جن کے پاس باقاعدہ اسلحہ نہ تھے۔ نہ قصبے کے گرد حفاظت کے لئے کوئی خندق یا فصیل بنی ہوئی تھی۔ دوسرے بغاوت کے مخفی شرکاء نے احتیاط کی مناسب تدابیر اختیار کرنے سے بھی قصبے والوں کو باز رکھا حتیٰ کہ انھوں نے عورتوں اور بوڑھوں کو بھی کسی دوسری جگہ نہ پہنچایا بلکہ سب کے سب کلودیوس کے مندر میں پناہ گزیں ہوئے کہ شاید عنقریب مدد آجائے گی۔ اس مقام کو برطانویوں کے لشکر کثیر نے آگھیرا اور دو دن کے محاصرے کے بعد یورش کرکے مندر میں گھس گئے۔ اور مدافعت کرنے والوں کو انھوں نے بدترین عذاب دیدے کے قتل کر دیا۔ بغاوت پھوٹنے کی خبر سب سے پہلے جیش نہم کے سپہ سالار پتیلیوس سریالیس کو پہنچی تھی جو بغاوت سے نزدیک ترین مقام پر تھا اگرچہ یہ معلوم نہیں کہ وہ کونسا مقام تھا[1] وہ بہ عجلت باغیوں پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا لیکن ایک بڑی لڑائی میں اس کی پیادہ سپاہ کٹ گئی اور صرف رسالہ باقی رہگیا اس فوج سے پتیلیوس سوائے اس کے کچھ نہ کر سکا کہ سوے تونیوس کی آمد تک اپنے مورچوں پر جما رہے۔ ادھر سوئے تونیوس نے جو مونا سے جلیش چہاردہم کو لے کے نہایت تیزی سے مشرق کی طرف بڑھ رہا تھا، جیش بستم کے آزمودہ کار سپاہی بھی جو دو راہیں اسے ملے، ساتھ لے لئے۔ اس طرح باقاعدہ اور کومکی فوج کے سپاہی ملاکر اس کی سپاہ کی کل تعداد دس ہزار کے قریب ہوگئی اور اگرچہ وہ چاہتا تھا کہ جیش دوم بھی جو ایسکا سیلورم پر متعین تھا اس نازک وقت میں مشرق کی طرف کوچ کرے لیکن اس جیش کے سپہ سالار نے طلبی کی ہدایت نہ مانی اور بے شبہ سیلوروں کی شورش و فساد کا عذر کر دیا ہوگا۔

[1] بعض حضرات قیاس کرتے ہیں کہ وہ لیندم میں مقیم تھا مگر خود یہ امر کہ لیندم اس وقت رومیوں کے قبضے میں آچکا تھا، مشتبہ ہے۔

سوئے تونیوس اپنی فوج کو منقسم اور کمزور کرنا نہ چاہتا تھا اور اسی وجہ سے اُسے لون دی نیم اور وِرولامیم کے بارونق قصبوں سے مجبوراً قطع نظر کرنی پڑی جہاں باغیوں نے جو کلو دیوس کی نوآبادی کو جلا کر تباہی اور تاراجی کے ارادے سے ہر طرف گشت لگا رہے تھے، اپنے غصے اور غارت گری کی ہوس پوری کی۔ رومی سپہ سالار جن راستوں سے بڑھا ان کا کچھ پتہ نہیں چلتا لیکن معلوم ہوتا ہے آخری فیصلے کی لڑائی کمالودونم کی نواح میں واقع ہوئی۔[1] یہ میدان خود اس نے منتخب کیا اور ایسا مقام تھا جس تک پہنچنے کا راستہ بہت تنگ وادی سے گزرتا تھا اور دوسرے سرے پر جنگل نے اسے گھیر رکھا تھا۔ وادی کے سامنے ایک کھلا ہوا میدان چھپا ہوا تھا جس میں دشمن کے گھات میں بیٹھنے کا خطرہ نہ تھا۔ اسی طرح یہاں دشمن کو ایک بازو پر چڑھ آنے یا عقب سے گھیر لینے کا بھی موقع نہ مل سکتا تھا اور غنیم کی کثرت تعداد سے یہی بڑے خطرے ہو سکتے تھے۔ خود اپنی باقاعدہ فوج کو سوئے تونیوس نے گنجان قطاروں میں صف آرا کیا تھا۔ ان کے گرد نیم مسلح دستے اور بازووں پر سوار فوج جمع تھی اہل برطانیہ کے لشکر میں سوار و پیادہ دونوں قسم کی فوج تھی۔ اور انھیں فتح کا وثوق تھا کہ عورتوں کا بوجھ بھی ساتھ لائے تھے جو فتح کا تماشا دیکھنے چھکڑوں میں سوار ہو کر آئی تھیں، بودیکیہ بڑی پرجوش اور مستقل مزاج عورت تھی۔ اس کے ساتھ جو سلوک ہوا اُسے اُس نے اپنی قوم میں خوب مشتہر کیا تھا۔ یعنی اپنی لڑکیوں کو رتھ میں ساتھ لئے قبیلے قبیلے گشت لگاتی پھری اور ہم وطنوں کو اغیار کا طوقِ حکومت اُتار پھینکنے کا جوش دلایا۔ مگر اس جوش و خروش اور کثرت تعداد کے باوجود لڑائی میں برطانیہ والوں کو شدید ہزیمت اٹھانی پڑی۔ کیونکہ اول تو رومی جیش تنگ وادی میں اپنی جگہ پر جمے رہے لیکن جس وقت اُن برچھیوں کا جنھیں وہ آگے بڑھنے والے دشمن پر کمال قادر اندازی کے ساتھ پھینک پھینک کر مار رہے تھے، ذخیرہ ختم ہو گیا تو وہ ایک میخ نما قطار کی صورت میں دشمن پر ٹوٹ پڑے اور اس کے قلب سپاہ کو درہم برہم کر دیا۔ کومکی فوج اور سواروں کے حملے نے فتح کی تکمیل کی اور ادھر چھکڑوں کی

[1] بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ مقام ورمنگ فورڈ (کول چسٹر کے قریب) تھا جہاں ایک ٹیکرا نکلا ہے جس میں بہت سے تابوت دفن تھے۔

وجہ سے مغلوب دشمن کے بھاگنے کا رستہ رُک گیا۔ برطانویوں کے نقصان کا تخمینہ تقریباً اسّی ہزار نفوس کیا گیا ہے۔ بودیسیہ نے تو زہر کھا لیا اور خود جیش دوم کا رومی سپہ سالار بھی جس نے حکم عدولی کی اور گویا اپنے سپاہیوں کو جیش چہاردہم کی ناموری کے کام میں حصہ لینے سے باز رکھا تھا، خودکشی کر کے مرا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اُن رومی اور برطانوی خیرخواہوں کی تعداد جو باغیوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے ستر ہزار کے قریب تھی اور اس کے معنی یہ تھے کہ ان مشرقی اضلاع میں مدنیت کا کام از سرِ نو شروع کیا جائے۔ اسی اثنا میں غالیہ سے فوجی امداد پہنچ گئی جیش نہم کو دوبارہ مرتب کیا گیا اور پوری فوج یکجا کر کے بغاوت کی رہی سہی بھڑکا ریاں بجھا دی گئیں۔ سوئے تونیوس کا انتقام بڑے غضب کا تھا۔ دشمن کی سرزمین کو اُس نے آگ اور تلوار سے تاراج کر ڈالا اور پھر جو وہاں قحط پڑا اُس نے ای سینیوں میں تہلکہ ڈال دیا۔ شاید یہی زمانہ ہے جب کہ کمالودونم کے شمالی اضلاع کو دباؤ میں رکھنے کی غرض سے ونتا ای سنورم کا قلعہ بنایا گیا جو اب ناروچ یا کیسٹر کے نام سے موسوم ہے۔

(۱۲) سوئے تونیوس بہت سخت گیر حاکم تھا۔ اس کی رائے ہمیشہ سختی کی ہوتی تھی اور کبھی نرمی کی طرف مائل نہ ہوتی۔ ایک مہتمم مال نے اس پر جبر و تشدد کا الزام لگایا اور اس کی تحقیقات کے لئے بادشاہی مولے پولیاب لتوس کو جزیرۂ برطانیہ بھیجا گیا اس نے جو فیصلہ صادر کیا وہ عملاً سوئے تونیوس کے خلاف تھا چنانچہ وہ سنہ ۶۱ء میں واپس بلا لیا گیا اور اس کی جگہ نسبتہً ایک نرم خو شخص پت رونیوس ترپلیانوس سپہ سالار مقرر ہوا۔ اس کے زیرِ سیادت بظاہر جنوبی برطانیہ کے لوگ رومی حکومت سے خوش دل و مطمئن ہو گئے۔ وہ بستیاں جنھیں ای سینی شورہ پشتون نے تباہ و تاراج کر دیا تھا دوبارہ تعمیر ہوئیں اور بہت جلد انھوں نے پہلی سی رونق حاصل کر لی۔ جن میں کمالودونم رومی حکام کا مرکز تھا اور لون دی نم برطانوی تجارت کا۔ ادھر اس عرصے میں صوبے کے تمام اہم مقامات میں ایک جگہ سے دوسری جگہ تک سڑکیں تیار ہو گئی تھیں۔ ان میں دو سب سے بڑی سڑکیں

"واٹلنگ اسٹریٹ" جو مغرب کی طرف اور "ارمن اسٹریٹ" جو شمال کی طرف جاتی تھی (کمالودونم سے گزر کر) لون دی نیم پر مل جاتی تھیں۔ رتوپائی (= رِگ برو) اور بندر لمانیس جس کا قدیم نام "المنی" کی صورت میں اب تک محفوظ ہے صوبے کی بڑی بندرگاہیں تھیں۔ اور قرینہ کہتا ہے کہ یہ مقامات نیز اندرون ملک کے بعض قصبے جیسے کالِوا (= سلچسٹر قریب ریڈنگ) اور کورنی نیم (= سری نسٹر) اسی زمانے سے رومی تمدن کا مرکز بننے لگے ہوں گے۔

توضیحات اور حواشی

پلوتیوس کا حملہ برطانیہ

ہمارے سامنے پلوتیوس کے حملۂ برطانیہ کا ماخذ صرف دیون کاسیوس کی کتاب ہے جو کہیں کہیں جغرافی مقامات کے پتے بھی دیتا ہے مگر وہ ایسے مبہم ہیں کہ ان سے جنگ کے تمام حالات کو تھوڑے بہت یقین کے ساتھ بھی مرتب کر لینا ممکن نہیں ہے۔ ان اہل علم کی آرائیں جنھوں نے اس مسئلہ کی چھان بین کی ہے سخت اختلاف ہے۔ ہم نے گزشتہ باب میں مومسن ("تاریخ روما" جلد پنجم، باب پنجم) اور مسٹر فریو کے بیان (دی "تاریخ تاسی توسی" جلد دوم صفحہ ۱۲۲) کی پیروی کی ہے۔ مگر ہبنر کی رائے بالکل مختلف اور اس قابل ہے کہ ملخصاً قلمبند کی جائے (رومیش ... ویسٹ ارو پار صفحہ ۱۰ وغیرہ):-

ہبنر کے نزدیک رومی فوجیں جن چند مقامات یا ایک مقام پر ساحل برطانیہ پر اتریں وہ ڈوور اور ساوتھمپٹن کے درمیان تھے۔ نیز یہ کہ قبیلہ رگنی کے قدیم صدر مقام میں چچسٹر کے قریب ان کا پہلا پڑاؤ ہوا جہاں کوگی دبنوس نے ان کی معاونت کی۔ نیز بہت ممکن ہے کہ قصبۂ کلوزن تم (قریب ساوتھمپٹن) کی بنیاد شاہ کلودیوس کی فاتحانہ اور حوصلہ مندانہ مہم کی یادگار میں اس مقام کے قریب ہی ڈالی گئی ہو جہاں رومی بیڑے نے لنگر ڈالا تھا۔ اور نیز یہ کہ جزیرۂ وائٹ کا قبضہ فتوحات برطانیہ کے بالکل ابتدائی واقعات میں داخل تھا۔ اس رائے کے مطابق چچسٹر سے رومی فوج شمال مغربی سمت میں (دبنی قوم کے صدر مقام) ونٹا تک بڑھی جسکا اصل نام موجودہ ونچسٹر کے پردے میں چھپ گیا ہے۔ پھر وہ کالوا آتی جو شرقی اور مغربی ساحل سے یکساں فاصلے پر ہونے کی وجہ سے نہایت موزوں تھا کہ دونوں طرف لشکر کشی کرنے کے لئے اسی کو مرکز قرار دیا جائے۔ بودونی قوم،

جس کا ڈیون ذکر کرتا ہے، وہی بودونی ہے جو گلوسٹر کی نواح میں سیورن کے کنارے آباد تھی اور خود اس مقام پر (گلوسٹر، جس کا پرانا نام گلوم تھا) ایک رومی فوج متعین کر دی گئی۔ پھر مغرب میں ایک مقام پر قبضہ جما لینے کے بعد فوج کا حصۂ اعظم تری نووانت کے مقابلے میں مشرق کی جانب بڑھا اور اس طرف کی جس ندی کا بغیر نام لئے ڈیون ذکر کرتا ہے وہ غالباً ایون تھی۔

مگر ہبنز اور اُن صاحبوں کی رائے کے خلاف جو اس کی طرح یہ سمجھتے ہیں کہ ساحل پر اترتے ہی رومی فوج نے مغرب کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی، ہمیں یہ حجت پیش کرنی پڑے گی کہ ڈیون کی تحریر سے اس قیاس کی کوئی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ سیاق عبارت کو دیکھئے تو یہ قول خلاف قرائن نظر آتا ہے۔ حملہ آوروں نے پہلا نشانہ صریحاً تری نووانت کو بنایا تھا پس یہ قیاس کرنا کہ رومی سپہ سالار کاوا اور گلوم ہو کر کمانو دونم پر بڑھا ہوگا دشوار ہے۔ ہبنز کے بیان کی لے دے کے ایک دلیل جس پر کان ٹکتے ہیں ڈیون کی تاریخ میں "بودونی" قوم کا نام ہے جس کے حروف کو آگے پیچھے کرنے سے "دوبونی" بنجاتا ہے اور بطلیموس جغرافیہ نویس کے ذریعے ہم جانتے ہیں کہ یہ قوم گلوسٹر اور سرنیسٹر کی نواح میں بستی تھی۔ لیکن اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ "بودونی" نام کی کوئی دوسری قوم جو "دوبونی" سے بالکل مختلف ہو برطانیہ کے کسی دوسرے حصے میں آباد نہ ہو! یوں بھی اعلام کے متعلق قیاس پر نتائج کی بنیاد رکھنا یقینی نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر گوئسٹ کی رائے بھی رومیوں کے مغربی چکر پر مبنی ہے۔ ان کی رائے کا خلاصہ مسٹر فرنیو نے بہت صفائی سے اس طرح لکھا ہے (صفحہ ۱۳۴) کہ ڈاکٹر گوئسٹ کے نزدیک "رومی فوجیں غالباً رک برو، ڈوور اور ہائیتھ پر لنگر انداز ہوئیں لیکن اہل برطانیہ نے کینٹ کو بغیر لڑے بھڑے چھوڑ دیا۔ ان سے جم کر لڑنے کی پہلی جگہ (جہاں کراک تاکوس کو شکست ہوئی) اسلچسٹر کے قریب تھی۔ اور دوسری (جس میں توگودمنوس نے شکست کھائی) سرنیسٹر کے قریب۔ اور وہ گمنام دریا جس کے پیچھے برطانوی پسپا ہوئے اور جہاں سب سے بڑی لڑائی واقع ہوئی حقیقۃً ٹیمز تھا جسے رومیوں نے والنگ فورڈ کے مقام پر عبور کیا۔ اور وہ ندی جسے بعد میں برطانیوں نے عبور کیا اور جہاں رومی پیش قدمی رکی اور جسے ٹیمز سمجھ لیا گیا، دراصل

اسٹرافورڈ کے قریب لی کی ایک سیلابی شاخ تھی ؛ اور وہ مقام جہاں پلوتیوس ٹھیر کر بادشاہ کے آنے کا منتظر رہا لندن تھا۔ ڈاکٹر گوئسٹ کے نزدیک یہاں کسی قدیم برطانوی آبادی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اور حقیقت میں اس شہر کی پلوتیوس کے مستقل چھاؤنی بنانے ہی سے بنیاد پڑی۔ اس قول کی تائید میں وہ الفرڈ کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں (جسکا اصل ماخذ کسی مبہم ونیش تاریخ کو فرض کیا گیا ہے) اور اس میں قیصر روما کے کوچ کو ڈاکٹر گوئسٹ کے مذکورۂ بالا قول کے موافق بیان کیا ہے (اگرچہ اس میں والنگ فورڈ ہو کر مرنیسٹر آنا تحریر ہے) اگو اس کوچ کی جو مشکلات بیان کی ہیں وہ بہت زیادہ معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر ہم قدیم تاریخ کی جو لے دے کے چند بنیادی شہادتیں ہیں ملتی ہیں اور بظاہر بہت اچھی ہیں انہی میں شک وشبہ کرنے لگیں مثلاً دیون کے تامسیس ہی کو ٹیمز سمجھنے سے انکار کریں (جیسا کہ ڈاکٹر گوئسٹ نے کیا ہے) تو پھر اس جنگ کے حالات مرتب کرنیسے ہاتھ دھولینے چاہئیں،

اس سے بالکل مختلف ایک اور خیال مسٹر جی بی ایری کا ہے (ایتھنیم - جون ۱۸۶۱ء) جس کا خلاصہ مسٹر فرینو نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ مسٹر ایری کی دانست میں "دیون نے جس مغربی راستے کا ذکر کیا ہے وہ حقیقت میں نورتھ فورلینڈ سے ساحل اسیکس کی جانب تھا۔ اور اسی ساحل پر (غالباً ساوتھ اینڈ پر یا اس کے قریب) رومی جہازوں نے لنگر ڈالے تھے۔ پھر یہ کہ برطانوی جنوب مغرب کی طرف پسپا ہوئے اور وہ گمنام ندی جس کے کنارے بڑی لڑائی ہوی لی کی سیلابی شاخ تھی۔ یہاں سے ہٹ کر برطانوی لوگ ٹیمز کے جنوب میں ہٹے اور رومی اُن کے تعاقب میں ساتھ ساتھ گئے اور ٹیمز کے اسی طرف انھوں نے (غالباً کیسٹن کے مقام پر) پڑاؤ ڈالا اور دوبارہ کلودیوس کے ساتھ ٹیمز کو عبور کرکے کمالودونم پر حملہ کیا ؛ اس قیاس کے معنی یہ ہیں کہ گویا برطانیوں نے پیچھے ہٹ کر اپنے حصار کمالودونم کی پناہ لینے کی بجائے، جان بوجھکر اسے حملے کے لئے غیر محفوظ چھوڑ دیا اور خود ایک طرف چل دئے۔ اور ادھر رومیوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی بجائے ان کا پیچھا کیا اور گو وہ جانتے تھے کہ اصل منزل مقصود کے واسطے انھیں پھر ٹیمز کے پار آنا پڑے گا لیکن اس وقت وہ ٹیمز کو عبور کر گئے ؛ اور یہ دونوں مفروضات محال عقلی نظر آتے ہیں ''

حال میں مسٹر اسپورل نے آثار قدیمہ کے انسٹی ٹیوٹ میں ایک مضمون

پڑھا ۱۹۰۸ء) جس میں ایک اور ہی نظریہ پیش کیا گیا ہے جو کسی قدر ڈاکٹر گوئسٹ اور کچھ مسٹر ایری کے خیال سے ملتا جلتا ہے "وہ رومیوں کے اترنے کی جگہ سیمپ شائر کے ساحل کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ پہلے گلوسٹر پر بڑھے اور وہاں سے جانب مشرق روانہ ہوئے تا آنکہ (ڈیمون کے گمنام دریا) لی تک پہنچ گئے مسٹر اسپوول کے نزدیک بھی رومیوں نے برطانویوں کا ٹیمز اتر کے جنوب میں تعاقب کیا (اور وہ غالباً ٹلبری کے قریب دریا کے پار ہوئے جسے فرض کیا گیا ہے کہ بحری رو کی حد سے اوپر واقع تھا) اور اسی طرف ٹھیر کر کلودیوس کا انتظار کرتے رہے"۔

اس دشوار موضوع پر ایک نہایت کار آمد مضمون مسٹر فرنیو کا ہے اور ہم اس حاشئے کے اکثر بیانات میں اسی مضمون کے رہین منت ہیں ؎

ب۔ استوریوس اسکاپیولا کے زمانے میں صوبۂ برطانیہ کی حدود

صوبۂ برطانیہ کی شمالی فتوحات کی تاریخیں بہت غیر یقینی ہیں۔ ہمارے ماخذ تھوڑے ہیں اور تاسی توس کے ایک خاص فقرے کا جس سے اس مسئلے پر روشنی پڑنے کی امید تھی، صاف طور پر مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ گذشتہ باب میں ہم نے ہبنر کی رائے کی پیروی کی ہے کہ پلوتیوس اور استوریوس کی صوبہ داری میں صوبے کی سرحد کما لودنم اور کلوم پر تھی۔ دوا کی مستقل چھاؤنی بنانے کو سوے تونیوس کا کارنامہ قرار دیا ہے اور لینڈم (= لنکولن) کا قبضہ بعد کے زمانے سے منسوب کیا ہے۔ (نیز دیکھو باب بست و دوم۔ عنوان (۱) لیکن دیگر اہل الرائے لینڈم کو سوے تونیوس بلکہ استوریوس کے عہد کی فتح سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے نزدیک ۶۱ء کی بغاوت پھوٹنے کے وقت سرپالیس اور جیش نہم کی چھاؤنی اسی مقام پر تھی ؎

تاسی توس استوریوس کے حالات میں لکھتا ہے۔

"Cunctaque castris autonam et sabrinam fluvios cohibere parat,,

اور سچ پوچھئے تو جس ترتیب میں یہ الفاظ آئے ہیں اس سے کوئی با معنی فقرہ نہیں بنتا۔ لیکن اٹکل سے ان کا مطلب یہ لگایا گیا ہے کہ صوبہ دار مذکور نے دو

دریاؤں کے درمیان کے علاقہ میں جن میں سے ایک سیورن تھا، قلعوں کا ایک سلسلہ تعمیر کرایا۔ لوگوں نے مختلف طریق پر الفاظ کی تصحیح کی بھی کوشش کی ہے۔ جن میں ایک یہ ہے کہ " inter avonam " کی جگہ " Antonam " پڑھا جائے۔ مگر یہ بالکل خلاف قیاس ہے۔ موسن کے نزدیک " کاستریس " سے ویروکونیم (=وروکزیٹر) کے قریب کوئی جنگی چھاونی مراد ہے اور وہ دریا جس کا نام بگڑا ہوا ہے ٹرن ہے (اسی قسم کا خیال مسٹر ہاورفیلڈ کا بھی ہے) لیکن سیاق عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکوریوس کا یہ کام اسی سینی قوم سے کچھ تعلق رکھتا تھا پس ویرکونیم کچھ قرین قیاس نہیں نظر آتا۔ البتہ ہیریوس کا قیاس تاریخ اور کتبات قدیمہ دونوں کے اعتبار سے زیادہ دل کو لگتا ہوا ہے۔ اس کی تجویز یہ ہے کہ "Castris antonam" کی بجائے " Cis Trisantonam " پڑھا جائے جس کے معنی ہوے " این روے ٹرینٹ وسیورن " کچھ عجب نہیں کہ ٹرینٹ کا قدیم نام " ٹری سان ٹونا " ہو اور اگر ٹرینٹ کو یہاں سرحد بیان کیا گیا ہے تو پھر لینڈم کا اس وقت رومیوں کے قبضے میں ہونا بہت قرین قیاس ہو جاتا ہے۔

ایک اور بات یہ جتا دینی چاہیے کہ اگر لفظ " کاستریس " بجنسہ درست ہو تو پھر اس کے معنی پڑاؤ یا لشکرگاہ کے ہونے چاہئیں نہ کہ " سلسلہ قلاع " جس کے لئے " کاس تلیس " کا لفظ آتا ہے ۔

باب ہفدہم

نِرو کا عہد صدارت (۵۴ تا ۶۸ ع)

ذیلی عنوان:۔ (۱) نِرو کا لڑکپن اور تعلیم ۔ سینکا ؛ (۲) بری طانی کوس کا مرتبہ نرو کی تقریر مجلس اعیان میں (۳) اگری پینہ ۔ سینکا اور بوروس کی باہمی کشمکش ، پالاس کا زوال ۔ بری طانی کوس کی موت ؛ (۴) نرو کی بد چلنی ۔ پوپیہ سابی نہ ؛ (۵) اگری پینہ کی تباہی ؛ (۶) نرو کے ساتھ لوگوں کی ہمدردی (۷) نرو کا لوگوں کے سامنے رتھ بانی اور بیلا نوازی کرنا ؛ (۸) بوروس کی موت ۔ سینکا کے رسوخ کی کمی ۔ پوپیہ کی ریشہ دوانیاں ؛ (۹) تی جلی نوس پلوتوس اور کارنلیوس سلا کو سزائے موت ؛ (۱۰) اکتاویہ کی طلاق اور وفات ۔ نرو کی شادی پوپیہ سے ۔ پوپیہ کی موت ؛ (۱۱) تی جلی نوس کی رنگ رلیاں (۱۲) مالی تدابیر ۔ "آزاد تجارت" کا منصوبہ ۔ محاصل ۔ مخبری اور ضبطی ۔ سکے کی اصلی قیمت میں کمی ؛ (۱۳) روما کی بڑی آتش زدگی واقعہ ۶۴ء ۔ شہر کی از سر نو تعمیر ؛ (۱۴) آگ لگنے کے اسباب ۔ نرو پر الزام مسیحیوں پر الزام اور ان کو قتل کی سزائیں ؛ (۱۵) پیزو کی سازش ؛ (۱۶) سینکا اور لوکان کی وفات (۱۷) پترونیوس اربی ترکی موت ؛ (۱۸) تھراسیا پتوس کی وفات ؛ (۱۹) نرو کا ورود یونان میں صوبہ اکائیہ کو عطائے آزادی (۶۶ تا ۶۸ ء) ؛ (۲۰) وین دیکس کی شورش ؛ (۲۱) ورجی نیوس اسے فرو کرتا ہے ؛ (۲۲) گالبا کی پیش قدمی اور نرو کی وفات (۶۸ء) ؛ (۲۳) اس کی موت پر لوگوں کے خیالات ؛ (۲۴) شکل وصورت اور خصائل ؛ (۲۵) مجلس اعیان کے اختیارات میں قطع و برید (۲۶) صوبوں کا نظم ونسق ۔ صوبہ داروں سے داروگیر ۔ نئے صوبے ۔ منیریبیا

رومی نوآبادی؛ (۲۷) نالیہ کے درمیان سے ایک نہری راستہ نکالنے کی تجویز؛ (۲۸) فریسیوں کی لڑائیاں۔

فصل اول۔ سینکا اور بوروس کا عروج

(۱) نیا صدر رومی تیوسی برادری کے ایک نامی گرامی خاندان معروف بہ "سرخ ریش" کا فرد تھا۔ کہتے ہیں کہ جب نرو پیدا ہوا تو اس کے باپ نیوس رومی تیوس آہنو باربوس نے جس کی بدکاریاں اور بدمعاشیاں شہرۂ آفاق تھیں خود کہا تھا کہ مجھ جیسے باپ اور اگری پینہ جیسی ماں کا بیٹا ضرور ہے کہ ملک وسلطنت کے حق میں ناسازگار اور تباہ کن ثابت ہو۔ نرو تین برس کا تھا جب اس کے باپ نے وفات پائی اور شاہ گایوس نے ترکے سے اسے محروم کر دیا۔ اس کی ماں جلا وطنی میں تھی اس لئے تعلیم تربیت اس کی پھپی دومیشیہ لیپدہ کرتی رہی مگر جب کلودیس تخت نشین ہوا تو اس کی ماں نے بھی رہائی پائی اور اس کا ترکہ بھی واگزاشت کر دیا گیا۔ اور اب اس نظر سے کہ آیندہ وہ بڑا آدمی بننے والا ہے اس کی تربیت اگری پینہ نے اپنی نگرانی میں لی۔ اسی نے حکیم سینکا کو جلا وطنی سے واپس بلوایا اور اپنے بچے کی تعلیم پر مامور کیا جیسا کہ اوپر ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ یہ ممتاز شخص جس نے عہد نرو کے نصف اول میں رومی دنیا کے نظم ونسق میں بہت بڑا حصہ لیا، اپنے آپ کو رواقی یعنی نفس کی خواہشوں اور دنیا کی حرص وہوا سے بلند و ماوری کہتا تھا لیکن اس نے دولت کثیر جمع کی اور دربار داری کے فن کو اپنے لئے موجب عار نہ سمجھا اس کا شمار اُن مردان سیاسی میں تو ہو نہیں سکتا جو فلسفہ کا محض تفنن

لہ سرکاری طور پر اس کا پورا نام یہ تھا:۔

"Nero claudius divi claud .f. germanici caesaris n., Ti caesaris augusti pron, divi augusti abn. caesar augustus germanicus,,

کے طور پر مطالعہ کر لیتے ہیں لیکن اسے ایسا خالص فلسفی بھی نہیں کہہ سکتے جو سیاسی معاملات سے بے تعلق رہکر محض کبھی کبھی صلاح و مشورہ دیدیا کرتا ہو۔ برخلاف اس کے سینیکا کا نظریہ یہ تھا کہ فلسفہ کو ملک داری پر منطبق کرنا چاہئیے اور فکر کے ساتھ ہمیشہ عمل ہونا چاہئیے۔ ممکن ہے کہ اپنے اخلاقی اصول کی کامل پابندی میں اس سے کوتاہی ہوئی ہو مگر تمام نقائص کے باوصف اس میں کچھ شبہ نہیں کہ سینیکا" اپنے زمانے کے مکتب پڑھانے والوں اور ذلیل غلاموں اور خوشامدی موالی سے جن کے سپرد عام طور پر امیرزادوں کی تعلیم کردی جاتی تھی، کہیں بلند و برتر تھا۔ البتہ یہ سچ ہے کہ شاگرد کو بزور نیکی سکھانے کی بجائے بہلا پھسلا کر کام نکالنا اس کا اصول تعلیم تھا اور بعض باتوں کو منوانے اور دل نشین کرنے کی خاطر بہت سی باتوں میں خود دب جاتا تھا۔ نیز مشکل مضامین پر لڑکے کی توجہ مائل کرنے کے واسطے وہ اس کا بعض ادنے درجے کے لہو و لعب میں پڑنا گوارا کر لیتا تھا[1]"

نوعمر شہزادہ ان تمام ترغیبات میں گھرا ہوا تھا جو رومی امیرزادوں کے گرد و پیش رہتی تھیں اور ان تعیشات کا عادی تھا جو جسم و دماغ کی قوت کو کمزور کرنے کی خاصیت رکھتے ہیں۔ اس کی پسند کے مضمون فنون لطیفہ تھے خاص کر گانا بجانا۔ فن خطابت میں عام خیال کے مطابق اسے کچھ زیادہ آنا جانا نہ تھا اور جب چچا کی ماتمی تقریر تیار کرنے میں بھی اسے سینیکا کی مدد لینی پڑی تو اس بات کا لوگوں میں چرچا ہوا تھا۔

(۲) نرو کی جانشینی کو اعیان، اہل فوج اور عامۃ الناس نے بلا تامل قبول کر لیا۔ اس بات کا کچھ نہ کچھ خیال ضرور تھا کہ کلودیوس کے حقیقی فرزند ہونے کے اعتبار سے بری طانی کوس اس کے لئے پالک دومی تیوس سے زیادہ حقدار ہے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ کلودیوس کے وصیت نامے کو طاق نسیان پر رکھدیا گیا اور اسکے پڑھکر سنانے کی نوبت ہی نہ آئی۔ بایں ہمہ کوئی شخص بری طانی کوس کی حمایت میں اٹھنے پر آمادہ نہ تھا۔ ممکن ہے اس کا ایک سبب یہ ہو کہ ماں کی بدکاری نے خود اس کی ولادت کو مشتبہ کر دیا تھا۔ دوسرے عجب نہیں کہ اعیان ایسے بادشاہ کی

---

[1] مری ویل باب ششم، صفحہ ۲۷۰

تخت نشینی کو ترجیح دیتے ہوں جس کا حق مسلم نہ تھا اور جس کی نسبت امید تھی کہ اگر اعیان کی خوشنودی کو ضروری سمجھے گا تو ملکی معاملات میں اعیان کا دخل بڑھ جائے گا۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ آئین کے لحاظ سے تو صدارت کا حقدار نہ نرو تھا نہ بری طانی کوس۔ اور بہ اعتبار نسب دیکھئے تو نرو اپنی ماں کی طرف سے خاص اغسطس کی اولاد میں تھا۔

نئے بادشاہ نے مجلس اعیان میں سب سے پہلے جو تقریر کی اور یقیناً اسے سنیکا نے لکھوایا ہوگا۔ اس کا بہت اچھا اثر پڑا۔ اس میں نرو نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجلس اعیان کے فرائض اور کاروبار میں کوئی دخل نہ دے گا بلکہ اپنی سعی و تردد فوجی معاملات تک محدود رکھے گا۔ مجلس نے اس آزادی کے ملنے سے یہ فائدہ اٹھایا کہ بلا تاخیر کلودیوس کا ایک قانون جس میں قانون پیشہ لوگوں کو وکالت کا محنتانہ لینے کی اجازت دی گئی تھی منسوخ کر دیا' اور کواستوروں پر جو اسی بادشاہ نے دنگل کی کشتیاں دکھانے کے مصارف کا بار ڈال دیا تھا' اس سے انھیں مستثنیٰ کر دیا۔

(۳) عہد نرو کے ابتدائی سنین کا نمایاں واقعہ وہ کشمکش ہے جو اقتدار حاصل کرنے کے لئے اس کی ماں اور اس کے دو مشیروں (سنیکا اور بوروس) کے درمیان ہوتی رہی۔ حصول اقتدار کی خاطر اگری پینہ ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئی تھی اور اپنے بیٹے کی تخت نشینی کے بعد وہ اسے ہاتھ سے دینے کا خیال بھی دل میں نہ لائی۔ وہ اس پر بھی قانع نہ تھی کہ اس کا بیٹا حکمرانی کرے بلکہ درحقیقت وہ خود حکومت کرنا چاہتی تھی اور نرو ماں کا گرویدہ تھا۔ شروع شروع میں اس کا تکیہ کلام ہی "سب سے اچھی ماں" رہا اور چند مہینے تک اگری پینہ بادشاہ کی باقاعدہ اتالیق بنی رہی۔ صدر کی تصویر کے ساتھ اس کا چہرہ بھی سکوں پر کندہ ہوتا اور بیرونی ممالک کے سفیروں سے ملاقات کا کام اسی نے اپنے ذمے لے لیا تھا۔ نارکی سوس مولی اور صوبہ ایشیا کا صوبہ دار ایم سیلانوس اس کے قدیم دشمن تھے ان کا اس نے بلا تاخیر قصہ پاک کیا۔ نارکی سوس کی مخالفت کا حال پہلے ہم پڑھ چکے ہیں مگر سیلانوس سے وہ اس لئے ڈرتی تھی کہ کہیں وہ اپنے بھائی

لوسیوس کا انتقام نہ لے جسے اگری پینہ نے اپنے بیٹے کا رقیب ہونے کی بنا پر ہلاک کرا دیا تھا۔ ماں کی ان سیاسی سرگرمیوں پر نرو کو بجائے خود کوئی اعتراض نہ تھا وہ محض اپنے مرتبہ جلیلہ کی خوشیوں سے بہرہ اندوز ہونا چاہتا تھا اور اس کے فرائض ادا کرنے کا اسے فکر نہ تھا لیکن بوروس اور سنیکا نے ٹھان لی تھی کہ اتنا اقتدار ہرگز ایک عورت کے حوالے نہ کیا جائے خاص کر جب کہ یہ یقینی نظر آتا تھا کہ وہ اس اقتدار سے ظالمانہ اور بیباکانہ کام لے گی۔ غرض اگری پینہ کے اثر کا توڑ کرنے کے لئے انھوں نے نرو کو ایک یونانی مولاۃ اکتہ سے آغشتہ کرانے کا سازباز کیا اور اس پر اگری پینہ غضبناک ہوئی تو اس کی سخت زبانی نے بادشاہ کو اور بھی سنیکا کی طرف مائل کر دیا جو ان بدعنوانیوں میں اغماض و رواداری سے کام لیتا تھا تب اگری پینہ نے بھی اپنا طرز عمل بدل دیا اور اس فیلسوف کو ہرانے کے لئے اس سے بھی زیادہ نرو کو ڈھیل دینے لگی۔ لیکن اب اس کے بیٹے کی آنکھیں کھل گئی تھیں اور وہ اس کی بیجا حرص حکومت کو سمجھ گیا تھا۔ اگری پینہ کے حریفوں کی سب سے پہلی اور کارگر فتح یہ ہوئی کہ پالاس مولی معزول و معتوب ہوا جس کو اگری پینہ نے بہت لار رکھا تھا۔ اور جس کی سیاسی تجربہ کاری پر وہ بھروسہ کیا کرتی تھی۔ مگر نرو کو کبھی اس شخص کے ساتھ حسن ظن نہ تھا اور نہ اس کا مشورہ سنتا تھا۔ اب (قبل ۱۳ فروری ۵۵ء) اس نے اسے عہدے سے برطرف اور دربار سے خارج کر دیا۔

اس واقعے نے اگری پینہ کو سخت صدمہ پہنچایا اور اقتدار رفتہ کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے حالت یاس میں وہ بری طانی کوس کی حمایت پر کمربستہ ہو گئی۔ اس نے کہنا شروع کیا کہ کلو دیوس کا حقیقی وارث بری طانی کوس ہے اور یہاں تک دھمکی دی کہ میں اُسے ساتھ لیکر چھاؤنی میں دوڑ جاؤں گی اور سپاہیوں سے کہوں گی کہ جرمانی کوس کی جنی اور بوروس و سنیکا کے درمیان فیصلہ کریں۔ اس کا قول تھا کہ میں نے جو کچھ بھی زیادتیاں کی ہوں کم سے کم بری طانی کوس کی جان پر تو کوئی آسیب نہ آنے دیا۔ اگری پینہ کی یہ حرکت کلو دیوس کے بدقسمت بیٹے کے حق میں مہلک ثابت ہوئی۔ نرو کو نظر آ گیا کہ جب تک بری طانی کوس زندہ ہے اس وقت تک اس کی بادشاہی معرض خطر میں ہے۔ لہٰذا اس نے بری طانی کوس کا کام تمام کرنے کی ٹھان لی۔ اسی لوکوستہ کو

(جس سے اگری پینہ نے کلودیوس کو آخر منزل پہنچوانے کا کام لیا تھا) اب اگری پینہ کے بیٹے نے بری طانی کوس کا خاتمہ کرنے کی خدمت سپرد کی۔ اس نوجوان کو کھانے پر گرم شراب کا گلاس دیا گیا اور جب اسے وہ بہت گرم معلوم ہوا تو اس میں ٹھنڈا پانی ملا دیا جس میں زہر قاتل کا بھی ایک قطرہ شامل تھا۔ ہلاکت اس قدر فوری واقع ہوئی کہ جو لوگ موجود تھے سہم گئے اور اگری پینہ تو بغیر کسی تصنّع کے سخت دہشت زدہ ہو گئی نعش کو سخت طوفان کے باوجود اسی رات چھاؤنی کے میدان میں جلوا دیا گیا اور اس آندھی مینہ کو لوگ قہر الٰہی کی علامت سمجھے۔ اس بات کا صحیح علم ہونا غیر ممکن ہے کہ اس کام میں سینیکا بھی محرم راز تھا یا یہ صرف نرو کی دور اندیشی تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بری طانی کوس کی موت اگری پینہ کے منصوبے کا سدّباب کرنے کی کارگر تدبیر تھی پس سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اگری پینہ کی امیدیں خاک میں ملانے اور اپنے اقتدار کو محفوظ رکھنے کی غرض سے سینیکا اس حد تک بڑھنے کے لئے آمادہ ہوا یا نہیں کہ بری طانی کوس کو زہر دلوائے؟ مگر اسے مجرم ثابت کرنے کی کوئی شہادت موجود نہیں اور اس لئے اسے بے گناہ سمجھنا چاہیئے۔ لوگوں میں بری طانی کوس کی موت کو طبعی ظاہر کیا گیا اور نرو نے اپنے عزیز بھائی کی وفات کا سوگ منایا۔ باقی مجلس اعیان کی طرف سے اسے کسی پوچھ گچھ کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ کیونکہ بادشاہ کے طرز عمل سے جس کا رہنما سینیکا تھا مجلس مطمئن تھی اور جب تک وہ مطمئن رہے مجلسرا میں برادر کشی اور دیگر جرائم کا بلاخوف مداخلت ارتکاب کیا جا سکتا تھا۔

سینیکا کا اصل اصول ہی یہ تھا کہ اعیان کو خوش رکھا جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنے سونے چاندی کے بُت بنوانے کی تجویز کو منظور نہیں کیا نہ یہ اعزاز حاصل کرنا قبول کیا کہ سال کا آغاز اس کے ماہ ولادت 'دسمبر' سے کیا جائے۔ کسی مخبر نے ایک نایت اور ایک رُکن مجلس پر مقدمہ قائم کیا تو اسے بھی بادشاہ نے خارج کر دیا۔ اور یہ افعال اس کی راستبازی اور حق شعاری میں شمار ہوتے تھے۔

اگری پینہ کی بیٹے کے دل میں اب جگہ نہ رہی تھی اور بری طانی کوس کی موت کے بعد جب اس نے اکتاویہ کی حمایت لینی شروع کی اور اپنا ایک علیحدہ جتھا بنانا چاہا تو نرو چوکنا ہو گیا۔ اکتاویہ کے ساتھ نرو کا برتاؤ حقارت آمیز تغافل کا تھا،

اب اس نے اگری پینہ کے دروازے پر جو سرکاری پہرہ رہتا تھا اسے ہٹوا دیا اور مجبور کیا کہ محل چھوڑ کر اس مکان میں جا رہے جو پہلے اس کی نانی انتونیہ کی ملک تھا عتاب شاہی کے یہ آثار دیکھکر اگری پینہ کے ہوا خواہ کنارہ کرنے لگے اور سیلانہ[1] نے اس پر سازش کا جھوٹا الزام لگا کے اسے تباہ کرنے کی کوشش کی۔ سیلانہ کو اگری پینہ سے ذاتی عناد تھا اس نے کرایہ کے دو گواہ پیش کیے جنھوں نے بیان کیا کہ اگری پینہ اپنے بیٹے کی بیخکنی کا ساز باز کر رہی ہے کہ اسے تخت سے اتار کر روبلیوس پلوتوس کو بادشاہ بنا دیا جائے جس کا اغسطس سے اسی قسم کا رشتہ تھا[2] جیسا کہ خود نرو کا لیکن تحقیقات ہوئی تو الزام بے بنیاد ثابت ہوا اور سیلانہ کو جلا وطنی کی سزا ملی ؎

(۴) آیندہ تین سال تک اگری پینہ کا تاریخ میں کہیں ذکر نہیں آتا لیکن گو اس کا رسوخ زائل ہو گیا پھر بھی ظاہرا بادشاہ سے علانیہ قطع تعلق نہیں ہوا تھا۔ ادھر جب تک معاملات سلطنت کی باگ سنیکا اور بوروس کے ہاتھ میں رہی اور مجلس اعیان کو خلاف معمول سرگرمی سے کام کرنے کا موقع دیا گیا، اس وقت تک خود بادشاہ جوانی کی عیاشانہ تفریح و تفنن میں مصروف رہا۔ اس نے اوباش امیرزادوں کا یہ دلچسپ مشغلہ بھی اختیار کیا کہ رات کے وقت غلام کا بھیس بدل کے اڈوں اور چکلوں کی خاک چھانتا پھرتا۔ وہ اور اس کے ساتھی بازاروں میں بکری کے لئے جو سامان باہر رکھا ہوتا اسے لوٹ لیتے۔ اور گشت لگاتے وقت کوئی سامنے آجاتا تو اس پر دست درازیاں کرتے۔ ان بلووں میں خود بادشاہ نے چوٹیں کھائیں جن کے نشان اس کے چہرے پر نظر آتے تھے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ نرو اس طرح بھیس بدل کر پھرتا ہے اور بہت سے آبرودار مردوں اور عورتوں کی اس شب گردی میں بے عزتی ہوئی تو اوروں نے بھی اس کے نام سے اسی طرح گشت لگانے شروع کئے اور شہر میں بہت سی ٹولیاں ایسے بدمعاشوں کی تیار ہو گئیں جیسے کہ گذشتہ صدی میں لندن

[1] یہ مسالینہ کے چاہنے والے سیلیوس کی بیوہ تھی ؎
[2] اس کی ماں دروسوس (ابن تی بریوس) اور لیویلہ کی بیٹی جولیہ تھی۔

کے "مُہاک" تھے جن سے رات کے وقت لوگوں کو نہایت خوف رہتا تھا! ایک مرتبہ اعیانی رتبے کے ایک شخص جولیوس مون تانوس کی نِرو سے تاریکی میں مٹ بھیڑ ہوئی۔ نِرو نے جو اس پر حملہ کیا تو اس نے بھی پوری توّت سے توڑ کیا مگر بعد میں بادشاہ کو پہچان گیا اور معافی کی درخواست بھیجی۔ نِرو جو اپنے پہچانے جانے پر بہت جھلّایا تھا، کہنے لگا، "کیا یہ جاننے کے بعد بھی کہ اُس نے نِرو پر ہاتھ چلایا اُس نے اپنا خاتمہ نہیں کیا!" چنانچہ مون تانوس سے جبرًا خودکشی کرائی گئی۔ لیکن اس واقعے کے بعد سے بادشاہ زیادہ اہتمام و احتیاط کرنے لگا اور جب کبھی اپنے شبانہ گشت کو نکلتا تو سپاہیوں اور پہلوانوں کا ایک دستہ ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتا کہ ضرورت کے وقت مدد دے سکے۔

نِرو کے سب سے گہرے یار دو وضعدار اوباش سالویوس اوتھو اور کلودیوس سینیکو تھے۔ اوتھو کے ساتھ کمال ربط و اتحّاد کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ ۵۸ءمیں نِرو کی اس کی بیوی پوپیہ سابینہ سے بھی آشنائی ہوگئی۔ یہ عورت اوتھو سے شادی کرنے کے واسطے اپنے شوہر سے طلاق لے چکی تھی اور اس دوسرے خاوند کو بھی زیادہ اعلیٰ رتبے تک رسائی پانے کا صرف زینہ بنانا چاہتی تھی یعنی اُس نے خود نِرو کی ملکہ بننے کی ٹھانی تھی۔ اس کے نازانداز، لگاوٹ اور دلیری و شرارت کا حال لکھنے میں تاسی توس نے حسنِ بیان کا حق ادا کر دیا ہے اور مختصر یہ ہے کہ "بجز شرافت کے سابینہ میں سبھی اوصاف موجود تھے"[۱] حقیقت میں وہ اگری پینہ کی جوڑ تھی۔ آخر نِرو اس کے عشوہ و ادا کے جال میں پھنس گیا اور اُس نے اوتھو کو لوزی تانیہ کی صوبہ داری دے کے روما سے دفع کر دیا؛ لیکن نِرو سے شادی رچانا ممکن نہ تھا جب تک کہ اس کی بیوی اکتاویہ کو طلاق نہ دلوائی جائے اور پوپیہ کو نظر آگیا تھا کہ اس منصوبے کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ اگری پینہ کی وجہ سے پیش آئے گی جو اپنے بیٹے اور بہو کے رسمی تعلق کو قائم رکھنے کی ہمیشہ کوشش کرتی تھی، نظر برایں اس نے پہلے بادشاہ اور اس کی ماں میں قطع تعلق کرا دینے کی تدبیر

[۱] تاسی توس سوقائع۔ باب سیزدہم صفحہ ۴۵

شروع کی۔ اس کام میں اگری پینہ کے مخالف اسینکا اور بوروس اس کے حامی و مددگار بن گئے اور پوپیہ نے عزم بالجزم کر لیا کہ ملکۂ سابق اور ملکۂ حال دونوں کی نعشوں پر گویا پاؤں رکھ کے، قیاصرہ کے محل میں پہنچ جائے۔

(۵) فوج خاصہ میں جرمانی کوس کی بیٹی کا ابھی تک اچھا خاصا اثر تھا۔ لہٰذا اس کے خلاف علانیہ کوئی سرکاری کارروائی کرنا تو مخدوش ہوتا۔ البتہ نِرو اپنی محبوبہ کے اغوا میں آ گیا اور ماں کے قتل کرانے کا منصوبہ تیار کرنے میں اس نے باک نہ کیا۔ نِرو کے پہلے اتالیق انی کتوس نے جسے اس نے میزنم کے بیڑے کا سردار مقرر کر دیا تھا، ایک ایسی کشتی تیار کرنے کی خدمت اپنے ذمے لی جو بغیر شبہ پیدا کئے جب چاہیں غرق کی جا سکتی تھی۔ اب اگر کسی طرح اگری پینہ کو اس میں سوار کرا دیا جائے تو پھر اس کی غرقابی دنیا کی نظر میں محض ایک طوفانی حادثہ قرار پاتی، مارچ کے مہینے میں نِروا دیوی کا ایک تہوار "کوین کواتروس" پانچ دن تک منایا جاتا تھا اسی تقریب میں نِرو نے ماں کو اپنے قصرِ متصل بائیہ میں آنے کی دعوت دی۔ وہ مقام بولی تک کشتی میں آئی جو بائیہ اور راس میزنم کے درمیان واقع تھا اور باقی مسافت اس نے پالکی میں طے کی۔ لیکن کھانے کے بعد جب رات ہو گئی تو اسے بولی جانے کے لئے اسی کشتی میں سوار کرا دیا گیا جو اس کو ہلاک کرنے کی غرض سے بنوائی گئی تھی، مگر اس کی کل نے خاطر خواہ کام نہیں دیا اور اگری پینہ پانی میں گر کر تیرتی ہوئی کنارے تک پہنچ گئی اور وہاں سے اپنے لوکرین جھیل کے مکان میں چلی آئی۔ مگر اس کی ایک خادمہ اکرونیہ پانی میں گر کر جان بچانے کے لئے چلائی تھی کہ "میں ملکہ (اگری پینہ) ہوں" تو بچانے کی بجائے اس پر پتواریں پڑنے لگیں اور وہ ڈوب گئی، پس یہ ساری دغا بازی جس سے وہ بال بال بچی اگری پینہ کی پوری طرح سمجھ میں آ گئی تاہم اس نے ظاہر داری سے اسے اتفاقی حادثہ ہی قرار دیا اور اپنے مولیٰ اجری نوس کو اپنی خوش قسمتی سے بچ نکلنے کی خبر دے کر نِرو کے پاس روانہ کیا۔ نِرو اپنی جگہ پر یہ خبر سننے کا مضطربانہ انتظار کر رہا تھا کہ اس کی ماں کا قصہ پاک ہوا، اب جو منصوبہ بگڑنے کی خبر پہنچی تو سخت بدحواس ہو گیا اور بوروس و سنیکا کی منت سماجت

کرنے لگا کہ اس مشکل کو حل کرنے میں اس کی اعانت کریں۔ ان دونوں کا اس سازش میں کوئی حصّہ نہیں معلوم ہوتا لیکن انی کتوس نے کام کو ختم کرنے کا ذمّہ لیا اور یہ بہانہ تراشا گیا کہ اجری نوس کے پاس سے خنجر نکلا ہے اور اگری پینہ نے بادشاہ کو قتل کرنے کی سازش کی ہے۔ پھر انی کتوس فوج کے ایک سردار اور ایک جنگی تری یون کو ساتھ لئے ہوئے بہ عجلت قصر لوکرین میں پہنچ گیا۔ یہاں اگری پینہ انھیں ایک پلنگ پر لیٹی ہوئی ملی۔ صرف ایک نوکر اس کے پاس تھا اور باقی خونیوں کو آتا دیکھکر فرار ہوگئے تھے اور یہ ایک غلام بھی ان کی صورت دیکھکر بھاگ گیا۔ اگری پینہ بہت سے زخم کھاکے اور چیخ چیخ کے یہ کہتی ہوئی مری کہ "اس پیٹ پہ ضرب لگاؤ جس نے نرو کو اپنے اندر رکھا!" غلاموں نے اس کی تجہیز وتکفین کی اور ایک باوفا موالی منستر اس کی ارتھی پر خودکشی کرکے ہلاک ہوا۔ (۵۹ء)

(۶) اگر ماں کا خونی اس فعل پر نادم ومنفعل ہوا بھی ہو تو ان مبارکبادوں سے جو ماں کی سازش سے محفوظ رہنے پر اس کے پاس ہر طرف سے برس رہی تھیں، یہ کیفیت بہت جلد زائل ہوگئی۔ اس نے مجلس کے نام ایک خط تحریر کیا جس میں اگری پینہ کی موت کے سب حالات درج کئے۔ اور یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ لوگوں نے عام طور پر اسی جھوٹے بیان کو جس کی سینکا کی انشاپردازی نے ترصیع اور بورس کی شہادت نے تصدیق کی تھی، سچ نہیں مانا۔ یہ اس بات کی بھی ایک مثال ہے کہ مجلس اعیان عوام الناس تک بادشاہی اطلاعیں پہنچانے کا بہت اچھا ذریعہ بن گئی تھی۔ واقعے کا صحیح علم غالباً صرف چند رازداروں تک محدود رہا اور بجائے خود یہ قصّہ کچھ بعید از عقل نہ تھا کہ جو عورت شوہر کو قتل کراچکی تھی، اس نے اپنے بیٹے کو مارنے کا منصوبہ بنایا ہو۔ اسکے سوا اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ نرو سے اس قدر ہمدردی کا اظہار کیوں کیا جاتا۔ مجلس نے فیصلہ کیا بادشاہ کی سلامتی کا شکرانہ ادا کیا جائے اور اس کے اور منروا دیوی کے طلائی بت بناکے ایوان مجلس میں نصب کرائے جائیں۔ کوئن کواتروس کے تہوار میں آیندہ سے کھیل تماشوں کا اضافہ کیا گیا اور اگری پینہ کا یوم ولادت نحس قرار پایا۔ ان سب اشخاص کو جو اگری پینہ کے مشورے سے جلا وطن کئے گئے

تھے، واپس آنے کی اجازت ملی۔ نرو شہر میں جلوس کے ساتھ اس طرح داخل ہوا جیسے کوئی بڑا امیدان جیت کر آیا ہے۔ پھر جوپیٹر کے بڑے مندر پر چڑھکر دیوتاؤں کے حضور میں شکرانۂ تحفظ وسلامتی ادا کیا؛

فصل دوم۔ پوپیہ اور تی جلی نوس کا دَور دوَرہ

(۷) ہوس جاہ نے اگری پینہ کو اندھا کر دیا تھا مگر اس کے باوجود بادشاہی تمکنت ووقار کا وہ حد درجے پاس ولحاظ رکھتی تھی اور نرو اس احساس سے مطلق معرّا تھا۔ پس اگری پینہ کے بعد کوئی نہ رہا جو بادشاہ کو اپنے طبعی رجحان اور فنون لطیفہ اور تماشاگری کے ذوق شوق کو اس بے حجابانہ طریق پر ظاہر کرنے سے باز رکھتا جس میں رومیوں کے تمام قومی شعائر وآداب کی فضیحت مضمر تھی! نرو کے دل میں بڑی آرزو تھی کہ سب کے سامنے ناٹک کا سوانگ بنا کے نکلے اور خود گا کے اور بربط بجا کے اپنی رعایا کو محظوظ ومسرور کرے یا چکر پر دوڑ کی رتھ کو خود ہنکائے؛ پھر جب سینکا نے جتایا کہ یہ حرکتیں شاید ہی شاہانہ تمکین کے موزوں ہوں تو نرو نے جواب میں یونانیوں کی اعلیٰ تہذیب وشائستگی کے واسطے دیئے اور خود اپنے ماموں گایوس کی مثال پیش کی۔ آخر یہ دیکھکر کہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے سینکا اور بوروس نے کوشش کی کہ کم سے کم بادشاہ کے یہ تماشے مخصوص حاضرین تک محدود رہیں چنانچہ میدان، وی کان میں چکر (سرکس) تیار کرایا گیا۔ اور درباریوں کی ایک مخصوص تعداد کو اجازت دی گئی کہ وہ اور اُن کے رتھ بان بادشاہ کے کمالات کی داد دیں لیکن اگر نرو کے مشیر یہ سمجھے تھے کہ وہ اتنی رعایت پر بس کرے گا تو یہ ان کی غلطی تھی اسے الٹا اور شوق پیدا ہو گیا کہ زیادہ عام طور پر اپنے کمالات کی نمایش کرے، وہ مطرب اور نقّال کے روپ میں سب کے روبرو گانے بجانے پر تلا ہوا تھا اور پہلی مرتبہ ڈاڑھی کتروانے کی تقریب ہی کو اُس نے بغیر اس کے نہ جانے دیا کہ ایک نئے تہوار کا افتتاح کرے جسے "جونالیہ" کہتے تھے اور شاہی محلسرا میں منایا جاتا تھا شرکت کے واسطے بہت سے دعوتی رقعے تقسیم ہوئے اور رومی امیرزادوں کو

آمادہ کیا گیا کہ ناچ گانے کے مقابلے میں جن کے واسطے بادشاہ نے انعام مقرر کئے تھے، شریک ہوں۔ خود بادشاہ سلامت بربط ہاتھ میں لئے تماشاگاہ کے چبوترے پر تشریف لائے اور نوجوانوں کا ایک گروہ "اوگستیانی" کے نام سے مرتب کیا گیا کہ بادشاہ کی نغمہ سرائی پر تحسین و آفرین کا غلغلہ بلند کرے۔ کہتے ہیں بوروس بھی اس تماشے کو دیکھتا تھا۔ اس طرح کہ "زبان پر آفریں تھی اور دل میں افسوس" آیندہ سال (سنہ ۶۰ء) بادشاہ نے ایک اور تہوار کا افتتاح کیا جسے اس کے نام پر "نرونیہ" کہتے تھے۔ یہ ہر پانچ سال میں بالکل یونانی تہواروں کے نمونے پر منایا جاتا تھا، اس کے موسیقی مقابلوں میں خود نرو شریک ہوا۔ اور ہرچند یہ ناچ رنگ کے جلسے پہلوانوں اور جنگلی جانوروں کی خونی کشتیوں کے مقابلے میں کچھ بھی ضرر رساں نہ تھے۔ مگر اہل روما ان باتوں کو بہت کروہ جانتے تھے اور ان سے قومی جذبات کو صدمہ پہنچتا تھا چنانچہ بادشاہ کی ان حرکتوں کا ہر رومی مورخ نے بیزاری کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ لیکن نرو کے خیالات بالکل یونانی ہوگئے تھے اور اسے دنگل کے مناظر کا بہت کم شوق تھا۔ بچپن سے اسے سینکا نے رواقی فلسفے کی تعلیم دی تھی اور اس کے مزاج میں کم سے کم وسیع مشربی کا اثر ضرور سرایت کر گیا تھا اور وہ روما کے مقامی رسوم و شعائر سے ذرا بھی متاثر نہ تھا۔

(۸) سنہ ۶۲ء نرو کے عہد حکومت کا انقلابی سال ہے۔ اس وقت تک وہ بوروس و سینکا کے قابو میں رکا ٹھہرا رہا کہ گو وہ اسے اپنے طفلانہ راگ رنگ کے مزے لینے سے منع نہ کرتے تھے لیکن ساتھ ہی یہ جائز نہ رکھتے تھے کہ وہ اپنے شاہی اختیارات سے سلطنت کو کوئی نقصان پہنچا دے۔ چنانچہ نرو کے یہ ابتدائی پانچ سال "کوئن کوئنیتوم نرونیس" (پنجسالہ نروی) کے نام سے حسن انتظام میں ضرب المثل ہوگئے تھے۔ لیکن اوائل سنہ ۶۲ء میں بوروس کی وفات ایک بڑے تغیر کا آغاز ہوگئی۔ اپنے ساتھی کی امداد سے محروم ہوتے ہی سینکا کا رسوخ زائل ہونے لگا کیونکہ معلوم ہوتا ہے فوج خاصہ کے ناظم کی معاونت کے بغیر ملکی معاملات میں کوئی دخل پانا قریب قریب غیر ممکن تھا اور سینکا نئے ناظموں کے ساتھ اس طرح مل کر کام نہ کر سکا جس طرح بوروس

کے ساتھ مل کر کرتا تھا، یہ نئے ناظم سوفونیوس تی جلی نوس اور فنیوس روفس تھے۔ دوسرے پوپیہ کی عداوت سنیکا کو اپنے پرانے شاگرد کی نظر سے گرانے کا سب سے بڑا سبب ہوگئی کیونکہ وہ اس بوڑھے درباری کو اپنے عاشق کے مزاج میں بے قدر درخور پاتے دیکھ کر بہت جلتی تھی۔ اور دراصل وہ جو اکتاویہ کو نکال کر خود ملکہ بننے میں اب تک کامیاب نہ ہوئی اس کا باعث بوروس و سنیکا ہی تھے۔ بوروس سے ایک مرتبہ طلاق کے متعلق رائے لی گئی تو اس نے اپنی طبعی صاف گوئی سے یہ جواب دیا کہ "اگر کلودیوس کی بیٹی کو نکالتے ہو تو سلطنت بھی اس کے حوالے کرو جو تمھیں اسی بیوی کے جہیز میں ملی ہے" غرض جس طرح اگری پینہ کو دفع کیا تھا اسی طرح اب پوپیہ نے سنیکا کو اپنے راستے سے دور کرنے کی فکر کی۔ اور کبھی اس کی دولت مندی کو جرم قرار دیا اور کبھی یہ الزام لگایا کہ وہ غداری کی نیت سے لوگوں کو بگاڑتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ سنیکا نثر نگاری اور خطابت میں بادشاہ سے بہتر ہونے کی شیخیاں مارتا ہے، اس طرح نرو کو سنیکا کی طرف سے بدظنی اور اندیشہ پیدا ہوگیا اور اس کے تیور بدلے دیکھ کر بوڑھے فلسفی کو بھی نظر آگیا کہ وہ خطرے کے مقام میں ہے۔ چنانچہ اس نے ازرہ احتیاط ظاہری شان شوکت کے سامان کو، جسے اب تک قائم رکھا تھا خیرباد کہی اور سرکاری ملازمت سے بالکل کنارہ کشی کی سوچنے لگا۔

(۹) بوروس کے دو جانشینوں میں سے روفس تو کوئی شہرت و اقتدار نہ حاصل کرسکا لیکن تی جلی نوس، جو کسی گمنام خاندان کا بے اصول آدمی تھا، خوشامد اور نالائق حرکتوں میں شرکت کرنے سے بہت جلد بادشاہ کا رفیق و ہمراز بن گیا۔ اگر وہ صرف سیہ کاریوں کا ساتھی ہوتا تو اس کا ملک کی عام سود بہبود پر چنداں اثر نہ ہوتا لیکن تی جلی نوس نے ظلم و ستم کی بھی شہ دی اور نرو کے آخری عہد کی وجہ امتیاز یعنی ظالمانہ استبداد کا آغاز ہی تی جلی نوس کے ورود نامسعود کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس عہد کی ابتدا ازو بلیوس پلوتوس اور کورنیلیوس سُلا کے قتل سے ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ ۶۰ء میں دمدار تارہ نکلا جسے اہل رومہ صدر رومہ کے زوال کی فال سمجھتے تھے لہٰذا افواہ اڑگئی کہ آیندہ صدر پلوتوس ہوگا ۔ اس پر نرو نے پلوتوس کو مشورہ دیا

جو حقیقت میں ایک حکم کا مرتبہ رکھتا تھا کہ تم اپنی جاگیر واقع ایشیا میں خلوت نشین ہو جاؤ اس نے تعمیل کی اور وہیں خاموشی سے زندگی گزار رہا تھا کہ تی جلی نوس نے اس کی دولت مندی، ناموری اور شام کی فوجوں سے صوبہ ایشیا کی نزدیکی کی بنا پر بادشاہ کو بتایا کہ پلوتوس اب بھی خطرناک ہے۔ چنانچہ محل کے ایک خواجہ سرا کو ایک یکصدی اور ساٹھ سپاہیوں کے ساتھ رومہ سے روانہ کیا گیا کہ اس مردود امیر کا قصہ پاک کرے اور گو پلوتوس کو اس کے دوستوں نے پہلے سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ چاہتا تو بھاگ کر ایران چلا جاتا لیکن وہ راضی بقضا اپنی جگہ پر رہا۔ دوسرا شخص کورنلیوس سلاا تو نیہ کا شوہر تھا جو تپینہ کے بطن سے کلودیوس کی بیٹی تھی۔ چار سال پہلے اس کے متعلق بے وفائی کا شبہ ہوا اور حکم دیا گیا تھا کہ وہ مسالیہ میں جا رہے۔ وہ کچھ بہت دولتمند نہ تھا لیکن اس کی عالی نسبی اور خاندان کلودیوس کے ساتھ رشتہ سابقہ شبہات کے ساتھ مل کر اس کی تباہی کا سبب بن گئے۔ یہ مطلق العنانی کے وہ نمونے تھے جنھیں دیکھ کے طبقۂ اعیان کا کوئی شخص اپنے تئیں محفوظ نہ سمجھ سکتا تھا چنانچہ آیندہ سے ہم مجلس اعیان کا رنگ بدلا ہوا دیکھتے ہیں اور اس میں آزادی رائے کی بجائے غلامانہ چاپلوسی آجاتی ہے۔ یہ گویا تی جلی نوس اور پوپیہ کی فتحمندی تھی، سنیکا سے میدان خالی ہو گیا۔

(۱۰) اب وقت آگیا تھا کہ پوپیہ اپنے مقصد عظیم کو حاصل کر لے اور نرو کو اکتاویہ کے طلاق دینے پر آمادہ کرے۔ اس میں تی جلی نوس نے اس کی مدد کی۔ اکتاویہ پر سکندریہ کے ایک نے نواز کے ساتھ مجرمانہ تعلق رکھنے کا الزام لگایا گیا اور جرم کی تحقیقات فوج خاصہ کے ناظم کے سپرد ہوئی۔ ملکہ کی بعض کنیزوں نے جنھیں شدید عقوبت دی گئی تھی، اپنی مالکہ کے جرم کا اقرار کیا لیکن زیادہ تعداد انکی تھی جو اس کی تردید کرتی رہیں۔ اس کمزور شہادت کی بنا پر سزائے قتل دینے کی گنجایش نہ تھی جو پوپیہ کی خواہش تھی۔ نرو نے بانجھ ہونے کی بنا پر صرف طلاق دینا کافی سمجھا۔ بوروس کا محل اور پلوتوس کی املاک بسر اوقات کے لئے اکتاویہ کو ملیں اور اسے حکم دیا گیا کہ وہ کمپانیہ ہی میں سکونت گزیں رہے۔ لیکن اس بدنصیب

اور بے گناہ ملکہ کے ساتھ عام طور پر لوگوں کو جو ہمدردی پیدا ہوئی، وہی اسکی بربادی کا سبب ثابت ہوئی۔یعنی ایک روز یکایک یہ افواہ اڑ گئی کہ بادشاہ نے اکتاویہ کو واپس بلا لیا۔اس خبر میں کوئی اصلیت نہ تھی کیونکہ نرو پہلے ہی پوپیہ سے شادی کر چکا تھا اور شہر کے عام مقامات اور سرکاری عمارات میں اس کی مورتیں بھی نصب کرا دی گئی تھیں۔مگر عوام الناس یہ خبر سنتے ہی بڑے مندر (کاپی تول) کی طرف دوڑ پڑے اور دیوتاؤں کا شکرانہ ادا کرنے لگے کہ بادشاہ نے قیاصرہ کے خاندان کی ایک لڑکی کا حق تسلیم کیا۔پھر انھوں نے پوپیہ کی مورتیں اکھاڑ اکھاڑ کے پھینک دیں اور اکتاویہ کی مورتیں کندھوں پر اٹھائے اٹھائے پھرے۔شاہی محل کے قریب بھی لوگوں کا ٹھٹ آ لگا تھا انھیں تی جلی نوس کے سپاہیوں نے منتشر کر دیا لیکن پوپیہ کو نظر آ گیا کہ جب تک میری رقیب زندہ ہے، میرا یہ مرتبہ معرض خطر میں ہے۔پس اس نے نرو کو بلا دقت اکتاویہ کے قتل کی منظوری دینے پر رضامند کر لیا۔میزنم کے بیڑے کا سردار انی کتوس جو اگری پینہ کی جان لینے کی تدبیر کرنے میں اپنی کارگزاری دکھا چکا تھا، اس دوسرے شکار کو ٹھکانے لگانے کی خدمت انجام دینے پر بھی کمربستہ ہو گیا۔اس نے بادشاہ کے سامنے یہ اقبال کیا کہ میں نے اکتاویہ کے ساتھ زنا کیا ہے۔اس پر اُسے تو بطور سزا سار دینیہ میں جلا وطن کر دیا گیا جہاں وہ بڑے عیش کی زندگی گزار کر مرگ طبعی سے فوت ہوا اور اکتاویہ کو پان داتریہ کے جزیرے میں بھیجکر قتل کرا دیا گیا (۹ رجون سنہ ۶۲ ء) اس کا سر کاٹ کر پوپیہ کے سامنے لائے تب اس کو اپنے مستقبل کی طرف سے پورا اطمینان ہوا۔مجلس اعیان نے دیوتاؤں کے شکر میں نذر نیاز ادا کرنے کا فیصلہ کیا اور تاسی توس لکھتا ہے کہ آئندہ بغیر صراحت کے یہ بات مقدر سمجھی جائے کہ جب کبھی صدر سزائے موت و جلا وطنی کا حکم صادر کرتا تو اسی کے ساتھ دیوتاؤں کے شکرانے بھی ادا کئے جاتے اور وہ تمام رسوم جو پہلے مسرت انگیز واقعات کی علامت ہوتی تھیں، اب کسی قومی مصیبت کا نشان بن گئیں"

آئندہ سال (سنہ ۶۳ ء میں) نرو کے ہاں پوپیہ کے بطن سے بیٹی پیدا ہوئی مجلس نے فیصلہ کیا کہ ملکہ کو "اغسطہ" کا لقب دیا جائے جو اکتاویہ کو نہیں ملا تھا۔

لیکن آیندہ سے اس لقب میں وہ سیاسی اہمیت باقی نہیں رہی جو لیویہ اور اگری پینہ کو اس کی بدولت حاصل تھی۔ نرو کو بیٹی ہونے سے نہایت خوشی ہوئی تھی اور اس کا نام کلودیہ رکھا تھا مگر وہ تین مہینے بعد مرگئی اور اس پر بادشاہ کو رنج بھی ایسا ہی بے حد ہوا جیسی مفرط خوشی ہوئی تھی۔ تاہم کلودیہ کو گایوس کی بہن دروسیلہ کی طرح دیویوں کا رتبہ دیدیا گیا۔ اسی طرح دو سال بعد جب اسقاط حمل کی وجہ سے خود پوپیہ مری تو اسے بھی ربانی زمرے میں شامل کر لیا گیا اور لیویہ کے بعد وہی ایسی ملکہ تھی جسے یہ اعزاز نصیب ہوا۔ کہتے ہیں اس کی موت اور اسقاط حمل کا سبب یہ ہوا کہ نرو کی لات اتفاق سے اس کے لگ گئی۔

(۱۱)۔ القصہ نئے دور میں سینیکا اور بوروس کی جگہ پوپیہ اور تی جلی نوس نے لے لی، اور وہ تعیش و تعدی جو گایوس کے عہد میں عام تھی اور وہ بدمستی جن سے کلودیوس کا دربار متصف تھا از سر نو تازہ ہوگئیں۔ نرو نے عیاشی بھی اسی طرح کھلے بندوں کی جس طرح علانیہ سانگ کیا اور رتھ ہانکی تھی۔ شہر کے تمام مجمع عام کے مقامات میں دعوت کے جلسے جمتے اور بادشاہ کے بے تکلف طرز عمل سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا سارا شہر اس کا خانگی مکان ہے۔ ان رنگ رلیوں میں جو نت نئی عیاشیاں تی جلی نوس کمال ذہانت سے ایجاد کرتا تھا، ان کا ہر جگہ چرچا تھا اور شہر والوں کو بھی اجازت تھی کہ وہ بادشاہ کی سیہ کاریوں کا تماشا دیکھیں۔ ایک ایسے ہی موقع پر شاہی دسترخوان ایک بہت بڑے تختے پر چھایا گیا جسے "حوض اگریپا"[1] میں کشتیاں کنارے کنارے کھینچتی پھریں۔ کشتیوں کی سونے اور ہاتھی دانت کے کام سے آرایش کی گئی تھی۔ انکے چلانے والے سب اوباش اور بدوضع اشخاص تھے۔ حوض کے کنارے کے مکانات بداطواری کے گھر تھے اور انھیں بڑے بڑے گھرانوں کی عورتوں سے معمور کیا گیا تھا۔ اس بے شرمی کا انتہائی کھیل خود نرو نے کھیلا کہ ایک مردی تھوڈورس کیساتھ اپنی شادی رچائی اور اس میں عروسی لباس (برقع) جہیز، مشعلوں کی رسم اور دیگر

---

[1] یہ حوض یا جھیل غالباً مارےتوس کی چھاؤنی میں تھی۔

تمام مذہبی مراسم ادا کئے گئے۔ نرو کی شرمناک بیہودگی کی ایسی کہانیاں جنھیں قدیم مورخوں نے بیان کیا ہے، عجب نہیں کہ مبالغہ آمیز ہوں لیکن اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جس طرح بلا حجاب اپنی سیہ کاریوں کے تماشے دکھاتا تھا اس کا اس زمانے میں تصور میں آنا بھی مشکل ہے۔

(۱۲)۔ اسراف و بے اعتدالی نے جو بادشاہی بداطواری کے قدم بقدم بڑھی تھیں، شاہی خزانہ خالی کر دیا اور جس طرح گایوس کے زمانے میں ہوا تھا، اب بھی سلطنت سخت مالی مشکلات میں مبتلا ہو گئی۔ واضح رہے کہ نرو کے ابتدائی عہد کے مالی انتظامات سے کمال بیدار مغزی اور رعایا پروری نمایاں تھی۔ کلودیوس اسکے لئے معمور خزانہ چھوڑ گیا تھا جیسا کہ تی بریوس سے گایوس کو میراث میں ملا تھا اور نرو نے عوام الناس کا بوجھ ہلکا کرنے کی دل میں کوشش بھی کی تھی کہ یہ طبقہ بالواسطہ محاصل کے بار سے دبا جاتا تھا۔ چنانچہ ۵۸ء میں خود بادشاہ نے یہ قابل داد تجویز پیش کی تھی کہ "وک تی گالیہ" کو بالکل اڑا دیا جائے جس کے معنی اس زمانے کی زبان میں یہ ہوں گے کہ "تجارت غیر مقید" (فری ٹرید) رائج کر دی جائے۔ اور یہ قیاس کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس رعایت کو صرف شہر روما یا رومی شہریوں تک محدود رکھنا مقصود تھا جیسا کہ بعض صاحبوں کا گمان ہے۔ دراصل اصلی غرض اس تجویز سے یہ تھی کہ لوگوں کا بار کم ہو اور اسی کے ساتھ محصول کا وہ طریقہ بھی چھوڑ دیا جائے جس میں بہت کچھ ناانصافیاں اور خیانتیں کی جاتی تھیں۔ رہا وہ نقصان جو اس طرح سرکاری مداخل میں واقع ہوتا، تو بے شبہ اس کی تلافی کی یہ تجویز سوچی گئی تھی کہ بالواسطہ محاصل میں اضافہ کر دیا جائے جو پیداوار والوں اور بڑے سوداگروں کے ذمے ڈالے جاتے تھے کیونکہ یہی وہ گروہ تھا جو کروڑگیری کے معاف کئے جانے سے نفع حاصل کرتا۔ مگر بادشاہ کی اس تجویز کے عملی تجربہ کی نوبت نہیں آئی اور اس کے تجربہ کار مشیروں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس تجویز سے سرکار کو شدید نقصان اٹھانا پڑے گا۔ مخالفت کی یہ آواز ضرور انہی اعلےٰ طبقے والوں کی طرف سے بلند ہوئی ہو جو وصول محاصل کے ٹھیکے میں بہت کچھ روپیہ لگا چکے تھے اور جو موروثی مال پر محصول بڑھنے سے

نقصان میں رہتے۔ لیکن گو یہ مجتہدانہ تجویز یونہی رہی، تاہم اسی کی بدولت بعض اہم اصلاحیں عمل میں آئیں جن سے محاصل کی تکلیف و مصیبت مختلف طریق پر کم ہوگئی مثلاً ایک ضابطہ نافذ ہوا جس کی رو سے سرکاری محاصل کی صحیح رقم شایع کرنا لازمی تھا تاکہ محصلین کی زیادہ ستانی کا سدباب ہو جائے۔ اس قسم کی زیادتیوں کے خلاف جو نالشیں کی جائیں ان کی سماعت بھی عدالتوں میں سب سے مقدم کر دی گئی تھی۔ بقایا کے دعاوی ایک سال گزر جانے کے بعد قابل سماعت نہ ہوتے تھے اور صوبوں سے جو غلہ اطالیہ میں دساور آتا تھا اس کی کروڑ گیری میں تخفیف کر دی گئی تھی۔

"خزانۂ شاہی" (فیزکوس) کے مخارج کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ نرو "ملک کو" ۶ کرور سسترکہ (= چار لاکھ اسی ہزار پونڈ) سالانہ دیا کرتا تھا اور یہ رقم زیادہ تر اہل شہر کے واسطے غلہ فراہم کرنے میں خرچ ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ "خزانۂ عامرہ" کو بھی خزانۂ بادشاہی سے روپیہ دینا پڑتا تھا جسکے بغیر مجلس اعیان کے ضروری مصارف کی کبھی پوری نہ پڑتی تھی ادھر ارمنیہ اور برطانیہ کی لڑائیاں بہت خرچ طلب ثابت ہوئیں جن کا خرچ اُن دیوانی اور فوجی مصارف کے ماسوا تھا جو ملک کے انتظام اور سرکاری فوجوں کے قیام کے لئے معمولاً درکار ہوتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب تی جلی نوس اور بادشاہ کے دوسرے عیاش دوستوں کے دور میں درباری اسراف بہت بڑھا تو خزانہ خالی رہنے لگا اور اسے معمور کرنے کی نرو کو بھی وہی تدبیریں کرنی پڑیں جو اس کے ماموں گایوس نے اختیار کی تھیں۔ یعنی مخبری اور ضبطی کے طریقے از سر نو جاری کئے گئے۔ مصنوعی یا محض معمولی الزامات پر دولت مندوں کی دار و گیر اور ان کی مال و متاع بحق خزانہ شاہی ضبط ہونے لگی۔ اس دراز دستی کے سب سے پہلے کشتوں میں دو دولتمند مولے بھی تھے۔ یعنی ایک تو خود بادشاہ کا دبیر دوری فورس جس نے پوپیہ سے بادشاہ کی شادی کی مخالفت کا حوصلہ کیا تھا اور دوسرا ضعیف العمر پالاس جس نے بہت کچھ روپیہ سمیٹا تھا اور عہدے سے معزولی کے وقت بھی یہ دولت بادشاہ نے اس کے قبضے میں رہنے دی تھی۔ لیکن اس اعتبار سے کہ پالاس شاہی خزانے میں جس کا انتظام کلودیوس کے زمانے میں اس کے سپرد تھا، تغلب کر کے اس قدر مالا مال ہوا

تھا، اس کے مال کی ضبطی بھی بیداد محض نہ تھی۔ سنیکا نے اپنے مال متاع کو خود ہی بادشاہ کے حوالے کرنا چاہا تھا لیکن یہ استدعا منظور نہیں ہوئی۔

مگر مالی مشکلات کا سب سے نمایاں اثر یوں ظاہر ہوا کہ سرکار کو سونے چاندی کے سکوں کا اصلی عیار کم کرنے کی خطرناک تدبیر اختیار کرنی پڑی۔ یہ کارروائی سنہ ۶۱ء و سنہ ۶۲ء ہی سے شروع کردی گئی تھی۔ اور ایک پونڈ (= ۴۰ تولہ) سونے سے بجائے اسی کے چھیانوے دینار اور بجائے چالیس کے پینتالیس اوریان (= اشرفیاں) صرف کی جانے لگی تھیں۔ اس طرح جو عیار بگڑا تو پھر آیندہ اس کی کبھی بھی اصلاح نہ ہوسکی اور سلطنت کا دوالیہ پن جو تیسری صدی میں حد کو پہنچ گیا تھا، ماننا پڑے گا کہ اس کی ابتدا نروہی کے زمانے سے ہوتی ہے۔ سونے کی طرح چاندی کے سکے کا عیار گھٹانے کی ایک خاص وجہ یہ سمجھنی چاہئیے کہ سامان عیش و تکلفات کے عوض میں ساری سلطنت کی چاندی کھچ کھچ کر مشرقی ایشیا میں ڈھلی چلی جاتی تھی۔ مسی سکے کے متعلق بھی نرونے یہ کیا کہ مجلس اعیان سے سکہ ضرب کرنے کا حق غصب کرلیا حالانکہ یہ حق، جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے (باب سوم۔ عنوان نمبر ۱۵) مجلس کے بہت مفید مطلب تھا۔

فصل سوم۔ شہر رومہ کی مشہور آتشزدگی۔

(۱۴۳)۔ اگر نرو کو جائز و ناجائز وسائل سے خزانے کی تھیلیاں بھرنے میں کامیابی ہوگئی تو بھی سنہ ۶۴ء میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ اس میں خزانۂ شاہی کے تمام مداخل سے کام لینا پڑا۔ شہر رومہ میں آتش زدگی عام بات تھی۔ لیکن سال مذکور کی ۱۸ر جولائی کو رات کے وقت جو قیامت خیز آگ لگی ایسی پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ اس کا آغاز بڑے دنگل کے جنوب مشرقی سرے کی دکانوں سے ہوا جن میں آتش گیر سامان بھرا ہوا تھا۔ یہ وہ نشیب یا گلی تھی جس کے ایک طرف کلیوس پہاڑی کے مغربی اور دوسری طرف پلاتین کے جنوبی کنارے تھے۔ یہاں سے ہوا کے جھکڑنے شعلوں کو دنگل کی چوبی چھت اور بنچ اور کرسیوں تک پہنچا دیا اور پھر

سیل بے پناہ کی طرح آگ پلاتین ا ولیا اور اسکوی لین میں پھیل گئی جہاں مسیناس کے باغ تک پہنچ کے اس کا زور رکا۔ لیکن دوسری طرف بھی وہ آگے بڑھی اور اون ٹین چوک بواری اور ولابرم کی بہت سی عمارتیں جل کر خاک ہوگئیں۔ یہ بلائے بدساعت رات اور چھ دن تک بھڑکتی رہی اور اس وقت بھی جب سب سمجھے تھے کہ اب بجھ گئی وہ پھر مارتیوس کی چھاؤنی میں بھڑک اٹھی اور امی لیوسی باغ کی عمارتوں کو تاراج کردیا (جو تی جلی نوس کی ملکیت تھا) اور کاپی تول و کوری نال کی پہاڑیوں کے دامن تک پہنچ گئی۔ غرض بیان کرتے ہیں کہ شہر کے چودہ محلوں میں سے سات محلے کلیتہً اور چار جزءً جل کر راکھ کا ڈھیر رہ گئے۔ لیکن تاریخی شہادتوں سے ثابت ہوگیا ہے کہ یہ بیان مبالغے سے خالی نہیں اگرچہ یہ بالکل صحیح ہے کہ شہر کو شدید نقصان پہنچا۔ سرکاری عمارتوں میں سے یہ عمارتیں نذر آتش ہوئیں :- عطارد "المحافظ" (jupiter stator) کا مندر جسے رومیولس نے بنایا تھا اور شاہ نیوما کی "کچہری" (= "regia") اور مقدس آتشکدہ، اون ٹین پر دیانہ دیوی کا مندر جس کا شاہ سر دیوس نے افتتاح کیا تھا اور وہ بڑی قربان گاہ جسکی بنیاد کو فسانوں میں اواندر سے منسوب کیا جاتا تھا۔ اور یہ سب روما کے قدیم بادشاہوں کے عہد کے آثار اور یادگاریں تھیں۔ لیکن کار آمد ہونے کے لحاظ سے زیادہ شدید نقصان اُن شاندار عمارتوں کی تباہی سے ہوا جو اغسطس نے پلاتین کے اوپر تعمیر کرائی تھیں یعنی اپولو کا مندر اور محل۔ نیز مارتیوس کی چھاونی میں فلامی نوس کے دنگل یا چکر کی نئی عمارتوں کو بہت نقصان پہنچا۔ پھر یونان کے نامور بت تراشوں کی صناعی کے بہت سے لاجواب کام، کہ دنیا کی کوئی دولت اُن کی جگہ معمور نہیں کراسکتی جل کر فنا ہوگئے اور اس میں کیا کلام ہے کہ تاریخ روما کی بے حساب جنگی اور صنعتی یادگاریں ہمیشہ کے واسطے نابود و بے نشان ہوگئیں۔

اس مصیبت کے وقت نرو نے اپنے آپ کو نہایت قابل قدر بادشاہ ثابت کیا۔ آگ لگنے کے وقت وہ ان تیم گیا ہوا تھا اور جب واپس آیا تو آگ شاہی محلات کے قریب پہنچ گئی تھی۔ پھر بھی اس نے آگ فرو کرنے اور بجھانے میں کوشش کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ وہ شہر میں بلا کسی پہرے چوکی یا نوکر چاکر کے

ہر طرف دوڑا دوڑ پھرا اور جہاں کہیں زیادہ خطرہ ہوتا وہیں خود پہنچ جاتا اور بالآخر جب آگ فرو ہوی تو اس مصیبت عظیم سے جو خانہ برباد و بے پناہ باشندوں کو پیش آئی جن کا سب گھر بار اور ساز و سامان لقمۂ آتش ہوگیا تھا، بچانے کی اُس نے ہر ممکن تدبیر کی سرکاری عمارتیں اور تمام شاہی باغ ان کے رہنے کے واسطے کھلوا دئے گئے اور چھاؤنی میں ایک عارضی سائبان تیار کرایا گیا۔ غلہ نہایت ارزاں، یعنی تین سسترکہ فی بشل کے حساب سے فروخت کرنے کا انتظام ہوا اور مصیبت زدوں کی امداد و دستگیری کے لئے سرمایہ فراہم کیا گیا؎

شہر کی از سر نو تعمیر کا کام بڑی سرگرمی سے شروع ہوا۔ اس میں ضرور زر کثیر درکار ہوا ہوگا کیونکہ نرو نے تہیّہ کرلیا تھا کہ آتش زدہ کھنڈروں پر جو شہر اب بنے وہ پہلے سے زیادہ عالیشان بھی ہو اور آسائش و حفظان صحت کا بھی اس میں پہلے سے زیادہ خیال رکھا جائے۔ پرانے معماروں کی غلطیاں اچھی طرح معلوم کرلی گئیں اور اب ان سے احتراز کیا گیا۔ گلی کوچے زیادہ کشادہ اور مکانوں کی بلندی کم رکھی گئی اور تمام و کمال نہیں تو جزءً انھیں پتھر سے بنوایا۔ اور دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لئے نئے مکانوں کے سامنے برآمدے تعمیر ہوئے۔ مگر ان سب مکانات میں سب سے بہتر عمارت وہ نیا محل تھا جس کا نقشہ سویروس اور سیلر نامی معماروں نے تیار کیا تھا۔ یہ محل جدید شہر کے عجائبات میں تھا اور اسے "سونا گھر" کہتے تھے، اس میں خود عمارت کی شان و شکوہ کچھ اتنی تعجب انگیز نہ تھی جس قدر کہ اس کی کیاریاں، حوض، چوبی کنج اور سبزہ زار کے مناظر دیکھکر حیرت ہوتی تھی؎ ملکہ بلاد (روما) کی اس تعمیر و بحالی میں اطالیہ اور بیرونی صوبوں سے چندے طلب کئے گئے تھے اور خاکستر شدہ نوادر و نفائس کی جگہ بھرنے کے واسطے یونانیوں کی آبادیوں سے صنّاعی کے وہ بے بہا نمونے اٹھوا منگائے تھے جو اُن کے معابد و امصار کی زیب و زینت تھے؎

(۱۴۲)۔ یہ فرض کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ اس عظیم الشان آتش زدگی کا اتفاق ہونے کے علاوہ کوئی اور سبب بھی تھا۔ لیکن عوام الناس کو

شبہات تھے کہ یہ کسی شریر کا کام ہے اور ایک بے بنیاد افواہ شہر میں پھیل گئی تھی کہ خود بادشاہ کے اشارے سے شہر جلا ہے۔ اور اس خوفناک فعل کی مختلف اغراض قرار دی جاتی تھیں مثلاً کہا جاتا تھا کہ بادشاہ کے دل میں اپنے وطن سے زیادہ عمر پانے کی آرزو تھی یا یہ کہ وہ اسے از سر نو اپنے نام پر بسانا چاہتا تھا یا یہ کہ شہر کی بدنمائی اس کے ذوق تعمیر پر نہایت گراں گزرتی تھی۔ یہ روایت بھی مذکور ہے کہ نرو مسنیاس کے محل پر سے بیٹھا ہوا آگ کی شررخیزی اور شعلہ ریزی کا تماشا دیکھتا اور خوش ہوتا تھا اور تسخیر تروے پر اپنے طبعزاد ناٹک کے گیت گا رہا تھا۔ عجب نہیں کہ یہ نقل واقعیت پر مبنی ہو لیکن آتش زنی کا الزام جو خود ہمعصروں نے نرو کے خلاف عائد کیا ہے یقیناً غلط ہے۔ روما کی تباہی میں اس کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ ہر طرح نقصان ہی تھا۔ دوسرے لوگوں کے آرام و راحت کا اس کو جس قدر خیال رہتا تھا اور پلاتین کو بچانے کی جیسی کوششیں اس نے کیں انھیں دیکھکر یہ گمان بالکل بعید از عقل نظر آتا ہے۔ نہ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ وہ مالی مشکلات میں گھرا ہوا تھا وہ خواہ مخواہ ایک نیا شوشہ نکال کر خزانے پر شہر کی از سر نو تعمیر اور مصیبت زدوں کی اعانت کا بار گراں کیوں ڈالتا۔ نرو کے بہت سے دشمن موجود تھے اور ان کا فائدہ اسی میں تھا کہ بادشاہ کو بری سے بری صورت میں پیش کریں۔ پس یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ مذکورہ بالا افواہ یا تو انہی نے گھڑی اور یا وہ دوسروں سے سن کر اسکو ہر طرف پھیلاتے رہے۔

مگر یہ تو عام طور پر لوگوں کا خیال تھا کہ آگ ضرور کسی کی لگائی ہوئی ہے چنانچہ کوتوالی کی طرف سے تفتیش ہوئی اور بعض اشخاص "جنھیں عوام الناس" مسیحی " کہتے تھے" پکڑے گئے اور سزایاب بھی ہوے۔ یہی موقع ہے جہاں دنیاوی تاریخ میں مسیحی فرقہ کا سب سے پہلے ذکر آتا ہے اور جن یادگار الفاظ میں تاسی توس نے اس فرقہ کا ذکر کیا ہے وہ اس قابل ہیں کہ بجنسہ نقل کئے جائیں: "مسیح (کریستوس) جس کے نام پر یہ فرقہ مسیحی کہلاتا ہے۔ تی بریوس کے عہد صدارت میں صوبہ دار پونتیوس پیلاتوس کے حکم سے قتل ہوا لیکن یہ عقیدہ فاسد جس کا وقت کے وقت انسداد ہو گیا تھا، دوبارہ نہ صرف اپنے اصلی مبدا یعنی ارض یہود میں بلکہ

خود پائے تخت میں نمودار ہوا جو دنیا بھر کی بری سے بری اور بیہودہ سے بیہودہ رسموں کا سنگم بن گیا تھا۔" یہ قول اس زمانے کی اس عام بدگمانی کو ظاہر کرتا ہے کہ مسیحی لوگ اپنی خفیہ مجلسوں میں ہر قسم کی شرمناک حرکات، جیسے مردم خواری یا زنا بامحرمات وغیرہ وحشیانہ افعال کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس موقع پر جب وہ لوگ جو مسیحی مشہور تھے پکڑے گئے اور انھوں نے مسیحی ہونے کا اقرار کیا تو پھر ان میں سے بعض نے سخت جبر و اذیت پا کر بہت سے ایسے لوگوں کے نام بھی بتا دئے جو در پردہ مسیحی تھے لیکن اپنا مذہب ظاہر نہ کرتے تھے۔ ان قیدیوں سے محض آتش زنی کے جرم کا مواخذہ نہیں کیا گیا اور تاسی توس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر یہ الزام پوری طرح ثابت نہ ہو سکا اور یہ مورخ بظاہر اس معاملے میں ان کی بیگناہی کا یقین رکھتا ہے لیکن چونکہ عام طور پر مسیحیوں کو "بنی نوع کے ساتھ نفرت رکھنے" سے متہم کیا جاتا تھا لہذا سمجھ لیا گیا کہ شہر میں آگ لگا دینا ان سے بعید نہیں ہے۔ غرض بہت سے اشخاص مستوجب سزا قرار دئے گئے جس کا ظاہری سبب تو آتش زنی تھا لیکن حقیقۃً محض اس بنا پر کہ وہ مسیحی ثابت ہوے۔ پھر انھیں بڑی بے توقیری اور تمسخر کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اور بعض چمڑے میں لپیٹ کر کتوں سے پھڑوا دئے گئے اور بعض کو ٹاٹ میں لپیٹ کر اس طرح آگ لگا دی کہ رات کو مشعل کا کام دیں[1]۔ اس عذاب رسانی کا تماشا دیکھنے کے لئے نرو نے واتی کن باغ خالی کرا دئے تھے۔ اور اسی تماشے کے ساتھ ایک نمایش بھی چکر میں مقرر کی تھی جس میں وہ خود رتھ بان کے لباس میں شریک ہوا۔ ان مظلوم مسیحیوں کی قربانی سے لوگوں کے غم و غصہ کو تسکین ہو گئی بلکہ بادشاہ کی سفاکی دیکھ کر ندامت و انفعال کے جذبات پیدا ہو گئے۔

رومہ کے مسیحی ظلم و ستم کا اس واسطے شکار ہوے کہ نرو کسی کو نکو بنا کے سارا الزام اس کے سر دھرنا چاہتا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کام کے لئے انہی لوگوں کا جو اب تک کچھ معروف و روشناس نہ تھے، انتخاب کیوں کیا گیا؟ یہودیوں کے متعلق تو اس زمانے کی تحریریں دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کو عام طور پر

[1] جووناکل نے اسی سزا کا اپنے اشعار میں نقشہ کھینچا ہے (دیکھو اس کی ہجو) باب اول از بیت ۱۵۵)

اُن سے نفرت و بدظنی تھی اور اگر حکومت ان پر شبہ کرتی اور سزائیں دیتی تو کچھ تعجب کی بات نہ تھی۔ لیکن مسیحیوں کے ساتھ اس برتاؤ کی کوئی صاف وجہ یقین کے ساتھ بیان نہیں کی جاسکتی اور یہ محض قیاس ہے کہ عجب نہیں انہی یہودیوں نے اپنے سر سے الزام اتارنے کے لئے مسیحیوں کو دھروا دیا ہو جن سے یہودیوں کو شدید نفرت تھی، یہ کچھ لگتی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے کہ ممکن ہے یہودیوں کو اس کوشش میں پوپیہ سابینہ کے رسوخ سے زیادہ آسانی سے کامیابی حاصل ہوگئی ہو کیونکہ اس ملکہ کے یہودیوں اور اُن کے مذہب کی طرف مائل ہونے کی یقینی شہادتیں موجود ہیں [1]۔

فصل چہارم - پیزو کی سازش

(۱۵) تی جلی نوس بادشاہی کے جھوٹے دعویداروں کا سُراغ نکالنے سے نہ تھکتا تھا اور یہی حکمت عملی تھی جس کی بدولت ادھر تو شاہی خزانے کی تھیلیاں بھرتی رہتی تھیں اور اُدھر خود تی جلی نوس حکومت کا جزو لاینفک بن گیا تھا۔ ۶۴ء میں جونیوس تورکواتوس سیلانوس پر غداری کا الزام لگا کے خودکشی پر مجبور کیا گیا مگر اس سے طبقۂ امراء میں عام بددلی اور ایک سازش کی بنیاد پڑی اور ۶۵ء کے موسم بہار تک اس کی پوری پخت و پز ہوگئی۔ سازش کرنے والوں نے نرو کی جگہ لینے کے واسطے سی اکال پورنیوس پیزو کو منتخب کیا جو اس زمانے میں شہر کے نہایت ممتاز و ہر دلعزیز اشخاص میں سے تھا۔ وہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ رہتا، بڑی فیاضی سے روپیہ اڑاتا اور غریبوں کی وکالت میں اپنی قوت خطابت صرف کرنے کے واسطے آمادہ رہتا تھا۔ اس کے اخلاق میں دلکشی تھی اور اس کی زندگی اسی طرح کی اوباشانہ تھی جیسی کہ تی جلی نوس یا نرو کی۔ وہ محض لاابالی پن سے سازش کا مرکز بننے پر رضامند ہوگیا لیکن اس کے عملی خطروں میں حصہ لینے کا اس میں ولولہ نہ تھا۔ اس کام میں کامیاب ہوجانے کی زیادہ توقع اس واسطے نظر

[1] اس نے اور موقعوں پر یہودیوں کی حمایت و وکالت کی تھی۔

آتی تھی کہ فوج خاصہ کا دوسرا ناظم فنیوس روفس جیسے اپنے ہم عہدہ تی جلی نوس سے بہت خوف اور حسد ہو گیا تھا، شریک سازش ہو گیا اور اس کے ساتھ کئی فوجی حاکم اور سردار جن سے تی جلی نوس نے بے اعتنائی برتی تھی، آ ملے جن میں سوب ریوس فلاویوس نامی تریبیون سب سے ممتاز تھا۔ ان کے علاوہ سازش کے باقی شرکا یہ تھے: پلوتیوس لاترانوس جو سال آیندہ کا قنصل نامزد ہوا تھا۔ سینیکا کا دوست انتونیوس نتالیس لوکانوس شاعر جو اپنے اشعار کی بدولت بادشاہ کا معتوب ہوا تھا اور کلوڈیوس سینیکیوس جو نرو کا ہر وقت ساتھ رہنے والا درباری تھا اور اسی وجہ سے اپنے ساتھیوں کو محل سرا کی سب خبریں لا لا کے سنا سکتا تھا۔ شاعر لوکان کی ماں اور ایک مولاۃ اپی کاریس بھی اس منصوبے میں شریک کر لی گئی تھی اور اسی نے یہ کوشش کی کہ بیڑے کے ایک سردار ولیوس پروکیولس کو، جس کی نسبت گمان تھا کہ نرو کی طرف سے دل میں کینہ رکھتا ہے، سازش میں شریک کرے لیکن اس نے یہ راز بادشاہ کو سنا کے اپی کاریس کی ساری امیدیں باطل کر دیں۔ لیکن چونکہ اس عورت نے کسی کا نام نہیں لیا تھا اس لیے کسی سازش کرنے والے کا بادشاہ کو علم نہ ہو سکا۔

اب اہل سازش نے "سریس" کے تہوار کے زمانے میں یعنی ۱۲ سے ۱۹ اپریل تک چکر کے کھیلوں کے موقع پر نرو کو مار ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ قتل کرنے کی وہی تدبیر سوچی گئی تھی جو جولیس سیزر کے قاتلوں نے اختیار کی اور کامیابی پائی تھی، یعنی لاترانوس کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ بادشاہ کی خدمت میں ایک عرضی پیش کرے اور اس کے قدموں سے لپٹ کر اسے زمین پر گرا دے۔ باقی دیگر سازشی اپنے ہتھیار اس کے جسم میں اتار دیں۔ لیکن فلاویوس اسکوینوس نے، جس نے پہلا وار کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا، اپنی بیوقوفی سے یہ راز جو کہ اب تک بڑی احتیاط سے مخفی رکھا گیا تھا افشا کر دیا۔ یعنی اس نے اپنا وصیت نامہ تیار کیا اور وہ خنجر جسے وار کرنے کے ارادے سے منتخب کیا تھا، سان رکھنے کے لیے اپنے مولے میلی کوس کو دیا۔ زخموں کی مرہم پٹی کے واسطے ضروری سامان مہیا کیا اور اپنے غلاموں اور موالی کو بڑے تکلف کی دعوت کھلائی۔ یہ خلاف معمول باتیں دیکھ کر میلی کوس کو شبہ پیدا ہو گیا اور وہ صبح ہوتے ہی بادشاہ کے پاس پہنچا اور باریابی کی اجازت

حاصل کرلی۔ اس کونیوس کو گرفتار کرلیا گیا لیکن اس سے باز پرس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا اور سازش کا حال اب بھی ظاہر نہ ہوتا اگر میلی نوس کو یہ بات یاد نہ آجاتی کہ اسکے آقا کے ہاں نتالیس کی آمد رفت بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ اور جب اس نتالیس کو بلاکر اظہار لیے گئے تو اس کے بیان میں اس کوئی نوس کے بیان سے اختلاف نکلا جس سے ثابت ہوگیا کہ میلی کوس کی مخبری بے بنیاد نہ تھی۔ پھر جب ایذا رسانی کی دھمکی اور معافی کے اقرار کیے گئے تو یہ دونوں سازشی اپنے ساتھیوں کے نام بتانے میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے لگے۔ ان کے مقابلے میں اپی کاریس کی استقامت دیکھیے کہ اس عورت نے ہر قسم کے عذاب برداشت کیئے اور آخر میں خود گلا گھونٹ کر مرنا قبول کیا مگر راز فاش کرنا گوارا نہ کیا۔ اول اول فوجی عہدہ داروں کے نام جو شریک سازش تھے، ظاہر نہ ہوئے تھے اور مقدمے کے وقت خود فنیوس رُوفس اپنے ہم عہدہ تی جلی نوس کے برابر بیٹھا ملزموں سے سوال جواب کرنے میں بہت سرگرمی دکھا رہا تھا تاکہ اُس کے متعلق کوئی شبہ نہ کرسکے۔ لیکن جب ایک ملزم نے خود اس کا نام لیا تو اس کا رنگ زرد ہوگیا اور وہ اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکا۔ ملزموں کو سرسری تحقیقات کے بعد سزا کا حکم سنا دیا گیا لیکن انھیں اپنی موت کا طریقہ خود پسند کرلینے کی اجازت دی گئی۔ پیزو جس نے اس معاملے میں شروع سے نامردی اور تلوّن کا اظہار کیا تھا، اور لاترانوس بغیر کچھ کہے سنے قتل ہوے اور پیزو نے کمال تملّق سے اپنا مال متاع بادشاہ کے نام وصیت کردیا۔

(۱۶) ۔ شروع ہی میں جن لوگوں کے نام ظاہر ہوے اور انھیں سزائے موت سنائی گئی اُن میں حکیم سینکا بھی تھا۔ یہ بات کچھ خلاف قرائن نہیں ہے کہ اُس کا سازش میں واقعی کوئی تعلق ہو۔ اور نہ تھا تو بھی اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سازش کے فوجی شرکا، پیزو کی بجائے سینکا ہی کو نرو کا جانشین بنانے کے خواہاں تھے۔ دوسرے اگر نرو کے دل میں اپنے سابق اتالیق کو بخش دینے کا خیال بھی آیا تو پوپیا اور تی جلی نوس نے ایسا نہ کرنے دیا۔ سینکا اپنی بیوی پولینہ کے ساتھ انہی دنوں کمپانیہ سے واپس آیا اور شہر سے چار میل دور اپنے دیہی مکان میں ٹھیرا ہوا تھا۔ یہیں اسے موت کا پیام پہنچا

اور اس کی بیوی نے بھی شوہر کے ساتھ جان دینے کا ارادہ کر لیا۔ دونوں نے بازو کی رگیں کھول دیں لیکن سینیکا کے سن رسیدہ جسم میں دورانِ خون کی سستی سے خون زیادہ نہ بہا اور دیر تک جان کنی رہی۔ اسی حال میں جب کہ خون آہستہ آہستہ بہ رہا تھا اسنے پڑے پڑے ایک مضمون تحریر کرایا جو اس کے بعد شایع ہوا۔ پھر جلد خاتمہ کرنے کی غرض سے اس نے زہر نگل لیا لیکن اس کے سوکھے جسم پر اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا اور بالآخر گرم بھاپ نکلتے پانی کے غسل سے اس کی مشکل آسان ہوی۔ مگر پولینہ کو لوگوں نے نہ مرنے دیا۔ نرو کو اس سے کوئی عداوت نہ تھی اور شاہی سپاہیوں کے حکم سے اس کے بازو پر پٹی باندھ دی گئی۔ وہ بعد میں کئی سال زندہ اور شوہر کی یاد میں حق باوفائی ادا کرتی رہی اور اس کی جلد کی سفیدی ہمیشہ اس بات کو یاد دلاتی رہی کہ اس نے شوہر کے ساتھ جان دینے کے لئے خودکشی کا اقدام کیا تھا۔

اس نامی فلسفی اور اس کے بھتیجے لوکان شاعر کی موت ہی کے سبب یہ ناکام سازش اس قدر مشہور ہوی۔ لوکان نے بھی حمام میں اپنی رگیں کھول دی تھیں اور جب ہاتھ اور پاؤں سرد ہونے لگے تو اس وقت حسب حال بعض طبعزاد شعر پڑھے جن میں ایک زخمی سپاہی کے خون بہ کر مرنے کا نقشہ کھینچا تھا۔ ایک اور سازشی فلاؤس کی جو فوج خاصہ کے ایک دستے کا تری بیون تھا، نرو کو کھری کھری سنانے کی وجہ سے شہرت ہوی۔ یعنی جب بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیوں سازش کی تو اس نے جواب دیا "اس لئے کہ مجھے تم سے نفرت ہوگئی۔ مجھ سے زیادہ کوئی سپاہی تمہارا وفادار نہ تھا مگر اسی وقت تک جب تک تم محبت و وفاداری کے مستحق تھے۔ پھر جب تم نے اپنی ماں اور بیوی کا خون کیا، رتھ ہانکی، نقال بنے اور آگ لگائی تو میں تم سے نفرت کرنے لگا!" وستینوس قنصل بھی سزائے موت پانے والوں میں داخل کر لیا گیا تھا حالانکہ اس کا جرم صاف طور پر ثابت نہ تھا مگر کہتے ہیں نرو اس کی بیوی استاتیلیہ مسالینہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے اس کا قصہ پاک کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ سال آیندہ اس نے مسالینہ سے شادی کی۔

نتاکیس کو معافی مل گئی۔ میلی کوس کو بہت کچھ انعام اکرام اور "محافظ" کا خطاب عطا ہوا۔ فوج خاصہ والوں کو فی کس دو ہزار سسترکہ انعام ملے اور آیندہ

سے انھیں روٹی بھی بلا کسی معاوضے کے سرکار کی طرف سے ملنے لگی۔ تی جلی نوس، کوکیئوس نروا، اور پتر ونیوس تورپی لیانوس، جنھوں نے مقدمے کی تحقیقات میں مددی تھی جنگی تمغے اور خلعت مرحمت ہوئے اور پلاتیوم میں اُن کی مورتین نصب کرادی گئیں۔ رُوفس کی بجائے نیم فیدیوس سابی نوس ناظم فوج مقرر ہوا اور اسے قنصلی ماہی مراتب عطا ہوئے۔ صحت و فلاح کی دیوی "سالوس" کا ایک نیا دیول تعمیر کرایا گیا اور اس کوئی نوس کا خنجر "جوپیتر المنتقم" کے مندر میں چڑھا دیا گیا۔ اپریل کے مہینے کو "نرونیانوس" کے نام سے موسوم کیا گیا اور تجویز تو یہ بھی کی گئی تھی کہ خود نرو کا، دیوتا مان کے مندر بنوایا جائے مگر یہ مسترد ہو گئی۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس مقدمے کی، جو بادشاہ کی مجلس شوریٰ میں زیر تحقیقات رہا تھا، پوری قانونی کارروائی لکھکر شایع کردی گئی۔

(۱۷) اس سال ۶۵ء کے اخیر تک اور آئندہ سال میں بھی مجرموں کو سزائے موت ملتی رہی جن کا پیزو کی سازش سے بظاہر کچھ نہ کچھ تعلق تھا۔ سینکا کا بھائی اور لوکان کا باپ انیوس ملا ایک جعلی خط کی بنا پر قابل سزا قرار پایا جو اس کے بیٹے کی طرف سے اس کے نام تھا اور پیزو کی سازش میں اسے بھی ملزم بتاتا تھا۔ لیکن حقیقۃً ملا دولتمند آدمی تھا اور نرو کو اس کی املاک مطلوب تھیں۔ اسی زمانے میں پترونیوس کا خاتمہ ہوا جس پر اسکوئی نوس سازشی کے ساتھ قابل اشتباہ دوستی کا الزام لگایا گیا تھا حالانکہ اس کے مارے جانے کی اصلی وجہ تی جلی نوس کا حسد تھا۔ یہ پترونیوس اس قسم کا آدمی تھا کہ بدکاری کو اس نے فن لطیف بنا دیا تھا اور عیش و نشاط کے متعلق ہر معاملے میں اس کی رائے شہر بھر میں ذوق صحیح کا معیار سمجھی جاتی تھی۔ وہ "آئینہ وضعداری" تھا اس کے ہاں کے جلسے نہایت پر تکلف اور اس کی عیاشی بہت سلیقے کی ہوتی تھی۔ وہ "حکم" کے نام سے موسوم تھا کیونکہ بادشاہ کے عیش و عشرت میں اسی کی رائے نافذ اور واجب تقلید مانی جاتی تھی۔ مگر پترونیوس کا یہی رسوخ تی جلی نوس کو ناگوار گزرا جو اس قسم کے تمام معاملات میں نرو کا واحد مشیر درہ نما بننے کا آرزومند تھا؛ ۶۶ء میں بادشاہ تو کمپانیہ گیا ہوا تھا، تی جلی نوس نے پترونیوس کو

کومہ میں جبراً روک لیا۔ پترونیوس سمجھ گیا کہ اس کا خاتمہ قریب ہے لیکن اس بندۂ عیش نے مرتے دم تک اپنے وضع خاص کو ہاتھ سے نہ دیا بلکہ اپنی رگین کھول کے تھوڑی دیر بعد طبیب کو حکم دیا کہ انھیں باندھ دے اور پھر کچھ وقفے کے بعد کھلوا دیا اور آخری گھنٹوں میں جب تک موت واقع ہوی برابر یہی عمل کرتا اور دعوت میں دوستوں کو فحش اشعار سنا سنا کے ہنساتا رہا۔ بادشاہ کی غیر فطری ہوسناکی پر بھی اس نے ایک مضمون تیار کیا اور سربمہر لفافے میں نِرو کو بھجوا دیا۔ اسی پر ایک عورت سیلیہ کو دیس نکالا ملا جس کی نسبت نِرو کو شبہ ہو گیا تھا کہ اسی نے محل کے ان مخفی حالات کو جنمیں وہ خود بھی شریک رہتی تھی، افشا کر دیا ہو گا ؛

(۱۸) "اتنے سارے ناموں کا خون کرنے کے بعد، آخر میں نِرو نے تھراسیا پتوس اور باریا سورانوس کے قتل سے خود نکوی کا استیصال کرنا چاہا"۔ پی کلو دیوس تھراسیا پتوس نے کوئی کام ایسا نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے شہرت ہوی بلکہ خود اس کا وجود وجہ امتیاز تھا۔ وہ اس جماعت کا سرگروہ تھا جو احیائے جمہوریت کی مایوسانہ تمنا رکھتی اور کاتو (الاصغر) کے نقش قدم پر چلنا چاہتی تھی۔ تھراسیا اس جماعت کے محاسن و استقام کا سراپا مرقع تھا۔ وہ پتاویم میں پیدا ہوا اور نہایت سادہ عادات و خصائل اور غیر متزلزل اخلاق کا آدمی تھا۔ اسی لئے رومہ کی عیش کاری اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ اس نے ایک ایسے شخص کی بیٹی اریہ سے شادی کی تھی جو شاہ کلودیوس کے خلاف سازش کے جرم میں ہلاک ہوا اور جس کی بیوی نے بہادری سے شوہر کے ساتھ خود کو بھی ہلاک کر لیا تھا۔ تھراسیا اور اس کا داماد ہل وی دیوس پریس کوس جولیس کے قاتلوں، برو توس و کاسیوس، کی سالگرہ مناتے اور سر پہ پھولوں کے سہرے باندھتے۔ مجلس اعیان میں بھی تھراسیا اپنی بے باک آزادی کے باعث ممتاز ہو گیا تھا۔ جس وقت اگری پینہ پر تبرّی بھیجنے کی تحریک پیش ہوی تو وہ بغیر رائے دئے جلسے سے اٹھ گیا۔ نِرو نیانی تہواروں میں حصہ لینے سے اس نے انکار کر دیا اور پوپیہ مری تو اس کے جنازے کی اس نے بیعت نہ کی۔ ایک مرتبہ انتیس تیوس نامی کسی شخص کو بادشاہ کے متعلق ہجو یہ شعر لکھنے پر

مجلس نے موت کی سزا دی تو تھراسیا نے اس مفرط خوشامد کو کچھ کم کرنے کی کوشش کی
یہ بھی مشہور تھا کہ وہ بادشاہ کی سلامتی کے واسطے نذر و نیاز نہیں دیتا۔ مگر اصل یہ ہے
کہ وہ اور اس کے ساتھی نہایت معمولی باتوں پر حکومت سے الجھتے اور جزئیات میں
اپنی آزادی دکھاتے تھے کیونکہ قدیم جمہوریت جس کا وہ تصوّر باندھ رہے تھے حالات
زمانہ کے خلاف تھی۔ ان کی خطابت و فصاحت میں کچھ جان نہ تھی۔ اور ان کی سرگرمیاں
مجلسی اور ادبی معاملات تک محدود تھیں۔ تھراسیا فلسفہ رواقیہ کا معتقد تھا اور
اُس نے اپنے "اسوۂ حسنہ" کاتو کی سیرت بھی لکھی تھی۔ اسی حریف حکومت گروہ کے
خیالات کا آئینہ لوکان کی کتاب "فرسالیہ" تھی اور خاندان جولیس و کلودیوس
کے تمام بادشاہوں کے دور حکومت میں یہ گروہ اسی طرح جمہوریت کے خیال خام
پکاتا اور فرسودہ فقرے دُھراتا رہا۔ البتہ ان کی حمایت میں یہ ماننا پڑتا ہے کہ صدارت
سے اُن کی عداوت بالکل قدرتی شے تھی اور وہ اپنے سچے جذبات کو ظاہر کرنے کی
جرأت رکھتے تھے۔ کیونکہ اس میں تو کچھ کلام نہیں کہ صدارت کے وجود میں آنے سے
طبقۂ اعیان کی سیاسی قوت خاک میں مل گئی تھی اور یہ بات کہ رومی دنیا کے لئے بادشاہی
استبداد بھی اس قدر بُرا نہ تھا جس قدر کہ جمہوریت کے آخری عہد میں مجلس اعیان کی
حکومت بُری ہوگئی تھی، یہ انھیں (یعنی مخالفین بادشاہی کو) ایسی صاف اور واضح طور پر
نظر نہ آتی تھی جیسی کہ آج ہمیں نظر آتی ہے۔ آخر اپنی آن نہ چھوڑنے کی بدولت تھراسیا
کو زندگی سے ہاتھ دھونے پڑے۔ بادشاہ کی شان و عظمت کے خلاف چھوٹے بڑے
جتنے قصور اور زیادتیاں اس سے ہوئی تھیں، ان سب کو تی جلی نوس کے داماد
کاپیتو کوسوتیانوس اور ایک دوسرے مخبر اپی روس مارسلوس نے جمع کرکے
پیش کیا اور اسی کے ساتھ بار سورانوس پر بھی مختلف الزامات عائد کئے جن میں
سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ روبلیوس پلوتوس کا بہت گہرا دوست ہے۔ اس کے
خلاف سب سے باوقعت گواہی ایک رواقی فلسفی اگ ناتیوس سیلر کی پیش ہوئی
سورانوس کی بیٹی سر ویلیہ پر بھی نزو کے متعلق معاندانہ فال نکلوانے کا الزام لگایا
گیا۔ مقدمہ کی سماعت مجلس اعیان میں ہوئی اور تینوں ملزم سزایاب ہوئے۔[1]

[1] یہ مقدمے سنہ ۶۶ء کے اسی زمانے میں پیش ہوئے تھے جب کہ تری داتیس نرو سے تاج ارمینیہ

ہلوی دیلوس پریس کوس بھی اس قصور پر جلا وطن کیا گیا کہ وہ مجلس کی رکنیت کے فرائض ادا کرنے میں بے پروائی کرتا ہے۔ تھراسیانے سزایاب شرفار کے معمول کے مطابق موت کا یہی طریقہ پسند کیا کہ اپنی رگیں کاٹ دیں اور بیوی اریہ کو بہ تاکید منع کر دیا کہ وہ اپنی ماں کی پیروی نہ کرے۔ جب خون کا پہلا قطرہ بدن سے پھوٹ کے نکلا تو اس نے کہا "یہ سبیل ہے، نجات دہندہ جوپیٹر کے نام کی!"

(۱۹) اس اثنا میں نرو اپنے انہی کاموں میں منہمک تھا جنھیں وہ بزعم خود اپنی طبیعت کے خاص طور پر مناسب سمجھتا تھا۔ نیاپولیس میں جہاں شہر کے یونانی خصائص کی بنا پر اُسے پُرتپاک خیر مقدم کی توقع تھی، اُس نے سب کے سامنے ناٹک کا سوانگ کیا (۶۴ئہ) اور واقعی ایسی پرجوش داد پائی کہ اُس نے خاص یونان میں جاکر اپنی ہنرمندی دکھانے کا تہیّہ کر لیا۔ یونان جانے کی تیاریاں تو اسی وقت ہو گئی تھیں لیکن یہ ارادہ دو سال بعد عمل میں آیا اور اس عرصہ میں اُس نے دوسری مرتبہ نرونیہ کا تہوار منایا (۶۵ئہ) اور بربط نواز کا روپ بھر کے لوگوں کو اپنے اشعار سے محظوظ کیا۔ اور جس محفل میں بادشاہ گائے بجائے اُس میں کسی کا حاضر نہ ہونا بھی قریب قریب ایسا ہی سنگین جرم تھا جیسا کہ غداری۔ آئندہ سال (۶۶ئہ) کے اواخر میں نرو یونان آیا اور یہاں کی تماشاگاہِ عام میں اُس نے بلالحاظ و باک اپنا ناچ دکھایا اور گانا سنایا۔ جن شہروں میں فن موسیقی کے مقابلے ہوتے تھے وہاں اسے مدعو کیا گیا اور انعام ملے اور اولیمپیہ، دلفی، خاکنائے، اور نمیہ کے بڑے میلے جو یکے بعد دیگرے پورے سال سال بھر کے فرق سے ہوا کرتے تھے اس کی خاطر ایک سال کے اندر جمع کر دیے گئے کہ وہ ان چاروں میں انعام جیت کر "پرِودونی کوس" یعنی چاروں میلوں کے فاتح ہونے کا اعزاز حاصل کر سکے[۱]۔ اس بے قاعدگی کے علاوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: لیے روما آیا ہوا تھا۔ یعنی غالباً سال کے وسط میں۔ ملاحظہ ہو جونال، کتاب الہجو فصل سوم صفحہ ۱۱۶

۱۔ وقار بادشاہی کی اس توہین و فضیحت پر جونال کے چند شعر مشہور ہیں: "ہک اوپرا انکہ بھی۔ الخ" (کتاب الہجو۔ فصل دہم صفحہ ۴۴۲)

اولیمپیہ میں دستور کے خلاف موسیقی کے مقابلے کا ایک بڑا جلسہ کیا گیا۔ رتھ کی دوڑ میں بھی نرو نے حصہ لیا اور ہر چند اس کے گھوڑے اور ٹانگہ (یا رتھ) دوڑ میں گر پڑے تھے مگر حسب روایت جیت کا انعام اسی کو ملا۔ اس کی کامیابی کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا تھا کہ " بادشاہ نرو مقابلے میں فتحیاب ہوا اور رومی قوم اور اہل عالم کا جو اُسکے زیر نگین ہیں، تاج سرا ہوا"

یونان کے سفر میں فوج خاصہ کے بہت سے سپاہی اور درباری بادشاہ کے ہمرکاب تھے اور معلوم ہوتا ہے اس سفر میں نرو نے ہمیشہ سے بڑھکر دل کھول کے گلچھرے اڑائے، یونان اور اہل یونان کی جو عقیدت اس کے دلنشین تھی اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ وہ انھیں معمولی صوبے والوں کے مرتبے میں دیکھنا گوارا نہ کرے۔ اب اس نے فیصلہ کیا کہ انھوں نے اس کی جو خاطر مدارات اور اس کے کمالات فن کی جیسی قدر شناسیاں کی تھیں، ان کا صلہ دے۔ چنانچہ جیسا ڈھائی صدی پہلے فلامی نی نوس کے وقت میں ہوا تھا اسی کی نقل اب اُس نے کورنتھ میں کی کہ شہر کی منڈی میں کھڑے ہو کر تمام یونان کی آزادی کا اعلان کیا اور صوبہ اکائیہ کا وجود باقی نہ رکھا۔ لیکن عملی نتائج کے اعتبار سے نرو کے اس اعلان اور فلامی نی نوس کے اعلان میں بہت فرق ہے۔ نرو کے اعلان سے کوئی خرابی یا خانہ جنگی برپا نہ ہوئی۔ اس کی رُو سے فقط اتنا ہوا کہ بادشاہ کی عنایت خاص کے طفیل ایک صوبہ محاصل شاہی کے بار سے سبکدوش ہو گیا۔ نرو کے قیام یونان کے زمانے کا ایک قابل ذکر واقعہ یہ بھی ہے کہ اُس نے خاکنائے کورنتھ کے وار پار نہر کاٹنے کی کوشش کی۔ اور یہ وہ کام تھا جس کا ان دنوں کچھ پہلے اس کے ماموں گایوس نے منصوبہ سوچا تھا۔ نرو نے اپنے سامنے نہر کاوی کا آغاز کرا دیا تھا لیکن اس کے یونان سے جانے کے بعد پھر موقوف ہو گیا۔

نرو کے قیام یونان کے زمانہ میں تین قنصلی رتبے کے جیش سالاروں کا استیصال بھی عمل میں آیا جن کی قوت یا جاہ طلبی کا بادشاہ کو حسد یا خوف ہو گیا تھا۔ ان میں سب سے نامور کوربیولو تھا جس سے ہم رھا تُن پر پہلے روشناس ہو چکے ہیں اور جس کے مشرقی کارناموں کا حال آئندہ باب میں ہماری نظر سے

گزرے گا - باقی دو شخص دو بھائی اس کری بونیوس روفس اور اس کری بونیوس پروکیولس تھے اور دونوں جرمانیہ کے شمالی اور جنوبی صوبے میں جیش سالار کا عہدہ رکھتے تھے - ان کے خلاف الزامات کی نوعیت کا کچھ پتہ نہیں چلا اور نہ یہ معلوم ہے کہ ان کے دشمن کون لوگ تھے ؛

اپنے غیاب میں بادشاہ رومہ میں ایک مولیٰ ہلیوس کو نائب بنا گیا تھا اور غالباً اس سے بڑھکر وفادار خیر خواہ ملنا بھی مشکل تھا - ۶۸ء کے شروع میں جب صوبوں میں بد دلی کے آثار نمایاں اور مغربی افواج میں بادشاہ کے خلاف سازشوں کا شبہ ہوا تو ہلیوس فوراً یونان پہنچا اور نرو سے اصرار کیا کہ سلطنت کی سلامتی چاہتے ہو تو واپس رومہ آجاؤ چنانچہ نرو نے مراجعت کی اور اس رتھ میں جس میں اغسطس جلوس فتح کے وقت سوار ہوا تھا، شہر کے اندر داخل ہوا اور سر پہ اولمپیہ کا سہرا باندھے ہوئے تھا - اس کا "نرو اپولو" اور "نرو ہرکیولس" کے ناموں سے خیر مقدم کیا گیا - اور نئے سکے ضرب ہوئے جن میں اسے نے نواز کی شکل میں دکھایا گیا تھا - لیکن اس خوشامد درآمد کے باوجود وہ بہت جلد رومہ سے باہر کمپانیہ چلا آیا جہاں زیادہ آزادی سے رہنا سہنا ہوتا تھا؛

فصل پنجم - وین دکس کی بغاوت اور نرو کا زوالِ دولت

(۲۰) ان واقعات کا آغاز جو نرو کے زوال دولت پر منتج ہوئے غالیہ میں ہوا تھا اگرچہ آخری ضرب کاری غالیہ کی طرف سے نہیں پڑی ؛ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ غالیہ لگودونن سیس کا صوبہ دار سی جولیوس وین دکس (یا وین ڈر) ایک غالطی خاندان کا آدمی تھا لیکن پوری طرح رومی تمدن کے رنگ میں رنگ گیا اور خاندان شاہی میں داخل کر لیا گیا تھا - ۶۸ء کے شروع میں اس نے بغاوت کا علم بلند کیا - یہ صاف طور پر معلوم نہیں کہ اس نے اس شورش کی غائت کیا سوچی تھی لیکن قرینہ چاہتا ہے کہ اس کے دل میں یہ سمائی تھی کہ غالیہ کی ایک علیحدہ حکومت قائم کرے جو مورتانیہ کی قدیم ریاست کی شکل محض رسمی طور پر

اولیم پیہ میں دستور کے خلاف موسیقی کے مقابلے کا ایک بڑا جلسہ کیا گیا۔ رتھ کی دوڑ میں بھی نِرو نے حصّہ لیا اور ہرچند اس کے گھوڑے اور ٹانگہ (یا رتھ) دوڑ میں گر پڑے تھے مگر حسب روایت جیت کا انعام اسی کو ملا۔ اس کی کامیابی کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا تھا کہ "بادشاہ نِرو مقابلے میں فتحیاب ہوا اور رومی قوم اور اہل عالم کا جو اُسکے زیر نگین ہیں، تاج سر ہوا"

یونان کے سفر میں فوج خاصہ کے بہت سے سپاہی اور درباری بادشاہ کے ہمرکاب تھے اور معلوم ہوتا ہے اس سفر میں نِرو نے ہمیشہ سے بڑھکر دل کھول کے گلچھرے اڑائے، یونان اور اہل یونان کی جو عقیدت اس کے دلنشین تھی اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ وہ انھیں معمولی صوبے والوں کے مرتبے میں دیکھنا گوارا نہ کرے۔ اب اُس نے فیصلہ کیا کہ انھوں نے اس کی جو خاطر مدارات اور اس کے کمالات فن کی جیسی قدر شناسیاں کی تھیں، ان کا صلہ دے۔ چنانچہ جیسا ڈھائی صدی پہلے فلامی نی نوس کے وقت میں ہوا تھا اسی کی نقل اب اُس نے کورنتھ میں کی گہ شہر کی منڈی میں کھڑے ہو کر تمام یونان کی آزادی کا اعلان کیا اور صوبہ اکائیہ کا وجود باقی نہ رکھا۔ لیکن عملی نتائج کے اعتبار سے نِرو کے اس اعلان اور فلامی نی نوس کے اعلان میں بہت فرق ہے۔ نِرو کے اعلان سے کوئی خرابی یا خانہ جنگی برپا نہ ہوئی۔ اس کی رُو سے فقط اتنا ہوا کہ بادشاہ کی عنایت خاص کے طفیل ایک صوبہ محاصل شاہی کے بار سے سبکدوش ہو گیا۔ نِرو کے قیام یونان کے زمانے کا ایک قابل ذکر واقعہ یہ بھی ہے کہ اُس نے خاکنائے کورنتھ کے دار پار نہر کاٹنے کی کوشش کی۔ اور یہ وہ کام تھا جس کا ان دنوں کچھ پہلے اس کے ماموں گایوس نے منصوبہ سوچا تھا۔ نِرو نے اپنے سامنے نہر کاوی کا آغاز کرا دیا تھا لیکن اس کے یونان سے جانے کے بعد پھر موقوف ہو گیا۔

نِرو کے قیام یونان کے زمانہ میں تین قنصلی رتبے کے جیش سالاروں کا استیصال بھی عمل میں آیا جن کی قوت یا جاہ طلبی کا بادشاہ کو حسد یا خوف ہو گیا تھا۔ ان میں سب سے نامور کوربولو تھا جس سے ہم رتبہ اُن پر پہلے روشناس ہو چکے ہیں اور جس کے مشرقی کارناموں کا حال آیندہ باب میں ہماری نظر سے

گزرے گا۔ باقی دو شخص دو بھائی اس کری بونیوس روفس اور اس کری بونیوس پروکیولس تھے اور دونوں جرمانیہ کے شمالی اور جنوبی صوبے میں جیش سالار کا عہدہ رکھتے تھے۔ ان کے خلاف الزامات کی نوعیت کا کچھ پتہ نہیں چلا اور نہ یہ معلوم ہے کہ ان کے دشمن کون لوگ تھے۔

اپنے غیاب میں بادشاہ رومہ میں ایک مولی ہلیوس کو نائب بنا گیا تھا اور غالباً اس سے بڑھکر وفادار خیر خواہ ملنا بھی مشکل تھا۔ ۶۸ء کے شروع میں جب صوبوں میں بد دلی کے آثار نمایاں اور مغربی افواج میں بادشاہ کے خلاف سازشوں کا شبہ ہوا تو ہلیوس فوراً یونان پہنچا اور نرو سے اصرار کیا کہ سلطنت کی سلامتی چاہتے ہو تو واپس رومہ آجاؤ چنانچہ نرو نے مراجعت کی اور اس رتھ میں جس میں اغسطس جلوس فتح کے وقت سوار ہوا تھا، شہر کے اندر داخل ہوا اور سر پہ اولمپیہ کا سہرا باندھے ہوئے تھا۔ اس کا "نرو اپولو" اور "نرو ہرکیولس" کے ناموں سے خیر مقدم کیا گیا۔ اور نئے سکے ضرب ہوئے جن میں اسے نے نواز کی شکل میں دکھایا گیا تھا۔ لیکن اس خوشامد درآمد کے باوجود وہ بہت جلد رومہ سے باہر کمپانیہ چلا آیا جہاں زیادہ آزادی سے رہنا سہنا ہوتا تھا۔

فصل پنجم۔ وین دکس کی بغاوت اور نرو کا زوالِ دولت

(۲۰) ان واقعات کا آغاز جو نرو کے زوال دولت پر منتج ہوئے غالیہ میں ہوا تھا اگرچہ آخری ضرب کاری غالیہ کی طرف سے نہیں پڑی۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ غالیہ لگودونن سیس کا صوبہ دار سی جولیوس وین دکس (یا وین ڈز) ایک قلطی خاندان کا آدمی تھا لیکن پوری طرح رومی تمدن کے رنگ میں رنگ گیا اور خاندان شاہی میں داخل کر لیا گیا تھا۔ ۶۸ء کے شروع میں اس نے بغاوت کا علم بلند کیا۔ یہ صاف طور پر معلوم نہیں کہ اس نے اس شورش کی غائت کیا سوچی تھی لیکن قرینہ چاہتا ہے کہ اس کے دل میں یہ سمائی تھی کہ غالیہ کی ایک علیحدہ حکومت قائم کرے جو مورتانیہ کی قدیم ریاست کی مثل محض رسمی طور پر

سلطنت رومہ کی باج گزار ہو اور اس ریاست پر خود فرماں روائی کرے۔ مگر عملاً اس کے معنی یہی تھے کہ رومی حکومت کا جوا اتار پھینکا جائے اور اس اعتبار سے وین دکس کو ورسین جیتو رکس اور ساکر وویر کا جانشین کہہ سکتے ہیں۔ اس نے غالیہ کے مختلف حصوں سے ایک لاکھ کے قریب فوج فراہم کر لی تھی۔ ارورنی اور سکوآنی کے اضلاع شورش میں شریک ہوئے اور دریائے رون کے کنارے کا قصبہ ویئنا گویا ایک طرح کا مرکز بغاوت بن گیا تھا۔ مگر غالیات ثلاثہ کا دار الملک لگو دونم شورش سے الگ رہا اور اسی کی مثل سرحد جرمانیہ کے شہر تریوری اور لین گونس اس میں شریک نہیں ہوئے۔ وین دکس کے فراہم کردہ سپاہی قواعد جنگ سے واقف اور عمدہ اسلحہ سے مسلح نہ تھے اور جب تک وہ مغربی افواج کے کچھ دستوں کو نہ ملا لے، کامیابی کی کوئی امید نہ تھی۔ اس بارے میں رائن کی افواج پر تو اس کا منتر نہ چلا لیکن مشرقی ہسپانیہ میں اس کی ریشہ دوانیاں زیادہ بار آور ہوئیں۔ اس صوبے کا حاکم گالبا تھا جس کا ہمارے ناظرین سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔ رائن کے کنارے اور افریقہ میں بھی اس نے کسی قدر شہرت پائی تھی۔ سن کے لحاظ سے وہ عمر کے تہترویں سال میں پہنچ چکا اور بچپن میں اغسطس کو دیکھ چکا تھا بلکہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ اغسطس نے اس سے کہا تھا کہ "تو ایک دن ضرور ہماری سلطنت کا ذائقہ چکھے گا" گمان غالب یہ ہے کہ گالبا وین دکس کی سلسلہ جنبانی سے قبل ہی بغاوت کی سوچ چکا تھا۔ کاہنوں کے قول ملک میں گشت کر رہے تھے کہ رومہ کا ایک بادشاہ ہسپانیہ سے خروج کرے گا۔ وین دکس کی شورش اور گالبا کے نائب وین دیوس کے اصرار نے بالآخر اس پیر خم کو اسی طرف کھینچ لیا اور چونکہ وہ مجلس اعیان کا فرد تھا لہٰذا اس کے اعلان بغاوت نے حمایت و خدمت مجلس کے اعلان کی شکل اختیار کی۔ بہت کچھ تامل و تذبذب کے بعد اس نے ۲ اپریل کو اپنے اجلاس میں ایک تقریر کی جس میں اپنے آپ کو "مجلس اور قوم رومی کے سپہ سالار" (Sentatus Potoulique Romam) (Legatus) سے ملقب کیا اور لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ہسپانیہ میں لوسی تانیہ کا جیش سالار او تھو اور بتی کا کا استور کسینا اس کے مدد و معاون تھے لیکن اگر رھائن کے رومی جیوش اور افریقہ کا صوبہ دار

کلودیوس ماسران سے الگ رہتے تو ان کی معاونت کچھ کام نہ آسکتی تھی۔

(۲۱) اس عرصے میں ویندکس کی بغاوت کا نتیجہ نکل آیا تھا۔ اس شورش کی خبر سُن کے نرو روما واپس آیا اور اسے فرو کرنے کی تدبیریں کیں۔ جرمانیہ اور برطانیہ کی جو فوجیں سرماشیوں سے جنگ کرنے روانہ ہو چکی تھیں انھیں واپس ہونے کا حکم ملا۔ لیکن بغاوت کو دراصل فرو کرنے والا جنوبی جرمانیہ کا جیش سالار ورجی نیوس رفس ہے۔ اسے توڑ لینے کی ویندکس نے جس قدر کوششیں کیں ان سب کو رفس نے رد کیا[1] اور شورش کی قومی صورت اور ہمہ گیری سے خوف زدہ ہو کر فوج لئے ہوئے وسون شیو پر بڑھا۔ شمالی حصے سے بھی کچھ فوج مدد کے واسطے اس سے آملی۔ وسون شیو جس کا نام اب بسان سون ہو گیا ہے اس وقت باغی سردار کی غالوی فوج چڑھائی کر رہی تھی اور چونکہ شمالی جرمانیہ اور شمالی مغربی غالیہ کی سڑکیں دریائے رائن اور کوہ جورا سے آکر یہیں ملتی تھیں لہذا یہ مقام بہت اہمیت رکھتا تھا۔ یہیں باغیوں کے ساتھ ایک بڑی لڑائی ہوئی جس میں رومی جیوش نے کامل فتح پائی اور ویندکس مارا گیا۔ واضح رہے کہ جرمانیہ کی رومی فوجوں کو جس شے نے ویندکس کا ساتھ دینے سے باز رکھا وہ نرو کی وفاداری نہ تھی بلکہ بغاوت کا غالوی ہونا اس کا سبب تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ فتح کے بعد ہی ان رومی سپاہیوں نے خود اپنے سپہ سالار کے امپراطور (= امیر) ہونے کا اعلان کر دیا۔ مگر ورجی نیوس اس ترغیب میں بھی نہ آیا۔ وہ مبتذل خاندان کا آدمی تھا اور شاید یہ سوچا ہو گا کہ شرفاء روما میں میری بادشاہی کے قبول کئے جانے کی کوئی توقع نہیں۔ اپنی لوح مزار کے واسطے جو عبارت خود اس نے تیار کی تھی اس میں بھی ویندکس پر فتحیابی اور بادشاہی قبول کرنے سے انکار کو اپنی زندگی کے دو قابل ستائش کارنامے

---

[1] جوناکل نے ورجی نیوس کا بھی گالبا اور ویندکس کے ساتھ ذکر کیا ہے گویا وہ بھی نرو کے استیصال میں شریک بغاوت تھا۔ چنانچہ اپنی ہجو میں سوال کرتا ہے کہ گانے بجانے اور شعر لکھنے کے سوا نرو کی وہ سفاکی کونسی تھی جس کا بدلہ لینے کے واسطے یہ تینوں کمر بستہ ہوئے؟ . . . (باب ہفتم صفحہ ۲۲۱)

بیان کیا ہے[1]

(۲۲) غالیاؔ میں بغاوت کی ناکامی سے گالبا کی حالت نہایت مخدوش ہوگئی اور خود اس پر مایوسی چھا گئی - لیکن خود نرو کے ارادے کی کمزوری اور اسکے عہدہ داروں کی بے وفائی نے گالبا کو بچا دیا، جس وقت ہسپانیہ کے بگڑ بیٹھنے کی اطلاع روما آئی تو نرو نے گالبا کا مال متاع ضبط کر لیا - اور خود قنصلی اختیارات ہاتھ میں لے کر ایک مہم گالبا کے خلاف بھیجنے کی تیاریاں کیں اور اس فوج کا سپہ سالار پٹرونیوس توریی لیانوس کو مقرر کیا - نیز بیڑے کے سپاہیوں سے ایک نیا جیش مرتب کیا گیا جو "لجیو کلاسیکا" موسوم ہوا لیکن فوج خاصہ کے سپاہی جو خاندان جولیس سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، وہ معلوم ہوتا ہے کہ میدان میں نکلنے کی بجائے جس کی اُن سے توقع تھی، اپنی چھاؤنی میں دبکے رہے - تی جلی نوس منظر عام سے غائب ہوگیا اور اپنے آقا کی اس مصیبت میں وہ کوئی رفاقت کرتا نہیں نظر آتا - عجب نہیں کہ اسکے زوال کا سبب دوسرا ناظم فوج نیم فیدیوس سابی نوس ہو جو کہنے کو تو گالبا کا دم بھرتا تھا لیکن درحقیقت بادشاہی پر خود قابض ہونے کی گھات میں تھا لیکن اگر خود نرو کے ہوش حواس مختل نہ ہو جاتے، تو سابی نوس کے ان منصوبوں کے باوجود فوج خاصہ کے سپاہی آخر تک بادشاہ کا ساتھ دیتے - مگر نرو بزدل آدمی تھا اور اس کے تذبذب کی وجہ سے اس کے طرفداروں کو بھی کنارہ کشی کرنی پڑی شہروالے اندر ہی اندر بددل ہو رہے تھے - غلّہ گراں تھا اور جب مصر سے ایک لدا ہوا جہاز روما آیا اور بجائے غلّے کے، معلوم ہوا کہ بادشاہی دنگل کے واسطے ریت آئی ہے تو اور بھی ناراضی بڑھ گئی - یہ خبر بھی مشہور ہوی کہ نرو شہر روما کو چھوڑ کر سکندریہ جانے اور اسے ایک مشرقی سلطنت کا پائے تخت بنانے کی فکر میں ہے یعنی وہی منصوبہ سوچ رہا ہے جس پر انتونی قریب قریب عمل کر گزرا تھا، ادھر مجلس اعیان

---

[1] کتبے کی عبارت یہ ہے :- ....
.... "Hic situs patria"

طبعاً گالبا کی طرفدار اور اس جابر بادشاہ کے زوال کی مشتاق تھی جو مجلس سے نفرت کرتا تھا لیکن جب تک فوج خاصہ کا منشا ظاہر نہ ہو جائے مجلس والے خود جوکھوں میں پڑنے سے ڈرتے تھے۔ نیم فی دیوس نے سپاہیوں کو نرو کی عقیدتمندی سے برگشتہ کرنے کے لئے ایک چال یہ کی کہ دہشت زدہ بادشاہ کو مجلسیوں سے اٹھاکر سروی لیوس کے باغ میں جار ہنے پر آمادہ کیا جو اوستیہ کی سڑک پر تیبر کے کنارے واقع تھا۔ پھر خود ہی چھاؤنی میں جاکر فوج والوں سے کہدیا کہ نرو انھیں چھوڑ چھاڑ کر روما سے باہر چلا گیا اس کے بعد انھیں یہ یقین دلانے میں کہ گالبا کا ساتھ دینے میں فائدہ ہے، کچھ دشواری نہ پیش آئی اور اس عیار ناظم نے گالبا کے نام سے یہ قرار بھی کرلیا کہ ہر سپاہی کو تیس تیس ہزار سسترکہ بطور عطیہ خاص دئے جائیں گے۔ وہ جانتا تھا کہ گالبا کبھی اس عہد کو پورا نہ کرے گا لہذا اسے امید تھی کہ سپاہی گالبا سے بھی ناراض ہو جائیں گے تو اس وقت مجھے اپنا مطلب نکالنے کا موقع ملے گا۔

ادھر سرویلیوس کے باغ میں بادشاہ عالم یاس کی تجویزیں سوچ رہا تھا اس کے درباری اور اکثر غلام و موالی آہستہ آہستہ اس کے پاس سے کھسک گئے اور فوج خاصہ کا عشر جایش بھی جو محلات کے پہرے پر متعین تھا، آدھی رات کو اپنی جگہ چھوڑ کر چل دیا۔ بالآخر اس نے تہیہ کرلیا کہ روما سے بھاگ جائے لیکن سوائے چند موالی کے اس خطرے میں کوئی رفیق ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوا بلکہ ایک فوجی سردار نے حقارت کے لہجے میں ورجیل کا یہ قول اس کے سامنے دہرایا کہ "کیا مرجانا اتنا دشوار ہے؟"

ایک بادشاہی مولی مسمی فاون نے اپنے آقا کو پناہ لینے کے لئے ایک بنگلے میں لے چلنے پر آمادگی ظاہر کی جو شہر سے تقریباً چار میل مشرق میں سڑک پاتی ماریہ پر واقع تھا۔ یہ ایک چھوٹی سڑک تھی جو سلاریہ اور نومن تانہ کے راستوں کو ایک دوسرے سے ملاتی تھی۔ اسی طرف بادشاہ فاون، اپا فرودی توس اور دو اور موالی کی معیت میں روانہ ہوا۔ مورخوں نے اس رات کی سواری کو اور نرو کی زندگی کے آخری واقعات کو ایک دلچسپ قصے کی شان دئے بغیر نہیں چھوڑا ہے۔ سڑک نومن تانہ جس پر سے بادشاہ گذر رہا تھا، فوج خاصہ کی چھاؤنی کے برابر سے نکلتی تھی اور اس بدنصیب

فراری نے وہاں کے نعرے جو گالبا کے نام سے لگائے جا رہے تھے، اپنے کانوں سنے، رات کو کڑک چمک اور زلزلوں نے وحشت ناک بنا دیا تھا اور بنگلے میں نرو داخل بھی ہوا تو چور دروازے سے دبے پاؤں، کہ وہاں کے نوکر چاکر اسے دیکھکر شبہ نہ کریں پھر بہت دیر تک وہ بنگلے میں پڑا رہا۔ خودکشی کرنے پر کسی طرح اس کی طبیعت آمادہ نہ ہوتی تھی۔ اور وہ کہتا تھا کہ "مجھ جیسا باکمال اور یوں ہلاک ہو!" لیکن جس وقت فاؤن کا ایک غلام یہ خبر لایا کہ مجلس نے اس کی موت کا فتویٰ دیا ہے اور لوگ اس کی تلاش میں ہر طرف دوڑ پڑے ہیں تو اس نے ارادہ کیا کہ ایک پرعقوبت موت سے بچنے کے لئے خودکشی کرے۔ پھر بھی اپنے گلے پر خنجر اس نے اس وقت رکھکر دبایا جبکہ کچھ فاصلے پر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آنے لگی اور اس خنجر کو بھی آپا فرودی توس نے اندر اتارا۔ جس وقت وہ دم توڑ رہا تھا تو ایک یکصدی اندر داخل ہوا اور یہ بات بنائی کہ مدد دینے کے لئے آیا ہوں۔ نرو نے کہا "تم نے بہت دیر لگائی۔ واقعی وفاداری اسی کو کہتے ہیں!" اور یہی اس کے آخری الفاظ تھے، وہ ۹ رجون ۶۸ء کے دن مرا اور لاش جلا کر اس کی راکھ دومی تیوسی برادری کی ہڑواڑ میں پنسیانی پہاڑی کے اوپر عزت کے ساتھ دفن کر دی گئی۔

(۲۳) نرو کی معزولی کی خبر سے اوّل اوّل ہر شخص خوش ہوا۔ اعیان نے فوج خاصہ کا فیصلہ سنتے ہی اُسے وہ سزا دی جس کا بہت دن سے موقع نہ آیا تھا یعنی اس کی مورتیں پھنکوا دیں اور اسے قابل لعنت قرار دیا۔ نرو سے گروہ اعیان کو جس قدر شدید نفرت تھی وہ اس زمانے کی کتابوں سے صاف عیاں ہے۔ لیکن عوام الناس کے خیالات نے بہت جلد پلٹا کھایا اور اس جابر کی قبر پر سالانہ پھولوں کے ہار چڑھائے جانے لگے۔ بہت سے لوگ اس کے مرنے کا یقین نہ لائے اور اس کے دوبارہ ظاہر ہونے کا انتظار کرتے رہے چنانچہ آیندہ تین بادشاہوں کے عہد میں تین جعلی نرو پیدا ہوئے اور ہر ایک کو بہت سے حامی اور پیرو بھی مل گئے پارتھیہ کے بادشاہ ولوگسس (= بلاش) نے سفارت بھیجکر مجلس اعیان اور نئے بادشاہ سے درخواست کی کہ نرو کو عزت کے ساتھ یاد رکھا جائے مسیحی فرقے کو

نرو دجال معلوم ہوتا تھا اور اسی لئے وہ اس کے دوبارہ خروج کا عقیدہ رکھتے تھے)
نرو "سیزری" خاندان بلکہ کہنا چاہیئے کہ خاندان جولیس کا آخری
بادشاہ تھا۔ بے شبہ وہ بواسطہ تبنیت کلودیوسی خاندان میں داخل کیا گیا تھا
لیکن سچ یہ ہے کہ اغسطس و لیویہ کے ازدواج کے بعد سے جولیسی اور کلودیوسی
خاندان اس طرح شیر و شکر ہو گئے تھے کہ کلی اعتبار سے ان میں بہت کم فرق کیا
جاتا تھا۔ نرو، کلودیوس کا متبنیٰ ہی نہ تھا بلکہ اپنی ماں کی طرف سے اغسطس کا پرنواسہ
اور جرمانی کوس کا نواسہ بھی ہوتا تھا اور خود جرمانی کوس بذریعہ تبنیت جولیسی خاندان میں
داخل کر لیا گیا تھا۔ غرض جب نرو بغیر وارث چھوڑے ہلاک ہوا تو ہر شخص یہی سمجھا
کہ آج جولیس سیزر اعظم کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور اب نیا دور شروع ہوتا ہے۔

(۴۳) شکل و صورت کے اعتبار سے نرو اچھے خط و خال کا آدمی تھا
لیکن اس کا چہرہ خوش نما نہ تھا بلکہ غالباً بصارت کی خرابی کے باعث اس کے تیور
پر بل رہتا تھا۔ جسم بھی سڈول نہ تھا اور پتلی پتلی ٹانگیں اور پیٹ ابھرا ہوا نظر آتا تھا،
آخر عمر میں فرط عیاشی سے جسم پر داغ پڑ گئے تھے لیکن صحت بری نہ تھی۔ گانے کو
اس نے اپنا پیشہ ہی بنا رکھا تھا اور اسی لئے گلے کا بہت خیال رکھتا تھا۔ بالوں
کے سنوارنے اور ڈھیلا ڈھالا لباس پہن کر لوگوں میں آنے سے اس کا زنانہ مذاق
ظاہر ہوتا ہے کہ ظلم و جبر کی جو ہڑک اسے اٹھتی تھی وہ کئی اعتبار سے گایوس کی
بدعنوانیاں یاد دلاتی ہے۔ اور اسی کی طرح وہ بھی "عجائبات کا بہت شوقین" تھا۔
لیکن سرپھرا گایوس وسیع پیمانے پر ناممکنات کی ایجاد و تشکیل کرنے میں استاد تھا
بخلاف نرو عیاشی کے پرانے طریقوں ہی میں افراط و بداعتدالی کرتا تھا۔ اپنے منظور نظر
اشخاص کو اس نے بہت کچھ انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ اور وسیع تر عمارتیں بنانے
میں اسلاف پر سبقت لیجانے کی کوشش کی۔ اس نے خاکنائے کو کاٹنے اور نیز
پوتیولی سے روما تک ایک نہر بنانے کا منصوبہ سوچا تھا۔ گایوس کی طرح ربانی مرتبہ
حاصل کرنے کی اسے تمنا نہ تھی بلکہ وہ صرف بنی نوع میں امتیاز اور تحسین و آفرین حاصل
کرنے کا خواہاں تھا۔ نخوت کی بجائے بھی اس میں تھی تو خود پسندی تھی۔ وہ ماتک

مشرقی کے اوہام میں مبتلا اور خود بھی جادو ٹونے کیا کرتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس کے آخر زمانے میں اعیان دربار سے بالکل الگ تھلگ رہنے لگے تھے اور نرو کو ان سے دلی نفرت تھی۔ چنانچہ کسی درباری نے لگاوٹ سے کہا کہ "نرو مجھے تم سے اس واسطے نفرت ہے کہ تم مجلس اعیان کے رکن ہو" تو اسے یہ خوشامد بہت ہی پسند آئی۔

فصل ششم ۔ نرو کا نظم و نسق

(۲۵) ۔ نرو کے عہد صدارت کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ اس زمانے میں بادشاہ نالایق اور نظم و نسق اچھا رہا ۔ خود نرو ملکی معاملات میں کچھ بصیرت نہ رکھتا تھا اور نہ نظم و نسق پر کوئی توجہ صرف کرتا تھا باایں ہمہ اس کی حکومت کے ابتدائی سنین، کیا باعتبار عام طرز عمل کے اور کیا بلحاظ جنگی معاملات کے انصرام کے، اگر زیادہ قابل تحسین نہیں تو زیادہ طعن و تعریض کے بھی لائق نہیں تھے ۔ مگر اس کا سبب صدر کی ذات نہ تھی ۔ بلکہ ایک حد تک تو تربیت یافتہ اہل کار، خاص کر سینیکا اور بوروس اس نظم و نسق کے باعث تھے اور دوسرا سبب خود اس کل کی خوبی تھی جسے سیزر اعظم اور اغسطس نے چلا دیا تھا ۔ اور عجب نہیں کہ ایک سبب یہ بھی ہو کہ اغسطس کے نظام حکومت میں خود اہلکاروں کو زیادہ آزادی رائے حاصل نہ تھی اور اس کو احتیاط سے مقید و مشروط کر دیا گیا تھا ۔ چنانچہ یہ شاہی اہلکار یا وزرا آئین حکومت میں کوئی خاص جدت نہ کر سکتے تھے البتہ یہ بڑے عیب کی بات تھی کہ ان کی کارگزاری کا دائرہ بالعموم پایۂ تخت تک محدود رہتا تھا اور صوبوں کی سود و بہبود سے وہ چنداں سروکار نہ رکھتے تھے تاہم یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ سرحدی صوبوں پر وہ بہت قابل سرداروں کو حکومت و سپہ سالاری کے لئے منتخب و مامور کرتے تھے،

مجلس اعیان کو نرو کے زمانے میں اوّل اوّل جو اقتدار از سر نو حاصل ہوا اس کا اوپر ذکر آ چکا ہے ۔ ۵۶ء میں خزانہ عامرہ کا انتظام کو استواروں کی بجائے دو ناظموں کے سپرد ہوا جنھیں بادشاہ مقرر کرتا اور وہ تین سال تک اس عہدے پر رہتے تھے ۔ عجب نہیں کہ اس ذریعے بادشاہ کو اس روپے پر

نگرانی رکھنے کا زیادہ موقع ملتا ہو جو خزانۂ شاہی سے خزانۂ عامرہ کو دیا جاتا تھا۔ اسی سال تری بیونوں کی مداخلت اور جرمانہ کرنے کا اختیار مسلوب ہوا اور غالباً اسی عہد میں قنصلوں کو بذریعہ سفارش نامزد کرنے کا حق بادشاہ کو حاصل ہو گیا۔ حالانکہ اب تک یہ عہدہ اس کے دخل و اثر سے محفوظ تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس کی آزادی میں اور بھی کمی آگئی۔ مگر مجلس کی سب سے بڑی حق تلفی جو نِروَ نے کی وہ یہ تھی کہ مسی سکہ ضرب کرانے کا حق خود چھین لیا جو اب تک صرف مجلس کو حاصل تھا[۱]۔ وہ مجلس کا یہ امتیاز کہ اس کے ارکان صوبوں اور فوجوں میں اعلیٰ عہدے پاتے تھے منسوخ کرنے کی فکر میں تھا بلکہ حقیقت میں خود مجلس ہی کو اڑا دینا اور سلطنت کے کاروبار فقط نائبوں اور موالی کی مدد سے کرنا چاہتا تھا۔ تمام معاشرت کے متعلق اس کے زمانے میں بعض مفید قوانین نافذ ہوئے جن میں ایک قابل ذکر قانون وہ تھا جس کی رو سے بیرونی صوبوں میں کشتی گیروں اور جنگلی جانوروں کی نمائش ممنوع قرار پائی۔

(۲۶)۔ صوبوں میں نِروَ کے عہد کی خصوصیت یہ ہے کہ مجلسی اور بادشاہی دونوں قسم کے صوبوں کی رعایا نے اپنے صوبہ داروں پر استحصال بالجبر و رشوت ستانی کی بہت سی نالشیں کیں۔ ان میں کسں تیوس پروکیوس جس پر اہل کریت نے دعویٰ کیا تھا، بری ہو گیا۔ ایشیا کا صوبہ دار سیلیرِ مقدمے کا فیصلہ ہونے سے پہلے مر گیا۔ تارکوی تیوس پریس کوس جس پر بِتھی نیہ کی طرف سے دعویٰ ہوا تھا سزایاب ہوا۔ اُلی پدیوس بلسوس کو جس سے اہل سی رنائی کہ نے مواخذہ چاہا تھا مجلس نے معزول کر دیا۔ بادشاہی صوبوں میں کوسوتیانوس کاپی تو پر سیلیسیہ والوں نے نالش کی اور وہ مستوجب سزا قرار پایا لیکن نِروَ نے اس کے خسر تی جلی نوس کے اثر سے اس کی سزا معاف کر دی۔ ساردی نیہ نے ویپ سائیوس لناس پر دعویٰ کیا اور اسے سزا دلوائی لیکن اِپی روس مارسا س جس پر اہل لیسیہ نے مقدمہ چلایا تھا بری ہو گیا۔ ان میں سے بعض مقدمے مجلس اعیان کے سامنے پیش ہوئے اور بعض کا فیصلہ خود

---

[۱] دیکھو اس باب کا عنوان ۱۲

بادشاہ نے کیا، ۱۵ء میں ایک فرمان شایع کیا گیا کہ کوئی صوبہ دار یا ناظم صوبہ عام میلے اور تماشے نہ کرائے کیونکہ اس تدبیر سے اکثر عہدہ دار لوگوں کو خوش کر لیتے اور اپنی حاکمانہ بدعنوانیوں پر پردہ ڈالنا چاہتے تھے۔ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی تک رعایا نا انصاف حاکموں کا شکار ہو سکتی تھی مگر اسی کے ساتھ یہ کہ نرو کے زمانے میں انھیں داد فریاد کرنے کا پورا موقعہ دیا جاتا تھا۔ نرو کے زمانے میں "پون توس پوس ہونیا کوس" کے نام سے ایک نئی نظامت (چھوٹا صوبہ) بنائی گئی اور کوتیائی الپس کے اضلاع میں بھی ناظم مقرر ہونے لگے۔ یہ کوتیائی اور ساحلی الپس کا علاقہ جسے اغسطس نے مطیع دانوس کیا تھا اس عرصے میں پوری طرح رومی تمدن قبول کر چکا تھا لہٰذا اسے لاطینی قومیت میں داخل کر لیا گیا۔ اور ممکن ہے کہ نرو کے زمانے ہی میں پنینی الپس کو بھی علیٰحدہ نظامت بنا دیا گیا ہو۔ ان دنوں لاطینی قومیت کو قائم و دائم رکھنے کا سرکار کو بہت فکر ہو گیا تھا چنانچہ بہت سے مقامات پر نئی آبادیاں بسائی گئیں اور ان ہی میں ان تیم بنی ون تم، کاپوا، کارن تم، نوسریہ، اور پونتیولی شامل ہیں۔ ہسپانیہ میں رومی تمدن کے پھیلنے کا اس بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اغسطس کے زمانے میں وہاں فوج کے تین جیش رکھنے پڑتے تھے مگر نرو کے عہد میں صرف دو رہنے لگے۔ یونانیوں کو نرو کے آزادی عطا کرنے کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ چونکہ اس سے مجلس کا ایک صوبہ کم ہو گیا تھا، لہٰذا خزانہ عامرہ کے مداخل پورا کرنے کے واسطے نرو نے سارڈینیہ اور کورسیکا کا بادشاہی صوبہ مجلس کے تفویض کر دیا۔

عہد نرو کے وسط میں میزیہ میں آباد کاروں کا بسایا جانا خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ یہ صوبہ شمالی وحشیوں کے حملے کی زد میں تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اسکی آبادی بھی گھٹ گئی تھی۔ لہٰذا یہاں کے جیش سالار تی بریوس پلوتیوس سیلوانوس الیانوس نے ڈینیوب پار کے ایک لاکھ آدمی لا کر فیزیہ میں آباد کر دیئے۔ انھیں تھوڑا بہت مقررہ لگان ادا کرنا پڑتا تھا اور یقیناً بوقت ضرورت فوجی خدمت بھی انجام دینی ہوتی ہوگی، اسی حاکم نے شہر تیراس کو فتح کر کے داخل سلطنت کیا اور اس طرح بحر الکشین کے کنارے رومی حلقۂ اثر کو وسعت دی۔ دوسرے سرے پر برطانیہ میں رومی فتوحات کا حال ہم پہلے پڑھ ہی چکے ہیں۔ جنگ ارمینیہ اور یہودیہ کی بغاوت آئندہ ابواب میں بیان ہوں گی۔

(۲۷) جنوبی جرمانیہ کے جیش سالار لوسیوس وِتوس نے بحر شمال کو بحر متوسط سے ملا دینے کا منصوبہ سوچا تھا (۵۵ء و ۵۶ء) صرف ارار (=سون) کو موزلا کے ساتھ بذریعہ نہر ملا دینے سے اس منصوبے کی تکمیل ہو جاتی اور سمندر سے جہاز رہون ہو کر لگودونم کے مقام پر ارار میں داخل ہوتے اور پھر مجوزہ نہر کے راستے موزلا تک آ جاتے اور موزلا سے رہائن میں پہنچ سکتے تھے۔ لیکن بلجیکہ کے جیش سالار الیوس گراسی لیس کے حسد نے اس تجویز کو عملی جامہ نہ پہننے دیا کیونکہ یہ کام جرمانی جیوش کو بلجیکہ میں لائے بغیر نہ ہو سکتا تھا اور گراسی لیس نے وتوس کو یہ کہہ کھکر ڈرا دیا کہ بادشاہ سُنیگا کہ اتنا بڑا کام ایک معمولی ماتحت کر رہا ہے، تو بہت بگڑے گا۔

(۲۸) شمالی جرمانیہ میں مشرقی فریسیہ والوں نے جو آزاد تھے، گڑبڑ مچائی حالانکہ ان کے مغربی ہمقوم رومیوں کے باج گزار تھے۔ اصل میں اتنے دن تک امن وامان رہنے سے ان کی جسارت بڑھی اور اپنے سارے قبیلے کو لیکر رہائن قدیم کے کنارے اٹھ آئے اور ان غیر مزروعہ اراضی پر قابض ہو گئے جو رومی سپاہیوں کے کھانے کے مواشی چرانے کی غرض سے خالی چھوڑ دی گئی تھیں۔ ان کے سرگروہ جنھیں رئیس کہنا ناموزوں ہو گا، وری توس اور مالورکس تھے۔ انھوں نے گھر بنا کے زمینوں میں کھیتی شروع کر دی اور ان سے بالکل اس طرح کام لے رہے تھے گویا یہ اراضی انہی کی ملکیت ہیں کہ رومی جیش سالار دوبیوس اوی توس کا حکم پہنچا کہ یا تو وہ اپنی قدیم جگہ پر واپس چلے جائیں اور یا بادشاہ سے باضابطہ اس زمین کی سند لائیں ورنہ ان پر حملہ کر دیا جائے گا۔ وری توس اور مالورکس نے دوسری صورت کو ترجیح دی اور قیصر سے عطیہ مانگنے خود رومہ گئے۔ وہاں انھیں کئی دن انتظار کرنا پڑا کہ جب بادشاہ کا جی چاہے گا، باریابی ملے گی اور یہ خالی دن انھوں نے شہر کے سیر تماشے میں صرف کیے۔ انھیں لوگ پومپی کی تماشا گاہ میں بھی لے کر گئے کہ وہاں انھیں اہل رومہ کی عظمت کا اندازہ ہو۔ وہ پہلے عام لوگوں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے تھے مگر تماشا پوری طرح ان کی سمجھ میں آیا نہیں لہٰذا انھوں نے مختلف طبقوں کی نشست کے متعلق سوال کرنے شروع کیے یعنی ناتیوں کی

چودہ صفوں اور اعیان مجلس کے علیحدہ پیش دالان کا حال معلوم کیا پھر اعیان کیساتھ چند پردیسی لباس کے لوگوں کو دیکھکر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ اُن قوموں کے وکلا ہیں جو روما کے ساتھ دوستی اور اپنی شجاعت میں امتیاز رکھتے ہیں، تو انھوں نے بے ساختہ کہا کہ "شجاعت و وفاداری میں کوئی قوم جرمنوں پر فوقیت نہیں رکھتی" اور یہ کہہ کے خود بھی اعیان مجلس کی صفوں میں آبیٹھے۔ حاضرین اس واقعے کو خوش مزاجی سے دیکھتے رہے اور اُن کی حرکت کو پرانی وضع کے لوگوں کی ترنگ پر محمول کیا۔ اس سفارت کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان دونوں سرگروہوں کو روما کے ملکی حقوق عطا ہوے لیکن ان کی قوم کو حکم دیا گیا کہ جس زمین پر قبضہ کیا ہے اسے خالی کردے۔ اس حکم کو فریسیہ والوں نے نہیں مانا اور انھیں نکالنے کے لئے کوئی فوج بھیجنی ضروری ہوئی۔ فریسیہ والے تو ان زمینوں سے جبرًا خارج کردیے گئے لیکن انھیں گئے کچھ مدت نہ گزری تھی کہ انھی زمینوں پر ایک اور بھی اُن سے زیادہ طاقتور قبیلے کے لوگ قابض ہوگئے۔ یہ امسپ سی واری قبیلے کے لوگ تھے جو امی سیہ کے قریب آباد تھے اور ان علاقوں سے چوسیون نے انھیں نکال دیا تھا۔ ان خانہ برباد و سکونت چھوٹے والوں کی وکالت بوجوکالوس نے کی جو رومیوں کا وفادار نیز ان قبائل میں با رسوخ اور سن رسیدہ آدمی تھا۔ ۹ء کے پرمصائب زمانے میں جب چیروسکیوں نے رومیوں کے خلاف شورش کی تو ارمی نیوس نے اس شخص کو قید میں ڈال دیا تھا اور اس کے بعد بھی وہ تی بریوس اور جرمانی کوس کے ماتحت رومیوں کی خدمت کرتا رہا۔ بایں ہمہ ادی توس نے اس کی درخواست نہ مانی اور بوجوکالوس نے بروس تری کاتنس تری اور دیگر قبائل کو مدد کے واسطے بلایا کہ جو چیز رومی خوشی سے نہیں دیتے وہ بزور حاصل کرلی جائے۔ اس پر ادی توس نے جنوبی جرمانیہ کے جیش سالار اور دتوس کے جانشین کورتی لیوس مان کیا کو اطلاع بھیجی اور درخواست کی کہ وہ اپنے علاقے میں رہائن اُترکے فوجی نمائش کرے۔ پھر خود بلاتاخیر تنس تری قبیلے پر حملہ کردیا اور انھیں دھمکی دی کہ اگر امسپ سی واری قبیلے کا ساتھ دوگے تو تم کو نیست و نابود کردیا جائے گا۔ اسی طرح بروس تری کو بھی خوف زدہ کردیا اور جب وہ الگ ہوگئے تو امسپ سواری کو چار و ناچار پسپا ہونا پڑا۔ یہ خانہ برباد

اب ضلع بہ ضلع مارے مارے پھرنے لگے۔ کہیں ان کے ساتھ مہربانی کی جاتی اور کہیں سختی حتیٰ کہ اسی آوارہ گردی میں ان کے تمام جوان عمر افراد کام آئے اور وہ جو لڑنہ سکتے تھے بطور مال غنیمت دشمنوں میں بانٹ لئے گئے۔

توضیحات و حواشی

عہد نرو میں مسیحی فرقے پر ظلم و تعدّی

وہ مشہور فقرہ جس میں تاسی توس نے رومہ کی عظیم آتش زدگی کے بعد مسیحی فرقے پر جبر و تعدی کا ذکر کیا ہے (وقائع، باب پانزدہم، صفحہ ۴۴) نہ صرف واقعات کی سب سے قدیم تفصیل ہونے کے اعتبار سے بلکہ ضمناً اس لحاظ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں مسیح علیہ السلام کے صلیب پر چڑھائے جانے کی شہادت ایک مستند مصنف قدیم کے بیان سے فراہم ہوتی ہے نیز پونتیوس پیلات کا تذکرہ آتا ہے جو کسی دوسری رومی تاریخ میں موجود نہیں۔ مگر اس بیان میں عبارت کی چند الجھنیں ہیں جن سے معنی پر بہت اثر پڑتا ہے اور چونکہ معاملہ نہایت اہم اور غیر معمولی دلچسپی رکھتا ہے لہٰذا اس پر مختصر بحث کرنا ضروری ہے۔ تاسی توس کے الفاظ یہ ہیں:-

"Ergo abolendo............unius absumerentur"

اور اس فقرے کا ترجمہ یہ ہے:-

"پس ان افواہوں کو دبانے کی غرض سے نرو نے یہ الزام (آتش زنی) ان لوگوں کے سر تھوپ دیا جو اپنی مردم بیزاری کی بنا پر نفرت سے دیکھے جاتے اور عوام الناس میں مسیحیوں کے نام سے موسوم تھے۔ اور انھیں خوب خوب اذیتیں دے کر کیفر کردار کو پہنچایا۔ مسیح (علیہ السلام) کو جس سے یہ نام نکلا ہے تی بریوس کے زمانے میں صوبہ دار پونتیوس پی لاتوس سزا دے چکا تھا لیکن اس وقت دب جانے کے بعد یہ فاسد عقیدہ دوبارہ نہ صرف ارض یہود بلکہ رومہ میں بھی پھوٹ پڑا۔ غرض سب سے پہلے وہ جنھوں نے اقبال کیا گرفتار کئے گئے۔ اور پھر ان کے خبر دینے پر اور بہت سے اشخاص کو سزا ملی اور یہ سزا آتش زنی کے الزام پر اس قدر مبنی نہ تھی جس قدر نوع انسان سے عداوت کی بنا پر دی گئی تھی۔" پھر نرو کی بے رحمی دیکھکر

"ان مظلوموں پر اگرچہ وہ مجرم اور انتہائی سزا کے مستوجب تھے، لوگوں کو ترس آگیا کیونکہ سب یہی سمجھے کہ یہ سزائیں ملک و قوم کے فائدے کے خیال سے نہیں دی جارہیں بلکہ انہیں ستا کر بے رحم بادشاہ محض اپنا دل خوش کرنا چاہتا ہے۔"

اس بیان سے چند باتیں صاف طور پر ثابت ہوتی ہیں یعنی :-

(۱) کسی نہ کسی سبب سے مسیحی فرقے کے متعلق آگ لگانے کا شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اگرچہ مسیحیوں کو آگے رکھ لینے کی ٹھیک ٹھیک وجہ تاسی توس نے بھی سوائے اس کے اور کچھ نہیں بتائی کہ عام خیال کے مطابق ان لوگوں سے کسی قسم کی بدعنوانی کا سرزد ہونا کچھ بعید نہ تھا۔

(۲) خود تاسی توس کو یقین نہیں ہے کہ وہ اس جرم (آتش زنی) کے مرتکب تھے البتہ ان کی خصائل بد کے متعلق وہ بھی عام رائے کا شریک ہے۔

(۳) تاسی توس کے زمانۂ تحریر کے وقت لفظ "مسیحی" (جو حواریوں کے احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ انطاکیہ میں دیا گیا تھا) رومہ پہنچ چکا تھا اور وہاں کے عوام مسیحیوں کو اسی نام سے یاد کرتے تھے اگرچہ خود مسیحی لوگ اپنے آپ کو یہ نام نہ دیتے تھے۔

(۴) رومہ میں مسیحیوں کی بہت معقول تعداد موجود تھی اور نہ زور انشا پردازی کا پورا لحاظ رکھکر بھی، یہ امر تاسی توس کے قول "گروہ کثیر" سے ثابت ہے۔ رومہ کے یہ مسیحی بیشتر یونانی قوم کے لوگ تھے۔

(۵) اس گروہ میں سے بہت کم اشخاص مسیحی کے نام سے مشہور تھے۔ ورنہ زیادہ تعداد ان اسیروں کی تھی جو ان چند افراد کی اطلاع پہ پکڑے گئے۔

متن کے پڑھنے میں بڑی دشواری تین مقام پہ پیش آئی (۱) "فاتیان تور" یہاں اس کے معنی یہی قرار دینے پڑیں گے کہ وہ "اپنے مسیحی ہونے کا اعتراف کرتے تھے" نہ یہ کہ وہ "آتش زنی میں شریک ہونے کا اقبال کرتے تھے" کیونکہ جب تک واقعی ان کا اس کام میں کوئی حصہ نہ ہوتا وہ اس قسم کا اقبال نہ کر سکتے تھے۔ اور یہ بات تاسی توس کے بیان سے ظاہر ہے کہ اس آتش زنی میں ان کا کوئی گناہ نہ تھا۔ لہٰذا تحقیقات کے وقت ان کا خواہ مخواہ اپنے آپ کو مجرم ظاہر کرنا محال ہے" (۲) الفاظ "رو دیہ ہیومانی جنیتی ریس" پہلے جملے کے حرف "این" کی جزا ہیں اور جب

آتش زنی کا جرم ثابت نہ ہو سکا ہو تو انھیں اسی (بنی نوع سے بیزاری) کے الزام پر مستوجب سزا قرار دیا جا سکتا تھا۔ باقی بعض صاحبوں کا یہ کہنا کہ "انھیں بوجہ اس عداوت کے جو مخلوق کو اُن کے ساتھ تھی" سزا دی گئی نسبتہً کمزور معنی ہوں گے۔ اور اس صورت میں "ہیومانوم جنوس" (= بنی نوع) کا لفظ بے محل رہ جائے گا۔ (۳)
تاسی توس پر تضاد بیان کا اعتراض بھی وارد کیا گیا ہے کہ فقرے کے شروع میں جن قیدیوں کو وہ بے گناہ ظاہر کرتا ہے آخر میں اُنہی کو "سون تس" یعنی مجرم لکھ گیا ہے۔ لیکن یہ اعتراض کرنے والوں کی غلط فہمی ہے۔ "سون تس" کا مطلب یہاں یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کی نظر میں مجرم تھے جو ان پر ترس کھانے لگے۔

اس فقرے کا جو کچھ مطلب ہے وہ تو مذکورہ بالا طریق پر صاف ہو جاتا ہے لیکن یہ مشکل پھر بھی باقی رہتی ہے کہ نرو نے یہ ساری آفت مسیحیوں کے سر پر کیوں توڑی؟ بعض اہل تاریخ کو یہ ایسا عقدہ نظر آیا کہ انھوں نے اس تمام روایت ہی کو مشتبہ ٹھیرایا بلکہ بعض تو یہاں تک بڑھے کہ اس فقرے ہی کو تاسی توس کا قول ماننے سے انکار کیا اور اسے کسی مسیحی جعلساز کا الحاق قرار دینے لگے۔ مگر اس گمان بیجا کی کوئی معقول بنیاد نہیں اور نہ یہ فرض کرنے کی کوئی دلیل ہے کہ تاسی توس نے یہودی اور مسیحی فرقوں میں خلط ملط کر دیا یا مسیحیوں سے درحقیقت کوئی اور ہی فرقہ مراد تھا۔ یہودیوں پر ظلم و ستم ہونے کا یہ قرینہ کہ پوپیسنا ان کی حمایت کرتی تھی، اس لئے اس موقع پر جو لوگ ظلم کا شکار ہوئے، وہ یہودی ہونگے، درست نہیں ہے۔ دوسرے جوزفوس کا اس بارے میں سکوت بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہودیوں پر واقعتہً کوئی سختی نہیں کی گئی۔ غرض کوئی شہادت ایسی نہیں ملتی جو تاسی توس کے سیدھے سادے بیان کے خلاف پڑتی ہو۔ اور نرو کی تندی کی تاویل کرنیکی جس قدر کوششیں کی گئی ہیں ان سب میں تنقید واقعات کے اصول مسلّمہ سے انحراف پایا جاتا ہے مسیحی فرقے کا اُس وقت تک زیادہ مشہور نہ ہونا تو تاسی توس کے بیان سے مترشح ہے پس آتش زنی کا الزام اُن کے سر تھوپنے کی اگر کوئی معقول تاویل ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ یہودیوں نے ان کی مخبری کی جیسا کہ ہم زیر عنوان ۱۲ اشارہ کر چکے ہیں۔ پادری لائٹ فٹ کا نظریہ یہی ہے لیکن یہ محض قیاسی باتیں ہیں۔
سینٹ پیٹر (پطروس) اور سینٹ پال (پولوس) کے عہد نرو میں

شہید ہونے کی روایت بالکل دوسری قسم کی شہادتوں پر مبنی ہے اور اس قصّے کو نہایت مشتبہ سمجھے بغیر کوئی چارہ نہیں نظر آتا۔

رومہ کے اعلےٰ طبقے میں دین مسیحی کی تبلیغ و ترویج کے متعلّق ہمارے پاس صرف سلبی شہادتیں ہیں۔ سینٹ پال کی تحریروں میں کوئی شہادت اس قسم کی نہیں ملتی، پومپونیہ گرسینہ کی ایک مثال اکثر پیش کی جاتی ہے۔ یہ برطانیہ کے فاتح پلوتیوس کی بیوی اور ایک بدنصیب عورت تھی جو بہت دن تک زندہ رہی۔ وہ جولیہ (بنت دروسوس) کی جسے مسالینہ نے قتل کرایا دوست اور محرم راز تھی اور اس کے قتل کا چالیس برس تک سوگ مناتی رہی۔ نرو کے عہد میں اس پر کسی غیر ملکی مذہب کے معتقد ہونے کا الزام عائد کیا گیا اور فیصلہ خود اس کے شوہر کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا جس نے اس کو بے قصور قرار دیا۔ یہ روایت تاسی توس نے بیان کی ہے (باب سیزدہم صفحہ ۳۲) اور اس میں جو "سوپرستی تیو اکس ترنا" (= بیگانہ عقائد) کے لفظ آئے ہیں۔ ان کے معنی اکثر صاحبوں نے مسیحیت فرض کر لئے ہیں اور پومپونیہ کو مسیحیہ خیال کیا ہے۔ لیکن یہ محض ایک مفروضہ بات ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں اور اگر یہ معنی صحیح بھی ہوں تو پھر یہ دوسری بات اور فرض کرنی پڑے گی کہ پومپونیہ اس جرم کی درحقیقت مجرم تھی جس سے اس کے شوہر نے اُسے بری قرار دیا۔ تاسی توس نے کہیں نہیں لکھا کہ وہ واقعی مجرمہ تھی۔ نہ یہ واقعہ کہ وہ ایک غمزدہ عورت تھی کسی بات کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ مسیحیہ ہو لیکن جہاں تک تاریخی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے، اُسی قدر ممکن ہے کہ وہ مسیحیہ نہ ہو۔ اصل بات معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر بغیر ہوئے مسیحیہ ہونے کی تہمت لگا دی گئی ہو۔ مگر اس بارے میں بھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے!

ب۔ خاکنائے پر نرو کی تقریر (۶۷ء)

وہ اصلی تقریر جس میں نرو نے ہلاس (= یونان) کی آزادی کا اعلان کیا تھا حال میں بصورت کتابہ دستیاب ہو گئی:۔

"بادشاہ قیصر فرماتا ہے کہ میرے ساتھ شریف ہلاس نے جو وفاداری کی ہے اس کا صلہ دینے کی غرض سے میں حکم دیتا ہوں کہ جس قدر زیادہ تعداد میں ممکن ہو اس

صوبے کے لوگ ۲۸ نومبر کو خاکنائے کورنتھ پر جمع ہو جائیں۔

پھر جب لوگ اکلیسیہ میں مجتمع ہو گئے تو اس نے حسب ذیل خطبہ دیا:۔

باشندگان ہلاس۔ میں تمھیں ایک نعمت غیر مترقبہ عطا کر رہا ہوں۔ اگرچہ میرے فیض کرم سے کوئی چیز بھی بعید و عجیب نہیں ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جس کی نہ کسی کو امید تھی نہ تم نے مجھ سے درخواست کی۔ اب میں تمام یونانیوں سے جو اکائیہ اور اس صوبے میں جو اب تک پلوپونیسوس کہلاتا تھا آباد ہیں، کہتا ہوں کہ "میں نے تمھیں آزادی دی اور خراج و الگزاری سے مستثنیٰ کیا اور یہ وہ چیز ہے کہ تم سب کو اپنے انتہائی عروج وخوش حالی کے زمانے میں بھی حاصل نہ ہوی تھی۔ کیونکہ تم اغیار کے یا آپس میں ایک دوسرے کے غلام تھے۔ کاش کہ میں ہلاس کے عہد شباب میں یہ عطا کر سکتا کہ اس سے اور بھی زیادہ لوگ متمتع اور فیض یاب ہوتے۔ اگر میں زمانے کو الزام دوں کہ اس نے میرے کرم کا دائرہ زیادہ وسیع نہ ہونے دیا تو بجا ہے۔ پھر یہ کہ میرے عطئے کا سبب ترس نہیں، خوشنودی ہے! میں تمھارے دیوتاؤں کی، جن کی قدرت و اعانت کو میں نے بر و بحر میں اپنے شامل حال پایا ہے، نذر ادا کر رہا ہوں کہ انھوں نے مجھے ایسی بخشش عطا کرنے کے قابل بنایا؛ شہروں کو تو دوسرے بادشاہوں نے بھی آزاد کیا تھا لیکن یہ پورا ملک نیرو نے آزاد کیا!"

باب ہیجدہم

محاربات آرمینیہ بہ عہد کلودیوس و نرو

ذیلی عنوان :- (۱) مسئلہ ارمنیہ پر شروع سے ایک نظر - (۲) ارتابانوس کے بیٹوں میں باہمی کشمکش (۳) رومیوں کا آوردہ مہرداتس، امیدوار تخت پارتھیہ کا (۴) رادامیس توس میتھراداتس کو ارمینہ سے بھگا دیتا ہے کا (۵) جولیوس پلیگ نوسس کی حرکت کا (۶) پارتھیہ والوں کا حملہ ارمنیہ پر۔ رادامیس توس اور زنوبیہ کی فراری - تری داتس کا ارمنیہ میں بادشاہ بنایا جانا کا (۷) کوربیولو کا مشرق میں بھیجا جانا - اس کا حملہ اور قشلاق ارمنیہ میں کا (۸) ۵۸ء کی لڑائیاں کا (۹) ولاندم وار تاکساتا کی تسخیر کا (۱۰) ۵۹ء کی لڑائیاں - تی گرانوسرتا اور لیجرداکی تسخیر کا (۱۱) نرو تی گرانس کو ارمنیہ کا بادشاہ بناتا ہے - پارتھی دوبارہ آرمنیہ پر قبضہ پا لیتے ہیں - کوربیولو کا طرز عمل کا (۱۲) جنگ کا از سر نو اجرا - پتوس کی ہزیمت - (۶۲ء) (۱۳) حکومت رومہ پتوس کی قبول کردہ شرائط رد کرتی ہے اور کوربیولو پھر میدان میں آتا ہے - تری داتس نرو کے ہاتھ سے تاج ارمنیہ پہنتا ہے (۶۶ء) (۱۴) قوم الان پر فوج کشی کی تجویز - کوربیولو کا حشر کا -

(۱) - قبضہ ارمینہ کے واسطے کلودیوس کے عہد میں رومہ اور پارتھیہ کی پھر جنگ ٹھن گئی - اس جنگ کا بار بار فیصلہ ہوتا اور بار بار پھر چھڑ جاتی تھی رومیوں نے ایسے ملک پر جہاں سے دونوں سلطنتوں پر زد پڑ سکتی تھی اپنے پنجے جمانے کی ٹھان رکھی تھی اور ادھر شاہان پارتھیہ جب کبھی موقع ہاتھ آتا کوشش کرتے کہ

رومیوں کی جگہ لے لیں اور ارمینہ کو اپنا دست نگر بنائے رکھیں۔ مگر عام طور پر تو رومیوں کے صرف جنگی مظاہرے اس بات کے لئے کافی ہوتے تھے کہ شاہان پارتھیہ دعاوی ارمینہ سے دست بردار ہو جائیں اور سلطنت رومہ کے ساتھ ادب سے پیش آئیں۔ کیونکہ وہ آئے دن دوسری سرحدوں پر جنگ وجدال اور نیز اپنے اندرونی جھگڑوں میں اُلجھے رہتے تھے۔ مسئلہ ارمینہ کے پیہم تصفئے بالعموم ایک ہی طریق پر ہوا کرتے تھے۔ یعنی تخت ارمینہ کے ایک مدعی کی حمایت رومی کرتے تو کسی دوسرے امیدوار کو پارتھیہ والوں سے مدد ملتی۔ اسی اثنا میں پارتھیہ میں خانہ جنگی یا فرماں روائے وقت کے خلاف کوئی برہمی پیدا ہو جاتی اور ایک گروہ اشکانی خاندان کے کسی فرد کا جو عالم جلاوطنی میں یا رومہ کی پناہ میں ہو، طرفدار ہو جاتا۔ لیکن رومی فوجیں اس کا ساتھ دیتیں تو لازمی طور پر لوگ اس سے خلاف اور منحرف ہو جاتے اور جنگ کا خاتمہ اس طرح ہوتا کہ شاہ پارتھیہ کسی شکل میں ارمینہ پر رومیوں کی سیادت تسلیم کر لیتا۔ یاد ہوگا کہ ۲۰ ق م میں تی بریوس نے ارمینہ پر رومہ کی سیادت قائم کر دی تھی اور ۲ء میں اس کی تجدید و توثیق گایوس سیزر کے ہاتھ سے ہوی۔ پھر ۱۸ء میں جب رومیوں نے سلطنت پارتھیہ کا ایک نیا دعوی دار تیار کیا تو اس وقت بھی پارتھیوں کو دبنا پڑا اور اسی طرح کچھ ہی مدت پہلے لوسیوس وی تلیوس کی مستعدی نے ارتابانوس ثالث کے منصوبوں کو درہم برہم کر دیا۔

(۲) لیکن تی بریوس کے عہد فرماں روائی میں جو کچھ ہوا تھا وہ اس کے جانشین کی آشفتہ مزاجی نے الٹ پلٹ کر دیا۔ گایوس نے ارمینہ کے نئے بادشاہ متھرادانس کو رومہ میں طلب کرکے معزولی اور جلاوطنی کا حکم سنایا اور ادھر وی تلیوس کو عتاب شاہی کے ساتھ برطرف کرکے ولایت شام سے واپس بلا لیا۔ پارتھیہ والوں کے واسطے یہ بہت اچھا موقع تھا۔ انھوں نے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیا اور اس دامن کش سرزمین پر قابض ہو گئے۔ چنانچہ کلودیوس بادشاہ ہوا تو منجملہ اور کاموں کے جو اسے انجام دینے ضروری تھے ایک ارمینہ کی بازیابی تھی۔ اس غرض سے متھرادانس کو جلاوطنی سے واپس بلا کے پھر تاج ارمینیہ پہنا دیا گیا اور وہ یہاں سے روانہ ہوا کہ اپنے بھائی فارس مانش شاہ ای بریہ

کی مدد سے اپنا کھویا ہوا ملک دوبارہ حاصل کرے۔ ارتا بانوس ثالث اس وقت فوت ہوچکا تھا اور جانشینی کے واسطے اس کے بیٹوں گوتارزس (= گودرز؟) اور واردانس میں خانہ جنگی کا تلاطم بپا تھا۔ گوتارزس تخت پر متمکن اور اپنے مظالم کی بدولت نہایت بدنام ہوگیا تھا اور اُس نے ایک حرکت یہ کی تھی کہ اپنے بھائی ارتا بانوس اور اس کے بیوی بچوں کو مروا ڈالا تھا۔ پس لوگوں نے اس کے دوسرے بھائی واردانس کو بلا بھیجا جو ایک حوصلہ مند شہزادہ اور اُس وقت پائے تخت سے چار سو میل کے فاصلے پر تھا۔ کہتے ہیں یہ ساری مسافت اُس نے دو دن میں طے کر لی اور گوتارزس کے سر پر اس طرح ناگہاں آپہنچا کہ وہ دہشت زدہ ہو کے فرار ہوگیا۔ سلطنت میں سوائے شہر سلیوکیہ کے، جو اس کے باپ کے وقت میں بھی اڑا رہا تھا، واردانس کی بادشاہی سب نے تسلیم کر لی مگر نیا بادشاہ ایسا ناعاقبت اندیش تھا کہ اس وقت میں بھی اپنی ناراضی کو ضبط نہ کر سکا اور اس نے ایسے شہر کے محاصرے کی مصیبت مول لی جس میں نہایت مضبوط دمدمے بنے ہوئے تھے اور اندر افراط سے سامان رسد فراہم تھا۔ اس طرح اُس نے گویا گوتارزس کو مازندرانی اور قوم دہان (= تورانیوں) کی فوج بھرتی کرنے کی فرصت دیدی اور آخر میں مجبور رہا کہ محاصرہ چھوڑ کر بھائی کے مقابلہ میں اس طرف روانہ ہو۔ یہ وادی بحر خزر کے مشرقی ساحل کی ایک ترکمانی قوم سے تھے، واردانس نے اپنا لشکر باختر کے وسیع میدان میں اُتارا جو دریائے سیحوں اور کوہ پاروپامی سوس (= ہندوکش) کے درمیان پھیلا ہوا ہے؛ ان بھائیوں کے اس طرح مصروف جنگ ہونے سے میتھرادانس کو خداداد موقع میسر آیا کہ ارمنیہ میں پھر اپنی حکومت جمائے اور جب حاکم ارمنیہ جس نے لڑائی کی جسارت کی تھی میدان میں کام آیا تو پھر اہل ارمنیہ نے میتھرادانس کی کوئی مزاحمت نہ کی۔ بعض امرا ارمنیہ خورد کے رئیس کوتیس کی طرف مائل تھے مگر اس کے بالادست شاہ کلودیوس کے ایک خط نے اس فرماں روا کو اس معاملے میں پڑنے سے باز رکھا۔ ارمنیہ کے بعض قلعوں میں رومی فوجیں بھی متعین کردی گئیں، اس عرصے میں پارتھیہ کے حریفوں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آگئیں لیکن عین اس وقت کہ لڑائی چھڑنے والی تھی گوتارزس نے کسی سازش کا حال اپنے بھائی پر ظاہر کیا اور ان دونوں میں مصالحت ہوگئی۔ انھوں نے اپنے دہنے ہاتھ

ملا لئے اور گوتارزس نے بادشاہی بھائی کے حوالے کر دی اور خود ہرکانیہ (مازندران) کے بیابانوں میں نکل گیا کہ آیندہ کسی رقابت کا اندیشہ نہ رہے۔ اب واردانس کو سلیوکیہ کے فتح کرنے کی فرصت ملی جو سات برس سے پارتھیہ کا منہ چڑا رہا تھا چنانچہ اس شہر کو ہتیار رکھنے پڑے (۴۳ئ) اس کامیابی کے بعد واردانس ارمینیہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہا تھا لیکن شام کے جیش سالار وی بیوس مارسوس کے بگڑے تیور دیکھکر رک رہا۔

ادھر گوتارزس کے ساتھ دوبارہ جنگ چھڑ گئی۔ وہ تخت سے دست بردار ہونے پر پچھتایا اور دربار کے بعض بددل امرا کے اصرار سے پھر ہتیار سنبھال لئے بھائیوں کی زور آزمائی بحر خزر اور ہرات کے درمیان کے علاقے میں ہوی اور واردانس نے فتح عظیم حاصل کی اور حدود داہی تک فاتحانہ بڑھا چلا گیا۔ وہاں سے وہ اپنی رعایا کے حق میں زیادہ مغرور اور بدمزاج ہو کر واپس آیا اور دوبارہ تعاقب کا ارادہ کر رہا تھا کہ لوگوں نے سازش کر کے اسے قتل کر دیا (۴۵ئ) ابھی تک وہ شباب کی پہلی منزل میں تھا لیکن تاسی توس کہتا ہے کہ "اگر وہ اپنی رعایا میں محبوب بننے کی بھی ایسی ہی کوشش کرتا جیسی کہ دشمنوں کو مرعوب رکھنے کی کرتا رہا تو سن رسیدہ بادشاہوں میں بھی چند بہترین افراد میں شمار کئے جانے کا مستحق ہوتا"

(۳) بھائی کے مرتے ہی گوتارزس تخت پر قابض ہو گیا تھا لیکن اسکے ظلم اور بداطواری نے چند ہی سال میں اہل پارتھیہ کو مجبور کیا کہ روما سفارت بھیج کر مہرداتس کو نالائق گوتارزس کے مقابلے کے واسطے پارتھیہ بلائیں۔ یہ شہزادہ وونونس کی، (جسے جرانی کوس نے سلیسیہ میں مروا ڈالا تھا) اولاد میں باقی تھا۔ سفیروں نے گزارش کی کہ اہل پارتھیہ نے اپنے بادشاہ کے بیٹوں کو بطور یرغمال اس لئے روما بھیجا تھا کہ اگر وہ کسی وقت اپنی حکومت سے بیزار ہو جائیں تو قیصر روما اور مجلس اعیان سے استعانت کریں اور انھیں ایک تربیت یافتہ بادشاہ مل جائے جو رومی آداب سے واقف ہو۔ کلودیوس نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر سلطنت روما کی عظمت اور اہل پارتھیہ کی عاجزی کو اور بھی نمایاں کیا اور اپنے آپ کو اغسطس دیوتا کے مماثل

دکھانے کا پہلو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ کیونکہ اغسطس سے بھی پارتھیہ والوں نے اسی طرح ایک بادشاہ (ونونس) کو دے جانے کی التجا کی تھی۔ لیکن تی بریوس کا جس نے ایک چھوڑا، دو بادشاہ پارتھیہ بھیجے تھے کلودیوس نے ذکر اڑا دیا۔ مہرداتس کو جو سامنے موجود تھا اس نے نیک مشورے دئے اور سمجھایا کہ وہ آزادوں کا حاکم بنکر رہے غلاموں کا مطلق العنان مالک نہ بنے "اور یقین ہے کہ اہل عجم عدل و ترحم کی اس لئے اور بھی قدر کریں گے کہ ان کے ساتھ پہلے اس قسم کا برتاؤ نہیں ہوا"۔ پھر سفیروں کی طرف پلٹ کر اس نے رومہ کے گو دئے بیٹے کی بہت کچھ تعریفیں کیں اور کہا کہ بایں ہمہ اگر آیندہ اس کی خوخصلت بدل جائے تو "بہتر یہی ہے کہ رعایا اپنے بادشاہوں کی ترنگ کو صبر سے برداشت کرے۔ باربار انقلاب غیر مفید شے ہے۔ اور سلطنت رومہ تو اب اتنی بلندی پر پہنچ چکی ہے کہ وہ بلا خوف وغرض ممالک غیر میں بھی امن و فراغت رہنے کی خواہاں ہوسکتی ہے"۔

جس طرح پہلے ایل وی تیلیوس شہزادہ تری داتس کو سرحد پارتھیہ تک پہنچانے آیا تھا اسی طرح اب مہرداتس کے ہمرکاب فرات تک آنے کی خدمت شام کے صوبہ دار سی کاسیوس کے سپرد ہوی۔ وہاں اس کی پیشوائی کے لئے پارتھیہ کے کئی رئیس موجود تھے جن میں ادس رُوین (= خسرو یں!) کا حاکم ابگار (= عبقر؟ یا ابجر؟) بھی تھا۔ کاسیوس نے نوجوان شہزادے کو بہت صحیح مشورہ دیا تھا کہ تاخیر سے کام خراب ہوگا اور جو کچھ کرنا ہے جلد نہ کیا گیا تو عجمیوں کا جوش تھوڑی ہی مدت میں سرد ہو جائے گا مگر مہرداتس ابگار کے کہنے میں آگیا اور کئی دن ادیسہ میں دل بہلاتا رہا۔ پھر عراق عرب پر قبضہ کرنے کی بجائے جہاں کے والی کارنیس کی مدد سے کامیابی یقینی تھی وہ چکر کے راستے سے ارمینہ روانہ ہوا اور چونکہ سردی شروع ہوگئی تھی لہذا وہاں بھی کوئی کام نہ کرسکا یہاں کارنیس اسے آملا اور پھر دجلے کے کنارے کنارے یہ ادیابین (= حدیاب، اشوریہ) میں داخل ہوے جہاں کا امیر ازاتس ظاہرا مہرداتس کی طرفداری کا دم بھرتا تھا۔ انھوں نے نینوا کے تاریخی مقام پر پڑاؤ ڈالا اور اسے "کولونیرنی نی کلودیہ" کے نام سے موسوم کیا۔ لیکن جس طرح تاخیر تری بیوس کے آوردہ تری داتس کے حق میں مہلک ثابت ہوی تھی اسی طرح مہرداتس کے منصوبے بھی تاخیر سے خاک میں مل گئے۔

اس کے سب سے بڑے حامی ابگار اور ازاتس اس کی نااہلی دیکھ کر ساتھ چھوڑ کے
گوتارزس سے جا ملے۔ مہرداتس نے ارادہ کیا کہ ایک ہی میدان پر سلطنت کی بازی لگا دے
بظاہر یہ معرکہ دجلہ اور کوہ زاگروس کے درمیان واقع ہوا اور فریقین سرفروشانہ بہادری
سے لڑے۔ کارینس دشمن کو کاٹتا ہوا بہت آگے تک بڑھ گیا تھا کہ اچانک اس کے عقب پر
حملہ ہوا اور اسی نے لڑائی کا فیصلہ کر دیا۔ مہرداتس نے جھوٹے وعدوں پر تلوار ہاتھ سے
رکھ دی اور پابزنجیر فاتح کے سامنے پیش ہوا جس نے اسے قتل کرانا بھی اپنی کسرِ شان
سمجھ کر صرف کان کٹوانے پر اکتفا کیا کہ آیندہ وہ ایسا حوصلہ نہ کر سکے[۱]

(۴) گوتارزس اس فتح کے بعد زیادہ عرصے زندہ نہیں رہا اور (۵۱ء کے
موسم گرما میں) وونونس ثانی شاہ مدیا اور چند ہی ماہ بعد اس کا فرزند ولوگیسس (= بلاش)
تخت پارتھیہ کا وارث ہوا۔ جو قابل و اقبالمند فرماں روا تھا (۵۱ء تا ۷۸ء) اسکے
پیش نظر مقاصد میں سے ایک ارمینیہ کی بازیابی بھی تھی اور شاہ ایبریہ کی ایک شرمناک
غداری کی بدولت اس کام کا جلد موقع بھی مل گیا۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ فارس مانس
کا ایک فرزند رادامیس توس نہایت قوی ہیکل خوبصورت و بلند قامت جوان
تھا۔ شہسواری تیر اندازی اور اپنے وطن کے دیگر فنون میں اس نے مہارت حاصل کی
تھی اور گرد و نواح کے ممالک میں اس کی بڑی شہرت تھی۔ اس پرحوصلہ نوجوان کو میراثِ
سلطنت پانے اور غالبًا اس چھوٹے سے ملک کو مزید وسعت دینے کی آرزو تھی اور
بوڑھے باپ کی عمر دراز سے تنگ ہوا جاتا تھا۔ ان جذبات کو علانیہ ظاہر کرنے میں بھی
اس نے باک نہیں کیا اور فارس مانس سمجھ گیا کہ اگر بیٹے کو موقع ملا تو وہ حکومت پر قبضہ
کرنے میں تامل نہ کرے گا پس اس نے رادامیس تو کو دوسری طرف قسمت آزمائی کا
لالچ دیا اور ملک ارمینیہ کا سبز باغ دکھا کے یہ بات سمجھائی کہ میتھراداتس کا تختہ الٹنا

---

[۱] بعض صاحبوں کا گمان ہے کہ کوہ بیہستون کا ایک کتابہ اس فتح کی یادگار میں کندہ کیا گیا ہے
لیکن اگر ایسا ہوتا تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں گوتارزس کو ستراپ ستراپاں کے لقب سے
کیوں یاد کیا جاتا۔ کیا وہ "شاہِ شاہاں" کے لقب سے ملقب نہ تھا؟

جاسکتا ہے۔ پھر انھوں نے ایک دغا بازی کا منصوبہ تیار کیا اور رادامیستو یہ بہانہ بناکر کہ باپ سے لڑائی ہوگئی ہے اپنے چچا میتھرادا تس کے پاس پناہ لینے آیا اور یہاں اس نے بعض ارمنی اُمراسے بادشاہ وقت کے خلاف سازباز شروع کیا۔ پھر جب یہ کارروائی مکمل ہوگئی تو فارس مانس نے کسی معمولی حیلے سے بھائی کے ساتھ لڑائی چھیڑ دی اور بیٹے کے پاس فوج پہنچادی جس نے اسی فوج سے ارمینہ پر قبضہ کرلیا (۵۲ء)۔ میتھرادا تس نے قلعہ گورنیاس میں رومی دستے کی پناہ لی جو کلیوس پولیو کے ماتحت متعین تھا۔ رادامیستو نے قلعے کو گھیر لیا اور جبراً فتح نہ کرسکا تو پولیو کو رشوت دینی چاہی لیکن ایک یکصدی سردار کاسپریوس نے جو پولیو کے بعد رومی سپاہ کا اعلیٰ سردار تھا مخالفت کی اور ہنگامی صلح کرکے خود فارس مانس کے پاس پہنچا کہ اسے اپنی فوج واپس بلانے پر آمادہ کرے۔ فارس مانس نے ظاہر میں صلح و آشتی کی گفتگو کی مگر درپردہ رادامیستو کو پیام بھیجا کہ جلد سے جلد قلعہ لینے کی کوشش کرے۔ تب پولیو کو بہت سا روپیہ رشوت میں پیش کیا گیا اور اس نے رومی سپاہیوں کو رشوت دیکر انہی سے یہ مطالبہ کرایا کہ اگر محاصرین کیساتھ صلح نہ کرلی گئی تو ہم قلعہ چھوڑ دیں گے۔ بدنصیب میتھرادا تس کو چار و ناچار اطاعت قبول کرنی پڑی۔

چچا کو آتے دیکھکر رادامیستو دوڑ کر اس سے بغل گیر ہوا اور ظاہرا انتہائی تعظیم و تکریم کے فرزندانہ آداب بجالایا اور قسم بھی کھائی کہ اس کے ساتھ تلوار یا زہر سے کوئی تشدد نہ کیا جائے گا۔ پھر اسے ایک قریب کے کنج میں لے آیا جہاں دیوتاؤں کے روبرو صلح کی تصدیق کے لئے نذر نیاز کا سامان کیا جانے والا تھا۔ ان بادشاہوں کا دستور تھا کہ جب اتحاد کی غرض سے باہم ملاقات کرتے تو اپنے دائیں ہاتھ ملاکر انکے انگوٹھوں کو ایک رشتے میں مضبوطی سے باندھ دیتے تھے۔ اور انگوٹھوں کے سرے پر جب خون جمع ہوجاتا تو ان میں ایک باریک شگاف دے کر خون نکالتے اور ایک دوسرے کا انگوٹھا چوستے تھے۔ اس طرح ان کے عہد و پیمان میں ایک پُراسرار تقدس کی شان پیدا ہوجاتی اور گویا دونوں کے خون کی مُہر لگ جاتی تھی۔ مگر اس

ح۱ غالباً وہ عشر جیش کے ناظم کا مرتبہ رکھتا تھا۔

موقع پر وہ شخص جو انگوٹھوں کو کھینچ کر باندھ رہا تھا بناوٹ سے نیچے گر پڑا اور اس نے میتھرا داتس کے گھٹنے پکڑ کر اسے بھی نیچے گرا دیا۔ ساتھ ہی بہت سے آدمی دوڑ پڑے اور انھوں نے اسے پابزنجیر کر لیا۔ پھر اسے کھینچتے ہوئے باہر لائے اور طرح طرح کی بے عزتی کی اس کے بیوی بچے پیچھے پیچھے روتے ہوئے ساتھ تھے۔ ان سب کو پردے کی گاڑیوں میں اس وقت تک چھپائے رکھا کہ فارس مانس کا فیصلہ اُن کے بارے میں معلوم ہو جائے۔ اور تاسی توس کے الفاظ میں گو فارس مانس کو" بادشاہی اپنے بھائی اور بھتیجے سے زیادہ عزیز تھی اور جرائم کرنے پر اس کا دل سخت ہو گیا تھا۔ تاہم اس نے بھائی کے قتل کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھنا نہ چاہا اور ادھر راد میستو نے بھی قسم کے الفاظ کی خلاف ورزی نہ کی یعنی تلوار یا زہر کا استعمال نہ کرایا بلکہ اپنے چچا اور اس کی بہن (؟) کو زمین پر گرا کر ان پر اتنے بھاری بھاری کپڑے ڈالے کہ ان کے نیچے دم گھٹ کر مر گئے۔ میتھرا داتس کے بیٹوں کو بھی اس جرم میں قتل کرا دیا گیا کہ وہ اپنے والدین کی موت پر روئے تھے۔"

(۵) ان گردو نواح کی ماتحت ریاستوں کے معاملات پر نظر رکھنا شام کے جیش سالار اُمّی دیوس کو اور راتوس کے فرائض میں داخل تھا اُس نے مذکورہ بالا قضیئے میں مداخلت کرنی مناسب نہ سمجھی۔ وہ یا اُس کے مشیر اس بات کو ناقابل توجہ جانتے تھے کہ ارمینیہ پر چچا کی حکومت رہے یا اُس کے بھتیجے کی۔ اور ان کا عملدرآمد اس اصول پر تھا کہ ممالک غیر کے تمام جرائم رومیوں کے واسطے باعثِ مسرت ہیں۔ اغیار میں باہمی فساد کا بیج بونا روما کی حکمت عملی میں داخل تھا اور اگر رادمیستو جیسا قابل نفرت شخص اُس ملک پر قابض رہے جسے اُس نے ایک جرم قبیح کے ذریعے حاصل کیا تھا تو اسی میں روما کا فائدہ تھا کہ وہ اور بھی آسانی سے رومیوں کے ہاتھ میں رہے گا۔ البتہ دنیا سازی کے لئے انھوں نے ایک سفارت فارس مانس کے پاس روانہ کی اور مطالبہ کیا کہ وہ اور اس کا بیٹا ارمینیہ کو خالی کر دیں۔ کپادوسیہ کے عامل پلیگنوس نے ظاہرا مداخلت بھی کی اور گو اس وقت وہاں رومی فوجیں موجود نہ تھیں تاہم وہیں کے مقامی باشندوں کی ایک بے قاعدہ جمعیت فراہم کر کے پلیگنوس " ارمینیہ کو واپس لینے کے

ارادے سے" روانہ ہوا۔ لیکن اس نااہل شخص کا جس کا جسم مفلوج اور عقل کمزور تھی اور جو کلودیوس کے دربار میں مسخروں کی مثل رہا تھا، لوگوں نے تھوڑے ہی دن میں ساتھ چھوڑ دیا اور اپنے آپ کو بے یار و مددگار دیکھکر وہ رادامیستو کے پاس چلا گیا جس کے تحائف وعطایا نے اس پر اتنا اثر کیا کہ وہ الٹا رادامیستو کو تاج شاہی پہننے کی صلاحیں دینے لگا اور جسے ملک سے خارج کرنے آیا تھا اسی غاصب کے جشن تاجپوشی میں خیر خواہ بنکر شریک ہوا۔ پلیگنوس کی اس حرکت سے بڑی بدنامی ہوی۔ اور کوادردوتوس نے اس خیال سے کہ کہیں دوسرے رومیوں کو بھی اس کا ہم آہنگ نہ سمجھ لیا جائے، پریس کوس کو شام کا ایک جیش دے کر ادھر بھیجا کہ امن امان قائم کرے۔ لیکن پھر یہ فوج بہت جلد واپس ہٹالی گئی کہ مبادا پارتھیہ والوں سے تصادم ہو جائے۔

(۶) کیونکہ اس عرصے میں شاہ ولوگیسس نے موقع کو مساعد سمجھکر اپنے بھائی تری داتس کو ارمنیہ کا بادشاہ نامزد کر دیا تھا اور یہ تصور کر کے کہ رومی رادامیستوس کے واسطے جھگڑے میں نہ پڑیں گے، خود ایک فوج لے کر ارمنیہ میں داخل ہو گیا تھا (۵۳ ؁ء) اس کے سامنے سے رادامیستو اور اس کے ہمقوم بغیر لڑے بھڑے ملک سے نکل گئے اور دونوں صدر شہر ارتاکستا (= اردشتہ؟) اور تیگرانو تاسر (= دیگراں سرت ؟) اہل پارتھیہ کے مطیع ہو گئے لیکن شدید سردی، قلت رسد اور فوج میں وبا پھوٹ پڑنے سے ولوگیسس کو مجبوراً واپس ہونا پڑا اور اس کے جاتے ہی رادامیستو نے پھر ملک میں گھس کے ان سے سخت انتقام لیا جو حملہ آوروں سے جا ملے تھے۔ انہی مظالم نے اس کی رعایا کو برافروختہ کیا اور ایک مسلح مجمع نے ارکستا میں اس کے محل کو آگھیرا۔ رادامیستو اور اس کی بیوی زنوبیہ جان بچا کے بھاگے اور ان کی فراری کا قصہ بھی ایک دلچسپ داستان ہے۔ انکی سلامتی گھوڑوں کی تیز دوڑ پر منحصر تھی مگر زنوبیہ حاملہ تھی اور گو اس نے ابتدائی منزلیں تو کسی نہ کسی طرح طے کر لیں لیکن گھوڑا دوڑاتے دوڑاتے اس کی ہڈیاں پسلیاں ہل گئی تھیں۔ لہذا کچھ دور نکل کے پھر اس کی ہمت پست ہو گئی اور اُس نے اپنے شوہر سے التجا کی کہ اسیری کی ذلت سے بچانے کے لئے

اس کا وہیں کام تمام کر دے۔ راد امیستو کو آخر کار بیوی کی درخواست ماننی پڑی اور
اس نے اپنا نیمچہ میان سے نکال کے زنوبیہ کے بھونک دیا۔ پھر اس خیال سے کہ
بیوی کی لاش بھی دشمن کے ہاتھ نہ آئے وہ اسے کھینچتا ہوا ارا کسس (= اراس)
ندی تک لایا اور اسے ندی میں ڈال دیا۔ اس کے بعد خود اسی طرح سرپٹ گھوڑا اڑاتا
ہوا چلا اور صحیح سلامت اپنے وطن (ای بریہ) میں پہنچ گیا۔ لیکن یہاں زنوبیہ کا
زخم مہلک نہ تھا اور وہ پایاب پانی میں ندی کے کنارے کے قریب پڑی رہی اور
بعض گڈریوں نے اس میں زندگی کی علامت اور سانس چلتے دیکھکر اور اسکی صورت
سے عالی مرتبہ خاتون سمجھکے اس کا زخم باندھا اور اپنی دہقانی دوا دارو کرتے رہے۔
پھر جب اس کا نام اور پورا قصہ انھیں معلوم ہوا تو وہ اسے ارتاکستا لے آئے اور یہاں
اسے تری داتس کے حضور میں پیش کیا گیا جو دوبارہ ارمینیہ پہنچ کر ملک پر قابض ہو گیا
تھا۔ وہ زنوبیہ کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آیا (۵۴ء) اور اس کے ساتھ
شاہی بیگمات کا سا برتاؤ کرتا رہا۔

عہد کلودیوس کے اس آخری سال (۵۴ء) میں تری داتس اور راد امیستو
کی کہیں کہیں آویزشیں ہوتی رہیں۔ اہل پارتھیہ ان دنوں اپنی سلطنت کے شمالی
حصوں کی بغاوتوں سے پریشان تھے اور رومی سلیسیہ میں کلتیوں اور پھر ارض یہود
کے مفسدوں میں الجھے رہے۔ خود اہل ارمینہ کو یہ دیکھکر رومیوں سے نفرت
ہو گئی تھی کہ انھوں نے راد امیستو کے غاصبانہ حملے پر چشم پوشی کی لہذا اب وہ اپنے
ملک میں ایک پارتھی شہزادے کی حکومت قائم ہو جانے سے ذرا بھی ناخوش نہ تھے۔

۷۱ تری داتس کی یہ کامیابی ظاہرا اس بات کا ایک اور ثبوت تھا کہ اغسطس
کی حکمت عملی مشرقی مسئلہ کے طے کرنے میں غالبًا کارگر نہ ہوگی۔ ادھر کلودیوس نے وفات
پائی اور نیرو جانشین ہوا پس پرانے طرز عمل کی بجائے کسی نئی تدبیر کو آزمانے کا موقع ملا
اور نیرو کی حکومت نے جس کی رہنمائی سینکا اور بوروس کے ہاتھ میں تھی فیصلہ کیا کہ
ارمینیہ کی بازیابی اور سطوت رومہ کی بحالی کے واسطے جسے ولگیسس اور اس کے
بھائی کی فتوحات نے باندکر دیا تھا فوری تدابیر اختیار کی جائیں۔ اس میں پہلا کام

گینیوس دومی تیوس کوربیولو کا حکومت کپادوسیہ پر تقرر تھا اور گو یہ علاقہ معمولی نظامت کا مرتبہ رکھتا تھا لیکن کوربیولو کو قنصلی جیش سالار یا صوبہ دار کا منصب دیا گیا کیونکہ ۳۹ئ میں وہ قنصل مقرر ہو چکا تھا اور شمالی جرمانیہ میں بہ حیثیت جیش سالار (۴۷ئ) اُس نے اپنی قابلیت اور عمدہ انتظام کی بدولت جو نیکنامی حاصل کی اس کا حال پہلے ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ اس تقرر کے بعد بھی کوادراتوس کو شام کی صوبہ داری پر بحال رکھا گیا لیکن اسے حکم ہوا کہ چار میں سے دو جیش کپادوسیہ بھیجدے کہ نئے جیش سالار کے زیر حکم رہیں۔ کوماجین کے رئیس انتیوکوس اور کالکیس کے رئیس ہیرود اگریپا ثانی کو احکام پہنچ گئے کہ پارتھیہ سے جنگ کے لئے اپنی اپنی فوجیں تیار رکھیں۔ ارمنیہ خورد وسوفین اور ارمنیہ کی مغربی سرحد کے اقطاع کی حکومت دو شامی امیرزادوں کو عطا ہوئی یعنی پہلے علاقے پر ارستوبیولوس اور دوسرے پر سوہموس مقرر ہوا۔ لیکن خود رومی سپاہ کی ہمتیں اتنے دن کے امن و امان نے سرد کر رکھی تھیں اور انھیں شام کی چھاؤنیاں چھوڑ کر ارمنیہ کے پہاڑوں میں پڑاؤ ڈالنا ذرا بھی اچھا نہ معلوم ہوا۔ دوسرے بہت سے پرانے جنگ آزما ایسے بھی موجود تھے جنھوں نے عمر بھر پہرے چوکی کا کام نہ کیا تھا اور جن کے لئے خندق اور دمدمہ بالکل نئی چیز تھے۔ پھر بعض سپاہی تجارت پیشہ گروہ کے تھے کہ ناز و نعم میں پلے اور شہروں ہی میں نوکری انجام دیتے رہے۔ اور خود اور چار آئینہ خریدنے کی اب تک نوبت نہ آئی تھی۔ چنانچہ کوربیولو کو سب سے پہلے ایسے ناکاروں کو بہ تعداد کثیر فوج سے نکالنا اور ان کی بجائے نئے جوان بھرتی کرنے پڑے۔ اس تنظیم و اصلاح کے بعد بھی اسے مغرب کے بہتر و جفاکش سپاہ کے کچھ اور دستے طلب کرنے پڑے اور جرمانیہ سے ایک جیش اور کومکی افواج اس کے پاس بھیجی گئیں۔

ان تیاریوں کے باوجود پارتھیہ سے فوراً جنگ چھڑنے کی نوبت نہ آئی اور ملک ارمنیہ پر فوج کشی کرنے کی بجائے کوربیولو نے شاہ ولوگیسس کو بذریعہ رسل و رسائل ایک معاہدہ کرنے پر آمادہ کر لیا جس کی رُو سے اہل پارتھیہ نے قیام امن کی ضمانت کیلئے کچھ یرغمال دیئے اور اس کے عوض میں رومیوں نے طوعاً و کرہاً تریداتس کی ارمنیہ میں بادشاہی تسلیم کر لی۔ عجب نہیں کہ یہ کارروائی محض فرصت حاصل کرنے کی غرض سے کی گئی ہو مگر اس بات کا بھی قرینہ ہے کہ اب رومی حکومت اس بات کو فضول

سمجھنے لگی ہو کہ ارمینہ کے بادشاہوں کا خود انتخاب کر کرکے بھیجے جنھیں چند سال بعد
ان کے پارتھی حریف نکال باہر کریں۔ اور چونکہ رومی اس ملک کا براہ راست سلطنت
میں الحاق کرنے پر آمادہ نہ تھے پس انھوں نے یہ حکمت عملی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا کہ
پارتھیوں کے آوردہ کو اس شرط پر بادشاہ مان لیا جائے کہ وہ پارتھیہ کے فرماں روا کی
بجائے قیصر روما کی سیادت کو تسلیم کرے۔ لیکن جب بہت دن گزر گئے اور تری داتس
قیصر روما کا حلف اطاعت اٹھانے اور راہ ارمینہ کو رومی عطیہ تسلیم کرنے سے برابر پہلوتہی
کرتا رہا تو آخر کار کوربیولو تیس ہزار فوج لے کے ۵۸ئہ میں یعنی اپنے تقرر سے دو سال
بعد اس کی طرف بڑھا اور موسم سرما اس نے حدود ارمینہ میں بسر کیا۔

ارمنی سردی کے شدائد ضرب المثل ہو گئے ہیں[1]۔ اور معلوم ہوتا ہے رومی
فوج کو یہاں سخت زحمت و صعوبت اٹھانی پڑی۔ برف باری نے چپہ بھر زمین بھی
ایسی خالی نہ چھوڑی تھی جس میں باقاعدہ کھدائی کے بغیر خیمے نصب کئے جا سکتے۔ شدت
سرما سے بہت سے سپاہیوں کے ہاتھ پاؤں کو پالا مار گیا۔ بعض پہرہ دیتے دیتے جاں
بحق ہوئے۔ ایک سپاہی کو لوگوں نے دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا لئے جا رہا تھا کہ گٹھے کے
ساتھ ہاتھ بھی ٹوٹ کر زمین پر گر گئے۔ مگر کوربیولو خوش تھا کہ اس کے مردہ دل سپاہیوں کو
صعوبات جنگ دیکھنے کا موقع میسّر آیا۔ لکھا ہے کہ وہ معمولی اکہرا لباس پہنے ننگے سر
اپنے سپاہیوں میں گشت لگاتا پھرتا تھا۔ بہادروں کی تحسین و آفریں کرتا کمزوروں کا
دل بڑھاتا اور فوجی نظم و قوانین کی سختی سے پابندی کراتا تھا۔ فوج سے چھپ کر بھاگنے
والے پہلے ہی بار کے جرم پر سزائے موت پاتے تھے۔

(۸) غالباً ۵۸ئہ کی معرکہ آرائیاں ارض روم کے مرتفع میدانوں میں
واقع ہوئیں اور شروع ہی میں رومیوں کو ایک خفیف زک اٹھانی پڑی۔ بعض دفاعی
مورچوں پر کوربیولو نے کوئی پیادوں کو ایک یکصدی کے ماتحت متعین کیا تھا اور
انھیں تاکیدی حکم دیا تھا کہ اپنی خندقوں کے باہر نہ نکلیں۔ لیکن اس سردار نے ایک

---

[1] دیکھو ہورکیس۔ "قطعات" باب دوم صفحہ ۹ سطر ۴: "نک ارمینئس ان اوریس — الخ"

اچھا موقع تھا احکام کی خلاف ورزی کی اور شکست کھائی۔ کوربیولو نے اس یکصدی اور اس کے سپاہیوں کو بطور سزا مورچوں کے باہر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور جب تک ساری فوج نے مل کر سفارش نہ کی وہ اسی طرح عتاب میں رہے۔ موسم بہار آنے کے کچھ عرصے بعد کوربیولو مورچوں سے باہر نکلا اور حتی الامکان پوری کوشش کی کہ تری داتس کو ایک میدانی جنگ پر مجبور کرے جو ادھر ادھر گشت لگاتا اور ہر کسی کو جو رومیوں کا ہوا خواہ ہو لوٹتا پھرتا تھا۔ لیکن جب اس کے تعاقب میں مارے مارے پھرنے سے رومی تھک گئے تو کوربیولو نے اپنی فوج کو چند حصوں میں بانٹ دیا کہ اس کے ماتحت سردار وقت واحد میں مختلف مقامات پر حملہ کرسکیں۔ اس لشکرکشی میں جنوب کی طرف سے کوماجین کے فرماں روا انتیوکوس نے اور شمال کی طرف سے ای بریہ کے رئیس فارس مانس نے بڑھکر رومیوں کی امداد کی۔ فارس مانس کا منشاء یہ تھا کہ اپنی گزشتہ دغابازی کی تلافی کرے اور اس نے اپنے فرزند راد امیستو کو قتل بھی کرا دیا تھا۔ ان کے علاوہ ایک اور قوم موسکی نے مدد دی جو رود فاسیس کے منبع کے قریب آباد تھی۔ ادھر طبرستان میں فساد برپا ہو جانے سے دلوگیسس اس طرف الجھ گیا اور تری داتس نے تنہا رومیوں کی طاقتور فوجوں سے مقابلہ کرنے کی قوت نہ دیکھی لہٰذا اس نے صلح کے نامہ و پیام شروع کئے اور کوربیولو نے اسے مشورہ دیا کہ خود بادشاہ کی خدمت میں عرضی بھیجے۔ چونکہ خط کتابت سے کوئی بات طے نہ ہو سکی تھی اس لئے دونوں سپہ سالاروں میں زبانی گفتگو کی قرار داد ہوئی اور تری داتس نے تجویز کی کہ میں ایک ہزار سوار کے ساتھ کسی مقام پر آجاؤں اور کوربیولو جتنے سپاہی چاہے اپنے ساتھ لائے مگر وہ خود اور زرہ بکتر پہنے ہوئے نہ ہوں۔ کوربیولو جیسا گرگ باراں دیدہ ایسے جال میں جس میں صاف دغا پائی جاتی تھی پھنسنے والا نہ تھا۔ تری داتس کا منشا یہ تھا کہ اس کے سدھے ہوئے تیر انداز کوربیولو کے ساتھیوں کو بے تکلف تیروں کا نشانہ بنالیں کیونکہ اگر انکے جسم محفوظ نہ ہوں تو پھر تعداد کی کثرت ان کے کام نہ آسکتی تھی۔ لیکن کوربیولو نے اس عیاری سے اغماض کیا البتہ جواب میں کہلا بھیجا کہ امور متنازعہ پر گفتگو پوری فوجوں کے سامنے ہو تو بہتر ہے۔ چنانچہ مقررہ دن پہلے وہ میدان میں آگیا اور فوجیں ایک طرف صف آرا کر دیں برخلاف اس کے تری داتس دن ڈھلے تک نہ آیا اور

جب آیا تو اتنے فاصلے پر کھڑا رہا "جہاں سے اُسے کوئی دیکھ تو لے مگر بات نہ سن سکے" غرض کوئی گفتگو نہ ہو سکی۔ پھر اسی وقت تری داتس ظاہرا شمال مغرب کی طرف فوج لے کر چل دیا جس کا شاید مدّعا یہ تھا کہ جو رسد تراپزوس سے رومی فوجوں کو پہنچتی تھی اس کا رستہ روک لے۔

(۹) اب کوربیولو نے تری داتس کا تعاقب چھوڑ کر ارمنی قلعوں پر مسلسل حملوں کی تیاری کی۔ خود اس علاقے کے سب سے مستحکم قلعے وُلاندم کی تسخیر کا بیڑا اٹھایا اور چھوٹے موٹے قلعوں کی فتح کا کام ماتحت سرداروں کے سپرد کر دیا۔ وُلاندم شہر ارتاکستا کے مغرب اور اراس ندی کے جنوب میں واقع تھا۔ کوربیولو نے اپنی فوج کے چار حصّے کئے اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کام تفویض کیا۔ یعنی ایک کو تو حکم دیا کہ سروں کے سامنے ڈھال سے ڈھال جوڑ کر اس قسم کی قطاریں جسے "تس تو دو" کہتے تھے آگے بڑھے اور فصیل کے قریب تک پہنچ کر اسے سرنگ سے اڑانے کی کوشش کرے۔ دوسرے حصۂ فوج کے پاس فوجی کمندیں تھیں کہ فصیل پر ڈال ڈال کر اوپر چڑھ جائیں، تیسرا حصّہ منجنیقوں سے تیر اور رخدنگے برسا رہا تھا اور چوتھے میں سپاہیوں کے پاس گوپھن تھے جن سے وہ سیسے کی گولیاں قلعے والوں پر پھینکتے تھے۔ اس اہتمام سے سواپہر میں فصیلیں نگہبانوں سے خالی ہو گئیں۔ دروازے کے سامنے کے عارضی مورچے صاف کر دئے گئے کمندیں ڈال کر سپاہی فصیل پر چڑھ گئے۔ قلعہ فتح ہو گیا اور بغیر اس کے کہ ایک رومی سپاہی کی جان بھی ضایع ہوئی ہو قلعے کے تمام بالغ مردوں کو ذبح کرا دیا گیا۔ کوربیولو کے ماتحت سرداروں کو بھی نسبتۃً آسان مقاصد میں پوری کامیابی ہوئی اور اس نے اُسے ملک کے صدر مقام ارتاکستا پر حملہ کرنے کا حوصلہ دلایا۔ اس شہر کی جانب کوچ کرنے میں رومیوں پر تری داتس کے رسالے کا حملہ بھی ہوا جسے امید تھی کہ وہ دشمن کو اچانک جا لے گا۔ مگر کوربیولو کوچ کے ساتھ فوج کو جنگ کے واسطے بھی تیار رکھتا تھا۔ چلتے وقت تیسرا جیش دائیں اور چھٹا جیش بائیں جانب رہتا اور قلب میں دسویں جیش کی ایک چیدہ جمعیت ہوتی تھی[1]۔ حفاظت کے لئے

[1] یہ دونوں شام کے جیش تھے جنھیں کوادساتوس نے کوربیولو کے پاس بھیجا تھا۔ دسواں جیش بھی

سفر کا سازو سامان صفوں کے درمیان رکھا جاتا اور ایک ہزار سوار عقب کی نگہبانی پر مقرر تھے جنھیں حکم تھا کہ اگر کوئی حملہ ہو تو صرف دفاع کریں تعاقب میں آگے نہ بڑھیں۔ دونوں بازوؤں کے آخری سرے پر پیادہ تیرانداز اور باقی ماندہ سوار متعین تھے اور میسرے کو پہاڑیوں کے دامن تک پھیلا رکھا تھا کہ اگر غنیم قلب فوج کو توڑ کر اندر گھس آئے تو اس کا بازو پھیلے ہوئے میمنے کی لپیٹ میں آ سکے۔ عین کوچ کی حالت میں تری داتس سامنے نمودار ہوا مگر دور ہی دور رہا کہ تیر و خدنگ کی زد میں نہ آئے، حملے کی دھمکی دے کر اس کا منشا تھا کہ جب رومی صفیں کھل جائیں تو الگ الگ حصوں پر جا پڑے لیکن یہ منصوبہ نہ چلا۔ صرف ایک رسالے کا رومی سردار جوش بیجا میں آگے بڑھ گیا تھا اور تیروں میں چھد کر نیچے گرا۔ یہ دیکھ کر دوسروں کو کان ہوگئے کہ سپہ سالار کی ہدایت پر کاربند رہیں اور جب شام ہوئی تو تری داتس سامنے سے ہٹ گیا۔ کوربیولو کا ارادہ تھا کہ اسی رات ارتاکستا پر بڑھ کر ناکہ بندی شروع کر دے لیکن جب اس کے جاسوسوں نے خبر پہنچائی کہ تری داتس کسی دور کی منزل کے قصد سے کوچ کر رہا ہے یعنی سرحد ارمینہ کے پار البانیہ (قفقاز) یا مدیہ جائے گا تو وہ صبح تک ٹھہر گیا اور پھر اپنے نیم مسلح ہراول کو آگے بھیجا کہ کچھ فاصلے سے حملہ کی کارروائی شروع کر دیں لیکن محاصرے کی ضرورت ہی نہ پیش آئی۔ باشندوں نے بلا تاخیر شہر کے پھاٹک کھول کر اطاعت قبول کر لی اور اس طرح اپنی جان بچائی۔ مگر شہر کو جلا کر زمین کے برابر کر دیا گیا کیونکہ اس کی حفاظت کے واسطے کافی فوج کوربیولو کے پاس نہ تھی اور ایسے مستحکم مقام کو وہ بلا قبضہ خالی چھوڑ نہ سکتا تھا۔

(۱۰) معلوم ہوتا ہے فوج نے اس سال موسم سرما ارتاکستا کی نواح میں ہی گزارا اور آئندہ سال (۵۹ء) تیگرانوسرتا کی طرف بڑھی اور موسم خزاں میں وہاں پہنچ گئی۔ یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ کوربیولو نے راستہ کونسا اختیار کیا تھا مگر قرینہ کہتا ہے کہ وہ ارتاکستا کے جنوب کی طرف چلا اور کوہ ارارات خورد کے دامن کا چکر کھا کر

بقیہ صفحہ ۴۷۷ جس کے چند سپاہی بھیجے گئے تھے شام ہی کا تھا اور اس کے باقی سپاہی وہیں شام میں تھے۔

میدان بایزید میں داخل ہو گیا جہاں سے رود بالیک کے طاس سے گزرتا ہوا وہ اس ندی اور رود مُراد کے فاصل آب یعنی مقام جاوین پر پہنچ گیا ہو گا کہ مُراد کے کنارے کنارے ارس گرد تک کوچ جاری رکھ سکے۔ کیونکہ یہیں سے راستہ مش کے میدان ہو کر بطلس کے درے اور تیگرانوسرتا تک پہنچتا تھا۔ اس کوچ میں رومی سپہ سالار نے کوئی جنگی کارروائی نہیں کی لیکن نگرانی میں فرق نہ آنے دیا کیونکہ وہ ارمنوں کی خصلت سے واقف تھا "جو خطرے کے سامنے آنے سے جس قدر گھبراتے تھے اسی قدر موقع ملنے پر دغابازی کرنے میں مستعد تھے" ان میں سے جنھوں نے اطاعت قبول کی، انھیں امان ملی۔ مگر جو بھاگ گئے یا پہاڑیوں میں جا کر چھپے ان کیساتھ کوربیولو نے مطلق رحم و رعایت نہ کی۔ بلکہ ان کے ماموں کے راستے جھاڑیوں سے روک روک کے آگ لگوا دی اور انھیں اپنے بھٹوں میں جلا جلا کے ہلاک کیا' ان میں سے زیادہ کوہ نفات کے ماروی قبائل نے رومیوں کو پریشان کیا اور اپنے پہاڑوں میں مقابلے پر اڑے رہے۔ کوربیولو نے رومیوں کو جوکھوں میں ڈالنے کی بجائے ای بریہ والوں کو ان سے لڑایا؛ باایں ہمہ سفر میں رومیوں کو گرمی کی شدت سے اسی قدر نقصان پہنچا جس قدر کہ پہلے سردی کی وجہ سے اٹھا چکے تھے۔ قلت رسد اور خوراک کی کمی نے انھیں ناتوان کر دیا تھا اور اسی ملک کے مواشی کا گوشت اُن کی غذا رہ گئی تھی۔ یہ گوشت بغیر کسی دوسری غذا کے ان کے حق میں بہت مضر ہوا۔ علاوہ ازیں پانی کی قلت تھی اور سخت گرمی میں لمبی لمبی منزلیں طے کرنی پڑتی تھیں۔ تاآں کہ غالباً وہ ملازگرد کی نواح میں مزروعہ علاقے تک پہنچ گئے اور وہاں انھیں بقولات کھانے کو میسر آئیں۔ پھر ارمینہ کے دو اور قلعے فتح کر کے وہ توروتی تس کے علاقے میں داخل ہوئے جو جھیل وان کے مغرب میں غالباً موجودہ مش کے ضلع کا ہم معنی ہے۔ یہاں کوربیولو کی جان بال بال بچی۔ یعنی اس کے خیمے کے قریب ایک خاصی اچھی حیثیت کا اجنبی پایا گیا جو خنجر لیے ہوئے تھا اور جب اسے اذیت دی تو اس نے بعض اور سازشیوں کے نام قبول دیے جو اس کے شریک و معین تھے۔ چنانچہ وہ گرفتار ہوئے اور کیفر کردار کو پہنچے۔ اس واقعے کے کچھ ہی عرصے کے بعد وہ قاصد جنھیں کوربیولو نے تیگرانوسرتا بھیجا تھا واپس آئے اور اطلاع دی کہ شہر کے دروازے اسے اندر لینے کے واسطے کھلے ہوئے ہیں اور اہل شہر قبول اطاعت پر آمادہ ہیں۔ شہر والوں کے اظہار عقیدت کی غرض سے وہ ایک سونے کا تاج بھی رومی سپہ سالار کے واسطے لائے تھے۔ اس شہر کو کوربیولو نے بحال خود رہنے دیا اور وہاں سے لی جرواکی طرف بڑھا جو تیگرانوسرتا

کے مغرب میں ایک قلعہ تھا۔ جری سپاہیوں کے ایک دستے نے اس قلعے کی مدافعت
کی اور وہ بمشکل یورش کر کے تسخیر ہوا۔ معلوم ہوتا ہے یہی کامیابی اس مہم کا آخری واقعہ تھی۔

(۱۱) تری داتس نے ارمینہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کے واسطے بعد میں بھی
ہاتھ پاؤں مارے لیکن کوربیولو کی مستعدی نے اس کی کچھ نہ چلنے دی۔ سارا ملک رومیوں
کے تسلط میں آگیا اور اب اس کے لئے ایک نئے بادشاہ کی تلاش ہوئی (سنہ ۶۰ء)
حکومت روما کا قرعۂ انتخاب تیگرانس کے نام پڑا۔ یہ نوجوان شہزادہ باپ کی طرف سے
ہیرود اعظم اور ماں کی جانب سے ارکلوس امیر کپادوسیہ کی اولاد میں تھا۔ لیکن ارمینہ
کا جتنا علاقہ نرو کی عنایت سے تیگرانس کو عطا ہوا وہ اس سے بہت کم تھا جس پر
ارمینہ کے پہلے بادشاہ حکومت کرتے رہے تھے۔ کیونکہ اس کے بعض سرحدی اضلاع
ہمسایہ رئیسوں کو، یعنی فارس مانس، انتیوکوس، اریس توبیولوس اور پولمو (امیر پنتوس)
کے حوالے کر دئے گئے۔

تیگرانس نے ارمینہ پہنچ کر اس کمی کی تلافی اس طرح کرنی چاہی کہ دوسری
سرحد کی طرف پارتھیہ سے آذربیجان چھیننے کا ارادہ کیا۔ اور اس صوبے پر حملے کر کے
وہاں کے عامل مونوباروس کو شکست دی۔ شاہ پارتھیہ نے اب تک ارمنی جنگ
میں حصہ لینے سے احتراز کیا تھا لیکن اس واقعے نے اسے کوئی قطعی کارروائی کرنے پر
مجبور کر دیا۔ چنانچہ اول تو اس نے ایک باضابطہ جلسے میں تری داتس کے سر پر خود
تاج شاہی رکھ کر اسے ارمینہ کا بادشاہ نامزد کیا اور پھر اپنے سپہ سالار مونی سس کو
فوج دے کر بھیجا کہ رومی آوردہ کو ملک مغصوبہ سے نکال باہر کرے۔ ادھر اس
عرصے میں کوادراتوس صوبہ دار شام مر گیا تھا اور نئے آدمی کے تقرر تک شام و
کپادوسیہ دونوں صوبوں کی سپہ سالاری کوربیولو کے تفویض ہو گئی تھی۔ اسی سردار نے
تیگرانس کی مدد کے واسطے، جسے پارتھیوں نے تیگرانوسرتا میں محصور کر لیا تھا
دو جیش روانہ کئے۔ لیکن کوربیولو کا ذاتی فائدہ اس میں تھا کہ لڑائی جلد ختم نہ ہو
تاکہ سپہ سالاری کے وسیع اختیارات زیادہ عرصہ تک اس کے ہاتھ میں رہیں۔ اسی لئے
امداد کے واسطے جو فوج بھیجی گئی وہ اُس کی اپنی تربیت کردہ نہ تھی بلکہ چہارم و

دوازدہم جیش تھے، جو پہلے شام ہی میں رہے اور بالکل ناکارہ ہو گئے تھے۔ مزید براں کہتے ہیں کہ اس نے خفیہ طور پر ان سرداروں کو جن کے ماتحت یہ جیش بھیجے جا رہے تھے یہ ہدایت کر دی کہ "زیادہ تعجیل و مستعدی کی ضرورت نہیں۔ اطمینان سے سوچ بچار کے کام کرنا۔ کیونکہ جنگ کو تمام کرنے کی نسبت مجھے زیادہ پسند یہ ہے کہ جنگ سامنے رہے" خود کوربیولو نے فرات اتر کر ولوگیسس سے مقابلہ کرنے کی تیاری کی لیکن پارتھی فرماں روا نے حسب معمول اب کے بھی عین وقت پر جنگ سے پہلوتہی کی تیگرانوسرٹا پر اس کے سپہ سالار کا حملہ بالکل ناکام رہا تھا لہذا اس نے رومی سپہ سالار سے صلح کی سلسلہ جنبانی اور سنہ ۶۳ء میں جو معاہدہ ہوا تھا اس کی شرایط پر عمل کرنے کی آمادگی ظاہر کی یعنی اپنے بھائی (تری داتس) کے رومی بادشاہ کا باج گزار بن کر ارمینہ میں حکومت کرنے پر رضامند ہو گیا۔ کوربیولو نے یہ تجویز منظور کر لی اور ارمینہ سے اپنے جیش واپس بلا کر تیگرانس کی امداد سے ہاتھ اٹھا لیا (سنہ ۶۱ء) اور اجازت دی کہ تری داتس ارمینہ پر پھر قبضہ کر لے، بعض لوگ کہتے تھے، اور بہت ممکن ہے کہ ان کا کہنا بے اصل نہ ہو کہ ولوگیسس اور کوربیولو میں کوئی خفیہ قرارداد ہو گئی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کوربیولو کی مذکورہ بالا کارروائی کسی طرح درست نہ تھی مانا کہ اس کی بے لوث رائے میں مسئلہ ارمینہ کے حل کی بہترین شکل یہی تھی جس پر اس نے پہلے بھی ولوگیسس کو آمادہ کرنے کی دو مرتبہ کوشش کی لیکن اب جبکہ رومی حکومت نے تیگرانس کو بادشاہ بنا دیا تھا، وہ ہرگز مجاز نہ تھا کہ خود اپنی کامیاب مہم ارمینہ کے نتائج سے اس طرح دست بردار ہو جائے۔ دوسرے اس وقت وہ محض ایک ہنگامی سپہ سالار تھا اور لوسیوس کی سینیوس پتوس روانہ بھی ہو چکا تھا کہ کپادوسیہ کی حکومت کا جائزہ لے جہاں کا اسے صوبہ دار مقرر کیا گیا تھا۔ عجب نہیں کہ اسی نئے شخص کے تقرر سے کوربیولو کو حسد ہوا ہو اور اس نے پتوس کو ارمینہ پر پوری طرح تسلط حاصل کرنے کی نیکنامی سے محروم کرنا چاہا ہو۔ اصلیت جو کچھ بھی ہو، اس میں کوربیولو نے حکومت کے سراسر خلاف منشا کام کیا اور اسی لئے جب ولوگیسس کے سفیر روما پہنچے تو وہاں معاہدے کی تصدیق نہیں کی گئی۔ یہ یقین کرنے کے بھی بعض قرائن ہیں کہ ان دنوں اس قسم کی تجویزیں بھی زیر غور تھیں کہ ارمینہ کو براہ راست سلطنت کا ایک صوبہ بنا لیا جائے

اور کپادوسیہ کا نیا صوبہ دار تو بالیقین یہی رائے رکھتا تھا۔

(۱۳) غرض اب ارمینہ کو دوبارہ فتح کرنے کی ضرورت تھی۔ ان دو جیشوں[1] کو جو کپادوسیہ میں تھے میزیہ کا ایک اور جیش لا کے قوت پہنچائی گئی[2]۔ اور پتوس نے اپنے صوبے میں پہنچ کر کوچ کرنے میں کوئی تاخیر روا نہ رکھی۔ ملی متن کے قریب اس نے فرات کو عبور کیا اور سوفین کے علاقے سے قلعے فتح کرتا اور مال غنیمت لوٹتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کا پہلا مقصود تگرانو سرتا کو دوبارہ تسخیر کرنا تھا لیکن اس سال (۶۲ء) دیر ہوگئی اور یہ کام آیندہ موسم جنگ تک ملتوی کرنا پڑا خاص کر اس وجہ سے میزیہ کا جیش ابھی تک نہ پہنچ سکا تھا۔ موسم سرما گزارنے کے لئے اس نے چوتھے جیش کو راندیہ میں اتار دیا جو ارسانیاس (= رود مراد) کے کنارے کوہستان طارس سے متصل سوفین کی سرحد کا شہر تھا۔ ادھر کو ربولو اس عرصے میں آگے بڑھ کر زیوگی (= بیرجیک) کے قریب فرات کے کنارے تک آپہنچا تھا کہ ولوگیسس کی فوجوں کو شام پر حملہ کرنے سے روکے۔ شاہ پارتھیہ کو جب معلوم ہوا کہ پتوس کے دونوں جیش یکجا نہیں ہیں اور راندیہ کے پڑاو پر سامان رسد بھی کافی نہیں پہنچتا نیز پتوس ان سپاہیوں کو جو درخواست کریں، بلا تامل و امتیاز لمبی لمبی رخصتیں دے رہا ہے تو اس نے موسم کے بہت کچھ گزر جانے کے باوجود یکایک ارادہ کر لیا کہ ارمینہ پر فوج کشی کرے اور مدد پہنچنے سے پہلے رومی سپہ سالار کو اچانک جا دبائے۔ کوربولو نے اس موقع پر پارتھیہ والوں کو ارمینہ پر چڑھائی کرنے سے روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی اور شاید وہ دل میں خوش تھا کہ اس کا ہمچشم سپہ سالار (پتوس) مشکلات میں مبتلا ہونے والا ہے۔ جب پتوس نے سنا کہ ولوگیسس ایک بڑی فوج کے ساتھ بڑھ رہا ہے تو اس نے بارھویں جیش کو چھاونی سے طلب کر لیا مگر جب وہ بھی آگیا تو پتوس کو اپنی فوجی تعداد کی کمی کا احساس ہوا۔ بہر حال، پوری فوج اس طرف جدھر سے پارتھی آرہے

---

[1] یعنی دوازدہم جو شام کے دو جیشوں میں سے تھا اور چہارم جو دراصل پہلے میزیہ ہی سے آیا تھا۔
[2] جیش پنجم (مقدونیکا)

تھے، بڑھی لیکن جب غنیم کے ہراول نے ایک یکصدی اور اس کی جمعیت کو جو دیکھ بھال کے لئے بھیجی گئی تھی، قتل کر دیا تو رومی فوج پر ڈراؤ پر ہٹ آئی۔ دلوکیس نے فوراً کوئی ریلا دینا پسند نہیں کیا اور پتوس کو اتنی مہلت مل گئی کہ تین ہزار چیدہ جوانوں کو بھیجکر کوہ طارز کے ایک درے کی مورچہ بندی کرلے جسے پارتھیوں کا رانڈیہ پہنچنے سے پہلے طے کرنا ضروری تھا۔ ان پیادوں کی امداد کے واسطے اس نے اپنے بہترین سوار بھی میدان میں بھیجدیئے تھے مگر یہ فوجیں بالکل ناکافی ثابت ہوئیں اور پارتھی لشکر کے بڑھتے سیلاب میں بہ گئیں۔ جو رومی سپاہی سلامت بچے وہ جدھر منہ اٹھا دشت و بیابان میں بھاگ نکلے اور زخم خوردہ لشکرگاہ میں لوٹ آئے۔ اس طرح بے موقع لشکر آرائی کی بدولت پتوس اپنی بہترین فوج ضائع کر بیٹھا۔ اور اس کی قوت میں اور بھی کمی اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ ایک عشر جیش فوج کے قلعے ارساموستا کے واسطے علیحدہ کرنا پڑا جہاں اس کی بیوی اور بچہ حفاظت کی غرض سے بھیجدیئے گئے تھے۔ اب اس کی سلامتی کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہ تھی کہ کوربیولو دستگیری کرے جس کے پاس وہ پہلے ہی تاکیدی پیام بھیج چکا تھا۔ لیکن کوربیولو نے کوئی عجلت نہ کی۔ وہ خطرے کے زیادہ قوی ہوجانیکا خواہاں تھا تاکہ فوج کو بچانے کی ناموری بھی زیادہ حاصل ہو۔ تاہم اس نے اپنے تینوں جیوش سے ایک ایک ہزار پیادہ اور ان کے ساتھ آٹھ سو سوار نیز چار ہزار کومکی پیادوں کو حکم دیا کہ فوری کوچ کے واسطے تیار ہو جائیں۔ اور جب پتوس کا دوسرا پیام شکست کی خبر لایا جس میں بہ منت اسے بلایا تھا کہ جلد آئے اور رومی پرچموں کو دشمن کے ہاتھ میں پڑنے سے بچائے تو کوربیولو اپنی آدھی فوج فرات کے قلعوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر باقی سپاہ کے ساتھ چل کھڑا ہوا۔ وہ کوماجین و کپادوسیہ سے گزر کر شمال میں سیدھا زیوگما کی طرف بڑھا جو سب سے قریب کا اور رسد کی بہم رسانی کے لئے سب سے بہتر راستہ تھا۔ بہت سے غلے سے لدے ہوئے اونٹ بھی اس کے لشکر کے ساتھ تھے۔ راستے میں شکست خوردہ فوج کے جو بھولے بھٹکے رومی سپاہی اسے ملے اور انھوں نے اپنے بھاگنے کے مختلف حیلے حوالے کئے، ان سب کو کوربیولو نے اپنی فوج میں واپس جانے اور پتوس کے رحم و کرم پر اپنے آپ کو چھوڑ دینے کی صلاح دی۔ اگرچہ، کہنے لگا کہ خود میں تو سوائے فتح پانیوالوں کے کسی کو معافی نہیں دیتا

اس اثنا میں وولوگیسس نے ارسا موستا کے قلعے اور راندیہ کے مورچہ بند پڑاؤ پر سخت دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ وہ رومی جیوش کو پھسلا کے خندقوں سے باہر میدان میں لانے کی کوشش کرتا تھا لیکن رومیوں کی ہمت جواب دے چکی تھی وہ لڑنے پر بالکل آمادہ نہ ہوئے اور جس طرح ہو سکے جان بچا کے بھاگنے کی سوچ رہے تھے کہتے ہیں کہ وہ روما کی گزشتہ تاریخی شکستوں کا بار بار حوالہ دیتے تھے جیسے کودین فورس کی شکست اور نومان تیہ میں مان کی ترس کے ہتیار رکھدینے کا واقعہ اور یہ حجت پیش کرتے تھے کہ جب رومی سام نیتوں کی قوم سے مغلوب ہو چکے ہیں تو پارتھیہ کی کہیں بڑی اور قوی طاقت کے سامنے ہتیار رکھدینے میں انھیں کیا عار ہے؟ سپاہیوں کے اسی طرز عمل نے آخر رومی سپہ سالار کو امان طلبی پر مجبور کیا۔ حالانکہ اگر وہ صرف تین دن اور ثابت قدم رہتا تو اس کے ساتھ کا سردار (کوربیولو) مدد لے کے آپہنچا تھا۔ قبول اطاعت کی شرطیں یہ قرار پائیں کہ رومی فوج ارمینہ کو خالی کر دے، وہاں کے قلعے اور سامان رسد وغیرہ سب پارتھیوں کے حوالے کر دئے جائیں اور ان کے مال غنیمت لے جانے کے لئے خود رومی ارسانیاس (مُراد) ندی پر پل تیار کر دیں۔ یوں بھی رومیوں کو بہت کچھ ذلتیں اٹھانی پڑیں اور جب وہ پڑاؤ سے جانے کے لئے تیار ہوے تو پارتھیوں اور ارمنوں نے ان کی توہین و ہتک کی! یہاں سے وہ بے تحاشا فرار ہوے اور پتوس زخمیوں کو راستے میں چھوڑ کر ایک دن میں چالیس میل طے کر گیا۔ یہ شکست خوردہ کوربیولو کی فوج سے فرات کے کنارے ملی تین پر ملے اور تاسی توس لکھتا ہے کہ اس موقع پر کوربیولو نے اپنے جھنڈوں یا اسلحہ کی نمائش بھی جائز نہ رکھی کہ اس میں ان کی تذلیل کا اشارہ نہ نکلے۔ بلکہ اسکے ساتھی اپنے ہم چشموں کی بدقسمتی کا رنج ضبط نہ کر سکے اور بے اختیار ان کے آنسو نکل آئے۔ اس اشکباری میں صاحب سلامت کی رسم بھی پوری طرح ادا نہ ہوئی کہ رقابت و شوق ناموری کے جذبات جو عالم کامرانی میں دلوں کو گرماتے ہیں سب زائل ہو گئے صرف ملال و ہمدردی باقی رہی اور فوج کے عام سپاہیوں میں اس کا احساس بہت زیادہ ہوا۔[1]

---

[1] وقائع۔ باب پانزدہم صفحہ ۱۶

کوربیولو اور پتوس کی مختصر سی گفتگو ہوئی۔ شکست خوردہ سردار کو اصرار تھا کہ اگر پوری فوج سے ارمینیہ پر حملہ کیا جائے جہاں سے ولوگیسس واپس روانہ بھی ہو چکا تھا، تو اب بھی رومیوں نے جو کچھ ہارا ہے وہ دوبارہ جیت سکتے ہیں کوربیولو نے یہ تجویز اس بنا پر قبول نہ کی کہ مجھے بادشاہ کی قطعی ہدایت یہ ہے کہ حدود شام سے تجاوز نہ کروں اور اس موقع پر بھی میرا اپنی حدود سے آگے آنا محض رومی فوج کے سخت خطرے میں ہونے کے باعث تھا۔ غرض پتوس کپادوسیہ اور کوربیولو شام کو واپس چلا آیا جہاں اس میں اور شاہ ولوگیسس میں رسل و رسائل کے ذریعے یہ طے ہو گیا کہ پارتھیہ کی جانب فرات کے کنارے پر جو قلعے رومیوں کے پاس ہیں وہ خالی کر دیے جائیں اور اس کے عوض میں پارتھی فوجیں ارمینہ کے قلعوں سے ہٹالی جائیں۔

(۱۳) راندیہ میں مقام کرتے وقت پتوس نے جو مراسلے روما بھیجے ان میں بہت کچھ تعلّی تھی کہ گویا وہ سارے ملک پر قابض ہو گیا ہے اور اسی بنا پر دارالسلطنت میں اس کی فرضی فتوحات کی خوشی میں کمانیں اور منارے بنوائے گئے تھے۔ لیکن اب جو اوائل ۶۳ئہ میں ولوگیسس کے ایلچی روما پہنچے تو ان جھوٹے دعووں کی قلعی کھل گئی۔ شاہ پارتھیہ کا مراسلہ آشتی آمیز تھا لیکن اس کے لب و لہجے سے صاف عیاں تھا کہ یہ اس نے لکھا ہے جو رومیوں کی من مانی شرطیں قبول کرنے پر ذرا بھی مجبور نہیں۔ ولوگیسس مُقر تھا کہ میرے بھائی تری داتس کو بہ حیثیت رومی باج گزار کے تاج ارمینہ قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں لیکن مجوسی پروہت ہونے کی وجہ سے اسے سمندر پار کرنے میں مذہبی عذر ہے ورنہ وہ خوشی سے روما حاضر ہوتا اور قیصر کے ہاتھوں سے تاج شاہی پانے کی عزت حاصل کرتا۔ بریں ہم وہ خوشی سے کسی قریب کی رومی چھاؤنی تک جانے اور وہاں قیصر کے شاہی پرچم اور تصویر کے آگے مراسم تعظیم بجالانے پر تیار ہے۔ مگر نرو کی مجلس شوریٰ نے یہ تجویز رد کر دی اور کوئی سرکاری جواب دیے بغیر پارتھی ایلچیوں کو واپس کیا اور اس قرار داد کے ماننے سے انکار کر دیا جو ولوگیسس اور کوربیولو کے درمیان طے پائی تھی۔ پھر بھی معلوم ہوتا ہے ان حکام نے اپنا یہ منشا ظاہر کر دیا تھا کہ اگر تری داتس اصالتاً روما آ سکے تو

باہمی مصالحت کی صورت نکل سکتی ہے۔ لیکن فی الوقت تو جنگ جاری رہی اور غیر معمولی پیمانے پر اس کی تیاریاں کی جانے لگیں ؛

پتوس واپس بلا لیا گیا۔ اور اگرچہ کوربیولو کے بعد کے طرز عمل پر اعتراض کی گنجایش تھی لیکن اس کے سب سے لائق سپہ سالار ہونے کا اعتراف کیا گیا اور شام میں اس کی جگہ کستیوس گالوس کو بھیجکر کیا دوسیہ کی سپہ سالاری پھر کوربیولو کے تفویض ہوی۔ اس مرتبہ اس کو پہلے سے بھی زیادہ اختیارات دیے گئے بلکہ عجب نہیں کہ "پرو قنصلی امارت" کا مرتبہ بھی مرحمت کیا گیا ہو۔ مشرق کے تمام صوبہ داروں اور باج گزار رئیسوں کو حکم پہنچ گئے کہ کوربیولو کی ہدایت پر عمل کریں اور اس کا عہدہ کچھ اسی قسم کا ہو گیا جیسا کہ ایک وقت میں جرانی کوس یا وی تلیوس کو دیا گیا تھا۔ اس کی فوج میں بھی پانونیہ سے پندرھواں جیش ("اپولی ناریس") بھیجکر اضافہ کیا گیا اور کل رومی اور باج گزار یا حلیف رئیسوں کی جمعیت ملا کر غالبًا اس کی سپاہ کی تعداد پچاس ہزار کے قریب پہنچ گئی اور یہ اتنی بڑی فوج تھی کہ ارمینہ پر فوج کشی کے واسطے اتنی تعداد کبھی میدان میں نہ اتاری گئی تھی ؛ اب کوربیولو نے فرات کو عبور کیا اور جنوبی ارمینہ میں داخل ہو کر اسی راستے تیگرانوسرتا کی طرف بڑھا جس سے پہلے لوکیولوس نے تی گرانس کا استیصال کرنے کے لئے چڑھائی کی تھی ؛ کوربیولو نے ان ارمنی امیروں کو جو رومیوں کے خلاف بغاوت میں شریک ہو گئے تھے جبرًا خارج کیا اور ان کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ تب ولوگیسس نے ہنگامی صلح کے لئے قاصد بھیجے اور تری داتس نے رومی سپہ سالار سے بذات خود ملاقات کرنے کی تجویز کی۔ کوربیولو نے قبول کیا اور جب تری داتس نے ملنے کیلئے پتوس کی ہزیمت کا مقام، راندیہ منتخب کیا تو اس پر بھی کوربیولو نے کوئی حجت نہ کی بلکہ پتوس کے بیٹے کو جو اس کی فوج میں جنگی تری بیون کا عہدہ رکھتا تھا حکم دیا کہ کچھ سپاہی ساتھ لیجا کے اس مقام جنگ کی اگر کچھ پہلی یادگاریں ہاتھ آئیں تو ڈھونڈھ ڈھونڈھکر حاصل کرے۔ پھر روز مقررہ پر کوربیولو اور تری داتس بیس بیس ملازمین کے ساتھ ملاقی ہوے اور یہ طے پایا کہ پارتھی شہزادہ قیصر کی مورت کے سامنے اپنا تاج سر سے اتار کے رکھدے اور اس وقت تک کہ روما

میں جا کے خود بادشاہ کے ہاتھ سے سرفراز نہ ہو، تاج نہ پہنے۔ یہ رسم دونوں فوجوں کے سامنے خاص اس مقام پر ادا ہونی قرار پائی جہاں پتوس نے ہتیار رکھے تھے تاکہ اس ذلت سے رومی فوج کی عزت کو جو بٹہ لگا تھا اس کی کسی حد تک تلافی ہو جائے۔ رخصت ہوتے وقت دونوں سرداروں نے ایک دوسرے کا بوسہ لیا، پھر چند روز کے بعد مذکورہ بالا رسم ادا ہوی۔ ایک طرف پارتھی سوار قومی تیغ و تمغے سجائے صف آرا ہوے دوسری طرف سے رومی جیوش عقابی پرچم چمکاتے، دیوتاؤں کی مورتیں لئے ہوے نکلے اور انھیں ایک مندر کی وضع میں جما دیا۔ فوجوں کے بیچ میں چوکا بچھا کے اس پر قیصر نرو کی مورت رکھی گئی اور تری داتس حسب قاعدہ بھینٹ کے جانور ذبح کر کے آگے بڑھا اور سائس نے سر سے تاج اتار کے اسے مورت کے قدموں میں رکھدیا؛ پھر کوربیولو نے بڑھکر اس کی مدارات کی اور وہ تیار ہو گیا کہ اپنے بھائیوں سے مل کر روما کا سفر کرے!

آخر اس مرتبہ کوربیولو کا مرغوب خاطر منصوبہ پورا ہو گیا۔ روما میں نئے لوگوں کا رسوخ تھا اور بادشاہ کی خود پسندی کی تشفی کے لئے یہ قرارداد کافی تھی کہ پارتھیہ کا ایک شہزادہ سائل بن کر اس کے حضور میں آئے اور وہ اپنے ہاتھ سے اسے تاج بخشے؛ چنانچہ تری داتس ۶۶ء میں تین ہزار پارتھی سواروں کے ساتھ روما آیا اور اس کی تاج پوشی کی رسم روما کے چوک میں اس طرح ادا ہوی کہ شاہ ولوگیسس کا بھائی قیصر روما کے قدموں پر جھکا اور اس نے تری داتس کو ارمینہ کا تاج مرحمت کیا۔ مشرقی مسئلہ کا یہ تصفیہ سالہائے دراز تک بحال رہا۔ سلطنت روما کا اپنے وقار میں فرق یا اپنے مفاد و اغراض کو معرض خطر میں ڈالے بغیر ایسے ملک سے پیچھا چھوٹ گیا جس میں آئے دن فساد و پریشانی کا سامنا رہتا تھا۔

(۱۴۹) نرو نے ایک اور مشرقی مہم کی تجویز کی تھی لیکن اس کے زوال دولت نے اس پر عمل کی نوبت نہ آنے دی۔ یہ قفقاز کے شمال میں بسنے والی ایک قوم الان پر فوج کشی کی تجویز تھی جنھوں نے اسی زمانے میں ارمینہ اور میدیہ کے علاقوں پر قزاقانہ تاختیں کی تھیں۔ مقصود یہ تھا کہ "دروازہ قفقاز" پر، جو آج کل درۂ داریل کے

نام سے موسوم اور طفلس وولادی کولاس کے درمیان واقع ہے، قبضہ کر لیا جائے اور وہاں مستقل طور پر فوج متعین رہے جس سے سلطنت روما اور پارتھیہ دونوں کا فائدہ متصور تھا۔ برطانیہ سے بلایا ہوا چودھواں جیش اور جیش اوّل "اطالی" جو اسی مہم کے لئے نئے سرے سے بھرتی کیا گیا تھا، حملے کے واسطے مشرق کی طرف روانہ ہو چکے تھے کہ غالیہ میں وین دکس نے بغاوت کی اور انھیں واپس بلا لینا پڑا۔

اس سلسلے میں کوربیولو کا حشر بیان کرنا باقی رہ گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس کے ممتاز مرتبے اور خدمات نے نرو کی آتشِ حسد بھڑکا دی اور اس نے کوربیولو کو اپنے پاس یونان میں طلب کیا (سنہ ۶۷ء)۔ یہاں جس وقت وہ سنکریہ میں لنگرانداز ہوا تو اسے شاہی پیام پہنچا کہ اس سے توقع کی جاتی ہے کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر لے۔ کوربیولو نے ان الفاظ کے ساتھ تلوار سینے میں بھونک لی کہ "واقعی میں اسی کا مستحق ہوں"۔ یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ آیا اس کے خلاف شبہ کا کوئی واقعی سبب بھی تھا یا نہیں۔ وہ نہایت لائق سپہ سالار تھا اگرچہ معلوم ہوتا ہے اس کی خوبیاں بیان کرنے میں مبالغے سے کام لیا گیا ہے کم سے کم تاسی توس نے نرو کے مقابلے میں کوربیولو کی ثنا خوانی سے ظاہرا وہی کام لیا ہے جیسا کہ تی بریوس کی نالائقی نمایاں کرنے کے لئے جرمانی کوس کو مقابلے میں لانے سے۔ نیز یہ یقینی بات ہے کہ کوربیولو کی صائب و صحیح سپہ سالاری اور پیتوس کے جوش بیجا کی بے تدبیری کی پہلو بہ پہلو جو تصویریں دکھائی ہیں ان کو اثر انگیزی کی غرض سے زور انشا پردازی نے ذرا زیادہ گہرا رنگ دیا ہے۔

توضیحات حواشی

۱- کلودیوس و نِرو کے عہد کے محاربات ارمینیہ کے سنین۔

رالنسن و اگلی کی رائے کے مطابق ارتابانوس ثالث سنہ ۴۲ء میں فوت ہوا۔ دیگر مصنفین (جیسے سان مارتین) اس کا سال وفات سنہ ۴۳ء قرار دیتے ہیں لیکن اب (پرسی گارڈنر اور گزشٹ یڈ کی متابعت میں) صحیح تاریخ یقینی طور پر سنہ ۴۰ء کو سمجھنا چاہیئے۔ مزید برآں قرائن کہتے ہیں کہ ارتابانوس کی وفات کے بعد وار دانس کے تخت نشین ہونے سے قبل کچھ عرصہ تک ارتابانوس کا بیٹا گوتارزس حکمران رہا (سنہ ۴۰ء تا ۴۱ء) اور خود وار دانس کی وفات سنہ ۴۵ء میں واقع ہوئی (حالانکہ عام طور پر اسے سنہ ۴۸ء کا واقعہ سمجھا جاتا ہے) مذکورہ بالا سنین کا ماخذ خاص پارتھی سکے ہیں۔ موسن کے اس گمان کی تائید میں کوئی شہادت نہیں ملتی کہ ارتابانوس کا پہلا جانشین اس کا ہمنام بیٹا تھا جس کا تاسی توس کے ہاں ذکر آتا ہے کہ اسی طرح سلیوکیہ کی تسخیر بالعموم سنہ ۴۶ء سے منسوب کی جاتی ہے لیکن اگر وار دانس کی وفات سنہ ۴۵ء میں مانی جائے تو پھر مذکورہ بالا سنہ درست نہیں ہو سکتا۔

تاسی توس کا بیان ہے کہ سلیوکیہ سات سال تک پارتھیہ سے منحرف رہا پس غالباً نیبرڈے کا قول جس کی فورنیو بھی تصدیق کرتا ہے درست ہے کہ یہ بغاوت سنہ ۳۶ء میں شروع ہوئی اور سنہ ۴۳ء میں شہر والوں نے ہتھیار ڈال دیے مہرداتس کے سنہ ۴۹ء میں مشرق بھیجے جانے سے ہمیں تھوڑی دیر کیلئے صحیح تاریخ معلوم ہو جاتی ہے اور اس میں بھی کچھ زیادہ شبہ نہیں نظر آتا کہ وہ حدیاب میں سنہ ۵۰ء کے موسم بہار میں داخل ہوا اور گوتارزس نے سنہ ۵۱ء میں وفات پائی (گو اگلی ان تمام واقعات کو سنہ ۴۹ء میں جمع کرتا ہے) ولوگیسس کی تخت نشینی سنہ ۵۱ء یا سنہ ۵۲ء میں مختلف فیہ ہے لیکن حقیقت میں سنہ ۵۱ء ہی صحیح ہے۔ ای بریہ میں

راڈمستوس کی سازشیں (جنھیں ساں مارتین ۵۰ء میں رکھتا ہے اسے ۵۱ء میں شروع ہوئیں اور اہل ای بریہ کا ارمینیہ پر حملہ آیندہ سال اور اہل پارتھیہ کی مداخلت ۵۲ء کے واقعات ہیں (دیکھو فورنیو صفحہ ۱۰۶)

کوربیولو کی ابتدائی معرکہ آرائی کے سنین اور بھی پریشان کن ہیں :-

(۱) اگلی، کوربیولو اور تری داتس کی ملاقات کی تاریخ ۲۹ اپریل ۵۹ء قرار دیتا ہے اور شہر ارتاکستا و تی گرانوسرتا کی تسخیر کو بھی اسی سنہ کا واقعہ سمجھتا ہے۔ اس رائے کو بے تامل مسترد کر دینا چاہیئے کیونکہ یہ اس غلط فہمی پر مبنی ہے کہ تاسی توس نے کوربیولو اور تری داتس کی ملاقات کے بعد ایک "میراکیولام" (خرق عادت) کا ذکر کیا ہے جسے اگلی ۳۰ اپریل ۵۹ء کا سورج گہن قرار دیتا ہے حالانکہ اگر مورخ کی مراد سورج گہن سے ہوتی تو وہ یہ لفظ استعمال نہ کرتا۔ دوسرے مومسن نے جتایا ہے کہ اس موسم میں جنگی کارروائی اتنی جلد شروع نہ ہوسکتی تھی۔ (۲) خود مومسن کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ ارتاکستا کی تسخیر ۵۹ء میں اور تی گرانوسرتا کی تسخیر کو سال آیندہ کا واقعہ سمجھنا چاہیئے۔ (۳) لیکن مجموعی طور پر فورنیو کا قیاس ماننے میں سب سے کم دشواری نظر آتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کوربیولو ۵۷ء میں ارمینیہ میں داخل ہوا۔ اس نے ۵۸ء میں ارتاکستا فتح کیا اور شروع ۵۹ء تک موسم گرما یہیں گزار کر ۵۹ء میں تی گرانوسرتا پر فوج کشی کی۔ اس نظریے میں اگر کوئی مشکل ہے تو وہ یہ کہ تاسی توس موسم سرما ارتاکستا میں گزارنے کا ذکر نہیں کرتا بلکہ اس کے بیان سے مترشح ہے کہ ارتاکستا کو فتح کے بعد توڑ کے زمین کے برابر کر دیا گیا تھا۔

ب - تی گرانوسرتا کا محل وقوع

مسٹر فورنیو نے اپنے حواشی میں (وقائع باب دوازدہم صفحہ ۵۰۸) اس اختلافی مسئلے کا بہت خوبی سے خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ جو حسب ذیل ہے :-

"غالباً تاسی توس کی منازل سفر پر نظر ہوگی کہ اس نے تی گرانوسرتا کی ٹھیک ٹھیک مسافت بیان کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ رود نی۔ فی کفوریوس کے کنارے نسی بیس سے ۳۷ میل کے فاصلے پر آباد ہے۔ نی کفوریس کو وہ

خاصی بڑی ندی بتاتا ہے اور پلینی نے اسے بالائی دجلہ کا سب سے بڑا معاون بیان کیا ہے۔ لیکن اس زمانے میں دجلے کی سب سے بڑی ندیاں شمال سے آتی ہیں اور ان کا فاصلہ نسی بیس سے مصرحۂ بالا فاصلے کی نسبت زیادہ ہے۔ پھر استرابو کا بیان کہ یہ شہر نسی بیس سے اسی فاصلے پر کوہ مالیوس کے دامن میں واقع ہے۔ پلینی کے قول سے اختلاف رکھتا ہے جس نے اسے "ان اک سلسو" (یعنی بلندی پر) بیان کیا ہے۔ ان سب ماخذوں کو پیش نظر رکھکر (۱) اگلی کا گمان ہے کہ یہ شہر درۂ بطلس کی حفاظت کے لئے بطلس سو (نامی ندی) کے کنارے موجودہ سرت کے مقام پر واقع تھا۔ مگر یہ رائے تاسی توس اور استرابو دونوں کے بیان کے بالکل خلاف پڑتی ہے۔ (۲) دیگر اہل تحقیق اس کا محل دقوع تل آباد یا دجلے کے طاس میں کسی اور مقام پر کوہ ماسیوس کے شمال کی طرف قرار دیتے ہیں۔ یہ رائے جہاں تک نسی بیس کے فاصلے کا تعلق ہے تاسی توس کے بیان سے خاصی مطابقت رکھتی ہے لیکن اس علاقے میں جتنی ندیاں ہیں وہ سب اتنی چھوٹی ہیں کہ کوئی بھی نی کفوریوس کے مرادف نہیں نظر آتی۔ (۳) پروفیسر سخاو نے اس طرف کی سیاحت (۱۸۷۹ء ۔ ۱۸۸۰ء) کے دوران میں تل ارمن کے مقام پر بہت سے آثار باقیہ دیکھے اور یہ جگہ ماردین کے کسی قدر جنوب مغرب میں ایک دریا کے کنارے نسی بیس سے قریب قریب ۳۷ میل ہی کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ محل وقوع تاسی توس واسترابو کے بیانات سے مطابقت رکھتا ہے البتہ پلینی کے اس قول کے خلاف ہے کہ نی کفوریوس دجلہ کی معاون ندی ہے۔ بہرحال آج کل سخاؤ کی رائے ہی سب سے زیادہ مقبول مانی جاتی ہے۔"

ج - عہد کلودیوس ونرو کے جیوش

اغسطس کی وفات کے وقت رومی جیوش کی تعداد پچیس تھی اور تی بریوس وگایوس کے زمانے میں بھی یہی رہی۔ کلودیوس نے جب فتح برطانیہ کی تیاریاں کیں تو دو نئے جیوش "بست و دوم پری می جنیا" کا اضافہ کیا اور پھر نرو کے زمانے میں تین نئے جیوش اور مرتب ہوئے:۔ پانزدہم "پری می جنیا"، اول "اطالی کا" اور "لجیو کلاسی کا" جو غالباً بعد میں اوّل "ادجوری تیکس" کے نام سے موسوم ہوا۔ الغرض

نرو کی وفات کے وقت کل ۲۹ جیوش ہو گئے تھے اور ان کی تقسیم حسب ذیل تھی: (دیکھو بیفنز کی کتاب "آگسٹینٹ ٹو رروم" صفحہ ۴۵)

ہسپانیہ - ششم "ویک ترکیس"

شمالی جرمانیہ - اوّل جرمانی کا "پنجم" الاودا" - دہم "جمینا" اور شانزدہم

جنوبی جرمانیہ - چہارم "ماکدونی کا" - بست ویکم اور بست و دوم "پری می جینا"

برطانیہ - دوم "اوگستہ" - نہم - اور بستم "ویک ترکیس"

پانونیہ - سیزدہم - "جمینا"

میزیہ - سوم "گالیکا"

شام - چہارم "اسکیسیکا" - ششم "فراتا" اور دوازدہم "فلمی ناٹا"

یہودیہ - پنجم "ماکدونیکا" - دہم "فری تن سیس" اور پانزدہم "اپولی ناریس"

مصر - سوم - "سی رنائیکا" - بست و دوم - "دجوتا ریانا"

افریقہ - سوم "اوگستہ"

غالیہ - اوّل "اطالیکا"

روما - "لجیو کلاسیکا" (= جیش عالیہ)

شمالی اطالیہ - ہفتم "کلودیہ" ہشتم "اوگستہ" نہم "کلودیہ"
اور پانزدہم "پری می جنیا"

جیش چہاردہم نرو کی موت کے وقت برطانیہ سے مشرق کی جانب راستے میں کوچ کر رہا تھا -

باب نوزدہم

صدارت گالبا اور چار بادشاہوں کا سنہ جلوس (۶۸ تا ۶۹ء)

ذیلی عنوان :- (۱) نرو کی وفات کے وقت معاملات کی کیا صورت تھی۔ گالبا کا اعلان (۲) گالبا کی پیش قدمی روما پر۔ نیم فیدیوس سابی نوس۔ (۳) گالبا اور اس کی حکومت کی خصوصیات۔ اس کے مالی انتظامات۔ (۴) جنوبی جرانیہ کی بغاوت گالبا پیزو کو متبنّٰی بناتا ہے۔ (۵) اوتھو کی سازش۔ گالبا اور پیزو کا خاتمہ۔ اوتھو کا عروج۔ (۶) شمالی جرانیہ میں وی تلیوس کی امپراطوری کا اعلان۔ (۷) وی تلیوس کا منصوبۂ جنگ۔ والنس اور کاسنیا۔ (۸) اوتھو کی مشکلات۔ اس کی عہد حکومت کے کام۔ (۹) وی تلیوس کی اطالیہ پر فوج کشی۔ جنگی تیاریاں۔ جنگ لوکوس کاس تورم۔ بت ریاکم کی پہلی لڑائی۔ (۱۰) اوتھو کی موت۔ روفوس کا بادشاہی سے انکار۔ اوتھو کے طرفداروں کا اطاعت قبول کرلینا۔ (۱۱) وی تلیوس کا روما پہنچنا۔ (۱۲) اس کے عہد صدارت کی خصوصیات اور کارنامے۔ فوج خاصہ کی تعداد میں اضافہ (۱۳) مشرقی افواج۔ موکیانوس۔ وس پاثر یان۔ (۱۴) اس کی امپراطوری کا اعلان اور جنگ کی تیاری۔ (۱۵) موکیانوس کی پیش قدمی اطالیہ پر۔ انتونیوس پریموس۔ فلاویوس کی ابتدائی کامیابیاں۔ وی تلیوس کی تیاریاں (۱۶) کسینا کا نقشۂ جنگ۔ بت ریاکم کی دوسری لڑائی۔ (۱۷) کرمونہ کی تباہی۔ والنس کی گرفتاری۔ (۱۸) کمپانیہ کا انحراف وی تلیوس سے۔ روما کے اندر لڑائی۔ فلاویوسی وی تلیوس کو کاپی تول میں گھیرتے اور اس عمارت کو آگ لگا دیتے ہیں۔ سابی نوس کا قتل۔ پریموس کا داخلہ روما میں، وی تلیوس کا خاتمہ۔ (۱۹) وس پاثریان کی صدارت کو مجلس اعیان قبول کرتی ہے

(۲۰) سنہ ۶۹ء کی خانہ جنگی کے خاص خاص پہلو

فصل اول - گالبا اور پیزو

(۱) یہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ صدر کی وفات کے ساتھ، جبتک اس کا جانشین منتخب ہو، صدارت کا خاتمہ ہوجاتا تھا۔ یہ آئینی اصول نرو کی موت کے موقع پر غیر معمولی طور پر نمایاں ہوا۔ کیونکہ "بین الصدرین" وقفہ پورے سات روز رہا اور دیگر حالات بھی بالکل معمول کے خلاف پیش آئے۔ کیونکہ اصولاً نہ سہی عملاً تو ملک ٹاسی توس کے الفاظ میں "گویا ایک ہی خاندان کی میراث بن گیا تھا"۔ لیکن نرو کے کوئی اولاد ہوئی نہ اس نے کسی کو متبنّیٰ کیا اور نہ اس کی وفات کے وقت جولیوسی یا کلودیوسی خاندان کا کوئی شخص باقی تھا کہ فوج خاصہ کی اطاعت اور مجلس اعیان کی منظوری لینے پر استادہ ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مدعیان باطل اُٹھ کھڑے ہوئے اور ممکن ہے کہ جمہوریت کے احیا کا بھی دلوں میں خیال آیا ہو اگرچہ اس قسم کا منصوبہ فی الواقع سوچنے کی شاید ہی کسی نے تکلیف اٹھائی ہو۔ البتہ کم سے کم چند روز کے لئے یہ موقع ایسا ضرور تھا کہ جس میں "مجلس اعیان اور رومی قوم" کے الفاظ ہر شخص کی زبان پر تھے گو کہ حقیقت میں ملک کی قسمت کا فیصلہ فوجوں کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن اہل فوج آپس میں ہم آہنگ نہ تھے، اسی وجہ سے سلطنت میں خانہ جنگیوں کی آگ بھڑک اٹھی جس میں، صرف سال بھر کے اندر اندر چار بادشاہ یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔

فوج خاصہ گالبا کی اطاعت کا اعلان کرچکی تھی۔ اب پائے تخت اور غالباً تمام اطالیہ کے اکثر لوگوں کی آنکھیں اسی کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ گالبا اس جنگ کے لئے جس کے نتیجے سے وہ ناامید تھا اپنی تیاری مکمل کرکے تاراکونن سیس کے علاقے میں کالونیا کے مقام پر ٹھیرا ہوا تھا۔ اوتھو، وی نیوس، ٹی توس اور کورنیلیوس لاکو اس کے مشیر تھے کہ اتنے میں اس کا عہدی اکلوس، جو روما میں اس کی طرفداری کی خدمت بجالارہا تھا، نرو کی موت کی خبر اس واقعے کے ساتویں دن لایا اور اسی روز گالبا نے لقب "قیصر" اختیار کرلیا۔ اطالیہ کے باہر صوبوں میں بادشاہ بنایا جانا ایک نئی بات تھی اور اس واقعے کی بدولت عام

لوگوں کو ایک جھلک ان حقیقی حالات کی نظر آگئی جن پر سلطنت منحصر تھی - تاسی توس کے مشہور قول کے مطابق "سلطنت کا ایک راز کہ صدر علاوہ روما کے کسی اور جگہ بھی بنایا جاسکتا ہے - افشا ہو گیا !"

(۲) نئے صدر کا سفر روما دیر میں طے ہوا اور خونی واقعات سے پاک نہ رہا۔ مجلس اعیان نے تو اس کی صدارت قبول کر لی اور اپنی طرف سے ایک وفد بھیجا جو گالبا کو ناربو مارتیوس کے مقام پر ملا لیکن اور ہر طرف اس کے رقیب وحریف پیدا ہو گئے جن میں بعض خطرناک تھے اور بعض ناقابل التفات۔ چنانچہ ہسپانیہ اور غالیہ میں جن لوگوں نے اس قسم کا دعویٰ کیا تھا ان کا آسانی سے قلع قمع کر دیا گیا، البتہ شمالی جرمانیہ کے جیش سالار فون تیئوس کاپی تو اور افریقہ کے صوبہ دار کلودیوس ماکر کے دعاوی خطرناک تھے۔ ان میں سے ماکر نے تو یہ مشہور کر دیا تھا کہ میرا مقصود جمہوریت کی بحالی ہے اور اپنے سکوں پر بھی جمہوری طرز کے مطابق الفاظ ("Pro praetore") (= وطن کے لئے) کندہ کرائے تھے۔ گالبا کی تحریک سے اس کو وہاں کے شاہی عامل نے ہلاک کر دیا۔ اور کاپیتو کو خود اس کے ماتحت سرداروں نے مار ڈالا جو گالبا کے ہوا خواہ تھے۔ اگرچہ گالبا نے اس کام کی انھیں کوئی ہدایت نہیں کی تھی۔ جنوبی جرمانیہ کی فوجیں بھی ایسے بادشاہ کو بری نظر سے دیکھتی تھیں جو ہسپانیہ میں اتنے بلند درجے کو پہنچا تھا۔ اور ابھی تک اپنے سپہ سالار ورجینیوس روفوس کو بادشاہ بنانا چاہتی تھیں۔ لیکن وہ اپنے انکار پر برابر جما رہا۔ بایں ہمہ گالبا کو فوجوں میں اس کی اتنی ہردلعزیزی سے خوف ہوا اور اس نے روفوس کو اپنے پاس بلا کر مجبور کیا کہ اس کے ہمراہ روما چلے۔ اس اثنا میں فوج خاصہ کے ناظم سابق نوس نے سلطنت پر خود قبضہ جمانے کی کوشش کی۔ اور اپنے دعویٰ کی تائید کے لئے یہ حیلہ تراشا کہ وہ شاہ گایوس کا فرزند نطفی ہے لیکن اسے اہل فوج میں اپنے رسوخ کا اندازہ صحیح نہ تھا۔ سپاہی گالبا کی اطاعت کا حلف اٹھا چکے تھے پس انھوں نے سابق نوس کو قتل کر دیا اور

ملہ مگر ممکن ہے کہ اس نے یہ کام محض آئینی رسم نباہنے کے لئے کیا ہو گے

اس کا سب سے بڑا حامی کن گونیوس وارو جو اس سال قنصلی کے لئے نامزد ہوا تھا، گالبا کے حکم سے مروا دیا گیا۔ اسی طرح پترونیوس تورپی لیانوس کے قتل کا بھی بغیر کسی ضابطے کی تحقیق و تفتیش کے حکم چڑھا دیا گیا محض اس بنا پر کہ اسے نرو نے اپنی افواج کا سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ پھر جب گالبا (اکتوبر میں) روما پہنچا تو میل وبائی پر اسے وہ بحری سپاہی ملے جنھیں نرو نے بھرتی کیا تھا۔ گالبا نے اب بھی انھیں اپنا دشمن تصور کیا اور سپاہیوں کو ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور انہی کی لاشوں پر سے گزر کر شہر میں داخل ہوا۔ اس طرح نئے بادشاہ کا راستہ گویا خون سے داغدار ہو گیا۔

(۳) سرویوس سل پی کیوس گالبا[1] عالی خاندان اور دولت مند آدمی تھا مجلس اعیان کو اس کے بادشاہ ہونے سے بجا طور پر یہ امید ہو سکتی تھی کہ اسکے دور میں آئین و قوانین کا دوبارہ پاس و لحاظ کیا جایا کریگا۔ اس بات کی شہادت موجود ہے کہ گالبا اپنے طرز عمل کو اغسطس کے نمونے کے مطابق ڈھالنے کی آرزو رکھتا تھا۔ لیکن اپنے ارادے پر قائم رہنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔ اس کی قابلیت بالکل معمولی درجے کی تھی اور اس کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ اوصاف حسنہ سے متصف نہ تھا بلکہ اوصاف سیئہ سے محفوظ تھا۔ شہرت کی اسے چنداں پروا نہ تھی اور نہ وہ دولت و زر کا کچھ بھوکا تھا گو اس کی حرص ضرور حد اعتدال سے بڑھی ہوئی تھی، وہ اپنے احباب اور ملازمین کے بہت اثر میں تھا اور مشکلات میں اپنی ذاتی رائے کے بجائے دوسروں ہی کے مشورہ پر عملدرآمد کرتا تھا۔ اس کی ظاہری حزم و احتیاط

---

[1] چونکہ گالبا کو اس کی سوتیلی ماں لیویہ اوکلینہ نے گود لے لیا تھا لہذا اس نے اپنا اسم ماقبل بدل کر "لیویوس" کر دیا اور تخت نشینی تک "لیوسیوس لیولوس سل پی کیوس گالبا" ہی کہلاتا رہا۔ لیکن بادشاہ ہو کر اس نے پھر اپنا اصلی نام اختیار کر لیا۔ شاہی القاب میں ہم اسکے ان ناموں کی ترتیب مختلف پاتے ہیں:۔

(۱) امپراطور سروؔ گالبا قیصر اغسطس
(۲) سروؔ گالبا امپراطور " "
(۳) قیصر اغسطس گالبا امپراطور اور "
(۴) گالبا امپراطور ——— الخ

اکثر اوقات محض کاہلی ہوتی تھی۔ اور مجموعی طور پر وہ اس رتبۂ جلیلہ کا اہل نہ تھا جو ممکن ہے کہ زبردستی اس کے سر منڈھ دیا گیا ہو۔ تاسی توس کہتا ہے کہ "اگر وہ بادشاہ نہ ہوتا تو سب اس کو مانتے کہ بادشاہی کا اہل ہے"[1] اس کی چند روزہ صدارت پے در پے غلطیوں کا کارنامہ ہے۔ اوّل تو غالیہ میں اس کی حکمت عملی غیر مدبّرانہ تھی وین دیکس کی ناکام بغاوت کو تو اس نے خود اپنے مقاصد کے مطابق و متحد قرار دیا اور جو بستیاں اس میں شریک ہو گئی تھیں انھیں انعام دیئے لیکن تریوری، لگودونم، لینگونس اور دوسرے شہروں کو جو نرو کے وفادار رہے تھے اس نے سزائیں دیں اور اس فعل سے جرمانیہ کے جیوش میں بہت بددلی پیدا ہوئی۔ اسی طرح روما میں اس کی سخت گیری خاص کر بحری سپاہیوں کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا اس نے لوگوں کے دل پر بڑا اثر ڈالا اور پابندی ضوابط کے متعلق اسے جو کد تھی وہ بھی عام طور پر لوگوں کو پسند نہ آئی۔ فوج خاصہ کے سپاہی اس بنا پر اس سے برخاستہ خاطر ہوئے کہ سابی نوس نے جن عطیات کا وعدہ گالبا کے نام سے کر لیا تھا انھیں دینے سے گالبا نے انکار کر دیا۔

نرو نے خزانہ خالی چھوڑا تھا لیکن گالبا نے جس قسم کے مالی انتظامات کئے وہ کچھ دُور اندیشی پر مبنی نہ تھے۔ ایک طرف تو اس نے ڈھائی فیصدی کا ایک محصول جس کی نوعیت معلوم نہیں منسوخ کر دیا مگر دوسری طرف اس قسم کی بھی کوشش شروع کی کہ نرو کی دریا دلی سے جو لوگ متمتع ہوئے تھے ان سے وہ دولت و مال اُگلوایا جائے چنانچہ ایک تحقیقاتی جماعت خاص اس کام کے واسطے مقرر کی کہ جن لوگوں نے نرو سے ہدیئے لئے تھے۔ ان سے بقدر نوّے فیصدی واپس لئے لیا جائے۔ گرچونکہ ان میں سے اکثر اشخاص نے جو کچھ روپیہ بادشاہ سابق سے ہاتھ لگا تھا۔ وہ اسی طرح اڑا بھی دیا تھا لہٰذا تحقیقات جماعت کی کدوکاوش کچھ بہت سودمند نہ ہوئی۔ اس پر گالبا نے حکم دیا کہ اب اُن لوگوں سے دریافت حال کیا جائے جنھوں نے نرو کے یار دوستوں سے کوئی روپیہ حاصل کیا تھا۔ یہ نہایت لغو کارروائی تھی جسکی بدولت نہایت طول طویل مقدمے شروع ہو گئے

---

[1] "Omnium Consensus Cadax imperii nisi imperasset" (تاریخ، باب اول صفحہ ۴۹)

بے فائدہ ہونے کے علاوہ یہ طرز عمل مضر بھی ہوا کیونکہ اس کے باعث بہت سے لوگ بادشاہ کے دشمن بن گئے۔ ان سب پر طرّہ یہ کہ گالبا کی جزرسی فرومائگی کے درجے تک پہنچ گئی تھی اور اس کے پیش رو کی دریا دلی کے مقابلے میں اور بھی بدنما نظر آتی تھی۔ اس بدنمائی کو وی نیوس، لاکو اور اکلوس کی ہوس اور زیادہ ستانی لئے اور بھی نمایاں کر دیا اور یہی تین شخص تھے جن کے مشوروں کی طرف گالبا مائل رہتا تھا۔ لاکو کو اس نے فوج خاصہ کا ناظم مقرر کر دیا تھا اور اپنے مولیٰ اکلوس کو طبقۂ متوسط کے اشراف کے درجے تک ترقی دی تھی۔ وی نیوس ۶۹ءکے لئے بادشاہ کا شریک عہدہ قنصل نامزد ہوا تھا اور یہی تین شخص گالبا کے مزاج میں اس قدر در خور رکھتے تھے کہ وہ بادشاہ کے "تین میانجی" کہلانے لگے تھے، ایک اور واقعہ جس سے لوگوں کی ناخوشی میں اضافہ ہوا یہ تھا کہ گالبا نے تی جلی نوس کو معافی دے دی حالانکہ سارا شہر اس کے قتل کا طالب تھا۔ اُن موالی کو جو نرو کے خاص مشیر و مصاحب تھے موت کی سزائیں دی گئیں لیکن وی نیوسس تی جلی نوس کی بیٹی سے منسوب تھا جو بہت دولتمند بیوہ تھی۔ لہٰذا وی نیوس نے اسے بچانے میں اپنے اثر سے کام نکال لیا۔

(۴) پہلی جنوری ۶۹ءکے چند ہی روز بعد جنوبی جرمانیہ کی فوج کے بگڑ جانے کی پریشان کن خبریں روما پہنچیں۔ گالبا نے رونوس کی بجائے وہاں ایک بوڑھے سپہ سالار ہورڈیو نیوس فلاکوس کو بھیجا تھا اور وہ فوج کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ اب گالبا کو بہت مشکل پیش آئی۔ اس کے پاس کوئی ایسی فوج نہ تھی جس پر اعتماد کر کے مذکورۂ بالا فتنہ روکنے کے واسطے بھیجتا۔ ہسپانوی جیش پانونیہ روانہ کئے جا چکے تھے۔ فوج خاصہ والوں میں کوئی گرمجوشی نہ تھی۔ نرو کے جرمن سواران رکاب کو گالبا برطرف کر چکا تھا۔ جرمانیہ اور الی ریکم کی فوجوں کے بعض دستے چند روز کے لئے روما آئے ہوئے تھے لیکن ان کی تعداد کم تھی اور پورا بھروسہ بھی نہ تھا۔ آخر مشیروں کی صلاح سے گالبا نے ایک شریک حکومت بنانے کا فیصلہ کیا جس سے امید تھی کہ جرمانیہ کی افواج کو جو نیا امپراطور بنانے کے لئے بیتاب تھیں تشفی ہو جائے گی،

اس عہدہ کے لئے دو امیدواروں کے نام پیش ہوئے۔ یعنی وی نیوس نے اوتھو کی وکالت کی۔ مگر لاکو جو ہمیشہ وی نیوس کی مخالفت کرتا تھا وہ اور اکلوسس پیزو لکی نیانوس کے حامی تھے اور اس شاہی مجلس شوریٰ کا بحث مباحثہ اسی کے انتخاب پر ختم ہوا۔ پیزو ایک قدیم خاندان اور بہت عمدہ اخلاق کا آدمی تھا۔ لیکن عام لوگ اسے پسند نہ کرتے تھے اور حالات وقتی کے اعتبار سے اس کا انتخاب کرنا غلطی کی بات تھی۔ بہرحال اسی کو ۱۰ر جنوری کے دن سرز سل گالبا قیصر کے نام سے بادشاہ نے متبنّیٰ بنالیا۔ مگر یہ کارروائی بددل سپاہیوں کو ذرا بھی رضامند نہ کرسکی۔ جس وقت برق و باراں کے طوفان میں بوڑھے بادشاہ نے فوج خاصہ کے مجمع میں اپنے انتخاب کا اعلان کیا اور اغسطس کی نظیر یاد دلائی جس نے اسی طرح اگریپا اور تی بریوس کو اپنا شریک بنایا تھا تو فوج والے منہ پھلائے خاموش کھڑے رہے اور صرف سرداران فوج اور سامنے کی صفوں نے نعرۂ تحسین بلند کیا جس سے پیزو کو "امپراطور" کا لقب حاصل ہوا۔ اس موقع پر ممکن تھا کہ گالبا اپنی پہلی غلطی کی تلافی کرے اور جو عطیات پہلے نہیں دئے تھے اب سپاہیوں میں بانٹ دے مگر اس معاملے میں وہ اپنے انکار پر جما رہا۔ مجلس اعیان میں پیزو کا انتخاب لوگوں نے پسند کیا۔

(۵) گالبا کے اس کام سے وہ نیک اثر تو ہوا نہیں جو اس کا اصلی مقصود تھا لیکن اس سے ایک دشمن سخت سالویوس اوتھو کی صورت میں ضرور پیدا ہوگیا کیونکہ یہ شخص شروع سے گالبا کا ساتھ دیتا رہا تھا اور اسے یہ بات نہایت ناگوار گزری کہ گالبا نے پیزو کو اس پر ترجیح دی۔ اوتھو کو نرو نے بطور سزا لوسی تانیہ بھیج دیا تھا اور سالہائے دراز کی جلاوطنی سے وہ تلخکام اور قیود و پابندی سے بیزار ہوگیا تھا، قرضے میں اس کا بال بال بندھا ہوا تھا اور انھی اسباب سے وہ حصول بادشاہی کیلئے جان پر کھیل جانے کو تیار ہوگیا۔ مزید برآں اسے پیزو کی دشمنی کا اندیشہ تھا اور نجومی رمالوں کی بات کا بھی بہت اعتقاد رکھتا تھا جو اس کے منصوبۂ بادشاہی کو تقویت پہنچاتے تھے۔ گالبا کی حکومت سے عام بددلی بھی کامیابی کی امید دلاتی تھی کہ ان

لوگوں کو جو نیرو کا عہد عیش و راحت یاد کر کر کے ہاتھ ملتے تھے ولدادۂ تکلفات اوتھو
کے زمانے میں دوبارہ اسی دور فراغت کے عود کرنے کی آس ہو سکتی تھی۔ باقی فوج
خاصہ کو اس کے دو سربرآوردہ سپاہیوں کے ذریعے جو اوتھو کے حامی ہو گئے تھے
توڑ لینے میں کچھ وقت پیش نہ آئی چنانچہ تاسی توس لکھتا ہے کہ "صرف دو سرہنگوں نے
رومی قوم کی سلطنت میں تغیر کا بیڑا اٹھایا تھا اور واقعی جو کہا تھا کر دکھایا!"

وار کرنے کا وقت پندرہ جنوری کی صبح کو آیا۔ گالبا پلاتین کی پہاڑی پر
اپولو کے مندر میں بھینٹ چڑھا رہا تھا اور شگون برا نکلا تھا جس کی تعبیر بچارنے والے
نے یہ دی کہ دشمن کا اس کے گھر میں ہونا پایا جاتا ہے۔ اوتھو قریب کھڑا تھا کہ ایک
مولی نے قرار داد کے بموجب اسے اطلاع دی کہ اس کا مستری ملنے کے لئے حاضر
ہوا ہے اور سازشی جلدی سے تی بریوس کے محل سے ہو کر پہاڑی کے شمال مغربی
جانب سے نیچے اترا اور بڑے چوک کے طلائی میل کی طرف روانہ ہوا جہاں تیئیس[23]
سپاہیوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور "امپراطور" کے اعلان کے ساتھ اسے پالکی میں
سوار کرا کے بہ عجلت چھاؤنی میں لے آئے۔ اس عرصے میں گالبا "دیوتاؤں سے
سلطنت کی خیر مانگنے ہی میں مصروف رہا جو اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی" حتیٰ کہ
اوتھو کے چھاؤنی میں داخلے کی اطلاع ملی اور بہت کچھ تامل و تذبذب کے بعد قرار
پایا کہ گالبا سے پہلے پیزو چھاؤنی میں جائے اور اس فتنے کو فرو کرنے کی کوشش
کرے۔ اتنے میں ایک جھوٹی اطلاع یہ ملی کہ اوتھو مارا گیا جس پر بادشاہ کا تامل و تردد
دور ہو گیا اور ایک عشرت پیشہ نیز لوگوں کا جو اس کی طرفداری کا دم بھرتے تھے
مجمع ساتھ لئے ہوئے وہ چھاؤنی کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ پہاڑی سے نیچے نہیں
اترا تھا کہ ایک سپاہی خون آلودہ تلوار لئے دوڑتا ہوا آیا اور چلایا کہ اوتھو کو میں نے
قتل کیا ہے۔ گالبا نے کہا "بھائی سپاہی تمھیں کس نے حکم دیا تھا؟" مگر یہاں تو
یہ باتیں ہو رہی تھیں اور وہاں فوج خاصہ نے "امپراطور" کے نعروں سے اوتھو کی
سلامی اتاری اور بحری سپاہیوں کی جمعیت بھی ان کی شریک ہو گئی۔ اوتھو فوج کو
مسلح کر کے چھاؤنی سے شہر کی جانب لے چلا کہ مخالف اعیان و عوام کی سرکوبی کرے
گالبا اور پیزو چوک پہنچ کر رک گئے تھے اور دگدا میں تھے کہ آگے بڑھیں یا واپس

محل کو چلے جائیں۔ لیکن جب فوجی دستے کو جو گالبا کے گرد تھا اوتھو کی فوجیں شہر کی طرف بڑھتی نظر آئیں تو علم بردار نے شاہی تصویر زمین پر پٹک دی جس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ سپاہی بھی اوتھو کے ہوا خواہ ہیں۔ عام لوگ چوک سے بھاگے۔ جس پالکی میں گالبا سوار تھا وہ کرتیوس کے جوہڑ کے پاس الٹ دی گئی اور بادشاہ کا قیمہ قیمہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہی وی نیوس بھی مارا گیا اور پیزو کو جس نے آتشکدہ کے مندر میں پناہ لی تھی گھسیٹ کر باہر لائے اور تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ مجلس اعیان نے فوج خاصہ کے منتخب کردہ امپراطور کو تسلیم کرنے میں ذرا دیر نہ کی اور اسے فی الفور "اغسطس" کا لقب اور تری بیونی اختیارات دینے کا فیصلہ صادر کیا؟

فصل دوم۔ اوتھو اور وی تلیوس

(۶) لیکن اوتھو کا ایک رقیب پہلے ہی میدان میں آچکا تھا یعنی جس وقت رومہ میں مذکورۂ بالا خونی سانگ ہو رہے تھے جرمانیہ میں نہایت اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے شمالی جرمانیہ میں کاپی تو کے مارے جانے کے بعد گالبا نے اولوس وی تلیوس کو اسکا جانشین منتخب کیا تھا وہ اس لوسیوس وی تلیوس کا بیٹا تھا جس نے تی بریوس کے ماتحت ممالک مشرق میں سپہ سالاری کی اور پھر کلودیوس کے ساتھ احتساب کی خدمت انجام دی تھی۔ خود اولوس نرو کا منظور نظر اور اس کے زمانے میں افریقہ کا جیش سالار اور صوبہ دار رہا تھا۔ بایں ہمہ جس عہدے کے لئے گالبا نے اسے منتخب کیا اس کی اولوس وی تلیوس میں بہت کم اہلیت تھی۔ وہ خوش مزاج، عیش دوست کاہل اور بے وقعت رائے کا آدمی تھا۔ خود اسے ہوس جاہ و حکومت بھی نہ تھی لیکن اتفاقی واقعات نے اسے بلند ترین درجے تک پہنچا دیا۔ گالبا سے شمالی اور جنوبی جرمانیہ دونوں صوبوں کے جیش ناخوش تھے۔ انھیں اس بات کا حسد تھا کہ ہسپانیہ کی فوج نے گالبا کو بادشاہ بنایا اور وہ کوئی وجہ اس کی نہ پاتے تھے کہ کیوں نہ وہ بھی ایک امپراطور کا انتخاب کریں۔ ورجی نیوس کے جنوبی جرمانیہ سے واپس بلا لئے جانے سے وہ اور بھی نعل در آتش ہوئے اور آغاز جنوری کے موقع پر موگن تیاکم کے چہارم

اور بست و دوم جیش نے گالبا کی اطاعت کا حلف اٹھانے سے انکار کیا اور جس طرح گالبا نے نرو سے انحراف کرتے وقت کہا تھا، ان سپاہیوں نے بھی اپنے آپ کو مجلس اعیان اور رومی قوم کی مرضی کا تابع ظاہر کیا۔ صوبہ دار ہورڈیونیوس کو مداخلت کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ لیکن یہاں تو حلف اطاعت لینے ہی سے انکار تھا اور شمالی جرمانیہ میں صدارت کا ایک نیا امیدوار بھی سپاہیوں نے ڈھونڈھ لیا۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ موگن تیاکم کی خبر اسی رات کو وی تلیوس کے پاس کولونیہ میں کھانا کھاتے وقت پہنچ گئی اور اس نے اپنے صوبے کی مختلف چھاؤنیوں میں بھی فوراً یہ اطلاع بھیجدی پہلا جیش "جرانی کا" بونا میں مقیم تھا۔ پنجم "الودا" اور پانزدہم "پری می جینا" ویترا میں۔ اور جیش شانزدہم "گالی کا" نوسیوم میں تھا۔ دوسرے دن جیش اول کا سالار فابیوس والنس کچھ سوار ساتھ لئے ہوئے بوناسے کولونیہ آیا اور وی تلیوس کی "امپراطور" کے لقب سے سلامی اتاری۔ اور اس خبر کے شمالی علاقے میں پہنچتے ہی اگلے دن (یعنی ۳ جنوری کو) وہاں کے جیوش نے بھی قوم و مجلس کے شاندار مگر کھوتے الفاظ چھوڑکر وی تلیوس کی بادشاہی تسلیم کرلی کیونکہ خود انھیں کوئی اپنا امیدوار میسر نہ آیا تھا۔ سپاہیوں کے اس جوش عقیدت کا کولونیہ، تریوری، اور لنگونس (جس کا قائمقام آج کل لنگریس ہے) کی رومی نوآبادیوں کے باشندوں نے بھی گرمجوشی سے ساتھ دیا۔ والریوس "ایشیاتی کوس" جیش سالار بلجیکہ اور بلیوس صوبہ دار لگودونن سیس نے نئے امپراطور کے ساتھ دینے کا اعلان کیا اور بلیوس کی تقلید جیش اول "اطالیکا" کے سپاہیوں نے بھی کی جو اگرچہ جنوبی جرمانیہ کی فوج تھی لیکن ان دنوں لگودونم میں ٹھہری ہوئی تھی۔ اس جوش خروش میں شاید خود وی تلیوس ہی سب سے پیچھے تھا۔ گالبا کے استیصال کی تیاریوں میں اس نے ذاتی طور پر بہت کم عملی حصہ لیا اور اپنے مقصد کے متعلق سب کام ماتحت سرداروں پر چھوڑ دئے جن میں اولوس کیسنا الی نوس جنوبی جرمانیہ میں اور سی فابیو والنس شمالی جرمانیہ میں سب سے ممتاز تھے۔ کیسنا ایک قابل، حوصلہ مند، زوردار نوجوان جیش سالار تھا۔

(۷) طے یہ پایا کہ اطالیہ اور پائے تخت پر فوج کشی کی جائے اور فوجیں

تین حصوں میں تقسیم کر دی گئیں۔ پنانچہ الپس کو چھتیس ہزار فوج کے ساتھ عبور کرنا کیسینا کے سپرد ہوا۔ والنس کو چالیس ہزار سپاہی دئے گئے کہ غالیہ کے راستے ہو کر کوتیانی درے سے اطالیہ میں درآئیں تاکہ یہ دونوں فوجیں کرمونا پر ایک دوسرے سے مل جائیں۔ انکے پیچھے جمعیت اصلیہ کو آہستہ آہستہ لے کر آنا دی تلیوس نے اپنے ذمہ لیا۔ آگے جانیوالی فوجوں کو اس کی موجودگی کی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ سپاہیوں کی بیتابی کسی تحریک مزید کی محتاج نہ تھی۔

غالیہ کے ان حصوں میں جو دین دیکس کے خلاف رہے اور اس لئے گالبانے انھیں سزائیں دی تھیں دی تلیوس کے دعاوی کے بہت سے مؤید وحامی پیدا ہو گئے لیکن والنس کے کوچ میں فوج نے بہت کچھ زیادتیاں اور زبردستیاں کیں۔ جن جن شہروں سے وہ گزرا وہاں والوں سے مہم کے مصارف میں رقم دینے کا مطالبہ کیا اور لگستو دونم وینا وغیرہ مقامات پر جن کو گالبا کی خوشنودی حاصل ہوئی تھی، خاص طور پر سختی سے کام لیا گیا۔ کیسینا کو ہل ویتائی قوم کی بلند سرزمین سے گزرنا پڑا تھا اور ان لوگوں کو سپاہیوں کی بیجا آزادی نہایت ناگوار ہوئی۔ یہ باشندے بہت کڑوے تھے اور اس لئے اس کوچ میں کشت وخون کی بارہا نوبت آئی۔ ہل ویتائیوں کو آخر کار دھکیل دھکیل کر ان کے شہر اون تیکم (= اون کے) میں پہنچا دیا گیا اور وہاں محض محاصرے کے خطرات نے انھیں اطاعت قبول کرنے پر مجبور کیا۔

لیکن اس سے قبل کہ دی تلیوس کی فوجیں اطالیہ پہنچیں گالبا کے قتل اور اوتھو کی تخت نشینی نے صورت حالات ہی کو بدل دیا۔ اب اوتھو نے اس حریف سلطنت کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کیں مگر پہلے اس نے دی تلیوس سے رسل رسائل شروع کئے اور وعدہ کیا کہ اگر وہ میدان سے ہٹ جائے تو اسے کمال عیش وآرام سے اپنے مقام پر واپس جانے دیا جائیگا۔ اگر اس گفتگو کا فیصلہ دی تلیوس کی رائے پر ہوتا تو بالکل قرین قیاس ہے کہ وہ اس شرط کو قبول کر لیتا۔ لیکن یہاں معاملے کا انحصار اہل فوج پر تھا اور وہ واپس جانے کا ارادہ نہ رکھتے تھے۔ پس نزاع کا فیصلہ تلوار پر آٹھہرا۔ مغرب کے اکثر صوبے یعنی ہرسہ غالیات، ناربونی سیس ارتیہ اور برطانیہ دی تلیوس کی موافقت کا اعلان کر چکے تھے اور جب ہسپانیہ جس نے پہلے الی ریکم کے ساتھ اوتھو کی بادشاہی تسلیم کی

تھی ٹوٹ کر دوسری طرف جا ملا تو گویا تمام مغربی ممالک اس کے رقیب کی طرف ہو گئے۔ اب فوج خاصہ اور پانونیہ، دلماشیہ اور میزیہ کے چار جیوش اوتھو کے پاس مقابلہ کرنے کے واسطے باقی رہے۔ اس نے مصر و افریقہ کے مشرقی صوبوں میں بھی اپنی بادشاہی کا اعتراف کروالیا تھا اگرچہ ان علاقوں سے کوئی عملی مدد پہنچنے کی اسے امید نہ ہو سکتی تھی۔ تاہم قرینہ غالب یہ ہے کہ اگر وہ سرگرمی سے کام کرتا اور سپہ سالاری کا کام کسی ایک لائق سپہ سالار کے ہاتھ میں دے دیتا تو آیندہ کشمکش میں اسی کو غلبہ رہتا۔ وہ خود اچھا سپاہی نہ تھا لیکن سوئتونیوس پولی نوس، ماریوس کلسوس اور وس تری کیوس اسپورینا جیسے کئی نہایت قابل سردار موجود تھے جن سے وہ کام لے سکتا تھا۔ مگر ان پر اعتماد کرنے کی بجائے اس نے لکی نیوس پروکیولس ناظم خاصہ کے مشوروں پر عمل کیا جو حربی معاملات میں ناتجربہ کار تھا۔ اور دشمن کے سرحد اطالیہ پر آنے سے قبل جلدی سے الپس کے درون پر قبضہ کر لینے کی بجائے وہ رومہ ہی میں وقت ضایع کرتا رہا۔

(۸) اوتھو جیسے شخص کے لئے جس میں لوگوں پر حکمرانی کا بہت کم مادّہ ہو، یہ موقع بڑی دشواری کا تھا۔ مجلس اعیان کی درپردہ مخالفت اس کے لئے پریشانی کا موجب تھی کیونکہ اعیان کو گالبا کے مارے جانے کا جو اُن کے دل کے موافق آدمی تھا بہت قلق تھا اور گو انھیں جبراً اوتھو کی بادشاہی قبول کرنی پڑی لیکن اس کے زوال سے وہ یقیناً خوش ہوتے۔ اوتھو نے انھیں رضامند کرنے کی بھی سعی کی اور ان کے خاص حقوق کا نہایت اہتمام سے پاس و لحاظ رکھا مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ دوسرے فوج خاصہ کو اعیان سے پرخاش تھی اس نے اوتھو کی دشواری کو اور بڑھا دیا۔ ایک موقع پر چند امرا جن کی اوتھو مدارات کر رہا تھا سپاہیوں کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہوتے بچے جنھیں یہ شبہہ ہو گیا تھا کہ ان امرا نے بادشاہ کے خلاف کوئی سازش کر لی ہے۔ اوتھو کے عہد صدارت میں مجلس اعیان نے کوئی مسی سکہ ہی ضرب نہ کیا اور اس قابل تعجب واقعے کا ایک سبب یہی تھا کہ اس نے ۹ مارچ تک اوتھو کو "مہا پروہت" ہی نہیں بنایا اور جب تک پورے القاب شاہی نئے صدر کو حاصل نہ ہو جائیں مجلس اسی عذر پر ضرب سکہ میں تاخیر کر سکتی تھی۔ فوجی مخالفت کے علاوہ

عام لوگوں کا جوش وخروش بھی جو اوتھو کا نرو کے نام سے خیر مقدم کرتے اور نرو کے فیاضانہ طرز عمل کے پھر تازہ ہونے کی آس منا رہے تھے، اعیان کے لئے موجب رضامندی نہ ہو سکتا تھا۔ اوتھو نے شروع شروع میں سرکاری طور پر اپنا نام ہی نرو رکھ لیا تھا مگر پھر مجلس کے جذبات کے لحاظ سے اسے ترک کر دیا۔ تاہم تی جلی نوس کو جسے گالبا نے چھوڑ دیا تھا اوتھو نے عوام کے جذبۂ انتقام کی خاطر بھینٹ چڑھا دیا۔ اوتھو کو ایک اور دشواری فوج خاصہ کے ساتھ معاملہ رکھنے میں پیش آئی۔ یہ سپاہی خوب جانتے تھے کہ اوتھو کو یہ مرتبہ ہماری بدولت حاصل ہوا ہے اور ہماری قوت بازو پر ہی اس کی بادشاہی منحصر ہے کیونکہ آیندہ جنگ میں ہمیں اس کی بہترین فوج ہوں گے۔ پس ان سپاہیوں کی کسی بات میں مخالفت کرنا یا ان کو ضوابط واحکام کا پوری طرح پابند رکھنا غیر ممکن ہو گیا تھا۔ شروع ہی میں اوتھو نے اپنے ہاتھ اس طرح کٹوائے کہ ان سپاہیوں کو اپنے ناظم خود منتخب کرنے کی اجازت دیدی۔

اوتھو کی تخت نشینی اور مقابلے کے لئے شہر سے جانے میں جو دو ماہ کا عرصہ گزرا اس میں عام ملکی معاملات کے متعلق وہ کچھ زیادہ کام جو لکھنے کے لایق ہو انجام نہیں دے سکا۔ جنگی تیاریوں کی مصروفیت میں انتظامی معاملات کی بہت کم فرصت ملتی تھی۔ بہر حال اسی زمانے میں ہسپانیہ کی نوآبادیوں ہیسپالیس اور ایمریتہ کو زیادہ مستحکم بنایا گیا۔ بیتیکہ کے صوبے میں خلیج پار کے چند اضلاع کا اضافہ کیا گیا۔ افریقہ اور کپادوکیہ کو بعض نئے حقوق و امتیازات عطا ہوئے۔ میزیہ پر ایک سرماتی نسل کی قوم روک سولانی کا حملہ پسپا کیا گیا اور فتحمند سرداروں کو اوتھو نے بلند مرتبے کے اعزاز واکرام سے سرفراز کیا۔ ظاہر ہے کہ ان کاموں کی تہ میں اوتھو کا مقصد اپنے ملکی اقتدار کو تقویت پہنچانا تھا۔

(۹) حریفان بادشاہی کی خانہ جنگی مارچ میں شروع ہوئی۔ سیزر اعظم کے قتل کے ذیل میں جو ہولناک سال گزرے تھے ان کے بعد سے اطالیہ مصائب جنگ کی زد میں نہ آئی تھی اور قوم کو آپس کی لڑائیوں نے پارہ پارہ نہ کیا تھا۔ لوگوں کو فلیپی، موتینہ، اور پروزیہ کے معرکے یاد تھے اور ان خونیں مناظر کے دوبارہ پیش آنے کا

تصوّر ان کو لرزا دیتا تھا۔ یہ تصوّر اس لئے اور بھی تکلیف دہ تھا کہ جن سرداروں کی خاطر اتنا خون بہنے والا تھا ان میں سے کوئی بھی اس قابل نہ تھا کہ اس کی خاطر جان نثار کیجائے۔ قوم کی فرماں روائی کی صلاحیت کے اعتبار سے عیّاش اوتھو اور پیٹو وی تلیوس دونوں بالکل ناکارہ تھے۔ پس معلوم ہوتا تھا کہ "انھیں قضا و قدر نے سلطنت کو تباہ تاراج کرنے کی غرض سے محض اپنا آلہ بنا لیا تھا۔ بایں ہمہ مریل وی تلیوس کے مقابلے میں اوتھو میں کم سے کم کام کرنے کی سرگرمی تو تھی۔ جس وقت جنگ سر پر آ پہنچی تو اس نے عیش و نشاط کو بالائے طاق رکھدیا اور اپنی فوجوں کے آگے پیادہ پا مستعدی اور جفاکشی کی مثال بنکر روانہ ہوا "گویا وہ پہلا اوتھو ہی نہ رہا"۔ دار الحکومت کو شہر اپنے بھائی تی تیانوس کی تحویل میں دے کر وہ آگے روانہ ہوا اور جن اعیان کو اپنے پیچھے چھوڑنا مخدوش تھا انھیں جبرًا اپنے ساتھ لیتا گیا۔

وی تلیوس کے طرفداروں کی منزل مقصود روما تھا کیونکہ جب تک وہاں کے لوگ اور مجلس اسے صدر نہ تسلیم کرلیں وہ محض مدّعی باطل نظر آتا تھا۔ ادھر اوتھو کا مقصود یہ تھا کہ دشمن کو رودِ پادوس یعنی ملک اطالیہ کے دوسرے خط مدافعت سے پار نہ ہونے دے۔ کیونکہ پہلے خط، یعنی کوہستان الپس کو پہلے ہی عبور کر چکا تھا۔ پس پادوس پر مورچہ قائم کرنے کی غرض سے انیوس گالوس اور وسٹ ری کیوس اسپورنیا کو فوج خاصہ کے پانچ عشر نیز جیش اوّل "کلاسیکا" کا باقیماندہ حصّہ جو گالبا کی جنگ میں کام آنے سے بچ رہا تھا اور اُن کے علاوہ دو ہزار پہلوانوں کا ایک دستہ دے کر آگے بھیجدیا گیا۔ انھیں ۸ ہزار سپاہیوں سے کمک پہنچنے والی تھی جو پانونیہ اور دلماشیہ کے جیوشوں سے چن کر پہلے روانہ کئے گئے اور یہ جیوش بھی آہستہ آہستہ ان کے پیچھے چلے سب کے آخر میں اوتھو نے بحری سپاہیوں کی تعداد کثیر اور فوج خاصہ کے باقی سپاہیوں کو لئے ہوئے کوچ کیا۔ اطالیہ کے مغربی ساحل پر اوتھو کے جنگی جہازوں کا قبضہ تھا اور اسی کے اثر سے کورسیکہ اور سارڈینیہ کی اطاعت گزاری مسلم ہو گئی تھی۔ فوج کا ایک حصہ بحری الپس کے

ملّ سوتال کا بیان ہے کہ اس مہم میں اس نے ایک آئینۂ نفیس مزاجی کی یادگار کے طریق پر اپنے ساتھ رکھا تھا۔ دیکھو کتاب الہجو فصل دوم صفحہ ۹۹ ڈاسپکیولم پاتھیکی .... الخ"

ضلع پر قبضہ کرنے اور وہاں سے ناربونن سیس پر حملہ آور ہونے کی غرض سے بھیجا گیا بجری ضلع کے حاکم نے مزاحمت کرنی چاہی اس پر سپاہیوں نے جل کر قصبہ **البین تمی لیم (ون تمیگ لیہ)** پر اپنا غصہ اتارا۔ ناربونن سیس کے قصبات خاصکر فورم جولیا ی نے والنس سے مدد مانگی جو کسینا سے جا ملنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی امدادی فوجوں سے اوتھو کے سپاہیوں کے جو مقابلے ہوئے ان میں وی تلیوسی فوجوں نے زک پائی لیکن اوتھو والے خود بھی **لی گوریہ** کے ایک اندرونی شہر **البین گانم** (= ال بنگا) کی طرف ہٹ گئے۔ بہرحال ان علاقوں میں جنگ کا آغاز اوتھو کے حق میں ساز گار ہوا۔

جس وقت کسینا الپس پار کے علاقہ میں داخل ہوا تو وہاں کے متعینہ رسالے نے جسے "الاسیلیانا" کہتے تھے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اسی طرح بلا دایولائم **اپوریہ** ، **فواریہ** اور **ورسلی** جن میں شہری مجلسیں قائم تھیں وی تلیوس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ جس سے پادوس والپس کے درمیان کا بہت سا علاقہ حملہ آوروں کے تحت میں آ گیا۔ بایں ہمہ روما سے الی ریکم کا راستہ ابھی تک کھلا ہوا تھا۔ پانونیہ کی فوج کے جو دستے اوتھو نے آگے روانہ کئے تھے ان میں سے ایک عشر جیش کو وی تلیوس والوں نے کرمونہ پر گھیر کر ہتیار رکھوائیے اور تکی نم کے قریب اوتھو کی سپاہ کے چند دستوں کو بھی زک اٹھانی پڑی لیکن باقاعدہ جنگ پہلی مرتبہ **پلاسنتیہ** پر ہوئی جہاں اسپورنیا نے مورچہ باندھ رکھا تھا۔ اسے سر کرنے کے لئے خود کسینا ندی اتر کے آیا لیکن اس کی یورش ناکام رہی۔ اس حملے میں قصبے کے باہر ایک دنگل کی وسیع عمارت جل کر خاک ہوئی۔ کسینا کو پسپا ہو کر کرمونہ کے قریب اپنے پڑاو پر واپس آنا پڑا۔ اس عرصے میں اوتھو کے ہراول کا دوسرا سردار **انیو گالوس** بھی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کہ پلاسنتیہ والوں کی دستگیری کرے لیکن یہ سنکر کہ کسینا کو پسپائی نصیب ہوئی وہ کرمونہ اور ہان توا کے درمیان اور ورونہ سے دودن کے کوچ کی مسافت پر ایک مقام بت ریاکم[1] میں ٹھہر گیا۔ اسی کے

---

[1] مومسن نے ثابت کر دیا ہے کہ اس نام کا صحیح تلفظ یہی ہے مگر اس کے لاطینی ہجوں میں "ت" کی جگہ بالعموم "د" لکھی جاتی ہے۔ جوناال کی کتاب میں اس کی ایک اور صورت "بب ریاکم" بھی درج ہے (کتاب الہجو فصل دوم صفحہ ۱۰۵)۔

قریب زمانے میں اوتھو کے پہلوانوں کی فوج مارگیسوس ماکر کی ماتحتی میں پادوس کو کریمونہ کے قریب عبور کر کے شمالی کنارے پر پہنچی اور وی تلیوس کی کوکی افواج کے ایک دستے کو اس نے شکست دی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ اسی کامیابی کے سلسلہ میں اسے آگے بڑھنا چاہیے تھا۔ اور ایسا نہ کرنے کی وجہ سے گالوس اسوی تونیوس اور کلسوس کی اتھی کے فریق نے بہت خبر لی اور اوتھو کے سامنے ان سرداروں کی وفاداری میں کلام کیا جانے لگا انھی شبہات کی بنا پر آخر اوتھو کو اپنے بھائی تی تیانوس کو روما سے بلا کر ساری فوجوں کا سپہ سالار بنانا پڑا۔

لیکن تی تیان کے آنے سے قبل اوتھو کے فریق نے ایک اور فتح ایسی پائی کہ اگر سوی تونیوس پولی نوس غلطی یا غداری نہ کرتا تو عجب نہیں کہ اس تمام جنگ و جدال کا اوتھو کے حق میں فیصلہ ہی ہو جاتا۔ یہ سپہ سالار نیز کلسوس اپنی فوجیں لے کے بت ریاکم پر گالوس سے آملے تھے کیسنا کو پلاسنتیہ کی ناکامی کی جھوجھل تھی اور اپنے ساتھی والنس کے آنے سے پہلے فتح حاصل کرنے کے لیے بیقرار تھا لہٰذا اس نے لڑنے کا ارادہ کیا اور اسی غرض سے کوکی افواج کے چیدہ سپاہی اس جنگل میں جو پوستومی سڑک کے اوپر چھایا ہوا تھا، ایک مقام پر کمیں میں بٹھا دئے۔ یہ مقام کاستور دیوتا کی نسبت سے "لوکوس کاستورم" کہلاتا اور کریمونہ سے بارہ میل پر واقع تھا۔ کچھ سوار آگے بھیجے گئے کہ دشمن کو اس کمینگاہ تک لگا لائیں لیکن اوتھو کے سرداروں کو بھی اس داؤں کا پتہ چل گیا اور انھوں نے اس کے جواب میں ایک توڑ کا داؤں کھیلا۔ گالوس کے تو اس وقت گھوڑے سے گر کر چوٹ آ گئی تھی لہٰذا فوج کی سپہ سالاری کلسوس اور پولی نوس نے اپنے ہاتھ میں لی اور ایک کی تحویل میں تو سوار فوج دیگئی دوسرے نے پیادوں کا انتظام لیا اور اسی طریق پر اپنی فوج آراستہ کی کہ فوج خاصہ کے تین عشر جیش تو لمبی قطاروں میں سڑک پر صف آرا کئے۔ اور انھی کو قلب کی صفیں قرار دیا۔ ان کے بائیں پر ہراول کو آگے بڑھایا جس میں پانونیہ کے تیرھویں جیش کے (دو ہزار سپاہی) پانچ کوکی دستے اور پانچسو سوار تھے۔ دائیں پر جیش اول "کلاسیکا" دو کوکی دستے اور پانچسو ہی سواروں کے ساتھ صف آرا ہوا۔ اور ایک ہزار چیدہ سوار بطور فوج محفوظ الگ لگا رکھے۔ اب جس وقت وی تلیوسیون نے اپنے منصوبے کے مطابق فریب سے پیچھے ہٹنا شروع کیا کہ دشمن ان کی کمینگاہ تک

پہنچ جائے تو کلسوس نے اپنی فوج کو بہت زیادہ آگے بڑھے جانے سے روکے رکھا یہاں تک کہ کیسنا کے سپاہی جو گھات میں بیٹھے تھے یقین کامیابی کے ساتھ ان پر جھپٹے اور اس وقت کلسوس آہستہ آہستہ پسپا ہو کر حملہ آوروں کو اس جال تک لے آیا جو اُن کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ کلسوس کا رسالہ اس مقام تک ہٹ آیا جہاں پوستومی سڑک پر فوج خاصہ کے تین کو عشر جیش استادہ تھے دشمن بڑے جوش و خروش سے انکا تعاقب کر رہا تھا کہ جیش کے پیادوں نے جو سڑک کے دائیں بائیں استادہ تھے بڑھکر اپنی صفیں سیدھی کر لیں اور مسلسل قطار کی صورت میں تعاقب کرنے والوں کے مقابل آگئے اسی کے ساتھ دونوں طرف کی کو کی فوجیں آگے بڑھائی گئیں کہ رومی تلیوسیوں کے بازو لپیٹ لیں۔ اور آخر میں فوج محفوظ کے سواروں کو حکم دیا گیا کہ چکر دے کے دشمن کی پشت پر آجائے۔ چنانچہ اس جال میں جو نہایت خوبی سے بچھایا گیا تھا دشمن کی فوجیں اندر آکے ہر طرف سے گھر گئیں۔ لیکن سوے تونیوس پولی نوس نے کسی وجہ سے پوری سرگرمی کے ساتھ کام نہیں کیا۔ وہ ابتدائی انتظام ہی میں وقت گھلاتا رہا اور اس نے پیادوں کو بہت دیر تک حملہ کرنے کا اشارہ نہیں دیا۔ یہاں تک کہ غنیم کے بہت سے سپاہیوں کو سڑک کے متصل ایک تاکستان میں پناہ لینے کی فرصت ملگئی جہاں اُن پر "پیلا" (= سنگ و خدنگ) چلانا ممکن نہ تھا۔ بایں ہمہ آخر کار جب سوی تونیوس کے پیادوں کا حملہ ہوا تو پھر کوئی چیز انکے سامنے نہ ٹھیر سکی۔ کیسنا ایک ایک کر کے اپنے اعشار میدان میں لایا مگر ان میں سے الگ الگ کوئی بھی اتنا کثیر و قوی نہ تھا کہ اوتھو کی فوج کے مقابلہ میں تھم جاتا۔ اور کہتے ہیں کہ اگر سوے تونیوس اپنی فوج کو واپسی کا بگل دے کر کرمونہ پر دشمن کا بڑا اور فتح کرنے سے نہ روکے تو اس روز کیسنا اور اس کی ساری فوج کا خاتمہ تھا۔ اس لئے سوے تونیوس کے متعلق بعض لوگ غدر کا شبہہ کرتے تھے۔

اس عرصے میں والنس بھی تکی نم آپہنچا تھا اور اپنے ساتھی کی اس شکست کی خبر ملتے ہی چل پڑا کہ کرمونہ پر کیسنا سے مل جائے۔ ادھر خود اوتھو بت ریا کم آپہنچا تھا اور وہاں اس نے جنگی مجلس منعقد کی۔ اس میں سوے تونیوس، گالوس اور کلسوس کی تو یہ رائے تھی کہ جب تک الی ریکم کے جیوش جو تو اعددانی اور شجاعت میں فوج رومائن کی ٹکر کے تھے نہ آجائیں اس وقت تک پوری فوج کو لڑانے کے جوکھوں میں

پڑنا مناسب نہ ہوگا۔ لیکن اوتھو اپنی قسمت کا فیصلہ زیادہ دیر تک ملتوی کرنے کا انتظار نہ برداشت کرسکا۔ تی تیانوس اور پروکیولس نے بھی جو غالباً خیر خواہی سے زیادہ اسکی رضاجوئی کے طالب تھے بلا تاخیر جنگ کرنے کی رائے دی۔ پھر آتو تھو خود برکسلم (= برسیلو) چلا آیا اور فوج نے بت ریاکم سے بڑھکر کرمونہ سے چار میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔ اب اس کل فوج کی سپہ سالاری نام کو تی تیانوس کے ہاتھ میں لیکن دراصل پروکیولس کے تفویض ہوگئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے اس پیش قدمی کا اصل مقصود یہ تھا کہ پادوکس اور آدوا ندی کی جائے اتصال تک پہنچ جائیں جو کرمونہ سے دو گھنٹے کی مسافت پر تھا اور جس پر قبضہ ہوجانے سے تکی نم سے کرمونہ کا راستہ روکا جاسکتا تھا۔ لیکن اگر یہ خیال تھا تو دشمن کے بیچ میں ہوتے ساتھی اس کے ایک پہلو سے گزر کر تکی نم کی طرف بڑھنا ایسی نادانی تھی کہ تی تیانوس سے اس کا ارتکاب قابل حیرت ہے۔ البتہ اوتھو کی بے صبری بڑھتی جاتی تھی اور اسی کے پیاموں نے آزمودہ کار سپہ سالاروں کے روکنے کے باوجود، آخر تی تیانوس کو دشمن کی جانب اور آگے بڑھنے پر آمادہ کیا۔

اس عرصے میں دشمن کی فوجیں آدوا کے دہانے کے قریب پادوس پر پل بنانے میں مصروف تھیں۔ مارکیوس ماکر نے اپنی پہلوانوں کی فوج سے انھیں روکنے کی بھی سعی کی اور ندی کے بیچ میں ایک ٹاپو لینے کے لئے ان میں باہم زور آزمائی ہوئی جس میں بتاوی جوانوں نے رومی پہلوانوں کو نیچا دکھایا لیکن کشتی گیروں نے اس افتاد کا الزام ماکر کے سر تھوپا اور اس سے بدلہ لینے پر تیار ہو گئے۔ اسے ان کے جوش انتقام سے بمشکل بچایا گیا اور اس کے بجائے فلاویوس سابی نوس پہلوانوں کا سردار مقرر ہوا اور اسے ندی کے جنوب میں دوسری فوجوں سے بھی کام لینے کے اختیارات عطا ہوئے۔

۱۵ اپریل کو کیسنا جو پل بنوانے میں بڑی تعجیل سے کام کر رہا تھا کرمونہ واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اوتھو کی سپاہ اس بستی سے چار میل کے فاصلہ پر آپہنچی بلکہ اسکے سواروں نے وی تلیوسیوں کے پڑاو پر بھی تاخت کی اور والنس اپنی فوج کو میدان میں نکل کر لڑنے کا حکم دے چکا ہے۔ غرض لڑائی چھڑ گئی جسے عام طور پر بت ریاکم سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ اسے جنگ کرمونہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا اور گو آیندہ واقعات کی

بنا پر اسی لڑائی نے تمام جنگ وجدال کا فیصلہ کر دیا لیکن فن حرب کے اعتبار سے یہ ایسی دلچسپ نہ تھی جیسی کہ "لوکوس کاستورم" کی لڑائی عین جنگ میں ایک یہ افواہ اڑ گئی کہ وی تلیوسیون نے اپنے سرداروں کا ساتھ چھوڑ دیا اور اوتھو والے ہتیار زمین پر ٹکا ٹکا کے مرحبا مرحبا کے پُر تپاک نعرے لگانے لگے۔ لیکن بہت جلد اپنی اپنی غلطی ظاہر ہو گئی اور لڑائی شارع عام پر اور راوس کے دونوں طرف کے تاکستانوں اور جھنڈوں میں ہونے لگی۔ فریقین بالکل برابر کے تھے اور اوتھو کی طرف "لیجیو کلاسیکا" نے خاص طور پر جاں بازی دکھائی۔ مگر کوئی عام مقابلہ نہ ہوا بلکہ چھوٹے چھوٹے گروہ الگ الگ الجھے رہے اور اس لئے اس وقت تک کہ اوتھو کے سپہ سالار ہی میدان چھوڑ کر فرار نہ ہو گئے کوئی فیصلہ جنگ کا نہ ہوا۔ البتہ جس وقت ان سپہ سالاروں نے پیٹھ دکھائی اسی وقت بتا دی کہ ہورت جنھوں نے پہلوانوں کو شکست دی تھی وی تلیوسیول کی کمک کو میدان میں پہنچے اور ان کے جناحی حملے نے لڑائی کا فیصلہ کر دیا۔ شکست خوردہ فوج شارع عام سے فرار ہو کر اپنے پڑاؤ پہنچی اور دوسری صبح اسنے ہتیار ڈال دیئے۔

(۱۰)۔ اوتھو بریکسیلم میں نتیجۂ جنگ کا انتظار کر رہا تھا۔ فوج خاصہ کے کچھ دستے اس کے پاس تھے۔ کرمونہ کی شکست بجائے خود ساری جنگ کا فیصلہ کرنے کے لئے کافی نہ تھی اور الی ریکم کے آنے والے جیوش کی مدد سے بہت ممکن تھا کہ اوتھو پھر اس قسمت کی بازی میں جیت جائے۔ مگر اس تذبذب سے وہ تنگ آگیا تھا اور جب شکست کی خبر آئی تو اس نے جان دینے کا ارادہ کر لیا۔ جن فوجوں نے اس کے واسطے سرفروشی کی ان کا اسے چنداں پاس نہ تھا اور عجب نہیں کہ وہ اپنے فوجی سرداروں پر بھروسہ کرنے کی کوئی صورت نہ پاتا ہو۔ غرض شام کو اس نے دو خنجر منگوائے اور انمیں سے جو زیادہ تیز تھا اُسے تکئے کے نیچے رکھ لیا۔ پھر چند گھنٹے سونے کے بعد علی الصباح اس نے وہ خنجر نکالا اور سیدھا کر کے اس پر گر گیا۔ اس کے دم توڑنے کی کراہٹ لوگوں نے سنی اور جب غلام دوڑ کر اندر گھُسے تو انھوں نے اپنے آقا کو مُردہ پایا۔ (۱۷ اپریل) اگر عیش ودوستی میں اوتھو جیتے جی نرو کے مشابہ تصور کیا جاتا تھا تو کم سے کم خودکشی کا ارادہ کرنے میں اس نے جو پامردی دکھائی وہ نرو کے شرمناک

خاتمے سے بالکل مختلف ہے۔[علہ] اس کی نعش کو فوراً چتا پر رکھدیا گیا اور چند جوانان خاصہ نے اسی مقام پر اس کے ساتھ اپنی جان دی اس کی خاکستر ایک معمولی سے مقبرے میں دفن کردی گئی۔ فوج خاصہ والوں نے جو بریکسلم میں تھے بادشاہی ورجینوس روفوس کو پیش کی کیونکہ یہاں بھی وہ اوتھو کے ہمرکاب آیا تھا۔ لیکن جس طرح اس نے پہلے جیوش جرمانیہ سے انکار کیا تھا اب بھی یہ منصب قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا اب بجز اس کے کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ سب لوگ وی تلیوس کی اطاعت قبول کرلیں۔ فتحمند فوجوں نے اطالیہ کے شہروں کو جنھیں پہلے ہی اوتھو کے سپاہی لوٹ چکے تھے اور بھی غارت و تاراج کیا ورد النس و کاسیتنا نے سپاہیوں کو اس غارت گری سے باز رکھنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ خاص دار السلطنت میں اوتھو کی موت پر اظہار شادمانی کیا گیا اور مجلس نے ایک ہی اجلاس میں تمام شاہی خطابات وی تلیوس کو دینے منظور کئے (۱۹ اپریل جس طرح اوتھو کو نرو کا جانشین سمجھا گیا تھا اسی طرح اب وی تلیوس کو گالبا کا وارث صحیح تصور کیا گیا اور چوک میں جہاں گالبا مارا گیا تھا اس کی مورتیں پھولوں کے تاج پہنا کر بازار میں نکالی گئیں۔ غرض جرمانی جیوش کو رضامند رکھنے کی پوری کوشش کی گئی جن کی آمد آمد سے اہل روما خوفزدہ ہو رہے تھے۔

فصل سوم وی تلیوس اور وس پاژیان

(۱۱) اس عرصے میں وی تلیوس اپنی طبعی سستی کے ساتھ غالیہ سے گزر رہا تھا۔ اس کے ساتھ تقریباً ساٹھ ہزار سپاہی تھے جن میں جرمانی جیوش کی جمعیت اصلیہ اور کچھ برطانیہ کے آئے ہوئے دستے شامل تھے۔ فتح کی خبر جس وقت اسے ملی اسی وقت یہ خوشخبری بھی آئی کہ موریتانیہ کے صوبوں نے اس کی بادشاہی تسلیم کرلی۔ واضح رہے کہ

[علہ] اوتھو کی موت کا اہل روما کے دل پر خاص اثر ہوا۔ مارتیال شاعر نے اس واقعے کی یادگار میں سجع کہا ہے! "کوم دوبی تارت . . . . باجور اوتھون فوئیت" (فصل ششم۔ صفحہ ۳۲)

وہاں نرو کے زمانے میں لوکیوس البی نوس کو سیسزارین سیس کا عامل مقرر کیا گیا تھا لیکن گالبا نے اسی کو تین جی تانہ کا صوبہ بھی تفویض کر دیا اور جب گالبا مرا تو وہ اوتھو کا حامی بن کر ہسپانیہ پر حملہ کے لئے چلا۔ لیکن تاراکونن سیس کے جیش سالار کلوڈیوس روفوس نے جس کے سپرد بتسیکہ کی فوجی حفاظت بھی تھی البی نوس اور اس کے خاص خاص مددگاروں کو قتل کرا دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ البی نوس اپنے لئے اس خطاب بادشاہی کی تجدید کی بھی کچھ فکر میں تھا جس کا شاہ جیوبا کے ساتھ خاتمہ ہو گیا تھا۔

القصہ نیا امپراطور ایک کشتی میں رود ارارتک آیا اور لگودنم کے مقام پر اس کے فتحمند سپہ سالار والنس و کسینا اس کے حضور میں باریاب ہوئے۔ یہاں اس نے اپنا لقب "جرمانی کوس" اپنے شیرخوار بچے کے نام منتقل کیا۔ پھر اوتھو کی فوج کے ماتحت عہدہ داروں خاص کر الی ریکم کے جیوش سے جو اپنی چھاؤنی کو واپس بھیجدیئے گئے تھے، اس نے سخت انتقام لیا۔ لیکن اوتھو کا بھائی تی تیانوس، اسوئے تونیوس، پروکیولس، اور کلسوس، یہ سب سپہ سالار بغیر سزا چھوڑ دیئے گئے جس کا سبب ممکن ہے یہ ہو کہ وی تیلیوس اس بات کو نہ بھولا تھا کہ خود اس کے بیوی بچوں کی اوتھو نے جان بخشی کی تھی۔ چودھویں جیش کو، جسے نرو نے برطانیہ سے طلب کیا تھا اب واپس برطانیہ بھیجدیا گیا۔ لجیو کلاسیکا کو ہسپانیہ جانے کا حکم ملا۔ فوج خاصہ کے سپاہی برطرف کر کے ازسرنو جرمن سپاہیوں کی فوج مرتب کی گئی جو اپنی خدمات کے صلے میں ترقی چاہتے تھے۔ اسطرح اس اصول کی کہ فوج خاصہ میں صرف اطالوی سپاہی بھرتی ہونگے، خلاف ورزی عمل میں آئی۔ نیز اس فوج میں بجائے نو اعشار کے ہزار ہزار جوان کے سولہ دستے بھرتی کئے گئے۔ اور چار شہری دستوں کی بھی ازسرنو تنظیم کی گئی۔ غرض شہر روما سپاہیوں سے بھر گیا۔ نئی فوج خاصہ کے علاوہ چار جیش[1] چونتیس کوکی اعشار سواروں کے بارہ رسالے اور دیگر جیوش کے کئی دستے فتحمند بادشاہ کے ساتھ پایۂ تخت میں داخل ہوئے اور اس کے ساتھ ایک مفتوح شہر ہی کا سا انھوں نے برتاؤ کیا۔

---

[1] یعنی اوّل "اطالیکا" پنجم "الاودا" بست ویکم "راپاکس" اور بست و دوم "پری ما جینا"

(۱۲) وی تیوس کا انتظام اس توقع سے بہتر تھا جو اس کے ماتحتوں کی بے ضابطگی دیکھ دیکھکر پیدا ہوتی ہے۔ اپنے بادشاہی عہدوں کو اُس نے موالی کی بجائے شرفائے متوسطین کے افراد سے معمور کیا۔ مجلس اعیان کی خودمختاری کا اس نے پاس ولحاظ رکھا اور اس کے جلسوں میں خود جاتا تھا۔ اور یہاں جب کبھی لوگ اس کی مخالفت کرتے تو وہ کہتا کہ مجلس کے دو رکنوں کا اختلاف کرنا کچھ قابل تعجّب نہیں ہے۔ میں خود تھر اسیا سے بعض اوقات اُلجھ پڑتا تھا۔ توہین شاہی کے متعلق مقدمہ دائر کرنے کی اس نے ممانعت کردی۔ اور وہ سب حقوق ومراعات جو پہلے بادشاہوں نے لوگوں کو عطا کی تھیں اس نے بحال رکھیں۔ رومی اشراف میں جو دنگلوں میں کشتیاں لڑنے کا شرمناک طریقہ رائج ہوگیا تھا اسے بھی وی تیلیوس نے قانون بنا کے روکا اور نجومیوں کو حکماً اطالیہ سے نکلوا دیا۔ گالبا اور اوتھو نے تو اپنے شاہی القاب میں "سیزر" (قیصر) کو نام کا آخری جزو بنا دیا تھا لیکن وی تیلیوس نے اس طرح اپنے آپ کو جولیس کے خاندان میں داخل کرنے سے انکار کیا۔[1] اغسطس کے لقب کو لینا بھی اس نے ملتوی کردیا تھا لیکن روما پہنچنے کے بعد لوگوں کے بہت کہنے سننے پر اسے اختیار کرنا پڑا۔ البتہ اپنے واسطے اس نے قنصلی کا عہدہ دائمی ضرور کرالیا۔ مجلس کے ساتھ اس کا طرزعمل بیان کرنے کی ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس نے اپنا سنہ جلوس اس تاریخ سے آغاز نہیں کیا جس دن کہ سپاہیوں نے "امپراطور" کے نام سے اس کی سلامی اُتاری تھی۔ بلکہ آغاز بادشاہی کی تاریخ وہ قرار دی جب کہ اوتھو کی وفات کے بعد مجلس اعیان نے اس کی بادشاہی تسلیم کی تھی۔[2] مگر ان سب باتوں کے باوجود واضح رہے کہ اصلی اختیارات والنس اور کسیناہی کے ہاتھ میں تھے۔ وہی سرکاری عہدوں پر من مانے تقرّرات کرتے اور اپنا گھر روپے سے بھرتے تھے اور بادشاہ کی نفس پروری کے بدنما مشاغل میں جن کا وہ طبعًا دلدادہ تھا، مزید تشویق وتائید کا باعث بن گئے تھے۔ حتیٰ کہ کچھ تو فوج خاصہ کی تعداد میں اضافے

[1] اس کا پورا بادشاہی نام یہ تھا، "وی تیلیوس جرانی کوس امپراطور اغسطس"

[2] ایک بعد کے مورّخ کا بیان ہے کہ وی تیلیوس نے "امپراطور" کا لقب، یعنی سپہ سالاری وغیرہ کے کامل اختیارات اپنے شش سالہ فرزند کے نام منتقل کردیے تھے۔

اور کچھ اس بلانوش فرماں روا کے بے حساب مصارف خورونوش کی وجہ سے چند ہی روز میں مداخل سلطنت سے مصارف زیادہ ہوگئے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے سکے کے اصلی عیار و قیمت کو کم کرنا پڑا۔

(۱۳) جس وقت یورپ کے مغربی ممالک میں یہ کشت و خون کا ہنگامہ بپا تھا اور بادشاہوں کا پیہم عزل و نصب وقوع میں آرہا تھا، مشرق کے رومی جیوش ہاتھ پر ہاتھ دھرے تعجب سے ان واقعات کو بیٹھے تکتے تھے۔ گالبا اور اوتھو کی بادشاہی کا شام اور یہودیہ میں اعتراف کیا گیا بلکہ تھوڑی دیر کے لئے وی تلیوس کی جانشینی بھی وہاں تسلیم کرلی گئی۔ لیکن جب مشرقی سپاہیوں کو کچھ عرصے بعد پوری طرح یہ علم ہوا کہ وی تلیوس کو فقط افواج جرمانیہ نے تخت شاہی تک پہنچایا ہے تو ان کے دل میں اسی طرح حسد کی دبی ہوی آگ رفتہ رفتہ بھڑکنی شروع ہوی جسطرح ہسپانیہ میں گالبا کی بادشاہی کی خبر سن کر جرمانی جیوش میں بھڑکی تھی؛ جب اطالیہ کے باہر صدر بن سکتا تھا تو پھر شمال کے صوبوں کی طرح مشرق میں کیوں نہ بنایا جائے؟ اگر رہائن کی فوجوں نے ایک بادشاہ پیدا کرلیا اور ڈینیوب والوں نے ایک بادشاہ کی اعانت و تائید کی تو پھر فرات والوں کے محروم رہنے کی کیا وجہ؟ کیوں نہ وہ بھی اپنا ایک امیدوار تیار کریں؟ اس قسم کے خیالات تھے جو تازہ انقلابات سے مشرق کے سردار اور سپاہیوں کے دلوں میں موجزن ہوگئے اور آخر انھوں نے تہیّہ کرلیا کہ سلطنت کے اہل الرّائے کی برادری میں اہل مشرق کا حق منوادیا جائے۔ سوال یہ تھا کہ امیدوار کون ہو؟ انتخاب کرنے کے واسطے قدرتی طور پر سب سے موزوں شخص شام کا جیش سالار لکی نوس موکیانوس نظر آتا تھا جو عالی خاندان، گرم و سرد زمانہ سے واقف، بساط سیاست کا ہوشیار شاطر اور نیز فوج میں بہت ہر دلعزیز سردار تھا۔ لیکن اس نے عہدہ بادشاہی قبول کرنے سے انکار کردیا جس کا باعث شاید یہ تھا کہ لاولد ہونے کی وجہ سے وہ اپنے لئے مستقل بادشاہی قائم کرنے کی سعی کو محض ہوس جانتا تھا۔ بہرحال اب سب کی نظریں تیتوس فلاویوس وس پازیانوس جیش سالار یہودیہ پر پڑیں۔ اگرچہ وہ کوئی عالی خاندان آدمی نہ تھا بلکہ شہر وارویاریاتہ کے قریب

فلاک رین میں ایک گمنام سے گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ ہم اسے ایک جیش کے سردار کی حیثیت سے فتح برطانیہ میں کارنمایاں انجام دیتے دیکھ چکے ہیں اس کے بعد وہ ۵۱ء میں قنصل بھی مقرر ہوا۔ لیکن اس کے مربی نارکی سوس کے زوال نے وس پاژیان کی ترقی بھی روک دی اور اگری پینہ کے جیتے جی وہ نہ ابھر سکا۔ البتہ اگری پینہ کی موت کے بعد اسے پھر ملکی معاملات میں حصہ لینے کا موقع ملا اور ۶۳ء میں وہ افریقہ کا صوبہ دار مقرر ہوگیا۔ یہاں کے نظم ونسق کی خدمت اس نے دیانت داری سے انجام دی۔ جب نرو یونان گیا تو وہ بھی اس کے ہمرکاب تھا اور وہیں بادشاہ نے ارض یہود میں ایک تازہ اور خوفناک بغاوت فرو کرنے کی غرض سے وس پاژیان کو اس صوبے کی حکومت عطا کی (۶۶ء) وہ اپنا کار مفوضہ استقلال اور تدریجی کامیابی کیساتھ انجام دے رہا تھا کہ نرو کے مرنے کی خبر پہنچی اور اس نے میدان جنگ سے فوج ہٹا کر لڑائی بند کر دی۔ یہ کام وس پاژیان نے کسی خاص خودغرضی یا پیش بینی کی بنا پر نہیں کیا تھا بلکہ درحقیقت اس کا عہدہ نرو کا عطا کردہ تھا اور اصولاً اس امپراطور کی موت کے ساتھ ہی جس نے یہ اختیارات دئے تھے، وس پاژیان کے جنگی اختیارات ختم ہو گئے۔ چنانچہ جب تک نئے امپراطور نے اس کے اختیارات کی تجدید نہ کی اسے قانونی طور پر سپہ سالاری کرنے کا کوئی حق باقی نہ رہا۔

(۱۴) پہلی جولائی کے دن وس پاژیان کے "امپراطور" ہونے کا اعلان سب سے پہلے مصر کے شاہی عامل تی جولیوس الکزاندر نے شہر سکندریہ میں کیا اور اسی تاریخ سے وس پاژیان نے اپنے پہلے سنہ جلوس کا آغاز کیا۔ چند ہی روز بعد یہودیہ کے جیوش نے بھی جوش وخروش کے ساتھ سیزار یہ میں سکندریہ والوں کی تقلید کی۔ اور انتیوک (انطاکیہ) میں اہل عسکر و شہر سب سے اطاعت کا عہد موکیانوس نے لیا جس نے بہت شوق سے "بادشاہ گری" کی خدمت اپنے ذمے لے لی تھی۔ اوتھو کا ایک خط جو غالباً جعلی تھا لوگوں میں پیش کیا گیا جس میں اہل مشرق سے اس کی موت کا انتقام لینے کی استدعا تھی۔ اور موکیانوس نے یہ کہہ کر بھی سپاہیوں کو جوش دلایا کہ وی تلیوس تمھیں شام کے راحت بخش مقامات سے واپس بلانا اور یہاں

غالیہ اور جرمانیہ کے جیوش کو متعیّن کرنا چاہتا ہے۔

سپاہیوں کے انتخاب کی سوفین کے رئیس سوہموس کوماجین کے فرماں روا ان تیوکوس اور بطانیہ وغیرہ اضلاع کے حاکم اگریپا ثانی، غرض اکثر باج گزار رئیسوں نے تائید کی۔ پارتھیہ کے پادشاہ سے خط کتابت کی گئی تاکہ مشرقی جیوش کے مغرب چلے جانے کی صورت میں ان ملکوں کی حفاظت و صیانت میں کوئی خلل نہ پیدا ہو۔ بادشاہ موصوف نے اس اقرار کے علاوہ خود اپنے سوار وس پاثریاں کی امداد کے واسطے بھیجنے پر اظہار آمادگی کیا لیکن رومیوں نے اس امداد کو لینے سے انکار کر دیا۔ پھر بری توس میں جنگ کی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی اور موکیانوس و وس پاثریان نے وی تیلیوس پر فوج کشی کرنے کا نقشہ مرتب کیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ مغرب کی مہم موکیانوس لے کر روانہ ہو اور خود وس پاثریان ملک مصر پر قبضہ کرے اور چونکہ رومہ کو غلّے کی رسد رسانی زیادہ تر مصر سے ہوتی تھی پس اطالیہ کے خلاف جنگ ہونے کی صورت میں مصر پر قبضہ ہو جانا بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ یہودیہ میں وس پاثریان کی بجائے اس کے بیٹے تی توس کو مقرر کر دیا گیا۔

(۱۵) موکیانوس اکپادوسیہ اور فریجیہ کے راستے سے مغرب روانہ ہوا۔ اس کی فوج کچھ بہت بڑی نہ تھی اس میں بیس پچیس ہزار آدمی سے زیادہ نہ ہوں گے۔ لیکن اسے بھروسہ تھا کہ الی ریکم کے صوبوں کی فوجیں جو اوتھو کی موت کا بدلہ لینے کے لئے بیتاب تھیں، اس سے مل جائیں گی۔ چنانچہ ان کا مشرقی جیوش سے ہم آہنگ ہونا ان سکوں سے بھی ظاہر کر دیا گیا جو اسی زمانے میں "Consensus Exercituum" (= "عسکر یک رائے") کے الفاظ کے ساتھ ضرب ہوئے۔ صوبہ میزیہ میں، سوم "گالیکا" ہشتم "اوگستا" اور ہفتم "کلودیانا" تین جیش متعیّن تھے۔ ان میں سے جیش سوم اصل میں شام میں تھا اور نرو نے اس کا میزیہ تبادلہ کر دیا تھا لہذا موکیانوس کو اعتماد تھا کہ وہ اس سے مل جائے گا۔ اور یہ قیاس درست ثابت ہوا۔ پھر باقی دو جیشوں نے بھی اسی کی پیروی کی۔ پانونیہ کا جیش سیزدہم "جمینا" اور ہفتم "گالبیانہ" بڑے اشتیاق کے ساتھ وس پاثریان کے طرفدار ہو گئے۔ کیونکہ بت ریاکم کی لڑائی میں ان کے بعض دستوں نے بھی شکست کھائی تھی اور ان کے دل میں اس شکست اور بعد میں وی تیلیوس کی بدسلوکی سے بغض پیدا

ہو گیا تھا۔ یعنی جیش سیز دہم کو اس کے سرمائی مقام پٹوویو کو واپس بھیجنے سے پہلے کیسنا اور والنس نے ایک دنگل تعمیر کرنے کے کام میں لگا دیا تھا۔ ان کے علاوہ "ان ٹونیوس پریموس نے جو تلوسہ کا باشندہ اور رگالیا کے ہسپانوی جیش کا سالار تھا بڑی سرگرمی سے وس پاژیان کا ساتھ دیا اور دلماشیہ کی فوج (جیش نہم "کلودیانا") نے بھی انھی کی تقلید کی اگرچہ اس میں اتنی گرم جوشی نہ تھی۔ جیش چہاردہم خالیہ سے برطانیہ واپس بھیج دیا گیا تھا وس پاژیان کے قاصدوں نے اسے بھی توڑ کر اپنی طرف ملا لیا۔

والنس کے سفر غالیہ کی طرح موکیانوس کا یہ کوچ بھی آہستہ آہستہ طے ہوا[1] طے مسافت کے ساتھ وہ اس اصول پر کہ "خانہ جنگی کی جان ہی روپیہ ہے"۔ روپیہ بھی وصول کرتا جاتا تھا۔ وہ اپنے مقصد کی دشواریوں سے خوب آگاہ اور جرمانیہ جیوش کی بہادری کا دل سے قائل تھا۔ اس کی خواہش یہ تھی کہ اگر ہو سکے تو کشت و خون کی نوبت نہ آئے اور اطالیہ صرف ناکہ بندی کے زور سے مسخر ہو جائے۔ اس بات کی امید تھی کہ مصر سے غلے کی رسد رسائی روک دی گئی تو دارالسلطنت میں انقلاب کا ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ لیکن الی ریکم کے جوش نے پریموس کے اثر میں آکے موکیانوس کے مشرقی جیوش کے آنے کا بھی انتظار نہ کیا اور معاملات کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پٹوویو میں جو جنگی مجلس منعقد ہوی اس میں پریموس نے زور دیا کہ اسی حالت میں کہ اطالیہ والوں کی تیاریاں مکمل نہیں ہوئی ہیں ان پر اچانک حملہ کر دینا قرین مصلحت ہو گا۔ اور پانونیہ کے صوبہ دار تامپیوس فلاویانوس کی مخالفت اور موکیانوس کے خطوط کے باوجود یہی رائے مان لی گئی۔ اصل میں سپاہیوں کو شبہہ ہو گیا تھا کہ فلاویانوس درپردہ وی تلیوس کا ہوا خواہ ہے لہٰذا اس کی رائے کی کوئی وقعت نہ رہی تھی۔ غرض میزیہ کے صوبہ دار ساتورنی نوس کو پیام بھیجا گیا کہ بہ عجلت اپنی فوج لے کر پہنچ جائے قبائل جازی جیس سے جو ڈین یوب اور تھیس کے درمیان آباد تھے یہ قول قرار ہو گئے کہ رومی جیوش کی عدم موجودگی میں ڈین یوب کی حفاظت کا کام وہ انجام دیں گے۔

---

[1] دیکھو تاسی تس۔ باب دوم صفحہ ۸۴۔ اصل لاطینی الفاظ یہ ہیں:۔
"Belli civilis nervos"

اور سوآبی قوم کے دور ئیس سید وا در اطالی کوس اطالیہ پر فوج کشی کرنے والی فوج سے آملے۔ اضلاع ریتیہ کا عامل وی تلیوس کا وفادار تھا لہٰذا اس کی روک تھام کے لئے رودِ انوس (= اِنّ) پر جو ریتیہ اور نوری کم کی حدِ فاصل تھی، ایک حصۂ فوج مقرر کر دیا گیا۔

(۱۶)، جمعیت اصلیہ کا مقدمۃ الجیش بن کے پریموس کچھ سوار و پیادہ فوج کے ساتھ آگے روانہ ہوا۔ اس نے اِکْ وی لیہ اور جولیانی الپس کے دروں پر قبضہ کر لیا لیکن یہیں اطالیہ کی سرحد پر ٹھہرے رہنے کی بجائے، جیسا کہ موکیانوس کی خواہش تھی، وہ اوپی ترجیم اور التی نم پر بڑھ گیا اور ان شہروں میں اس کا خوشی سے خیر مقدم کیا گیا۔ پتاویم نے اس کا ساتھ دینے کا اعلان کیا اور اسی طرح اَتستہ (= استہ) والوں نے جہاں اسے معلوم ہوا کہ کچھ وی تلیوسی دستے فورم الینی میں مقیم ہیں (عجب نہیں کہ یہ اس زمانے کا قریہ لگ ناگو (لیب اَڈیچ ہو) انھیں اس نے اچانک جا دبایا اور اس طرح جنگ کا آغاز "فلاویوسیوں" کے حق میں ساز گار و نیک فال ثابت ہوا۔ واضح رہے کہ فلاویوس وسپا سیان کا گروہ "فلاویسیون" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

اس چھوٹی سی فتح کی خبر ملتے ہی پانونیہ کے دونوں جلیش تیزی سے بڑھکر پتاویم پہنچ گئے اور یہ فیصلہ کیا کہ آیندہ جنگی کارروائیوں کے لئے اپنا مرکز ورونا کو بنایا جائے چنانچہ اس شہر کو محاصرہ کر لینے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سوم اور ہشتم جلیش بھی میزیہ سے جلد آپہنچے۔ سپاہیوں نے ورونا کے باہر ہی پانونیہ کے صوبہ دار فلاویانوس اور میزیہ کے صوبہ دار اپونیوس پر، جنکی نسبت نفاق و غدر کا شبہ تھا، یورش کی اور وہ مشکل سے جان بچا کے بھاگے۔ ان کی فراری کے بعد جنگ کا انتظام تمام و کمال پریموس کے ہاتھ میں آگیا۔

ادھر وی تلیوس کی حالت یہ تھی کہ ان فوجوں کے مقابلے کا جو بادشاہی چھیننے کے لئے چڑھی چلی آتی تھیں، اس کے پاس پورا ساز و سامان نہ تھا۔ فوج خاصہ میں باقاعدہ جیوش کے سپاہی بھرتی کرنا، بہ نظر حالات بڑی غلط کارروائی ثابت ہوئی کیونکہ فوج خاصہ کی اس نئی ترتیب و تنظیم کی وجہ سے خود جیوش کے پرانے سپاہی کم ہو گئے اور ان کی جگہ جو نئے کارآموز بھرتی کئے گئے ان میں اور پرانے سپاہیوں میں کوئی اتحا

دو رابطہ نہ تھا۔ مزید براں ان جرمانی جیوش کے اطالوی چھاؤنیوں میں رہنے سے فوجی ضبط میں بھی فرق آگیا تھا۔ میزنم کے بیڑے والوں کو وی تلیوس نے بڑی فوج میں بھرتی کرکے ایک نیا جیش تو مرتب کر لیا لیکن صوبوں سے جس کمک کی امید تھی وہ نہ ملی اور جرمانیہ برطانیہ اور ہسپانیہ کے صوبہ داروں نے تاخیر کے حیلے کر دیئے۔ فقط افریقہ جہاں وی تلیوس اپنی صوبہ داری کے زمانے میں ہر دلعزیز ہو گیا تھا، ایسا صوبہ تھا جس نے کچھ مستعدی دکھائی۔ الغرض جب دشمن کے بڑھنے کی اطلاع ملی تو والنس بوجہ علالت روما میں رک گیا اور شمالی اطالیہ کے دفاع کا کام کسینا کے سپرد ہوا۔ مگر اس فوج کی جسے کسینا الی ریکم والوں کے مقابلے کو لے کر چلا، اب شان و صورت وہ نہ رہی تھی جو چند روز پہلے اس وقت تھی جب کہ اس فوج نے وہی کام کرنے کے لئے الپس کو عبور کیا تھا جسے انجام دینے کے لئے اب الی ریکم والے خود اس کے حریف بن کر میدان میں آ رہے تھے۔ جرمانی فوجوں میں وہ پہلا سا جوش و خروش اور قوت نہ رہی تھی۔ آب و ہوا نے انھیں کمزور کر دیا تھا۔ ان کے اسلحہ خراب حالت میں اور ان کے گھوڑے سست ہو گئے تھے۔ پچھلی کامیابی کی خوشی اور عیش نے خود کسینا کی قوت و مستعدی کم کر دی تھی اور عجب نہیں کہ وس پاثریان کے بڑے بھائی فلاوی نوس سابی نوس (کوتوال شہر) کے اثر سے کسینا روما سے چلنے سے بھی پہلے دشمن سے مل جانے کی سوچ رہا ہو۔

(۱۷) کسینا کا منصوبہ یہ تھا کہ اتھیسیس ندی کو دفاعی خط بنائے۔ اسی غرض سے سواروں کو پیش از پیش بھیج دیا گیا تھا کہ کرمونہ پر قابض ہو جائیں جسکو پہلی جنگ کی طرح اس جنگ میں بھی خاص اہمیت حاصل ہوئی[1]۔ رسالے کے پیچھے جیش پنجم "الاودہ" اور بست و دوم "پری می جینیا" نیز چار اور جیشوں کے دستے تھے اور سب کے بعد بست و یکم "راپاکس" اور اول "اطالیکا" نیز برطانیہ کے جیوش کے وہ دستے کوچ کر رہے تھے جنھیں اوتھو سے جنگ کے وقت برطانیہ سے وی تلیوس کی

---

[1] دیکھو حاشیہ ۱ صفحہ (۴۴۸)

مدد کے لئے بھیجا گیا تھا۔ یہ دونوں موخر الذکر جیش کرمونہ بھیجے گئے اور باقی فوجیں بالائی پادوس کے کنارے کے گاؤں ہوس تیلیا تک آئیں جو آج تک اوس تیج کیا کے نام سے آباد ہے۔ خود کیسینا بٹرے کے سردار لوسی لیوس باسوس سے مل کر کام کرنیکی غرض سے راؤنا چلا آیا۔ مگر یہ باسوس دغابازی سے وی تلیوس کا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ اور وی تلیوس سے اس کی ناراضی کا سبب یہ تھا کہ اسے فوج خاصہ کی نظامت کیوں نہ دیگئی غرض تھوڑے ہی دن بعد معلوم ہوگیا کہ بیڑا دشمن سے جا ملا۔ اور یہ پہلا صدمہ تھا جو وی تلیوس کے حامیوں کو پہنچا۔ کیسینا کی فوج ہوس تیلیا اور ترتاروس ندی کی دلدلوں کے درمیان (جو پادوس و اتھنیس کے بیچ کے علاقے سے گزر کر بحر اڈریاتک میں جا گری ہے) خیمہ زن ہوی اور یہ بہت اچھا مقام تھا کہ پشت پر تو ترتاروس ندی تھی اور ایک جانب دلدلیں واقع تھیں کہ خیمہ گاہ پر جناحی حملہ نہ ہو سکتا تھا۔ کیسینا اگر سچا خیر خواہ ہوتا تو اس سے قبل کہ میزیہ کی فوجیں آئیں، وہ پانونیہ کے دو جیشوں کا قلع قمع کر سکتا تھا۔ مگر وہ مختلف حیلے حوالوں سے دیر لگاتا رہا۔ یہاں تک کہ دشمن کے پانچوں جیشوں کو ورونہ میں جمع ہونے کی مہلت مل گئی اور اس وقت کیسینا نے اپنے سپاہیوں کو اُلٹا وس پائریان سے مل جانے پر ابھارنا شروع کیا۔ ان کوششوں میں اسے کامیابی نہ ہوئی بلکہ جب اُس نے اور چند سرداروں نے جو اس کے بہکانے میں آگئے تھے وی تلیوس کی مورتوں کو زمین پر پھینکدیا۔ تو سپاہی بگڑ گئے اور انھوں نے پھر مورتیں نصب کر دیں اور خود کیسینا کی مشکیں باندھ لیں۔ اس کی بجائے انھوں نے پانچویں جیش کے سالار فابیوس فابولوس اور کوتوال لشکر کاسیوس لونگوس کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا اور پلٹ کر پہلے ہوس تیلیا آئے اور وہاں سے اپنے دوسرے جیوش کے ساتھ مل جانے کے واسطے کرمونہ روانہ ہوے۔

یہاں جو کچھ گزرا تھا، جب اس کی پریموس کو اطلاع ہوی تو اس نے سمجھ لیا کہ جنگ کا یہی موقع بہت اچھا ہے۔ کیسینا کی بے وفائی سے وی تلیوسیوں کے سارے پہلے منصوبے بیکار ہو گئے تھے اور جب تک والنس رومہ سے نہ آئے فوج کا کوئی مقتدر سردار نہ تھا۔ پس پریموس والنس کے پہنچنے سے پہلے اپنی فوج کو بہ عجلت دو دن میں ورونہ سے بت ریاکم لے آیا کہ ہوس تیلیا سے کرمونہ جانے والی فوجوں کا راستہ روک لے۔ بت ریاکم میں پڑاؤ ڈال کے وہ کچھ سوار اور کچھ کومکی فوج کے

پیادے لے کر خود کرمونہ کی طرف بڑھا اور وی تلیوسیوں کی ایک جمعیت کو لڑ کر شکست دی
اور جب وی تلیوسیوں کے دونوں جیش جو کرمونہ میں آئے ہوئے تھے، میدان میں
نکلے تو انھیں بھی پریموس نے بت ریاکم سے فوجیں طلب کرکے پسپا کر دیا۔ اس آویزش
میں پریموس نے ایک عمدہ سپہ سالار اور بہادر سپاہی کے تمام فرایض بخوبی ادا کئے۔ شام
ہوتے اس کی پوری فوج میدان میں پہنچ گئی اور سپاہیوں نے اسی دم کرمونہ پر یورش
کرکے اسے فتح کرنے کا شوق ظاہر کیا۔ انھیں اس قصد سے باز رکھنے میں پریموس کی کچھ
پیش نہ جاتی جس نے ایسے اقدام کو احمقانہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اتنے میں یہ
اطلاع ملی کہ ہوستیلیا کے باقی چھ جیش بھی کرمونہ پہنچ گئے ہیں۔ یہ پادوس کو عبور کرکے
اس کے دائیں کنارے پر آ گئے تھے اور پارما کے راستے کرمونہ پہنچے تھے۔ اس میں اگرچہ
انھیں ایک دن میں تیس میل کا سفر طے کرنا پڑا لیکن شکست کی خبر سے ان میں اس قدر
جوش پیدا ہوا کہ وہ اسی رات کو فلاویوسیوں پر حملہ کرنے کے لئے دوڑ پڑے۔ اسی طرح
اسی مقام پر جہاں تلوار نے پہلے اوتھو اور وی تلیوس کا جھگڑا چکایا تھا، اب وی تلیوس
اور وس پاڑیان کی قسمت کا فیصلہ ٹھہرا۔ پریموس نے جنگ کے لئے اس طریق پر
صف آرائی کی کہ تیرھویں جیش کو قلب لشکر بنا کر سڑک پوستومیہ پر قائم کیا اور اس کے
بائیں طرف کھلے میدان میں ہفتم "گالبیانا" اور اس کے آگے ہفتم "کلودیانا" کے سپاہی
پھیلا دئے۔ اسی طرح دائیں جانب جیش ہشتم و سوم استادہ کئے جن میں سے آخری گھنی
جھاڑیوں کی آڑ میں تھا۔ اسی جیش سوم کے قریب فوج خاصہ کے وہ سپاہی تھے جنھیں
وی تلیوس نے برطرف کیا اور وہ وس پاڑیان کی طرف آملے تھے۔ فوج کے بازوؤں میں اور
پیچھے سواروں کی باڑ لگائی تھی اور سوابی فوج کو کمکی کو صفوں کے سامنے رکھا تھا، رات کو
نو بجے کے قریب وی تلیوس سپاہ آ پہنچی اور بے ترتیبی کے ساتھ مقابلے میں صف آرا
ہوئی۔ یوں بھی یہ سپاہی اتنی لمبی مسافت اور سردی اور بھوک کی تکلیف سے بہت خستہ
ہو رہے تھے، بایں ہمہ انھوں نے حریف کو بری طرح دبایا اور یہ خونریز لڑائی تمام رات
اسی دگرگوں حالت میں ہوتی رہی کہ دیکھئے فتح کس کے نصیب میں آتی ہے۔ سب سے زیادہ
بار ادو جیش ہفتم "گالبیانا" پر پڑا مگر پریموس نے فوج خاصہ کی مدد بھیج کر اسے تھامے
رکھا۔ وی تلیوس والوں کی سنگ انداز کلوں اور منجنیقوں نے جنھیں انھوں نے

راستے پر نصب کر دیا تھا، فلاویوسیوں کی صفوں میں تہلکہ ڈال دیا تھا تا آنکہ وہ جانباز سپاہیوں نے وہ جھولے جن سے پتھر اور گلولے پھینکے جاتے تھے کاٹ دئے اور اسی میں اپنی جان نثار کی۔ فتح کا پلڑا فلاویوسیوں کی طرف جھک چلا تھا کہ انکی تائید غیبی کا ایک اور ساماں یہ ہوگیا کہ چاند ان کی پشت سے طلوع ہوا اور ان کے حریفوں کو نشانہ لگانا زیادہ دشوار ہوگیا۔ پریموس نے اپنی بگڑی ہوی صفیں درست کرلیں اور لڑکھڑاتے ہوے قدم پھر جم گئے۔ تیسرا جیش پہلے ملک شام میں رہا تھا، اس کے سپاہیوں نے طلوع آفتاب کے وقت سورج کی سلامی اتاری اور اس واقعے سے یہ خبر سارے لشکر میں مشہور ہوگئی کہ موکیانوس مشرقی افواج کو لے کر آپہنچا۔ فلاویوسیوں کی اس افواہ نے کمر ہمت مضبوط کر دی اور ان کے حریفوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بے حواسی کیساتھ شہر (کرمونہ) کی طرف بھاگ نکلے!

(۱۸) پریموس فتحمند سپاہیوں کو، جو لوٹ مار کے شوق میں بیقرار ہو رہے تھے، لئے ہوے کرمونہ پر بڑھے چلا گیا۔ پہلی جنگ کے موقع پر جو اوتھو کے ساتھ ہوئی تھی، وی تلیوس کے جرار سپاہیوں نے کرمونہ کی شہر پناہ کے گرد چھاونی بنا کر اسے ایک احاطے کی دیوار سے محفوظ کر لیا تھا۔ اسی لئے اس لشکرگاہ کو لینے میں فلاویوسیوں کو بہت زحمت پیش آئی لیکن جب وہ یورش کر کے لشکرگاہ میں گھس گئے تو اہل شہر نے اطاعت قبول کر لی۔ مگر ائی ریکم کے سپاہیوں کو اس شہر سے جس میں وی تلیوسیوں کا دو مرتبہ پڑاؤ ہوا سخت بغض ہوگیا تھا اور اس دولتمند نوآبادی کو لوٹنے کے شوق میں بھی بیتاب ہو رہے تھے۔ انھوں نے قبول اطاعت کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ پریموس تازہ دم ہونیکی غرض سے غسل کرنے چلا گیا تھا اور جب اس نے نوکر سے اظہار ناخوشی کیا کہ پانی اچھی طرح گرم نہیں ہوا تو اس نے جواب دیا کہ "تھوڑی دیر میں اور گرم ہوا جاتا ہے" چند آدمیوں نے ان الفاظ کو سن کر یہ معنی نکال لے کہ گویا سپہ سالار کی طرف سے شہر کو آگ لگانے کی اجازت ہے چنانچہ چالیس ہزار مسلح سپاہی بھیڑ و بنگاہ کے پورے لشکر کے ساتھ شہر میں گھس پڑے اور شہر والوں کو وہ تمام خوفناک ظلم سہنے پڑے جو بے قابو سپاہی بے دست و پا مفتوحین پر توڑا کرتے ہیں۔" بدنصیب کرمونہ میں چار دن تک آگ کے شعلے

بھڑکتے رہے اور دلدلوں کی دیوی مفی تیس کے مندر کے سوا، شہر کی کوئی عمارت سلامت نہ رہی۔

اگر وی تلیوس کا سپہ سالار والنس بہ تعجیل شمال کی طرف کوچ کرے تو اسکا بروقت کرمونہ پہنچ جانا اور شاید آیندہ کی تاریخ کو بالکل بدل دینا ممکن تھا۔ لیکن اسکی نقل و حرکت سست تھی۔ اس نے فوج خاصہ کے تین دستے تو کرمونہ بھیجدئے لیکن خود اری می نم سے ات روریہ کے علاقے میں چلا آیا اور جب وہاں کرمونہ کی ہزیمت کا حال معلوم ہوا تو پھر جہاز میں بیٹھکر غالیہ روانہ ہوگیا کہ شمالی صوبوں کو وی تلیوس کی طرفداری میں ابھار کر اس شکست کی تلافی کا سامان کرے۔ گرناربون سیس کے عامل والریوس پی نوس نے جو اپنے دوست وس پاژیان کا طرفدار ہوگیا تھا کسی نہ کسی طرح والنس کو گرفتار کرلیا۔ اور اس کے بعد ہسپانیہ، غالیہ، اور برطانیہ کے صوبوں کی رومی افواج نے بھی وس پاژیان کے ساتھ ہونے کا اعلان کردیا۔ ادھر فلاویوسیوں نے امبریہ پر قبضہ کرلیا تھا اور فوج خاصہ کے دستوں کی اری می نم میں سمندر اور خشکی دونوں طرف سے ناکہ بندی کر رہے تھے۔ کوہستان اپنائن جزیرہ نمی میں حد فاصل بن گیا تھا کہ اس کے شمال میں تو اطالیہ پر وس پاژیان والوں کا قبضہ تھا اور جنوب میں وی تلیوس کی جنگ کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا تھا کیونکہ فوج خاصہ جسے وی تلیوس نے انھی دنوں جرمن افواج کے چیدہ جوانوں سے مرتب کیا تھا، اس وقت تک میدان میں نہیں اتری تھی اور حملہ آوروں کو اس سے نبٹنا باقی تھا۔ اور اپنائن کے پہاڑ وی تلیوس کے حق میں نہایت مضبوط قدرتی حصار بنے ہوئے تھے۔ پریموس نے اپنی فوج کا بڑا حصہ تو ورونا میں چھوڑا اور صرف دلماشیہ کے گیارھویں جیش کے ساتھ دیگر جیوش کے کچھ منتخب سپاہی اور کوکی افواج کے چند دستے لے کر فانم فورتونہ پر بڑھا۔ اس جگہ پر جو اب فانو کہلاتی ہے اور انکونا اور اری می نم کے درمیان واقع ہے، فلامی نی سڑک ساحل اڈریاٹک تک پہنچی ہے۔ یہاں پہنچ کر پریموس ٹھہر گیا اور انتظار کرنے لگا کہ وی تلیوس کے سپاہی خود اپنے بادشاہ کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

(۱۹) اس عرصے میں، خود وی تلیوس عیش اور رنگ رلیوں میں اپنی پریشانیاں دفع کرتا رہا تھا۔ اوّل اوّل اسے کرمونہ کی شکست کی خبروں کا مشکل سے

یقین آیا۔ لیکن آخر کار جب وہ خواب خرگوش سے بیدار ہوا تو اُس نے چودہ اعشاریہ جیش موانیا (= بوانا) روانہ کیئے کہ اپناٹن کے دروں کی مدافعت کریں۔ یہ مقام فلامی نی سڑک پر فلجی نیم کے قریب واقع ہے۔ می زنم کے بیڑے والوں سے جو نیا جیش وی تلیوس نے مرتب کیا تھا وہ بھی انھی کے ہمراہ روانہ کیا گیا فوج خاصہ کے باقی دستے بادشاہ کے بھائی موسیوس کے ماتحت شہر کی حفاظت کے لیئے رہنے دیے گئے۔ خود وی تلیوس موانیا کے پڑاو پر آیا تھا لیکن یہ سُن کر کہ می زنم کا بیڑا ابھی دشمن سے جا ملا ہے، وہ واپس روما آگیا۔ اس کے بعد دوسری ضرب یہ لگی کہ کمپانیہ کا علاقہ بھی وی تلیوس سے برگشتہ ہوگیا اور سامنیت، مارسی اور پلیگنی قوموں نے بھی اسی کی تقلید کی۔ وی تلیوس نے اپنی فوجوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا یعنی کچھ دستے توفلاویسیوں کی پیش قدمی روکنے کیلئے نارنیا میں متعین کیئے اور ایک حصہ فوج کمپانیہ میں بغاوت فرو کرنیکی غرض سے روانہ ہوا۔ شدید برفباری کی وجہ سے پریموس کو اپناٹن کے عبور کرنے میں بہت دقت پیش آئی گر جس طرح ہوا اُس نے ان پہاڑوں کو طے کر لیا اور نارنیا کے شمال میں کارسولہ کے مقام پر اس نے پڑاو ڈالدیا۔ اسکی فوجیں بھی جنھیں پیچھے چھوڑ آیا تھا اسی مقام پر اُس سے آملیں۔ وی تلیوس کے سپاہیوں میں اب لڑائی کا بہت کم جوش رہگیا تھا اور جب فابیوس والنس کا، جسے وہ سمجھتے تھے کہ جرمانیہ میں نئی فوج فراہم کر رہا ہے، سر انھیں دکھایا گیا تو پھر انھوں نے بلا تاخیر فریق فاتح کی اطاعت قبول کر لی اور پریموس ان کے ساتھ رحم و کرم سے پیش آیا۔ (دسمبر)۔

اب پریموس نے وی تلیوس کے ساتھ صلح کی گفتگو شروع کی اور وعدہ کیا کہ اگر وہ اطاعت قبول کرلے تو اسے اہل و عیال سمیت کمپانیہ میں صحیح سالم جانے اور گوشہ نشین ہونے کی اجازت دے دیجائے گی۔ سپہ سالار موکیانوس نے بھی اسی قسم کی شرطیں لکھیں اور وی تلیوس بے تامل اسے ماننے پر آمادہ ہوگیا۔ "وہ اس درجہ مخبوط ہوگیا تھا کہ اگر دوسروں کو یہ بات یاد نہ ہوتی تو خود بالکل بھول گیا تھا کہ وہ کبھی صدر رہا تھا" انتقال سلطنت کی رسم اپولو کے مندر میں ادا ہوئی۔ وی تلیوس سیہ لباس پہنے اہل و عیال کے جھرمٹ میں شاہی محل سے نکلا اور بڑے چوک میں پہنچ کر اس نے اپنا خنجر کسی لیوس قنصل کو پیش کیا۔ مگر اُس نے لینے سے انکار کر دیا اور وہ اتحاد کے مندر کی طرف واپس ہوا کہ شاہی مراتب اس میں محفوظ کر دے لیکن فوج خاصہ

کے کچھ سپاہیوں نے اسے باز رکھا اور زبردستی محل میں واپس بھیج دیا (۷ دسمبر) اس کے یہ طرفدار نہ چاہتے تھے کہ شرائط صلح پر عمل درآمد ہو اور ادھر اعیان و اشراف، شہری فوج کے جوان اور چوکیداروں کے دستے وس پاژیان کے بھائی سابی نوس کے مکان پر جمع ہو رہے تھے جس نے بیچ میں پڑ کر صلح کی شرطیں طے کرائی تھیں۔ ان لوگوں نے اصرار کیا کہ سابی نوس کا اپنے بھائی کی طرف سے شاہی محل پر قابض ہو جانا قرین مصلحت ہو گا لیکن جب وہ سابی نوس کو محل کی طرف لے کر چلے تو راستے میں دی تیلیوس کے ہوا خواہوں نے ایک مقام پر جسے "فن دانیوس کا جوہڑ" کہتے تھے حملہ کیا اور سابی نوس اور اس کے کچھ ساتھی بھاگ کر کاپی تول کی پہاڑی پر چڑھ گئے اور جوپیتر کے مندر[1] میں گھس کر اس کے پھاٹک بند کر لئے۔ دی تیلیوسیوں نے مندر کے راستوں پر پہرہ لگا دیا تھا مگر بارش کا شدید طوفان آگیا اور اسی میں سابی نوس کو اپنے دوستوں سے پیام سلام کرنے اور اپنے اہل و عیال نیز بھتیجے دومیشیان خلف وس پاژیان کو مندر میں بلا لینے کا موقع مل گیا۔ دوسری صبح دی تیلیوسیوں نے کاپی تول پر حملہ بول دیا۔ وہ چوک کی طرف سے دوڑ کر کلی وَدس تک چڑھ آئے۔ اور جب پناہ گزینوں نے ڈیوڑھی کے اوپر آ کر (جس کا زحل کے مندر سے کاپی تول میں پہنچنے کا راستہ تھا) بڑے بڑے پتھر اور کھپریل برسائے تو حملہ آوروں نے ڈیوڑھی میں آگ لگا دی اور اگر سابی نوس مورتیں اور سامان آرائش توڑ توڑ کر راستہ نہ روک دیتا تو وہ جلے ہوئے پھاٹک سے مندر کے صحن میں داخل ہو جاتے۔ جب اس طرف سے زور نہ چلا تو دی تیلیوسیوں نے دوسرے راستوں سے چڑھنے کی کوشش کی۔ ان میں سے ایک راستہ پہاڑی کے بازو پر سے آیا تھا اور دوسرا خاص "تارپیانی چٹان" کے قریب نکلتا تھا اور اسے "صد زینہ" کہتے تھے انھی سے خاص کر پہلی چڑھائی سے وہ مکانوں کی چھتوں چھتوں آگ لگاتے ہوئے زبردستی اوپر پہنچ گئے اور آخر کار پہاڑی کی چوٹی پر آگ بھڑک اٹھی اور جوپیتر کا عالی شان مندر جل کر خاک ہو گیا۔ دومی شیان بچ کر نکل گیا اور ایک دربان کی جھونپڑی میں چھپ رہا۔ لیکن سابی نوس پکڑا گیا اور اسے شاہی محل میں کھینچ لائے۔ دی تیلیوس نے اسے بچانے کی

---

[1] کاپی تول کی مقامی کیفیت کے لئے ملاحظہ ہو اس کا گزشتہ بیان، باب دہم زیر عنوان ۵

بہت کوشش کی لیکن اس کے ہوا خواہ سابی نوس کو قتل کئے بغیر نہ رہے۔ اور شاہی زندان کے باہر جمونی سیڑھیوں تک مقتول کا دھڑ گھسیٹتے ہوئے لائے۔ (۱۹ ردسمبر) اس کے تھوڑے ہی دیر بعد پریموس کا فرستادہ کریالیس ایک ہزار سواروں کیساتھ آیا اور چاہا کہ جبراً شہر میں گھس جائے لیکن وی تلیوسی فریق پہلے سے تیار تھا اور اس نے کریالیس کو پسپا کر دیا۔

خود پریموس اب زیادہ دُور نہ تھا بلکہ ساک روبرا تک پہنچ چکا تھا جہاں اسے کاپی تول کے جلنے اور کریالیس کے پسپا ہونے کی خبر ملی۔ سابی نوس کے قتل نے صلح کی گفتگو کا کوئی امکان باقی نہ چھوڑا تھا اور مقدس آتشکدے کی مُریلوں کا ایک وفد پریموس کے پاس منت سماجت کرنے آیا کہ مصالحت کی باہم گفتگو کی جائے تو اُن کی درخواست بھی رد کر دی گئی۔ پھر فلاویوسیوس نے تین حصوں میں دارالسلطنت روما پر حملہ کیا۔ یعنی ایک گروہ تو کولین دروازے کی طرف سے بڑھا دوسرا تیبر کے کنارے کنارے کھیتوں کے راستے روانہ ہوا اور تیسرے حصۂ فوج نے ان دونوں کے درمیان فلامی نی سڑک کے راستے پیش قدمی کی۔ وی تلیوسیوں نے غلاموں اور بازاریوں کو لڑائی کیلئے مسلح کیا تھا مگر جب یہ گروہ مقابلے کو نکلا تو اسے سخت نقصان اُٹھا کے پسپا ہونا پڑا اور غالب و مغلوب دونوں فریق ایک ساتھ شہر کے اندر داخل ہوے اور کوچہ و بازار میں از سرِ نو شمشیر زنی ہونے لگی۔ فلاویوسیوں نے یورش کر کے فوج خاصہ کی چھاؤنی پر قبضہ کر لیا اور بیان کرتے ہیں کہ سارے شہر کی تسخیر میں پچاس ہزار آدمی مارے گئے۔

وی تلیوس نے بھاگنا چاہا تھا کہ ہو سکے تو اپنے بھائی لوسیوس کے پاس نکل جائے جو تاراکینہ پر قبضہ کئے ہوئے تھا لیکن لوگوں نے اسے پا لیا اور جائے پناہ سے گھسیٹتے ہوے باہر لے آئے پھر تمسخر و استہزا کے ساتھ سپاہیوں نے اس کا جمونی سیڑھیوں پر خیر مقدم کیا اور نہایت ذلت سے اس کا کام تمام کر دیا۔ سپاہیوں سے اس کے آخری الفاظ یہ تھے کہ "آخر، میں تمہارا امپراطور تو تھا ہی!" اور شاید عمر بھر میں اُس نے یہی فقرہ ایسا کہا جو قلمبند کرنے کے قابل ہے۔ غرض جرمانی جیوش کے سب سے پہلے ساختہ پرداختہ بادشاہ کا یہ حشر ہوا۔ اس کے بھائی لوسیوس نے بھی تھوڑے دن میں ہتیار رکھدئے اور اسے موت کی سزا دی گئی۔

(۲۰) سال بھر کے اندر اندر ایک مرتبہ اور شہر روما پر فتحمند فوج کا قبضہ ہوا اور شہر والے لوٹ کے بھوکے سپاہیوں کا جنھیں ان کے سردار پریموس نے قابو میں نہیں رکھا، شکار ہوئے۔ وس پاژیان کے منجھلے بیٹے دومی شیان کو باپ کی بجائے شاہی محل میں متمکن کر دیا اور خطاب "قیصر" بھی دیدیا گیا تھا لیکن تمام اختیارات پریموس کے ہاتھ میں تھے جو محض ایک سپاہی پیشہ آدمی تھا اور وس پاژیان کا ہرگز ارادہ نہ تھا کہ ایسے شخص کو ایسے منصب پر فائز رکھے۔ چنانچہ ان اختیارات سے وہ زیادہ عرصے تمتع نہ حاصل کر سکا اور تھوڑے ہی دن میں موکیانوس کے آجانے سے شہر والوں کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا ایک بھاری پتھر ان کے سینے سے ہٹ گیا۔ وہی وس پاژیان کے آنے تک اس کے نیم سرکاری نائب کی حیثیت سے کام کرتا رہا اور جب خود وس پاژیان آگیا تو اس نے سپاہیوں کے بے سرے پن کو سختی سے روکا اور ری رکم کے جیوش کو روما سے ہٹا دیا۔ نیز پریموس کو بتا دیا کہ اس کا اصلی مرتبہ کیا ہے۔ گاکریوس کے بیٹے پیزو کو جسے گالبا نے شریک بادشاہی بنایا تھا۔ اور وی تلیوس کے ایک مولیٰ ایشیاتی کوس کو وس پاژیان نے جان سے مروا دیا۔

مجلس اعیان نے اپنے لگے بندھے فیصلوں سے فتحمند امپراطور کو بادشاہ جائز بنانے میں سرگرمی دکھائی اور اسے بیرونی صوبوں کے اختیارات، اغسطس کا لقب اور دیگر اعزازات دینے منظور کئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے تری بیونی اختیارات اس کو کچھ عرصے کے بعد دئے گئے۔ البتہ اس سال (۷۰ء) کی قنصلی پر نئے بادشاہ اور اس کا فرزند تی توس نامزد ہوئے اور دومی شیان کو بھی پرتیوری وقنصلی مرتبے پر مجلس نے فائز کر دیا۔ فتح کے خلعت اور انعام سے موکیانوس کو سرفراز کیا گیا کہ میزیہ سے گزرتے وقت اس نے اہل داکیہ کا ایک حملہ روکا اور صوبۂ میزیہ کو ان کی تاخت سے بچا لیا تھا۔ انتونیوس پریموس کو قنصلی منصب اور اریوس واروس کو جو فوج خاصہ کا ناظم مقرر ہوا پرتیوری مرتبہ مرحمت ہوا اور یہ دونوں گویا کمتر درجے کے اعزاز تھے جو فتحمند فوج کے اعلیٰ سرداروں کو حاصل ہوئے۔

(۲۱) اس طرح، یہ چار بادشاہوں کی بادشاہی کا قابل یادگار سال ختم ہوا۔ نرو کی موت اور وس پاژیان کی تخت نشینی تک جو واقعات گزرے اُن سے سلطنت روما کے حالات کا اندازہ کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اور اس بارے میں یہ چند نکتے لکھنے کے لائق ہیں :- (۱) خانہ جنگیوں کا سب سے نمایاں محرک وہ فوجی گروہ بندی اور رقابت کا جذبہ تھا جو مختلف افواج میں پیدا ہوا چنانچہ جرانیہ کی رومی فوجوں کو گالبا سے عناد اسی لئے ہوا کہ اسے ہسپانیہ کے فلیش نے بادشاہ بنایا تھا اور الی ریکم والے جرانیہ کے سپاہیوں سے اس لئے جلے کہ انھوں نے بطور خود وی تلیوس کی بادشاہی کا اعلان کرا دیا۔ (۲) لیکن گالبا کو مطلقاً سپاہیوں کا ایسا ساختہ پرداختہ کہنا، جیسا کہ وی تلیوس اور وس پاژیان تھے، صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو مجلس اعیان کا بنایا ہوا امیدوار ظاہر کرتا تھا اور اسے مجلس نے اس طرح زبردستی بادشاہ تسلیم نہیں کیا تھا جس طرح کہ جرانیہ اور شام کے مدعیان شاہی کو تسلیم کرنا پڑا۔ (۳) لطیفہ یہ ہے کہ ہر نیا دعویدار اپنے آپ کو اس بادشاہ کا حامی بیان کرتا تھا جسے اُس کا حریف سرنگوں کر چکا ہو۔ چنانچہ وس پاژیان کو اوتھو کے انتقام کا دعویٰ تھا، اوتھو، نرو کا بدلہ لینے آیا تھا اور وی تلیوس جو پہلے گالبا کا رقیب تھا بعد میں اسی گالبا کی وراثت و جانشینی کا مدعی بن گیا۔ (۴) اگرچہ بیرونی جیوش بادشاہوں کو منتخب کرنے کے حقدار بن بیٹھے تھے لیکن وہ اس بات کو خوب سمجھتے اور جانتے تھے کہ جب تک بادشاہی کے امیدوار پائے تخت روما پر قابض نہ ہوں اور مجلس اعیان ان کو بادشاہ تسلیم نہ کرلے، اس وقت تک اُن کا دعوائے بادشاہی محض باطل ہے۔ (۵) وراثت خاندانی کے مسئلے میں جو الجھن سلطنت روما کو پیدا ہو گئی تھی وہ اس زمانے کی تاریخ سے بخوبی عیاں ہے۔ کیونکہ بادشاہی کے موروثی رہنے کی صورت میں تو یہ نتیجہ ناگزیر تھا کہ گایوس و نرو جیسے کمزور نالائق اشخاص فرماں روا ہوتے رہیں۔ اور، اس کے برخلاف، اگر ایسا شخص جو شاہی خاندان سے نہ ہو، صدارت کا دعویٰ کرنے لگے تو اس میں سلطنت کو خانہ جنگی کے خطرات لاحق ہو جاتے تھے جیسا کہ نرو کی موت کے بعد میں ظہور میں آیا۔ (۶) بایں ہمہ یہ عام طور پر تسلیم کیا جانے لگا تھا کہ سب سے کم خرابی موروثی بادشاہی کے اصول ہی

میں ہے؛ موکیا نوس کو بادشاہی قبول کرنے سے جس شے نے باز رکھا وہ اس کا لا دلد ہونا تھا اور غالباً ورجی نیوس کے انکار کی بھی وجہ یہی تھی۔ پھر یہ کہ اوتھو اور وی تلیوس جو بادشاہی کے درجے تک پہنچے، دونوں نے اپنی اولاد کو آیندہ وارث بادشاہی بنانیکا ارادہ کر لیا تھا اور وس پاژیان نے تو ایک نئے خاندان شاہی کی بناڈال ہی دی گالبا کے اولاد نہ تھی مگر اس نے بھی اغسطس کی پیروی میں گود لینے کے اصول پر دوبارہ عمل کرنا چاہا تھا کہ اسی صورت میں موروثی بادشاہی قائم رہے؛ (۷) وی تلیوس کے سواہر بادشاہ کسی نہ کسی طریق سے اپنے آپ کو جولیسی اور کلودیوسی برادری سے منسوب کرنا چاہتا اور خطاب "سیزر" (قیصر) اختیار کر لیتا تھا حتی کہ آخری لڑائیوں کے نازک وقت میں وی تلیوس نے بھی اسے اختیار کر لیا تھا؛

توضیحات

بت ریاکم کی پہلی لڑائی

کرمونہ کی طرف افواج اوتھو کی اس پیش قدمی کا مدعا سمجھنے میں بہت دشواری پیش آتی ہے۔ جس کا نتیجہ ان کی شکست ہوا۔ یہ بت ریاکم کی پہلی لڑائی کہلاتی ہے۔ اب اگر ہمارے ماخذوں میں یہ ہوتا کہ یہ فوجیں اس لئے بڑھی تھیں کہ جلد سے جلد وی تلیوس کی فوجوں سے لڑکر فیصلہ کر لیا جائے۔ جو کرمونہ میں خیمہ زن تھے، تب تو یہ معاملہ بالکل صاف ہو جاتا۔ لیکن تاسی توس کا بیان ہے (تواریخ۔ باب دوم صفحہ ۴۰) کہ یہ فوجیں لڑنے کے لئے روانہ نہیں ہوئی تھیں اور نہ ان کی منزل مقصود کرمونہ تھا۔ بلکہ یہ کرمونہ کے مغرب میں یعنی پادوس و ادوا کے سنگم پر پہنچنا چاہتی تھیں جس کے قریب وی تلیوسی اپنا پل تیار کر رہے تھے۔ گر اوتھو کے سرداروں کا مذکورۂ بالا مقام پر جانے کیلئے کرمونہ کے برابر سے کوچ کرنا اور اپنی فوج کو دشمن کے سخت اندیشہ ناک جناحی حملے کی گویا زد میں دے دینا، غیر ممکن نہیں تو بہت بعید از قیاس ضرور معلوم ہوتا ہے موسن کو تو اس کا یقین ہی نہیں آیا اور وہ یہی سمجھتا ہے کہ تاسی توس کو حالات جنگ کے متعلق غلط فہمی ہے۔ اور اس میں شبہہ نہیں کہ ان مقامات کے جو فاصلے تاسی توس

نے بیان کئے ہیں، وہ نادرست ہیں۔ اوتھو والوں کا پڑاؤ بت ریاکم سے چار میل مغرب میں تھا لہذا اگر مونہ سے اس کا فاصلہ سولہ میل ہوا اور پادوس (= پو) اور ادوا (= ادّا) کے سنگم کا فاصلہ، کرمونہ کے مغرب میں دو گھنٹے سے زیادہ کا سفر ہے مگر تاسی توس پڑاؤ سے اس سنگم تک کا کل فاصلہ سولہ میل بتاتا ہے۔ اس الجھن کو دور کرنے کے لئے مختلف قیاس کئے گئے ہیں:-

(۱) گو اس کوچ کا اصلی مقصود ادوا کے سرے تک پہنچنا ہو لیکن ممکن ہے کہ اس روز کرمونہ کے چار میل مغرب تک ہی بڑھنے کا ارادہ کیا گیا ہو۔ کیونکہ کلسوس اور پولی نوس کو خوف تھا کہ جس مقام پر وہ ہیں وہاں ان سے وی تلیوسی لڑنے کے لئے میدان میں آئے تو وہ بالکل تازہ دم ہوں گے اور کچھ زیادہ سامان کا بار ان پر نہ ہوگا progressus Vix quattuor millio passuum پس عجب نہیں کہ وہ جس مقام تک بڑھ آئے تھے وہاں سے شمال کی طرف پلٹ کر کرمونہ اور برکسیہ (= برسکیہ) کے راستے پر کسی جگہ پہنچنا چاہتے ہوں کہ وی تلیوسیوں کا شمالی علاقوں سے سلسلۂ آمد و رفت منقطع کر دیں۔ اور جب الی ریگم کے جیش آجائیں تو پھر ادوا کے دہانے پر پہنچ کر دشمن کو کرمونہ ہی میں ہر طرف سے گھیر لیں۔ (یہ ہیر یوس کا قیاس ہے) (۲) ایک یہ قیاس بھی پیش کیا گیا ہے کہ جہاں "ادوا اور پادوس ندیوں کے سنگم" کے الفاظ آئے ہیں وہاں درحقیقت صرف "ندیوں کا سنگم" ہونا چاہئے اور ندیوں کے نام کا اضافہ کاتب کا غلط الحاق ہے ورنہ تاسی توس جس سنگم کی طرف اشارہ کرتا ہے اس سے ایک چھوٹی ندی کا نتا کا سنگم مراد ہے جو کرمونہ کے مشرق میں پو سے آکر ملی ہے (یہ نیپرڈے کا قیاس ہے)

بہرکیف، تاسی توس کے بیان سے ایک بات تو صاف مترشح ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اوتھو والوں کا اصلی منشا خواہ کچھ ہی ہو، اس روز، جس دن کہ لڑائی چھڑ گئی، وہ یا تو کرمونہ کے چار میل مغرب میں کسی جگہ پڑاؤ ڈالنے والے تھے اور یا ان کا ارادہ یہ تھا کہ پوستومی سڑک کو چھوڑ کر کسی دوسری جانب روانہ ہو جائیں۔

باب بستم

جرمانیہ اور یہودیہ کی بغاوتیں

ذیلی عنوان:- (۱) بتاوی قبائل وی تیلیوس کی حمایت میں لڑتے اور غالیہ واپس آتے ہیں۔ (۲) پریموس کی شہ سے کوی لیس کی بغاوت (۳) جرمانیہ کے صوبوں کی کیفیت۔ کوی لیس کی ابتدائی کامیابیاں۔ بتاوی سپاہیوں کا موگون تیاکم میں غلہ اور کوی لیس سے جا ملنا۔ (۴) کوی لیس وتیرا کا محاصرہ کرتا ہے۔ جلد و باکی رومی افواج۔ (۵) وی تیلیوس کی ہزیمت کی اطلاع۔ وتیرا کی مخلصی اور رومیوں کی فتح۔ (۶) رومی جیوش کا بگڑ جانا اور نوویزیم میں فلاکوس کا مارا جانا۔ (۷) اُمپیریوم گالیاروم "جیوش کا انحراف۔ (۸) سقوط وتیرا کا ہنہ ولیدہ۔ کولونیہ اگری پی نن سیس "کا بچ رہنا۔ (۹) غالوی سلطنت کی ناپائداری۔ (۱۰) بین جیم پر فلیکس کی فتح۔ (۱۱) کریالیس کی آمد اور اوگستہ تری وروُرم "پر قبضہ کوی لیس کا رومی پڑاؤ پر حملہ اور شکست۔ (۱۲) وتیرا کی لڑائی۔ (۱۳) کوئی لیس کی جزیرے کی طرف پسپائی جنگ کا خاتمہ۔ (۱۴) کوئی لیس کے ہنگامے کی عام خصوصیات۔ (۱۵) بغاوت کی وجہ سے فوج میں تغیرات۔ (۱۶) یہودیہ میں مادۂ بغاوت کا تیار ہونا۔ (۱۷) اور پھوٹ پڑنا (سنہ ۶۶ء) سیزاریہ اور یوروشلم کے فساد۔ یہودی "مجاہدین" کستیوس گالوس کا تبادلہ۔ (۱۸) وسپازیان جنگ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ یوزسفوس۔ (۱۹) تی توس کا محاصرہ اور تسخیر یوروشلم۔ (۲۰) جنگ کے نتائج

فصل اول۔ کوئی لیس کی سرکشی کے ابتدائی مراحل

(۱) جس وقت رومی سپاہی صدر انتخاب کرنے کے لئے آپس میں جھگڑ رہے

تھے اور خانہ جنگی ملک اطالیہ کو تباہ و تاراج کر رہی تھی، اسی زمانے میں سلطنت روما کو دوسروں پر، یعنے جنوب مشرق اور شمال مغرب میں باغی رعایا سے شدید خطرہ لاحق ہو گیا اور سب سے پہلا کام جو وسپازیان کو درپیش ہوا وہ انھی خطروں کا مقابلہ کرنا تھا۔ ارض یہود کی بغاوت فرو کرنے کا حال آگے آیا جاتا ہے۔ جہاں اسے صرف اس کام کی تکمیل کرنی تھی جو آدھے سے زیادہ پہلے ہی انجام پا چکا تھا۔ اس جگہ ہم کو سب سے پہلے اس عجیب اور خوفناک بغاوت کے حالات دیکھنے ہیں جو افواج جرمانیہ کی کوئی سپاہ سے شروع ہوئی اور رہائن پار کے آزاد جرمنوں تک پھیل گئی اور ایک ناپائدار "غالوی سلطنت" کے قیام کا باعث بن گئی۔ شمالی جرمانیہ کے رومی صوبے میں بتاوی قبایل کو ایک خاص منزلت حاصل تھی۔ یہ لوگ رہائن کے شاخ دار دہانے یعنے اس علاقے میں آباد تھے جو رہائن خاص اور وہالیس (ڈے وال) سے گھرا ہوا ہے سلطنت روما سے ان کی وفاداری، ممتاز و مسلّم تھی۔ اپنے ہم وطنوں کی اس تحریک میں جس کا نتیجہ واروسں کی ہزیمت ہوا۔ ان لوگوں نے کوئی حصہ نہ لیا تھا وہ رومیوں کو کوئی خراج ادا نہ کرتے تھے۔ لیکن اس کے بجائے انھیں رومی فوج کے واسطے کثیر تعداد میں نئے جوان مہیا کرنے ہوتے تھے اور اس جبری بھرتی سے انھیں کوئی خاص شکایت نہ تھی وہ بہادر من چلے سپاہی اور شہ سواری و شناوری کے بہت اچھے ماہر ہوتے تھے فتح برطانیہ کے وقت انھی بتادیوں کے آٹھ عشر جیش جو چودھویں جیش کیساتھ جنوبی جرمانیہ میں رہتے تھے، اس جیش کے ہمراہ برطانیہ بھیجے گئے اور وہاں انھوں نے اپنی شجاعت سے بہت ناموری پائی تھی۔ اسی جیش کو بتادیوں سمیت نرو نے واپس طلب کیا تھا کہ اپنی مشرقی مہم میں جس کا آخر عہد حکومت میں اس نے منصوبہ باندھا تھا۔ ان سے کام لے۔ لیکن انھی دنوں غالیہ میں وین دیکس نے سرکشی کا علم بلند کیا اور اس سے جیش کے رومیوں اور کوئی سپاہ والوں میں باہم مخالفت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ رومی جیوش تو اپنے آقا کی مدد کے لئے اطالیہ کی طرف دوڑ پڑے اور آٹھ ہزار بتادیوں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا غالباً اس ناراضی کا اصلی سبب یہ تھا کہ اس قوم کے دو سرداروں پر زبردستی بے وفائی کا الزام لگایا گیا اور ان میں سے ایک کلودیوس پولوس نامی کو تو شمالی جرمانیہ کے صوبہ دار کاپیتو نے

مروا دیا اور دوسرا جولیوس کوئی لیس نرو کے پاس بھیجدیا گیا اور وہیں اسے قید میں ڈال دیا گیا۔ نرو کے زوال کے بعد گالبا نے کوئی لیس کو قید سے نجات دی اور بتاوی سپاہ کو برطانیہ واپس جانے کا حکم دیا مگر یہ لوگ شہر لنگونس تک آئے تھے کہ افواج جرمانیہ نے وی تلیوس کی طرفدار بنکر بغاوت کی اور بہت کچھ تامل و تذبذب کے بعد بتاویوں نے بھی انھی کا ساتھ دیا۔ پھر وہ وی تلیوس کی طرف سے بت ریاکم میں پہلی لڑائی میں شریک ہوئے۔ جہاں اُن کے پرانے ساتھی یعنے چودھویں جیش کے سپاہی اوتھو کی طرف سے لڑنے آئے تھے اب بتاویوں نے ان سے شمشیر آزمائی کی اور خدا نا شائستہ انجام دیں۔ فتح کے بعد پھر اسی چودھویں جیش کے ساتھ انھیں برطانیہ جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن اوگستہ توری نورم (ٹیورن) کے مقام پر ان کی جیش والوں سے جوتی پیزار ہوگئی اور وہ ایک دوسرے سے جدا ہوکر جیش والے تو برطانیہ اور بتاوی سپاہی موگون تیاکم کو روانہ ہوئے بتاویوں کو تھوڑے ہی دن بعد وس پازیان کے خروج کے وقت وی تلیوس نے دوبارہ طلب کیا تھا مگر انتونیوس پریموس نے ایک قاصد بھیجا کہ وہ انھیں وی تلیوس کی طرف آنے سے باز رکھے اور ادھر اسی زمانہ میں جرمانیہ میں بغاوت پھوٹ پڑی جس کی وجہ سے شمال کی فوجیں اطالیہ کی آویزش و پیکار میں کوئی حصہ نہ لے سکیں۔

(۲) جرمانیہ کی اس بغاوت کا بانی مبانی جولیوس کوئی لیس تھا۔ اُسکے بتاوی ہم وطن عالی نسبی کی وجہ سے اس کا ادب کرتے تھے اور وہ اتاسی توس کے الفاظ میں "ایسا اچھا دماغ رکھتا تھا کہ غیر ملکی وحشیوں کو بہت کم نصیب ہوتا ہے" وہ یکچشم تھا اور ہانی بال اور سرتوریوس کا مثیل بننے کا شوق رکھتا تھا کہ انہیں بھی اسی طرح کوری کا عیب تھا۔ کہتے ہیں کہ اسے بغاوت کا خیال پریموس نے سُجھایا جس نے سوچا تھا کہ اس تدبیر سے جرمانی جیوش اطالیہ سے دور رہیں گے اور وا قعی اس حد تک تو یہ منصوبہ کامیاب بھی ہوا لیکن خود بغاوت نے جو قوت و وسعت حاصل کرلی وہ پریموس کے خیال میں بھی نہ آسکتی تھی۔ اہل جرمانیہ کو رومیوں کی غیر منصفانہ جبری بھرتی کی واجبی شکایت تھی دوسرے کوئی لیس نے بغاوت کا

آغاز وہ پاٹریان کی حمایت کے لئے کیا اور انجام کار اس سے خود اپنا کام لینے لگا حتیٰ کہ ہم اس بارے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ آیا اس نے ابتدا ہی میں رومیوں سے انحراف کی ٹھان لی تھی اور شروع میں محض فریب دیتا رہا۔ یا یہ کہ واقعی ابتدا میں سلطنت روما سے لڑنا اس کا مقصود نہ تھا۔ کوئی لیس نے سب سے اول اپنے ہم وطنوں کو انحراف کرنے کا جوش دلایا۔ اپنے ایک مقدس باغ میں اس نے بتاویوں کے رؤسا اور معززین کی رات کے وقت دعوت کی اور ان سے اپنا منصوبہ بغاوت ظاہر کیا۔ جب یہ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے تو پھر اس نے شمال کے ہمسایوں یعنے قبائل کانی نفات کو اور پھر فریسیہ والوں کو بھی ملا لیا اور موگون تیاکم کی چھاؤنی میں قاصد روانہ کئے کہ وہاں کے آٹھوں بتاوی دستوں کو شرکت پر آمادہ کریں۔ رہائن کے دہانے کے قریب کسی مقام پر دو رومی دستوں کا سرائی مقام تھا اس پر حملہ کر کے برباد کر دیا گیا اور بغاوت کا سب سے پہلا کام یہی تھا۔ اس علاقہ میں جو اور دستے متعین تھے وہ بھی تھوڑے ہی دن میں اپنے اپنے موروچوں سے نکال دئے گئے اور تونگریہ والوں کا ایک پورا کوہی عشر جیش باغیوں سے جاملا رہائن کے بیڑے کا ایک حصہ بھی جس میں چوبیس جنگی کشتیاں تھیں باغیوں کے ہاتھ آگیا۔ ان کامیابیوں سے ان کے پاس جہاز بھی فراہم ہو گئے اور اسلحہ بھی اور کوئی لیس نے جرمانیہ اور غالیہ دونوں کو جوش دلایا کہ وس پاٹریان کی حمایت میں اس کے ساتھ ہو جائیں۔

(۳) اس وقت جرمانیہ کے دونوں رومی صوبے اکیلے ہورڈیئونیوس فلاکوس کے ماتحت تھے یہ بوڑھا، بالکل نااہل اور نقرس کی وجہ سے اپاہج آدمی تھا اس کا رجحان درپردہ وس پاٹریان کی طرف تھا اور اس کے سپاہی بھی شبہہ رکھتے تھے کہ وہ وی تیلیوس سے دغا کر رہا ہے۔ واضح رہے کہ جرمانی جیوش کا بیشتر حصہ تو وی تیلیوس اور اس کے سرداروں کے ساتھ اطالیہ چلا گیا تھا اور جو دستے باقی تھے انئے جوانوں کی بھرتی کے باوجود بھی ان کی مجموعی تعداد کسی طرح یہاں کی مقررہ تعداد کے نصف سے زیادہ نہیں ہو سکتی تھی۔ بہرحال شمالی جرمانیہ میں جیش پنجم و پانزدہم

مونیوس لوپرکوس نامی جیش سالار کے ماتحت کاسترا ویترا میں مقیم تھے شانزدہم ویترا اور کلونیہ کے درمیان نووزیم میں تھا اور نومی سیوس روفوس اس کا سردار تھا۔ جیش اول کی چھاؤنی صوبے کے انتہائی جنوب بونا میں تھی اور ہری نیوس گالوس اس کا سردار تھا۔ جرمانیہ کے ان صوبوں کی حد فاصل ریگوماگوس (= رماگن) کے جنوب میں رودابرین کا تھی اور اسی لئے کن فلوین تس (= کوبلنز) جنوبی جرمانیہ میں داخل تھا اس صوبے میں چہارم "ماکدونی کا" اور بست ودوم دو جیش توموگون تیاکم میں مقیم تھے اور ممکن ہے کہ جیش بست ویکم کا ایک حصہ بھی وین دونیسا (= ون ڈیش) کے قلعہ میں تعینات ہو۔ لیکن بغاوت کے ابتدائی واقعات میں اس نے کوئی حصہ نہیں لیا۔

فلاکوس کے حکم سے ویترا کے دو جیش باغیوں کے خلاف بڑھے جنھیں اب رہائن پار کے آزاد جرمن قبائل کے امداد کے وعدوں سے بھی تقویت پہنچ رہی تھی ان دونوں جیشوں میں سپاہیوں کی کل تعداد مشکل سے پانچہزار ہوگی البتہ الوپرکوس نے کچھ فوج یوبیہ والوں سے اور سواروں کی ایک جمعیت تریوری سے بطور کمک حاصل کرلی خود بتاویوں کا بھی ایک رسالہ اس کے ساتھ تھا جنھوں نے فریب سے وفادار رہنے کا وعدہ کیا تاکہ عین جنگ کے وقت رومیوں کو دغا دیں اور واقعی اسی رسالے کی دغابازی نے لڑائی کا فیصلہ کردیا۔ لڑائی ویترا کے شمال میں ہوئی اور بتاوی سوار یک بیک اپنے رومی ساتھیوں پر پلٹ پڑے یوبی اور تریوری قبائل کی امدادی سپاہ بھاگنے لگی، جرمنوں نے ان کا پیچھا کیا۔ رومی جیش ویترا کی طرف پسپا ہو گئے۔

ادھر اس اثناء میں کوی لیس کے قاصدوں نے موگون تیاکم کے آٹھوں بتاوی دستوں کو بغاوت پر تیار کر لیا تھا۔ انھوں نے فلاکوس سے لمبے چوڑے مطالبے کئے اور جب اس نے بہت کچھ باتیں مان لیں تو انھوں نے مزید مطالبات پر اصرار شروع کیا جن کی نسبت وہ جانتے تھے کہ کسی طرح منظور نہ ہونگے۔ پھر انھوں نے چھاؤنی چھوڑ دی اور کوی لیس سے جا ملنے کے لئے شمالی جرمانیہ کا راستہ لیا۔ رومی سپہ سالار نے بجائے اس کے کہ رومی جیوش کو حکم دیکر ان باغی سپاہیوں کا دہیں قلع قمع کرا دے، انھیں نکلجانے دیا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ارادہ بدل کر ہری نیوس گالوس کو بونا خط لکھا کہ بتاویوں کو آگے گزرنے سے روکے۔ نیز خط میں وعدہ کیا کہ خود

میں عقب سے اپنی فوج لے کر آتا ہوں۔ مگر یہ ارادہ بھی بدل گیا اور انہوں نے دوبارہ گالوس کو خط لکھا کہ بتاویوں کو گزر جانے دے فلاکوس کا یہ غیر مستقیم طرز عمل اس شبہ کا معقول سبب ہو سکتا ہے کہ وہ دغا کر رہا تھا۔ بہر کیف بتاوی سپاہی بائیں کنارے پر سڑک سڑک بونا پہنچ گئے اور گالوس کو پیام دیا کہ ہمیں صحیح سلامت گزر جانے دو۔ یہ سردار قریب قریب بالکل آمادہ تھا کہ ان کی استدعا مان لے گر اس کے سپاہیوں نے اسے لڑائی میں قسمت آزمانے پر مجبور کیا رومی جیش (اول) کو لڑائی میں شکست فاش نصیب ہوئی اور اپنے پڑاؤ پر ہٹنا پڑا مگر فتحمندوں نے اس کامیابی سے اور کچھ فائدہ نہ اوٹھایا بلکہ شمال کی طرف اپنا کوچ جاری رکھا اور کولونیا اگری پی نن سیس سے بچنے کے لئے ایک طرف کو ہو کر اپنی منزل مقصود یعنی باغیوں کے لشکر میں جا پہنچے!

(۴) اب کوئی لیس کے تحت میں ایک باقاعدہ فوج موجود تھی اور دریا پار کے جرمن قبائل جیسے بروک تری اور تنک تری اس کے جھنڈے کے نیچے لڑنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ اس نے ان دونوں جیشوں کو جو شکست کھا کے وتیرا میں پسپا ہو گئے تھے اس بات پر بھی آمادہ کرنا چاہا کہ وہ وسس پاژیان کے طرفدار ہو جائیں لیکن یہ رومی سپاہی وی تلیوس کی وفاداری میں اڑے رہے آخر کوئی لیس نے ان کے پڑاؤ کو گھیرنے کی ٹھان لی اور رہائن کے دونوں کناروں پر اپنی فوجیں جا لیں یہ مقام (وتیرا) قدرتی یا مصنوعی طور پر کچھ بہت مستحکم نہ تھا اور اس کے مغربی جانب دروازے میں آنے کے لئے کھلا ہوا مسطح میدان تھا۔ اغسطس نے اس جگہ کو ہمیشہ ایک سرمائی مقام سمجھا کہ وہاں سے رومی جیش بہ آسانی رہائن اتر کے جرمنوں پر حملہ کر سکیں نہ یہ کہ خود انھیں جرمن حملہ آوروں کے مقابلہ میں یہاں مدافعت کرنی پڑے اتنے زمانے تک امن و امان رہنے کی وجہ سے اس مقام کے جو برے بھلے مورچے تھے وہ بھی شکستہ حالت میں تھے اور لوپرکوس و رو فوس کو ان کی مرمت کرانی پڑی بایں ہمہ اس مقام پر جرمنوں کی یورشیں کامیاب نہ ہوئیں اور وہ اس کا محاصرہ کرنے پر مجبور ہو گئے اس اثنا میں فلاکوس نے سارے غالیہ میں قاصد دوڑا دیئے کہ امداد حاصل کرنے کی کوشش کریں اور وتیرا کی خطرناک حالت سنکر اس طرف بھی جیش بست و دوم

کے سالار ویلیوس ووکولا کو چیدہ فوج دے کے روانہ کیا کہ جسقدر جلد ممکن ہو جا کے وتیرا کو محاصرے سے نجات دلائے۔ پھر خود فلاکوس جہازیں بیٹھکر اسی طرف روانہ ہوا فوج والوں کو کوئی لیس کی کامیابیوں کا حال معلوم ہوا تو وہ علانیہ فلاکوس کی غداری کا چرچا کرنے لگے اور انھیں ٹھنڈا کرنے کی غرض سے فلاکوس نے ایک خط جو دس پارٹیان کے پاس آیا تھا سب کے سامنے بہ آواز پڑھا، اور خط لانے والوں کو پا بزنجیر کر کے وی تیلیوس کے پاس بھیجدیا۔ پھر جب وہ بونا پہونچا تو پہلے جلیش کے سپاہیوں نے اس پر لعنت ملامت کی بوچھار کی اور بتا دیوں کے مقابلے میں اپنی شکست کو فلاکوس ہی کے جھوٹے قول و قرار سے منسوب کیا لیکن اس نے ان خطوں کی جو مدد کے لئے غالیہ، اسپانیہ اور برطانیہ بھیجے تھے نقلیں سنا کر ایک حد تک اپنی سچائی ثابت کر دی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ غالیہ سے کمک آنی بھی شروع ہو گئی تھی لہذا اب کو لونیہ کے راستے نوزیم کی طرف کوچ کیا اور وہاں سے جلیش شانزدہم کو ساتھ لے کر فوج جلد وبا کے کلب پہنچ گئی جو رہائن کے زیریں حصہ کے قریب واقع ہے۔ یہاں ووکولا اور گالوس نے جن کے سپرد جنگ، کا انتظام تھا لشکر گاہ تیار کی اور فوجوں کو جنگی کاموں کی مشق کرائی ظاہر سپاہیوں کا رنگ ایسا بگڑا ہوا تھا کہ ان میں پورا ضبط و پابندی پیدا کئے بغیر سرداروں کو وتیرا میں لڑائی کے جوکھوں میں پڑتے تامل ہوتا تھا ایک واقعہ سے جو اسی جلد وبا کے مقام پر ظہور میں آیا سپاہیوں کے مزاج کا رنگ ظاہر ہوتا ہے غلے کا ایک جہاز دریا کی ریتی میں پھنس گیا تھا اور دائیں کنارے کے جرمن اسے چھین لینے کی کوشش کر رہے تھے، گالوس نے ایک دستہ انھیں روکنے کی غرض سے روانہ کیا مگر اسے لڑائی میں شکست نصیب ہوئی اور سپاہیوں نے اپنے سردار پر غداری کا الزام لگا کے اسے خیمے سے باہر گھسیٹ لیا اور خوب مارا اور جبتک ووکولا نہ آیا اسے باندھ کے ڈالے رکھا ووکولا قبیلے کو جرنی کی گوشمالی کے لئے جزیوبی کے شمال میں رہتے تھے باہر گیا ہوا تھا واپس آکر اس نے سپاہیوں کو سخت سرزنش کی اور ان کے سرغنوں کو قتل کرا دیا۔

(۵) کوئی لیس کا دائرۂ عمل وتیرا تک محدود تھا۔ اس کی کچھ فوجیں موسا ندی کے پار مناپی، اموری اور شمال مشرقی غالیہ کے دوسرے قبیلوں میں فتنہ انگیزی

کر رہی تھیں اور ایک گروہ نے تریوری اور لوبی کے علاقے تاراج کر ڈالے تھے سب سے بڑھکر نشانۂ نفرت و عداوت یوبی بن گئے تھے کہ انھوں نے "اگری پی نسان" کا نیا نام اختیار کر کے گویا اپنی جرمن نسل سے قطع تعلق کر لیا تھا لڑائی میں بھی ان کو کوئی لیس کے ہاتھ سے مار کو دورم (= ڈورن) پر شکست ہوئی باغیوں کی ایک تیسری فوج نے موگون تیاکم کا رخ کیا تھا غرض اکتوبر ۶۹ء کے آخر میں صورت حال یہ تھی جب کہ کرموتہ پر وی تلیوس کے سخت شکست کھانے کی خبر جرمانیہ پہنچی اور غالیہ کی آئی ہوئی کوکی فوج نے بلا تاخیر وس پاژیان کی طرف ہو جانے کا اعلان کر دیا۔ نوزیم اور جلدو با کے رومی سپاہیوں نے بھی نئے بادشاہ کی اطاعت کا حلف اٹھایا لیکن وہ دل سے اس پر رضامند نہ تھے۔

اب کوئی لیس کو لازم ہوا کہ اپنا عندیہ صاف صاف ظاہر کرے کہ آیا واقعی اس کی بغاوت کا مقصود صرف وس پاژیان کو بادشاہ بنانا تھا بہ الفاظ دگر اب یہ فریب کسی طرح نہ چل سکتا تھا اور صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ جنگ کا اصل مدعا شمالی غالیہ کے جرمنوں کو رومیوں کی حکومت سے آزاد کرنا ہے۔ کوئی لیس نے جلدوبا کی رومی فوج سے لڑنے کے لئے بھی لشکر بھیجا جس میں بتاوی جنگ آزماؤں کے آٹھوں اعشار شامل تھے یہ لشکر تیزی سے بڑھکر اس کی برگیم (= اس برگ) پر قابض ہو گیا اور اسطرح یکایک رومی لشکرگاہ پر آگرا کہ وکولا کو اپنی صفیں پھیلانے کی بھی مہلت نہ ملی۔ اس نے اپنے جیوش قلب میں رکھے اور کوکی افواج بے ترتیبی سے دونوں طرف جمع ہو گئیں لڑائی میں رومیوں کو قریب قریب شکست ہوئی اور ان کی سوار فوج جو آگے بڑھی تھی جرمنوں کی پیوستہ اور محکم قطار کے سامنے پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلی اور اس سے پیادہ فوج میں بھی ایسی بے ترتیبی پیدا ہوئی کہ غنیم نے انھیں اطمینان سے کاٹ دیا تروبوں کی کوکی جمعیت نے عین میدان میں ساتھ چھوڑ دیا اور جیش والوں کی ہمت ٹوٹ گئی تھی کہ اتنے میں ایک اتفاقی مدد سے لڑائی کا رنگ بدل گیا یعنے کوہستان پائی رینیز کی قوم واسکون کے دستے ٹھیک اس موقع پر آپہونچے اور عقب سے دشمن پر حملہ کیا۔ جرمن سمجھے کہ نوزیم یا موگون تیاکم کی فوجیں ہیں ان میں ہل چل پڑ گئی اور آخر بھاگ کھڑے ہوئے۔ واسکون وہ قوم ہے جسے بعض لوگ "باسگون"

کے اعداد میں شمار کرتے ہیں ان کی فوج گالبا نے بھرتی کی تھی۔

اس فتح کے بعد آخر کار دکولا۔ وتیرا کو محاصرہ سے نجات دلانے کیلئے آگے بڑھا جہاں سامان رسد باقی نہ رہنے سے بڑی مصیبت پیش آرہی تھی اور محاصرین سے سخت جنگ کے بعد آخر وتیرا میں داخل ہو گیا پھر باربرداری کے جانور اور بھیر کے لوگوں کو نوزیم بھیجدیا گیا کہ براہ خشکی سامان رسد لیکر آئیں کیونکہ دریا پر دشمن مسلط تھا خشکی کے راستہ بھی جو سامان بھیجا گیا وہ پہلی دفعہ تو سلامت پہنچ گیا لیکن دوسری مرتبہ اس کے بدرقے اور گاڑیوں کی قطار پر کوئی لیس نے حملہ کیا اور انھیں پھر جلدوبا کی طرف ہٹنا پڑا۔ اب وکولا جو فوج لیکر آیا تھا۔ اس میں وتیرا کے جیوش کے ایک ہزار چیدہ سپاہی اور ساتھ لے کر واپس جلدوبا کی طرف کوچ کیا اور چونکہ وہاں سے دوبارہ گو ملکی سپاہی وتیرا جانے پر رضامند نہ تھے لہذا وہ فلاکوس کے مستقر نوزیم میں چلا آیا۔

(۶) لیکن نوزیم میں ایک تازہ فساد برپا ہو گیا سپاہیوں کے واسطے وی تلیوس نے انعام کی رقم ارسال کی تھی فلاکوس نے اسے وس پاژیان کے نام سے تقسیم کرایا۔ اس انعام کی خوشی میں سپاہیوں نے جو جلسہ کیا اس میں شراب پی پی کر مست ہو گئے اور اسی حالت میں فلاکوس کے خلاف پرانی نفرت نے عود کیا اور وہ اسے خیمے کے اندر سے گھسیٹ کر لائے اور جان سے مار دیا وکولا کا بھی یہی حشر ہوتا مگر وہ بھیس بدل کر لشکرگاہ سے نکل گیا فوج والوں نے وی تلیوس کی بادشاہی کی منادی کرادی حالانکہ اس وقت وہ مر چکا تھا۔ یہ غالباً دسمبر کے آخری ایام کے واقعات ہیں۔ لیکن اس کارروائی میں شرکت سے جنوبی جرمانیہ کے جیوش نے بہت جلد علٰحدگی اختیار کرلی اور جیش اول کے ساتھ دکولا کی سرداری قبول کر کے دوبارہ وس پاژیان کی اطاعت کا عہد کیا اور دریا کے کنارے موگیان تیاکم کی طرف بڑھے جسے چتی، یوبیی اور متیاکی قوموں نے گھیر کر خطرے میں ڈال رکھا تھا مگر رومی جیوش کے پہنچتے پہنچتے یہ حملہ آور رخصت ہونے لگے اور دکولا نے موسم سرما کا باقی حصہ اسی چھاؤنی میں بسر کیا۔ ادھر کوئی لیس نے

پھر وتیرا کی ناکہ بندی کرلی اور جلد دیا پر قابض ہوگیا جسے رومی سپاہی چھوڑ کر چل دیے تھے

فصل دوم بغاوت کی دوسری منزل

"امپریوم گالیا روم"

(۷) وی تلیوس کی موت کی اطلاع کے بعد کوئی لیس کو کسی تاویل کی گنجایش باقی نہ رہی اور اس نے اقبال کرلیا کہ اس کی لڑائی رومی قوم سے ہے شہر رومہ میں کاپی تول کے آگ سے جلنے کی خبر نے توہم پرست غالیہ والوں کو یقین دلا دیا تھا کہ یہ آتشزدگی سلطنت رومہ کے خاتمہ کی فال ہے درویدمذہب کے جو لوگ اِدھر اُدھر باقی رہ گئے تھے وہ اس واقعے کو غضب الٰہی سے تعبیر کرتے اور یہ پیش گوئی کرتے تھے کہ الپس کے شمال کی قومیں بہت جلد دنیا کی مالک و فرماں روا ہو جائیں گی تریوری قوم کے ایک نامور امیر جولیوس کلاسی کوس نے جو سپہ سالار والنس کے ماتحت رسالے کے سردار کی حیثیت سے اوتھو کے خلاف لڑچکا تھا، ایک سازش کی بنیاد ڈالی اور غالیہ میں آزاد بادشاہی قائم کرنے کا منصوبہ تازہ کیا جس کے لئے پہلے ساکرو ویر قسمت آزمائی کرچکا تھا اور ناکام رہا تھا۔ نیز تھوڑے ہی دن قبل ڈین ڈیکس کی سرکشی کا بھی غالباً منشا یہی تھا۔ کلاسی کوس کے خاص رفیق جولیو تیو تور اور جولیوس سابی نوس تھے اور یہ سابی نوس شہر لنگونس کا باشندہ اور جولیئس سیزر کے ایک ولد لطفی کی اولاد میں ہونے کا مدعی تھا۔ الغرض یہ سازشی کولونیہ میں جمع ہوئے اور انھوں نے کوئی لیس کے ساتھ مخفی خط کتابت شروع کی۔ ان کا پہلا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح ووکولا کا قصہ پاک کیا جائے اور اسے حاصل کرنے کے لئے انھوں نے اسی قسم کی چال کھیلی جیسی کہ ارمی نیوس نے واروس کے ساتھ کی تھی۔ یعنی انھوں نے ووکولا کو آمادہ کیا کہ موگون تیاکم کی چھاؤنی کو چھوڑ کر وتیرا کی مدد کو روانہ ہو جسے باغی جرمنوں نے گھیر کر بری طرح دبا رکھا تھا لیکن جس وقت فوج نوزیم سے وتیرا کیطرف بڑھی تو کلاسی کوس اور تیو تور اپنی جمعیت کو ہراولی کے بہانے آگے لے آئے اور

کچھ فاصلے سے خندقیں کھود کر مورچہ بند ہو گئے۔ وگولا کی فہمایش کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور جبراً وہ ان سے تعمیل حکم نہ کرا سکا لہذا مجبور ہو کر خود چھاؤنی میں ہٹ آیا اور سرکش غالویوں نے دو میل کے فاصلے پر الگ خیمے لگائے۔ اب رومی سپاہیوں کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ جب وتیرا زیادہ عرصے تک محاصرہ برداشت نہ کر سکے گا تو اس کی تسخیر کے بعد ساری جرمن فوج نوزیم پر جھک پڑے گی۔ اندریں حالات رومی جیوش نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے ملک کا ساتھ چھوڑ کر اس نئی "حکومت غالیہ" "امپریوم گالیا روم" کے دامن دولت سے وابستہ ہو جائیں جس کا کلاسی کوس اعلان کر رہا تھا۔ وگولا نے ہر چند ان کو اعلیٰ جذبات کے واسطے دئے کچھ فائدہ نہ ہوا اور جب دیکھا کہ یہ سپاہی کلاسی کوس اور توٹی لیس کے جھنڈے تلے پیچھے چلے جانے کی ٹھان چکے ہیں تو اس نے سوچ لیا کہ اب مجھے خودکشی کے سوائے اور کوئی چارۂ کار باقی نہیں ہے۔ لیکن اس سے قبل کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنی جان لینے کی تیاری کرے، اسے کلاسی کوس کے ایک قاصد نے مار ڈالا جو رومی جیش ہی کا سپاہی تھا۔ باقی دونوں جیش سالار، گالوس اور نومی سیوس پابہ زنجیر کر دئے گئے

(۸) اب کلاسی کوس بادشاہان رومہ کے ماہی مراتب کے ساتھ نوزیم کی چھاؤنی میں داخل ہوا۔ اس کی دلیری میں تو شک نہیں بایں ہمہ اپنی اس کارروائی کی تاویل یا تشریح میں اس کی زبان نہ کھل سکی اور اس نے صرف حلف اطاعت کے الفاظ سب کے سامنے پڑھ کر سنا دئے۔ رومی سپاہیوں نے "سلطنت غالیہ" کی اطاعت گزاری کی قسمیں کھائیں۔ ساکرو دیر اور دین دیکس کا خواب گو تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی، آخرکار حیز عمل میں آگیا۔ اور اس افتتاح کی رسم کے بعد ہی کلاسی کوس اور تیوتور نے رہائن کے دونوں صوبوں کو زیر نگیں لانے کا کام ہاتھ میں لیا۔ تیوتور نے موگونتیاکم کے جیش چہارم و بست و دوم کو آمادۂ اطاعت کرنیکا بیڑا اٹھایا تھا اور وہ اس میں کامیاب ہوا۔ یعنی ان جیشوں کے رومی سردار تلوار کے گھاٹ اتارے گئے اور سپاہیوں نے نوزیم والوں کی طرح اطاعت کا حلف اٹھا لیا۔ خود کلاسی کوس وتیرا روانہ ہوا جہاں بدنصیب محصورین فاقہ کشی کی مصیبت میں مبتلا

پتھروں میں سے جھاڑیاں کھود کھود کے بمشکل جی رہے تھے۔ انھوں نے کوئی لیس کے پاس قاصد بھیجے کہ انھیں زندہ نکل جانے کی اجازت دی جائے اور جب انھوں نے نئی بادشاہی اطاعت کا بھی حلف اٹھا لیا تو ان کی التجا قبول کر لی گئی۔ لیکن وتیرا سے وہ پانچ ہی میل آگے بڑھے تھے کہ جرمن سپاہیوں نے جو بطور بدرقہ ان کے ہمراہ تھے دھوکے سے ان پر حملہ کر دیا اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ وتیرا کے برج و حصار تڑوا کے آگ لگا دی گئی اور موگون تیاکم و وین دونیسا کے سوا یہی حال دوسرے شہروں کا ہوا جہاں رومی جیوش موسم سرما میں قیام کیا کرتے تھے۔ انھی تباہ ہونے والے مقامات میں بونا اور نوزیم بھی شامل تھے۔ محفوظ رہنے والے دو شہروں میں سے وین دونیسا صرف اس لئے بچا کہ وہ بہت فاصلے پر واقع تھا اور وہاں تک بغاوت کا کوئی اثر ہی نہ پہنچ سکا تھا۔ پھر ان رومی فوجوں کو جنھوں نے نوزیم اور بونا میں ہتیار رکھ دئے تھے، حکم ملا کہ ایک مقررہ وقت کے اندر اوگستہ تری ورورم پہنچ جائیں کیونکہ اس میں کچھ شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ اسی شہر کو کلاسی کوس اوتیور تور اپنی نئی سلطنت کا پائے تخت بنانا چاہتے تھے۔ جن علاقوں میں سے یہ رومی فوجیں گزریں وہاں کے باشندے ان کا مذاق اڑاتے تھے چنانچہ سواروں کے ایک رسالے "الا پی سن تینا" کو اپنے اس حال پر اتنی غیرت آئی کہ وہ اس جلوس کا ساتھ چھوڑ کے واپس موگون تیاکم چلا گیا۔ جاتے میں اتفاق سے وکولا کا قاتل انکے ہاتھ پڑ گیا اور اس کے ساتھ انھوں نے وہی سلوک کیا جس کا وہ مستحق تھا۔

دیترا کے طویل محاصرے میں قلعہ بند فوج کا سردار مونیوس لوپرکوس تھا اور فتح کے دوسرے تحائف کے ساتھ اس شخص کو بھی جرمن کاہنہ ولیدہ کے پاس بھیجا گیا جس نے اس بغاوت میں حصہ لیا اور اپنے ہموطنوں میں بڑا اثر رکھتی تھی۔ یہ قبیلۂ بروک تری کی دوشیزہ آبادی سے بالکل الگ لوپیہ ندی کے کنارے ایک برج عزلت میں رہا کرتی تھی۔ اس نے جرمنوں کی کامیابی اور رومی جیوش کی تباہی کا حکم لگایا تھا اور جب یہ پیش گوئی صحیح نکلی تو ولیدہ سے لوگوں کا اعتقاد بھی اور محکم ہو گیا۔ پھر اسے بہت جلد ضرورت پیش آئی کہ فتحمند ہموطنوں کو اس کامیابی کا بیجا استعمال کرنے سے باز رکھنے میں اپنا رسوخ صرف کرے۔

یوبی قوم دوران بغاوت میں آخر تک رومیوں کی وفاداری کا دم بھرتی رہی مگر جب رومی جیوش نے ہتیار ڈال دئے تو پھر انھیں بھی قبول اطاعت کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا۔ اس پر جرمنوں میں یہ سوال اٹھا کہ آیا کولونیہ کی بستی کو برباد کر دیا جائے یا بحال چھوڑ دیا جائے رائن پار کے جرمن قبیلوں کو لوٹ مار کی خواہش تھی اور یوبیوں کو رومیوں کے ماتحت جو اعلیٰ رتبہ حاصل رہا اس سے حسد بھی رکھتے تھے لہٰذا انھوں نے کولونیہ کو پامال و تاراج کرنے کی رائے دی۔ کوئی لیس کا خیال تھا کہ اس شہر پر رحم وعفو کرنا ہی زیادہ قرین مصلحت ہوگا۔ لہٰذا قبیلۂ تنک تری بستی کے جرمن باشندوں کے پاس قاصد بھیج کر مطالبہ کیا کہ شہر پناہ گرا دو اور جس قدر رومی تمھاری حدود میں آباد ہیں انھیں قتل کر دو اور اپنی جرمن رسم و رواج اور پرانے طور طریقہ کو از سر نو اختیار کرو لیکن غنیمت ہوا کہ کوئی لیس اور کاہنہ ولیدہ نے ان باشندوں کی منت سماجت پر اس معاملے میں مداخلت کی اور وہ ان سخت شرطوں کی بجا آوری سے معاف کر دیئے گئے کولونیہ کے بعد رود موسا کے قریب اور یوبیوں سے مغرب میں بسنے والے قبائل سنتوکی کو مغلوب کیا گیا اور پھر نرومی، تونگری اور بتاسی قبائل کو جو کلودیوس لابیو کے ماتحت ابھی تک رومیوں کی وفاداری کا دم بھرتے تھے۔ یہ لابیو خود بھی بتاوی قوم سے کوئی لیس کا حریف مقابل بن گیا تھا۔ اب اس کو بھی اطاعت قبول کرنی پڑی۔

(۹) غالیہ کی اس نئی حکومت کی بنیادیں پائدار نہ تھیں اور سرسبز ہونا اس کی تقدیر میں نہ تھا۔ محض بتاویوں کی بغاوت کی بدولت اس کی بنیاد پڑی اور گو یہ بتاوی اور ان کا سردار کوئی لیس رومی اقتدار کو مٹانے میں کلاسی کوس کے ساتھ تھے لیکن امپیریوم گالیاریوم "یعنی جدید دولت غالیہ سے انھوں نے کوئی تعلق نہ رکھا۔ کیونکہ وہ رومیوں کا طوق حکومت اتار کر قلطیوں کی حکومت کا جوا اپنی گردن پر رکھنا نہ چاہتے تھے۔ ان جرمنوں کے علاوہ خود غالیہ کے بہت سے لوگ تریوری اور لنگونس کی فضیلت تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ چنانچہ جب سابی نوس نے وہ رنجی تمغیاں جن پر لنگونس اور روما کے معاہدے کندہ تھے اکھڑوا کر پھینک دئے اور خود سیزر کا لقب اختیار کر کے اپنے ہم قوموں کے ایک بے ترتیب لشکر کے ساتھ

سکوانی پر حملہ کیا تو اس قبیلے نے جو رومیوں کا وفادار تھا اس جعلی سیزر کو شکست دیکے بھگا دیا۔ بلکہ سابی نوس جو عین جنگ کے اثنا میں فرار ہو گیا تھا فقط اس حیلے سے اپنی جان بچا سکا کہ جس مکان میں چھپا تھا اس کو خود آگ لگا دی جس سے تعاقب کرنے والے سمجھے کہ اُس نے خودکشی کر لی۔ لیکن دراصل وہ زمیں دوز حجرے میں چھپ رہا تھا اور وہیں پانچ سال تک اس کی بیوی اپونیہ اس کے خورونوش کا انتظام کرتی رہی۔ آخر جب اس کا پتہ چلا تو وس پاژیان کے حکم سے اسے اور اس کی بیوی دونوں کو سزائے موت دی گئی۔

غالیہ کے نئے دعوی داروں سے سکوانی قبیلے کی اس مخالفت کی ایک عام پنچایت نے بھی تائید و تصدیق کی۔ اس مشکل وقت میں پنچایت جوڑنے کی ہمت قبیلۂ رمی نے کی تھی اور اس میں غالیہ کے اضلاع و قریٰ کے نمائندوں کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ وہ "خودمختاری کو ترجیح دیتے ہیں یا امن کو" قبیلۂ تریوری کی طرف سے جولیوس والن تی نوس پنچایت میں آیا تھا لیکن قبیلۂ رمی کے ایک امیر جولیوس اوس پکس کی دلیلوں کے آگے کسی کی پیش نہ گئی اور "تمام اہل غالیہ کی جانب سے" ایک مراسلہ قبیلۂ تریوری کو بھیجا گیا جس میں لڑائی سے باز رہنے کی رائے دی گئی تھی۔ قبائل غالیہ کے اس طرح رومیوں کا ساتھ دینے کی سب سے قوی وجہ غالباً صرف یہ تھی کہ وہ باہم ایک دوسرے سے حسد کرتے تھے۔ اور قیام بادشاہی کی صورت میں یہ سوال از خود پیدا ہوتا تھا کہ اگر غالیہ کی خودمختار سلطنت قائم کی گئی تو اس کا پائے تخت کونسا مقام ہوگا؟ تریوری یا لنگونس کے شہر کی حکومت ماننے کے لئے کوئی دوسرا قبیلہ مطلق تیار نہ تھا اور علٰحدہ علٰحدہ ریاستوں کو "اتحادائیہ" کی شکل ایک متحدہ سلطنت کی صورت میں منسلک کرنے کا خیال ظاہراً کسی غالوی محب وطن کے دل میں پیدا نہیں ہوا۔

(۱۰) اس عرصے میں موکیانوس اور وس پاژیان کی حکومت بھی شمال کے دو باغی گروہوں یعنی جرمنوں اور غالویوں کی سرکوبی کی تیاریاں کر رہی تھی پتی لیوس کریالیس کو شمالی جرمانیہ کا اور اوتھو کے سابق سپہ سالار انیوس گالوس کو جنوبی جرمانیہ کا جنگی حاکم مقرر کر دیا گیا اور وین دونیسا کے ایک دی تلیوسی جیش بست وکم کیساتھ

دو فتیح یاب جیش (یعنی میزیہ کا ہشتم اور دلماشیہ کا یازدہم) لشکرکشی کے واسطے منتخب ہوئے اور کوہستان الپس کے راستے انھوں نے غالیہ کی طرف کوچ کیا۔ ان جیوش کے علاوہ برطانیہ سے جیش چہاردہم اور ہسپانیہ سے ششتم "ویک ترکس" اور دہم "دجیمنا" بھی طلب کئے گئے۔ بغاوت کرنے والوں کو اس زبردست فوج کا صحیح اندازہ نہیں تھا کم سے کم اس خطرے کا مقابلہ کرنے کی کوئی خاص تدبیر تو ان کی طرف سے عمل میں نہیں آئی۔ بلکہ کوئی لیس تو اپنے حریف کلوڈیوس لابیو کا بلجیکہ کے بیابانوں میں تعاقب کرتا پھر رہا تھا اور کلاسی کوس رتبہ تاجداری کے مزے لے رہا تھا۔ تیوتور نے الپس کے درے روکنے کا قصد ظاہر کیا لیکن یہ زبانی باتیں تھیں۔ اس پر عمل کرنے کی نوبت نہ آئی۔ البتہ وان جیونس اور بعض دوسرے چھوٹے چھوٹے قبیلوں اور موگون تیاکم کے کچھ رومی سپاہیوں کے آملنے سے اس نے اپنی قومی فوج میں اضافہ ضرور کر لیا۔

اب دس پاتریان کی فوجوں کی آمد شروع ہوئی۔ دس پاتریانی حکام نے پچھلی جنگ کے وقت فلیکس کو کچھ فوجی دستوں کے ساتھ رتیہ کی نگہبانی کیلئے مقرر کیا تھا۔ یہی سردار اپنے کومکی دستوں کو لئے ہوئے سب سے پہلے میدان جنگ میں پہنچ گیا۔ اس کے ہراول کو تیوتور کی فوجوں نے شکست دے کے بھگا دیا تھا لیکن جب فلیکس کی پوری جمعیت اور نیز جیش بست و یکم مقابلے میں پہنچے تو رومی جیوش کے سپاہیوں نے باغیوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور قبیلہ تریوری کے دوسرے حلیفوں نے بھی انھی کی تقلید کی۔ تیوتور اپنے تریوری سپاہیوں کو لے کر قریۂ بین جیسم کی طرف ہٹ آیا اور ناوا دے ناہیہ ندی کا پل توڑ کر، دائیں کنارے پر مورچے باندھے۔ لیکن فلیکس کے سپاہی پایاب پانی میں ندی اترے اور تریوریوں کو مار کر بھگا دیا۔ وہ رومی جیش جنھیں باغیوں نے اوگستہ تریوورم میں ٹھہرنے پر مجبور کیا تھا، اس شکست کی خبر سن کر وہاں سے چل دئیے۔ انھوں نے وس پاتریان کی اطاعت کا حلف اٹھایا اور مدیو مات ریکی کا رستہ لیا جو پہلے دیبو دورم کہلاتا تھا، بعد میں میتس کے نام سے مشہور ہوا اور اب میز کہلاتا ہے باایں ہمہ تیوتوره والنں تی نوس نے دوبارہ تریوری قوم کو آمادۂ جنگ کر لیا

اور ہری نیوس اور نومی سیوس جیش سالاروں کو جوان کی قید میں تھے قتل کرادیا۔

(۱۱) اس عرصے میں تی تی لیوس کریالیس موگون تیاکم کی چھاؤنی میں پہنچ گیا۔ یہ سپہ سالار دشمن کو نہایت حقیر سمجھتا تھا اور غالیہ سے نئی بھرتی کرنے کی تجویز اس نے مسترد کر دی۔ ان باتوں سے اس کے سپاہیوں کے حوصلے بڑھے اور غالیہ والے اور بھی مرعوب و منتشر ہو گئے۔ پھر موگون تیاکم کی پہلی فوجوں کے جو باقی ماندہ سپاہی ملے اُن کو ساتھ لے کر وہ اپنا لشکر تین دن میں ریگو دولم (= ریول) لے آیا جو اوگستہ تریورورم سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اس اثنا میں جو موزلا کے کنارے کنارے اور ایک طرف دریا اور دوسری طرف بلند پہاڑیوں کی آڑ میں کی گئی تھی اس کے سپاہیوں نے نو گھنٹے روزانہ کے حساب سے مسافت طے کی اور مقام مذکور کو نہایت بہادری سے یورش کر کے چھین لیا جہاں والن تی نوس کے ماتحت تریوریوں کی ایک بڑی جمعیت پتھر کے حصار اور خندقوں کے پیچھے مورچہ بند تھی۔ اس فتح میں خود والن تی نوس رومیوں کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا اور پھر فتح مند سپاہی اوگستہ تریورورم میں داخل ہو گئے جہاں ان کو کلاسی کوس اور تیوتور کے گھروں کو برباد کرنے کی سخت بیتابی تھی اور خود اس شہر کو وہ کہتے تھے کہ یہ کرمونہ سے کہیں زیادہ قابل سزا ہے جسے پچھلی جنگ میں حصہ لینے کی وجہ سے وہ کچھ خمیازہ بھگتنا پڑا۔ لیکن کریالیس کے فیصلے نے اس بزرگوں کی یادگار شہر کو بچا لیا جس کے نصیب میں آیندہ ایک صوبے کا صدر مقام بلکہ خود بادشاہان روما کا ایک مستقر ہونا لکھا تھا۔

جب کوئی لیس اور کلاسی کوس کو معلوم ہوا کہ اوگستہ تریورورم پر رومی قابض ہو گئے ہیں، تو انھوں نے کریالیس کو غالیہ کی جدید بادشاہی کا لالچ دے کر توڑ لینے کی کوشش کی۔ لیکن ان کے اس پیام کا کریالیس نے جواب تک دینا گوارا نہ کیا بلکہ وہ خط سیدھا روما بھیج دیا اور باغیوں کو فیصلہ کن لڑائی کی تیاریاں کرنی پڑیں۔ کوئی لیس کی رائے تھی کہ جب تک آن روئے رہ اُن کی امداد آئے، جنگ شروع کرنی نہ چاہیے لیکن تیوتور نے زور دیا کہ اگر تاخیر کی گئی تو برطانیہ اور ہسپانیہ سے جن جیوشں کو

رومیوں نے بلایا ہے وہ آجائیں گے اور ان کی تعداد میں بہت اضافہ ہو جائے گا چنانچہ تیوتور کی رائے پر عمل ہوا اور باغیوں نے خود بڑھکر رومیوں کی لشکر گاہ پر حملہ کیا جسکی انھیں مطلق توقع نہ تھی۔ رومی لشکر گاہ موزلا کے دائیں کنارے پر تھی تاکہ شہر اوگستہ کی جو دریا کے دائیں جانب واقع ہے شمالی حملہ آوروں سے حفاظت کی جا سکے۔ حملہ کی رات اتفاق سے کریالیس شہر میں جا کے سویا تھا اور اسے خبر دینے والوں نے بیدار کیا کہ اپنے پڑاؤ کی خبر لے جہاں لڑائی ہو رہی ہے اور دشمن کا غلبہ ہوتا جاتا ہے۔ واقعی باغی حملہ آوروں نے لشکر گاہ کے اندر سے لڑ کر اور سواروں کو شکست دے کر شہر کے پل تک راستہ نکال لیا اور خود پل پر جو شہر اور پڑاؤ کے درمیان تھا، قبضہ کر لیا تھا۔ میدان محض رومی سپہ سالار کی دلیری اور حواس بجا رہنے کی وجہ سے رومیوں کے ہاتھ رہا۔ کریالیس نے انھی سپاہیوں کو جنھیں دشمن نے دھکیل کر شہر میں پہنچا دیا تھا ساتھ لے کر دوبارہ پل چھین لیا اور لشکر گاہ میں پہنچ کر پھر اپنے سپاہیوں کی صفیں درست کیں۔ لڑائی کے ہونے میں کچھ کسر نہ رہی تھی اور اسے محض امداد غیبی سمجھنا چاہیئے کہ آخر میں فتح رومیوں کو حاصل ہوی۔

(۱۴) کولونیہ کے باشندے (اگری پی نن سس) خوشی سے دوبارہ رومیوں کی طرف آ ملے۔ انھوں نے اپنی بستی کے جرمنوں کو مار ڈالا اور قریب ہی جو تھی اور فریسی قبائل کی فوجوں کو بھی شرابیں پلا کر اور پھر جس مکان میں وہ پڑے سو رہے تھے، اسے آگ دے کر ہلاک کر دیا۔ بلجیکہ کے باغیوں کی برطانیہ کے جہاز رومہم جیش نے سرکوبی کی۔ اور اگرچہ برطانیہ کے رومی بیڑے کو قبیلۂ کانی نفات والوں نے جو فن جہاز رانی میں زیادہ مشاق تھے، شکست دی لیکن ان کی اس کامیابی سے بغاوت کے فرو کرنے کے کام میں کوئی خاص دشواری پیش نہ آئی۔

فیصلہ کن دوسری شکست وتیرا کے مقام پر ہوی جہاں اوگستہ کی ناکامی کے بعد ان لوگوں نے اپنی فوجوں کو جمع کر کے بڑا مضبوط مورچہ قائم کیا تھا۔ کریالیس کی فوج ہسپانیہ اور برطانیہ کے جیوش آجانیسے دگنی ہوگئی تھی اور وہ اس پورے لشکر

کو لے کر وتیرا روانہ ہوا لیکن زمین کی خرابی سے لڑائی میں دیر ہوئی - یہاں کے میدانوں میں سیلاب کے اثر سے پہلے ہی دلدل سی رہتی تھی کوئی لیس کی تدبیر نے انھیں اور بھی خراب کر دیا۔ اس نے رہائن کے دائیں کنارے سے ایک پشتہ بنوا کے پانی کو اس طرح روکا کہ وہ اونچا ہو کے کناروں سے اُمنڈ پڑا اور رومیوں کا لشکر گاہ میں پہنچنے کا راستہ رُک گیا۔ پھر گہری دلدلوں میں لڑائی چھڑی تو اس میں بتاوی سپاہی جو تیرنے میں بہت مشاق تھے بازی لے گئے۔ کچھ دن ٹھہر کر کریالیس نے پھر صف بندی کی اور کو کی فوج اور سواروں کو سامنے رکھکر قائب تیں جیوش کو استادہ کیا اور ایک چیدہ دستہ اتفاقی ضرورتوں کے لئے عقب میں متعین کر دیا۔ کوئی لیس نے اپنی فوج لمبی قطاروں میں مرتب کی تھی۔ کوجرنی اور بتاوی اس کے دائیں طرف اور رہائن پار کے دستے بائیں جانب دریا سے متصل تھے۔ جرمنوں نے سنگ و خدنگ اندازی سے لڑائی کا آغاز کیا لیکن اس سے رومی سپاہی جوش میں آکر دلدلوں میں گھس پڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ پھر جب یہ سنگ و خدنگ ختم ہو گئے تو جرمنوں نے بڑھکر لمبے نیزوں سے سپاہیوں کی اگلی صفیں چیر دیں۔ جو دلدل کے کنارے پر لڑکھڑا لڑکھڑا کر پھسلے جاتے تھے۔ دریا کے دائیں طرف بروک تری قبیلے کے لوگ تھے انھوں نے اس پشتے کو تیر کر پار کیا جس کا اوپر ذکر آچکا ہے اور رومیوں کے میمنے پر ٹوٹ کے گرے۔ کو کی پیادوں پر اس لڑائی میں شروع سے بہت بڑی بنی لیکن جیوش کے سپاہیوں کی نوبت آئی تو وہ قدم جما کے لڑتے رہے۔ لڑائی کا فیصلہ ایک بتاوی مفرور کی مدد سے ہوا جس کی رہنمائی سے دو رومی رسالے دلدل کی آخری حد تک آکر دشمن کے عقب میں پلٹ پڑے جہاں پختہ زمین تھی اور کوجرنی سپاہی نگہبانی کا فرض بے پروائی سے ادا کر رہے تھے۔ اسی کے ساتھ رومی جیوش نے سامنے سے اور زیادہ دباؤ ڈالا تا آنکہ جرمن دریا کی طرف فرار ہو گئے لیکن رات کی آمد اور زمین کی حالت نے رومیوں کو تعاقب سے باز رکھا۔

(۱۳) اس شکست کے بعد کوئی لیس اس رہائن پر اپنا قبضہ قائم نہ رکھ سکا۔ اس نے "بتاویوں کے شہر" کو بچانے کی بھی کوشش نہیں کی بلکہ جزیرے میں ہٹ آیا۔

"بتاویوں کے شہر" سے جس کا اور کوئی نام معلوم نہیں عجب نہیں کہ ہمارے زمانے کا شہر کلیوز مراد ہو۔ کوئی لیس نے رائن کا وہ بند بھی توڑ دیا جسے دروسوس نے شروع کیا اور نرو کے عہد (۵۵ء) میں اس کی تکمیل ہوئی تھی اور جس کا مقصود یہ تھا کہ دریا کی بائیں شاخ کا پانی اس کی دائیں یا مشرقی دھار میں منتقل کر دیا جائے۔ اب اس کے توڑنے سے پانی کا سارا بہاؤ بائیں شاخ کی طرف ہو گیا جسے و ہالیس کہتے ہیں، اور دائیں شاخ پایاب رہ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بتاویوں کا جزیرہ بھی اب گویا رائن پار جرمانیہ کے علاقہ میں آ گیا حالانکہ پہلے وہ دریا کے اس کنارے کی طرف تھا جو غالیہ میں داخل تھا۔ نام نہاد "دولت غالیہ" کے رہے سہے ارکان، تیوتور، کلاسی کوس اور کوئی سنوٗ تریوری اعیان بھی کوئی لیس کے اسی جزیرے میں جو اب "ماورائے رائن" ہو گیا تھا، پناہ گزیں ہوئے۔ ادھر کریالیس بھی رومی فوج لئے ہوئے دریا کے دہانے کی طرف بڑھا اور مختلف مقامات پر اپنا عمل دخل کرتا آیا۔ چنانچہ ارناکم (موضع رائنڈن متصل کلیوز) پر اس نے تجیش دہم کو متعین کیا، بتاودُورم (نم ویگن کے قریب) میں جیش دوم کو اور اسی کے ساتھ گرنیس اور وادا میں بھی کوملی رسالے اور دستے بھیجدئے جو ایک دوسرے کے قریب وہالیس کے کنارے واقع ہیں۔ کریالیس نے خود اپنا مستقر "بتاویوں کے شہر" کو بنایا تھا

کوئی لیس نے ان رومی مورچوں پر حملہ کرنے کے لئے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ وادا پر حملہ کرنا اس نے اپنے ذمے لیا۔ گری نسل کا حملہ کلاسی کوس کے تفویض کیا۔ اور اپنے ایک بھتیجے ورا کس اور تیوتور کو بتاوُدورم اور ارناکم پر یورش کرنے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ ارناکم کی یورش میں رومی لشکرگاہ کا کوتوال اور بعض سردار اور سپاہی مارے گئے۔ بتاوُدُورم میں جہاں رومی دریا پر ایک نیا پل تیار کر رہے تھے لڑائی کا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلا۔ لیکن وہالیس پر لڑائی زیادہ سخت ہوئی۔ اور جولیوس بری گانتی کوس مارا گیا۔ یہ بھی رشتے میں کوئی لیس کا بھتیجا لیکن اس کا جانی دشمن اور رومیوں کا سچا وفادار تھا۔ اسی میدان میں تیوتو دوراکس بھی مدد لے کر پہنچ گئے۔ اور فتح کا پلہ جرمنوں کی طرف جھک

چلا تھا کہ خود سپہ سالار کریالیس سواروں کا ایک جوق لے کر آیا اور لڑائی رومیوں کے ہاتھ رہی۔ دشمن کو دریا کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ کوٹی لیس اور ورانکس تیر کر نکل گئے اور تیو تورو کلاسی کوس کی جان کشتیوں نے بچائی۔ اگر رومی بیڑا وقت پر پہنچ جاتا تو یہ دونوں اسیر کرلئے جاتے۔

کریالیس کی تمام تدابیر جنگ اور کارناموں سے کمال بے پروائی اور انتہائی خوش نصیبی ثابت ہوتی ہے۔ اس نے کبھی اپنا نقشۂ جنگ تکمیل کو نہ پہنچایا۔ بایں ہمہ بالعموم اسے کامیابی نصیب ہوئی۔ جہاں اسے ناکام ہونا چاہئے تھا وہاں تقدیر نے اس کا ساتھ دیا۔ لیکن جنگ واد آسے کے چند روز کے بعد، فوجی نظم و ترتیب سے بے پروائی کی بدولت اس کی زندگی ایک مرتبہ ایسے خطرے میں پڑ گئی تھی کہ وہ بال بال بچا۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ انھی دنوں شہر نویزیم اور بونا میں ازسرنو چھاؤنی کی عمارتیں بن رہی تھیں۔ موسم سرما کی آمد آمد تھی۔ لہٰذا کریالیس دریا کے راستے خود جہاز میں بیٹھکر گیا کہ ان نئی عمارتوں کا معائنہ کرے۔ حفاظت کیلئے کچھ پیادے کنارے کنارے اس کے ساتھ رہتے تھے اور واپسی کے وقت رائن پار کے جرمنوں نے (یہ بے شبہہ تنک تری اور بروعاک تری قبیلوں کے لوگ ہونگے) جو موقع کی تاک میں تھے معلوم کر لیا کہ یہ رومی سپاہی نہ یک جا رہتے ہیں اور نہ رات کو پڑاؤ ڈالنے میں کوئی خاص احتیاط کرتے ہیں۔ پس ایک اندھیری رات دیکھکر وہ ان کی خیمہ گاہ میں داخل ہوئے۔ اور خیموں کی طنابیں کاٹ کر رومی سپاہیوں کا قتل عام کر دیا جو خیموں کے نیچے الجھ گئے اور باہر نہیں نکل سکے۔ یہ چھاپا مارنے والے رومی کشتیوں کو بھی کھینچ کرلے گئے جن میں سپہ سالار کا "ترتیوری جہاز" بھی تھا۔ اسے رود لوپیہ میں کھینچ کر کاہنہ ولیدہ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا گیا؟ رومیوں پر یہ آفت محض اس لئے آئی کہ پہرے والے پڑ کر سو گئے تھے کیونکہ انھیں حکم تھا کہ وہ بگل نہ بجائیں مبادا کریالیس کے عیش میں جو اسی نواح میں کہیں مصروف عشق بازی تھا خلل واقع ہو۔

تھوڑے دن بعد کوٹی لیس نے وہالیس کی وفاع سے ہاتھ اٹھالیا اور اصلی رہائن کے پار فریسیہ کے علاقے میں چلا آیا۔ تب رومیوں نے وہالیس اتر کر

بتا دیون کا جزیرہ تاراج کر دیا۔ البتہ کوئی لیس کی ذاتی املاک کو ہاتھ نہ لگایا۔ تاکہ اس کے ہم وطنوں میں اس کی طرف سے شبہات پیدا ہو جائیں اور یہ اسی قسم کی عیاری تھی جیسی کہ پلوپنی سوس کی جنگ میں ارکی داموس نے کی تھی کہ پریکلس کے مال و متاع کو برباد نہیں کیا یا جیسے ہنی بال نے فابیوس ماکسی موس کی املاک ذاتی کو خراب ہونے سے محفوظ رکھا تھا۔ لیکن اب خود بتاوی قوم ہی رومیوں کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ اور رہائن پار کے قبائل صلح کرنے کے لئے تیار تھے، اور کوئی لیس نے اپنے ساتھیوں کا یہ رنگ دیکھکر ارادہ کر لیا کہ قبول اطاعت کر کے اپنی جان بچائے۔ اس نے رومی سپہ سالار سے ملاقات کی استدعا کی۔ ملاقات کیلئے نبالیہ ندی کا (جو شاید ہمارے زمانے کی یزل یا وخت ہے) پل بیچ میں سے توڑ دیا گیا اور ان سرداروں نے ٹوٹے ہوئے سروں پر کھڑے ہو کر باہم گفتگو اور معاہدے کی شرطیں کیں۔ کوئی تحریر جس میں کوئی لیس اور اس کے غالوی اتحادیوں، کلاسی کوس و تیوتور کا انجام لکھا ہو، محفوظ نہیں رہی۔ اتنا البتہ معلوم ہے کہ بتاویوں کو وہی حیثیت حاصل ہو گئی جو جنگ سے پہلے تھی یعنی وہ کوئی خراج ادا نہ کرتے تھے مگر رومی افواج میں بہ تعداد کثیر بھرتی کئے جاتے تھے۔ رہائن پار کے جرمنوں کا جنھوں نے جنگ میں حصہ لیا، مغلوب ہونا اس سے ثابت ہے کہ کاہنہ ولیدہ کو قیدی بنا کر روما بھیجا گیا۔ ان شرائط صلح کے وقت موکیانوس اور بادشاہ کا بیٹا دومیشیان[1] بھی لگو دونم آ گئے تھے کہ میدان رزم سے قریب رہیں اور یقین ہے کہ صلح کی آخری شرطیں طے کرنے میں ان کی رائے کو بہت کچھ دخل ہوگا۔

(۱۴) اگر نرو کی وفات کے بعد سلطنت روما کی حالت ایسی عجیب نہ ہو جاتی

[1] اسی بنا پر سیلیوس شاعر نے دومیشیان کو بادشاہ ہونے کے بعد ان الفاظ سے خطاب کیا ہے۔ "جام پوٹرا دری کوموپری خاری ویت بتادو" (باب سوم صفحہ ۶۰۸) اور جونال نے جہاں دومی تیک بتاوی" کا ذکر کیا ہے وہاں اسی کوئی لیس کی بغاوت کا اشارہ ہے (باب ہشتم صفحہ ۵۱)

توکوی لیس کی بغاوت واقع نہ ہو سکتی تھی۔ درحقیقت یہ بغاوت براہ راست رومی جیوش کے کرتوت کا نتیجہ اور اسی داستان کی جس میں اطالیہ کی خانہ جنگیاں درج ہوئیں، ایک فصل تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سپاہیوں کو اپنے سرداروں سے کس وجہ بے اعتمادی اور فوج بھر میں عام طور پر کیسی بدنظمی اور نافرمانی پیدا ہوگئی تھی۔ بت ریا کم میں رومی جیوش نے سلطنت کے معاملات میں اپنے حصہ دار ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ کوی لیس کی بغاوت میں کوگی سپاہیوں نے اپنے حقوق منوانے کی سعی کی۔ ابتدا میں یہ فقط کوگی سپاہ کی سرکشی تھی اور رہائن پار کے آزاد جرمنوں کی دراز دستی نیز غالیہ میں آزاد حکومت قائم کرنے کی کوششیں اس کی ذیل میں آگئیں، کوی لیس کو ارمی نیوس کا (جو اسی کی طرح رومی سپاہ کا ایک سردار تھا) جانشین کہا گیا ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ارمی نیوس کی قوم چروسکی، رومیوں کی خراج گزار تھی مگر بتاویوں کی طرح اپنے آدمی رومی فوجوں کے واسطے مہیا نہ کرتی تھی۔ مختصر یہ کہ یہ بتاوی جنگ دراصل رومی فوج کے اندر ہی ایک قسم کا غدر تھا۔ اگرچہ بعد میں اتفاقی اسباب سے وہ بہت پیچیدہ اور وسیع ہو گیا۔

کوی لیس کو وین ڈیکس کا جانشین بھی کہا گیا ہے لیکن یہ غلط فہمی پر مبنی ہے بے شبہ کوی لیس نے وس پاتزیان کے نام سے بغاوت کا علم بلند کیا جسطرح وین ڈکس نے گالبا کا حامی بن کر کیا تھا لیکن غالیہ میں خودمختار بادشاہی قائم کرنے کے خیال کا جو یہ احوال ظاہر وین ڈکس کے دل میں پیدا ہوا تھا، تجدید اس موقع پر کوی لیس نے نہیں کی۔ بلکہ کلاسی کوس تیوتور اور رسالی بوس نے کی تھی۔ چونکہ رومہ کی مخالفت میں غالوی اور جرمن دونوں کا فائدہ تھا۔ لہٰذا اس حد تک وہ مل کر کام کرتے رہے ورنہ "امپریوم گالیا روم" کے قیام سے کوی لیس نے کوئی سروکار نہ رکھا مگر یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ وین ڈکس کے ارادۂ خودمختاری کی جن دو قوموں نے تائید کرنے سے صاف انکار کیا اور رومی سپہ سالار ورجی نیوس رو فوس کے ساتھ ہو گئی تھیں، اس موقع پر وہی قومیں یعنی تریوری اور لنگونس غالیہ میں خودمختار حکومت قائم کرنے میں سب سے پیش پیش تھیں اور ان کے مقابلے میں قبیلہ سکوانی جس نے پچھلی شورش میں وین ڈکس کا ساتھ دیا تھا اس مرتبہ

اسی مقصد میں شریک ہونے سے باز رہا۔ کیونکہ اس تحریک کے بانی تریوری اور لنگون
تھے۔ بغاوت کے دیگر واقعات سے بھی صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ چند بد دل قبیلوں
کے سوائے عام طور پر گالیہ کے باشندے اس بات کو جان گئے تھے کہ ان کا اصلی فائدہ
اسی میں ہے کہ روما کے وفادار رہیں۔ انھیں نظر آتا تھا کہ رہائن کے جرمنوں کی مدد
سے آزادی حاصل کرنا ایک دوسرے اریو ویس توس کو اپنے سروں پر مسلط
کرنا ہے۔ جرمنوں کے متعلق اتنی بات یہاں اور واضح کر دینی چاہئے کہ اس بغاوت
میں آزاد جرمنوں کا حصہ بہت ہی کم تھا۔ کیونکہ اس شورش کا اثر صرف انھی قبائل
تک محدود رہا جو رومی سرحد کے متصل آباد تھے۔ اور وسطی جرمانیہ تک یہ تحریک
نہ پہنچی۔ دوسرے یہ کہ اصلی غرض جس نے بروک تری اور تنگ تری قبائل کو
بتاویوں کے زیر علم جمع کیا اگر کچھ تھی تو اسی وقت لوٹ مار کی امید تھی ورنہ
حکومت روما کے خلاف کسی مستقل کامیابی کے انھوں نے وسیع منصوبے قائم
نہیں کئے تھے۔

(۱۵) شورش فرو ہونے کے بعد وس پازیان نے معافی کی
عاقلانہ حکمت عملی اختیار کی۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ جرمانی جیوش کے طرز عمل سے
مطلق اغماض برتنا غیر ممکن تھا جو اپنی اہم ذمہ داری کو ادا کرنے سے قاصر رہے
اور جنھوں نے الٹا جولیوس کی اطاعت کا حلف اٹھا لیا۔ چنانچہ شمالی جرمانیہ
کے چاروں جیوش (اول۔ پنجم۔ پانزدہم۔ وشانزدہم) کو اور جنوبی جرمانیہ کے
ایک جیش (ششم 'ماکی دونانی کا') کو برطرف کر دیا گیا لیکن وکولا کے جیش بست دوم
کو معافی مل گئی۔ علاوہ ازیں اس بغاوت سے وس پازیان کو بڑا سبق حاصل ہوا تھا
جس کی بنا پر اس نے کومکی افواج کی تنظیم میں نہایت اہم تغیر کیا۔ یعنی اول تو آئندہ
سے رسالوں اور پیادہ دستوں میں ایک ہی قوم کے سپاہی نہیں رہنے دئے اور
مثال کے طور پر بتاویوں اور تریوریوں کو تمام کومکی افواج میں الگ الگ بانٹ
دیا۔ اور دوسرے ان کومکی فوجوں کی سپہ سالاری غیر اطالوی باشندوں کو (جیسے
ارمی نیوس وکوی لیس تھے) دینی موقوف کر دی۔ اور یہ منصب انھی کے واسطے

مخصوص کر دیا جو اطالیہ کی نسل سے ہوں نیز ان بیرونی فوجوں کو اپنے وطن کے قریب کی چھاؤنیوں میں نہ رہنے دیا۔ اور انھی تدابیر کا نتیجہ تھا کہ آیندہ کوئی ایسی بغاوت نہ ہوئی جیسی کوئی لیس نے برپا کر دی تھی!

فصل سوم

یہودیہ کی بغاوت اور بیت المقدس کی بربادی

(۱۶۱) یہودیوں کے معاملے میں شاہ کلودیوس تک رومیوں کا وہی طرز عمل رہا جس کی تی بریوس نے ابتدا کی تھی۔ یعنی اطالیہ میں ان کی عبادات روک دی گئیں لیکن ممالک مشرق اور ان کے وطن میں آزادی دی گئی۔ بلکہ کلودیوس نے ایک اور رعایت یہ کی کہ ہیرود کی پوری مملکت سابقہ اپنے دوست ہیرود اگریپا کے تفویض کر دی اور اس طرح اغسطس کے اصول کو پھر تازہ کیا جس کا وہ دلدادہ تھا۔ اس تدبیر سے رومیوں اور یہودیوں میں براہ راست تصادم کا موقع نہ رہا بلکہ ان دونوں کے درمیان اگریپا ایک واسطہ بن گیا۔ لیکن جب ۴۴ء میں اس نے وفات پائی تو اس کے بیٹے اگریپا کی عمر صرف سترہ سال کی تھی اور کمسنی کی وجہ سے اسے اس قابل نہ سمجھا گیا کہ باپ کا جانشین بنا دیا جائے۔ لہٰذا یہ علاقہ پھر ایک ادنے درجے کا رومی صوبہ بنا لیا گیا۔ اور یہی وقت ہے وہاں نفرت و بغاوت کا مادہ پکنے لگا۔ کایوس کے دعوائے خدائی کو یہودی ابھی تک نہ بھولے تھے انھیں خوف تھا کہ کوئی دوسرا رومی بادشاہ بھی اسی طرح ان سے اپنی پرستش کرانے پر زور دے گا۔ اور ان کی نظر میں روما کے سارے تاجدار ملعون تھے ان کی طبیعت میں قومی جذبات کے ساتھ مذہبی تعصب آمیختہ تھا اور ان کے متعصبین بے قرار تھے کہ رومی حکومت کا طوق اتار پھینکیں یا اسی کوشش میں جان سے گزر جائیں!

شورش کا ظہور ۶۶ سنہ سے پہلے نہیں ہوا مگر اس ۲۲ برس کی مدت میں برابر اس کی تیاری ہوتی رہی۔ رومیوں کی بڑی غلطی یہ تھی کہ مخالفت کے عناصر کی بیخکنی کر دینے کی بجائے وہ ایسی قوم کو بہلانے اور منانے کی کوشش کرتے رہے جس میں صلح و آشتی کا مادّہ ہی نہ تھا۔ اور جہاں تک ممکن ہوا یہودیوں کے لایعنی مطالبات اور تعصّبات سے دبتے رہے۔ مثلاً ایک رومی سپاہی کو محض اس خیال پر کہ اس نے یہودی قوانین کے اجزا پھاڑ ڈالے تھے، قتل کی سزا دی گئی، دوسری غلطی یہ تھی کہ اس صوبے میں فوج بہت کم رکھی گئی اور اس میں بھی بیشتر وہیں کے لوگ بھرتی کئے گئے۔ ادھر یہودیوں نے اپنے پاؤں میں خود کلھاڑی ماری۔ انکے مذہبی پیشوا محض ناکارہ اور بڑے متشدّد تھے۔ اور حکمرانوں کو دبنے پر مائل دیکھکر انھوں نے اس طرز عمل سے بے جا فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور ایسے مطالبات پیش کئے جو دھرے جائیں نہ اٹھائے جائیں۔ اس بائیس سال کے زمانے میں رومی اس علاقے کے قزاقوں کا سدباب کرنے میں مصروف رہے جو پہاڑیوں میں رہتے تھے اور یہودی انھیں "دیلوت" یعنی فدائی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی قزاقی کی تہ میں مذہبی جنون بھی شامل تھا۔ انھیں کلودیوس کے عہد میں یہودیہ کے پہلے عامل کوسپ پروس فابوس نے اپنے ماتحتوں سے مار کر نکالا۔ اور نیست کیا تھا لیکن اس کے جانشین اور حکیم فیلو کے بھتیجے تی بریوس الکزاندر کے وقت میں پھر یہ آفت برپا ہوئی۔ آخر الکزاندر نے کسی نہ کسی طرح ان کے دو مشہور سرداروں کو پکڑ کر سولی پر لٹکا دیا۔ یہ دونوں جاکوبوس (یعقوب) اور سیمون، جوداس (یہودا) گالیلوی کے بیٹے تھے، گالیلی (جلیل) اور سامریہ کے اضلاع میں یوں بھی آئے دن باہمی فساد ہوتے رہتے اور سامریہ گالیلی کے مسلح قزاقوں کی تاخت کا تختۂ مشق بن گیا تھا۔ ان جھگڑوں نے یہاں تک طول کھینچا کہ ۵۲ء میں سخت لڑائی کی نوبت پہنچی اور شام کے صوبہ دار کوادراتوس کو مداخلت کرنی پڑی۔ گالیلی اور سامریہ و یہودیہ کے رومی عاملوں کی باہمی رقابت کو بنائے فساد قرار دیا جاتا تھا اور کوادراتوس نے تحقیقات کے بعد گالیلی کے عامل کیومانوس کو سزا بھی دی۔ نیز ایک رومی حاکم سیلر کو یروشلم میں سزائے موت دے کر یہودیوں کا دل خوش کیا۔ سامریہ کا

عامل فیلکس بھی اگرچہ برابر کا قصور وار تھا مگر وہ سزا پانے سے بچ گیا۔ کیونکہ وہ پالاس جیسے صاحب رسوخ ہولی کا بھائی اور اگریپا کی بہن دروسیلہ کا شوہر تھا۔ لیکن فیلکس کے بعد اس کے جانشینوں فستوس اور البی نوس کے زمانے میں بھی فتنہ و فساد ہوتے رہے۔ گلی گلی رومیوں کے خلاف جہاد کی تلقین ہوتی تھی۔ طرح طرح کی کرامتوں اور پیشین گوئیوں کا زور تھا۔ پہاڑیوں کے فدائی قزاقی میں اسی طرح سرگرم تھے حالانکہ انصاف سے دیکھئے تو ان باشندوں کو کوئی حقیقی وجہ شکایت نہ تھی اُنکا حال نہ ان ستم زدوں کا سا تھا جو اپنے ستمگروں کے خلاف لڑنے پر آمادہ ہوتے ہوں نہ اُن غلاموں کا سا جو حصول آزادی کے واسطے کشمکش کرتے ہوں۔ بلکہ یہ ساری لڑائی محض ناعاقبت اندیش دہقانوں کے مذہبی جنون پر مبنی تھی۔

ہیکل سلیمان اور اس کے سرمائے نیز وہاں کے ربّیوں و احبار کے تقرر کا سارا اختیار رومی عامل کے ہاتھ میں نہ تھا بلکہ ۴۴ء میں کالکیس کے رئیس ہیرود کو اور اس کی وفات پر ۴۸ء میں اس کے وارث اگریپا کو سونپ دیا گیا تھا۔ اسی اگریپا کو ۵۳ء میں اضلاع کالکیس کی بجائے بطانیہ اور انی تیس اتراکونیتیس گکا ودونی تیس اور ابی لین کے اضلاع خطاب بادشاہی کے ساتھ عطا ہوگئے اور دو سال بعد نیرو نے تی بریاس و تاریکیہ (واقع گالیلی) اور جولیاس (واقع پیریہ) کے پرگنوں کا اس کی مملکت میں اضافہ کر دیا۔ اور یہ رئیس بھی آیندہ جنگ یہود میں رومیوں کی وفاداری میں ثابت قدم رہا۔

(۱۷) بغاوت رومی عامل گسیوس فلورُوس کے زمانہ (۶۴ تا ۶۶ء) میں برپا ہوئی۔ شہر سیزاریہ (قیصریہ) میں یہودی اور یونانی دونوں آباد اور مساوی حقوق رکھتے تھے۔ یہودیوں کی تعداد زیادہ تھی لیکن نیرو کے عہد بادشاہی میں یونانیوں نے یہودیوں کے شہری حقوق پر اعتراض کیا۔ اور حکومت روم سے داد رسی چاہی۔ بادشاہ کے مشیر بوروس نے یونانیوں کے موافق فیصلہ کیا۔ اور سیزاریہ کے شہری حقوق یونانیوں سے مختص قرار دے کر یہودیوں کو اُن سے محروم کر دیا۔ (۶۲ء) اس فیصلے سے شہر میں ہل چل مچ گئی۔ اور

آخر میں یہودی سیزاریہ کی سکونت چھوڑ کر چلے تھے کہ وہاں کے حاکم نے انھیں واپس آنے پر مجبور کیا اور پھر بازار کے ایک بلوے میں ان کا قتل عام کرا دیا۔ (۱۷ اگست ۶۶ء)

اسی زمانے میں یروشلم میں بھی معاملات نے بہت نازک صورت اختیار کر لی۔ یہودیوں میں دو گروہ تھے ایک تو اعتدال پسند جو رضائے الٰہی پر توکل کر کے رومیوں کی حکومت کو بے چون وچرا برداشت کرنے پر تیار تھے۔ اور دوسرے ارباب عمل جنھوں نے بزور شمشیر خدائی حکومت قائم کرنیکی ٹھان لی تھی؛ پہلا گروہ **فریسیون** کا تھا۔ دوسرا (ذیلوت) **فدائیون** کا جس کی قوت بڑھ رہی تھی۔ اسی گروہ میں بڑے ربی آنانیاس[۱] کا بیٹا الیازر (الیعزر؟) شریک تھا۔ یہ نوجوان اخلاق ستودہ سے آراستہ تھا لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی نیکیاں اپنے باپ کی بدکرداریوں سے زیادہ اندیشہ ناک تھیں۔ اسے ہیکل کی نگہبانی کا عہدہ سپرد تھا۔ اور اس نے غیر یہودیوں کو "یہووا" کے حضور میں بیرونی صحن میں بھی نذر نیاز[۲] پیش کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔ حالانکہ رواج قدیم کی رو سے ایسا ہمیشہ ہوتا آیا تھا۔ دور اندیش یہودیوں نے بہت کچھ کہا سنا لیکن اس نے ان کی ایک نہ سنی۔ اس پر اعتدال پسند گروہ نے ارادہ کر لیا کہ ان جوشیلے لوگوں کو قابو میں لانے کی کوشش کی جائے۔ انھوں نے رومی حکام اور شاہ اگریپا سے مدد مانگی اور اگریپا نے کچھ سوار مدد کے لئے بھیجے۔ لیکن یروشلم وطن پرستوں اور اسی قسم کے سرپھروں سے بھر گیا تھا جنھیں "خنجر والوں" کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جو رومی حکومت کے طرفداروں کا قصہ پاک کرنے پر تلے ہوئے تھے قلعے کی رومی فوج پر اچانک حملہ کر کے سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ اعتدال پسندوں کی تعداد کثیر، اگریپا کے سپاہی اور بعض رومی سپاہی نیونوں کے بادشاہی محل پر قابض تھے لیکن کثرت تعداد کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے۔ اور امان طلب کی۔ اہل

---

[۱] یہی شخص ہے جسے "رسولوں کے اعمال" میں "صندل لگی ہوئی دیوار" کے نام سے یاد کیا ہے؛

[۲] حتیٰ کہ اغسطس کے نام کی نیاز دینی تک جائز رکھی جاتی تھی؛

شورش نے رومیوں کو نکل جانے کی اجازت دینے سے انکار کیا۔ لیکن یقین دلایا کہ ان کی جان نہیں لی جائے گی۔ بایں ہمہ ان کے ہتیار لے کر انھیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ہرارا بی انانیاس اور اعتدال پسندوں کے دوسرے سرگروہ بھی مارے گئے۔ اس کامیابی کے بعد الیازر اور خنجر والوں کے سب سے خونخوار فرومناہم میں باہم جھگڑا ہوا۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ الیازر کو اپنے ساتھیوں کی (رومیوں کے ساتھ) دغابازی اور پھر باپ کے قتل کا قلق تھا۔ آخر مناہم کی سزائے موت پر اس جھگڑے کا خاتمہ ہوا۔

اس طرح سیزاریہ میں تو دشمنوں نے یہودیوں کا قتل عام کیا اور یروشلم میں یہودیوں نے اپنے دشمنوں کا خون بہایا۔ اور کہتے ہیں کہ یہ دونوں واقعے ایک ہی تاریخ واقع ہوئے۔ مگر سیزاریہ کی دوسرے یونانی قصبوں میں تقلید کی گئی۔ دمشق، گدارا، اسکیتھوپولیس اور عسقلان میں یہودیوں کا قتل عام کر دیا گیا۔ سکندریہ میں بھی اُن سے عداوت کا ظہور ہوا۔ اور گلی کوچوں کے بلوے فرو کرنے کے لئے رومی فوج طلب کرنی پڑی۔ ادھر یوشلم میں فساد کی خبر سنتے ہی شام کو صوبہ دار کستیوس گالوس فوج لے کے روانہ ہوا کہ اہل شورش کی سرکوبی کرے۔ اس کی فوج میں تقریباً بیس ہزار رومی سپاہی اور باج گزار ریاستوں کے بھیجے ہوئے تیرہ ہزار جوان نیز شام کی بے قاعدہ جمعیت کے آدمی شامل تھے۔ جوپا (یافہ) کی تسخیر اور وہاں کے باشندوں کو تہ تیغ کرنے کے بعد وہ یروشلم پر بڑھا اور ستمبر میں شہر پناہ کے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن یہاں کے سنگین حصار اور دمدموں پر اس کا کچھ زور نہ چلا۔ اور وہ بہت نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ گالوس کی ناکامی کی خبر نرو کو یونان میں ملی۔ اور اس نے شام کے جیش سالار ہو گیا نوس کو اور خاص بغاوت فرو کرنے کے واسطے ایک علحدہ اور با اختیار جیش سالار دس پاژیان کو مقرر کیا۔

(۱۸) سلطنت پارتھیہ سے لڑنے کے لئے الی ریکم کے جو تین جیش بھیجے گئے تھے، وہ غالباً اپنی چھاؤنیوں کو واپس روانہ ہو چکے ہوں گے۔ بہرحال

انھی کو اس بغاوت کے دفع کرنے کی غرض سے دوبارہ مشرق میں بھیجا گیا۔ اور ان میں سے جیش پنجم و پانزدہم شام کے جیش دہم کے ساتھ وس پاژیان کی ماتحتی میں دئے گئے۔ الی ریگم کا باقی ماندہ جیش (چہاردہم "اسیکشیہ") دہم کی بجائے مستقل طور پر ملک شام ہی میں متعین کر دیا گیا۔ ان میں جیش اور ان کے ساتھ کی کومکی فوجوں کے سوا شاہان کوماجین، امیسہ، سنطیہ اور خود اگریپا نے بڑی بڑی جمعیتیں وس پاژیان کے پاس بھیجدی تھیں۔ کل سپاہ جس کی تعداد پچاس ہزار سے زیادہ ہوتی تھی ۶۷ئہ کے موسم بہار میں پتولیس کے مقام پر جمع ہوئی اور وہاں سے فلسطین کے علاقے میں داخل ہوئی۔ اس وقت تک بلاد یونانی کے سوا گالیلی، سامریہ اور یہودیہ کے اضلاع غرض پورا ملک باغیوں کے تصرف میں آچکا تھا، این تھدن اور گازا (غزہ) کو تو کروہ مسمار کر چکے تھے لیکن جب سے عسقلان کی تسخیر میں ناکامی ہوئی اس وقت سے میدانی جنگ کرنے کی بجائے انھوں نے رومیوں کے مقابلے میں صرف دفاعی تدابیر اختیار کر لی تھیں۔ وس پاژیان کا ہر قدم جانچ تول کے مگر پورا جما ہوا پڑتا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک گرد و نواح کے اضلاع نے کر یروشلم کا تعلق سب سے منقطع نہ ہو جائے اس وقت تک اس شہر پر اقدام نہ کیا جائے۔ چنانچہ اول اس نے گالیلی اور عسقلان تک ساحل بحر کی فتح کی تدبیر کی۔ ان لڑائیوں میں مورخ جوزفوس (= یوسف) نے بھی نمایاں حصہ لیا۔ اور قلعۂ جوتاپتا کے محاصرے میں جس کی مدافعت اس کے ہاتھ میں تھی پنتالیس دن صرف ہوئے۔ اصل میں تو وہ یہودیوں کے اعتدال پسند گروہ کا آدمی تھا لیکن اس موقع پر گالیلی میں اسے فوج کا سردار بنا دیا گیا۔ آخر تسخیر قلعہ کے بعد کسی طرح اپنی جان بچا کے وہ وس پاژیان کے حضور تک پہنچ گیا۔ اور اس کا اتنا مقرب ہوا کہ اپنا نام بھی اس نے بدل کر تیتوس فلادیوس رکھ لیا۔

آیندہ موسم سرما میں وس پاژیان نے دو جیش سیزاریہ میں اور ایک اسکیتوپولیس میں متعین رکھا۔ تاکہ یہودیہ اور گالیلی کے درمیان آمد و رفت منقطع ہو جائے۔ پھر ۶۸ئہ کے موسم بہار میں وہ رود جوردان (= یردن) کے پار کے علاقے پر قبضہ کرنے بڑھا۔ جس میں شہر گدارا اور جراسا خاص اہمیت

رکھتے تھے۔ ان سب مقامات سے جن لوگوں کو رومیوں نے بھگایا وہ جوق در جوق
یروشلم میں جا کے پناہ گزیں ہوئے اور وہاں اس جم غفیر میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ پھر
وس پاژیان نے جریکو میں اپنا پڑاؤ ڈالا۔ اور شمال میں سامریہ جنوب میں ایدومیہ پر
قبضہ کرنے کے بعد رومی جیوش خاص یروشلم پر بڑھنے والے تھے کہ نرو کی وفات
کی خبر ملی۔ اور وس پاژیان نے یہ پسند نہ کیا کہ جب تک نرو کا جانشین اس کے
عہدے کی تجدید و توثیق نہ کرے وہ جیش سالار کا کام کرتا رہے جس سے اسکی
نسبت بدظنی پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ غرض جنگی کارروائی روک دی گئی۔ اور
جب تک گالبا کا حکم پہنچے موسم سرما شروع ہو گیا۔ پھر گالبا کے زوال دولت
اور اوتھو اور وی تلیوس کی باہمی کشمکش کی بدولت یہودیوں کو اور بھی فرصت
مل گئی۔ اور وی تلیوس کے اعلان بادشاہی کے بعد جب وس پاژیان نے پھر
جنگی کارروائی شروع کی تو خود اس کے انتخاب کی وجہ سے لڑائی کا کام روکنا پڑا۔
اور اس طرح یہ المناک قضیہ سنہ ۷۰ کے موسم بہار سے پہلے، جب کہ تیتوس نے
یروشلم پر چڑھائی کی ختم نہ ہوا۔

(۱۹) اس عرصے میں شہر کے اندر طوفان بے تمیزی مچا ہوا تھا۔
اعتدال پسندوں کا سرگروہ قتل کر دیا گیا تھا اور شہر میں فدائیوں کا دور دورہ تھا جو آپس میں
لڑتے مرتے تھے۔ ان میں بڑے بڑے فرقے تین تھے۔ ایک تو سیمون کے بیٹے
الیازر کا گروہ جس میں خاص یروشلم کے باشندے شامل اور ہیکل کے اندرونی
حصار پر قابض تھے۔ ہیکل کے بیرونی احاطے میں گیس کالا کا باشندہ جوہن
(= یوحنا) اور اس کے گالیلی رفقا تھے۔ اور ایک تیسرے گروہ نے شہر کے بالائی
حصے یعنی زیون کی پہاڑی پر قبضہ جما لیا تھا اور سیمون ابن گیور اس باشندۂ
جراسا ان کا سرگروہ تھا۔ بایں ہمہ جب رومی آئے تو ان فرقوں نے اپنے
اختلافات طے کر دئے اور پہلو بہ پہلو مل کر جنگ کی۔ الیازر کے گروہ نے
جوہن کی ماتحتی قبول کر لی۔ اور اس لئے رقابت کا طوفان کم ہو کر باہمی چشمک
صرف دو شخصوں میں رہ گئی۔ یعنی سیمون اور جوہن میں جو الگ الگ شہر و ہیکل

پر قابض تھے۔

اس موقع پر ممکن تھا کہ تی توس شہر کی ناکہ بندی کر کے لوگوں کو بھوکا مار دے لیکن وہ ایک پرشوکت جنگی کارنامے سے نئے خاندان شاہی کا افتتاح اور اپنا نام کرنا چاہتا تھا۔ سوائے شمال کے یروشلم کے ہر طرف ناقابل گذر پہاڑی چٹانیں تھیں اور پہلے اشوریہ والوں نے اور قریبی زمانے میں پومپی نے شہر کے شمالی رخ ہی سے حملے کئے تھے۔ اور ہیرود اگریپا نے اس سہل الفتح پہلو کے دمدمے زیادہ مستحکم بنوانے چاہے بھی تو رومیوں نے اس کی اجازت نہ دی۔ البتہ بغاوت کے زمانے میں مجلس سان ہدریم کے زیر ہدایت ماراماروہ حصار تعمیر کرائے گئے تھے جن کا اگریپا نے نقشہ تیار کیا تھا۔ غرض تیتوس کی مہم کچھ آسان نہ تھی۔ بیرونی شہرپناہ کو یورش کر کے لینے کے بعد بھی جب وہ نئی بستی میں داخل ہوا تو ایک دوسری فصیل ملی جسے فتح کئے بغیر شہر کے زیرین حصے تک، جو اکرا کی پہاڑی پر آباد تھا پہنچنا ممکن نہ تھا۔ پھر خاص ہیکل کی فتح کا مرحلہ درپیش تھا جس کے گرد دو دو احاطے کی دیواریں اور قریب ہی قلعہ بنا ہوا تھا جسے "انتونیہ" کہتے تھے۔ اور ان سب کے بعد بھی ہیرود کا محل اور زیون کے مضبوط مورچے جس پر شہر کا بالائی حصہ آباد تھا، تسخیر کرنے باقی رہتے تھے۔

شام کے ایک اور جیش (دوازدہم "فل می ناتا") کے آملنے سے تیتوس کی فوج میں اضافہ ہوگیا۔ پہلی شہر پناہ بھی جس پر عرصے تک حملہ آوروں کا زور نہ چلا تھا آخر کار قلعہ شکن دھرمٹوں[1] کے دھماکوں سے ٹوٹ کر نیچے آرہی۔ اُس وقت بہت سے محصورین اطاعت قبول کرنے پر آمادہ تھے۔ کیونکہ سامان رسد ختم ہوجانے کا قوی اندیشہ تھا۔ اور رومی سپہ سالار نے جوزفوس کو فصیل پر بھیجا بھی کہ عزت کے ساتھ اماں دینے کی معقول شرطیں پیش کرے۔ لیکن یہودیوں کے سردار قبول اطاعت کا نام بھی سننا نہ چاہتے تھے۔ تب تیتوس نے شہر کے گرد ایک حصار

---

[1] یعنی "بیٹرنگ ریم" یہ ایک قسم کا آہنی شہتیر یا گرز ہوتا تھا جسے جھولا دے کر فصیل سے ٹکراتے تھے۔ غالباً اس آلۂ قلعہ کوب کا زیادہ رواج یورپ ہی کی قوموں میں رہا۔ مترجم

کی دیوار کھچوا دی ۔ اور شہر میں باہر سے رسد پہنچنے کے سب ذرائع مسدود کر دیے اور ادھر دوسری فصیل پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا ۔ سامان رسد کی نامیسری سے یہودیوں کو قیامت کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور ایک عورت کی نسبت معلوم ہوا ہے کہ پیٹ کی خاطر اس نے اپنے بچے کو مار ڈالا ۔ اسی زمانے میں یہودی مجاہدین کے گروہ کا ایک مجذوب سا آدمی جوشعوا (= یوشع) ابن ہنان عام گزرگاہوں میں یہ نعرے لگاتا پھرا "تباہی کی آواز' مشرق سے اور مغرب سے ۔ جنوب سے اور شمال سے" نیز یہ کہ "ناس ہو یروشلم کا!" اور کسی کو یہ حوصلہ نہ ہوا کہ اسے روکے یا سزا دے ۔ ایک دن اس نے یہ نئی ہانک لگائی کہ "میرا بھی ناس جائے" اور اسی وقت دشمن کے عرادے کا ایک پتھر آ کے لگا اور وہ مر گیا ۔ طرح طرح کے برے شگونوں کا واقع ہونا بیان کیا جاتا تھا ۔ مثلاً یہ کہ ہیکل کے پھاٹک زور سے کھل پڑے اور ایک مافوق العادت صدا آئی کہ "آؤ اب یہاں سے رخصت ہوں" ساتھ ہی بڑے زور کی آواز کسی کے جانے کی سنائی دی ۔

انجام کار تیسرے مہینے کے اخیر میں حملہ آور دوسری فصیل سے گذر گئے ۔ اور انطونیہ فتح ہو گیا ۔ یہ قلعہ ہیکل کے متصل بلندی پر واقع تھا ۔ رومیوں نے اس کا ایک رخ چھوڑ کر کہ دیدبانی کے برج کا کام دے' اسے منہدم کرا دیا ۔ پھر تیتوس نے بہت سے باشندوں کو شہر سے صحیح سلامت نکل جانے کی اجازت دے دی ۔ لیکن فدائیوں پر نہ جوزفوس کی حجت و فہمایش کا اثر ہوا نہ ان یہودیوں کی تنبیہ و تخویف کا جو شہر کے زیریں حصے میں گرفتار کر لئے گئے تھے ۔ حملہ آوروں کی ہر وقت اطاعت کر کے اپنے معبد اعظم کو بچانے کی صلاح انھوں نے نہ مانی اور اس مقام کے تقدس کا لحاظ بھی بالائے طاق رکھکر برابر دفاعی مورچے تعمیر کرتے رہے ۔ حتےٰ کہ خاص "بیت المقدس" کو انھوں نے اپنے قدوم سے نجس کیا ۔ وہ عرصے تک حملہ آوروں کو پریشان کرتے رہے ۔ لیکن ہیکل کی بیرونی دیوار کی مدافعت رفتہ رفتہ کمزور ہو گئی اور ادھر رومیوں کے حقہ ہائے آتشیں نے شمالی پیش دالان میں آگ لگا دی ۔ شورش کے دونوں سرغنہ' جوحنّ اور سمعون اپنے بعض ساتھیوں کیساتھ اس چھتے کے راستے (جسے جانے کے بعد انھوں نے توڑ کر بند کر دیا ۔) بھاگ کر

شہر کے بالائی حصے میں پہنچ گئے۔ لیکن عوام الناس اور احبار اندرونی احاطے میں ثابت قدمی سے جمے رہے۔ اور رومی سپاہی بیرونی دیوار سے وہاں تک صرف آتش زنی کی مدد سے پہنچ سکے۔ اس آگ نے بہت جلد پھیل کر ہیرود کے کنایج کو جلا دیا۔ اور بہت سے یہودی انھی شعلوں میں جل مرے۔ باقی ماندہ ایک آخری جد و جہد کے بعد مارے گئے۔ ہیکل اور وہاں کے خزائن کو آگ نے جلا کر خاکستر کر دیا۔ (اگست) بایں ہمہ شورش کے سرغنہ شہر کے بالائی حصے میں مورچہ بند تھے۔ اور ہر چند رستگاری کی کوئی امید باقی نہ تھی۔ پھر بھی ان کے دل میں ٹھنی ہوئی تھی کہ سر تسلیم خم نہ کریں گے۔ لیکن اس آخری مورچے کے سپاہیوں میں بھی نا اتفاقی پھیل گئی۔ اور یہودیوں کی تعداد کثیر نے اپنے آپ کو رومیوں کے حوالے کر دیا۔ جو بچے رہ گئے انھیں فاقہ کشی نے مجبور کر دیا اور آخر ان کے سرگروہوں نے دمدمے چھوڑ کر ان زمیں دوز راستوں میں پناہ لی جن کا پہاڑی کے نیچے جالا سا بنا ہوا تھا۔ اور جن کے ذریعے وہ شہر کے باہر کی وادیوں تک پہنچنے کی امید رکھتے تھے۔ ان کے دمدمے خالی کرتے ہی رومی شہر میں داخل ہوئے اور دل بھر کے قتل کیا۔ لوٹا۔ اور جلایا (۲۔ ستمبر) محاصرے نے پانچ مہینے طول کھینچا مگر بالآخر شہر فتح اور تباہ و تاراج ہو گیا۔ سیمون اور جوہن زمیں دوز سرنگوں کے راستے باہر نہ نکل سکے اور بھوک سے عاجز آکر اپنے تہ خانوں سے نکل آئے۔ اور اپنے آپ کو رومیوں کے حوالے کر دیا۔ جوہن کی جان بخشی کی گئی۔ مگر سیمون کو جلوس فتح کے واسطے چنا گیا اور بعد میں سزائے موت دی گئی۔ پھر بھی جو باغی شہر سے بچ نکلے تھے وہ سالہا سال تک بحر لوط کے قریب مسادا اور ماکردس کے پہاڑی قلعوں میں اڑے رہے۔ اسیران جنگ کو رومیوں نے قتل کرا دیا۔ یا غلام بنا کے بیچ دیا۔ بہت سے قیدیوں نے رومی پاسبانوں کے ہاتھ کی غذا قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور فاقہ کشی کر کے ہلاک ہو گئے۔

(۲۰) وس پاشیان یا تیتوس نے اپنے القاب میں فاتح یہودیہ کا لفظ

اضافہ کرنا توکسر شان سمجھا کہ وہ اس قوم سے انتساب ہوتا جسے رومی نہایت ذلیل سمجھتے تھے۔ تاہم وہ اس فتح کی یادگار میں جلوس فتح کی رسم منانے سے نہ چوکے اور مجلس اعیان نے تی توس کی وفات کے بعد ایک محراب بھی تعمیر کرائی جس پر اس ہفت شاخہ طلائی جھاڑ کی ترشی ہوئی تصویر ابھی تک نظر آتی ہے جو ہیکل میں خاص بیت المقدس کے اندر سے سلامت دستیاب ہوا تھا۔ ایک اور یکان تیتوس کی زندگی ہی میں چکر" کے میدان میں بنوائی گئی تھی اور اس کے کتابہ تعمیر میں فتح یروشلم کا ذکر کیا ہے اور یہ جھوٹی شیخی ہانکی ہے کہ یہ وہ شہر تھا جس پر تیتوس سے پہلے کسی سردار بادشاہ یا قوم کا حملہ کامیاب نہ ہوا تھا اور یا انھوں نے اس پر حملے کی ہمت ہی نہ کی تھی۔ حالانکہ اگر مجلس کی اشوریہ والوں کے محاصرے یا انتیوکوس اپی فانس کے حملے سے بے خبری قابل معافی مان لیجائے تو بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ پومپی کو کیونکر بھول سکتے تھے۔

اب یروشلم، قرطاجنہ اور کورنتھ کی طرح جن پر اس سے پہلے ہی بیت چکی تھی، کھنڈر رہ گیا تھا۔ اور اس کی تاراجی نے یہودیوں کی قوم کو اپنے مرکزی مقام سے محروم کر دیا۔ ربیون کا نظام اور مجلس سان ہدریم درہم برہم کر دیگئی اور آل اسرائیل بالکل بے سری رہگئی۔ گیا ستم ہے کہ وہ سالانہ خراج جو ہر یہودی خواہ وہ کسی مقام پر رہتا ہو بیت المقدس میں بھیجتا رہتا تھا اب روما میں جوپیٹر کے بڑے مندر کو بھیجنے پر مجبور رہوا۔ یہ مسئلہ متنازعہ فیہ ہے کہ آیا تیتوس درحقیقت اس معبد کو اس کے تمام تبرکات سمیت برباد و خراب کرنا چاہتا تھا یا یہ محض حادثہ جنگ تھا جس کا اسے قلق ہوا؟ لیکن مجموعی طور پر قرینہ یہی چاہتا ہے کہ رومی حکومت نے یہودیوں کے حقیر مگر پریشان کن مسئلے کو طے کرنے کی جو تجویز سوچی تھی غالبًا اس میں بیت المقدس کے ہیکل کو تاراج و منہدم کرنا بھی داخل تھا۔ کیونکہ اس سلسلے میں یہ واقعہ یاد رکھنا چاہئے کہ فتح یروشلم کے ساتھ ہی وس پاشیان نے مصر کے ہیکل اُنیاس (قریب ممفس) کو بھی جو مصر کے یہودیوں کا سب سے بڑا معبد تھا، بند کرا دیا۔ آتش زنی کو رومی شاعر والریوس فلاکوس قابل تعریف کارنامہ قرار دیتا ہے اور "ارگونوٹی کہ" کے اشعار رجزیہ میں تیتوس

کے سوکیمہ (یروشلم) کے اندر مشعلیں بکھیرنے کی اس طرح یادگار مناتا ہے ؎
"سولی مو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نی گراتم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فورن تم"

آخر ارض یہود سلطنت روما کا صوبہ بن گیا اور یہاں جو رومی فوج (جیش دہم) بغرض حفاظت متعین ہوئی اس کی چھاؤنی تسخیر شدہ پائے تخت کے کھنڈروں میں ڈالی گئی۔ خاص اس علاقے سے جو سپاہی رومی فوج میں بھرتی کیے جاتے تھے انھیں آیندہ سے دوسرے ملکوں میں بھیجا جانے لگا۔ اموس میں رومی سپاہیوں کی بستی بسا دی گئی۔ اور سامیریہ کے صدر مقام سیکم کو "فلادیہ نیاپولیس" کے جدید نام سے ایک یونانی شہر بنا دیا گیا۔ لیکن سیزاریہ کو جو پہلے یونانی شہر تھا اب خاص رومی نوآبادی کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا۔ شاہ اگریپا جس نے وفاداری سے رومیوں کا ساتھ دیا تھا تا زیست اپنی مملکت پر قابض رہا۔ لیکن تقریباً تیس سال کے بعد جب اس نے وفات پائی تو اس کی ریاست کا صوبہ شام میں الحاق کر لیا گیا۔

۱؎ جیش دوازدہم، کیا دوسیہ بھیجدیا گیا اور پنجم و پانزدہم اپنی اپنی چھاؤنیوں کو فیریہ اور پانونیہ میں واپس روانہ کر دیے گئے۔

توضیحات و حواشی

صوبوں میں رومی جیوش کی تقسیم

"گشینخٹ ڈر رومیشن" کے مولف کے قول کے مطابق، وس پاژیان نے بغاوت جرمانیہ ویہودیہ کے فرو کرنے کے بعد رومی جیوش کو اس طرح تقسیم کیا تھا۔

ہسپانیہ : ہفتم "جمینا"
برطانیہ - دوم "اوگستا" نہم وبستم ویکٹریکس
جرمانیہ (جنوبی) اول - ہشتم "اوگ" نہم "کلوریا" دہم "جمینا" بست ویکم "راپاکس"
چہاردہم جمینا - ....
جرمانیہ (شمالی) دوم اوجوتریکس "ششم وکٹ"
پانونیہ : سیزدہم "جمینا" پانزدہم "اپولی ناریس"

بست ودوم "پری می جنیا"
مئیریہ : اول "اطالیکا" چہارم "فلاویا" پنجم "الاودا" پنجم ماکدونی کا" ہفتم "کلودیا"
شام : سوم "گالیکا" چہارم اسکیشیکا" ششم "فیراتا"
کپادوسیہ : دوازدہم "فل می ناتا" شانزدہم "فلاویا"
یہودیہ : دہم "فری تن سیس"
مصر : سوم "سی رے نائیکا" بست ودوم "دجوتاریانا"
افریقہ : سوم "اوگستا"

اس طرح جیوش کی کل تعداد نرو کے زمانۂ وفات کی شل، انتیس[29] تھی۔ اس میں گالبا نے ایک جیش ہفتم "گالبیانا" بڑھا کر اسے تیس کر دیا تھا۔ لیکن کوی لیس کی شورش کی وجہ سے چار جیش برطرف کئے گئے۔ ان کی بجائے صرف تین جیش نئے مرتب ہوے اور اس طرح کل تعداد پھر وہی انتیس جیش ہوگئی۔

باب بست ویکم

شاہان فلاویوسیہ: وس پاژیان، تی توس

اور دومی شیان (۶۹ء تا ۹۶ء)

ذیلی عنوان :- (۱) وس پاژیان کا کارنامہ - اوصاف اور حسب نسب، (۲) کاپی تول کی از سر تو تعمیر و افتتاح کی رسم - جانوس کے مندر کی دربندی (۷۱ء)؛ (۳) وہ اپنے فرزند تی توس کو فوج خاصہ کا ناظم اور شریک بادشاہی بناتا ہے (۴) وس پاژیان کا مجلس اعیان اور مخالفین کے ساتھ طرز عمل ہل وی دیوس پریس کوس - (۵) مالی معاملات؛ (۶) سرکاری عمارات (۷) فوج خاصہ کی نئی تنظیم؛ (۸) صوبوں کا نظم ونسق - ہسپانیہ کا "لاطینی حقوق" سے سرفراز ہونا (۹) وس پاژیان کی وفات؛ (۱۰) تی توس کی تخت نشینی، بری نیکہ، (۱۱) تی توس کی حکمت عملی - نالیش؛ (۱۲) روما کی آتش زدگی؛ کوہ وسوویس کی آتش فشانی (۷۹ء) (۱۳) تی توس کی وفات؛ (۱۴) دومیشیان کے ابتدائی حالات؛ (۱۵) چتیون پر اس کی فتح؛ (۱۶) اسکا بادشاہی طرز عمل - عہدہ احتساب دوامی - قنصلیاں؛ (۱۷) وہ تی بریوس کی نقل کرتا ہے - مالی حالات؛ (۱۸) انتونیوس ساتورس کی بغاوت (۱۹) رواقیوں کی مخالفت - عہد دہشت انگیزی - دومی شیان کا قتل؛ (۲۰) اس قتل کا اثر عوام الناس، اہل فوج اور اعیان مجلس پر؛ (۲۱) دومی شیان کے اوصاف وخصائل - مذہب واخلاق کے معاملے میں اس کی شدت؛ (۲۲) عمارات؛ (۲۳) مورخوں کا سلوک دومی شیان کے ساتھ - اس کی "کون سی لیوم" کی ہجو مصنفہ جوناکل؛

فصل اول - وس پاژیان

(۱) رومی دنیا کے نئے فرماں رواتی توس فلادیوس وس پاژیانوس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ ایک نئے خاندانِ شاہی کا بانی ہوا - بلکہ حق یہ ہے کہ جس طرح اغسطس "رومیولوس ثانی" ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، اگر وس پاژیان بھی اغسطس ثانی مانے جانے کا دعویٰ کرتا تو کچھ بیجا نہ تھا - وہ کام جنھیں انجام دینے پر قدرت نے اسے مامور کیا، بہت چھوٹے پیمانے پر سہی، مگر نوعیت میں اغسطس ہی کے کاموں کے مثل تھے - کیونکہ وی تلیوس پر غالب آنے والے کو بھی انتونی پر غالب آنے والے کی طرح، ملک کے مکدّر مطلع کو صاف کرنا اور خانہ جنگیوں کے بعد امن وامان قائم کرنا تھا - مانا کہ نرو کی وفات کے بعد جو لڑائیاں برپا ہوئیں وہ طوالت داثر میں اتنی بڑی نہ تھیں جتنی کہ قتل جولیس کے بعد کی لڑائیاں - بایں ہمہ وہ اتنی موثر ضرور تھیں کہ انھوں نے سلطنت کے جوڑ بند ڈھیلے کر دئے اور اسے ایسے کارگر طریق سے درست و مرتب کرنا کہ پھر یہ کل آیندہ ایک صدی تک بے تکلف چلتی رہی اور اس تمام مدت میں ملک امن و آسودگی سے بہرہ مند ہوتا رہا، وس پاژیان ہی کا قابل ستایش کارنامہ ہے - یہ سچ ہے کہ وس پاژیان کوئی جدت طراز آدمی نہ تھا اور نہ اس میں کوئی مجتہدانہ ذہانت پائی جاتی تھی لیکن اس نے جو کام انجام دیا اس میں کسی جدت کی ضرورت بھی نہ تھی - اس نے صرف اغسطس کے نظام کو بحال کر دیا اور اس کی بعض جزئیات کی تہذیب و تکمیل کی، اور اس خدمت کی جس پر قضا و قدر نے اسے مامور کیا تھا، وہ پوری اہلیت رکھتا تھا - یعنی اس کام کے واسطے استقامت مزاج کی ضرورت تھی اور وہ بالکل مستقیم و مضبوط آدمی تھا - اس کے لیے موٹی عقل درکار تھی کہ آدمی صرف اپنے کام سے کام رکھے - سو وس پاژیان پر تخیل کا کبھی جادو نہ چلتا تھا - ضرورت احتیاط کی تھی اور وس پاژیان جلد باز نہ تھا - ارادے کی پختگی درکار تھی اور وس پاژیان جب کرنے کی ٹھان لیتا تھا تو پھر اسے اپنے ارادے کو پورا کرنے سے کوئی شئے

ذریعہ نہ آسکتی تھی۔[1]

سابینی قوم کے ایک مسکین نژاد کا مرتبۂ صدارت پر فائز ہونا اس عمل
مساوات کا نمایاں ثبوت ہے جو اطالیہ کو خاص دارالسلطنت کے ہم مرتبہ بنا رہا
تھا۔ ورنہ پہلے کسی ایسے شخص کے تخت شاہی تک پہنچنے کی توقع نہ ہوسکتی تھی
جو روما کے کسی معزز خاندان کا فرد نہ ہو۔ شکل و صورت میں بھی دہقان وس پاژیان
امیرزادا غسطس سے کوئی مناسبت نہ رکھتا تھا۔ وہ گول بدن مضبوط قویٰ کا آدمی
تھا۔ گردن موٹی، خط و خال بھدے اور آنکھیں چھوٹی تھیں۔ فن سپہ گری سے
وہ بخوبی واقف تھا لیکن کوئی خاص کمال و امتیاز نہ رکھتا تھا۔ تعلیم اچھی خاصی
پائی تھی اور یونانی زبان میں آسانی سے تحریر و تقریر کرسکتا تھا۔ اسے ظاہری
ٹیپ ٹاپ کی ذرا پروا نہ تھی اور اپنے ادنیٰ خاندان سے ہونے پر بالکل نہ شرماتا تھا،
وہ ان شعرا کی یاد خوانی پر ہنسا کرتا تھا جو اس کے قصباتی خاندان کا سلسلۂ نسب
عہد قدیم کے سورماؤں تک پہنچانا چاہتے تھے۔ اس میں دہقانی قسم کی حاضر جوابی
کا مادہ بھی تھا اور اس کا یہ لطیفہ مشہور ہے کہ فلوروس نے اسے "پلوس تروم"
(= گاڑی) کی بجائے قصباتی تلفظ میں "پلوس ترم" (Plost) لکھنے پر ٹوکا
تو دوسرے دن اس نے فلوروس کو بھی مزاحاً "او فلوروس" (Flauro)
کہہ کے پکارا۔[2] غالباً وس پاژیان طبعاً اوہام پرست نہ تھا لیکن جس زمانے میں
وہ سکندریہ آیا تو وہاں مشرقی خوشامدیوں نے سادہ مزاج دیکھ کر اسے بنالیا،
ایک نابینا اور لنگڑا خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ سراپیس دیوتا نے
ہمیں بشارت دی ہے کہ تمہارا مرض کھونے کی ربانی قوت نئے امپراطور کے ہاتھ
میں ہے۔ کہنے سننے سے وس پاژیان نے نابینا کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن

---

[1] وس پاژیان کے لئے جو قانون امتیازات شاہی نافذ کیا گیا تھا، اس کا ایک حصہ محفوظ ہے
جیسا کہ باب دوم کے توضیحات و حواشی میں ہم (زیر عنوان : د) بیان کرچکے ہیں۔

[2] - پہلے لفظ میں واو ماقبل مفتوح ہے اور دوسرے میں واؤ مجہول۔ اور "فلوروس"
میں پہلی واؤ مجہول ہے جسے از رہ طعن وس پاژیان نے ماقبل مفتوح بنا دیا۔ (مترجم)

لگایا اور لنگڑے کے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا - ساتھ ہی اندھے نے آنکھیں کھول دیں اور بینا ہو گیا اور لنگڑے کا لنگ جاتا رہا! اس ڈھکوسلے سے وس پاژیان قریب میں آ گیا اور سراپیس کی بشارتوں کا بڑا احترام اُس کے دل میں پیدا ہو گیا؛
وس پاژیان کی شادی فلاویہ دومی تیلہ سے ہوئی تھی اور اسی کے بطن سے اس کے تین بچے تی توس، دومی شیان اور دومی تیلہ، تھے؛ اس بیوی کی وفات کے بعد اس نے کوئی اور شادی تو نہیں کی لیکن ایک مولاۃ مسماۃ کنیس (= کنیز؟) کے ساتھ مستقل تعلق قائم کر لیا جسے رومی اصطلاح میں "کون توبر نیوم" کہتے تھے - اس عورت سے وہ اپنی پہلی شادی کے قبل سے ہی مانوس و آشنا تھا؛

(۲) پایۂ تخت میں وس پاژیان سنہ ۷۰ء کے موسم گرما سے قبل نہ پہنچ سکا - لیکن جب وہ آیا تو مجلس اعیان کا پی تول کے بڑے مندر کی از سر نو تعمیر کا کام شروع کرا چکی تھی کیونکہ عقیدہ یہ تھا کہ جب تک جوپیٹر کی یہ ہیکل عظمیٰ شکستگی کی حالت میں رہے گی سلطنت روما کو فروغ و خوش حالی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو گا؛ تعمیر کا کام طبقۂ متوسط کے ایک نامی گرامی فرد ال وس پی توس کے سپرد ہوا حالانکہ عام طور پر ایسے بڑے کام مجلس اعیان کے تفویض ہوا کرتے تھے؛ پرانے مندر کا ملبہ کاہنوں کی ہدایت کے مطابق اٹھوایا گیا تاکہ نئی عمارت پرانی بنیادوں پر تعمیر کی جا سکے - اس لئے کہ "دیوتا قدیم وضع میں تغیر ہونے کو پسند نہیں کرتے" پھر جون کی اکیس تاریخ جو بہت روشن دن ہے چند سپاہی سہرے باندھے ہوئے احاطے میں داخل ہوئے - سپاہی وہ انتخاب کیے گئے جن کے نام مبارک و مسعود ہوں (جیسے والریوس یا سالویوس) اور آتشکدے کی مقدس کواریوں نے ایسے لڑکے اور لڑکیوں کے ساتھ جن کے ماں باپ دونوں زندہ ہوں، بنیادوں پر بہتی ندیوں اور چشموں کا پانی چھڑکا - پھر پریتور ہلوی دیوس پریس کوس نے اسے ایک جنگلی سور ایک مینڈھے اور ایک سانڈ کے خون سے پاک کیا - اور ان کے اوجھ ایک گھانس کی قربان گاہ پر

رکھکر موبد اعظم کیساتھ جوپیتر، جونو منروا اور رومہ کے مربی دیوتاؤں کے حضور میں اس کام کے بامراد انجام کو پہنچنے اور خدا کی مدد سے مندر کے از سرنو تکمیل پانے کی دعا دہرائی۔ پھر ان رسیوں کو جن میں سنگ بنیاد بندھا تھا چھوا اور اس کے بعد پروہت، اعیان اور اشراف و عوام سب ملکر اسے کھینچتے ہوے وہاں لائے جہاں اسے رکھنا مقصود تھا اور بنیادوں میں سونے چاندی کے بہت سے سکے جو کبھی ناپاک کاموں میں استعمال نہیں کیے گئے تھے، اور بے ڈھلی دھاتوں کے ڈلے بھرے گئے۔ نئی عمارت پرانے نقشے کے مطابق تعمیر ہوی لیکن کاہنوں نے وس پاژیان کو آسنی اجازت دیدی کہ وہ کاتولوس کی بنائی ہوئی ہوی پہلی عمارت سے اسے زیادہ بلند تعمیر کرے۔

وس پاژیان کی بادشاہی نے ایک نئے دور امن و فراغت کا آغاز کیا تھا اور مذکورۂ بالا رسم اور کاپی تول کی نئی تعمیر اس دور کا بہت موزوں افتتاح تھی۔ آیندہ سال (۷۱ء) جب تی توس یہودیہ کو فتح کرکے واپس آیا تو مندر جانوس کے پھاٹک بند کرنے کی رسم ادا کی گئی اور "پاکس اوگستا" (= امن اغسطسی) کی طرح اس عہد امن کی بھی جس کا وس پاژیان نے آغاز کیا تھا، اہل عصر نے قدر شناسی، شعرا نے یادگار رسنائی اور اس کی یادگار میں سکے ضرب ہوئے۔

(۳) وس پاژیان نے بادشاہی کا ایک شریک بنانے میں اغسطس اور (قریب زمانے میں) اگالسبا کی تقلید کی۔ بیرونی صوبوں کی سپہ سالاری اور تری بیونی اختیارات وقت واحد میں وس پاژیان کے فرزند تی توس کو عطا ہوئے اور گویا اس کو وہی مرتبہ حاصل ہوگیا جو اغسطس کے آخری عہد میں تی بریوس کو ملا تھا۔ اس کارروائی سے وس پاژیان کی غرض اپنا کام ہلکا کرنا نہ تھی بلکہ وہ بیٹے کی جانشینی کو مستحکم کرنا چاہتا تھا۔ تی توس کے لئے بہت سے ایسے امتیازات شاہی جائز کردئے گئے تھے جو اور کسی شریک بادشاہی کو حاصل نہ تھے۔ مثلاً وہ لورل (= جنگلی گلاب) کا ہار پہنتا یا بادشاہ کے ساتھ اس کے نام کی بھی منت مانی جاتی تھی۔ اسے امپراطور کا لقب بھی حاصل تھا البتہ وس پاژیان کے القاب

میں یہ لفظ بطور اسم ماقبل کے آتا تھا اور تی توس کے ناموں میں بطور اسم مابعد کے (= تی توس سیزر امپراطور وس پاژ یانوس) اور اور طریقوں سے بھی تی توس کا مرتبہ سب سے ممتاز کر دیا گیا تھا۔ بادشاہی کو فوج خاصہ کی قوت سے جو خطرے تھے۔ تازہ واقعات نے انھیں بالکل عیاں کر دیا تھا۔ اس کے حفظ ماتقدم کی ایک تدبیر تو یہ تھی کہ ایک کی بجائے فوج کے دو ناظم مقرر کیے جائیں۔ لیکن وس پاژیان نے اس سے زیادہ کارگر تدبیر یہ نکالی کہ عہدۂ نظامت خود اپنے فرزند اور شریک بادشاہی کے سپرد کر دیا۔

صدارت کے نظام میں وس پاژیان نے کوئی تبدیلی نہیں کی لیکن عملی طور پر اس نے بعض نئی باتیں نکالنی چاہیں۔ چنانچہ اول تو معلوم ہوتا ہے اس نے تری بیونی اختیارات کی اتنی وقعت نہ کی جتنی اس کے پیشرو کرتے آئے تھے؛ حتیٰ کہ شاید یہ ارادہ بھی کیا کہ سنہ جلوس کو تری بیونی اختیارات ملنے کے وقت سے شروع کرنے کا طریقہ منسوخ کر دے۔ اور تعجب نہیں کہ وہ اغسطس کے ابتدائی نظام حکومت کو پھر بحال کرنے کی فکر میں ہو جس میں صدر کے اختیارات بیشتر عہدۂ قنصلی پر مبنی ہوتے تھے (۲۷ تا ۲۳ ق م) اور ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے عہد حکومت میں وس پاژیان سوائے (۷۳ و ۷۸ء) دو سال کے ہر سال قنصل منتخب ہوتا رہا اور اس عہدے میں اس کا دوسرا شریک بالعموم تی توس رہا۔ لیکن بادشاہ کے اس غیر معمولی طریق پر مسلسل قنصل ہوتے رہنے کا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلا۔ یہ محض ایک آزمائشی تدبیر تھی اور عہدہ صدارت کے آیندہ ارتقا پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا۔

(۴) وس پاژیان مجلس اعیان کا پاس و ادب ملحوظ رکھتا تھا۔ لیکن اس نے مجلس کو اتنی آزادی دینا جائز نہ رکھا جتنی کہ اسے اغسطس، تی بریوس، کلودیوس اور نرو کے ابتدائی عہد میں حاصل تھی۔ وس پاژیان نے اعضائے مجلس کے انتخاب میں دخل دے کر اسے بادشاہ کا دست نگر بنانے کی کوشش کی۔ اس کے دخل دینے کی دو صورتیں تھیں۔ اول تو بار بار قونصل منتخب

کرانے سے اس نے قنصلی مرتبے کے اعیان کی تعداد میں اضافہ کر دیا اور یہ انتخاب بالکل اس کے اختیار میں ہوتا تھا۔ دوسرے سنہ ۲۳۷ میں اس نے اپنے بیٹے تی توس کے ساتھ احتساب کے اختیارات ہاتھ میں لے کر اصلاحی حق ("اولکشیو") کی رو سے مجلس کی حسب منشار اصلاح کی۔ اور اسی کے ساتھ قدیم امرا کی بجائے جن کے خاندان مرور ایام سے نابود ہو گئے تھے، نئے خاندانوں کو طبقۂ اعلیٰ میں داخل کیا۔ چنانچہ اس کے عہد سے ایک نیا طبقۂ امرا وجود میں آ گیا۔ بادشاہ کی بدخواہی کے متعلق جو مقدمے دائر ہوتے رہتے تھے اُن میں سے اکثر وس پاثزیان منسوخ کر دیتا اور اطالیہ اور بیرونی صوبے والوں کو الزام سے بچا لیتا تھا۔ لیکن مخبروں کے خلاف چارہ جوئی کرنے کی بھی اس نے اجازت نہ دی اور اس رحم و کرم سے امرا ناخوش ہوئے۔ اس عہد میں بھی سابق بادشاہوں کے عہد کی طرح حکومت سے اختلاف کرنے والوں کا ایک گروہ موجود تھا جس میں رواقی اور کلبی فلسفہ کے معتقدین اور نامراد و بددل امرا شامل تھے اور ناقابل عمل شیخ چلی کے سے منصوبے پکاتے رہتے تھے۔ نرو کے زمانے میں ان لوگوں کا سرگروہ تھراسیا تھا اور وس پاثزیان کے زمانہ میں تھراسیا کا داماد ہل وی دیوس پرسِس کوس وہ قوتِ ممیزہ سے عاری تھا اور ایک ناممکن العمل جمہوریت کی دھن میں اپنے عہد کا تو وبروتوس کے خواب دیکھتا[۲] اور اس خبط میں رہنے کی بدولت نرو کے جبر و جور اور وس پاثزیان کی منتظم حکومت میں کوئی امتیاز نہ کرتا تھا۔ اس نے بے موقع اور بے موقع مخالفت کرنے پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ سازشوں میں بھی شرکت کرنے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے بھی تھراسیا کی طرح ایک خیال خام کی خاطر اپنی جان قربان کر دی۔ وس پاثزیان نے پہلے مجلس اعیان سے اس کی جلاوطنی کا فتویٰ دلوایا اور پھر قتل کا حکم دے دیا۔ رواقیہ اور کلبیہ فلسفے کے معتقدین بھی پائے تخت سے نکلوا دئے گئے اور اس معاملے میں غالباً

---

[۱] جونال اس شراب کا ذکر کرتا ہے جو تھراسیا اور ہل وی دیوس، بروتوس اور کاسیوس کی سالگرہ مناتے وقت پیا کرتے تھے۔ (فصل پنجم، صفحہ ۳۶)

[۲] اس نے ایک کتاب بھی "کاتو کی ستایش" کے نام سے تصنیف کی تھی۔

عوام الناس کی رائے وس پاژیان کی تائید میں تھی۔ یہ فلسفی اپنے رسائل کے ذریعے شخصی بادشاہی کے خلاف برابر ہنگامہ بپا کرتے رہتے تھے۔ اخراج کے حکم عام سے ایک رواقی سونیوس روفس کو عزت کے ساتھ مستثنیٰ کر دیا گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بادشاہی ضروری اور اس پر بھونکنا فضول ہے[1]۔ پریس کوس کے سوا اس عہد کی ایک اور قابل ذکر سزائے موت کسینا کو ملی۔ یہ وہی تلیوس کا وہی سپہ سالار ہے جس نے اپنے آقا سے دغا کی تھی۔ ۷۹ء میں اس کا بھی ایک سازش سے تعلق ثابت ہوا اور وہ تی توس کے حکم سے مروا دیا گیا۔

(۵) سب سے دشوار اور ناشکور مسئلہ جسے وس پاژیان کو حل کرنا پڑا سلطنت کے مالیات کی درستی تھی۔ خزانہ خالی اور اطالیہ اور بیرون اطالیہ میں خرچ کرنے کے لئے بہت سا روپیہ درکار تھا۔ عہد نرو کے اسراف اور پھر سال بھر تک خانہ جنگی نے ملک کو دوالیہ کر دیا تھا اور وس پاژیان کو نہ صرف معمولی انتظامات کے واسطے روپے کی ضرورت تھی بلکہ وہ کام اور مرمتیں وغیرہ بھی کرنی تھیں جن کی طرف سرمائے کی کمی کی وجہ سے گذشتہ چند سال میں کوئی توجہ نہیں کی گئی تھی۔ رہائن کی سرحد کے جو قلعے بتادیوں کی بغاوت میں مسمار و خراب ہو گئے تھے ان کی تعمیر و تجدید ضروری تھی اور ادھر خاص دار السلطنت اور اطالیہ والوں کو خانہ جنگی سے جو شدید نقصان پہنچے ان کی تلافی اور دستگیری کئے بغیر چارہ نہ تھا اور وس پاژیان کا اندازہ تھا کہ ملک کی یہ زبوں حالی دور کرنے کیلئے چالیس ارب سسترکہ (= کوئی پونے پانچ ارب روپیہ) درکار ہوگا۔ عہد احتساب اختیار کرنے سے اس کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ وصول مالگزاری اور محاصل کے

[1] اس میں سب سے شدید اور بیہودہ گو ہوس تی لیوس اور دمیت ریوس نامی دو فلسفی تھے اور انھیں جزیروں میں جلاوطن کیا گیا تھا۔ سزا کا فیصلہ سننے کے بعد بھی جب ان کی دشنام دہی میں کوئی کمی نہ ہوئی تو وس پاژیان نے یہ کہکر زیادہ سخت سزا دینے سے انکار کیا "میں اس کتے کو جو مجھ پر بھونکتا ہے، جان سے نہ ماروں گا"

انتظام کی درستی کی جائے جس کے لئے ۷۳ء میں مردم شماری کی گئی ؛ ملک کو مالی پریشانیوں سے بچانے کا کام جن حکومتوں کے ذمے پڑتا ہے انھیں چار و ناچار محاصل کا بار بڑھانا اور سخت کفایت شعاری اختیار کرنی پڑتی ہے۔ یہی وس پاژیان کو کرنا پڑا اور جس طرح اس قسم کی حکومتیں مقبول نہیں ہو سکتیں، اسے بھی اپنے کام کی داد نہ ملی بلکہ وصول مالگزاری میں سخت گیری اور مصارف میں کمی کے طرز عمل نے اسے بدنام کر دیا۔ اور وہ حریص و خسیس کہلانے لگا۔ جو محصول گالبا نے منسوخ کر دئے تھے وس پاژیان نے پھر جاری کئے اور بعض نئے محصول بھی لگائے۔ صوبوں سے جو مالیہ وصول ہوتا تھا اس میں بیشی بلکہ بعض صورتوں میں اسے دوچند کر دیا گیا خزانے کے عہدہ داروں پر اس نے سخت نگرانی رکھی جو لیے پروا صدر کے زمانے میں سرکاری روپے سے اپنا گھر بھرتے تھے۔ اطالیہ میں بعض قطعات اہل فوج کو دئے جانیوالے تھے مگر اب تک کسی کے نام نہ کئے جانے کی وجہ سے ان پر لوگوں نے ناجائز قبضہ جما لیا تھا۔ وس پاژیان نے انھیں بھی سرکار کی ملک بنانے کی فکر کی۔ دربار کے مصارف میں اس نے کمی کر دی اور خود اپنی سادہ زندگی سے کفایت و اعتدال کی مثال قائم کی۔ حتیٰ کہ کلودیوس و نرو کے درباروں کے مسرفانہ عیش و نشاط داستان ماضی معلوم ہونے لگے۔

(۶) عالی شان شاہی عمارتیں جو وس پاژیان نے تعمیر کیں، شہادت دیتی ہیں کہ وہ خزانہ معمور کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ عہد نرو کی آتش زدگی، نیز اس آگ نے جو وی تلیوس کے زوال دولت کے وقت لگی اور فلاویوسیوں کے داخلے کا ایک ذریعہ بنی، نئے مکانات بنانے کا موقع دیا اور شہر رومہ نے اپنی خاکستر سے دوبارہ سر بلند کیا۔ چنانچہ وس پاژیان کے سکوں پر ایک توقیع "روما رسورجنس" یعنی رومہ احیا شدہ بھی کندہ تھی ؛ جو پیتر کے بڑے مندر کے علاوہ جس کا اوپر ذکر ہوا وس پاژیان نے ایک مندر امن کی دیوی کے نام پر تعمیر کرایا۔ (۷۵ء) کہ اس دیوی کا وہ سب سے بڑھکر احترام کرتا تھا۔ اس مندر کے ساتھ ایک کھلا ہوا چوک سیزر و اغسطس کے چوکوں جیسا تھا لیکن اس میں بازار نہ لگتا تھا اور اس لئے

اسے چوک نہیں کہتے۔ البتہ دومیشیان نے اس امن کے مندر کا اغسطس کے چوک سے ایک نیا چوک بنا کے سلسلہ ملا دیا تھا جسے "فورم ترانزی توریوم" کہتے تھے۔ مندر کا چوک امی لیہ کی کچہری کے عقب میں اور اغسطسی چوک کے جانب مشرق واقع تھا اور "ارجی لیتوم" کی عمارت اس کے اور اغسطسی چوک کے درمیان حائل تھی۔ بہرحال یہی امن کا مندر ہے جسے پلینی دنیا کی سب سے خوشنما عمارتوں میں شمار کرتا ہے۔ وہ طلائی نفائس جو تی توس یروشلم سے لے کر آیا تھا، وس پاژیان نے اسی مندر میں رکھوائے تھے۔ اس مندر کے جنوب مشرق میں اس نے ایک اور "تمپلوم ساکر یور بیس" کی عمارت بنائی جو دفتر مردم شماری کے محافظ خانے کا کام دیتی تھی۔ لیکن وہ عمارت جس کی وجہ سے وس پاژیان کا نام ہمیشہ یاد رہے گا ایک وسیع دنگل (امفی تھیٹر) تھا جسے اس نے اس کوئی لین اور کلیان کی پہاڑیوں کے وسطی جوف میں چھاؤنی کے توروسی دنگل کی بجائے، جو بڑی آتش زدگی میں جل گیا تھا، تعمیر کرایا۔ یہ عمارت جو آج کل عام طور پر کلوسیم (Colosseum) کہلاتی ہے، بلندی میں خود کاپی تول کے لگ بھگ پہنچی اور تقریباً نوے ہزار تماشائیوں کی گنجائش رکھتی تھی[1]

(۷) وس پاژیان کو ایک فکر فوج خاصہ کی ضروری تنظیم کا لاحق ہو گیا تھا۔ وی تلیوس نے جو دستے جرمانی جیوش سے مرتب کئے تھے ان کا برطرف کرنا تو لازمی تھا لیکن سوال یہ تھا کہ آیا وہ اپنے پیش رو کی جدت کی تقلید کرے اور اپنے فتحمند جیوش کے سپاہیوں سے نو کی بجائے سولہ عشر جیش بھرتی کر لے یا اغسطس کے پرانے طریقے پر کاربند ہو؟ آخر سیاسی اور مالی دونوں قسم کی مصالح نے اسے اغسطس کا طریق عمل اختیار کرنے پر آمادہ کر دیا۔ کیونکہ کسی خاص جیش کے سپاہیوں سے فوج خاصہ کی بھرتی کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک طرف تو منتخب ہونے والے سپاہیوں کا دماغ خراب ہو جاتا اور دوسری طرف، دوسرے جیوش

[1] اس عمارت کے تفصیلی حالات آگے آتے ہیں (باب سی ویکم، عنوان ۲۴)

کے سپاہیوں کو ان سے حسد پیدا ہوتا۔ اور تعداد کثیر میں اتنی بڑی تنخواہ کے سپاہیوں کو بھرتی کرنے کی خزانے میں گنجائیش بھی نہ تھی۔ نظر برایں وس پاڑیاں نے سولہ کی بجائے پھر وہی نو کو ہورت قائم رکھے اور انھیں صرف اہل اطالیہ سے بھرتی کرنیکا اصول بھی دوبارہ نافذ کر دیا۔ رہیں جیوش کی باقاعدہ افواج تو ان میں جرمانی سپاہیوں کی بجائے جنھیں کوی لیس کی بغاوت میں شرکت کی بنا پر طرف کر دیا گیا تھا تین نئے جیش مرتب کیے گئے (ء دوم " اوجو تریکس " چہارم فلاویافلیکس اور شانزدہم " فلاویا فیرما ") نیز معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ سے اطالیہ والوں کا جیوش میں بھرتی ہونا موقوف ہو گیا۔ مگر غالباً یہ ان کے سب سے معزز و ممتاز ہونے کا قدرتی نتیجہ تھا ورنہ کوئی قانون بنا کے انھیں اس حق سے محروم نہیں کیا گیا تھا۔

(۸) صوبوں کے نظم و نسق کی خصوصیت یہ تھی کہ لائق صوبہ داروں کا تقرر عمل میں آیا اور بعض اور تبدیلیاں بھی کی گئیں۔ ہسپانیہ کی تمام شہری (غیر رومی) بستیوں کو لاطینی حقوق عطا ہوئے اور رومہ کے یہ نئے شہری کوی رینا کی برادری میں داخل کر لیئے گئے۔ (۷۴ء یا ۷۵ء ہی رعایت غالباً ہلوی شیوں کے ساتھ مرعی رکھی گئی) اگراکائیہ کو، جسے نرو نے یونان پرستی کے جوش میں آزاد کر دیا تھا پھر باج گزار بنا کر مجلسی صوبوں میں داخل کر لیا گیا۔ اور سار دینیہ اور کورسیکہ مجلس کے پاس سے دوبارہ بادشاہ کی تحویل میں آ گئے۔ سلیسیا کے دونوں (پہاڑی اور میدانی) صوبے ملا کر ایک بڑا صوبہ بنا لیا اور اس پر بادشاہی صوبہ دار مقرر ہوا (۷۴ء و ۷۶ء) نیز لیسیہ اور پام فیلیہ اسی طرح متحد ہو کر ایک صوبہ بن گئے۔ کوماجین کی باج گزار ریاست کا صوبہ

ع‌ا ممکن ہے کہ غیر شہری باشندوں کو بھی کسی حد تک اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا ہو اگرچہ قانونی طور پر وہ اس کے احاطے میں نہ آتے تھے۔ اس حکم کا نفاذ ۷۳ء سے شروع ہو گیا تھا لیکن رومی شیان کے عہد تک اس پر پوری طرح عملدرآمد نہ ہو سکا۔ عملدرآمد ہونے کے بعد جو قوانین بلدیات (۸۲ء و ۸۴ء کے درمیان) سال پنسا اور ملاکا میں تیار ہوئے تھے، وہ اب تک محفوظ ہیں۔

شام میں الحاق کرلیا گیا (سنہ ۶۲ع) کیونکہ شام کے صوبہ دار کسینیوس تیتوس نے
وہاں کے بادشاہ انتیوکوس پر پارتھیہ سے ساز باز رکھنے کا الزام لگایا تھا بہر حال
رعایا کے حق میں یہ تغیر ضرور مفید ہوا ہوگا کیونکہ ایک چھوٹے سے علاقے میں بادشاہی
کے تمام لوازم مہیا کرنے میں جس قدر محاصل ادا کرنے پڑتے ہوں گے رومی الگزار
کی حیثیت سے اُن سے اتنا روپیہ لینے کی ضرورت نہ تھی۔ پارتھیہ کے بادشاہ نے
کوشش بھی کی کہ انتیوکوس پھر بحال ہو جائے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اور عجب نہیں کہ خط کتابت
نیز رومیوں کا الانوں کے مقابلے میں پارتھیہ کی مدد کرنے سے انکار ان دونوں سلطنتوں
میں مناقشے کا سبب ہوگیا ہو۔ اور یہی مناقشہ سنہ ۷۵ع میں جب ایم اُلپیوس
تراجنوس شام کا صوبہ دار تھا، باعث جنگ و جدال بن گیا ہو۔ لیکن شاہ پارتھیہ
نے شام پر جو حملہ کیا اسے تراجن نے پسپا کر دیا اور تراجن کو جو آیندہ سلطنت رومہ
کا فرماں روا بنا، اس کارنمایاں کے صلے میں فتح کا خلعت اور دو سال بعد صوبہ ایشیا
کی صوبہ داری عطا ہوئی۔ مشرقی سرحد کی حفاظت کے لئے اب شام کے چار جیوشش
کے علاوہ کاتپہ ادوکیا دوسیہ کے نئے صوبے کا ایک اور جیش بھی زیادہ ہوگیا اور
اس جدید الترکیب صوبے کی حکومت پر ایک "اوگستی پروپرتیور" مرتبے کے جیش
سالار کو مامور کیا گیا۔ سرحد ڈینیوب کے تحفظ کے جو انتظام وس پاتریان نے
کئے، یا اس کے زمانے میں برطانیہ میں جو لڑائیاں ہوئیں ان کا ذکر اپنے اپنے
مناسب مقام پر آیندہ ابواب میں ہماری نظر سے گزرے گا۔

(۹) ۲۳ رجون سنہ ۷۹ع کو ستر برس کی عمر میں وس پاتریان نے وفات
پائی۔ اپنی آخری بیماری میں بھی وہ برابر سرکاری کاروبار انجام دیتا رہا۔ اور کہتا تھا
کہ ایک امپراطور کے شایاں یہی ہے کہ حالت قیام میں جان دے۔ مرنے کے بعد مجلس
اعیان نے اسے بھی کلودیوس و اغسطس کی مثل دیوتاؤں کے زمرے میں داخل کرنے کا حکم نافذ کردیا۔

فصل دوم۔ تی توس

(۱۰) تی توس کہ پہلے سے امپراطوری اور تری بیونی اختیارات کا مالک تھا، باپ کے بعد بلا حجت صدر و اغسطس منتخب ہو گیا۔ وہ کلودیوس کے پہلے سنہ جلوس میں پیدا ہوا اور بریطانی کوس کا ہم سبق تھا۔ جب اس کا باپ یہودیہ بھیجا گیا تو وہ ساتھ آیا اور پھر گالبا کے اعلان بادشاہی کے وقت وہاں سے بھیجا گیا کہ گالبا کو مشرقی فوجوں کی تائید سے مطلع کر دے۔ اس نے بہت اچھی تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اور نہایت خوبصورت اور فصیح البیان آدمی تھا۔ حال میں یروشلم کی فتح نے اس کی سپہ سالاری کا بھی سکہ بٹھا دیا تھا۔ لیکن باعتبار عادات تی توس عیش و نشاط کا دلدادہ تھا۔ مشرق کے قیام کے زمانے میں وہ یہودی امیر اگری پا کی بہن بری نیس پر فریفتہ ہوا اور اس کے باپ کے عہد حکومت میں یہ عورت بحیثیت داشتہ اس کے پاس روما میں رہی۔ لیکن رومی لوگ یونانی قوم کی خواص کا رکھنا تو گوارا کر سکتے تھے مگر شریک بادشاہ کا ایک یہودن کے ساتھ یہ تعلق ان میں بہت بری نظر سے دیکھا گیا اور آخر کار تی توس کو بالکل اپنی مرضی کے خلاف ان کے تعصبات کے سامنے سر جھکانا پڑا۔ بری نیس اپنے وطن کو واپس چلی آئی اور گو تی توس کی تخت نشینی کے وقت وہ پھر روما آئی تھی لیکن تی توس اپنے ارادے پر جما رہا اور اپنا ملکی اقتدار اس کے عشوہ و ادا پر سے قربان کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ اس کی دو شادیاں ہوئیں اور دوسری بیوی مارسیہ فورنیلہ سے ایک بیٹی جولیہ پیدا ہوئی اسے تی توس نے کلودیہ کی نظیر لے کر جسے نرو نے "اغسطہ" کا لقب دیا تھا، اسی لقب سے ملقب کر دیا۔

(۱۱) تی توس کا بڑا مطمح نظر یہ تھا کہ لوگوں میں ہر دلعزیزی حاصل کرے، سپاہیوں کا وہ پہلے سے محبوب اور پیارا تھا اور اب صدر ہو چکنے بعد اس نے امرا اور عوام کے دل میں گھر کرنے کی تدبیریں کیں۔ اسی لئے اس کا عہد حکومت کئی اعتبار سے ویس پاژیان کی حکمت عملی کی بالکل ضد نظر آتا ہے۔ چنانچہ مجلس اعیان کو خوش کرنے کی غرض سے اس نے مخبروں کو سزا دی اور بڑے دنگل میں ان کے درے لگوا کر جزائر میں جلاوطن کر دیا۔ سرکاری عمال پر خوبگرانی

باپ کے عہد میں کی جاتی تھی وہ اس نے کم کردی اور رشوت ستانی کو بے روک چلنے دیا۔ باپ کے برعکس داد و دہش میں اس کا ہاتھ کھلا ہوا تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ صدر کے دروازے سے کوئی شخص خالی ہاتھ واپس جائے ۔ یہ قصہ بھی مشہور ہے کہ ایک روز رات کے کھانے پر جو اسے یاد آیا کہ آج دن بھر اس نے کسی کو کچھ نہیں دیا تو اپنے احباب سے کہنے لگا کہ "میرا آج کا دن ضایع گیا"۔ لوگوں کے واسطے اس نے شاندار حمام (تھرمی) تعمیر کرے اور بڑے دنگل کے افتتاح کے موقع (۸۰ء) پر میلے تماشوں کا انتظام کیا جو برابر سو روز تک ہوتے رہے ۔ انھی میں پہلوانوں کی جن میں عورتیں بھی شریک تھیں، جانوروں سے کشتیاں کرائی گئیں اور پانچ ہزار جانور ہلاک ہوئے پھر سارے دنگل کو پانی سے بھروا دیا گیا اور اہل کورنتھ و کورکائریہ کی بحری جنگ کی نقل اسی طرح دکھائی گئی جس طرح کہ توسی دی دس نے اپنی تاریخ میں اس کا حال لکھا ہے۔ اعسطس کے تالاب میں سیراکیوز کے محاصرے کی نقل بھی دکھائی گئی۔ نمایشوں کے آخر میں تقسیم طعام کے پروانے یا برات لوگوں میں پھینک دئے کہ جسکے ہاتھ پڑے وہ بادشاہی مہمانی کا لطف اٹھائے یہی فیاضیاں تھیں جن کی بدولت وہ سرمایہ جو باپ کی کفایت شعاری نے جوڑا تھا، تی توس نے اسی طرح خالی کر لگا دیا جس طرح گایوس نے تی بریوس کا سارا اندوختہ اڑا دیا تھا۔

(۱۲) تی توس کے عہد میں رومہ اور کمپانیہ میں دو مشہور حادثے یہ ہوئے کہ ۸۰ء میں پھر شہر میں آگ لگی اور اس نے جوپیتر کا بڑا مندر جو ابھی دوبارہ پورا بننے بھی نہ پایا تھا، جلا دیا ۔ اور پان تھیوں، اگریپا کے حمام، پومپی، اور بالبوس کی تماشا گاہ اور اکتاویہ کے کمانچے کو بھی اس سے نقصان پہنچا۔ اور ادھر ۷۹ء (۲۳ و ۲۴ اگست) میں کوہ وسو ویس کی عظیم آتش فشانی واقع ہوئی جس نے پومپیائی اور ہرکیولانیم کے شہروں کو سیل آتش کی نذر کر دیا ۔ مگر یہی وہ سانحہ ہے جس کے طفیل کمپانیہ کے یونانی تمدن کا ایک مرقع عہد حاضر کے فائدے کے لئے لاوا کے ڈھیر میں صحیح سالم محفوظ رہ گیا۔ آتش فشانی کے حالات بھی

ایک عینی شاہد یعنی پلینی (الاصغر) کے قلم سے لکھے ہوئے محفوظ ہیں جس کا چچا پلینی (الاکبر) دہانۂ آتش فشاں کے بالکل قریب تک چلے جانے کی وجہ سے اسی آتش فشانی میں ہلاک ہوا اور یہی آگ غزل گو شاعر کسیوس باسوس کی ہلاکت کا باعث ہوی۔

(۱۳) تی توس کی تندرستی صدر ہونے سے پہلے ہی خراب ہو چکی تھی۔ اور کوئی تدبیر و علاج کارگر نہ ہوا۔ حتیٰ کہ ۱۳ ستمبر (۸۱ئہ) کے دن اس نے اپنے باپ کے مولد ریاتہ میں قضا کی۔ اس کا مختصر عہد حکومت اعیان و اشراف کے قتل و خون سے پاک ہے اور اس کی وفات کا اہل روما کو ملال ہوا۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اگر وہ زیادہ عرصے تک زندہ رہتا تو کیسا نکلتا۔[۱] اس نے بادشاہی بہت کچھ نرو اور گایوس کے طرز پر شروع کی تھی۔ لہٰذا کیا عجب ہے کہ خزانہ خالی کرنیکے بعد اس کا آخری زمانہ بھی ویسا ہی ہوتا جیسا کہ نرو اور گایوس کا ہوا۔ مانا کہ وہ ہر دلعزیز دنیا بھر کا پیارا[۲] تھا لیکن اس ہر دلعزیزی کی بنیادیں بہت کمزور تھیں۔ اور جب وہ مرا تو خزانے کو جسے قریب قریب ختم کر چکا تھا دوبارہ معمور کرنے کا ناخوشگوار کام اپنے جانشین کے سر ڈال گیا۔ غرض تی توس کی خوش قسمتی تھی کہ اس کا عہد حکومت بہت جلد منقضی ہو گیا اور وہ اپنے باپ کی مثل دیوتاؤں کے زمرے میں داخل کر لیا گیا۔

فصل سوم۔ دومی شیان

(۱۴)۔ تی توس کا وارث سلطنت اس کا بھائی دومی شیان[۳] ہوا جو اسی زمانے میں تیس سال کا ہو گیا تھا۔ اس کے وی تلیوس کے ہاتھ سے کاپی تول کی آتش زنی کے وقت بال بال بچنے اور فلاویسیون کی فتح کے بعد "قیصر" کے

---

[۱] تاسی توس کا مشہور فقرہ یہ ہے: "دلی کیائی ہیوانی جنی ریس"

[۲] "امپراطور ریزر دیوی وس پاٹریانی دومی تیانوس اے"

لقب سے سلامی اتارے جانے کا حال اوپر ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ بھائی کی طرح جوانی سے اس کو جنگی شہرت حاصل کرنے کا شوق تھا اور بتاویون کی جنگ میں وہ خود حصہ لینا چاہتا تھا لیکن موکیانوس نے اصرار کیا کہ نئے صدر کی قوت وشوکت کی نمائش کے لئے لگودونم میں قیام کرنا کافی ہے کیونکہ سپہ سالار کریالیس اسوقت تک جنگ کا خاتمہ کر چکا تھا۔ دومی شیان کو موکیانوس کی بات ماننی پڑی لیکن اپنی بے اختیاری دیکھکر وہ ایسا آشفتہ ہوا کہ روما واپس آنے کے بعد پھر کبھی اس نے ملکی معاملات میں محض رسمی سردار بنایا جانا منظور نہ کیا اور البان کی پہاڑی پر ایک کوشک میں اپنی داشتہ دومی شیہ کو لے کے الگ جارہا۔ یہ دومی شیہ مکاربات ارمینیہ کے سُوراکوربیولو کی بیٹی تھی، بایں ہمہ حکومت و بادشاہی کا جو مزا وہ باپ کی نیابت کرنیکے زمانے میں چکھ چکا تھا وہ فراموش نہ ہوا اور جب باپ نے روما آنے کے بعد اس کی ارادۃً کوئی پرستش نہ ہوی تو وہ بہت تلخکام ہوا۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ رہتا تھا اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ ابھی تک بالکل باپ کے تابع اور بے اختیار ہے، اسے بھائی کے شریک بادشاہی بنائے جانے کا بھی حسد تھا کہ وس پاز یاب اور تی توس تو "سِلا" (= تخت زوال) پر سوار ہوتے اور دومی شیان کو ان کے پیچھے "لکتی کا" (= ہوادار) پر نکلنا پڑتا۔ وہ چھ مرتبہ قنصل بنایا گیا مگر کبھی سال کے شروع سے یہ مرتبہ اسے عطا نہیں ہوا سوائے ایک مرتبہ (۷۳ئہ) کے اور وہ بھی اس لئے کہ خود تی توس اس کے حق میں قنصلی سے دست بردار ہوگیا تھا، جنگ میں ناموری پانے کی اسے برابر آرزو رہی اور جب پارتھیہ کے بادشاہ نے رومیوں سے درخواست کی کہ قبائل الان کا حملہ روکنے میں اس کی مدد کریں تو دومی شیان نے جہاں تک ممکن ہوا کوشش کی کہ وس پاز یاں اسے اس مہم پر بھیجدے۔ اور جب وس پاز یاں نے منظور نہیں کیا تو وہ تحفے تحائف بھیج بھیج کر دوسرے مشرقی فرمانرواؤں کو اسی قسم کی مدد کی درخواستیں کرنے پر خود آمادہ کرتا رہا۔ واضح رہے کہ ظاہر میں دومی شیان کی پوری آؤبھگت اسی طرح کی جاتی تھی جیسی کہ ایک شہزادے کی ہونی چاہئے پھولوں کا مکٹ پہننے کی اسے اجازت تھی۔ سکوں پر اس کی تصویر کندہ ہوتی تھی سرکاری عمارتوں پر باپ اور بھائی کے ساتھ کتبوں کے اوپر اس کا نام بھی تحریر کیا جاتا تھا،

تمام مذہبی جماعتوں کا وہ رکن تھا۔ بایں ہمہ معاملات ملکی میں اسے کچھ دخل نہ تھا جنگی ناموری حاصل کرنے کا اسے کوئی موقع نہ دیا جاتا تھا۔ اور اس بے اختیاری کی حالت میں وہ ظاہری اعزاز اسے خوشدل و مطمئن نہ کر سکتے تھے۔ ایک روایت یہ بھی مشہور تھی کہ جب وس پاٹریاں مرا تو دومی شیان نے فوج خاصہ کو دو چند انعام کی رشوت دے کر اپنے امپراطور ہونے کی تدبیر سوچی تھی۔ کم سے کم اسے یہ توقع ضرور تھی کہ بھائی کی بادشاہی میں اس کا وہی مرتبہ ہو جائے گا جو خود تی توس کو وس پاٹریاں کے زمانے میں حاصل تھا۔ غیر سرکاری طور پر تی توس نے اس کو اپنا جانشین اور شریک بادشاہی بھی تسلیم کر لیا تھا لیکن کونجی اور تری بیونی اختیارات پھر بھی اسے نہیں ملے۔ یہ دومی شیان ناکامی کا تازہ زخم تھا اور انھی وجوہ سے کوئی شک نہیں کہ ان بھائیوں کے دل میں باہمی حسد اور بدگمانی پیدا ہو گئی تھی۔ تاہم تی توس حقیقت میں اپنا آئندہ وارث دومی شیان ہی کو سمجھتا تھا۔ سبب یہ کہ اس کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اور وراثت کے متعلق کسی پیچیدگی کا احتمال دفع کرنے کے لئے وہ یہاں تک آمادہ تھا کہ اپنی بیٹی جولیہ کی دومی شیان سے شادی کر دے۔ چنانچہ اس نے واقعی یہ تجویز پیش بھی کی تھی۔ کلودیوس چچا بھتیجی کی شادی کو پہلے ہی مباح کر چکا تھا مگر اس قسم کا پیوند رومی عقائد کے سراسر خلاف تھا اور دومی شیان رومی مذہب کا بہت بڑا حامی تھا۔ دوسرے وہ اپنی داشتہ دومی شیہ کا دل سے شیدائی تھا اور اسی کے ساتھ اس نے شادی کی اور اس طرح تی توس کی تجویز رہ گئی۔ جولیہ کی شادی ایک رشتے کے بھائی فلاویوس سابی نوس کے ساتھ کر دی گئی۔ یہ وس پاٹریاں کے بھائی کا جو وی تلیوس والوں سے لڑائی میں مارا گیا بیٹا تھا۔

بھائی کے بستر مرگ سے دومی شیان سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا شہر پہنچا اور فوج خاصہ نے امپراطور کے لقب سے اس کی سلامی اتاری اور اگرچہ تری بیونی اختیارات اسے چند روز بعد (۳۰ ستمبر کو) حاصل ہوئے مگر اس نے اسی ۱۳ ستمبر کو اپنے سنہ جلوس اور تری بیونی سال کا پہلا دن قرار دیا۔ موبد اعظم کا عہدہ اور "پاترپاتریائی" کا لقب اختیار کرنے میں بھی اس نے تاخیر روا نہ رکھی حالانکہ اسکے پیش رو بادشاہی کے کچھ روز بعد یہ رسم ادا کیا کرتے تھے۔ اسی ادا سے دومی شیان

کے مزاج کی تیزی اور خودرائی کا پتہ چلتا ہے جو اس کے خاص اوصاف ہیں۔

(۱۵) دومی شیان کا عہد حکومت مطلق العنانی کے ارتقا میں ایک نیا اور نمایاں درجہ رکھتا ہے اور یہ کہنا کچھ بھی مبالغہ نہیں ہے کہ خود وہ مشہور لڑائیاں جو اس عہد میں سرحد ڈین یوب پر داکیہ اور جرمانیہ والوں کے ساتھ ہوئیں نیز برطانیہ میں روما کی تازہ فتوحات یہ سب اس بات کی شاہد ہیں کہ صدارت بالکل شخصی بادشاہی کی صورت اختیار کر رہی ہے۔ ان محاربات کا حال اگلے باب میں ہماری نظر سے گزریگا لیکن یہاں ہم رائن کی ایک مختصر جنگ کا حال بیان کرنا چاہتے ہیں جس کے ذریعے دومی شیان کو حسب دلخواہ وہ جنگی ناموری حاصل ہوئی جو ایک امپراطور کے شایان شان تھی۔

۸۳ء میں نئے بادشاہ نے غالیہ کی طرف نہضت فرمائی اور سفر کی غرض یہ بیان کی کہ ملک غالیہ کی مردم شماری کی جائے حالانکہ اس کا اصلی مقصد رائن کے پار چتیوں پر حملہ کرنا تھا۔ وہ خطا جس کی بنا پر چتی اس حملے کے سزاوار قرار پائے! ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اور محض ان کے قزاقانہ گروہوں کو جو جنوبی صوبے کو اکثر پریشان کرتے رہتے تھے سزا دینے کی غرض سے اتنی بڑی بادشاہی مہم کا جانا کسی طرح ضروری نہیں نظر آتا۔ بہر حال چتیوں پر ایک فتح حاصل کر لی گئی اور دومی شیان نے اس کا دھوم دھام سے جشن منایا اور "جرمانی کوس" کا لقب اختیار کر لیا چنانچہ اس زمانے کی کتابوں میں وہ جا بجا اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مگر مخالفین اس فتح کو محض ڈھکوسلا سمجھکر ہنسی اڑاتے تھے اور عداوت سے چپکے ہی چپکے یہاں تک کہتے تھے کہ جلوس فتح میں جو قیدی جلو میں نکالے گئے وہ دراصل بعض بادشاہی غلام تھے جو سر پر نقلی بھورے بال اور جرمنوں کے لباس میں چتیوں کا بہروپ بھر کر آئے تھے! برخلاف اس کے عنایات شاہی کے امیدوار شعرا اس شاہی کارنامے کو بہت مبالغے سے بیان کرتے تھے۔ اور سچ یہ ہے کہ یہ فتح خواہ اسکی نوعیت کچھ ہی ہو اہمیت سے خالی نہ تھی اگرچہ اس کا بعض اوقات اعتراف نہیں کیا جاتا۔ پھر یہ کہ اسی فتح کی وجہ سے سرحدی دفاع کا نیا نقشہ تیار ہوا جس کا حال ہم اگلے

باب میں بیان کریں گے؛

(۱۶) عہد حکومت کے آغاز میں دومی شیان مجلس اعیان پر عنایت کی نظر رکھتا تھا اور خود اعیان اس کے معترف تھے۔ اپنے بڑے بھائی کی مثل مخبری کا اس نے سدّباب کیا اور اس اصول پر کہ جب تک جھوٹے مخبر کو سزا نہ دی جائے گی اسے مخبری کی اور ہمت پیدا ہو گی، اس نے مخبروں کو سزائیں دیں۔ لیکن جب وہ مضبوطی سے اپنی جگہ پر قائم ہو گیا اور جرمانی فتح کے بعد صحیح معنی میں اپنے آپ کو "امپراطور" سمجھنے لگا تو پھر اس نے بہت جلد امرا کو بتا دیا کہ اگر وہ اس خیال میں ہیں کہ دومی شیان اغسطس کے آئین کی پابندی کرے گا تو یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ وہ حکومت کرنے کی فطری صلاحیت رکھتا تھا اور جذبۂ مطلق العنانی سے بھی سرشار تھا لہٰذا اس نے ارادہ کر لیا کہ ملک پر خود فرماں روائی کرے۔ مجلس اعیان کے ساتھ مل کر حکومت کرنا یا وہ "ثنویت" جس کی اغسطس نے اس قدر احتیاط سے بناوٹ تیار کی تھی، دومی شیان کو بالکل ناقابل برداشت نظر آئی اور اس نے مجلس کو بے اختیار محض کر دینے کی فکر کی۔ دوسرے بادشاہوں نے بھی اپنے حق سے بڑھ کر حکومت میں حصہ لیا اور مجلس پر اس کی دست نگری اور ماتحتی پوری طرح ظاہر کر دی تھی۔ لیکن یہ ان کی کبھی کبھی کی ہڑک سی تھی، اور محض وقتی جوش میں اگر وہ کوئی ایسی حرکت کر گزرتے تھے۔ مثلاً تی بیوس اور نرو اپنے آخری عہد میں بالکل مطلق العنان ہو گئے تھے بایں ہمہ انھوں نے کوئی ایسی آئینی بدعت نہیں نکالی جس سے صدر اور مجلس کے باہمی تعلق میں کوئی مستقل اور اصولی فرق پڑ جاتا۔ حالانکہ دومی شیان بڑے ضابطہ اور کمال بے رحمی کے ساتھ مجلس کی سیاسی قوت کچلنے کے کام کرتا رہا۔ اور یہی سبب تھا کہ مجلسی گروہ کو اس سے شدید نفرت ہو گئی۔

(۱۷) ہم اس بات کی پہلے تشریح کر چکے ہیں کہ صدر، مجلس اعیان کے انتخابات پر اس طرح اثر ڈال سکتا تھا کہ ان حکام کے تقرر کی سفارش کرے جو اپنے عہدوں پر پہنچتے ہی مجلس کے رکن بن جاتے تھے۔ بایں ہمہ صدر کو براہ راست

ارکان کے مقرر کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ نئے ارکان کی شمولیت اگر ممکن تھی تو "اڈکشن" کے ذریعے ممکن تھی جس کا اختیار محتسب کو حاصل ہوتا تھا۔ مگر اغسطسی آئین کی رو سے صدر کو منصب اختساب نہیں دیا گیا تھا۔ چنانچہ کلودیوس یا قریب زمانے میں وس پاثریاں نے بطور خاص عہدۂ اختساب حاصل کیا تو سال کے ختم ہوتے ہی اس سے علیحدہ ہو ہو گئے[1]۔ اور دراصل آئین صدارت کی یہ ایک خصوصیت تھی کہ اس میں عہدۂ اختساب کو صدارت سے جدا گانہ رکھا گیا تھا اور ضرورت کے وقت اگر خود صدر اس عہدے کو حاصل کرتا تو وہ بھی دوسرے اشخاص کی مثل مقررہ میعاد کے واسطے منتخب کیا جاتا تھا۔ یہ حقیقت دومی شیان کی نظر سے چھپی ہوی نہ تھی اور وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ عہدۂ اختساب ہی وہ ذریعہ ہے جس سے میں مجلس اعیان کی قوت و وقعت کو خاک میں ملا سکتا ہوں۔ یعنی اگر صدر کو دوامی طور پر اختساب کے اختیارات مل جائیں تو پھر پوری حکومت اس کے ہاتھ میں آجائے اور اغسطسی آئین کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تو دومی شیان فوراً ہی لپکا یا اور پہلے تو اس نے اختساب کے اختیارات حاصل کیے (اواخر ۸۴ء یا اوائل ۸۵ء) اور پھر چند ہی ماہ کے بعد اس عہدے کا دائمی مالک بن بیٹھا۔ اب اسے اختیار تھا جسے چاہے انتخاب کرے اور جسے چاہے مجلس سے خارج کر دے گویا مجلس بالکل اس کی مرضی کے تابع ہو گئی اور آئین صدارت کو ایک مستقل نقصان پہنچ گیا کیونکہ اس کے جانشین بغیر محتسب کا لقب اختیار کیے چپ چاپ اختساب کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لیتے رہے۔ یہ سچ ہے کہ مجلس اعیان آیندہ بھی نظم و نسق میں حصہ لیتی رہی اور آئینی اعتبار سے اس کی حیثیت وہی رہی جو پہلے تھی مگر درحقیقت اب صدارت نے بے نقاب شخصی بادشاہی کی صورت اختیار کر لی، اس سلسلے میں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ دفتر اختساب جو پہلے مجلس اعیان کی نگرانی میں رہتا تھا، آیندہ سے ایک بادشاہی دفتر ہو گیا اور اس پر بادشاہ کی طرف سے نائب مقرر ہونے لگے۔

---

[1] مارتیال نے دومی شیان کے یہ القاب لکھے ہیں: "سنسوراکسیمہ پرین سی پومکہ پرسینس" (جلد چہارم صفحہ ۲)

(۲) دومی شیان اپنے عہد صدارت میں دس مرتبہ قنصل منتخب ہوا۔ ایک مرتبہ مسلسل ۸۲ء سے ۸۸ء یعنی سات سال تک مقرر ہوتا رہا اور بعد میں ۹۰ء تا ۹۲ء اور ۹۵ء میں ہوا۔ اُس نے کبھی مئی کے مہینے کے آگے اس عہدے کا کام اپنے ہاتھ میں نہ رکھا اور بعض اوقات وسط جنوری ہی میں دست بردار ہو گیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصل منشاء یہ ہوتا تھا کہ سال صدر ہی کے نام سے موسوم ہو۔ یہ گویا باپ کی تقلید تھی جو اپنے عہد حکومت میں بالعموم ہر سال قنصل منتخب ہو جاتا تھا۔ لیکن دومی شیاں نے اس پر بھی ترقی یہ کی کہ ۸۴ء میں اپنے آپ کو دس سال کے واسطے قنصل منتخب کرالیا۔ اس معاملے میں اس کے پاس تی بریوس کی نظیر موجود تھی جو ۲۹ء میں سجانوس کے ساتھ پانچ برس کو قنصل بنا دیا گیا تھا نیز نرو کی جو ۵۸ء میں دس سال کے واسطے اسی عہدے پر منتخب ہوا تھا۔ اور گو ان میں سے کسی نے بھی اس پوری مدت تک اپنے عہدے پر فائز رہنے کی پروا نہ کی۔ اور نہ دومی شیان دس برس تک قنصلی کرتا رہا تاہم وہ سات برس مسلسل قنصل رہا اور اغسطس کے بعد جو شروع شروع میں ۳۰ ق م سے ۲۳ ق م تک قنصل رہا۔ دومی شیان ہی وہ شخص ہے جو گویا اپنے سب اسلاف سے زیادہ دوامی قنصلی کے قریب پہنچ گیا تھا۔

(۳) مجلس اعیان کو اس زمانے میں اپنی سلامتی کے لئے بڑی فکر اس بات کی ہو گئی تھی کہ کسی طرح یہ اصول قائم کر دیا جائے کہ بادشاہ اپنی ذاتی رائے سے کسی رکن مجلس کے قتل کا حکم نہیں دے سکتا۔ تی توس نے اس اصول پر عمل کیا لیکن باضابطہ اس کو تسلیم نہیں کیا تھا مگر دومی شیاں صدر کے اعلیٰ اختیارات کا اپنے بھائی سے زیادہ حامی تھا اور مجلس نے مذکورہ بالا قسم کا ضابطہ بنانا چاہا تو اس نے اسے ماننے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ اُس نے اپنی مجلس شوریٰ میں اعیان کے ساتھ متوسط طبقے کے افراد کو بھی داخل کر لیا جس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر کسی رکن مجلس کا مقدمہ عدالت شاہی میں پیش ہو تو فیصلہ کرنے والوں میں نائٹ بھی داخل کئے جا سکتے تھے۔

(۴) عملاً دومی شیان نے مجلس اعیان کو ایک ناقابل اعتنا جماعت کر دیا تھا

وہ اس میں صرف ادنےٰ درجے کے معاملات رائے کے واسطے بھیجتا اور اکثر سب سے پہلے خود رائے دینے کے حق سے کام لیتا تاکہ باقی ماندہ اراکین کو چار و ناچار اس کے حسب منشا رائے دینی پڑے۔ اراکین مجلس پہلے ہی بالکل مرعوب ہوگئے تھے۔

(۵) امراسم ظاہری سے بھی دومی شیان کے جبر و خود پسندی کا اظہار ہوتا ہے چنانچہ وہ جائز رکھتا تھا کہ شاہی عمال و حکام اس کو "دومی نوس اَک دیئوس" (مالک و خداوند) کے نام سے یاد کریں۔ یہی لقب شعرا بھی استعمال کرتے تھے اور اگرچہ اسے سرکاری طور پر القاب شاہی میں داخل نہیں کیا گیا تھا تاہم عام لوگ اسے ہمیشہ "مالک" کے خطاب سے یاد کرتے اور ان کی نظر میں اس کی حیثیت صرف صدر شہری کی سی نہ رہی تھی۔ بلکہ اس سے کچھ ماوراء ہوگئی تھی۔ مزید برآں وہ ہمیشہ فتح کا قرمزی لباس زیب تن رکھتا اور مجلس میں بھی اسی لباس سے آتا۔ بارہ کی بجائے چوبیس تبردار اس کے جلو میں چلتے اور اس کی مورتیں سوائے سونے چاندی کے اور کسی چیز کی نہیں بنائی جاسکتی تھیں۔

(۱۷) وس پاژیاں نے اغسطس کو اپنا عزیز بنایا تھا لیکن دومی شیان حکومت کے اصول تی بریوس کی تزک سے اخذ کرتا تھا اور یہ کتاب برابر اسکے مطالعے میں رہتی۔ تی بریوس کی طرح وہ بہت اچھے دماغ کا قابل حکمران تھا اور پائے تخت اور صوبوں کی حکام کی سخت نگرانی رکھتا تھا۔ ان عہدوں پر تقرر صرف انہی اشخاص کا کیا جاتا تھا جن کی ذاتی وفاداری پر بادشاہ کو پورا اطمینان ہو اور اس معاملے میں مجلسی صوبوں میں بھی اسی اصول پر عمل ہوتا تھا چنانچہ جو امیدوار بادشاہ کے معتمد علیہ نہ ہوتے، ان کو دست بردار ہونے پر آمادہ کیا جاتا اور بطور معاوضہ صوبہ دار کی تنخواہ یعنی دس لاکھ سسترکہ انکو مل جاتے۔ لیکن فوج خاصہ کے معاملے میں دومی شیان کا طرز عمل تی بریوس کے خلاف تھا یعنی دومی شیان اس بات کا روادار نہ تھا کہ سجانوس اور تی جلی نوس کی طرح اسکی فوج کے ناظم سیاسی معاملات میں دخیل ہوجائیں۔ اس طرز عمل میں دومی شیان

اپنے باپ کا مقلد تھا۔

واضح رہے کہ وہ اس بات کو خوب سمجھتا تھا کہ بادشاہ کا مجلس اعیان سے آزاد و مستغنی رہنا لامحالہ فوج کی اعانت پر منحصر ہے۔ دوسرے فلاویوسی خاندان تو فوج والوں ہی کا ساختہ پرداختہ تھا اور وس پاژیاں اور تی توس دونوں نے اپنی بادشاہی کی یہ جنگی نوعیت قائم رکھی تھی لیکن دومی شیان نے ان دونوں سے بڑھکر فوج کی منزلت اور اپنی امپراطوری خصوصیت کا اظہار کیا۔ مجلس اعیان کیساتھ بگاڑ کا لازمی نتیجہ بھی یہی ہوا کہ اس کی ساری قوت فوج کی خوشدلی پر منحصر ہوگئی پس مصارف سلطنت کی مدمیں رقم کثیر بڑھادی گئی اور جیوش و فوج خاصہ کے سپاہیوں کی تنخواہ میں تینتیس ۳۳ فیصدی کے حساب سے اضافہ کیا گیا (جیش کے سپاہی کی تنخواہ نو سے بارہ اورئی ہوگئی۔)

دومی شیان کو بھی ایک سب سے مشکل مسئلہ مداخل و مصارف سلطنت کی درستی کا پیش آیا جس طرح اس کے باپ کو پیش آیا تھا۔ تی توس کے اسراف نے وس پاژیاں کے بھرے ہوئے خزانے کو بہت کچھ خالی کردیا تھا اور جس جزرسی سے اس نے خزانہ بھرا وہ طریقہ دومی شیان کو اختیار کرنا کسی طرح منظور نہ تھا۔ کیونکہ دومی شیان باپ کے مزاج کے بالکل برعکس نہایت دریادل بادشاہ تھا۔ اپنے رفیقوں کے ساتھ وہ بڑی داد و دہش سے پیش آتا اور عوام الناس کے لئے وسیع پیمانے پر میلوں تماشوں کا انتظام کرنے میں بھی وہ تی توس سے کم نہ تھا۔ ان تقریبوں میں وہ محتاج و مساکین میں "کونجیاریہ" یعنی زرخوراک تین سوسسترکہ فی کس کے حساب سے تقسیم کیا کرتا تھا۔ اور ان فیاضیوں کے ساتھ اسکی یہ بھی کوشش تھی کہ محاصل کے بار کو کم کردے چنانچہ جو بقایا پانچ سال سے زیادہ لوگوں پر واجب الادا تھا وہ اس نے بلقلم معاف کردیا۔ اور وس پاژیاں نے اطالیہ کے غیر منقسمہ اقطاع پر جو جبراً سرکاری قبضہ کرنے کی ٹھانی تھی دومی شیان اس دعوے سے دست بردار ہوگیا۔ مالی معاملات میں دومی شیان کا مشیر کار کلودیوس ات روس کوس تھا جو نرو کے عہد میں بھی وزارت کی خدمت انجام دے چکا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کا طرز عمل زیادہ عرصے تک

نہ چل سکتا تھا۔ برطانیہ اور ڈین یوب کی لڑائیاں بہت خرچ طلب ثابت ہوئیں اور ادھر عالیشان عمارات جو اس نے بنانی شروع کیں اور عام نمایشوں اور تماشوں کے لئے رقوم خطیر درکار ہوئیں۔ سرکاری مالئیے میں اضافہ کرنا اور عوام الناس پر بوجھ ڈالنا بادشاہی کی روایات کے خلاف، بالخصوص دومی شیان کے اصول کے بالکل معارض تھا۔ ان وجوہ سے آخر کار وہ بھی انھی مشکلات میں پھنس گیا جن سے کایوس اور نرو مجبور ہوئے تھے کہ امراء کو لوٹ کر اپنی کمی پوری کریں۔

(۱۸) ان مالی ضروریات کے علاوہ اور بھی بعض اسباب جمع ہوگئے جنھوں نے دومی شیان کے آخری زمانے کو امرا کے حق میں عہد ہیبت بنانے میں مدد دی۔ اپنی بیوی دومیشیہ سے ایک بیٹا اس کے ہاں پیدا ہوا اور وہ بچپن ہی میں مرگیا۔ اور بغیر وارث کے دومی شیان کو اپنی سلامتی کی طرف سے اطمینان نہ تھا ہر ممتاز و سربرآوردہ شخص اسے جانشینی کا مدعی اور اس کی طرف سے قتل وخون کا امکان نظر آتا تھا۔ جنوبی جرمانیہ کے صوبہ دار ال انتونیوس ساتورنی نوس کی بغاوت نے (جو غالباً ۸۸ء کے اوائل میں ہوی) اس کے خوف وشبہات کی اور بھی تصدیق کردی۔ یہ باغی سردار ایک امیر خاندان کا فرد تھا اور اس کے شرکا طبقۂ اعیان کے لوگ تھے۔ مقامی چھاونی کے دونوں جیش (نہم اور بست ویکم) اس کے کہے میں آگئے اور اس کی امیراطوری کا اعلان کردیا۔ اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے اسے رہائن پار کے آزاد جرمنوں، اور ان میں بھی یقیناً چتیوں کی امداد پہ بھروسا تھا۔ مگر یہ بغاوت بالکل غیر متوقع طور پر ال اپیوس ماکسی موس نوربانوس کی سرکردگی کی بدولت بہت جلد فرد ہوگئی جو جیش ہشتم کو لے آیا اور ساتورنی نوس کی فوجوں کو شکست دی۔ اس کے جرمن حلیف کوئی مدد نہ دے سکے کیونکہ رہائن کی برف یکایک پگھلنے لگی اور وہ دریا کو عبور نہ کرسکے۔ یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ نوربانوس اور اس کی فوج کس مقام سے آئی تھی لیکن قرائن کہتے ہیں کہ غالباً وہ ساتورنی نوس ہی کا ماتحت یعنی موگون تیاکم چھاؤنی کے جیش کا سردار تھا۔ اور خود ساتورنی نوس یقین ہے کہ صوبے کی صدر چھاؤنی وین دونیسیا

میں ہوگا۔ اور لڑائی شاید باسی لیہ کے قریب کسی میدان میں ہوئی، بہر نوع شروع میں
جب بغاوت کی خبر روما پہنچی تو وہاں تہلکہ پڑ گیا اور خود دومی شیان مدعی کی سرکوبی
کے لئے فوج لے کے چلا۔ بارے راستے ہی میں اطلاع ملی کہ نوربانوس نے اس سے
پہلے یہ کام انجام دے دیا۔ پھر دومی شیان نے ساتورنی نوس کے شرکائے سازش
کے نام معلوم کرنے میں کوشش و جستجو کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا اور بیان کیا جاتا ہے کہ
اسی مقدمے کی تحقیقات کے دوران میں اعیان روما کو انتہا درجے کی اذیتیں
دی گئیں۔ بہت سے لوگوں کو موت کی سزا ملی اور باغی فوج کے سرداروں میں
سے قریب قریب ہر شخص کو اسی سلسلے میں قتل کرا دیا گیا۔ یہی واقعہ ہے جسکے
بعد سے دومی شیان رفتہ رفتہ کچھ اسی طرح کا بدگمان، شکی اور ظالم بادشاہ بن گیا
جس طرح تی بریوس اپنے آخری زمانے میں ہوگیا تھا۔ امرا کی طرف سے اس کے
دل میں سخت نفرت اور اندیشہ جاگزیں ہوگیا اور اسی طرح امرا اس سے بیزار و خوفزدہ
رہنے لگے۔ کچھ عرصے تک اس کی بھتیجی جولیہ کا اس پر آشتی آمیز اثر رہا لیکن ۸۹ء
میں جب اس نے وفات پائی تو دومی شیان کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا دنیا میں اب کوئی
متنفس ایسا نہیں رہا جس پر وہ پورا اعتماد کر سکے۔ چنانچہ گو وہ سرکاری کاروبار
برابر اسی تندہی سے انجام دیتا تھا لیکن اپنی زندگی بالکل تنہا اور سب سے دور دور
اور ناخوش رہ کر گزارتا تھا۔ اس جگہ یہ وضاحت کر دینی چاہئے کہ گو جولیہ کے ساتھ
شادی کرنے سے دومی شیان نے انکار کر دیا تھا لیکن آگے چل کر اسے اپنے شوہر
سابی نوس سے جدا کر کے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

سنین مابعد میں دومی شیان نے صدارت کی جانشینی کا بھی کچھ انتظام کیا۔ اسکے
دو عمزاد بھائی تھے ایک تو یہی جولیہ کا شوہر فلاویوس سابی نوس اور دوسرا فلاویہ
دومی تیلہ کا شوہر فلاویوس کلیمنس اور اسی کلیمنس کے دو شیر خوار بچوں کا بادشاہ
نے نام بدل کر ویس پاتریان اور دومی شیان قرار دیا اور ان کی تعلیم فاضل عصر
کوان تیلیان کے سپرد کی۔ یہ گویا اس بات کے قرائن تھے کہ دومی شیان
انھی بچوں کو اپنا جانشین بنانا چاہتا ہے۔

(۱۹) ایک اور سبب جس نے دومی شیان کو جابر اور مستبد بنانے میں مدد دی، رواقیوں کی وہ تکلیف دِہ اور بے باکانہ مخالفت تھی جس کی ریشہ دوانی ہم نرو اور پھر وس پاٹریاں کے عہد حکومت میں پڑھ چکے ہیں اور جواب بھی جاری رہی۔ سنہ ۹۳ء میں کا تو کے ان عقیدتمندوں کی ایک جماعت پر شستہ ہوا اور سزا ملی۔ چنانچہ ہوی نیوس سنیکیو جس نے پریس کوس کی مدح لکھی تھی "توہین سرکار" کے جرم میں ماخوذ ہوا اور اسے سزائے موت ملی۔ اس جرم کی مخبری میتیوس کاروس نے کی تھی اور پریس کوس جس کی مدح لکھنے پر یہ آفت آئی وہ شخص ہے جو (بادشاہ کی مخالفت کی بنا پر) وس پاٹریاں کے زمانے میں قتل کرادیا گیا تھا۔ اس کی بیوہ فانیہ (بنت تھراسیا) نے ہری نیوس کو اس کتاب کا مواد دیا تھا لہذا اس کی املاک ضبط اور خود وہ نباج البلد کردی گئی۔ کتاب کو عام پنچایت کے میدان (کومی تیم) میں جلادیا گیا۔ یہی حشر ال جونیوس روستی کوس کا ہوا جس نے تھراسیا اور پریس کوس کی تعریف میں ایک اور کتاب لکھکر شایع کی تھی۔ اس کے ایک معترض نے اس پر "رواقیوں کے نقال بندر" کی پھبتی کہی ہے اور اسی قسم کے الزام پر جیساکہ ہری نیوس پر لگایا گیا تھا، اسے بھی موت کی سزا ملی۔

بادشاہ کی بیوی دومیشیہ پر ایک مشہور ومقبول نقال پاریس[۱] کے ساتھ آشنائی کرنے کا شبہہ ہوا لہذا بادشاہ نے دومیشیہ کو طلاق دے دی اور پاریس کو عین بازار میں خنجر بھونک کر ہلاک کرادیا جس سے عام طور پر لوگوں کو بہت رنج ہوا اور بہت سے لوگ اس کی قبر پر عطر اور پھول چڑھانے آئے۔ پریس کوس کے بیٹے ہل وی دیوس پریس کوس (الاصغر) نے "پاریس واِنو نہ" کے نام سے ایک نقل تیار کی تھی الحس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس پیرائے میں بادشاہ پر نکتہ چینی کرنی چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ عین ایوان مجلس میں گرفتار کیا گیا اور سزائے موت دی گئی۔ اس گروہ کے دیگر افراد جلاوطن کردئے گئے اور ان میں فانیہ کی ماں آریہ روس تی کوس کی بیوی گراتیلہ اور بھائی جونیوس موری کوس بھی شامل ہیں اسی کیساتھ

---

[۱] اس کا حال ہم آگے پڑھیں گے (باب سی ودیکم عنوان ۲۱) کہ وہ ایک کتھک تھا۔

مجلس اعیان کی طرف سے فرمان نافذ ہوا کہ تمام فلسفی، رمّال اور "ماثماطیقی" (= نجومی)
اطالیہ سے نکال دیے جائیں جس طرح کہ پہلے وس پاثریاں کے عہد میں نکالے گئے تھے!
اس حکم کے تحت میں دوسروں کے علاوہ ایپک تتوس رواقی اور دیون بھی
آ گئے اور یہ دیون باشندہ پروسا وہ شخص تھے جسے "کریسوس توموس" یعنی "زرد ہاں"
کے عُرف سے یاد کیا جاتا تھا اور جس کے "معانی و بیان" پر دلچسپ مضامین ابتک
سلامت ہیں[۱]۔

امر اُسے نفرت و بدظنی تو بادشاہ کے لاولد ہونے سے پیدا ہوی اور
پرلیس کوس کے گروہ کی مخالفت اور سازشوں سے اسے مزید تقویت پہنچی اور ادھر
اس نفرت پر مالی مشکلات کا جن میں دومیشیان پھنس گیا تھا۔ اضافہ ہوا اور ان اسباب کا
نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی اسی قسم کے قتل وخون اور ضبطیوں پر اتر آیا جن سے نرو کا آخری عہد
داغدار ہے۔ مخبری کا وہی طریقہ جسے گایوس، نرو، اور خود دومیشیان نے اپنے
ابتدائی زمانے میں سختی اور واقعی سچائی سے مسدود کیا تھا، اس عہد میں بھی دوبارہ
تازہ ہوا جس طرح گایوس و نرو کو اس کا سہارا ڈھونڈنا پڑا تھا۔ اور اس عہد کے
مشہور مخبروں میں کاتولوس مسابی نوس اور متیوس کاروس کے نام قابل ذکر ہیں۔
ایک مشہور خطیب ایم اکوی لیوس رگولوس[۲] بھی جس سے پلینی کو حسد تھا، انہی میں
شامل ہے نیز ماسا بیبیو، جو بتیکہ کا صوبہ دار اور پلینی اور سنیکیو کے الزام رشوت ستانی
کی بنا پر سزایاب ہوا تھا۔ چنانچہ عجب نہیں کہ سنیکیو کو جو سزا تھوڑے دن بعد ملی (جس کا
ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں) اس کا ایک سبب یہ بھی ہو کہ اس نے ماسا بیبیوس کی چغلی کھائی
اور اس کے خلاف مقدمے میں حصّہ لیا تھا۔
ان مخبروں کے علاوہ دومیشیاں کے دربار کا ایک اور منظور نظر مصاحب

۱؎ دیکھو آیندہ باب بست و پنجم زیر عنوان ۲۸
۲؎ غالباً یہی وہ مخبر ہے جس کے متعلق جونال نے لکھا ہے کہ خود ماسا اور کاروس اس سے
پناہ مانگتے تھے۔ دیکھو کتاب الہجو۔ باب اول صفحہ ۳۳
"ماکنی ولا تورا می سی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پلپات کاروس !"

کریس پی نوس تھا۔ یہ کم نسب شخص، مصر کا باشندہ تھا اور روما آکر اس نے اوّل اوّل سوکھی مچھلی کی تجارت شروع کی تھی۔ لیکن تھوڑے دن میں ترقی کرکے فوج خاصہ کا ناظم بن گیا۔ وہ لباس اور حرکات میں بڑا نازک مزاج امیر بنتا تھا اور اسی لئے لوگ اُسے بے شرم نو دولتا جانتے اور غالباً بہت ذلیل سمجھتے تھے۔[1]

دومیشیان جانتا تھا کہ اس کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں اور چونکہ ٹھیک ٹھیک ان کا پتہ نہیں چلتا تھا لہذا اکثر بے گناہ لوگ شک وشبہہ کا شکار ہوئے۔ خود اس کا چچرا بھائی اسی غدّاری کے شبہہ میں مارا گیا اور سب سے زیادہ جن کی موت نے لوگوں کو غضبناک کیا وہ فلاویوس کلیمنس اور اپافرودیتوس تھا۔ کلیمنس بادشاہ کا عمزاد اور ان بچوں کا باپ تھا جو دومیشیان کے جانشین سمجھے جاتے تھے۔ اس پر اور اس کی بیوی فلاویہ دومی تیلہ پر الزام یہ لگایا گیا تھا کہ انھوں نے ایک غیر ملکی مذہب اختیار کرلیا ہے۔ اسی پر اسے موت اور بیوی کو جلا وطنی کی سزا دی گئی۔ اپافرودیتوس وہ آزاد غلام تھا جس نے نرو کو خودکشی کرنے میں مدد دی تھی اور گو اس واقعے کو اب اٹھائیس برس گزر چکے تھے مگر دومیشیان نے اسی "عداوت شاہی" کی خطا پر اُسے مروا دیا۔ سفاکی کے یہ نمونے دیکھکر شاہی محلسرا کے لوگ بھی گھبرا گئے اور اگرچہ بادشاہ کو خوف مجلس اعیان سے تھا اور محل میں وہ اپنے آپ کو بالکل محفوظ جانتا تھا، لیکن انتقام کا ہاتھ اسی محلسرا سے اُٹھا۔ دومیشیہ کو بدکرداری کے شبہے میں طلاق دینے کے بعد (جیسا کہ ہم پہلے پڑھ چکے ہیں) بادشاہ نے دوبارہ داخل محل کرلیا تھا مگر وہ اپنی سلامتی کی طرف سے پوری مطمئن نہ تھی اور اسی نے محل کے موالی پارتھینوس، ان تلوس اور استفانوس کے ساتھ مل کر بادشاہ کے خلاف سازش کی۔ فوج خاصہ کے دو ناظم، نوربانوس اور ہت رونیوس سکنڈوس بھی رازدار تھے۔ اور اہل سازش نے آئندہ بادشاہی کے واسطے ایم کیئوس نروا کو نامزد کیا تھا۔ قتل کرنے کا کام استفانوس نے جو بہت قوی ہیکل آدمی تھا اپنے ذمّہ لیا۔

---

[1] بشرطیکہ ہم جوتال کے قول پر بھروسہ کریں جس نے اپنی کتاب (باب اول صفحہ ۲۶) میں اُسکا خاکہ اُڑایا ہے، "وہ کوم پارس نیلیا کہ . . . . نون اسکری بیر"۔

وہ کئی روز پہلے سے ہاتھ میں چوٹ آنے کے بہانے اسے پٹی کے سہارے لٹکائے پھرا اور (۱۸ ستمبر ۹۶ء) کے مقررہ دن اسی کپڑے میں جو ہاتھ کو لپیٹ رکھا تھا اس نے چھری چھپالی۔ پھر بادشاہ کے حضور میں اس درخواست کے ساتھ حاضر ہوا کہ ایک سازش کے متعلق اطلاع دینی چاہتا ہوں۔ سامنے پہنچ کر اس نے ایک تحریر بادشاہ کے ہاتھ میں دی اور جس وقت دومی شیان اسے جلدی جلدی پڑھ رہا تھا اوس وقت چھری نکال کے اس کے پیٹ میں بھونک دی۔ دومی شیان قاتل کے اوپر آپڑا اور غلام کو پکارا کہ میری تلوار لا اور نوکروں کو آواز دی۔ لیکن اس تلوار کو جو تکیے کے نیچے دھری تھی اہل سازش نے بطور حفظ ماتقدم پہلے ہی کند کر دیا تھا اور وہ اس وقت کچھ کام نہ دے سکی۔ اِدھر دومی شیان کو استفانوس کے ساتھ گتھم گتھا ہوتے دیکھکر دوسرے سازشی جھپٹ پڑے اور انھوں نے اپنے شکار کو ٹھکانے لگادیا۔ بادشاہ کے نوکروں کو آنے میں اتنی دیر ہوی کہ گو انھوں نے استفانوس کو مار ڈالا مگر اپنے آقا کو نہ بچا سکے۔

(۲۰) مجلس اعیان کے اراکین کو اس جابر کے مارے جانے سے جس سے وہ سخت بیزار تھے، بڑی خوشی ہوی اور وہ آزادانہ اپنے دل کا بخار نکالنے کے لئے جو مدت سے چھپائے ہوئے تھے، جلدی جلدی ایوان مجلس میں آئے اسکی پوری اور نیم قامت مورتیں توڑ دی گئیں اور یہ رائے قرار پائی کہ ہر چیز جس سے اس کی یاد تازہ ہونا بود کر دی جائے۔ ایک حکم نافذ ہوا کہ ہر جگہ سے دومی شیان کا نام مٹا دیا جائے۔ مجلس کے اس بغض کا اثر آج تک ہم محسوس کر سکتے ہیں کہ ایسے کتبے غیر معمولی طور پر کم باقی رہ گئے ہیں جو دومی شیان کے عہد میں کندہ ہوئے ہوں۔ مقتول بادشاہ کی تجہیز تکفین بھی مناسب طریق پر ادا نہیں کی گئی بلکہ معمولی ارتھی پر جیسی غریب غربا استعمال کرتے تھے، اُس کی لاش اٹھوا دی گئی۔ تاہم اسکی انا فیلیس نے کسی نہ کسی طرح اتنا ضرور کیا کہ اس کی بھسمی قوم فلاویہ کے گنبد میں اسی تابوت کے اندر رکھوا دی جس میں دومی شیان کی محبوب بھتیجی "جولیہ دیوی" کی راکھ تھی۔ یہ مقبرہ بھی اپنے خاندان فلاویوسیہ کی قبروں کے واسطے دومی شیان ہی نے بنوایا تھا۔

مجلس کی ان خوشیوں میں فوج کے سپاہی شریک نہ تھے حقیقت میں انھیں دومی شیان کے ساتھ محبت تھی اور اگر ان کا کوئی اچھا سرگروہ ہوتا تو وہ جبرًا اپنے مقتول امپراطور کی رسوم عزت واحترام ادا کرتے۔ باقی عوام الناس کو اس موقع پر نہ کچھ خوشی تھی نہ زیادہ رنج۔ انھیں دومی شیان سے نفرت کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ وہ ان کے ساتھ نہایت فیاضی کا برتاؤ کرتا رہا تھا۔ لیکن اس کی نخوت اور کشیدہ طرز عمل نے اسے لوگوں میں ذاتی طور پر عزیز و محبوب بھی نہیں ہونے دیا تھا۔

(۲۱) جوانی میں دومی شیان دیدار و آدمی تھا لیکن کہولت میں ایک تو اس کا بدن کچھ بھاری ہونے لگا تھا دوسرے سر کے بال اُڑ گئے (جس سے اس کے دشمن اسے "گنجی نرو"[1] کہہ کے پکارنے لگے تھے) اس کی آنکھیں بڑی اور نشیلی تھیں مگر چہرے سے توانائی ٹپکتی تھی۔ وس پاژیاں اور تیتوس کے ساتھ خاندانی مشابہت اس کے نیم قامت مجسّموں سے ظاہر ہوتی ہے۔ اسے جسمانی ورزشوں کا زیادہ شوق نہ تھا مگر تیراندازی میں اچھی مہارت تھی۔ اگرچہ اس کی ضیافتیں بہت پر تکلف ہوتی تھیں لیکن خود وہ زیادہ کھاؤ نہ تھا۔ اس پر سخت بداطوار ہونیکا الزام ہے مگر ایسے الزاموں کو اس زمانے کے رسم و رواج سامنے رکھکر جانچنا چاہیئے اور یہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس معاملے میں وہ اپنے ہمعصر اُمرا سے بہتر یا بدتر تھا۔ قومی مذہب کی حمایت میں اسے غیر معمولی غلو تھا اور اسی لئے اگر اخلاقی نہیں تو مذہبی لحاظ سے وہ نیک چلنی کی بھی محافظت کرنی چاہتا تھا۔ اس بارے میں اسے اغسطس کا مقلد سمجھنا چاہیئے جو مذہب کو سلطنت کی بہتری کے لئے مفید جانتا تھا۔ غرض اپنے اسلاف کی بے پروائی کے مقابلے میں دومی شیان کی یہ مذہبی حمیّت وجہ امتیاز ہے۔ ۸۳ءمیں آتشکدے کی تین کنواریوں پر عصمت فروشی کا الزام ثابت ہوا اور انھیں اپنی پسند کے موافق موت کی سزا دی گئی۔ ان کی عصمت بگاڑنے والے ملک بدر کر دئے گئے۔ لیکن تھوڑے عرصے کے بعد ان کنواریوں کی صدر دوشیزہ

---

[1] "کالووس نرو"۔ دیکھو جونال باب چہارم صفحہ ۳۸

کورنلیہ، سیلر نامی نایت کے ساتھ مجرمانہ آشنائی کے جرم میں ماخوذ ہوئی اور جرم پایہ ثبوت کو پہنچ گیا تو اس کے لئے دومی شیان نے موبداعظم کی حیثیت سے وہ قدیم سزا تجویز کی جو ان دنوں عام طور پر متروک سمجھی جاتی تھی اور کورنلیہ کو اپنی بیگناہی کی چیخ پکار مچاتے رہنے کے باوجود اس کو سراتوس کی چھاؤنی کے میدان میں زندہ دفن کر دیا گیا[1]۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مورخ پلینی نے جہاں اس مقدمے کا حال لکھا ہے وہاں سزا کی سختی پر اسے اتنا غصہ نہیں آتا جتنا اس بے ضابطگی پر کہ دومی شیان نے مقدمے کی تحقیقات بجائے رجیہ (کچہری) میں کرنے کے جو امور مذہبی کا دفتر تھا[2] اپنے محل (البان) میں کی تھی۔ سیلر کو پنچائت کے احاطے میں بضرب تازیانہ ہلاک کر دیا گیا۔

قومی مذہب کی حمایت کے سلسلے میں دومی شیان نے مشرقی مذاہب کی اشاعت روکنے کی بھی تدبیریں کیں۔ بایں ہمہ اس کے عہد میں یہودیوں پر کوئی خاص سختی نہیں ہوئی[3] اگرچہ جوپیتر کے بڑے مندر کے لئے جو دو درالمہ سالانہ خراج عائد کیا گیا تھا وہ سخت پابندی سے وصول کیا جاتا تھا۔ یہودیہ میں ایک شورش بھی برپا ہوئی تھی (۶۶ء تا ۸۶ء) مگر اسے بلا دقت فرو کر دیا گیا۔ بعض مسیحیوں نے بادشاہ کی مورت پوجنے سے انکار کیا اور موت کی سزا پائی لیکن ان پر کسی عام تشدد و تعدی کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے اور یوحنا "رسول" (= جامع انجیل) کی شہادت کے قصے

---

[1] یہ مشہور فقرہ "سانگواِن اِدھوک ویو وترام سوبی توراساکردوس" لکھتے وقت جونال کے ذہن میں (باب چہارم صفحہ ۱۰) اسی کورنلیہ کا واقعہ تھا۔

[2] اغسطس نے اس "کچہری" کو مقدس کنواریوں کے تفویض کر دیا تھا جیسا کہ باب دہم عنوان[2] میں ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے بعد میں دوبارہ اس پر مذہبی پیشواؤں کا قبضہ ہو گیا۔

[3] یہودیوں کو روما میں اپنے صومعے اور مذہبی مجالس بنانے کی اجازت تھی۔ کسی رومی سے یہ کہنا کہ (اِن کواتِ کوتروپَر وسکو کا؟) "کہئے کس صومعے میں ملئے گا؟" گالی ہو گیا تھا کیونکہ اس میں کنایہ تھا کہ گویا مخاطب نے یہودی مذہب اختیار کر لیا ہے۔ جونال نے کاپین دروازے کے قریب اجیرو کی نیچی کا حال لکھا ہے کہ وہاں یہودی فقیر بھرے رہتے تھے اور "ان کا کل ساز و سامان ایک ٹوکرہ اور کچھ سوکھی گھانس (بچھونے کے لئے)" ہوتی تھی۔

کو اب سب اہل الرائے جھوٹا فسانہ تسلیم کرتے ہیں۔ فلاویوس کلیمنس اور دومی تیلہ کی نسبت، جن پر "بے دینی" کا الزام عائد کیا گیا تھا، گمان کیا جاتا ہے کہ وہ دراصل مسیحی ہو گئے تھے اور عجب نہیں کہ یہ خیال صحیح ہو۔

بایں ہمہ ایک مشرقی مذہب ایسا تھا جس کی دومیشیان نے سرپرستی کی یہ مصری دیوی ایسیس کا مذہب تھا اور اس کے اور سراپیس کے نام پر دومیشیان نے ایک عالیشان مندر "ایسیوم اٹ سراپیوم" تعمیر کرایا۔ ۸۸ء میں اس نے یکصدی تہوار "لودی سکیولارس" منایا اور سو سال اس وقت سے شمار کئے جب کہ اغسطس نے یہ تہوار کیا تھا[۱]۔ جس طرح دومیشیان مذہب کا سخت گیر پیشوا تھا اسی طرح وہ سخت گیر محتسب بھی تھا اور اس نے خلاف وضع فطری جرائم روکنے کے لئے "قانون اس کان تینیا" پر بڑی شدت سے عمل کیا اور زناکاری کو "قانون جولیہ" کے زور سے روکا۔ بہت سے امرا اور نایت انہی قوانین کی رو سے سزایاب ہوئے اور اس معاملے میں بادشاہ کے تشدد نے لوگوں کو جو پہلے ہی اس سے نفرت کرتے تھے اور بھی دشمن بنا دیا۔ ان عورتوں کو جو قانون جولیہ کی رو سے سزا پائیں اس نے ازروئے وصیت ترکہ پانے سے محروم کر دیا اور حکم دیا کہ وہ آیندہ کبھی پالکی میں نہ بیٹھنے پائیں۔ اس نے تماشاگاہوں کی بداطواریاں بھی روکنی چاہیں اور نقالوں کا جلسۂ عام میں سانگ دکھانا حکماً ممنوع کر دیا۔ البتہ اندرخانہ انھیں تماشا کرنے کی اجازت تھی۔ لڑکوں کو مخنث بنانے کی مشرقی رسم کا کہ وہ خواجہ سرا بنا کے فروخت کئے جائیں، اس نے انسداد کیا اور خواجہ سراؤں کی قیمت سرکاری طور پر کم کرکے کوشش کی کہ یہ تجارت کم ہو جائے۔

(۲۲) تیتوس کے عہد میں جو عمارتیں آگ سے جل گئی تھیں انھیں ازسرنو

---

[۱] اسی سلسلے میں دیون کاسیوس کا بیان ہے کہ بعض اور اشخاص یہودیت اختیار کرنیکے جرم میں سزایاب ہوئے تھے۔

[۲] دیکھو مارتیال - جلد چہارم فصل پنجاہ - صفحہ ۷

بنوانا دومی شیان کے ذمے پڑا۔ کاپی تول کے بڑے مندر کی پھر تعمیر شروع ہوئی اور دومی شیان کی سرپرستی میں وہ پہلے سے بھی زیادہ عالیشان پیمانے پر تیار ہو گیا۔ اسی پہاڑی پر اس نے ایک اور مندر، وی تیلیوسیوں کے ہاتھ سے اپنے زندہ بچ نکلنے کی شکرگزاری میں بنوایا۔ وس پاثریان دیوتا اور تیتوس دیوتا کا مندر کاپی تول کی ڈھلان اور مندر اتحاد کے درمیان چوک کے مغربی گوشے میں تعمیر ہوا اور اس چھوٹی سی عمارت کے کورنتھی مرمریں ستون ابھی تک قائم ہیں۔ دومی شیان کی سب سے محبوب دیوی منروا تھی۔ اس کے کئی مندر اس کے عہد میں تعمیر ہوئے۔ کرتبوں کے واسطے اس نے چھاؤنی میں ایک فرش کا چکر بنوا دیا اور ناچ گانے کے لئے بھی ایک "راگ محل" (Odeumt) الگ تعمیر کرایا۔ چکر میں تیس ہزار تماشائیوں کی اور محل میں دس ہزار سامعین کی گنجایش تھی۔ نرو نے جو محل بنوانا شروع کیا تھا اُس کی تکمیل بھی دومی شیان نے کی لیکن اس کو پلاتینی پہاڑ کی حدود تک ہی رہنے دیا۔ ان سب عمارتوں پر جن کی بنا اُس نے رکھی یا از سر نو بنوایا اُس نے اپنا نام کندہ کرا دیا۔

(۲۳) عہد دومی شیان کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں وہ بہت ناقص اور غیر مرتب ہیں اور قریب قریب سب ایسے راویوں کے لکھے ہوئے ہیں جنھیں اس سے سوئے ظن تھا۔ اسی لئے اس کے کاموں اور طرز عمل کے متعلق کوئی صحیح اور واضح رائے قائم کرنی دشوار ہے۔ ایک طرف تو خوشامد شعرا کی بھٹئی ہمارے سامنے ہے اور دوسری طرف طبقۂ اعیان کے ایسے افراد کی زہریلی مذمت جیسے پلینی اور تاسی توس جنھوں نے بعد مرنے کے اسے رسوا کیا۔ مارتیال اور استاتیوس عام طور پر اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں جیسے کسی دیوتا کا اور اس کے سارے حالات اور کاموں کو ربانی سمجھتے ہیں۔ انھوں نے جوپیتر کے خاص لقب "کاپی تولین" بلکہ "اوسوتوی (=اطالوی) جوپیتر[1]" کے نام سے جا بجا اسے یاد کیا ہے اور اس کی بیوی دومیشیہ رومیوں کی جونو[2] ہے۔ ان بادخوانیوں کے مقابلے میں

[1] دیکھو استاتیوس (باب سوم صفحہ ۱۰۴)

تاسی توس کی نظر میں وہ محض ایک جابر بادشاہ ہے جس میں سوائے معائب کے
ایک بھی خوبی نہیں۔ اور عام طور پر امرا اسے ایسا ہی سمجھتے تھے۔ مجلس اعیان سے
بادشاہ کے حقارت آمیز برتاؤ کی (جہاں تک شاہی مجلس شوریٰ کا تعلق ہے)
ہجو نویس جووال نے ایک تصویر اتاری ہے اور اس میں بڑی چالاکی سے رنگ آمیزی
کی ہے۔ یہ ۸۵ء کے اواخر کا ایک مرقع ہے جبکہ "ہجو تاریخ" لکھنے والا بیان
کرتا ہے کہ شاہی مجلس کے ارکان کو یک بہ یک شہنشاہ کے قصر البان میں حاضر ہونے کا
حکم ملا۔ یہ تعداد میں کوئی گیارہ آدمی ہوں گے جن میں سے ایک ایک کے قبائح کو متقشفانہ
صاف گوئی سے دو دو تین تین شعروں میں اجمالاً بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ وار
ہمارے سامنے آتے ہیں: اول کوتوال پگاسوس ہے، جسے شہر کا "قرق امین"
کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ جب سارا دارالسلطنت (روما) اعلیٰحضرت کی
قرقی میں داخل ہے تو کوتوال ان کا نیا امین نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر فس کوس، دلیر
نفسانی خواہشوں کا بندہ۔ جس کی قسمت میں تھوڑے دن بعد اپنے اعضا داکیہ
کے گدھوں کی نذر کرنا لکھا ہے۔ پھر کریس پوس، اعتدال پسند، خوش مزاج،
سفید ریش کہ جس کی ہوا بندھی اسی کے سامنے جھک گیا آزادی رائے کا
طفلانہ جوش دکھانے سے ہمیشہ محترز رہا اور اسی حلم کی بدولت آج تک جی رہا
ہے۔ پھر گلابریو اور اس کا ہمنام بیٹا۔ کہ باپ نے تو فقط نامردی کی ڈھال باندھ کر
بے حیائی کی زندگی بسر کی اور خلف سعید کے نصیب میں بے گناہی کی موت آئی یعنی
دنگل میں جنگلی جانوروں سے کشتیاں لڑتے لڑتے کام آیا۔ پھر اندھا کاتولوس،
وہ زہری مخبر جس سے اندھے اور بے روک ہتیار کی طرح اپنے شکار پر بادشاہ
سلامت وار کرتے تھے انہی میں خفیف العقل ویئنتو موٹا اور بوڑھا ریاکار مونتانو
کرس پی نوس جو اپنے مشرقی وطن کے عطروں میں نہایا رہتا تھا، وہ
بچھو جاسوس پومپیئوس جس کی ایک سرگوشی لوگوں کی گردنیں کٹوا دیتی تھی اور
روب ریوس بھی شامل کر لینے چاہئیں جس نے وہ وہ قبیح جرائم کئے تھے کہ
اس انتہائی بدکاری اور شرمناک بیہودگیوں کے زمانے میں بھی ان کا زبان پر
نہ لانا ہی بہتر ہے۔ غرض اس قسم کے اشخاص تھے جو افتاں وخیزاں سڑک

ایوان کی تاریکیوں میں سے گزرتے ہوئے آدھی رات کے وقت شاہی محلسرا کی ڈیوڑھی میں جمع ہوئے یعنی اس قلعۂ جبروت تک پہنچتے جو البا کے راستے میں اس لمبی پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا۔ وہ مضطربانہ آپس میں سوال کرتے تھے کہ "کہو کیا خبر ہے؟ اس غیر متوقع طلبی کا کیا سبب پیش آیا؟ رومہ کے کن اعدا نے شاہی خواب استراحت میں خلل ڈالا؟ چتی، سیکامبری[1]، برطانوی یا داکی یا اور کس قوم نے اس قسم کی حرکت کی؟" اور ابھی اجازت باریابی کے انتظار ہی میں تھے کہ چند خدمت گار سروں پر ایک بڑی بھاری کچھوا مچھلی[2] اٹھائے ہوئے محل میں داخل ہوئے اور مشیران شاہی یہ دیکھ کر بہت جلے کہ مچھلی کو تو بلا تاخیر باریابی حاصل ہوگئی اور خود ان کے لیے ایوان شاہی کے دروازے بند رہے۔ معلوم ہوا کہ بالائی ساحل کے کسی غریب ماہی گیر کو یہ زبردست مچھلی انکونا میں زہرہ دیوی کے مندر کے نیچے ریتی پر پڑی ملی تھی اور وہ فوراً اس نادر تحفے کو لے کر چل پڑا اور کوہ ایپی نائن کو طے کر کے رومہ پہنچا تھا کہ خوان شاہی کے لئے اسے پیش کر کے انعام حاصل کرے۔ پھر آخر کار جب مشیران سلطنت کو حضور میں آنے کی اجازت ملی تو ظاہر ہوا کہ ان کے غور و مشورہ کے واسطے جو مسئلہ اظہار رکھا گیا تھا وہ سوائے اس کے اور کوئی نہ تھا کہ آیا اس ماہی بزرگ کے قتلے کئے جانے مناسب ہوں گے یا یہ کہ اسے سالم پکوا کر دستر خوان پر لگایا جائے اور ایک قعب عظیم خاص اس کے اعزاز میں بنوائی جائے بے شبہ اس نتیجے تک تو مشیران عظام کی چشم بصارت ہی نے ان کو پہنچا دیا ہوگا کہ اس مسئلہ کے طے کرنے میں کسی تاخیر و تعویق کی گنجایش نہیں ہے لہذا تحسین و تعجب کا خراج مناسب ادا کرنے کے ساتھ انھوں نے بالاتفاق اسکے

عہ۱ دومی شیان کے عہد میں سوگامبری قوم سے (جو چتیوں کے مغرب میں آباد تھی) جنگ وجدال کا صرف یہی اشارہ ہمارے ماخذوں میں محفوظ ہے اور کوئی تفصیل نہیں ملتی۔

عہ۲ یعنی ٹربوٹ (Turbot) جو یورپ کے سمندروں میں ملتی اور بہت شوق و رغبت سے کھائی جاتی ہے۔ اس کا وزن پندرہ بیس سیر اور جسم گول اور کسی قدر چپٹا ہوتا ہے مصر والے غالباً "سنگ الترس" کہتے ہیں اور اسی سے "کچھوا مچھلی" کو ہم نے وضع کر لیا ہے۔ مترجم

سالم پکارے جانے کی رائے دی اور کمہار کا پہیہ حرکت میں لانیکا حکم نافذ ہوا[1]



[1] جونال ۔ کتاب الہجو باب چہارم ۔ مگر مذکورہ بالا اقتباس کو ہم نے مسٹر مری ویل کے الفاظ میں نقل کیا ہے ۔ یہ سب کچھ بیان کرکے ہجونگار آخر میں دعا کرتا ہے کہ کاش اس مطلق العنان کا سارا وقت لوگوں کو آزار پہنچانے کی بجائے اسی قسم کے طفلانہ مشغلوں میں بسر ہو ۔ پھر اس نے جو لکھا ہے کہ دومی شیان کی اجل اس وقت آئی جب کہ "سرودن" یعنی گمنام و ناکس لوگ اس سے خائف رہنے لگے تو اس سے استفانوس وغیرہ قاتلوں کی طرف اشارہ ہے جو ادنے درجے کے لوگ تھے ۔

باب بست و دوم

شاہان فلاویوسیہ کے زمانے میں جرمانیہ اور برطانیہ کے حالات - اور جنگ داکیہ

ذیلی عنوان (۱) برطانیہ، کریالیس اور فرون تی نوس کی صوبہ داری میں۔ (۲) اگری کولا - (۳) محاربات ۷۹ء، ۸۰ء و ۸۱ء (۴) کالدونیہ پر حملہ۔ (۵) اور جنگ کوہ گرپی (۸۳ء) (۶) اگری کولا کی بازطلبی۔ دومی شیان الزام سے بری ہے (۷) تاسی توس نے اگری کولا کی کیسی تصویر کھینچی ہے۔ اگری کولا کے اوصاف کا صحیح اندازہ۔ (۸) "اگری دکومانی"۔ مین اور نکار کے علاقے میں وس پاثریان کی جنگی سرحد۔ قلعوں کا سلسلہ "لیمس جرمانی کوس" (۱۰) لیمس رتی کوس" (۱۱) داکیہ اور سرماشیہ کی طرف سے خطرہ۔ (۱۲) ڈین یوب کی حفاظت کے لئے وس پاثریان کی تدابیر۔ (۱۳) دکی بالوس کی ریاست اور منصوبے۔ (۱۴) رومی فوجوں پر اس کی فتح مگر بعد میں جولیانوس کے ہاتھ سے تاپی پر شکست۔ (۱۵) رومیوں کی شکست سوابیوں کے مقابلے میں۔ دکی بالوس کے ساتھ صلح - دومی شیان کا جشن فتح مندی - سوابیوں اور سرماشیوں سے جنگ

فصل اول - اگری کولا کی سپہ سالاری برطانیہ میں

(۱) شاہان فلاویوسیہ کے عہد میں رومی سلطنت کے مقبوضات میں کوئی ایسا قابل ذکر اضافہ نہیں ہوا جیسا کہ کلودیوس کے زمانے میں برطانیہ

کی فتح سے ہوا تھا۔ لیکن دو سمتوں میں حدود سلطنت ضرور آگے بڑھیں۔ یعنی ایک تو جنوبی جرمانیہ میں رومی سرحد رائن پار کے علاقے میں کافی دور تک آگے بڑھا دی گئی اور دوسرے صوبہ برطانیہ میں جانب شمال رومی مقبوضات کی توسیع ہوئی۔

واضح رہے کہ برطانیہ میں توریی لیانوس (۶۲ء تا ۶۴ء) کے بعد تری بلیوس ماکسی موس (تا ۶۹ء) اور پھر دیتوس بولانوس (۶۹ء تا ۷۰ء) جنگی صوبہ دار یا جیش سالار مقرر ہوئے تھے۔ بہ احوال ظاہر انھوں نے صوبے کو جس حال میں پایا اسی میں، توسیع و فتوحات مزید کی کوشش کئے بغیر، عمدہ نظم و نسق رکھنے پر اکتفا کی۔ البتہ معلوم ہوتا ہے بولانوس نے دیسی باشندوں کی روک تھام کے واسطے نئے قلعے تعمیر کرائے مگر ان کا جانشین پتی لیوس کریالیس اپنے پیش رووں کی اس سہل انگاری پر قانع نہ رہا۔ یہ وہی سردار ہے جو جیش نہم کا اس وقت سردار تھا جب کہ قوم اِی کینی کی خطرناک بغاوت نے اس جیش کا قریب قریب خاتمہ ہی کر دیا تھا۔ اور تھوڑے دن پہلے بھی کریالیس نے کوی لیس کی بغاوت فرو کرنے میں کار نمایاں انجام دئے تھے۔ الغرض اس نے اپنی صوبہ داری کے زمانے میں برطانیہ کے سب سے طاقتور قبیلے بری گانت سے (جو کبھی کبھی پوری قوم "بری طان" کے مرادف معنی میں بولا جاتا تھا) جنگ چھیڑ دی۔ رومی جیش چہارم جو پہلے اس کی مدد کے واسطے برطانیہ سے جرمانیہ طلب کیا گیا تھا، اپنے مقام پر واپس نہیں آیا تھا۔ لیکن وس پاژیاں نے اسکی بجائے جیش دوم ("ادجوتریکس")، کو اس کے پاس بھیجدیا اور کریالیس نے بہت سی لڑائیوں کے بعد بری گانتون کے علاقے کا جو سول مرے سے واش ندی تک وسیع تھا، ایک حصہ فتح کر لیا۔ اسی مفتوحہ حصے میں قصبہ لین دم (=لنکولن) رومیوں کے ہاتھ آیا اور کریالیس نے اسی مقام پر جیش دوم کی چھاؤنی ڈلوا دی۔ واضح رہے کہ دومی شیان کے آغاز حکومت میں ہم اس جیش کو یاکونیہ میں پاتے ہیں لیکن لنکولن میں قبر کے بعض برآمد شدہ کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ درمیان کے سنین میں اس جیش کا مستقر یہی قصبہ تھا، غرض کریالیس کی لڑائیوں نے رومی سرحد کو گلوم تا کمالو دونم کی بجائے دوا تا لین دم کے خط پر قائم کیا۔ دوا پہلے

بھی رومیوں کے قبضے میں تھا لیکن اس وقت وہ محض آگے بڑھی ہوی چوکی تھی اور
اب اس کے ساتھ کے دوسرے علاقے بھی رومیوں کے قبضے میں آگئے۔ بایں ہمہ
اس سرحد کے جنوب میں مغربی مرتفعات (ویلز) کو ابھی تک داخل سلطنت نہ سمجھنا
چاہیے اور ان اضلاع کے قبائل کو مسخر کرنے کا کام کریالیس کے آیندہ دو جانشینوں
نے ہاتھ میں لیا۔ چنانچہ اول سکستوس جولیوس فرون تی نوس نے جنوب میں
قبائل سیلورز کو مغلوب کیا۔ یہ شخص فن جنگ کا مشہور و مسلم ماہر گزرا ہے اور
اپنے نظریات کو عمل میں لانے کی قابلیت بھی رکھتا تھا۔ پھر اس کے جانشین
نیوتس جولیوس اگری کولا (۷۸ء تا ۸۵ء) اور دوویس قوم کا علاقہ فتح کیا
اور دوبارہ جزیرہ موتا پر قابض ہو گیا جسے پولی نوس نے اپنی صوبہ داری کے
پہلے ہی سال مجبوراً چھوڑ دیا تھا۔ موتا کی دوسری فتح میں بھی پولی نوس کی پہلی فتح
کی طرح ابتاویون کی فن شناوری میں ہنرمندی سے بہت مدد ملی ۔

(۲) اگری کولا جسے وس پاڑیاں نے برطانیہ کا صوبہ دار مقرر کیا، کریالیس
کی طرح اس ملک میں پہلے بھی ماتحتی کی خدمات انجام دے چکا تھا۔ پولی نوس کے
زمانے میں وہ جنگی تری بیون رہا اور پھر بولانوس کے ماتحت جلیش بستم کا جیش سالار
بنایا گیا تھا۔ اسی موقع پر (۷۰ء) اس نے سپاہیوں میں از سر نو ضبط قائم کرنے کی
دشوار و نازک خدمت انجام دی کیونکہ اس کے پیشرو سردار کلیوس اور صوبہ دار
ماکسی موس کے باہمی جھگڑے کی وجہ سے سپاہیوں میں بھی عدول حکمی اور بے پروائی
کا میلان پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اگری کولا صوبہ اکوی تانیہ کا جنگی صوبہ دار مقرر
ہوا اور وہاں سے عہدۂ قنصلی کے لئے روما طلب کیا گیا اور پھر فرون تی نوس
کی جگہ لینے برطانیہ بھیجا گیا۔ اس صوبے میں ان دنوں رومی حکام کے واسطے
دونوں راستے کھلے ہوئے تھے کہ یا تو وہ صرف "فتوحات درونی" پر اپنی توجہ
مرتکز کریں یعنی رومی تمدن و اقتدار کو اسی علاقے میں مزید قوت دیں جو پہلے سے
فتح ہو چکا تھا۔ اور یا اسی کے ساتھ وہ بیرونی فتوحات کی بھی کوشش کریں اور
غیر مفتوحہ قبائل کو زیر نگیں کر کے اپنے مقبوضات کو وسعت دیں۔ اگری کولا نے

دونوں کاموں کا بیڑا اٹھایا لیکن حق یہ ہے کہ دراصل اس نے بیرونی فتوحات کی خاطر
فتوحات درونی سے بالکل بے پروائی برتی ۔ گر رومی تاجداروں کو اس پر جتنا اعتماد
تھا اس کا اندازہ اس طویل مدت سے ہو سکتا ہے جس میں اسے برابر اپنے عہدہ
جلیلہ پر فائز رہنے دیا گیا۔

(۳) اگری کولا کی جنگی صوبہ داری کا دوسرا سال (۷۹ء) اُن قبائل
کو پوری طرح مطیع و منقاد بنانے میں صرف ہوا جو تھوڑے ہی دن پہلے رومیوں کے
زیر اقتدار کیے گئے تھے ۔ یہ غالباً اضلاع ویلز کے باشندے تھے اور ان پر
کامل تسلط رکھنے کی غرض سے اگری کولا نے دلدلوں اور جنگلوں میں نئی سڑکیں
بنوائیں اور جنگی قلعے تیار کیے ۔ موسم سرما میں سپاہی اپنی چھاؤنیوں میں رہے اور
صوبہ دار دیسیوں کو رومیت کی تعلیم و تربیت دینے میں مصروف رہا ۔ لیکن تیسری
گرمیوں میں (۸۰ء) وہ فوج کو لے کر شمال کے نئے قبائل پر بڑھا اور ایک
کھاڑی تک جسے تانوس کہتے تھے، سارا علاقہ پامال کر دیا ۔ لوگوں کا قیاس ہے
کہ شاید اس غیر معروف نام سے ڈنبر پر ٹائن ندی کا شمالی حصہ مراد ہو ۔ بہر حال،
برطانویوں نے رومی جیوش کا کوئی مقابلہ نہیں کیا اور حملہ آوروں کو اتنی مہلت
مل گئی کہ کچھ گڑھیاں (= کاستلا) بنالیں اور انھی میں انھوں نے موسم سرما بسر کیا
پھر سال آیندہ (۸۱ء) کے موسم گرما میں ان علاقوں پر پورا تسلط جمانے کے
علاوہ رومی فوج کلوتا اور بودوت ریا (یعنی کلائڈ و فورتھ) کی کھاڑیوں تک
بڑھ آئی ۔ اور ان آب شگافوں کے درمیان تنگ قطعۂ زمین ہے اس میں مورچہ بندی
کر کے فوجی چوکیاں قائم کر دی گئیں ۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا دشمن کو (جو شمالی پہاڑیوں
کی طرف پسپا ہو گیا تھا) "کسی دوسرے جزیرہ میں ڈھکیل دیا گیا ہے" اور وہ بغیر
بحری کھاڑیوں کو عبور کیے رومیوں کے پاس نہیں پھٹک سکتا ۔ اس مہم میں
اگری کولا کے ماتحت جیوش و کومکی رسالے غالباً کل تیس ہزار سپاہی تھے اور سمندر
کی طرف سے (شاید مشرقی جانب) ایک بیڑا بھی مدد کے واسطے موجود تھا ۔ یہی زمانہ
ہے جب کہ جیش دوم "ادجوتریکس" پانوکیہ بھیجا گیا اور لیندم میں کوئی رومی

چھاؤنی نہ رہی۔ اس کا سبب غالباً یہ تھا کہ اب لینڈم سے اور آگے شمال میں چھاؤنی قائم کر دی گئی تھی لیکن چار برطانوی جیوش کی بجائے اب اگری کولا کے پاس صرف تین جیش رہ گئے تھے حالانکہ یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ شمال کی اتنی بعید و نامعلوم سرزمین میں بڑھنے سے پہلے اگری کولا نے ضرور ہمبر کے شمالی علاقے فتح کر لئے ہوں گے اور یہاں لینا چاہئے کہ قبیلہ بری گانٹ کے صدر مقام ابورا کم (یعنی اس زمانے کے شہر یارک) پر بھی اس کا قبضہ ہو گیا ہو گا۔ لہذا اسی مقام نے لینڈم کی جگہ لے لی اور شاید نواں جیش یہاں متعین کر دیا گیا۔ آیندہ چل کر ہم دیکھتے ہیں کہ ابورا کم برطانیہ کا سب سے بڑا مرکزی مقام بن گیا ہے۔[1]

(۴) آیندہ سال اگری کولا نے خلیج کلوٹا کو جہاز میں عبور کیا اور کالدونیہ کے مغربی اضلاع میں اترا۔ اس سے غالباً ایرن و کنٹائر کے علاقے مراد ہیں۔ دراصل اس نے ہیبرنیہ کو فتح کرنے کی سوچی تھی اور وہ سمجھتا تھا کہ اسے فتح کرنے کے لئے مذکورہ بالا مقام پر اترنا سب سے مفید ہو گا۔ اسے گمان تھا کہ اس فتح میں ایک جیش اور تھوڑی سی کمکی فوج کافی ہو گی اور اس کی رائے میں اس علاقے کی فتح برطانیہ کے کامل تسلط اور قیام امن کے واسطے بہت کارگر تھی۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ ہیبرنیہ کا برطانیہ سے تعلق اسی قسم کا تھا جیسا کہ برطانیہ کا غالیہ سے ہے۔ اور برطانیہ پر قبضہ کرنے کی ایک بڑی وجہ ہی یہ تھی کہ جب تک غالیہ والوں کو رود بار کے پار ایک آزاد اور ایسا ملک نظر آتا تھا جہاں فرار ہو کر وہ خود پناہ لے سکتے تھے اس وقت تک وہ رومیوں کے محکوم ہو کر چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح آزاد ہیبرنیہ کا نگاہ کے سامنے ہونا برطانیہ کے غلامانِ اسیر پر برا اثر ڈالتا تھا۔ ان مصالح کے علاوہ ٹھیک جغرافیہ نہ جاننے سے جو ایک غلط فہمی اس بارے میں رومیوں کو ہو گئی تھی وہ بھی الحاق ہیبرنیہ کی محرک ہوئی،

[1] یہ بات اس زمانے کی تاریخوں میں الفاظ صاف تو کہیں نہیں لکھی لیکن مختلف حالات و قرائن سے قطعی یقینی طور پر یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

اصل میں رومیوں کا خیال ہو گیا تھا کہ ہبرنیہ، برطانیہ اور ہسپانیہ کے راستے میں واقع ہے اور اس لئے سلطنت روما کے مغربی صوبوں کا باہمی اتصال اس کی فتح پر موقوف ہے؛ مگر اگری کولا اپنے منصوبے کو بغیر مزید سپاہ کے عمل میں نہ لاسکا کیونکہ جدید مقبوضات سمیت پورے صوبہ برطانیہ کی اندرونی حفاظت کے واسطے ہی یہ تین جیش مشکل سے کافی تھے۔ لہذا اس نے ایک اور جیش کے لئے دومیشیان کو لکھا۔ مگر یہ درخواست نامنظور ہوی اور حوصلہ مند سپہ سالار کو اپنے منصوبے سے ہاتھ اٹھانا پڑا۔ اس موقع پر دومیشیان نے اغسطس کے اس اصولِ حزم واحتیاط کے مطابق کہ جدید فتوحات میں ہاتھ نہ ڈالا جائے، عمل کیا۔ اس وقت کے بعد سے آیندہ بھی یہ منصوبہ کبھی تازہ نہ ہوا اور سرزمین ہبرنیہ کبھی سلطنت روما کا جزو نہ بنی۔[1]

(۵) اگری کولا کو جزیرہ قوم اسکات" پر تو حملہ کرنے کی اجازت نہ ملی لیکن کالدونیہ کو فتح کرنے کی وہ ٹھان چکا تھا اور اپنی صوبہ داری کے چھٹے سال (۸۳ء) ماتحت سرداروں کے سمجھانے بجھانے کے باوجود وہ فوج لے کے بودوتریا کی کھاڑی کے شمالی علاقے میں گھس گیا اور ساحل کی طرف سے رومی بیڑے نے مدد دی۔ رومیوں کو اپنے ملک میں داخل ہوتے دیکھکر کالدونیہ والوں میں ایک تہلکہ پڑ گیا اور وہ نہایت برافروختہ ہوئے۔ اگری کولا نے اپنی فوج کے تین حصے کر دیے تھے ان میں سے ایک جس میں جیش نہم تھا، سب سے کمزور تھا اور اسی کو دیسیوں کے ایک شبخون نے سب سے زیادہ نقصان پہونچایا، وہ تو غنیمت ہوا کہ اگری کولا فوج کے دوسرے حصوں کو لے کر بہت جلد مقام جنگ پہ پہنچ گیا اور ایک خوفناک ہزیمت سے رومی بچ گئے بلکہ آخر میں فتح پائی؛ اگر اب کالدونیہ والوں نے موسم سرما کی مہلت سے فائدہ اٹھایا اور آیندہ موسم میں حملہ آوروں سے لڑنے کے لئے اپنے سردار کال گاکوس کے ماتحت بہت بڑی فوج

[1] جونال نے باب دوم صفحہ ۱۵۹ پر جو لکھا ہے کہ رومی فاتح سواحل و جزیرہ کے پار تک پہنچ گئے تھے، یہ محض شاعرانہ مبالغہ ہے۔

مرتب کر لی۔ سنہ ۸۴ء میں اگری کولا پھر میدان میں نکلا اور ایک کوہ گروپیہ[ع۱] نام کے کسی مقام پر جس کا اب کچھ پتہ نہیں چلتا بڑے معرکے کا رن پڑا۔ اگری کولا کی فوج کی کل تعداد غالباً پچیس تا تیس ہزار تھی۔ آٹھ ہزار کومکی پیادے قلب میں اور اسی فوج کے تین ہزار سوار بازوؤں پر تھے۔ جیوش کے سپاہیوں کو پڑاؤ کے دمدموں کے سامنے اور فوج کے عقب میں رکھا تھا۔ دشمن کی تعداد رومیوں سے کہیں زیادہ تھی اور ان کی صفیں کچھ میدان میں اور کچھ پہاڑی کے اوپر بندھی ہوئی تھیں۔ ان کے حق میں جنگ کی بہترین تدبیر یہی تھی کہ دفعتۃً واحد میں سامنے اور پہلوؤں پر حملہ کر دیں تاکہ کثرت تعداد سے پورا فائدہ ہو۔ اور اسی قسم کے حملے کا اگری کولا کو سب سے زیادہ اندیشہ تھا۔ لیکن کال گاکوس نے اس تدبیر کو آغاز جنگ میں اختیار نہیں کیا اور پھر لڑائی لڑنے میں برطانویوں کی لمبی اور بھدی تلواریں اور چھوٹی ڈھالیں رومیوں کی سانگ (پیلوم یا برچھی جسے پھینک کر مارتے ہیں) اور سبک تلوار کے سامنے نہ ٹھہر سکیں۔ بتاوی اور تونگری پیادوں نے غنیم کو مار کر پیچھے ہٹا دیا اور ان کی جنگی رتھوں کا میدان میں آنا بھی کچھ سود مند نہ ہوا کیونکہ ناہموار زمین اور خود کالدونی صفوں کی گنجانی انھیں آسانی سے بڑھنے اور دوڑنے نہ دیتی تھی۔ ادھر غنیم کے رسالے کو شکست ہوئی۔ عقب میں جو برطانوی پہاڑیوں پر کھڑے کئے گئے تھے انھوں نے اب تک جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ اپنے ساتھیوں کو اس طرح پٹتا دیکھ کر انھوں نے بلندی سے اترنا شروع کیا اور رومیوں کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ مگر اگری کولا اس کا پہلے سے انتظام کر چکا تھا اور اب اس نے رسالۂ ردیف کے چار جوق الگ کر کے مقابلے کے واسطے بھیجے اور انھوں نے نہ صرف بے ترتیب بڑھنے والے برطانویوں کو مار بھگایا بلکہ خود دشمن کے عقب پر آ نکلے۔ گویا برطانویوں کی تدبیر الٹ گئی اور رومیوں کے اسی عقبی حملے نے لڑائی کا فیصلہ کر دیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ دس ہزار کالدونی مارے گئے اور رومیوں کا نقصان صرف تین سو ساٹھ نفوس کا ہوا۔ اب سرما کا موسم سر پہ آ گیا تھا اور اس سال

ع۱۔ "اومون گروپیئم" (تاسی توس۔ حالات، اگری کولا) اور اس کا برطانیہ کے کوہ گراہپی سے کوئی تعلق نہیں ہے!

مزید جنگی کارروائی کا وقت نہ تھا لہذا اگری کولا بورستی قوم کے ساحلی علاقے میں آگیا اور ان سے یرغمال لیئے۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کونسی قوم تھی۔ مگر اسی علاقے سے اگری کولا نے بیڑے کے ناظم کو حکم دیا کہ پورے جزیرہ برطانیہ کا چکر لگائے۔ یہ بحری سفر کامیابی سے پورا ہوا اور شعرائے رومہ کو موقع ملا کہ "تسخیر اورکنی" کے گیت گائیں[1] پھر اگری کولا سرمائی مقام پر ابوراگم میں چلا آیا اور اس کے بعد بھی کبھی کوئی رومی فوج اتنی دور تک شمال میں نہیں بڑھی جس قدر کہ وہ بڑھا تھا۔[2]

(۶) سال آئندہ (۸۴ء) اگری کولا کو واپس بلا لیا گیا۔ اس کے کارناموں کے صلے میں خلعت فتح عطا ہوا اور سر پر سپر بندھی مورت نصب کرا دی گئی۔ لیکن اگری کولا کا یہ ارمان کہ جن شمالی فتوحات کو اس نے شروع کیا تھا انہیں تکمیل تک پہنچا دے، دل کے دل میں رہ گیا اور مذکورہ بالا اعزاز و اکرام اسکی حسرت و مایوسی کی پوری تلافی نہ کر سکے۔ مگر حق یہ ہے کہ بادشاہ کے اس فیصلہ پر اگری کولا کو شکایت کا کوئی موقع نہ تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے کسی شخص کو اتنے عرصے تک برطانیہ کی صوبہ داری پر رہنے یا اتنی خرچ طلب جنگی مہمات لے جانے کی اجازت نہ دی گئی تھی۔ اور فقط مالی مصالح ہی کافی سبب اس بات کا ہو سکتی تھیں، کہ دومیشیاں کو برطانیہ میں جارحانہ پیش قدمی کے طرز عمل سے باز رکھیں۔ اس میں ذرا شبہہ نہیں کہ اگری کولا نے جسقدر زر کثیر خرچ کیا تھا اس کے مقابلے میں نئے مقبوضات کی آمدنی بہت کم تھی۔ دوسرے اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگری کولا کو اس وقت علیحدہ کیا گیا ہے جس وقت کہ ڈینیوب کے کناروں پر داکیوں کی طاقتور حکومت سے نہایت سخت جنگ چھڑ رہی تھی۔ پس یہ ماننے میں کوئی دقت نہیں ہے کہ وقت واحد میں برطانیہ اور ڈینیوب کی دو دو لڑائیوں کے بار کا

---

[1] جووتال - باب دوم صفحہ ۱۶۰ -

[2] مگر یہ تعین نہیں ہو سکتا کہ خود اگری کولا کہاں تک بڑھا تھا کیونکہ نہ کوہ گرمپی کا ٹھیک پتہ چلتا ہے نہ بورستی کے علاقہ کا کہ اس سے کونسا مقام مراد ہے -

خزانہ اس وقت متحمل نہ ہو سکتا تھا۔ بایں ہمہ دومی شیان کے مخالفوں نے توحسب توقع اگری کولا کی بازطلبی کو بادشاہ کی حاسدانہ تنگدلی پر محمول کیا اور خود اگری کولا کو اپنے واپس بلائے جانے کا طبعاً بہت ملال ہوا۔ لیکن دومی شیان کے فعل کی سب سے اچھی تصدیق یہ ہے کہ اس کے بعد اس کے دونوں جانشین نروا اور تراجن اسی فیصلے پر قائم رہے اور انھوں نے اگری کولا کے ارادوں کو از سر نو عمل میں لانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اگری کولا کی بازطلبی کا معاملہ جرمانی کوس کی بازطلبی سے جس کی حکم تی بریوس نے دیا تھا بہت کچھ مشابہ ہے۔ دونوں صورتوں میں سپہ سالار کی حوصلہ مندی بادشاہ کی مصلحت اندیشی پر سے قربان ہوئی کیونکہ بادشاہ کو نظر آتا تھا کہ جتنا روپیہ لگایا جا رہا ہے نتیجہ اتنا مثمر نہیں ہے۔ اور دونوں صورتوں میں بادشاہ کو اس کے مخالفوں نے خوف رقابت و حسد کا الزام دیا۔

(۷)، اگری کولا کو برطانیہ کی تاریخ میں اکثر استحقاق سے زیادہ مرتبہ دیا جاتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اسے خوش نصیبی سے داماد ایسا ملا، جو اعلیٰ درجہ کا انشا پرداز مورّخ ہے۔ یعنی مورّخ تاسی توس کی شادی اگری کولا کی بیٹی سے ہوئی اور اس نے اپنے خسر کی سوانح عمری لکھی۔ یہ کتاب "جولیوس اگری کولا کی زندگی اور خصائل کے متعلق" برطانیہ کے ایک دلاویز مگر غیر محققانہ بیان اور محاربات اگری کولا کے سرسری احوال پر مشتمل ہے۔ محاربات کا اختتام کوہ گروپی کی جنگ پر کیا ہے اور اس لڑائی کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ مصنف نے قریب قریب ہر قسم کی جغرافی جزئیات بیان کرنے سے تغافل کیا ہے جن سے اسے تو کچھ تعلق نہ تھا مگر ہمیں یقیناً بہت گہری دلچسپی ہے۔ اور اس کوتاہی نے کتاب کی تاریخی وقعت کو بہت کم کر دیا ہے[1]۔ تاسی توس ایک جگہ لکھتا ہے

[1] برطانوی سرداروں کا بھی، بجز کال گاکوس کے تاسی توس نے نام بنام حال نہیں لکھا۔ جوونال کے ایک مصرعے سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انھی میں سے ایک رئیس کا نام اروی راگوس تھا۔ (ملاحظہ ہو کتاب الہجو۔ باب چہارم صفحہ ۱۲۶)

کہ تم اگری کولا کی صورت سے "بے تامل باور کرو گے کہ وہ نیک ہے اور خوشی سے مان لو گے کہ ہزاروں میں ایک ہے!" اور یہ صحیح حقیقت حال کا رہنما ہے؛ اگری کولا کسی اعتبار سے بڑا آدمی نہ تھا مگر اچھی قابلیت کا فوجی سردار اور اتنا حوصلہ مند ضرور تھا کہ ناموری کا موقع ملے تو اُسے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اس کا داماد اور معاصرین اُس کے کارناموں کو جتنے وہ تھے اس سے بہت زیادہ بڑا سمجھتے تھے اور اس کے بعض نادان دوست ضرور روما میں اس کی تعریف کے راگ گاتے پھرتے ہوں گے۔ پس جب اس کے برطانیہ سے علیحدہ کرنے کا موقع آیا تو بادشاہ کو اس کا کچھ بھی ملال نہ ہوا۔

اگری کولا کو ایشیا یا افریقہ کی صوبہ داری پیش کی گئی تھی مگر اس نے قبول نہ کی اور اپنی وفات تک جو چند ہی سال بعد واقع ہوئی عزلت نشین رہا۔ بعض کینہ ور سرگوشی کرتے تھے کہ اسے زہر دلوا کر ہلاک کیا گیا!

اگری کولا کی فتوحات بالکل ناپائدار تھیں۔ جس علاقہ پر اس نے قبضہ کیا تھا وہ بہت جلد خالی کر دیا گیا اور اس کی ساری جنگ و جدال کے باوجود صوبۂ برطانیہ کی شمالی سرحد وہی رہی جو اس کے پیش رو کریالیس نے قائم کی تھی۔ یعنی دواسے لین ڈم تک۔ البتہ اگری کولا کا اگر کوئی کام یادگار رہا تو وہ ابورالم کا قبضہ تھا جس نے اب مشرق میں ایک سرحدی مرکز کی وہی اہمیت حاصل کر لی جو کریالیس کی فتوحات سے پہلے دواکو مغرب میں حاصل تھی۔ بالفاظ دیگر جو کام پہلے گلوم کی تقویت کے لئے دواسے لیا جاتا تھا قریب قریب وہی اب لینڈم کے واسطے ابورالم سے لیا جانے لگا۔ لیکن اگری کولا کے معاصرین ابورالم کی اہمیت کا کوئی اندازہ نہ کر سکے اور خود اس کے مداح تاسی توس نے اس واقعے کو اپنی کتاب میں بیان تک نہیں کیا!

فصل دوم۔ "لیمس جرمانی کوس"

(۸) جس طرح رہائن کے بائیں کنارے پر جرمن قوم کے بعض افراد آباد تھے اسی طرح دائیں کنارے پر بعض غالوی نسل کے باشندے بھی بستے تھے،

رومیوں نے وادیٔ نیکر کو وہاں کے جرمن باشندوں سے خالی کرا کے کم استطاعت و باہمت غالیوں کو رہائن اتر کر ان علاقوں میں بس جانے کی اجازت دے دی تھی اگرچہ ان پر ہمسایہ جرمن قبائل کے آئے دن حملے ہوتے رہتے تھے۔ رومی حکومت ان غالیوں سے پیداوار کا دسواں حصہ بطور لگان وصول کرتی تھی اور اسی لئے یہ پورا ضلع "اراضی عشریہ" ("اگری دِکومانی") کہلاتا تھا۔ لیکن اور کسی قسم کے محاصل کا بار ان لوگوں پر نہ تھا اور نہ یہاں کوئی رومی فوج مقیم تھی اور اس لئے یہ علاقہ نہ کوئی مستقل صوبہ تھا نہ کسی صوبے کے اندر داخل تھا بلکہ سلطنت سے اس کا ایک بے ضابطہ سا تعلق رکھا گیا تھا۔ اسی مشتبہ تعلق کو فلاویوسی بادشاہوں نے زیادہ واضح اصول پر قائم کرنا چاہا اور وس پازیان نے اس کے اندر نہ صرف سڑکیں بنائیں بلکہ غالباً یہی بادشاہ تھا جس نے اس ضلعے کو ایک وسیع سلسلۂ قلاع بنا کے محفوظ کیا۔ اس کی مشرقی سرحد پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسی طرح کا دھس بنوا کر سامنے خندق کھدوا دی گئی جس طرح کہ رومیوں کے مورچہ بند لشکرگاہوں کے گرد بنوائی جاتی تھی۔ دھس کے پیچھے نو نو دس دس میل کے فاصلے سے چھوٹے چھوٹے قلعے اور قلعوں کے درمیان بیچ بیچ میں دیدبان کے برج تعمیر کئے گئے۔ یہ خط دفاعی رسیئویم (= ملٹن برگ) لب منوس سے سیدھا جنوب کی طرف جا کر لوریاکم (= لورک[1]) کی نواح میں ختم ہوتا تھا۔ اس سرحد کا آج بھی سراغ ملتا ہے اور بہت سے قلعوں کے نام اور مقام کا پتہ چل گیا ہے۔ اس سرحد کے عقب میں ایک اور دفاعی سلسلہ تھا۔ جنوبی جرمانیہ کی صدر چھاؤنی دین دونیسا سے شمال میں ایک سڑک نیکر کے کنارے اس مقام تک جاتی تھی جسے آج کل روٹ ویل کہتے ہیں۔ ماورائے رہائن کے اضلاع میں رومیوں نے اس مقام کو اسی طرح اپنا مرکز بنانے کے واسطے منتخب کیا تھا جس طرح غالیہ اور برطانیہ میں لگودونم اور کمالودونم تھے۔ چنانچہ یہاں شاہان فلاویوسیہ کی

---

[1] اسے شمالی لوریاکم (= لورک) سے جو رہائن کے کنارے واقع تھا یا جنوبی لورک سے جو ڈینیوب پر تھا خلط ملط کرنا نہ چاہئے۔

پرستش کے مندر بنوائے تھے اور مقام کا نام "ارِ فلاوی" رکھدیا تھا۔ یہاں سے شمال کی طرف نیکر کے کنارے کنارے جو بجائے خود ایک دفاعی خط تھا، متعدد قلعے تعمیر کئے گئے تھے۔ مگر جس جگہ نیکر دریائے رائن سے ملنے کے لئے مغرب کی جانب مڑ گیا ہے، وہاں سے سلسلۂ قلاع اس کا کنارا چھوڑ کر سیدھا شمال میں جاتا تھا اور اوڈن والڈ سے گزر کر سیوہم کے شمال مغرب کے کسی مقام پر رودِ منوس تک (اس زمانے کے ورٹ کے قریب) پہنچ جاتا تھا۔ یہ منوس و نیکر کو ملانے والا خط، آج کل "خطِ نکار و موم لنگ" کہلاتا ہے کیونکہ رود موم لنگ کی وادی کو قطع کرتا ہے۔ یہ بتانا ممکن نہیں کہ اس نظامِ دفاعی کا کتنا حصہ وس پاتزیان نے تیار کرایا اور کتنا اس کے بیٹے دومی شیان کے عہد میں بنا۔ اور کچھ عجب نہیں کہ قلعوں کا وہ سلسلہ جو لوری لم سے سیوہم تک پھیلتا تھا دومی شیان کے جانشینوں نے بنوایا ہو۔ بہرحال ان قلعوں کا مقصود اس قدر جنگی نہ تھا جس قدر کہ ان سے وہاں کے باشندوں میں حضریت پھیلانی منظور تھی اور نیز یہ کہ خانہ بدوش قبیلے بے تکان جب چاہیں سلطنت کی حدود میں داخل نہ ہونے پائیں۔

(۹) لیکن اگر اراضی عُشریہ کی حفاظت و حد بندی کا کام وس پاتزیان سے منسوب ہے تو مین کے شمالی ضلع تونوس کا قبضہ غالباً دومی شیان کا کارنامہ تھا۔ اس علاقہ میں چیتوں کا ایک قبیلہ ماتیاکی آباد تھا اور انھی کے نام پر اسے "اکوا ماتیاکی" کہتے تھے۔ (اب یہ ویس باڈن کے چشموں سے منسوب ہے) دروسوس نے یہاں رومی اقتدار قائم کرنے کی کوشش کی اور کوہ تونوس پر ارا تونم کا قلعہ بنوایا تھا جس کی جرمانی کوس نے تجدید کی۔ اس وقت سے چیتوں کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر آئے دن جنگ ہوتی رہتی تھی۔ آخر دومی شیان نے یہ قضیہ چکانے کے لئے اسے جنوبی جرمانیہ میں شامل کرنے اور منوس و نیکر کی دفاعی سرحد کو آگے بڑھانے کا تہیہ کر لیا کہ منوس اور رائن تک سلسلہ پورا ہو جائے۔ اسی اہم مقصد کی خاطر اسے ۸۳ء میں چیتوں پر وہ مہم بھیجنی پڑی تھی جس کا اس کے مخالفین وہ کچھ مذاق اڑاتے تھے۔ مگر اس مہم میں سکستوس فرون ٹی نوس کی ہنرمندی نے جنگی برطانیہ میں

صوبہ داری کا اوپر ذکر آچکا ہے، بادشاہ کے بہت کام آئی - ورٹ سے ہناؤ تک دریائے مین سیدھا شمال کی طرف بہتا ہے اور اسی ہناؤ کے قریب گروس کروٹ زن برگ کے مقام سے رومی شیان کا دھس شروع ہوا ہے - یہ مٹی کی فصیل خط مستقیم میں نہیں بنائی گئی بلکہ اسے موقع کی مناسبت سے بنایا ہے اور اس کے قریب رود لاہن سے گزر کر وہ رہیں برول کے مقام پر رہائن کی اس دھار تک پہنچ گئی ہے جو شمالی اور جنوبی جرمانیہ کی حد فاصل تھی - اس فصیل کے قریب تھوڑے تھوڑے فاصلے سے قلعے تھے اور ان سب کو ایک جنگی سڑک ملاتی تھی - ان میں سے اکثر قلعوں کے قریب مکانات کے کھنڈر ملے ہیں جن میں فوجی سرداروں کے واسطے غسل خانوں کا انتظام کیا گیا تھا -

غرض جنوبی جرمانیہ کی سرحد پر کچی فصیل تھی جو اس صوبے کی شمالی منتہا سے، جہاں رہائن اس کی حد فاصل تھا، چل کر پوری کمر تک مسلسل چلی گئی تھی بجز اس حصے کے جہاں (گروس کروٹ زن برگ اور ملٹن برگ کے درمیان) منوس ندی اس فصیل دفاعی کا کام دیتی تھی - پھر یہ کہ اس پوری فصیل کی حفاظت کے واسطے دیدبانی کے برج اور قلعے بنے ہوئے تھے - اور نیکر سے منوس تک، اگلے قلعوں کے عقب میں قلعوں کا ایک دوسرا سلسلہ تھا جو منوس سے نیکر کے کنارے "ارفلادی" کے مقام تک وسیع تھا اور ان عقبی قلعوں کے لیے کوئی کچی فصیل ایک سرے سے دوسرے سرے تک بنی ہوئی نہ تھی - اہل الرائے کے نزدیک قرینہ غالب یہ ہے کہ دریائے رہائن پر سب سے پہلا پکا پل بھی مقام موگن تیاکم پر دومی شیان ہی نے تعمیر کرایا -

(۱۰) "الیمس جرمانی کوس" دراصل ایک نہایت وسیع سلسلہ دفاعی کا جو رہائن کے دہانے سے ہزاروں میل ڈینیوب کے دہانے تک پھیلا ہوا تھا، محض ایک حصہ تھی - سب سے اچھی قدرتی مدافعت یہ دونوں دریا تھے جن کے

ؔ ان قلعوں میں سائل برگ (قریب ہوم برگ) سب سے مشہور ہے -

کنارے پر قلعوں کا بنا دینا بالکل کافی تھا۔ لیکن جہاں کہیں سلطنت کی سرحد ان دریاؤں سے الگ ہوئی تھی، وہاں دریا کی بجائے کچی یا پکی فصیل بنا کے حفاظت کا انتظام کیا گیا تھا۔ اسی لئے سرحد جرمانی کوس کی تکمیل بغیر ایک اور سلسلے کے جو مغرب سے مشرق کی طرف لوری کم سے ڈین یوب کے قلعوں تک پھیلا ہوا ہو، نہ ہو سکتی تھی، اور یہ سلسلہ جو صوبہ ریتیہ کی شمالی سرحد کا حصہ تھا "لیمیس رتی کوس" کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ تحقیقی طور پر معلوم نہیں کہ آیا اس سلسلے کی تعمیر فلا دوسی بادشاہوں نے شروع کر دی تھی یا نہیں لیکن اس میں تو شک نہیں کہ اس کی آخری تشکیل ہادریان یا شاید اس کے بھی بعد کے زمانے سے پہلے نہیں ہوئی۔ مگر اس سرحد کا "لیمس جرمانی کوس" سے ایسا تعلق ہے کہ اس کا ذکر بھی یہاں کر دینا مناسب ہوگا۔ یہ سرحد لوری کم سے (ورٹمبرگ و بویریہ سے گزرتی ہوئی) اس مقام پر ڈین یوب تک (کہل ہیم کے قریب) پہنچتی ہے جہاں رود الیکی مونا (= الٹ مہل) اس دریا میں آملتی ہے۔ لیکن جرمانی فصیل کی طرح یہ رتوی سرحد کچی مٹی کی نہیں بلکہ پتھروں کی بنی ہوئی ہے اور اس کے اوپر اس قسم کی باڑیں بھی لگا دی تھیں جیسی کہ رومی سپاہی اپنی لشکرگاہوں میں بنا لیتے تھے۔ فصیل کے سامنے حسب دستور خندق تھی۔ بہت ممکن ہے کہ فلاویوسیوں کے عہد میں اس سرحد کو بھی کچی مٹی سے بنایا ہو اور یہ سنگین دیوار جسے ازمنۂ وسطیٰ میں "دیوار ابلیس" کے نام سے یاد کرتے تھے، کچھ عرصے بعد بنائی گئی ہو جب کہ سلطنت کو جرمن حملہ آوروں کی طرف سے خطرہ لاحق ہو گیا تھا

فصل سوم۔ داکیہ اور رسوابیوں سے جنگ

(۱۱) رہائن کی مہم کے چند ہی روز بعد رومی شاہیان کو ایک کہیں زیادہ ضروری اور بڑے خطرے کی طرف متوجہ ہونا پڑا جو ایستر (مشرقی ڈین یوب) پر نمودار ہوا تھا۔ یہ میزیہ پر داکیہ والوں کی یورش تھی۔ واضح رہے کہ حملہ آوروں کا اصلی ملک (داکیہ) شرقاً غرباً پرتھ سے تائس تک اور شمالاً جنوباً کوہستان کارپیتھین سے دریائے ڈین یوب تک پھیلتا، اور اگر اضلاع سی بن برگن اور

بنات (تمسوار) شامل کرلئے جائیں تو موجودہ رومانیہ کا مرادف تھا۔ داکیوں کے
اور شمال میں جہاں اب مولداویہ اور بسارابیہ کے صوبے ہیں، جرمن نسل کی
ایک قوم باس تارنی آباد تھی اور اس کے بھی آگے ایک سرماشی قبیلہ روکسولانی
بستا تھا۔ لیکن ڈینیوب اور تائس کے درمیان کی زمین قبیلہ جازیج (Jazyges)
کے قبضے میں تھی۔ ڈینیوب پار کے ہمسائے جب تک آپس میں متحد اور کسی قابل
سردار کے ماتحت شیرازہ بند تھے، ان کی وقتاً فوقتاً تاختوں کو دفع کر دینا
رومیوں کے لئے کچھ بھی دشوار نہ تھا اور اغسطس کے زمانے میں کئی دفعہ ان قبیلوں
کو مغلوب و سرنگوں کیا جا چکا تھا۔ اسی بادشاہ کے آخری زمانے میں ان وحشیوں
کے پچاس ہزار افراد میزیہ لائے گئے اور ایلیوس کاتوس نے انھیں رومی علاقے
میں بسا دیا۔ اسی قسم کا تجربہ دوبارہ نرو کے زمانے میں کیا گیا تھا اور جیسا کہ ہم
پہلے بیان کر چکے ہیں۔ تی، پی، الیانوس نے ایک لاکھ داکیوں کو بیوی بچوں
سمیت لاکر اسی میزیہ کے صوبے میں لا بسایا تھا۔ میزیہ کے اسی صوبہ دار نے
ایک مرتبہ سرماشیوں کے خطرے کا اس سے قبل کہ وہ کوئی حملہ کریں، سدباب کیا
اور ان کے کئی رئیسوں کو جن کے ارادے بد یا مشتبہ تھے مجبور کیا کہ رومی
علاقے میں آکر رومی جھنڈوں کی تعظیم ادا کریں۔ غرض جولیسی اور کلودیوسی
بادشاہوں کے عہد میں داکیوں اور سرماشیوں کی پوری روک تھام رہی۔ بایں ہمہ
اصل یہ ہے کہ ڈینیوب کی حفاظت کا انتظام بالکل ناکافی تھا اور نرو کی موت
کے بعد جب خانہ جنگیاں برپا ہوئیں اس وقت یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہوگئی
چنانچہ اگرچہ کینے کوسن کی ڈونم (=بلگریڈ) سے ڈینیوب کے دہانے تک
پوری سرحد کی حفاظت میزیہ کے دو جیشوں کے سپرد تھی لیکن واقعہ یہ ہے کہ
دریا کے مشرقی حصے کی حفاظت کلیۃً تھریس والوں پر چھوڑ دی گئی تھی اور چونکہ
یہ تراکی خود داکیوں کے ہمقوم تھے لہٰذا ان کی اعانت خود خطرے سے خالی نہ تھی
پھر جب رومی جیوش وی تلیوس کا قلع قمع کرنے اطالیہ کی طرف بڑھے تو میزیہ پر
پہلے روکسولانی، پھر داکی اور پھر جازیج قبائل نے حملہ کیا اور گوموکیانوس کے
شامی جیوش لے کر بروقت پہنچ جانے سے بعض حملے دفع کر دئے گئے گر

پھر بھی میزیہ کا صوبہ دار فونتیوس اگری پا آخر انھی جازیجوں کی یورش میں مارا گیا۔

(۱۲)۔ وس پاژیاں نے الی ریکم کی افواج میں تو کوئی حقیقی اضافہ نہیں کیا لیکن سرحد ڈین یوب کے تحفظ کی نظر سے اس نے بعض ردّو بدل کئے اور معلوم ہوتا ہے کہ دلماشیہ کے دونوں جیشوں کو وہاں سے میزیہ بھیج دیا کہ صوبہ دار میزیہ کے تحت میں پہلے کی نسبت دگنی فوج رہے۔ اس اضافے کی ضرورت اس لئے بھی تھی کہ اب تھریس کا براہ راست سلطنت میں الحاق کر لیا گیا تھا اور وہاں کی دیسی ریاستوں کے خاتمے کے ساتھ وہ فوج بھی برطرف کر دی گئی تھی جو اب تک ایک حصہ ڈین یوب کی محافظت انجام دیتی رہی۔ لیکن اصلی خطرہ جس کا رومی حکومت کو خاص طور پر اندیشہ لاحق ہوا یہ تھا کہ کہیں داکیہ والے اپنے جرمن ہمسایوں کے ساتھ متحد نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اگر داکی اور جرمن سوابی ملکر سلطنت روما پر چڑھائی کرتے تو وہ غضب کا حملہ ہوتا۔ سوابی قوم کی حالت زیر نظر زمانے تک وہی تھی جس میں کہ ہم نے انھیں شاہ ماربودس کے وقت میں دیکھا تھا، یعنی وہ اس زمانے کے صوبہ بوہیمیہ اور موراویہ میں آباد تھے اور ان کے سب سے بڑے قبیلے مارکومانی اور کوادی تھے۔ ماربودو کے بعد سے ان کی ریاست ایک حد تک رومیوں سے ماتحتانہ تعلق رکھتی تھی۔ چنانچہ وی تلیوس کی جنگ میں انھوں نے وس پاژیاں کی فوج کے لئے کوئی سپاہی بھی فراہم کئے تھے۔ مگر اس وفاداری پر بہت زیادہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا وس پاژیان کو دور اندیشی یہی نظر آئی کہ پانونیہ کے جیشوں کو سرحد ڈین یوب کے اور قریب کر دے چنانچہ سیزدہم "جمینا" کی چھاؤنی وین دوبوناد (دی آنا) پر اور پانزدہم ابولی ناریس کی کچھ ہٹ کر کارنون تم پر ڈالدی گئی۔ ڈین یوب کے جنگی بیڑے کی بھی اس نے از سر نو تنظیم کی جو اس کے وقت سے "فلاویوسی بیڑا" کہلانے لگا۔

(۱۳) اگر داکیہ میں صورت حالات وہی رہتی جو ایک صدی سے چلی آتی تھی تو وس پاژیاں کے یہ دفاعی انتظامات کافی و وافی تھے لیکن اس

علاقے میں یکایک ایک ایسے گروہ کا ظہور ہوا جو سپہ سالاری کے اعلیٰ اوصاف سے متصف تھا اور جس کے آتے ہی ملک کی حالت کچھ سے کچھ ہو گئی۔ ہماری مراد دکی بالوس[1] سے ہے جس کی قابلیت کے نمایاں جوہر دیکھکر داکیہ کے بادشاہ دوراس کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوی اور اس نے کمال جواں مردی سے اپنی حکومت اسی نوجوان کے حوالے کر دی جس سے توقع تھی کہ ملک و ملت کا نام روشن کرے گا۔ دکی بالوس کا خیال تھا کہ ایک زبردست جنگی سلطنت قائم کرے جو رومتہ الکبریٰ کے شمال میں اسی دعویٰ ہمسری کے ساتھ رومیوں کی مد مقابل ہو سکے جس طرح کہ مشرق میں پارتھیہ کی سلطنت تھی۔ داکیہ میں اس قسم کی کوشش جولیس سیزر کے زمانے میں بوربیستاس نے بھی کی تھی اور سیزر داکیہ پر بڑے اہتمام سے فوج کشی کی تیاریاں کر رہا تھا کہ سازش کا شکار ہوا اور ادھر رومہ کی خوش قسمتی سے انھی دنوں داکیہ میں آتش فساد بھڑکی جس میں بوربیستاس ہلاک ہو گیا اور اس کی موت کیساتھ ہی داکیہ کی طاقت ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ بیچ میں ماربودوس (مارکومانی) نے اسی طرح ایک جرانی سلطنت قائم کرنے کا منصوبہ باندھا تھا مگر اس کی سعی بھی جیسا کہ باب دوازدہم میں بیان ہوا، ناکام و نامراد رہی۔ اسی سرداری کی مثل دکی بالوس اپنے ملک میں یونانی اور رومی تمدن کو رواج دینے کا خواہاں تھا اور خاص کر رومیوں کے ساتھ برابری کا مقابلہ کرنے کی غرض سے اس نے رومی فن حرب کو خود حاصل کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ چنانچہ مفرور پناہ گزینوں کے ذریعے اس نے رومیوں کا طریق خندق کا دی اور قلعہ شکن آلات بنانے سیکھے۔ اسکے منصوبے کی ہمہ گیری اور سیاسی اغراض کی وسعت کا اس بات سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اس نے پارتھیہ کے ساتھ خط کتابت شروع کی جو مشرق میں رومیوں کا قدرتی دشمن تھا۔ رومیوں سے جنگ میں اس کو سرحدی ہمسایوں پر یعنی ایک طرف جازیج اور ایک طرف روکسولانی قبائل کی امداد پر بھی بھروسہ تھا لیکن سب سے بڑھکر اعانت کی امید اُن داکی اتراکی اور گتی قوم کے لوگوں سے تھی جو ڈینیوب

[1] اسے دیوریا نیوس بھی کہتے ہیں اور یہی غالباً اس کا اصلی نام اور دکی بالوس محض خطاب تھا۔

کے جانب جنوب خود رومیوں کے علاقے میں آباد تھے۔ اسے میزیہ کو تو یقیناً (اور ممکن ہے کہ تھریس کو بھی فتح کرنے کی) امید تھی کہ ان سب ہم نسل قوموں کو ملا کر ایک بڑی سلطنت داکیہ قائم کرنے جو کوہستان کار پے تھین سے سواحل ایشیا تک پھیلی ہوئی ہو۔ ابھی تک داکیہ کا ڈین یوب کے جنوبی صوبوں سے اسی قسم کا تعلق تھا، جیسا کہ فتح سے پہلے برطانیہ کا غالیہ کے محکوم قلطیوں کے ساتھ تھا۔ یعنی یہ ملک تمام پرجوش اور بے چین طبیعتوں کا امن وملجا بن گیا تھا۔

(۱۴) آخر جب ایک باضابطہ لشکر مرتب ہو گیا تو شاہ داکیہ نے ڈین یوب اتر کر پہلی ضرب لگائی (۸۵ء) اور میزیہ کا جنگی حاکم جس نے ناکافی فوجوں سے مقابلہ کیا تھا، مارا گیا۔ دکی بالوس نے کئی قلعے چھین لئے اور سارا صوبہ کھوند ڈالا۔ رومیوں کے ہاتھ سے صوبہ نکل جانے کی صورتیں نظر آنے لگیں۔ اس ہزیمت کی خبر روما پہنچی تو دومی شیان نے جنگ کا انتظام فوج خاصہ کے ناظم کورنیلیوس فوس کوس کے سپرد کیا اور خود میدان جنگ کی طرف روانہ ہوا۔ پانونیہ کے جیوش بہ عجلت طلب کئے گئے اور مارکومانی رئیس نے امداد بھیجنے کا وعدہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے داکیہ والوں نے صلح کی کچھ شرطیں پیش کی تھیں مگر انھیں مسترد کر دیا گیا اور اس وقت دکی بالوس نے کمال شوخ چشمی سے کہلا بھیجا کہ آئندہ ہر رومی سپاہی کے سر کی قیمت دو گدھے لے کر صلح خود ہم منظور کریں گے۔ القصہ فوس کوس نے حملہ آوروں کو میزیہ سے مار کر نکال دیا اور پھر ڈین یوب پر کشتیوں کا پل ڈال کے دلیرانہ دشمن کے ملک میں گھس گیا۔ لیکن مارکومانی حلیف وہ مدد لے کر وقت پر نہ آئے جس کا انھوں نے وعدہ کیا تھا اور ادھر رومی سپہ سالار کو کامیابی کا ایسا یقین ہو گیا تھا کہ وہ ایک نامعلوم علاقے میں بڑھتے چلے گیا اور سخت شکست کھائی۔ سابی نوس کی طرح وہ خود میدان میں کھیت رہا اور فوج بڑی دقت سے بچ کر

۱؎ نیز ملاحظہ ہو گذشتہ باب۔ زیر عنوان ۲۳۔ اسی نوس کوس پر مارتیال نے ایک قطعہ لکھا تھا، (باب ششم صفحہ ۷)، جس میں بیان کرتا ہے کہ وہ ایک داکوی قبر میں دفن ہوا۔

واپس آئی مگر بہت سے قیدی، مالِ غنیمت جس میں قلعہ شکن آلات بھی تھے اور یک جیش کا عقابی علم دشمن کے ہاتھ پڑا۔ (۸۶ء)

اس شکست کے بعد فوج کی سرداری جولیانوس کو دی گئی اور اس نے اپنے پیش رو کا انتقام لے لیا۔ یعنی داکیہ پر چڑھائی کر کے مقام تاپی[1] پر بڑی بھاری فتح حاصل کی جس میں دشمن کے بے حساب آدمی مارے گئے اور وزی ناس جو دکی بالوس کے بعد ان کا سب سے بڑا سردار تھا لاشوں میں چھپ کر بمشکل اپنی جان بچا سکا۔ اسی فتح سے جولیانوس کو پیش قدمی کا موقع ملا اور اس نے داکیہ کے صدر مقام سارمی زگی توسا (= ورہلی) کی طرف کوچ کیا لیکن بعض نامعلوم اسباب کی بنا پر اس شہر پر حملہ کرنے کی نوبت نہ آئی اور ان اسباب میں سے شاید ایک شہنشاہ کا پیام بھی تھا کیونکہ اس عرصے میں دومی شیان نے صلح کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ایک روایت جس کا کسی طرح یقین نہیں آتا یہ بھی مشہور ہے کہ داکیہ کے مکار بادشاہ نے ایک ایسا فریب کھیلا کہ جولیانوس اس کے صدر مقام پر حملہ کئے بغیر واپس چلا گیا۔ اور وہ فریب یہ تھا کہ شہر کے قریب بہت سے درختوں کو اس طرح کٹوا دیا کہ صرف آدمی کے قد کے برابر تنے کھڑے رہنے دئے اور ان میں باز و اور اسلحہ لگا دئے جنھیں دیکھ کر جولیانوس یہ سمجھا کہ غنیم کی بہت بڑی تعداد لڑنے آئی ہے لہٰذا بہ عجلت واپس ہو گیا۔

(۱۵) دومیشیان کو داکیوں سے صلح پر مائل کرنے کا سبب یہ تھا کہ رومیوں نے ایک اور طرف شکست کھائی تھی۔ اصل میں، جولیانوس کی داکیہ پر فوج کشی کے وقت خود شہنشاہ کارنون تم آ گیا اور مارکومانی اور کوادی قوموں کے خلاف پیش قدمی کر رہا تھا کہ انھیں رومیوں کے ساتھ بدعہدی کرنے کی سزا دے۔ انھوں نے دومیشیان کے پاس دو سفارتیں بھیجیں کہ وقت پر مدد نہ لا سکنے کی عذر و معذرت کریں۔ لیکن وہ انھیں غنیم کی بجائے محض باغی سمجھتا تھا لہٰذا دوسری سفارت کے

---

[1] یہ تاپی غالباً موجودہ تاپیہ کے مرادف ہے۔ ملاحظہ ہو اگلا باب۔ زیر عنوان ۱۲

ارکان کو اس نے قتل کرا دیا۔ اس واقعے سے یہ جرمن قبائل سخت غضب ناک ہوئے اور انھوں نے پانونی فوج جو خود دومی شیان کے ماتحت تھی شکست دی۔ یہی سبب تھا کہ جب دکی بالوس نے پھر صلح کی درخواست کی تو دومی شیان نے اس کو امان دینا منظور کر لیا۔ داکیہ والوں کی یہ سفارت وہاں کے ایک امیر دائی جلیس[1] کی سرگروہی میں منیریہ آئی تھی اور دکی بالوس کے نائب کی حیثیت سے اسی شخص کے سر پر دومیشیان نے تاج رکھا اور یہ تاج بخشی داکیہ کے سلطنت رومہ کے ماتحت ہونے کی علامت تھی۔ اسی لئے اب رومی شعرا کا فخریہ قوس کوس کی "روح کی فتوحات" کے گیت گانا اور یہ لکھنا کہ اب وہ اس "برج مفتوح" میں جہاں یہ سپہ سالار دفن ہوا تھا، اطمینان سے گشت لگاتی پھرے گی[2] بیجا نہ تھا۔ دوسری طرف خود شہنشاہ نے دکی بالوس کے پاس جر ثقیل کے ماہر اور کاریگر نیز زر نقد روانہ کیا تھا۔ جسے اس کے ناراض (رومی) ہموطنوں نے ایک شرمناک خراج موسوم کیا۔ حالانکہ یہ محض ایک برمحل رعایت تھی جس میں کوئی پہلو رومہ کی شرم و ذلت کا نہ تھا۔ جولیاوس کی فتح نمایاں کے بعد رومیوں کے داکیہ والوں سے دب کر خراج دینے کا کوئی احتمال ہی نہ ہو سکتا تھا اور خاص کر رومی بادشاہوں میں خود پسند دومی شیان اس قسم کا عار کبھی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ الغرض رومہ واپس آکر رومی شیان نے فتح کا شاندار جشن کیا (۸۹ء) فورتونا رِ دُوکس کے مندر کے قریب ایک عالیشان کمان فتح کی یادگار میں بنائی گئی اور بڑے چوک میں بادشاہ کی بہت بڑی اسپ سوار برنجی مورت نصب ہوئی۔ شہر کے کوچے کوچے میں کمانیں اور اس کے مجسّمے تیار ہوئے، رومہ کے اشراف و اعیان کو بڑی دھوم دھام سے دعوت دی گئی اور شہر میں اس جشن کے مصارف کا بار صوبے والوں پر ڈالا گیا اور "زر جشن شاہی" کے نام سے

---

[1] مارتیال اسے داکی بالوس کا بھائی بتاتا ہے مگر غالباً اسے بلفظ درست نہ سمجھنا چاہئے۔ اسی سلسلے میں شاعر نے "وجیس" کے شہنشاہ کی شان و شوکت دیکھکر دنگ رہ جانے کا نقشہ دکھایا ہے اور داکیہ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ داکیہ "جو پہلے سے ہمارا ہو چکا ہے"۔ (باب پنجم صفحہ ۳)

[2] دیکھو مارتیال۔ باب ششم صفحہ ۷۶

اُن سے جبرًا روپیہ وصول کیا گیا؛ اگرچہ رسمی طور پر دومی شیاں نے "داکی کوس" (= فاتح داکیہ) کا لقب اختیار نہیں کیا لیکن بہت سے خوشامدی اسے اسی نام سے یاد کرنے لگے؛ اس جنگ داکیہ کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ میزیہ میں ایک اہم انتظامی تغیر عمل میں آیا اور اس صوبے کو توڑ کر دو چھوٹے صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک جنوبی میزیہ اور دوسرا شمالی میزیہ اور دونوں میں ایک ایک جیش سالار مقرر ہوا جن کے تحت میں فوج کے دو جیش رہتے تھے۔

اُدھر سوابی قبائل اور ان کے سرماشی حلیف جازیجوں کے ساتھ جنگ جاری رہی۔ رومیوں نے سخت زکیں اٹھائیں اور نہ صرف خود اپنے علاقہ (پانونیہ) میں شکست کھائی بلکہ ان کا ایک پورا جیش غارت ہو گیا[1] تا آنکہ مئی سنہ ۹۲ء میں دومی شیان دوبارہ خود مقام جنگ کی طرف آیا اور آٹھ مہینے تک وہیں مقیم رہا۔ اس کی آمد کے بعد ظاہرا رومیوں کا پلہ جھک گیا اور انھیں کچھ کامیابیاں ہوئیں کیونکہ مجلس اعیان کو جو مراسلے دومی شیان نے بھیجے وہ پیام فتح کی رسم کی پھولوں کے سہرے میں لپٹے ہوئے تھے[2]۔ نیز جنوری سنہ ۹۳ء میں اپنی معاودت کے وقت اس نے سرماشیہ والوں پر فتح پانے کی خوشی میں جلسہ کیا۔ مگر یہ جنگ جس میں مشرقی ڈینیوب کے سرماشی[3] اور نیز جازیج قبائل کا بھی دخل تھا اور جو اسی لئے "قبائل سوابی و سرماشی کی جنگ" کہلاتی ہے دومی شیان کے جانشین نروا کے زمانے تک جاری رہی۔ دوسری طرف داکیہ سے جو صلح ہوئی تھی وہ دس سال

---

[1] یہ غالباً جیش پنجم (الاودا) تھا اور قرینہ کہتا ہے کہ رومیوں کو یہ ہزیمت جازیج قبائل کے علاقے میں نصیب ہوئی۔

[2] یہ تفصیل مارتیال کے اُن چار سجعوں سے معلوم ہوتی ہے جو اس نے دومی شیان کی معاودت کے موقع کے لئے پہلے سے کہہ رکھے تھے۔ (باب ہفتم صفحہ ۵ تا ۸ —

[3] ڈینیوب کے مشرقی حصے کا تعین مارتیال کے بیان سے ہوتا ہے جس میں اُس نے "رودیس پیومین" نامی ٹاپو کا ذکر کیا ہے جو ڈینیوب کے دہانے پر واقع تھا۔ نیز اس قول سے کہ منجمد دریا رومی گھوڑوں کے سموں کے نیچے گرم ہو گیا تھا؛

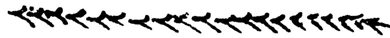
قائم رہی اور داکی بلوس کو اپنے حسب منشا تدابیر اور ایک ایسے حریف سے تیغ آزمائی کی تیاریاں کرنے کا موقع مل گیا جو رومی شیان و جولیانوس دونوں سے زیادہ سخت و طاقتور تھا۔

توضیحات و حواشی

"ولیمس جرمانی کوس" اور "ولیمس رتیکوس"

اس باب میں ماورائے رہائن اور ماورائے ڈین یوب کی جن رومی سرحدوں کا ذکر آیا ہے اس میں ہم نے ہنز کی رائے کی تقلید کی ہے لیکن اس تعین کو قطعی طور پر یقینی اور تحقیقی نہ سمجھنا چاہئے۔ اس بارے میں ہمعصر مصنفوں میں سب سے واضح شہادت فرونٹی نوس کی ہے (کتاب "حربیات" فصل اول صفحہ ۳ و ۱۰) جو بیان کرتا ہے کہ رومی شیان نے ایک سو بیس میل لمبی سرحد تیار کی تھی۔ اکثر اہل الرائے کا اتفاق ہے کہ یہ مین و رہائن کے درمیان کی حد تھی۔ اور اس دفاعی خط کی تیاری کا چتیوں کی جنگ سے جو اسی ضلعے میں آباد تھے کچھ نہ کچھ تعلق فرض کر لینا بھی قدرتی سی بات ہے لیکن دقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا سرحدی دیوار کے جو آثار اب کروٹ زن برگ سے رہائن کے کنارے ہونن جن تک نکلے ہیں اس کی لمبائی بیس میل زیادہ یعنی ایک سو چالیس رومی میل کی ہے۔ مسٹر ہوج کن نے ایک اور قیاس پیش کیا ہے کہ ان دفاعی حدوں کی تعمیر میں رومی شیان کا حصہ صرف ماورائے ڈین یوب کی دیوار بنوانا تھا جس کی لمبائی ایک سو بارہ رومی میل ناپی گئی ہے۔ لیکن ہم اپنے قول کی تاویل میں کہہ سکتے ہیں کہ (۱) ممکن ہے کہ فرونٹی نوس کی کتاب میں ہندسے کی غلطی رہ گئی ہو اور ع× کی بجائے سہواً ع××ـ لکھا گیا ہو۔ یا (۲) کیا عجب ہے کہ رومی شیان کی دیوار مقام کو بلنز تک ختم ہو جاتی ہو۔ اور ہونن جن تک بیس میل کا ٹکڑا اس کے بعد بنوایا گیا ہو۔ اس میں تو کوئی شبہہ نہیں کہ ان دیواروں کی تکمیل میں تراجن اور

ہادریان کا بہت کچھ حصہ تھا لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی یقینی ہے کہ ان کا آغاز تعمیر فلاویوسی بادشاہوں کے زمانے سے منسوب کرنا پڑے گا۔ قرینہ غالب یہ ہے کہ ہوئن جن سے کہل ہیم تک پوری دیوار کی تکمیل ہادریان کے عہد میں ہو گئی تھی۔ مگر مسٹر ہوج کن کہتے ہیں کہ "غالباً اس کار عظیم کی تکمیل کی ناموری میں نرواسے اورلیوس تک تمام متبنیٰ بادشاہوں کا کچھ نہ کچھ حصہ تھا۔"



باب بست وسوم

عہد نروا و تراجن - تسخیر واکیہ

ذیلی عنوان - (۱) نروا کی تخت نشینی (۲) دومی شیان کے مخبروں کے ساتھ اس کا سلوک (۳) مالی معاملات (۴) اطالیہ میں اس کی حکمت عملی (۵) اس کی نرمی - سازشین (۶) تراجن کی تبنیت - نروا کی وفات (۷) تراجن کی تخت نشینی سے عہد نو کا آغاز ہوتا ہے (۸) تراجن کے قلعے جرمانی سرحد پر - (۹) رومہ کو مراجعت (۱۰) پہلی جنگ واکیہ کی تیاریاں (۱۱) سارمی زگی توسا - رومیوں کا منصوبۂ جنگ (۱۲) محاربۂ اول (سنہ ۱۰۱ء) جنگ تاپی (۱۳) محاربۂ ثانیہ (سنہ ۱۰۲ء) آخری جد وجہد - تسخیر سارمی زگی توسا (۱۴) تراجن کی مراجعت پائے تخت کو (۱۵) وکی بالوس کا نقض امن (۱۶) دوسری جنگ واکیہ - (سنہ ۱۰۵ء و سنہ ۱۰۶ء) واکیہ کا الحاق (۱۷) تراجن کی لاٹھ کا بیان (۱۸) واکیہ کی تنظیم (۱۹) واکیہ اور قریب کے صوبوں کی رومی چھاؤنیاں (۲۰) تھریس کے نظم ونسق میں تغیر - (۲۱) شمالی عرب کا نیا صوبہ (۲۲) اگریپا (ثانی) کی وفات اور ملک شام کی توسیع۔

فصل اول - عہد نروا

(۱) - دومی شیان کی وفات سے رومہ کے دوسرے خاندان شاہی کا خاتمہ ہوگیا - لیکن نئے خاندان کے سریر آرائے سلطنت ہونے میں اس قسم کے ہنگامے برپا نہ ہوئے جیسے کہ نرو کی موت کے بعد واقع ہوئے تھے - نیا صدر ایم کوکیئوس نروا جو پہلی اکتوبر سنہ ۹۶ء کے دن تخت نشین ہوا گالبا کی مثل سپاہیوں کا ساختہ پرداختہ یا کسی بیرونی صوبے میں منتخب نہ ہوا تھا - بلکہ خاص

مجلس اعیان کا انتخاب کردہ تھا۔ اپنے نسب یا کسی خاص وصف ذاتی کی بنا پر وہ صدارت کا مستحق نہ تھا۔ اور ہر چند وہ اصول قانون کا ایک ذہین ماہر اور اعلیٰ درجہ کا انشا پرداز تھا۔ نیز دو مرتبہ قنصل کے عہدے پر بھی سرفراز رہ چکا تھا لیکن اصلی وجہ جس نے اسے صدارت کے رتبۂ عالیہ تک پہنچایا اس کی مرنجاں مرنج تھی۔ مجلس کے اکثر اراکین جو یقیناً دومی شیان کے قتل کی سازش میں رازدار تھے ایک ایسا بادشاہ منتخب کرنا چاہتے تھے جو حکومت میں مجلس کو واجبی حصہ دینے پر آمادہ ہو اور اسی کے ساتھ فوج کے لوگ بھی اسے قبول کریں۔ اور اس قسم کا آدمی آشتی پسند نروا نظر آیا۔ اس نے حکومت وقت کی مخالفت میں کبھی حصہ نہ لیا تھا۔ بلکہ نیرو کی سازش فرو کرنے میں مدد دی۔ اور فلاویوسی بادشاہوں کا مورد عنایت ہوا۔ صدارت کے وقت اس کی عمر ساٹھ سے متجاوز تھی۔ وہ تساہل پسند، متحمل مزاج، نرم خو آدمی تھا۔ اور اعیان مجلس کو امید تھی کہ وہ ہمارے اشارے پر چلیگا۔ طبقۂ امرا نے اس زمانۂ حکومت کا تپاک سے خیر مقدم کیا۔ اور اسے عہد نو کا آغاز قرار دیا۔ نئے سکے ضرب ہوئے جن پر "آزادی جمہور" اور "احیائے روما" کے الفاظ کندہ تھے۔ قیصریت کے بڑے سے بڑے دشمنوں کو بھی ایسا معلوم ہونے لگا کہ آزادی اور صدارت جو پہلے بالکل متباین چیزیں تھیں آخر کار باہم نہایت خوش اسلوبی سے جمع ہوگئیں۔[1] ایک سبحج گو کے الفاظ میں اگر کاتو قبر سے اٹھکر آجاتا تو ایسے وقت میں وہ قیصریت پسند ہوجاتا۔[2] یہ واضح رہے کہ تخت نشینی کے وقت نروا نے بھی وس پاژیان کی مثل قیصر کا لقب کسی تکلف یا خاص اہتمام کے بغیر اختیار کرلیا تھا۔ کیونکہ اب یہ نام بھی امپراطور کی طرح القاب شاہی کا ایک لازمی جزو بن گیا تھا۔

نروا سے وہ ضمانت بھی اعیان مجلس کو حاصل ہوگئی جسے وہ فلاویوسی بادشاہوں سے مانگتے رہے تھے مگر کامیاب نہ ہوئے تھے۔ یعنی نئے صدر نے باضابطہ اس بات کا حلف اٹھایا کہ وہ طبقۂ اعیان کے کسی فرد کو سزائے قتل نہ دے گا۔

[1] تاسی توس ۔ حالات اگری کولا ۔ صفحہ ۳ ۔

[2] ارتیال فصل یازدہم صفحہ ۱۴ ۵ "سی کاتور دا تور سیا اریانوس اریت"۔

یوں بھی مجلس کا اس بادشاہ کی حکومت سے رضامند رہنا حق بجانب تھا۔ کیونکہ ہر معاملے میں وہ مجلس کی رائے لیتا تھا۔

(۲) جو لوگ دومی شیان کے مظالم کا آلہ تھے، ان سے بہت معمولی مواخذہ ہوا۔ نروا کے مزاج میں اعتدال اور نرمی تھی اور اس لئے وہ انتقام کے عام مطالبے کو پورا کرنا نہ چاہتا تھا۔ جو لوگ دومی شیان کے زمانے میں جلاوطن ہوئے انھیں واپس آنے کی اجازت ملی۔ اور انھی میں خارج شدہ فلسفی بھی تھے۔ یہ سب مظلوم اور ان کے یار دوست دل سے چاہتے تھے کہ دومی شیان کے مخبروں کو جن کی بدولت انھیں یہ تکلیفیں اٹھانی پڑیں، سزا دی جائے۔ پلی نوس سکندوس جو عام طور پر پلینی خورد کہلاتا ہے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ "مجرموں کی سختی سے خبر اور مظلوموں کا بدلہ لے اور اپنے آپ کو نمایاں کرے" چنانچہ دومی شیان کے ایک وزیر کرتوس پر اس نے مجلس اعیان میں اعتراض کئے۔ اس کرتوس نے ہل وی دیوس پریس کوس رکن مجلس کے ایوان میں ہاتھ ڈالا تھا۔ اور پریس کوس پلینی کا دوست تھا۔ بایں ہمہ نروا نے کرتوس کے خلاف استغاثہ دائر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ البتہ اسے قنصلی دینے سے انکار کر دیا۔ اور پھر تیوری پر دوسرے شخص کو ترجیح دے دی۔ پھر مجلس کے ایک رکن فرون تو نے عام معافی کی تجویز پیش کی۔ اور اس کی بدولت مخبروں پر لوگ جو نالشیں کر رہے تھے وہ سب رک گئیں۔ کہتے ہیں کہ اس موقعے پر فرون تو نے جو الفاظ استعمال کئے ان میں استعارۃً نروا کی کمزوری کا اشارہ تھا۔ اس نے کہا "وہ صدر جس کے زمانے میں کوئی شخص کوئی کام نہ کرے برا ہے۔ مگر اس سے بھی بدتر وہ صدر ہے جس کے دور میں ہر شخص جو کچھ چاہے کر گزرے"۔

مجلس اعیان میں ضمانت جان کا جو حلف نروا نے اٹھایا اس نے عملاً قانون لمجستاس کے مقدموں کا سد باب کر دیا۔ مزید برآن غلاموں کو اپنے مالکوں کے خلاف "بداخلاقی" یا "یہودیوں کی سی زندگی گزارنے" کا الزام لگانے کی ممانعت کر دی گئی۔ حالانکہ معلوم ہوتا ہے دومی شیان کے عہد میں اس

موخر الذکر الزام پر اکثر مقدمے چلائے جاتے تھے۔ مجلس اعیان نے تو دومی شیان کی بادشاہی کو بعد مرگ مردود قرار دیا تھا لیکن نروانے اس کے تمام احکام کو منسوخ نہیں کیا۔ مثالاً شلہ کرنے کے خلاف دومی شیان کا قانون بحال رہنے دیا۔ اور یہ چچا بھتیجی کی شادی ناجائز قرار دی۔ اور یہ وہ اصول ہے جس کا دومی شیان نے اپنے عملدرآمد سے اظہار کیا تھا یعنی اپنی بھتیجی جولیہ سے شادی کرنے سے انکار کردیا تھا، علاوہ ازیں وہ عطیات بھی جو دومی شیان نے لوگوں کو دئے تھے، نروانے بحال رہنے دئے۔

(۳) سرکاری مداخل و مصارف کے معاملے میں نروا کو بھی وس پاژیان کی مثل مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ دومی شیان کے آخر زمانے کے ظلم وستم کا ایک محرک یہ تھا کہ وہ اپنے خالی خزانے کو بھرنا چاہتا تھا، نروا کو مجبوراً کچھ عرصے کے لئے سرکاری کھیل تماشے اور غلے کی تقسیم موقوف کرنی پڑی۔ اعیان مجلس کی ایک جماعت خاص اس کام کے لئے مقرر ہوئی کہ مداخل کے وسائل اور خرچ کم کرنیکی بہترین صورت پر غور کرے۔ خود بادشاہ نے از راہ ایثار صرف خاص کی بہت بڑی رقم چھوڑ دی۔ اور ان تدابیر سے بالآخر مشکلات کا وقت بخیر وخوبی گزر گیا۔ پھر مداخل و مصارف کی درستی کے بعد نروانے اپنی توجہ ان محاصل کو منسوخ کرنے پر مبذول کی جو رعایا پر بہت بار اور نہایت نامقبول تھے۔ چنانچہ وہ محصول جو وس پاژیان نے یہودیوں پر عائد کیا تھا۔ اور وہ اس سے سخت دل برداشتہ ہوئے تھے۔ نروانے یک قلم موقوف کردیا۔ اطالیہ کو اپنی حدود کے اندر شاہی ڈاک "کورسوس پبلی کوس" کے مصارف برداشت کرنے پڑتے تھے، نروانے انھیں خزانۂ شاہی کے ذمے ڈال دیا۔ البتہ بیرونی صوبے یہ محصول جسے "وہی کیولا تیو" کہتے تھے، ادا کرتے رہے، میراث پر جو پانچ فیصدی محصول لیا جاتا تھا اسے بھی نروانے کم کردیا[1]۔

---

[1] ۔ خزانۂ شاہی اور عام رعایا کے درمیان جو مالی تنازعے ہوتے تھے ان کا فیصلہ بھی نروانے عام پرتیوروں کے اختیار میں دے دیا تھا۔

(۴) اقتصادی نقطۂ نظر سے دیکھئے تو نروا کا عہد حکومت قابل رجعت نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ ملک اطالیہ کی مخصوص اغراض کا تنگدلی کے ساتھ لحاظ رکھا جاتا تھا۔ اور ایسی حکومت سے جو مجلس اعیان کے زیر اثر ہو، یہی توقع ہوسکتی تھی۔ مجلس کا دلی منشا یہی تھا کہ روما اور اطالیہ کی فوقیت کو اور بیرونی صوبوں کی ماتحتانہ حیثیت کو قائم رکھا جائے۔ حالانکہ شاہی حکمت عملی، وہ حکمت عملی جسے خود جولیس قیصر نے شروع کیا تھا، صریحاً اس طرف مائل تھی کہ بیرونی صوبوں کو اپنے استحقاق کے اعلےٰ مدارج تک بلند کیا جائے۔ شاید اسی وجہ سے شاہان ماسبق اطالیہ کے ساتھ کم التفاتی برتتے رہے۔ پس اب اگر اس کے فائدہ اٹھانے کی باری آئی تو یہ کچھ ناواجب بات نہ تھی۔

اطالیہ میں زراعت کی کمی نہایت اندیشناک صورت اختیار کر رہی تھی، جس نے پہلے دومی شیان کی توجہ کو اپنی طرف مائل کیا۔ اور اس نے بطریق اصلاح حکم نافذ کر دیا تھا کہ آیندہ کوئی زمین جس میں غلّے کی کاشت ہوتی ہو انگور کے واسطے حاصل نہ کی جائے۔ نروا کی تجویز یہ تھی کہ مزارعین کی نئی بستیاں بسائی جائیں۔ لیکن اسکے پاس روپیہ اتنا کافی نہ تھا کہ اس تدبیر پر خاطر خواہ عمل ہوتا۔ اور وہ پوری طرح کارآمد ہوتی۔ بہرحال اس نے بڑے بڑے قطعات خرید کر اراکین مجلس کی ایک جماعت مقرر کی کہ وہ اسے لوگوں میں تقسیم کر دے۔ اس موقع پر یہ بات خاص طور پر جتانے کے قابل ہے کہ نروا کا یہ زرعی قانون صحیح معنی میں "لکس" (قانون نافذہ) تھا کیونکہ وہ مجلس عوام میں پیش ہو کر نافذ کیا گیا تھا۔ بالفاظ دیگر نروا نے بھی کلودیوس کیطرح آخری مرتبہ قدیم جمہوری آئین کو تازہ کیا۔

یہ زراعت کی ناقابل علاج خرابی کو دور کرنے کی ایک کوشش تھی۔ لیکن اطالیہ کی فلاح کے حق میں نروا کا بہین زیادہ کارگر اور مفید کام نئے مدارس کا اجرا تھا جن میں طلبہ کو سرکاری طور پر کھانا دیا جاتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ غریب الدیحی کے بچوں کی تعلیم میں سہولت پیدا ہو۔ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ہر بستی کے لئے جس میں اس قسم کا مدرسۂ مساکین جاری کیا جاتا، روپے کی ایک رقم مخصوص کر دی

جاتی اور وہ زمینداروں کو بطور قرض دیکر ان سے سالانہ سود وصول ہوتا رہتا جو ان مدارس یا طعام کے مصارف کے کام آتا تھا۔ چونکہ یہ روپیہ زمین پر لگایا جاتا تھا لہذا اس میں خسارہ کا اندیشہ نہ تھا۔ اور ادھر سرکار اقرار کرتی تھی کہ اس قرض کو واپس نہ لے گی ان تمام اوقاف کا انتظام غالبًا اعیانی رتبہ کے چند اشخاص "کیوراتورس ویاروم" کے تفویض کر دیا جاتا تھا۔ نروا کے بعد اس کے جانشینوں نے اس انتظام کو اور زیادہ مرتب اور باضابطہ بنا دیا۔

اپنے مختصر زمانۂ بادشاہی میں نروا کو شاہی عمارات بنانے کا بہت کم موقع میسر آسکا۔ تاہم دومی شیان کا چوک جو اغسطس کے چوک کو پالیس کے مندر سے ملاتا تھا اور دومی شیان اس کی تکمیل نہ کر سکا تھا، نروا نے پورا تعمیر کر دیا۔ اس چوک کا امتیازی نشان منروا کا مندر تھا اور اسے "نروا کا چوک" کہنے لگے تھے۔

(۵) نروا کے اصول حکومت کی خصوصیت اعتدال بلکہ کمزوری تھی۔ وہ از رہِ ناز کہا کرتا تھا کہ میں نے کوئی کام ایسا نہیں کیا کہ اگر صدارت سے مستعفی ہو جاؤں تو میری سلامتی مخدوش ہو جائے۔ مگر اس کے تمام اوصاف میں یہی نرم خوئی ایسی چیز تھی جس سے مجلسی گروہ خوش نہ تھا۔ ایک لطیفہ منقول ہے کہ ایک روز شام کو موری کوس جو جلا وطنی سے واپس آیا تھا نروا کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ اور اسی دسترخوان پر "دانش مند وینتیو"[1] بھی بادشاہ کے پہلو بہ پہلو عزت کی جگہ کمر لگائے بیٹھا تھا اور یہ بھی دومی شیان کا ایک بدنام گرگا تھا۔ اتفاق سے گفتگو مشہور مخبر اندھے کاتولس کے متعلق ہونے لگی۔ جس نے اسی زمانے میں وفات پائی تھی۔ نروا نے کہا "بھلا اگر اب بھی وہ زندہ رہتا تو کس حال میں ہوتا؟" موری کوس نے وینتیو کی طرف دیکھ کر جواب دیا "وہ ہمارے ساتھ دسترخوان پر شریک طعام ہوتا!" لیکن گو نروا کے مزاج میں اتنی نرمی تھی، یا یوں کہیے کہ چونکہ اتنی نرمی تھی شاید اسی وجہ سے اس کے خلاف کئی سازشیں ہوئیں۔ ایک سازش کا جو قدیم حکومت ثلاثہ کے رکن کراسوس

---

[1] یہ طعن آمیز خطاب جوناں نے اسے دیا ہے؛ فصل چہارم (۱۱۳) صفحہ ()

کے کسی پوتے پر وتے کال پورنیوس کراسوس نے کی تھی آسانی سے سدباب ہوگیا،
اور کراسوس کسی ویران جزیرے کے بجائے تارنتم جیسے دلکش شہر میں جلا وطن
کر دیا گیا۔ لیکن اس سے زیادہ مخدوش تحریک وہ تھی جو فوج خاصہ کی چھاؤنی میں شروع ہوئی
یہاں الیانوس نے سپاہیوں کو بھڑکایا کہ وہ دومی شیان کے قاتلوں خاص کر پارتھینوس
غلام اور فوج خاصہ کے دوسرے ناظم سکندوس سے قصاص لئے جانے کا مطالبہ کریں،
یہ الیانوس دومی شیان کے زمانے سے فوج خاصہ کا ناظم تھا۔ اور نروا نے اسے اپنے
عہدے پر بحال رکھا تھا۔ اب اس نے یہ فتنہ اٹھایا۔ حالانکہ دومی شیان کے قتل کو
ایک سال سے زیادہ زمانہ گزر چکا تھا۔ پھر نروا نے ہر چند سمجھایا بلکہ مجرمین کی بجائے
اپنے آپ کو پیش کیا اور گلا سامنے کر دیا لیکن آخر کار اسے اہل شورش کی بات ماننی
پڑی۔ (قریب اکتوبر ۹۷ء)

(۶) نروا کی صحت خراب تھی اور وہ سمجھتا تھا کہ نظم ونسق کی مشکلات اٹھانا
یا سپاہیوں کو قابو میں رکھنا اس کی قدرت سے باہر ہے۔ ادھر مذکورۂ بالا واقعے
نے اسے بالکل آمادہ کر دیا کہ اغسطس دگالبا وس پائریان کی تقلید میں وہ بھی اپنا
شریک بادشاہی منتخب کرے۔ جو اس کا ولی عہد بھی ہو۔ اس کے عزیز قریب موجود تھے،
لیکن اس نے خاندانی اغراض کی بجائے قومی مفاد کو پیش نظر رکھا اور ان عزیزوں سے
قطع نظر کر لی۔ پھر اپنے مشیر لکی نیوس سورا کی رہنمائی سے اس کی نگہ انتخاب جنوبی
جرمانیہ کے جیش سالار ایم الپیوس تراجنوس پر پڑی۔ اور آیندہ واقعات نے
ثابت کر دیا کہ اس عہدے کے لئے اس سے بہتر کوئی مل بھی نہ سکتا تھا۔ تراجن،
آتالیکا نامی بستی کا جو صوبہ تبیکہ میں، ہیس پالیس کے قریب واقع تھی، ایک ہسپانوی
باشندہ تھا۔ جنگ یہودیہ میں اس کے باپ نے خدمات نمایاں انجام دیں۔ اور
صوبۂ ایشیا کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ خود تراجن نے جو ۱۸ ستمبر ۵۲ء[1] کو پیدا ہوا۔
سپاہیانہ تربیت پائی۔ اور فوجی تری بیون کے عہدے پر دس برس تک جنگی

[1] یا ۵۳ء۔ ولادت کی یہ تاریخ مسلّم نہیں ہے۔

خدمات انجام دیتا رہا۔ پھر بڑے عہدوں کی مقررہ منازل سے گزرتا ہوا ۸۵ء میں پریتور کے مرتبے پر فائز ہوا۔ اس کے بعد ساتورنی نوس کی بغاوت کے موقع پر ہم اس سے ہسپانیہ میں ملتے ہیں جہاں سے وہ دومی شیان کے حکم کے بموجب ایک جیش (اول اوجوتریکس) لے کر جنوبی جرمانیہ کی طرف روانہ ہوا۔ قرائن سے صاف ظاہر ہے کہ اس جیش کا وہی جیش سالار تھا۔ اور گو اس کے پہنچنے سے قبل بغاوت فرو ہوگئی، لیکن اس کی مستعدی کے صلہ میں اسے ۹۱ء میں قنصلی کا عہدہ مرحمت ہوا۔ دومی شیان کے عہد میں یہ عہدہ کچھ معمولی بات نہ تھی۔ کیونکہ سال کا پہلا قنصل بالعموم وہ خود ہوا کرتا تھا۔ آخر میں تراجن جنوبی جرمانیہ کا جیش سالار مقرر ہوا۔ اور غالباً وہیں دونیا کی چھاؤنی میں مقیم تھا جب کہ نروا نے اسے خط لکھ کر بادشاہی میں شرکت کی دعوت دی۔ اور اپنی مشکلات بیان کر کے تراجن کو اعانت کے لئے بلایا کہ آئے اور ان لوگوں سے جو بڑھے بادشاہ کو طرح طرح سے دق کر رہے تھے بدلہ لے۔ چنانچہ خط ہومر کے اس شعر پر ختم ہوتا تھا کہ "خدا کرے تیرے تیر کے نیچے دنائی میرے آنسوؤں کا قرض ادا کرے"

پھر تراجن کے اقراری جواب کا انتظار کئے بغیر نروا نے اسکی عدم موجودگی ہی میں بلا تاخیر رسم تبنیت ادا کرنے کی ٹھہرا دی۔ پانونی جیوش نے انھی دنوں سوابیوں پر جو ابھی تک برسر پیکار تھے، فتح حاصل کی تھی۔ اور اس کی خوشی منانے کے لئے اہل شہر کاپی تول کی چوٹی پر بڑے مندر کے سامنے جمع ہو رہے تھے۔ اسی موقع پر نروا نے تراجن کی تبنیت اور شرکت بادشاہی کا ان الفاظ میں اعلان کیا: "میں م اُل پیوس نروا تراجنوس کو متبنیٰ بناتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ یہ کام مجلس اعیان، رومی قوم اور خود میرے حق میں سازگار و مساعد ثابت ہو"۔ اس طرح تراجن نروا کا بیٹا اور نروا کی مثل خود بھی "قیصر" بن گیا۔ اعلیٰ صوبہ داری کے اختیارات دینے باقی تھے؛ اس کی تکمیل پورے ضابطہ کے ساتھ مجلس کے فیصلے نے کردی، اور وہ نہ صرف امپراطور بنا دیا گیا بلکہ تی توس کی طرح اسی وقت تری بونی اختیارات بھی اس کو مل گئے۔ یعنی غالباً مجلس نے یہ تجویز امپراطور بناتے وقت ہی منظور کرلی تھی۔ اور مقررہ وقفے کے بعد اس کی تصدیق عوام کے جلسے میں کردی گئی!

تراجن کی بادشاہ کے برابر کے درجے تک یہ سربلندی ، ۲۷ اکتوبر ۹۷ء کا واقعہ ہے اور اسی تاریخ سے اس نے اپنا تری بیونی سنہ جلوس شروع کیا۔ ایک بانونی فتح کی بنا پر جس کا اوپر ذکر آیا نروا اور تراجن دونوں نے "جرمانی کوس" (فاتح جرمانیہ) کا لقب اختیار کیا۔ آیندہ سال کے واسطے وہ دونوں قنصل نامزد ہوئے تھے، لیکن نروا نے ، ۲۷ جنوری ۹۸ء کو وفات پائی۔ اس کے احکام وضوابط کی رسمی طور پر تصدیق اور اسے دیوتاؤں کے زمرے میں داخل کر لیا گیا۔ اور "نروا دیوتا کا فرزند" تراجنوس سلطنت روما کا صدر اعظم منتخب ہوا۔

فصل دوم۔ تراجن سرحد رہائن پر

(۷) تراجن کی تخت نشینی سے کہا جا سکتا ہے کہ رومی بادشاہی کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہوا۔ اب تک روما کے تمام بادشاہ شہر روما یا ملک اطالیہ کے باشندے تھے۔ بلکہ اطالیہ کے ایک باشندے یعنی سبائینی نژاد وس پاژیان کا پہلی مرتبہ فرمانروا ہونا ہی ایک نئی بات تھی۔ لیکن یہ بھی اس بدعت کے سامنے ہیچ ہو گئی کہ بیرونی صوبے کا ایک شخص رومی دنیا کا صدر نشین اور خود رومۃ الکبریٰ کا مالک بن گیا۔ پھر یہ کہ گو تراجن کی جائے ولادت اتالیکا رومی آبادی تک نہ تھی تاہم اس ہسپانوی کے انتخاب پر کوئی شخص چین بجبین نہ ہوا۔ اب اگر ہم یاد کریں کہ اغسطس شمالی اطالیہ کے باشندوں کو بھی فوج خاصہ میں داخل کرتے ہچکچاتا تھا تو اندازہ ہو گا کہ گزشتہ ایک صدی میں اہل روما کی رائے میں صوبے والوں کے متعلق کس قدر ترقی اور فرق ہو گیا تھا۔

(۸) متبنیٰ بنائے جانے کے لئے تراجن کو روما آنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے سابقہ عہدے پر فائز رہا۔ اور اسی جنوبی جرمانیہ کی جیش سالاری کے ساتھ اسے نئے اختیارات مل گئے جس طرح تی توس کو حاصل تھے۔ البتہ قرینہ کہتا ہے کہ اعلیٰ صوبہ داری کی بنا پر یا شاید

نروا کے کسی خاص فرمان کی رو سے وہ اپنے صوبے کے باہر شمالی جرمانیہ کے معاملات کا بھی نگران ہو گیا۔ اور گویا اس کے عہدے کی نوعیت کچھ وہی ہو گئی جو دروسوس، تی بریوس اور جرمانی کوس کی سپہ سالاری کی تھی۔ یہی تاویل ہو سکتی ہے اس واقعے کی کہ نروا کی وفات کی اطلاع تراجن کو جنوبی جرمانیہ کی بجائے شمالی جرمانیہ کی چھاؤنی کولونیہ اگری پی نن سیس میں ملی؛

نئے بادشاہ نے اسی وقت دارالسلطنت کو معاودت نہ کی۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ رائن پر بہت کچھ کام کرنا ہے۔ لہذا وہ اسے کرنے کے لئے ٹھہر گیا۔ یہ دراصل قبائل بروک تری میں خانگی جھگڑے برپا تھے۔ ایک رئیس کو قوم والوں نے اپنے علاقے سے مار کر نکال دیا۔ اور وہ دوبارہ ہمسایہ قبائل کی رو سے واپس آیا تھا۔ شمالی جرمانیہ کے رومی صوبہ دار اسپوری نا نے بھی اس رئیس کی بحالی میں مدد کی۔ اور اس رئیس نے اپنی کامیابی کے بعد بروک تری علاقے میں بہت سے چماوی اور انگری ورای قبائل کے آدمی بسا دئے۔ تاکہ ان کی مدد سے خود اپنے ہم وطنو کے مقابلے میں اپنی حکومت قائم رکھ سکے؛ جرمنوں کے ان خانگی جھگڑوں سے تراجن کو موقع ملا کہ رائن کے سلسلۂ قلاع کو زیادہ مضبوط کرے اور فلاویوسیوں نے جو کام شروع کیا تھا اس کو مکمل اور بہتر بنا دے۔ بعض لوگ کچی فصیل اور دمدموں کو جو "اراضی عشر" میں تعمیر کئے گئے اور جن کا حال گذشتہ باب میں بیان ہوا ہے، تراجن ہی سے منسوب کرتے ہیں[۱]۔ بہرحال اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ تراجن نے ان فلاویوسی بادشاہوں کا کام جاری رکھا اور وہ سڑک جو موگون تیاکم سے جنوب میں اورفن برگ کی طرف جاتی تھی اور نیکر کو (موجودہ ہیڈل برگ کے قریب) عبور کر کے اکوہ سے گورتی تھی سنہ ۱۰۰ء میں تراجن ہی کے زیر سرپرستی تیار ہوئی تھی۔ خود اکوہ (= باڈن) اپنی ترقی کا آغاز اسی بادشاہ سے منسوب کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح اس علاقے کے دوسرے قصبے جیسے سوملوکنا (= روٹن برگ) لب نیک اور لپو دونم (= لاڈن برگ) وغیرہ منوس ندی پر

[۱] لورک سے ملٹن برگ تک اس کچی فصیل کو اکثر "والوم تراجنی" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اس نے ایک قلعہ بنا کر اپنے نام سے موسوم کیا۔ یہ موگون تیاکم سے کچھ زیادہ دور نہ تھا مگر اس کے ٹھیک محل وقوع کا اب پتہ نہیں چلتا۔ وتیرا کی پرانی بستی سے بھی کوئی ایک آگے بڑھکر اس نے ایک نیا حصار تعمیر کیا جو بعد میں "کولونیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔
۹۸ء کی گرمی جرمانی صوبوں میں گزار کر تراجن ڈینیوب کے علاقہ میں آگیا۔ اور اسی جاڑے کے موسم میں جنگ واکیہ کی تیاریاں کرتا رہا۔ جیسے وہ سمجھ گیا تھا کہ ٹلنے والی نہیں ہے۔ اسی زمانہ میں ڈینیوب کے داہنی کنارے پر ایک شہر نواح تائرنا ("موجودہ ارسوا کے قریب) میں تعمیر کرائی گئی۔

ادھر اسی زمانے میں تاسی توس کی کتاب "جرمانیہ" شائع ہوئی جس سے اہل شہر کو تراجن کے سرحد جرمانیہ کے کاموں سے خاص دلچسپی پیدا ہوگئی۔ کیونکہ اس کتاب میں ان تیوتانی اقوام کے رسم ورواج کا حال جس سے رومیوں کو سابقہ پڑتا تھا، نہایت رنگینی سے بیان کیا گیا تھا۔ مصنف کو ذاتی طور پر اپنے موضوع سے مقامی واقفیت حاصل تھی۔ کیونکہ یا تو وہ جرمانیہ جیش سالار رہا یا ۹۰ء سے ۹۴ء تک بلجیکا کا صوبہ دار رہ چکا تھا۔ یہ وجدانی پیش بینی کہ روعتہ الکبریٰ کو سب سے زیادہ خطرہ جرمانیہ سے ہے اس شغف کا محرک تھا جو اسے جرمن اقوام کے حالات سے پیدا ہوا۔ اس کا قول تھا کہ "جرمنوں کی محض آزادی میں جو سرگرمی ہے وہ اشکانیوں کی بادشاہی میں بھی نہیں"۔ جرمن اقوام اور رومیوں کی جنگ و فتوحات کے گزشتہ واقعات بیان کرکے اس نے یہ پرمعنی فقرہ لکھا ہے "تام دیئو جرمانیہ دین کیتور" یعنی ہنوز جرمانیہ کے فتح کئے جانے کا عمل جاری ہے۔
تاسی توس کی کتاب میں تیوتانیوں کے عام حالات کیساتھ خاص خاص قبائل کا علیحدہ تذکرہ بھی ہے۔ اس وقت سے جبکہ ایکسو بیس برس پہلے سیزر نے ان کو دیکھا تھا۔ جرمنوں کے تمدن میں نمایاں ترقی نظر آتی ہے۔ اب ان کے گروہ

۱۔ یہی مقام تراجن کے نئے جیش سیم "الپیا دیک ترکس" کی چھاؤنی کے لئے منتخب ہوا تھا۔
۲۔ تاسی توس کی کتاب سے جو کچھ اس مقام پر اخذ کیا گیا ہے اس میں ہم نے بہت کچھ بشپ اسٹبس کی کتاب "انگلستان کی آئینی تاریخ" کے باب دوم کی پیروی کی ہے۔

خانہ بدوشوں کی طرح ایک مقام پر اٹھکر نہیں چلے جاتے بلکہ قبیلے کی ہر برادری ایک مستقل بستی میں آباد ہے۔ اور کچھ نہ کچھ قابل کاشت زمین رکھتی ہے۔ اگرچہ ان کا اصلی دھن ابھی تک مواشی ہیں۔ مقامی تنظیم میں وہ اچھی خاصی ترقی کر گئے ہیں۔ زراعت عام ہوگئی ہے۔ اور ہر شخص کا ایک معین مسکن یا گھر ہے۔ شکار کا شوق پہلے سے کم ہوتا جاتا ہے۔ جس کا سبب شاید یہ ہو کہ جنگلی جانوروں میں کمی آگئی تھی۔ بہر حال جرمن جنگجو اب زمانۂ امن میں زیادہ تر شراب وقمار بازی سے اپنا دل بہلاتے ہیں؛

املاک کی تقسیم کا جو رواج پہلے مشترکہ خاندان یا برادری کے واسطے تھا اب ہر آزاد مرد کے واسطے رائج ہوگیا ہے۔ یعنی ہر شخص کو برادری سے افتادہ زمین کا بہت بڑا رقبہ موجود ہونے کی وجہ سے مزروعہ رقبہ بھی ہر سال بدل دیا جاتا ہے۔ اور زمین میں سوائے غلے کے اور کسی جنس کی کھیتی نہیں کیجاتی برادری کے آزاد افراد اگرچہ کسی زمین کی مستقل ملکیت نہیں رکھتی لیکن برادری کی زمین میں ان کے حصہ دار ہونے کا حق مستقل ہے۔ اور اپنے گھر کا وہ بالکل مختار مالک ہے۔ شاملات کی چراگاہ میں بھی وہ بقدر حصہ حقدار ہے؛ یہ سب امور ظاہر کرتے ہیں کہ سیزر اور یوویس توس کے زمانے سے اب تک جرمنوں کے تمدن میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے۔ بایں ہمہ عہد قدیم کے بہت سی خصوصیات ابھی تک موجود ہیں۔ چنانچہ اس وقت تک جرمانیہ میں کوئی شہر نہیں اور لوگوں کے مکانات نہایت بے ترتیبی سے بنے ہوئے ہیں۔ مجموعی طور پر ان کی پارسائی اور مزاج ولباس کی سادگی وہی ہے۔ اور تجارت سے بھی وہ ابتک نا آشنا اور بے پروا ہیں؛

معلوم ہوتا ہے ان میں فرق مراتب کی تین قسمیں تھیں؛

(۱) بعض لوگ دوسروں کی نسبت زیادہ آسودہ حال تھے۔ یعنی زیادہ مویشی کے مالک تھے۔ اور اسی لئے ضرور ہے کہ چراگاہ اور مزروعہ زمین میں ان کا حصہ بھی اوروں سے زیادہ ہو۔ یہ صحیح ہے کہ زمین کے تمام قطعات آپس میں برابر ہوتے تھے۔ گر ممکن ہے کہ ایک شخص ایک سے زیادہ قطعات لے لیتا ہو؛

(۲) دوسرا فرق نسب کا تھا کہ بعض لوگ عالی خاندان؛ کسی بادشاہ بڑے سردار یا دیوتا کی اولاد میں ہوتے۔ اور دوسروں کو یہ خصوصیت حاصل نہ ہوتی۔ لیکن

قیاس غالب یہ ہے کہ نوبیلس (شرفا) اور "ان جنوی" (عوام) کے اس امتیاز سے سیاسی حقوق کی یکسانیت میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ (۳) ان احرار کے علاوہ وہ جو قومی حقوق میں برابر کے حصہ دار تھے اور جس میں شرفا بھی شامل ہیں، ایک گروہ موالی اور "سروی" کا تھا۔ یہ سروی دو قسم کے ہوتے۔ ایک تو وہ غلام جو جوے میں اپنی آزادی کھو بیٹھتے تھے۔ اور نیز شاید وہ لوگ بھی جو لڑائی میں قید کر لئے جاتے تھے اور دوسرے اس قسم کے ادنیٰ مزارعین جیسے روما میں "کولن" ہوتے تھے۔ یہ گروہ سرویوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھا اور غالباً اس میں ملک کے اصلی اور قدیم باشندے شامل تھے جنھیں جرمن قبائل نے زمین پر قابض ہوتے وقت مغلوب کر لیا تھا۔ اس قسم کے سرویوں یا غلاموں کو ہم جرمن کولن کے نام سے یاد کریں گے۔ یہ اپنے علیحدہ گھر کے مالک اور ذاتی طور پر آزاد ہوتے تھے لیکن اپنے آقا یا زمیندار کے ساتھ ان کا تعلق غلامانہ تھا۔ اور وہ اپنے آقا یا زمین کو چھوڑ کر کہیں نہ جا سکتے تھے۔ بلکہ یورپ کے زمانہ وسطیٰ کے سرف کی طرح ایک ہی زمین میں کاشت کرنے کے پابند ہوتے تھے۔ اپنے مالک کو وہ غلہ، مویشی اور کپڑے کی مقررہ مقدار ادا کرتے اور گو ان کی زندگی کچھ بہت پرمشقت و آلام نہ ہوتی تھی۔ لیکن اُن کا مالک چاہے تو بلا خوف مواخذہ اُن کی جان لے سکتا تھا۔ قبیلے کی حکومت خود قبیلے کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ خواہ اس کی صورت شخصی بادشاہی کی ہو یا نہ ہو۔ اور اس کی یہ انتظامی حیثیت لفظ "سوی تاس" سے ظاہر کی جاتی تھی[1] ہر چاندرات اور پندرھویں شب کو قومی پنچائت ہوتی اور معاملات کا انصرام کرتی تھی۔ برادری کے تمام آزاد افراد اس پنچائت میں مسلح ہو کر شرکت کرتے اور بلاتعین مقام جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے تھے۔ پنچائت میں جنگ و صلح کے مسائل طے ہوتے۔ عدالت کے حاکموں کا انتخاب کیا جاتا اور خود پنچائت بھی عدالت کے فرائض انجام دیتی تھی۔ حکام (جنھیں تاسی توس "پرین سی پس" کے نام سے یاد کرتا ہے

[1] تاسی توس لفظ "سوی تاس" کو محض قبیلے کے معنی میں استعمال نہیں کرتا بلکہ اس سے قبیلے کا سیاسی نظام مراد لیتا ہے۔

اپنے ساتھ ایک جماعت رکھنے کے مجاز تھے جسے "کومی تاتوس" کہتے - یہ خالص جرمین آئین تھا - اور یہ جماعت جنگجو افراد پر مشتمل ہوتی جو اپنے سردار سے وابستہ ہوتے تھے - سردار، ان کے اسلحہ کی فراہمی اور ان کی مہمانی کرتا اور وہ لڑائی میں اس کی طرف سے لڑتے - اس کی حفاظت اپنے اوپر لازم سمجھتے - اور اپنے جنگی کارنامے بھی اسی سردار سے منسوب کرتے تھے - ان کا اصلی مشغلہ جنگ و جدال تھا - اور ان کے سردار کی عزت اور شہرت کا انحصار بہت کچھ انھی "رفیقوں" کی تعداد اور جنگی استعداد پر ہوتا تھا - یہ سردار زمانہ امن میں اپنے اپنے علاقے کے اندر خود مختارانہ اپنے فرائض انجام دیتے تھے لیکن جنگ کے وقت ان سب کو کسی ایک سرگروہ کا حکم ماننا پڑتا تھا - جسے مجلس عام منتخب کرتی - جن قبائل میں بادشاہی موجود بھی تھی تو وہ بہت محدود قسم کی تھی - اور سیاسی اقتدار کی بجائے زیادہ تر رسمی اعزاز بادشاہ کے امتیاز کا سبب ہوتا تھا۔

قبیلے کے جنگی لشکر میں سوار و پیادہ دونوں قسم کی فوج ہوتی تھی - سرداروں کے "کومی تاتوس" ملکر رسالہ بنتا تھا - اور پیادہ فوج دو قسم کی ہوتی تھی - یعنی اول تو ہر ضلع ("پاگوس") سو چیدہ "سورما" یا لڑنے والے ایسے بھیجتا تھا جو صف اول میں لڑائی لڑتے تھے - اور پھر ان کے علاوہ عام آزاد مردوں کا گروہ ہوتا جو اپنے اپنے خاندان والوں کے ساتھ صف بستہ کئے جاتے تھے۔

(۹) - ۹۹ء کے آغاز میں تراجن ڈین یوب سے رومہ کو واپس آیا اور وہاں لوگوں نے بغیر تصنع کے بہت تپاک اور گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا - اور وہ تیسری مرتبہ قنصلی کے عہدے پر فائز ہوا - اس نے اپنے عہد کی جو پہلے ہی مجلس اعیان کو لکھکر بھیج چکا تھا، اصالتاً تجدید کی کہ کسی رکن مجلس کو سزائے موت نہ دیگا اور اس حلف کا ہمیشہ لحاظ کرتا رہا - اسے آبائے قوم کی طرف سے "پاتر پاتریای" (ابوالوطن) کا خطاب عطا ہوا - اور فوج خاصہ کے فتنہ انگیزوں کو سزا دے کر اس نے نروا کے آنسوؤں کا بھی انتقام لے لیا - فوج میں وہ اپنے اقتدار پر اس قدر مطمئن تھا کہ سپاہیوں کو ہر نئے بادشاہ کی طرف سے

جو انعام تقسیم ہوتا تھا وہ اس نے مقررہ رقم کا نصف کر دیا۔ اور کسی نے چون تک نہ کی
فوج خاصہ کے ناظم کو خنجر حوالے کرتے وقت جو اس کے تقرر کی علامت تھی تراجن
نے یہ مشہور الفاظ استعمال کئے تھے۔ "اس سے میرے لئے کام لینا جب تک میں
اچھا کام کروں۔ لیکن اگر برائی کروں تو میرے ہی خلاف چلانا"۔ اس کی میانہ روی
نے اعیان کو اس کا دوست بنا دیا۔ اور اس کی بیوی پلوتینہ بھی اسی قسم کے انکسار سے
کام لیتی رہی۔ کہتے ہیں شاہی محل میں داخل ہوتے وقت اس نے مجمع عام کی طرف پلٹ کر
کہا کہ اگر تقدیر نے اس محل سے خارج کرنا چاہا تو جس اطمینان قلب کے ساتھ آج اس محل
میں داخل ہو رہی ہوں، میری آرزو ہے کہ اسی اطمینان کامل کے ساتھ اس کے باہر
چلی آؤں" جب نئے بادشاہ نے ان مخبروں کو سزا دی جنھیں نروا نے چھوڑ دیا تھا
تو عام طور پر لوگ خوش ہوئے۔ ان مجرموں میں سے بعض قتل اور بعض جلا وطن کر دیے گئے

تراجن صرف دو سال روما میں رہا۔ اور پھر قضیہ داکیہ چکانے کے لئے
چلا گیا۔ جسے دومی شیان نے فیصلہ کئے بغیر چھوڑ دیا تھا۔ ان دو سال میں
اس کے نظم ونسق اور وضع قوانین کا کچھ حال اگلے باب میں ہماری نظر سے گزرے گا۔

فصل سوم

پہلی جنگ داکیہ (سنہ ۱۰۱ و سنہ ۱۰۲ء)

(۱۰)۔ والی بلوس شاہ داکیہ سے لڑنے میں تراجن کو سلطنت روما
کے وسیع کرنے کا کوئی خیال نہ تھا۔ اس طرف سلطنت کی قدرتی سرحد دریائے
ڈینیوب تھا جس طرح مشرق میں فرات۔ البتہ تراجن کا منشا یہ تھا کہ رومی سرحد پر
ایک بڑی قوت کو رومیوں کے مقابلے میں طاقتور ہو جانے سے روکے اور
اس غرض کے لئے وہ داکیہ کو مغلوب کر کے روما کا کچھ اسی طرح باج گزار بنا دینا
چاہتا تھا جیسے ارمینہ کی ریاست تھی۔ سچ پوچھیے تو باج گزاری کا اعتراف خود
دکی بالوس دومی شیان کے زمانے میں اسی وقت کر چکا تھا جبکہ دای جیس نے

شہنشاہ کے ہاتھ سے سر پر تاج پہنا۔ لیکن وہ تحائف جو شاہ داکیہ کو خاص خاص اوقات پر بھیجنے کا رومیوں نے وعدہ کر لیا تھا خراج گزاری سے بہت مشابہ تھے۔ اور "دنیا کی ملکہ" روما کو اپنی شان کے خلاف نظر آتے تھے۔ لہٰذا تراجن نے ٹھان لی کہ اس مغرور کا سر نیچا کرے۔ اور داکیہ والے کو بزور شمشیر بتائے کہ اس کا اصلی رتبہ کیا ہے۔

۲۵ مارچ ۱۰۱ئہ کے دن شہنشاہ کی مہم کی سربسبزی کے لئے روما میں قربانیاں کی گئیں اور ممکن ہے کہ اسی دن ورنہ بے شبہ چند ہی روز بعد وہ شہر سے ڈین یوب کی طرف روانہ ہو گیا۔ پانونیہ میں تین اور میزیہ کے پانچ یعنی کل آٹھ جیشوں کے علاوہ جو الی ریکم کے صوبوں میں موجود تھے۔ شہنشاہ نے اکتیسویں جیش "راپاکس" کو بھی جنگ میں حصہ لینے کی غرض سے شمالی جرمانیہ[2] سے طلب کر لیا۔ قیاس کیا گیا ہے کہ کل فوج جسے وہ داکیہ پر لے کر چلا ساٹھ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ جرمانیہ اور موری تانیہ کے سواروں نے اس محاربہ میں نمایاں حصہ لیا۔ اور موری تانیہ والے سردار موسیوس کوئی توس کے ماتحت تھے۔ فوج خاصہ کا ناظم تی بریوس کلودیوس لی ویانوس اور میزیہ کا صوبہ دار لابریوس ماکسی موس سب سے ممتاز سرداران جنگ تھے۔ لیکن تمام جنگی کارروائیاں خود تراجن کے حکم سے ہوتی تھیں۔ ہادریان جس کے نصیب میں آیندہ شہنشاہ ہونا لکھا تھا اور جس نے تراجن کی بھتیجی جولیہ سابینہ بیاہی تھی رفقائے شاہی میں داخل اور شہنشاہ کے ہمرکاب تھا۔

(۱۱) حملہ آور فوج کا مقصود داکیہ کے بڑے شہر سارمی زگی توسا

---

[1] پانونیہ میں سیزدہم جمینا، چہاردہم جمینا اور پانزدہم اپولی ناریس تھے اور میزیہ میں اول "اطالیکا" دوم "ادجوترکیس" چہارم "فلادیا" پنجم "ماکی دونیکا" اور ہفتم "کلودیانا"۔

[2] اس کی بجائے ایک نیا جیش وہاں بھیجا گیا۔ جسے تراجن نے بھرتی کیا۔ اور اس طرح جیش کی کل تعداد تیس کر دی تھی اسی لئے یہ نیا جیش سیم "الپیا" کہلایا۔

نقشهٔ محاربات داکیه بعهد تراجن

کو لینا تھا۔ گمان غالب یہ ہے کہ سابقہ پائے تخت پروتی سم کو جو ملک کے شمال مغربی حصے میں واقع تھا چھوڑکر دکی بالوس نے اول اول اسی سارمی زگی توسا کو اپنا مستقر بنایا تھا۔ کیونکہ پوربیس تاس کا میلان خاطر اگر مغرب کی طرف تھا تو دکی بالوس کی نگاہیں جنوب پر لگی ہوئی تھیں۔ ممکن ہے کہ پانونیہ پر رومیوں کے پوری طرح قابض ہو جانے کی وجہ سے داکیہ میں یہ تبدیلی عمل میں آئی ہو۔ مگر بہر حال دکی بالوس کا انتخاب بہت اچھا تھا اس مقام تک جسے آج کل ہنگری والے ورہلی اور سلافی قومیں گرے دسیتا بائی کے نام سے یاد کرتی ہیں ملک کے ہر حصے سے پہنچنا سہل ہے۔ اور پھر خود اس شہر کی جنگی حفاظت کرنا بھی آسان ہے۔ وادی سنزرگی نے اسے ماری سوس (=ماروس) ندی کے شمالی خطوں سے لا دیا ہے اور ادھر درآہن نامی درے سے اسکار استہ بزترا اور ٹمس ندی کی وادیوں تک پہنچتا ہے جن میں سے پہلی کا قدیم لاطینی نام معلوم نہیں۔ مگر دوسری ندی تبیس کوس کہلاتی تھی ۱؎ اسی طرح یہاں سے ڈینیوب کے شمالی میدانوں تک پہنچنے کے بھی دو راستے تھے ایک تو درۂ ولکن سے گزرتا تھا۔ اور دوسرا قلعۂ سرخ کی گھاٹی سے

الغرض اس شہر پر چڑھائی کرنے کے لئے تین راستے تراجن کے سامنے تھے (۱) وہ ڈینیوب کو ومی ناکیم کے مقام سے عبور کر سکتا تھا جس کے مقابل داکیہ کا حصار لدی رتا واقع تھا۔ لدی رتا سے ایک سڑک شمال میں برسا وا کو عبور کرتی ہوئی وادی تبیس کوس تک آجاتی تھی۔ اور ذرا آگے بلندیوں تک پہنچ کر مشرق میں مڑتی اور اس ندی کے معاون بزترا کی وادی تک یعنی درآہن کے درے تک آجاتی تھی۔ (۲) ڈینیوب کے کنارے اور شمال میں بڑھکر جہاں رومی قلعہ سالیاتیس کے مقابل داکیہ کا مقام تاپرنا واقع تھا ایک سڑک تاپرنا سے اڈمدیم (مہادیہ) یعنی ٹمس اور بزترا کے سنگم تک بنی ہوئی تھی (۳) اور ایک تیسرا راستہ ڈروبٹی سے شروع ہوتا اور وادی الوتوس سے گزرتا ہوا قلعۂ سرخ کی گھاٹی تک پہنچتا تھا۔

۱؎ ۔ دیکھو گذشتہ باب زیر عنوان ۱۳ ۔

۲؎ ۔ یہ اس زمانہ کے شہر ٹورنو سوئی رن کے قریب اگٹا کے سامنے تھا ۔

ان میں سے پہلا راستہ تراجن نے پسند کیا۔ وِمی ناکیم (= کاسٹولاٹس) سے کوچ شروع کرنے میں صریحاً دو فائدے تھے۔ اول تو پانونیہ اور میزیہ سے یکساں فاصلے پر ہونے کی وجہ سے فوجوں کو مجتمع کرنے کے لئے یہ بہت اچھا مرکز تھا۔ دوسرے سنگین حصار و قلاع کی بدولت بڑھنے والی فوج کے عقب میں یہ نہایت مناسب پشت پناہ بن سکتا تھا۔ پھر یہ کہ دوسرے سب مقامات کی بہ نسبت یہ اطالیہ سے قریب تر تھا ؎

فوج کے جمع ہونے کے مقام تک غلہ، شراب، سرکہ اور مختلف سامان لانے کے لئے باربرداری کی کشتیاں سرگرمی سے کام پر لگادی گئی تھیں۔ میزیہ سے آنے والی کشتیوں کو دراہن سے گزرنا پڑتا تھا۔ اور یہاں اُرسوواکے قریب ڈینیوب پہاڑی گھاٹی سے گزرتا ہے جس کی چٹانیں عمق آب سے اُٹھکر اوپر بہت بلند ہوگئی ہیں۔ اس گھاٹی کے سب سے تنگ مقام پر جہاں دریا کی دھار نہایت مشکل سے اپنی گزرگاہ بنا سکی ہے ؎ چٹان پر تراجن کا ایک کتبہ کندہ ہے اور اس میں یہ کارنامہ کہ کس طرح اس نے ان بلند چٹانوں کو کاٹ کر پگ ڈنڈی بنوادی، ثبت ہے۔ مقصود یہ تھا کہ سامان رسد کی کشتیاں کھینچنے والوں کے واسطے راستہ بنادیا جائے ؎

القصہ وِمی نیاکم پر ہی ڈینیوب اترنے کے لئے کشتیوں کا پل تیار کیا گیا۔ اور فوج کو دوسرے کنارے پر اُتار کے تراجن نے مقررہ قربانیوں کی رسم ادا کی۔ حملہ آور برسوویلا اور ایکیسیس کے راستے سے چلے جن میں پہلا ڈینیوب کے کنارے (اور آج کل برساوا کے نام سے موسوم) ہے۔ اور دوسرا اوپر شمال میں ایک اور ندی کے کنارے واقع ہے۔ جب رومی تبیس کوس ندی کے قریب پہنچے تو سوابی قوم کے قبیلے بوری نے ان کے پاس ایلچی بھیجے، یہ لوگ قبائل جازیج کے شمال اور کوادیون کے ہمسائے میں بستے تھے ؎ کہتے ہیں ان کا مراسلہ کسی ترکیب سے ایک بہت بڑی سانپ کی چھتری (ککر متے) پر لکھا ہوا تھا اور اس میں شہنشاہ کو مشورہ دیا گیا تھا کہ اپنے ارادے سے

باز آئے۔ اور داکیوں کے ساتھ صلح کرلے، اس پیام کو بجز اس کے کہ ایک گستاخانہ فعل سمجھا جائے کوئی وقعت نہ دی جاسکتی تھی۔ جنگ میں بوری وکی بالوس کیساتھ ہو کر لڑے۔ اس کوچ میں لشکر گاہ کے استحکام اور جواسیس دہراول کے آگے بھیجنے میں تراجن نے احتیاط کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تھا۔ لیکن غنیم راستہ چھوڑ کر ملک کے اندرونی گوشوں میں ہٹ گیا۔ حتے کہ رومی فوج تبیس کوس کے کنارے شہر تاپائی (یا تاپیا) تک بڑھ آئی جس کی زد میں وادی بزنرا کا راستہ ہے، اس جگہ معلوم ہوا کہ ندی کے پار شجر پوش پہاڑیوں میں داکیہ کے سپاہی نہایت مستحکم مقام پر صف آرا ہیں۔ تیرہ برس پہلے سپہ سالار جولیان کو اسی جگہ فتح عظیم حاصل ہوئی۔ اور تراجن کے حق میں بھی یہ مقام سازگار ثابت ہوا۔ برق و باراں کے طوفان سے جس نے دشمن کی صفوں میں ہلچل ڈالدی، رومیوں کو مدد ملی اور وہ فتحمند ہوئے۔ اس پہلی لڑائی میں غالبًا زیادہ حصہ دونوں طرف کے پیادوں نے لیا۔ اور گو فتح رومیوں کی ہوئی۔ لیکن انھیں شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ قرینہ کہتا ہے کہ اکیسواں جیش "راپاکس" اسی میدان میں بالکل غارت ہوگیا۔ کہتے ہیں زخمیوں کی پٹیوں کے لئے شہنشاہ نے خود اپنے کپڑے دئیے۔ مقتولین جنگ کی ارواح کے نام پر ایک قربان گاہ بنوائی گئی۔ اور سالانہ ان کی نیاز کا دن مقرر رہا۔ تاپائی کے قریب ہی شہر تبیس کم واقع تھا جس پر قبضہ کر کے آگ لگادی گئی۔ اور رومی جیوش بزنرا کی وادی میں آگے بڑھے۔ تھوڑے ہی دن میں وکی بالوس کی طرف سے ایک وفد صلح کی درخواست کرنے حاضر ہوا۔ اس میں تین سوار بے کاٹھی کے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور ان کے پیچھے کچھ پیادے تھے۔ مگر ان میں کوئی بھی اعلے طبقہ کا آدمی نہ تھا۔ (ان کے اعلے طبقے کے لوگوں کو رومی "پیلیاتی" یعنی صاحبان کلاہ کے نام سے یاد کرتے تھے) تراجن نے ایسے وفد کی درخواست سننے سے انکار کردیا۔ لیکن انھی دنوں موسم سرما کے آجانے سے جنگ کو ملتوی کرنا پڑا۔ حالانکہ رومی اس وقت تک وادی بزنرا کا صرف نصف حصہ طے کرنے پائے تھے۔ تراجن سرما گزارنے کے لئے فوج کا بڑا حصہ ساتھ لے کر پانونیہ چلا آیا۔ مگر تمام مقبوضہ قلعوں میں اس نے

بہت کافی فوج متعین کر دی ۔

(۱۳) آئندہ موسم بہار (۱۰۲ئہ) میں تراجن اور اس کے جیوش کشتیوں میں ومی ناکیم تک آئے اور خود شہنشاہ نے سپاہیوں کے ساتھ تپوار چلائی یا نا خدائی کی ومی ناکیم سے وہ گذشتہ سال کے راستے پر چلے ۔ ان کی سب چوکیاں محفوظ تھیں ۔ لیکن اس کوچ میں دشمن کے ساتھ دو آویزشیں ہوئیں ۔ اور دونوں میں رومی فتحیاب ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ داکیہ کے ایک قبیلے نے اطاعت قبول کر لی ۔ اب تراجن پائے تخت کی طرف بڑھا ۔ راستہ دشوار گزار تھا ۔ سپاہی جنگل کاٹ کاٹ کے آگے بڑھتے تھے، اور بیچ میں جا بجا گھاٹیاں اور قلعے ملتے تھے ۔ ادھر جس قدر وہ داکیہ کے وسط سے قریب ہوئے ۔ داکیہ والوں کی مزاحمت تیز و تند ہوتی گئی روح کے ہمیشہ زندہ رہنے کے عقیدے سے ان کی بہادری کو تقویت پہنچی اور جان دینے میں انھوں نے دریغ نہیں کیا ۔ دوسرے سرماشیہ کے سوار تیر انداز بھی ان کی مدد کو آ پہنچے ۔ اور جیسا کہ تراجن کے مینار کی تصویروں میں دکھایا گیا ہے ۔ یہ سوار اور ان کے گھوڑے سے سرتا پا آہن پوش تھے ۔ جنگ کی خونخواری کا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ داکیہ کی عورتیں رومی قیدیوں کے ساتھ شدید اذیت کا برتاؤ کرتی اور جلتی لکڑیوں سے ان کے اعضا جلاتی تھیں ۔ بالآخر تراجن کے حملوں نے وہ آخری قلعہ بھی فتح کر لیا ۔ جو سارمی زگی توسا کے راستے کی حفاظت کرتا تھا ۔ اور ادھر اسکے سپہ سالار لابریوس اکسی موس نے اسی زمانے میں ایک دوسرے شہر کی تسخیر کے ساتھ دکی بالوس کی بہن کو گرفتار کیا ۔ بعض اونچے اونچے پہاڑی قلعے بھی دشمن سے چھین لئے گئے ۔ اور وہ رومی عقاب فتحمندوں کے ہاتھ آگیا جو دومی شیان کے سپہ سالار کورنلیوس فوس کوس نے چھنوا دیا تھا ۔ ان رومی فتوحات کے بعد داکی بلوس نے پھر صلح کی درخواست کی ۔ اور اس مرتبہ اس کے ایلچی بھی "پیلیاتی" تھے ۔ ان کی التجائیں بھی زیادہ عاجزانہ تھیں اور انھوں نے تراجن کے روبرو گھٹنوں کے بل گر کے معافی کی منت سماجت کی ۔ انھوں نے درخواست کی کہ شہنشاہ شاہ داکیہ سے ملاقات پر رضامند ہو جائے ۔ اور بیان کیا کہ دکی بالوس ہر قسم کی

شرطیں ماننے کے لئے تیار ہے۔ لیکن اگر خود شہنشاہ ملاقات نہ کرے تو کم سے کم اپنے نائبین کو بھیجدے۔ چنانچہ تراجن کا دوست یعنی مویس سورا اور ناظم فوج خاصہ لی ویانیوس بھیجے گئے۔ لیکن گفتگو کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اور لڑائی پھر چھڑ گئی۔ رومی فوج اور داکیہ کے پائے تخت کے درمیان ہنوز ایک جنگل حائل تھا۔ مورتانیہ کے ایک رسالے نے لوسیوس کوی توس کی ماتحتی میں دشمن کے چند دستوں پر حملہ کرکے انھیں جنگل کے اندر بھگا دیا۔ لیکن وہاں انھوں نے درختوں کی آڑ لے لی۔ اور ان پر باقاعدہ قلعوں کی مثل یورشیں کرنی پڑیں۔ جب یہ مورچے بھی فتح ہو گئے تو پھر رومیوں کی پوری فوج کے بڑھنے کا راستہ صاف ہو گیا۔ اور جنگل کو طے کرکے وہ دوسری طرف باہر نکلے تو سارمی زگی توسا کا حصار ان کے سامنے تھا۔ مگر داکیہ والوں نے محاصرے کے طویل مصائب کا انتظار نہ کیا۔ بلکہ باہر نکل کر لڑے اور مغلوب ہو گئے۔ پھر اپنے شہر کو تباہی سے بچانے کے لئے دکی بالوس نے ہر قسم کی شرطوں کے آگے جو فاتح تجویز کریں، سر تسلیم جھکا دیا۔ اور اپنے دو سرداروں کے ساتھ رومی شہنشاہ کے حضور میں خود آکر رحم کی التجا کی۔ شرائط صلح میں اس سے تمام جنگی آلات، رومی مفرورین اور نیز ان کاریگروں کو رومیوں کے حوالے کردینے کا مطالبہ کیا گیا جنھیں دومی شیاں نے اس کے پاس بھیجدیا تھا۔ یہ اقرار بھی اس نے کیا کہ اپنے تمام قلعے تڑوا دے گا۔ یا انھیں فتحمندوں کے حوالے کر دے گا؛ مختصر یہ کہ داکیہ سلطنت روما کی ایک باج گزار ریاست بن گئی۔ اور اس کے بادشاہ سے عہد لے لیا گیا۔ کہ بغیر روما کی رضامندی کے وہ کوئی جنگ یا صلح نہ کرے گا!

(۱۴۱) داکیہ کے بعض قلعوں میں اور خاصکر سارمی زگی توسا میں رومی فوج متعین کرکے تراجن اپنے پائے تخت کو واپس پھرا۔ داکیہ کے نائبین اس کے ہمرکاب تھے۔ جنھیں مجلس اعیان میں حاضر ہو کر قبول اطاعت کے سب ضابطے پورے کرنے پڑے اور جب تک مجلس نے شہنشاہ کی مجوزہ شرائط کی تصدیق نہ کردی صلحنامہ مکمل متصور نہ ہوا۔

دوران جنگ میں تراجن کی تین مرتبہ "امپراطور" کے لقب سے سلامی

اتاری گئی۔ پہلی دفعہ تو جنگ تاپائی کے بعد اور پھر دوسرے محاربہ میں دو مرتبہ۔ اب مجلس اعیان کی جانب سے اسے داکیکوس (فاتح داکیہ) کا خطاب ملا۔ اور سال آیندہ کے واسطے وہی قنصل نامزد ہوا۔ غنائم کی مقدار کثیر سے لوگوں میں "کون جیاریوم" (انعام یا کھانا) تقسیم ہوا۔

فصل چہارم

داکیہ کی دوسری جنگ (۱۰۵ئہ و ۱۰۶ئہ)

(۱۵) یہ بات بہت جلد عیاں ہو گئی کہ دکی بالوس ان شرائط کو پورا کرنا نہیں چاہتا جو فاتح نے اس پر جبراً عائد کر دی تھیں۔ اس نے یہ شرطیں محض مہلت حاصل کرنے اور آزادی داکیہ کے لئے دوبارہ جدوجہد کی تیاریاں کرنیکی غرض سے قبول کی تھیں۔ لیکن تقدیر میں اس دوسری کوشش کا نتیجہ یہ لکھا تھا کہ باج گزاری کے ہلکے بوجھ کی بجائے اس کے ملک کی گردن میں رومیوں کی بلا واسطہ حکومت کا گران ترطوق پڑ جائے۔ بہر حال جب تراجن کو معلوم ہوا کہ نیا باج گزار دغا کھیل رہا ہے اور مفسدوں کو اپنے پاس جمع کرنے اور قلعوں کی تعمیر و تجدید، آلات حرب کی بہم رسانی اور ہمسایہ قبائل کے ساتھ مشتبہ رسل و رسائل کرنے میں مصروف ہے تو اس نے دکی بالوس کے کامل استیصال اور داکیہ کو رومی صوبہ بنانے کی ٹھان لی۔ اس کا یہ عزم رومی حکومت کی مسلمہ حکمت عملی کے، جس کا مدعا یہ تھا کہ توسیع سلطنت سے احتراز کیا جائے، خلاف تھا۔ اس میں اغسطس کے تعلیم کردہ اصول سے اسی قسم کا تجاوز تھا جس طرح برطانیہ کے معاملے میں کلودیوس نے کیا، تراجن کے اس فعل کو معترضین نے ناعاقبت اندیشی پر محمول کیا۔ اور یہ الزام لگایا ہے کہ جنگی فتوحات کے شوق میں اس نے سلطنت کے مصالح کو قربان کر دیا۔ گو ہمیں اس معاملے کی تمام جزئیات سے آگہی نہیں ہے۔ اور اسلئے

یہ کہنا احتیاط کے خلاف ہوگا کہ داکیہ کی باج گزار ریاست کا بحال رہنا سلطنت روما کے حق میں اتنا خطرناک نہ ہوتا جتنا کہ داکیہ کو صوبہ بنا لینا۔ اگر تراجن کو دوسری جنگ میں محض حصول ناموری کی ہوس نے اس کام پر آمادہ کیا تو پہلی جنگ میں یہ جذبہ کہاں چلا گیا تھا۔

(۱۶)۔ القصہ ۱۰۵ء میں مجلس اعیان نے اعلان کر دیا کہ دکی بالوس رومیوں کا دشمن ہے اور تراجن مہیز یہ روانہ ہوا کہ سال آئندہ داکیہ پر حملے کی تیاریاں اس کی نگرانی میں ہوں۔ اس مرتبہ اس نے فوج کشی کا دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اور دومی ناکیم کی بجائے اگنیتا سے اپنی فوجیں داکیہ پر بڑھائیں۔ اگنیتا پر اس نے ڈین یوب کا ایک مضبوط سنگی پل تعمیر کرایا۔ جس کی تعمیر اپولودورس دمشقی کے سپرد تھی۔ اور سیلیایوں کی جو اینٹیں نکلی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جیش سیزدہم کے سپاہی اس کام پر لگائے گئے تھے۔ یہ مستحکم پل جو فن تعمیر کی مہارت کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے اس بات کی علامت تھا کہ تراجن داکیہ کے الحاق کا ارادہ کر چکا ہے۔ اس دوسری جنگ کے واسطے فوجیں بھی پہلے کی نسبت زیادہ تعداد میں جمع کی گئیں۔ اور اتی ریکم کے آٹھ جیوش کے علاوہ جرمانیہ کے صوبوں سے چار جیوش اور بلوائے گئے[۲]۔ ادھر دکی بالوس نے اپنی جگہ پر بڑے پیمانے پر جنگ کی تیاریاں کیں۔ اور قلعوں کی تعمیر کا خاص اہتمام کیا چنانچہ معلوم ہوتا ہے اس دوسری جنگ میں قلعوں نے پہلی جنگ کی بہ نسبت زیادہ کام دیا۔ بایں ہمہ شاید وہ خود سمجھتا تھا کہ حملہ آوروں کو روکنے کی اس میں قوت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تراجن کے مہیزیہ میں قیام کے وقت اس نے دو مفرورین کو مقرر کیا کہ شہنشاہ کو زہر دے کے ہلاک کر دیں۔ ان میں سے ایک غدار شبہ پر پکڑا گیا۔ اور جب اسے ایذا دی گئی تو اس نے اپنے دوسرے شریک کا بھی نام

---

[۱] اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تراجن کے پل کی ٹھیک جگہ وہی ہے جسے آجکل ٹورنوسیورین کہتے ہیں۔

[۲] چنانچہ شمالی جرمانیہ سے جیش اول "منروا" دہم "جمینا" اور جنوبی جرمانیہ سے اول "ادجوترکس" اور ریازدہم "کلودیانا" آئے تھے۔

بتا دیا۔ یہ واقعہ داکیہ کے سورا کی سیرت کو داغ لگاتا ہے۔

دروبتی سے داکیہ کے صدر مقام کو جانے کے لئے تراجن کے سامنے دو راہیں تھیں۔ سب سے قریب کا راستہ درۂ ولکن کا تھا۔ لیکن قریب راستے کی تراجن کو تلاش نہ تھی۔ ورنہ وہ پہلے ہی ومی نیاکم اور وادی بزرڈا کی راہ اختیار کرتا جسطرح پہلی جنگ میں ادھر سے گیا تھا۔ پس معلوم ہوتا ہے اس کا اصلی منشا یہ تھا کہ غنیم کے مشرقی داکیہ میں پناہ لینے کا راستہ منقطع کر دے۔ اور اسی غرض سے اس نے قلعۂ سرخ کا دوسرا راستہ اختیار کیا۔ دروبتی سے مشرق کی جانب بڑھکر وہ رود الوتوس کے کنارے پونس الوتی تک پہنچ گیا۔ لیکن ندی کو عبور کرنے کی بجائے اس نے واہین کنارے پر ہی اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔ اس کوچ میں کپی داکی اور جازیجی قبیلوں نے اقرار اطاعت کے پیام بھیجے۔ مگر اس کوچ کے تفصیلی حالات اور یہ کہ کس کس مقام پر داکیہ والوں نے حملہ آوروں کو روکنے کی کوشش کی اور انھیں پائے تخت سارمی زگی توسا تک پہنچنے میں کتنے دن لگے ہمیں صحت کے ساتھ کچھ معلوم نہیں۔ البتہ یہ یقینی ہے کہ قلعہ سرخ کی جان توڑ کے مدافعت کی گئی ہوگی۔ جاں نثاری کی ایک یہ مثال بھی محفوظ رہ گئی ہے کہ تراجن کا ایک عمدہ سردار کاسیوس لونگی نوس ابو لشکرگاہ کا کوتوال تھا کسی طرح فریب سے دکی بالوس کے قبضے میں آگیا اور اس نے لونگی نوس کو قید میں ڈال کر تراجن کے پاس پیام بھیجا کہ میں اس قیدی کو اس وقت تک کہ داکیہ کا تخلیہ اور مصارف جنگ روانہ کردئے جائیں نہ چھوڑوں گا۔ اس مطالبے کا شہنشاہ نے تو کوئی صاف انکاری جواب نہیں دیا کہ مبادا لونگی نوس کی زندگی سے ناامید ہونا پڑے۔ مگر خود قیدی نے زہر کھا کے اپنا کام تمام کرلیا کہ اس کے آقا کو اس ضیق سے نجات مل جائے۔

رومیوں کی پیش قدمی آہستہ مگر کامیاب ہوئی۔ اور بالآخر غالباً سنہ۱۰۶ء میں ادھر مشرق کی طرف سے دکی بالوس کے صدر مقام تک پہنچ گئے۔ اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں ایک جنگ ہوئی جس میں داکیہ والوں نے شکست کھائی۔ اور اب دکی بالوس نے اپنے شہر کو آگ لگوادی۔ داکیہ کے بعض عمائد جنھیں مقابلے میں کامیابی کی کوئی امید نہ رہی تھی اور جو فتحمندوں کے ہاتھ میں زندہ گرفتار ہونا بھی

نہ چاہتے تھے ایک آخری ضیافت میں جمع ہوئے اور زہر کا پیالہ پی گئے۔ عام اہل شہر میں سے اکثر لوگوں نے رومیوں کی اطاعت قبول کرلی۔ دکی بالوس اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ بھاگ کر نکل گیا تھا۔ لیکن رومی سپاہیوں نے تعاقب نہ چھوڑا، اور ایک مرتبہ ان سے لڑائی لڑ کر اس نے تلوار سے اپنا خاتمہ کر دیا۔ اس کا سر تراجن کے پاس لائے۔ اور پھر رومہ بھیج دیا گیا۔ اس کے باقی ماندہ رفیق آخر دم تک مقابلہ کرتے رہے۔ اور جبتک رومیوں نے اس قلعے کو جس میں وہ پناہ گزیں تھے آگ نہ لگا دی وہ مغلوب نہ ہوئے تراجن کی چھٹی مرتبہ "امپراطور" کے لقب سے سلامی اُتاری گئی۔ نئے صوبے کے انتظامات درست کرنیکے بعد تراجن رومہ واپس آیا (اواخر ۱۰۶ء) اور فتح کی خوشی میں وہ جشن منایا جو ۱۲۳ دن ہوتا رہا۔ اس کے تماشوں میں دس ہزار پہلوانوں نے کشتی کی۔ لوگوں میں انعام عام تقسیم ہوا۔ اور شہنشاہ نے اس اعتبار سے کہ سلطنت کی حدود میں توسیع کی تھی، پایۂ تخت کی بیرونی حدود کو بھی وسیع کیا۔


تراجن کا ستون

(۱۷) محاربات داکیہ کی عظیم الشان یادگار تراجن کی وہ لاٹھ ہے جسے مجلس اعیان نے تراجن کے نئے چوک میں تعمیر کرایا اور جہاں وہ اب تک سلامت کھڑی ہے۔ یہ لاٹھ ایک سو فیٹ اونچی ہے اور کسی قدر ابھرے ہوئے نقش و تصاویر تراش کر اس کی زینت بڑھائی ہے۔ تصویروں میں داکیہ کی دونوں جنگوں کے واقعات دکھائے ہیں۔ گویا وہ ان جنگوں کی ایک مصور کتاب ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ

ان میں سے اکثر تصویروں کا کوئی تحریری حال ہمیں نہیں ملتا۔ فتح غالیہ (جولیس سیزر کی مثل) داکیہ فتح کرنے والے قیصر نے بھی فتح کا حال تحریر کیا تھا مگر تراجن کے یہ "تبصرات" محفوظ نہ رہے۔ اور شاید یہ ان شدید ترین نقصانات میں سے ہے جس کی تاریخ کو ہمیشہ نوحہ خوانی کرنی پڑے گی۔ پھر یہ کہ اس کی بجائے ان محاربات کا اور کوئی مفصل حال بھی ہم تک نہیں پہنچا۔ اور لے دے کے صرف ایک تشنہ خلاصہ باقی رہ گیا[1]۔ نظر برایں تراجن کا منارہ ہمارے لئے بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے اور اس کی صاف و صحیح تصاویر سے جن کے معنی خاصی طرح سمجھ میں آگئے ہیں اس ناقص تحریر کی جو ہم تک پہنچی، بہت سی ضروری جزئیات کا اضافہ کرنا ممکن ہے جیسطرح بایو کی سوزن کاری سے مورخ کو نارمنوں کی۔ فتح انگلستان کا قصہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ بالکل اسی طرح تراجن کی لاٹھ اُسے رومیوں کی فتح داکیہ کے واقعات سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ لڑائی کے سنین و مقامات کا اجن کے متعلق ہم بالکل تاریکی میں ہیں، ان تصویروں سے پتہ نہیں چلتا اور نہ ان میں لڑائی کے تمام واقعات دکھائے گئے ہیں۔ کیونکہ تصویریں صرف اُن موقعوں کی ہیں جن میں تراجن کا بذات خاص کوئی حصہ تھا۔ پھر بھی اگر صحیح معنی میں تاریخی نہیں تو اقوامی حالات کے متعلق یہ تصویریں بیش قیمت معلومات بہم پہنچا سکتی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈھیلے پاجامے اور دراز آستین و کلے ہیں داڑھی اور لمبے بالوں والے داکیہ کے جنگجو کس شان کے ہوتے تھے۔ ہم انھیں اژدر کے سائے میں جو داکیہ کا علم تھا تیغ آزمائی کرتے دیکھتے ہیں۔ سرماشیہ کے تیرانداز گھوڑوں پہ سوار سر سے پاؤں تک لباس آہن میں غرق نظر آتے ہیں۔ فوج کشی کے مختلف واقعات نیز لڑائیاں اور محاصرے ہمارے سامنے سے گزرتے ہیں۔ ہم رومی سپاہ کو اپنے علم بردار کے پیچھے پیچھے ڈینیوب کا پل اترتے دیکھتے ہیں۔ جب کہ دریا کا دیوتا دانیوب بستر آب سے اٹھتا ہے کہ ان کا بچشم خود معائنہ کرے۔ پھر ہمیں پڑاؤ کے سامنے شہنشاہ قربانیاں کرتا نظر آتا ہے۔ اسی طرح درختوں کے

---

[1] ۔یعنی دیون کاسیوس کی کتاب کا ملخص مرتبہ زفی لین۔

کاٹ کاٹ کر گرانے، لشکر گاہوں کی تیاری، پل بنانے اور شہنشاہ کے سپاہیوں سے تقریر کرنے کے سب مرقعے لاٹھ پر منقوش ہیں۔ کہیں داکیہ کے جاسوس تراجن کے حضور میں بالوں سے پکڑ کر گھسیٹے جا رہے ہیں، کہیں رومی سپاہی مقتول دشمنوں کے خون آلود سر شہنشاہ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اور کسی جگہ داکیہ والے اپنے زخمیوں کو کسی جنگل میں لے جاتے نظر آتے ہیں۔ جھیل میں تختوں پر مکان بنا کے بستی بسائی ہے۔ اس میں ہم آگ لگتے اور عورتوں بچوں کو رحم کی التجا کرتے دیکھتے ہیں۔ ان جنگلوں کے مکانات گول اور ان کی چھتیں مخروطی ہیں۔ ایک جگہ بہادر سپاہیوں کو انعامات تقسیم ہو رہے ہیں۔ دوسری جگہ ان اذیتوں کی تصویر ہے جو داکیہ کی عورتیں رومی اسیروں کو دیا کرتی تھیں۔ دوسری جگہ کے تراشیدہ نقوش میں دکی بالوس کے دار الملک اس کے محل اور غالباً زال موکسیس کے مندر کا ایک منظر دکھایا ہے۔ ایک مرقع میں داکیہ کے اعیان حلقہ باندھے بیٹھے ہیں۔ سامنے شہر کو آگ لگ رہی ہے۔ اور ادھر یہ لوگ زہر کا قدح چڑھا رہے ہیں۔ آخر میں دکی بالوس کا بریدہ سر ہم ایک کشتی میں تراجن کے روبرو پیش ہوتا دیکھتے ہیں۔ یہ سب نقش و نگار ایک پٹی میں تراشے ہیں۔ جو منارے کے گرداگرد چڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور لاٹھ کی چوٹی پر خود فاتح بادشاہ کا عظیم الجثہ بت نصب کیا ہے۔

فصل پنجم

داکیہ کا نظم و نسق

(۱۸) اس اہم خصوصیت میں داکیہ اور سلطنت کے دوسرے صوبوں میں فرق تھا کہ یہ نیا صوبہ تین طرف سے غیر رومی علاقے سے گھرا ہوا تھا اور گویا تمدن کے ایک جزیرہ نما کی مثل وحشی اقوام کے سمندر میں آگے کو نکل آیا تھا۔ ڈین یوب اور تھیس کے بیچ کی زمین جازیج قبائل کے لئے چھوٹی رہی۔ اور کبھی سلطنت روما کا جزو نہ بنی۔ اسی لئے داکیہ کا کبھی پانونیہ سے اتصال نہ ہوا۔ غرض سچ یہ ہے کہ

ڈینیوب کی قدرتی سرحد کے پار واکیہ ایک غیر طبعی سی چیز معلوم ہوتا تھا۔ عام طور پر تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس پر تراجن کا قبضہ کرنا سخت غلطی تھی لیکن عجب نہیں کہ اصلی غلطی یہ ہو کہ وہ اس سے آگے نہیں بڑھا۔ چنانچہ بلاشبہ جازیجیہ کا الحاق نہایت موقع کی بات ہوتی۔ تاکہ رائن سے پرتھ اور نیسٹر تک ایک مسلسل سرحد کا تکملہ ہو جائے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ داکیہ کا صوبہ دریائے پرتھ تک پھیلا ہوا نہ تھا اس میں اس زمانے کا ٹرانسلوانیہ، بنات اور غربی ولاشیہ داخل تھے۔ مشرقی ولاشیہ اور مولداویہ میں بھی رومی تمدن کی کوئی یادگار نہیں ملتی اور ہرچند یہ رومیوں کے حلقۂ اقتدار میں داخل ہوں، انھیں صوبہ کا جزو سمجھنا مشکل ہے۔ قلعوں کے کھنڈر پرتھ اور نیسٹر کے درمیان اس زمانے کے صوبے بیسارابیہ میں بھی ملے ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ داکیہ کا رومی صوبہ یہاں تک پھیلا ہوا تھا۔

داکیہ کی آبادی کو رومی محاربات نے کم کر دیا تھا اور جو رہے سہے باشندے تھے ان میں سے اکثر کو تراجن نے غالبًا الوتوس کے پار مشرقی حصے میں جبرًا اٹھوا دیا، لاٹھ کی تصویروں میں ایک منظر ان خانہ بربادوں کے اپنے گھروں سے نکلنے کا بھی دکھایا گیا ہے۔ ٹرانسلوانیہ میں معدودے چند کو رہنے کی اجازت دی گئی تھی، مگر ان کا اپنی قوم سے قطع تعلق ہو گیا۔ اور وہ بتدریج نابود ہو گئے۔ ملک کو از سر نو رومی سلطنت کے تمام حصوں کے باشندوں سے آباد کیا گیا۔ خاصکر ایشیائے کوچک کے آبادکاروں سے۔ اور نتیجہ ان کارروائیوں کا یہ ہوا کہ داکیہ میں پھر کوئی قومیت باقی نہ رہی۔ اس کے شمالی اضلاع میں ولماشیوں کو لاکے آباد کیا گیا تھا جو کانکنی کے فن میں طاق تھے۔ کہ داکیہ کی بیش قیمت معادن طلا پر کام کریں۔ داکیہ کے فتح کرنے میں غالبًا ایک معقول وجہ تحریک ان معادن کا موجود ہونا بھی تھا۔ چنانچہ ان معادن کی بدولت داکیہ نہ صرف اپنے مصارف کا کفیل بلکہ خزانۂ شاہی میں توفیر کا ایک ذریعہ بن گیا۔ صوبہ کی حکومت ایک جنگی صوبہ دار یا جیش سالار کے تفویض ہوئی۔ اور پہلے حاکم ترین تیوس اسکوریانوس کا زمانہ اس لئے یادگار ہے کہ اس نے الپیہ تراجنہ کے نئے نام سے سارمی زگی توسا میں رومیوں کی نوآبادی بسائی۔ لیکن دکی بالوس کے پائے تخت سے بھی بڑھکر شہرت اپولم

(= کارلز برگ) نے پائی جو بڑھکر شمال میں واقع اور صوبے کے تمام بڑے راستوں کا مرکزی مقام تھا۔ ان دونوں کے علاوہ اناپو کا اور رتابئر نا کو بھی حقوق اطالوی عطا ہوئے، ان میں سے پہلا قصبہ شمال میں اور دوسرا ڈین یوب کے کنارے آباد تھا۔

(۱۹) قرینہ کہتا ہے کہ تراجن نے نئے صوبے کی حفاظت کے لئے دو جیش[۱] مقرر کئے تھے۔ لیکن میزیہ اور پانونیہ کے پورے آٹھ جیش مختلف مقامات پر تعینات کر دئے گئے۔ حالانکہ سابق میں کبھی اتنی فوج ان صوبوں میں نہیں رکھی گئی۔گویا محاربات داکیہ کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کا جنگی مرکز ثقل رہائن سے ہٹ کر ڈین یوب کے کنارے آگیا۔ جرمانیہ سے جو جیوش شریک جنگ ہوئے تھے وہ (سوا سے "اول منروا" کے) واپس نہیں بھیجے گئے۔ بلکہ انھیں الی ریکم کے صوبوں میں بانٹ دیا گیا۔ ان صوبوں کے ملکی انتظامات میں بھی تراجن نے تبدیلی کی۔ اور جسطرح دومی شان نے میزیہ کی تقسیم کر دی تھی۔ اس نے پانونیہ کو توڑ کر بالائی اور زیریں دو صوبوں میں منقسم کر دیا۔ جن میں ہر ایک پر علیحدہ جیش سالار مقرر ہونے لگے۔ زیریں پانونیہ میں اس نے اکوینکم پر ایک چھاؤنی قائم کی جو تھیس اور ڈین یوب کے اتصال کے قریب واقع تھا۔ تاکہ قبائل جازیج پر نگاہ رکھی جائے۔ اس تنظیم جدید کے سلسلے میں بعض نئی بستیاں آباد ہوئیں۔ جیسے مارکیانو پولیس جو تراجن کی بہن مارکیانہ کے نام سے موسوم ہوا۔ اور نیکو پولیس لب ڈین یوب بعض پرانے قصبوں کی توسیع و تجدید عمل میں آئی جن میں پانونیہ کا پیٹو و یو، رات رار یا (قریب وڈین)، سرویکا (= سوفیا) اور اسکوس بطور مثال پیش کئے جا سکتے ہیں۔ پھر مشرقی میزیہ کی چھاونیاں نووہ اور دروس تورم (= سلسٹریا) کے مقامات پر قائم کی گئیں۔ معلوم ہوتا ہے دبروجہ کا ضلع جو ڈین یوب کے دہانے پر واقع ہے تراجن نے صوبے سے خارج رکھا اور اس کے جانشین کے زمانے میں صوبے میں لیا گیا۔ دروس تورم کے آگے دریائے ڈین یوب سے مشرق میں تومی کے

---

[۱] ممکن ہے کہ صحیح تعداد تین ہو۔ یہ تو یقینی ہے کہ ایک جیش ("سیزدہم جمینا") اپو لہ میں متعین تھا؛

قریب سمندر تک سنگین نگرگلی چنائی کی تہری فصیل کے کھنڈر دریافت ہوئے ہیں، اور اس بات کے ماننے کے وجوہ ہیں کہ یہ حصار بندی تراجن کی تعمیر کردہ ہے ۱۔

۲۰) فتح داکیہ کا ایک سب سے نمایاں نتیجہ یہ ہوا کہ اہل تھریس کی بے چین طبائع کو اپنے شمالی اور آزاد ہمقوموں سے جو اشتعال ملتی تھی وہ موقوف ہو گئی، اور اس لئے بغاوت و سرکشی کی جو آرزو ان کے دل میں تھی اس کا خون ہو گیا۔ یوں بھی تراجن نے تھریس کو میزیہ کے ماتحت محض ایک نظامت بنا دیا جہاں پروکیوراتور د= عامل) بھیجے جانے لگے۔ اور خود میزیہ ایک جلیش سالاری اول درجے کا صوبہ بن گیا۔

فصل ششم۔ صوبۂ عرب (شمالی)

۲۱) جس وقت کہ شہنشاہ داکیہ کی ریاست کو باج گزار بنا نیکے بعد پھر اس پر کامل تسلط جما رہا تھا، شام کے صوبہ دار کورنلیوس پالما نے نبطیوں کی قدیم نیز باج گزار ریاست کو بھی براہ راست سلطنت میں شامل کر لیا۔ واضح رہے کہ نبط کے رئیس مالکوس نے جنگ یہودیہ میں وس پاژیان کو مدد دی تھی۔ لیکن اس کا جانشین بیٹا دابل اس خاندان کا آخری رئیس ثابت ہوا۔ انتزاع ریاست کا اصلی سبب رومیوں کی تجارتی مصالح تھیں۔ اور یہ محض ایک انتظامی انقلاب تھا کہ حکومت مقامی رئیس کی بجائے براہ راست رومیوں کے ہاتھ میں آگئی۔ یا ایں ہمہ وہاں کی عرب آبادی نے بغیر مزاحمت اس تبدیلی کو قبول نہ کیا۔ اور اسی لئے پالما فاتحین عرب میں شمار کیا گیا پھر بھی شمالی عرب کے بعض بعید اضلاع جن پر رئیس نبط کا قبضہ تھا، رومیوں کو چھوڑ دینے پڑے۔ البتہ وہاں کے شہر دمشق کو صوبۂ شام میں داخل کر لیا گیا۔ اور باقی علاقہ مستقل شاہی صوبے کی

۱۔ غالباً یہ واقعہ کچھ کم قابل لحاظ نہیں ہے کہ مارتیال نے دومی شیان کی جنگ سرماشیہ کے ضمن میں تھریس کی ایک قوم اڈریسیون کا بھی ذکر کیا ہے (باب ہفتم صفحہ ۸)

صورت میں ایک حبشی سالار کے حوالے کر دیا۔ جس کے جنگی جیش کا مستقر بوسطرا تھا۔ یہاں کے مشہور شہر بطرا کے نام پر جس کا حال ساتویں باب میں (زیرعنوان عـ۸) ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ اس پورے صوبے کو اکثر "عرب بطرا" (Arabia Petrea) کہتے تھے۔ اس کی حفاظت کے لئے ہر طرف فوجی چوکیاں قائم کر دی گئی تھیں اور رامیسرا سے دمشق تک پورے راستے کا تحفظ کرنے کے لئے قلعوں کا ایک سلسلہ بنوا دیا گیا تھا۔ براہ راست رومیوں کے تحت میں آنے سے' جن کی جنگی قوت امن وامان کی ضامن تھی' ان علاقوں میں یونانی تمدن کا قدم پہنچنے لگا جو صحرائے عرب کے کنارے پر واقع تھے۔ اس سے پہلے یہودیت کے مقابلے میں یونانیت کی دال گلنے نہ پائی تھی۔ لیکن تراجن کے جدید آئین وقوانین نے اس کی کایا پلٹ کر دی۔ چنانچہ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ عہد تراجن سے قبل کی کوئی یونانی یادگار نبط کی حدود سے دستیاب نہیں ہوئی۔ حالانکہ تراجن کے بعد کا ایک کتابہ بھی دیسی زبان میں لکھا ہوا نہیں ملتا' شہر بوسطرا کی تجارتی اہمیت ہی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ وہ یہاں کے رومی صوبے کا صدر مقام قرار پایا۔ اور "تراجن کا نیا بوسطرا" کہلانے لگا۔ اسی زمانے سے اس شہر کے عمدہ محل وقوع نے اسے صحرائے شام' عرب کے بلند علاقے اور ملک ایران کے تجارتی مال کی بہت بڑی منڈی بنا دیا۔ رومی حکومت میں اس علاقے کے اندر بڑی سرعت سے نئے مکانات تعمیر ہوئے جس تناسب کے ساتھ نئی بستیاں آباد ہوئیں اور نئے قصور ومنادر تماشا گاہیں' حمام' حوض اور کمانیں ان کی زینت بڑھاتے تھے۔ عمارتی لکڑی کی نامیسری سے یہاں فن عمارت میں بعض خصوصیات پیدا ہو گئی تھیں۔ جن میں پتھر کی محرابدار لداؤ کے گنبد خاص طور پر نمایاں تھے۔ اور ان کی بدولت شہنشاہی عہد کی یونانی عمارتوں میں یہاں کی عمارات کو ایک خاص منزلت حاصل ہو گئی تھی۔

(۲۲) نبط کے الحاق سے چند سال پہلے ایک اور باج گزار ریاست کا خاتمہ ہوا۔ یعنی سنہ ۱۰۰ء میں اگرپیا ثانی کی وفات پر ہیرود کے ملک کا باقی ساقی علاقہ بھی صوبۂ شام سے ملحق کر لیا گیا۔ اس الحاق

اور نیز بعد میں دمشق کے شامل ہو جانے سے صوبہ شام کو انتہائی وسعت حاصل ہو گئی - اور چونکہ یہودیہ کا چھوٹا صوبہ بھی شام کے جنگی صوبہ دار کے زیر نگرانی ہوتا تھا لہٰذا شام کے جیش سالار کا دائرہ اقتدار نہایت وسیع ہو گیا -



باب بست وچہارم

عہد تراجن (تتمہ) اس کا نظم ونسق اور مشرقی فتوحات

(۱)۔ تراجن کے اوصاف ذاتی۔ خطاب "اوپ تیموس" مجلس اعیان کے ساتھ اس کے تعلقات (۲) شخصی اقتدار کی ترقی (۳) عدالت مالیات۔ عام انعامات (۴) غلامی (۵) اطالیہ کا نظم ونسق۔ زراعت، (۶) سڑکیں۔ حوض اور چوک (یعنی عام عدالت گاہیں) (۷) صوبوں کا نظم ونسق تبھی نیہ۔ (۸) پلینی اور تراجن کی مکاتبت (۹) تبھی نیہ میں دین مسیحی کا امتناع پلینی کا خط اور تراجن کا جواب۔ (۱۰) تراجن مسئلہ ارمینہ کا نیا حل سوچتا ہے، (۱۱) اس کا ورود مشرق میں اور جنگی تیاریاں۔ پارتھوماسریس ارمینہ کا الحاق سلطنت روما سے (۱۲) عراق عرب اور نیز (۱۳) حدیاب پر رومی تسلط۔ مدائن پر فوج کشی اور تسخیر۔ "پارتھیہ کا پتا" (۱۴) تراجن کا دجلہ اترنا۔ ایک بغاوت کی وجہ سے اس کے آیندہ منصوبوں میں رکاوٹ (۱۵) پارتھیہ کی باج گزاری۔ تراجن کی معاودت ملک شام کو (۱۶) یہودیوں کی بغاوت (۱۷) تراجن کی وفات (۱۱۷ء) (۱۸) اس کی مشرقی حکمت عملی پر تبصرہ۔

فصل اول

تراجن کا نظم و نسق رومہ اور اطالیہ مین

(۱) تراجن رومہ کے سب سے بڑے بادشاہون میں شمار ہوتا ہے، لیکن وہ ان سب سے الگ ہے۔ اس کی حوصلہ مندی نے کشور ستانی کا نیا طرز عمل اختیار کیا تھا۔ مگر اس کے اخلاف اس راستے پر نہ چلے جس کی تراجن نے سنگ اندازی کردی تھی۔ پس تراجن کی جدت رائگان ثابت ہوئی۔ اور آنے والے زمانے پر وہ کوئی اثر نہ ڈال سکا۔ صوبۂ داکیہ کا الحاق تراجن کا وہ کام ہے جو فی الجملہ دیرپا رہا۔ لیکن دو صدیاں نہ گزری تھیں کہ اس کا تعلق بھی رومۃ الکبریٰ سے منقطع ہوگیا۔ اصل یہ ہے کہ تراجن کے مزاج میں سپاہ گری کا عنصر سب پر غالب تھا۔ اور اسکی کشورکشا یانہ حکمت عملی کا بڑا سبب یہی واقعہ ہے۔ ان جنگی مہمات میں جن کا اس نے بیڑا اٹھایا کامیابی نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ مگر ان محاربات کی جو اطلاعین ہم تک پہنچی ہیں وہ ایسی ناکافی ہیں کہ ہم اس کی حربی ہنرمندی کے متعلق کوئی رائے نہیں لگا سکتے۔ شخصی اعتبار سے تراجن صحیح و قوی جسم و دماغ کا آدمی تھا۔ اس کی فہم روشن لیکن سراسر عملی قسم کی تھی۔ اور ادبیات کا وہ کوئی ذوق نہ رکھتا تھا۔ اسے مسرت انگیز مشغلون سے نفرت نہ تھی۔ مگر ان میں اس درجہ شغف رکھنے سے پرہیز رکھتا تھا کہ وہ دوسرون کے لئے موجب زحمت بن جائیں۔ اس کا عام برتاؤ پسندیدہ اور دل خوش کن تھا اور سپاہیوں میں وہ یارون کا یار بنکر رہتا تھا۔ اس کا سب سے بڑا عیب خودنمائی کو سمجھنا چاہئے۔ کہ شہروں کو اپنے یا اپنے خاندان والوں کے نام پر آباد کرنے کا بہت شوقین تھا۔ اور اغسطسہ کا لقب اس نے نہ صرف اپنی بیوی پلوتینہ بلکہ بہن مارکیانہ اور بیٹی مالی دیہ تک کو دلوادیا تھا۔

تراجن کی صورت بہت باوجاہت و بارعب تھی۔ وہ کشیدہ قامت اور متناسب اعضا رکھتا تھا۔ ناک ستوان پیشانی چوڑی اور جھکی ہوئی تھی۔ بال سیدھے

اور موٹے تھے۔ وہ پہلا بادشاہ ہے جسے اوصاف ذاتی کے اظہار کے لئے خطاب ملا۔ یعنی سنہ ۱۱۴ء[1] میں مجلس اعیان نے اسے "اوپ تی موس" (= قوی) کا لقب عنایت کیا۔ اگرچہ اسے اپنے سرکاری القاب میں اس نے کچھ عرصے بعد (سنہ ۱۱۴ء میں) داخل کیا۔
ارکان مجلس کے ساتھ اپنے طرز ملاقات اور گفتگو میں تراجن اعتدال کا خاص طور پر لحاظ رکھتا۔ اور اس بات کا پورا اہتمام کرتا تھا کہ مجلس کی مصنوعی آزادی میں فرق نہ آئے۔ اور اس کی ظاہری شان وہی رہے جو عہد جمہوریت میں تھی۔ وہ دومیشیان کی مثل سرکار و خداوند نعمت نہ بنا۔ بلکہ محض صدر رہنے پر قانع رہا۔ چنانچہ پلینی نے اس سے کہا تھا کہ "تم کہتے ہو کہ ہم آزاد ہو جائیں۔ ہم اس کی تعمیل کریں گے"[2]۔ اہل مجلس کو سزائے موت نہ دینے کا جو عہد اس نے کیا تھا اس پر سچائی سے قائم رہا۔ ایک مرتبہ اسے خفیہ طور پر اطلاع ملی کہ اس کا دوست لکی نیوس سورا اسے مارنے کی سازش کر رہا ہے۔ اس نے سورا ہی کے حکیم کو اپنی آنکھیں دھونے اور اسی کے حجام کو حجامت بنانے کے واسطے بلوایا۔ اور دوسرے دن کہنے لگا کہ اگر میرا دوست میری جان لینے کی فکر میں ہوتا تو کل اس کام کو عمل میں لانے کا بہت اچھا موقع تھا۔ کال پورنیوس کراسوس کی نروا نے جرم بخشی کر دی تھی۔ اب اس نے پھر تراجن کے خلاف سازش کی۔ اور سزائے موت پائی۔ لیکن یہ سزا بادشاہ نے نہیں دی۔ بلکہ اسی کے ہم مرتبہ اعیان کی طرف سے ملی۔
لیکن گو تراجن نے اعیان کے ظاہری حفظ مراتب اور نمایشی مراسم کی پابندی سے مخالفوں کا منہ بند کر دیا۔ اور تحسین و آفرین کا مستحق بن گیا۔ تاہم اس نے مجلس کے ہاتھ میں حقیقی اختیار دینے سے ہمیشہ احتراز کیا۔ یعنی شخصی بادشاہی کی اصلی قوت اس نے اپنے پاس رکھی۔ البتہ دیکھنے میں بادشاہ اور اعیان میں مساوات قائم کر دی کہ شخصیت لوگوں کو ناگوار نہ گزرے۔ جمہوریت پسندی کے جذبات ظاہر کرنے پر اسے کوئی اعتراض نہ ہوا۔ اور اس نے تھراسیا اور ہلوی دیوس کے متبعین کو

---

[1] ممکن ہے کہ یہ خطاب اس سے پہلے ملا ہو۔ باقی یہ تو یقینی ہے کہ یہ ستمبر سنہ ۱۱۴ء سے پہلے کا واقعہ ہے۔
[2] پلائن جریک (کتاب المدح) صفحہ ۵۶۔

بروتوس و کاسیوس کی پرستاری سے بالکل نہ روکا جس سے کسی ضرر کا اندیشہ نہ تھا
ان سب باتوں کے باوجود جاننے والے (جیسے پلینی) جانتے تھے کہ وہ ایک مطلق العنان
شخص کے ماتحت ہیں گو انھیں تسلیم تھا کہ وہ قوم کی بھلائی کے کام کرتا ہے۔

(۲) الغرض تراجن کی حکمت عملی وس پاثریان سے ملتی جلتی تھی۔ کچھ فرق
تھا تو یہ کہ تراجن زیادہ خلیق و بردبار تھا۔ پھر بھی اس نے شخصی بادشاہی کے آئین کو
کم سے کم دو طرح ترقی دی (۱) اس نے دومی شیان کی مثل احتساب کے دوامی اختیارات
تو اپنے ہاتھ میں نہ لیئے مگر اس سے بھی بڑھکر آئین کی خلاف ورزی یہ کی کہ بغیر محتسب
بنے نئے اشخاص کو طبقۂ امرأ میں داخل کر دیا۔ اور اس کے معنی یہ تھے کہ گویا احتساب
کے اختیارات کو وہ بادشاہی حقوق کا ایک جزو سمجھتا ہے (۲) اطالیہ کے قصبات
شاہی صوبوں کے آزاد بلاد اور نیز ان شہروں پر جن کا انتظام مجلس اعیان سے
تعلق رکھتا تھا' اس نے بادشاہی نگرانی قائم کر دی۔ آبادیوں کی یہ تینوں قسمیں ابتک بادشاہ کی مداخلت
سے آزاد تھیں لہذا ان نوآبادیوں پر نگرانی رکھنے کی غرض سے ایک بادشاہی عہدہ دار کا تقرر جو اقتدار
شاہی میں مزید وسعت کی ابتدا تھی۔ یہ عہدہ دار "کیورا تور ریپب لیکہ" (مہتمم جمہوریت) کے نام سے
موسوم ہوتے۔ اور طبقۂ متوسط یا اعیان سے لیئے جاتے تھے۔ نیز ان کا انتخاب
کسی قریب کی ہمسایہ بستی سے ہوتا تھا۔ اور بلدی انتظامات خاصکر سرکاری عمارات
نیز قصبے کی جمعبندی اس مہتمم کی نگرانی میں رہتی تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اکثر مقامات
خاصکر مجلسی صوبوں میں مالی معاملات کی حالت بہت ابتر تھی۔ اور حکومت کا اس میں
دخل دینا فائدے سے خالی نہ تھا۔ لیکن اس کارروائی کا یہ سیاسی اثر بھی لابد تھا کہ
ایکطرف تو بادشاہی اقتدار کا دائرہ زیادہ وسیع ہو جائے اور دوسری طرف
سلطنت کی مختلف بستیوں میں جو باہمی فرق مراتب تھا وہ باقی نہ رہے۔ پھر یہ کہ
اطالیہ میں تو شہنشاہ کی مداخلت کا نتیجہ یہ تھا کہ اس وطن آبائی کا مرتبہ گھٹ کر عام

ﻋﻠﮯ۔ شہری آبادیوں کے لئے تو عہدے کا نام یہ تھا۔ لیکن اضلاع یا صوبوں میں اس قسم کے
نگرانکار کو بالعموم "مصلح" کے نام سے یاد کرتے تھے۔

مقبوضات جیسارہ جائے اور آزاد شہروں کے معاملات میں بادشاہی عہدہ داروں کی "اصلاحِ حکومت کے لئے" دخل اندازی سے یقیناً ان کے امتیازات کی وقعت نظر سے گر گئی

(۳) امور متذکرہ کے علاوہ تراجن کا طرزِ عمل داخلی اور دیوانی معاملات میں کوئی امتیازی خصوصیت نہیں رکھتا۔ ظاہرا وہ کسی عام اصول کا پابند نہ تھا بلکہ ہر معاملے کا جو اس کے سامنے آتا اسی کی نوعیت کے اعتبار سے فیصلہ کرتا تھا۔ اور اس کے نئے قوانین وضوابط سے قانون کے خاص خاص شعبوں میں بہت سے مفید نتائج حاصل ہوئے۔ کلودیوس کی طرح وہ رومہ کی کچہریوں میں خود بیٹھکر عدالت کرتا اور دربار شاہی میں جو مرافعے لئے جاتے تھے ان کا فیصلہ خود ہی کیا کرتا تھا۔ یہ خیال جس سے اس کے عدل ورواداری کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے منسوب کرتے ہیں کہ ایک مجرم کا بے سزا پائے بچ جانا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ ایک بے گناہ سزا پا جائے۔

خزانے کا انتظام بھی تراجن نے بظاہر بہت سلیقہ مندی اور کامیابی سے کیا۔ کیونکہ ممارات وعمارات کے صرف کثیر کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ رعایا پر کسی نئے محصول کا بار ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ برعکس اس کے ترکے کے جو سرکاری جنوب مقرر تھے بعض حالتوں میں وہ لینے موقوف کر دئے گئے۔ تراجن نے سرکاری مداخل ومصارف کا موازنہ بھی شایع کیا۔ اور اس میں خرچ کی مدات کو مفصل دکھایا۔ لوگوں نے اس کام کو عام طور پر پسند کیا۔ (علاوہ ازیں اس میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ شاہان سابق کے مقابلے میں اپنے نظم ونسق کی خوبیاں عیاں ہو جائیں) مالی مقدمات کے واسطے اس نے ایک خاص عدالت بھی قائم کر دی۔ مالیات میں تراجن کی کامیابی کا ایک سبب درباری مصارف میں سخت کفایت شعاری تھی۔ لیکن اسی کے ساتھ بڑا اور اندرونی سبب الگزاری کی وہ معتدبہ بیشی ہے جو صوبۂ داکیہ اور وہاں کی معاون سے حاصل ہوئی۔ اس کے عہد کی ایک خصوصیت پر سخت اعتراض ہوئے ہیں۔ اور وہ یہ تھی کہ گو لوگوں میں تقسیم انعام کا طریقہ اس نے پہلے بادشاہوں سے لیا۔ لیکن انعام کی رقم حد سے زیادہ بڑھا دی۔

اس کا پہلا کون جیاریوم (۹۹ئہ میں) غالباً نروا کے زمانے سے (یعنی ۵، دیناریای یا ۱/۲ ۲ پونڈ فیکس سے) کچھ زیادہ نہ تھا۔ لیکن واکیہ کی پہلی اور دوسری جنگ کے بعد جو انعامات تقسیم ہوئے ان میں ہر مرتبہ اس رقم کی مقدار ۶۵۰ دیناریای فی کس تھی۔ اس طرح اس نے مسرفانہ خیرات کی ایک ایسی مثال قائم کر دی جو اس کے جانشینوں کے لئے ایک تکلیف دہ امر بن گئی۔

(۴) اگرچہ عہد بادشاہی کا عام میلان غلامی کی شدائد میں کمی کرنا تھا لیکن تراجن اس کے مخالف جانب مائل رہا۔ اور اس نے چند نئے قوانین نافذ کئے جن سے غلامی کی قیود اور پابندیاں زیادہ سخت ہوگئیں۔ چنانچہ یہ قانون تو اسی کے زمانے میں موجود تھا کہ اگر کوئی آقا کسی خونی کے ہاتھ سے مارا جائے تو اس کے سب غلام سزائے موت کے مستوجب ہوں۔ تراجن نے اس میں اس قاعدے کا اور اضافہ کر دیا کہ نہ صرف وہ غلام جو بعد وفات از روئے وصیت آزاد ہوئے ہوں بلکہ وہ موالی بھی جنھیں مالک نے جیتے جی آزاد کر دیا اور وہ جزئً یا کلًا رومہ کے ملکی حقوق سے بہرہ مند ہو گئے تھے، اذیت و عقوبت کے سزاوار سمجھے جائیں۔ ایک اور فرمان اس نے یہ جاری کیا کہ اگر کسی مولی یا غلام کو کسی شہنشاہ کی طرف سے بغیر اس کے مالک کی اطلاع کے پورے ملکی حقوق عطا ہوں جن میں اپنی املاک کو منتقل کرنے کا بھی کامل اختیار شامل تھا، تو وہ اس اختیار سے فقط اس شہنشاہ کے عہد میں متمتع ہو اور اسکی وفات کے بعد صرف لاطینی حقوق یافتہ مولی شمار کیا جائے۔ تاکہ اسکی املاک اس کے اصلی مالک کی طرف عود کرے۔

(۵) ملک اطالیہ کی صلاح و فلاح پر خاص توجہ مبذول کرنے میں تراجن نے نروا کی تقلید کی۔ ڈین یوب پار کے وحشیوں کے حملے کا ایک امکان پیدا ہو گیا تھا جو دومیشیان کے عہد میں شاید بالکل قریبی معلوم ہوتا ہوگا۔ اور عجب نہیں کہ اس تدشے نے اطالیہ کے اہل الرائے کو اس ملک کی آبادی اور زراعت کے فروغ دینے کی اہمیت سمجھائی ہو کہ اور کچھ نہیں تو اس سے بیرونی حملہ روکنے میں مدد

مل سکے گی۔ تراجن نے چار طریقوں سے اطالیہ کی دستگیری کی۔ اول تو نروا کے بنائے ہوئے مدارس مساکین کی اس نے اصلاح کی اور وسعت دی۱۔ اور اس حکمت عملی کا ایک بلا واسطہ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں شادی کی ترغیب اور اضافۂ آبادی کی ایک شکل پیدا ہوئی۔ دوسرے چھوٹے زمینداروں کی تقاوی دیگر ہمت افزائی کی گئی۔ تیسرے تراجن نے تی بریوس کے اس قانون کی تجدید کی۔ کہ بیرونی صوبوں کے جو باشندے مجلس اعیان میں لئے جائیں وہ لازمی طور پر اپنی ملکیت کا ایک ثلث اطالیہ کی زمینداری میں صرف کریں۔ چوتھے اس نے ایک حکم نافذ کیا کہ اطالیہ کا کوئی باشندہ نئی آبادیاں بسانے میں حصہ نہ لے۔ جس سے اہل اطالیہ کو ترک وطن کرنے سے روکنا مقصود تھا اس طرز عمل کا صاف منشا یہ تھا کہ صوبوں کو وطن آبائی کے مصارف کے بار میں حصہ دار بنا یا جائے۔ اور اس اصول پر اس وقت کسی نے حجت نہیں کی۔ لیکن یہ ایک صریح بے انصافی تھی کیونکہ اب وہ جیوش بھی جو صوبوں کی حفاظت کے لئے ان میں متعین ہوتے تھے اطالیہ سے بھرتی نہیں کئے جاتے تھے۔ ادھر خود اطالیہ کے سیاسی امتیاز کو "جمہوری منتظمین" کے تقرر سے جو نقصان پہنچا اس کا ہم اوپر حال بیان کر آئے ہیں۔

(۶) تراجن نے اطالیہ میں بحری اور بری آمدورفت کے وسائل کو بہتر بنانے کی بھی فکر کی۔ اس نے مغربی ساحل کی بندرگاہ اوستیا اور کنتوم کلہ (=سوی تاوکیا)

۱۔ عہد نروا کے حال میں ہم ان مدارس کا ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن ان کے سب سے واضح حالات ہمیں جن دو کتبوں سے ملے ہیں وہ دونوں تراجن کے زمانے کے ہیں۔ ان میں ایک لی گورس بیبیانی (سنہ ۱۰۱ء) اور دوسرا ولیا سے دستیاب ہوا ہے جو سنہ ۱۰۳ء کے بعد کندہ ہوا تھا۔ اسی مقام کے مدارس کے واسطے دس لاکھ چوالیس ہزار ستر کہ (یعنی تراسی ہزار پونڈ سے کچھ اوپر) رقم ۴۶ جاگیروں میں بطور زر رہن تقسیم کر دی گئی تھی جن کی مجموعی مالیت ایک لاکھ پونڈ سے زیادہ تھی۔ اس رقم پر پانچ فیصدی کے حساب سے جو سود ملتا تھا ان سے سولہ سسترکہ ماہانہ کے ۲۴۵ وظیفے لڑکوں کے لئے بارہ سسترکہ فی کس ماہانہ کے ۳۴ وظیفے لڑکیوں کے لئے اور نیز دس سسترکہ ماہانہ کے ۱۲ وظیفے حرامی بچوں کے لئے دئے جاتے تھے۔

کو دوبارہ کارآمد بنایا۔ اور مشرقی ساحل پر انکونا کی توسیع کی۔ اوستیا میں اس نے ایک بہت بڑا شش پہلو حوض کھدوایا۔ جو آج تک لاگو تراجنو کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسے دو چھوٹے حوضوں کے ذریعے بندرگاہ کلودیوس سے ملا دیا۔ اس نئی لنگرگاہ میں ہر طرف جہازوں کے گھاٹ اور اسلحہ خانے کی عمارتیں بنی ہوئی تھیں[1]۔ ساحل لاطیم پر اس نے ایک سڑک پومپ تینی دلدلوں میں سے نکالی۔ اور کچے بٹیا کو چوڑا کرکے ایک باقاعدہ سڑک بنا دیا۔ جو کہ تراجن کے نام سے بنی ونتم سے بالکل سیدھی برندوزیم تک جاتی تھی۔ ملک اطالیہ کے ساتھ اس نئے شہر روما کی تہذیب و ترقی میں بھی حصہ لیا۔ اس نے مارکیہ اور اینو نووس کے حوضوں کی بڑے اہتمام سے درستی کرائی جس سے شہر کی آب رسانی بہت بہتر ہوگئی۔ اور اس کے علاوہ ایک حوض خود بنوایا۔ جس سے دریا پار کے محلوں میں پانی کا بہت آرام ہوگیا۔ یہ حوض "اکوا ترا جنا" کہلاتا تھا۔ اور اس میں جھیل سباتینوس کا پانی آتا تھا۔ آج کے دن تک اس حوض سے کام لیا جاتا ہے۔ اگرچہ اب اسے "اکوا پاولا" کہتے ہیں۔ تراجن نے عام لوگوں کے واسطے دو حمام بنوائے۔ جن میں "تھرمی تراجنی" (جو تیتوس کے حمام کے قریب تھا) صرف عورتوں کے واسطے مخصوص تھا۔ دوسرا حمام اس نے اپنے دوست سورا کی یادگار میں "تھرمی سوریانی" کے نام سے تعمیر کیا۔ اس نے نان بائیوں کی برادری کو از سر نو ترقی دے کر روما اور اطالیہ میں روٹی کی ارزانی کا انتظام کیا۔ اور اس اعتبار سے کہ تراجن ایسی باقاعدہ جماعتوں اور گروہ بندیوں کا بہت مخالف تھا، اس کام کو اس کی خاص عنایت سمجھنا چاہیے۔ جن لوگوں کو مفت غلہ ملتا تھا ان کی فہرست پر نظر ثانی ہوئی اور پانچ ہزار غریب بچوں کے نام بھی اس میں داخل کیے گئے۔

روما کے اندر تراجن کی بڑی یادگار وہ نیا چوک اور اس کی عمارتیں تھیں جنھیں آیندہ نسلوں نے شہر کی سب سے تعجب انگیز عمارتوں میں شمار کیا۔ یہ ایک تنگ گھاٹی میں واقع تھا۔ اور خود یہ گھاٹی اس نے کاپی تول اور کوری نال کی پہاڑیوں کے درمیان چٹانیں کٹوا کر نکالی تھی۔ تاکہ ارتیوس کی چھاؤنی سے شہر کے دوسرے

---

[1] دیکھو جونال۔ باب دوازدہم صفحہ ۷۵

چوکون تک پورا سلسلہ قائم ہو جائے۔ گویا در اصل یہ آغسطس کے چوک کی شمالی سمت میں توسیع تھی۔ تعمیر کا کام اپولو دورس دمشقی کے تفویض ہوا۔ اور یہ وہی ہنرمند معمار ہے جس نے تورنوسوتی رن میں ڈین یوب پر سنگین پل بنایا تھا۔ چوک کے مغربی اور مشرقی پہلو پہاڑیوں کو کاٹ کر قوسی بنائے تھے۔ اور سامنے کے رُخ مستطیل کھانچے چوک کی حدبندی کرتے تھے۔ چوک کے وسط میں شہنشاہ کا اسپ سوار مجسمہ جنوب میں نہایت عالیشان دروازہ اور شمال کی جانب "باسی لیکا الپیانا" کی وسیع عمارت تھی۔ اسی عمارت کے عقب ایک چھوٹے سے احاطے کے وسط میں تراجن کی وہ لاٹھ استادہ تھی جس کا حال ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اور احاطے کے دونوں رُخ کتب خانوں کی عمارتیں بنائی تھیں جن میں سے ایک لاطینی اور دوسرا یونانی کتابوں کا تھا۔ اس احاطے کے آگے بڑھکے ایک مندر تھا جو تراجن کی وفات کے بعد تکمیل کو پہنچا۔ اور اس کے جانشین نے اسے تراجن کی پرستش کے لئے وقف کر دیا۔

فصل دوم

صوبوں کا نظم ونسق پلینی اور تراجن کی مکاتبت

(۷) مجلسی صوبوں میں صوبہ داروں کی رشوت ستانی کی نظیر ماریوس پریسکوس اور کسی لیوس کلاسی کوس کے مقدمے ہیں جو تراجن کے ابتدائی زمانے میں پیش ہوئے۔ ماریوس پریسکوس افریقہ کا صوبہ دار تھا۔ صوبے کی رعایا نے ۹۹ء میں اس کے خلاف استغاثہ کیا۔ اور پلینی اور مورخ تاسی توس نے مقدمے کی پیروی کی۔ آئندہ سال مقدمہ مجلس اعیان کے سامنے آیا۔ اور تراجن بحیثیت قنصل مجلس عدالت کا صدر تھا۔ یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ "واقعی ماریوس نے افری[1] کا خون چوس لیا ہے" تین لاکھ ستر کہ رشوت لیکر اس نے ایک نایبت کو

---

[1] افری یعنی اہل افریقہ۔ دیکھو جونال۔ باب ہفتم صفحہ ۱۴۰۔

جلاوطن کیا۔ اور اس کے سات دوستون کو جان سے مروا ڈالا۔ اسی طرح سات لاکھ ستر کہ کی رشوت لے کے ایک اور نایت کو اس نے کوڑے پٹوائے کان کٹے گڑھوں میں پھینکدیا۔ اور آخر میں پھانسی دیدی۔ عدالت نے فیصلہ یہ سنایا کہ سات لاکھ ستر کہ خزانہ مجلس (بیت المال) میں داخل کر لئے جائیں۔ اور ماریوس کو اطالیہ سے جلاوطن کردیا جائے۔ مگر صوبے والوں نے جو تکلیفیں پائی تھیں ان کی اس سزا سے پوری تلافی نہ ہوسکتی تھی۔ اس مقدمے کے چند ہی روز بعد پلینی نے رعایا کے کہنے سے کلاسی کوس پر مقدمہ چلایا جو پہلے بیتکہ کا صوبہ دار تھا۔ اس کا جرم بھی ثابت ہو گیا تھا۔ مگر مقدمہ ختم ہونے سے پہلے اس نے وفات پائی۔

صوبون کے نظم و نسق میں تراجن کا عہد حکومت قابل ذکر حالات سے خالی ہے۔ اس کی اگر کوئی خصوصیت ہے تو وہ یہ کہ نئی سڑکین بہت فیاضی کے ساتھ تعمیر ہوئین؛ اور ریا آزاد شہرون اور علاقون کے اندرونی معاملات میں شاہی مداخلت بڑھگئی جس کا ایک سبب تو جمہوری مہتممین کا تقرر تھا جس کا ہم پہلے حال بیان کرچکے ہیں۔ اور دوسرا سبب یہ نیا طریقہ کہ مجلسی صوبون میں بادشاہ کی جانب سے خاص عہدہ دار نگرانی کے واسطے بھیجے جانے لگے۔ چنانچہ سکس، کوان، ماکسی موس اکائیہ بھیجا گیا تھا غالبًا اس غرض سے کہ یونان کی آزاد ریاستون کے معاملات کی نگرانی کرے۔ مجلسی صوبہ دارون کی نالایقی سے صوبہ بتھی نیہ کی حالت نہایت ابتر ہو گئی تھی۔ شہنشاہ کو اس کے اصلاح حال پر متوجہ ہونا ضروری ہوا۔ اور بہتری اسی میں نظر آئی کہ کچھ عرصے کے واسطے یہ صوبہ مجلس کے ہاتھ سے لیکر بادشاہی عمال کے حوالے کردیا جائے مجلس کے نقصان کی تلافی غالبًا صوبہ پام فیلیہ دے کر کر دی گئی۔ اور بتھی نیہ کا شاہی صوبہ دار پلینی مقرر ہوا کہ اس تباہ حال صوبے کا نظم درست کرے۔ صوبے کی رعایا خائن صوبہ دارون پر نالشین کر رہی تھی۔ اور ادھر تو ان مقدمون میں آہستہ آہستہ وقت گزر رہا تھا اور ادھر صوبے کے مداخل و مصارف میں کمال بدنظمی پھیل گئی تھی؛ سرکاری عمارتین نامکمل پڑی تھیں۔ لوگون کے میل جول اور حسن معاشرت میں فرق آگیا تھا۔ پلینی کو صوبے کی حکومت کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ لہٰذا جو سوال اٹھتا اس کے متعلق وہ بادشاہ کو لکھکر اس کا حکم حاصل کرتا تھا۔ اور یہ خط و کتابت آج کے دن تک سلامت

رہ گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تراجن مختلف معاملات کو سارے صوبے میں ایک ہی طریق پر طے کرنے یا کوئی عام اصول بنانے کے خلاف تھا۔ جس کی پلینی نے رائے دی تھی۔ اس کے برعکس، اس نے یہ منصفانہ مگر تکلیف دہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ کہ ہر معاملے میں لوگوں کے مقامی رسم و رواج کو پیش نظر رکھا جائے۔ مگر اس مکاتبت کو دیکھکر یہ نتیجہ نکالنا نہ چاہیے کہ شہنشاہ جس طرح بتھی نیہ کے ہر جزئی معاملے میں رائے زنی کرتا تھا اسی طرح وہ دوسرے صوبوں پر بھی اسی قسم کی تفصیلی نگرانی رکھتا ہوگا۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ اصولاً اس نے نظم و نسق کی بہت کچھ ذمہ داری مقامی صوبہ داروں پر رکھی تھی۔ اور بتھی نیہ کا معاملہ محض ایک استثنا تھا۔ ایک اور تاریخی نتیجہ جو بتھی نیہ کی اس وقت کی زبوں حالی دیکھکر حاصل ہوتا ہے وہ منجملہ دیگر شواہد کے ایک شہادت ہے کہ ان دنوں بادشاہی صوبوں کی انتظامی حالت مجلسی صوبوں کی بہ نسبت کہیں بہتر تھی۔

(۸) تراجن و پلینی کی خط و کتابت ان مسائل و امور ملکی کی نہایت دلکش نظیر ہے جن سے صوبوں کے انتظامات میں شہنشاہ کو سابقہ پڑتا تھا۔ اور اس کی قدر و منزلت اس لئے اور بھی بڑھ گئی ہے کہ عہد تراجن کے دوسرے تاریخی ماخذ ناکافی ہیں۔ ان خطوط کے مندرجۂ ذیل خلاصوں سے رومی نظم و نسق کے بعض پہلو سمجھنے کی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ اور تراجن کی قوت فیصلہ کا اندازہ نیز یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ اس نے پلینی کو خود فیصلہ کرنے کے کس قدر محدود اختیارات دے رکھے تھے۔[1]

۱۔ تعمیرات عامہ کی شاہی منظوری

پلینی — کیا بروسا کے باشندوں کو پرانے حمام کی بجائے جو بہت پرانا اور بوسیدہ ہو گیا ہے، نیا حمام بنانے کی اجازت دیدی جائے، اس کام کے واسطے وہ روپیہ لگانے کے لئے تیار ہیں۔

---

[1] ۔ ذیل کے ملخصات کا انتخاب، ترتیب اور عنوانات ہم نے درووری کی تاریخ روما سے نقل کئے ہیں۔ مگر ان میں جا بجا ترمیم و تصحیح کردی ہے۔

ٹراجن ۔ ہاں ۔ بشرطیکہ تعمیر کا خرچ ان کی بساط سے زیادہ نہو۔ اور کسی نئے محصول کا بار ڈالنا نہ پڑے ۔

پلینی ۔ اسنوف میں پانی کی قلت ہے ۔سولہ میل کے فاصلے پر میں ایک چشمہ دیکھ آیا ہوں جس میں افراط سے بہت اچھا پانی موجود ہے ۔لیکن آب رسانی کی نہر بنائی جائے تو وہ ایک میل تک نرم و نامعلوم قسم کی زمین پر سے گزرے گی، روپیے کی میں بلا وقت فراہمی کر سکتا ہوں صرف آپکی منظوری کی ضرورت ہے؛

ٹراجن ۔ نہر بناؤ ۔ مگر پہلے نہایت احتیاط سے امتحان کراؤ کہ اس مشتبہ زمین سے پانی گزر بھی جائے گا ۔نیز یہ کہ مصارف شہر والوں کی برداشت سے باہر تو نہ ہو جائیں گے ۔

پلینی ۔ نیکومدیہ والوں نے آب رسانی کے ایک بند پر تیس لاکھ سسترکہ (۲۴ ہزار پونڈ) خرچ کیے اور ادھورا چھوڑ دیا وہ اب بالکل شکستہ ہو گیا ہے ۔اور اسی طرح ایک اور بند پر بیس لاکھ سسترکے خرچ ہوے ۔اور پھر کام روک دیا ۔اب میں ایک تیسرا بند باندھنا چاہتا ہوں جو پایے دار ہوگا ۔بشرطیکہ آپ کسی ماہر فن یا معمار کو یہاں بھیجدیں ۔

ٹراجن ۔ نکومدیہ میں آب رسانی کا انتظام کرو ۔لیکن تحقیقات کرو کہ اشارو پیہ کسکی غلطی سے برباد ہوا

پلینی ۔ نیکیہ میں ایک کروڑ سسترکے (اسی ہزار پونڈ) ایک تماشاگاہ کی عمارت پر صرف ہوے تھے جو اب بوسیدہ ہو کر گر رہا ہے ۔اسی طرح ایک ورزش گاہ پر بڑی رقم خرچ ہوی جسے آگ لگ گئی تھی ۔ اور اب یہاں کے لوگ دوبارہ بنا رہے ہیں ۔قصبہ کلودیوپولیس میں پہاڑ کے دامن میں ایک نہانے کا گھاٹ کھودا جا رہا ہے ۔اور وہ روپیہ جو آپ کے مقرر کردہ پنچ (دکوری) اپنی رکنیت کے وقت ادا کرتے ہیں ۔اس کام میں لگایا گیا ہے ۔ان سب

عہ ۔ اندرون ملک میں بتھی نیہ کے ضلع ماریان دینی کا ایک قصبہ ۔

عہ ۔ مقررہ تعداد کے علاوہ جن لوگوں کو شہنشاہ بطور خاص پنچ بناتا تھا انھیں داخلے کے وقت ایک یا دو ہزار دیناریای کی رقم ادا کرنی پڑتی تھی ۔

عمارات کے متعلق مجھے کیا کرنا چاہئے ؟ میری رہ نمائی کے لئے آپ ایک معمار بھیج دیجئے۔

ٹراجن ۔ تم موقع پر موجود ہو۔ خود فیصلہ کرو۔ رہا معمار کا بھیجنا تو ہم لوگ خود روما کے واسطے یونان سے معمار طلب کرتے ہیں۔ تم اپنے قریب ہی بہتیرے معمار ڈھونڈھ سکتے ہو۔

پلینی ۔ اماسترکیس کی آب وہوا کو ایک گندے نالے نے خراب کر رکھا ہے اسے پاٹنا ضروری ہے۔ اگر آپ منظوری دیں تو اس کام کے واسطے روپیہ میرے پاس موجود ہے۔

ٹراجن ۔ اس وبائی نالے کو پاٹ دو۔

پلینی ۔ نیکومدیہ کی سرحد پر ایک بڑی جھیل ہے (جھیل سوفون جو اس شہر سے تقریباً دس میل فاصلے پر تھی) اسے بذریعۂ نہر سمندر سے ملا دینا نہایت سود مند ہوگا۔ آپ ایک ماہرفن (انجنیر) بھیجدیں۔

ٹراجن ۔ اس بات کا لحاظ رکھنا کہ کہیں سمندر سے ملانے میں جھیل کا سارا پانی نہ نکل جائے۔ اس قسم کے کاموں کا تجربہ رکھنے والے آدمی میں بھیجدونگا۔

ب ۔ بلدیات کے آمد وخرچ کی نگرانی ۔

پلینی ۔ صوبے کے قصبات میں جو روپیہ تقسیم ہوتا ہے وہ اس وقت جمع ہے۔ مگر اسے بارہ فیصدی سود پر کوئی قرض نہیں لیتا۔ آیا سود کی شرح گھٹا دیجائے یا اس طرح بھی کام نہ چلے تو سرکاری پنچوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ معقول کفالت پر بحصۂ مساوی روپیہ قرض لیں تاکہ دوسروں کو بھی قرض لینے کی ترغیب ہو۔

ٹراجن ۔ شرح سود اتنی کم کردو کہ لوگ خوشی سے قرض لیں لیکن قرض لینے پر کسی کو مرضی کے خلاف مجبور نہ کرو۔ یہ طریق عمل ہمارے قرن کے اوضاع وطبائع سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

پلینی ۔ آزاد وحلیف شہر امی سوس میں، جہاں آپ کی عنایت سے لوگ خود اپنے قوانین کے ماتحت ہیں ایک عرضی مجھے امدادی انجمنیں بنانے کے متعلق دی گئی ہے۔ یہ میں نے اس لئے عرض کیا کہ آپ غور فرمالیں کہ اس قسم کی انجمنوں کے قیام کو کس حد تک جائز اور کس حد تک قابل ممانعت

قرار دیا جائے۔

تراجن - انھیں ایسی انجمنیں بنا لینے دو کیونکہ از روئے معاہدہ انھیں یہ حق حاصل ہے بالخصوص اس صورت میں جبکہ ناجائز جلسوں کے لئے چندہ کرنے کی بجائے وہ اپنا روپیہ محتاج و مسکین شہر والوں کی دستگیری میں خرچ کرنا چاہتے ہیں، لیکن دوسری بستیوں میں جو براہ راست ہمارے محکوم ہیں ایسی انجمنوں کی اجازت نہیں دینی چاہیئے۔

پلینی - مجھسے پہلے اکثر حکام نے پونتوس اور تھینیہ کے دو شہروں میں یہ قاعدہ جائز رکھا کہ وہاں کے قرض داروں کی املاک پر پہلا حق قرضخواہوں کا ہوتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس بارے میں کوئی مستقل قاعدہ بنا دیا جائے

تراجن - اس کا فیصلہ ہر بستی کے مقامی قانون کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اگر انھیں دوسری بستی کے قرض داروں پر اس بارے میں کوئی امتیاز حاصل نہیں ہے تو مجھے اس قسم کا کوئی نیا حق دینا نہ چاہیئے جس سے باشندوں کی شخصی آزادی میں فرق آئے۔

پلینی - اپامیہ (کی نوآبادی) کے باشندے مجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کے حسابات کی تنقیح کروں حالانکہ انھیں قدیم سے اپنے اندرونی معاملات میں آزادی حاصل ہے۔ کیا مجھے یہ درخواست قبول کر لینی چاہیئے؟

تراجن - بے شک - جب کہ خود وہ اس کے خواستگار ہیں۔ انھیں یہ اطمینان دلا دینا کہ یہ تنقیح میری (یعنی تراجن کی) مرضی سے کی جا رہی ہے۔ اور اس سے ان کے حقوق پر کوئی برا اثر نہ پڑے گا۔

پلینی - بیس سال ہوئے، جولیوس پیز و کوامی سوس والوں نے اپنے شہر کی طرف سے بیس ہزار دینار یالی ہدیۃً دئے تھے۔ اب سرکاری وکیل آپ کے ان فرامین کی رو سے اس رقم کا مطالبہ کرتا ہے

مد ۱ - ان ماتحت بستیوں میں "پری گرینی" یعنی غیر اور نیز وہ قصبے جن کو لاطینی حقوق حاصل تھے، دونوں داخل ہیں۔

جن میں اس قسم کے تحف و ہدایا کی ممانعت کی گئی ہے۔ پیمیز و کی حجت یہ ہے کہ اس واقعے کو طویل مدت گزر چکی اور اب اس رقم کو دوبارہ داخل سرکار کرنا اسے تباہ کر دے گا۔

تراجن۔ اگر یہ ہدیہ دئے بیس سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے تو پھر اُسے واپس دلانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جہاں لوگوں کے روپے کی حفاظت ہمارا فرض ہے وہیں لوگوں کی شخصی فلاح و بہبود کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

پلینی۔ نیکیہ والوں کی ایک عرضداشت ارسال خدمت ہے یہ مدعی ہیں کہ اگسٹس نے انھیں بطور خاص یہ حق دیا تھا کہ ان کے جو ہم وطن بغیر وصیت کئے فوت ہوجائیں ان کا ترکہ شہر والوں کا مال مشترکہ بن جائے۔

تراجن۔ تم دونوں عالموں یعنی جمی لی نوس اور میرے مولی ایپی ماکوس کو ساتھ لیکر جاؤ اور فریقین کے مواجہہ میں اس معاملے کی تحقیقات کرکے وہ فیصلہ کرو جو تم کو منصفانہ معلوم ہو۔

پلینی۔ میں نے بائی زنطہ والوں کے مصارف کی تنقیح کی۔ یہ لوگ سالانہ بارہ ہزار سسترکے (۹۶ پونڈ) صوبہ دار کے مصارف سفر کے واسطے ادا کرتے ہیں محض اس لئے کہ وہ ان کی رسمی معیت کو آپ تک پہنچا دے۔ اور تین ہزار سسترکے ایک ایلچی کے بھیجنے میں خرچ ہوتے ہیں کہ صوبہ دار میزیہ کی خدمت میں ان کی طرف سے مراسم کورنش ادا کرے۔ کیا آپ کے نزدیک مناسب ہوا کہ میں نے یہ دونوں مدیں حذف کر دیں؟

تراجن۔ تمھاری وساطت سے ان کا اظہار اطاعت کرنا میرے لئے بالکل کافی ہے۔ رہا صوبہ دار میزیہ تو اگر وہ اسے ادائے آداب کرنے میں بخل سے کام لیں گے تو یقین ہے کہ وہ انھیں معاف کر دیگا۔[1]

---

[1] اس جواب سے بائی زنطہ والے یقیناً خوش ہوئے۔ کیونکہ رومی ممالک میں چوکی داری کا انتظام ہونے کے باوجود ان کا خود روما جانا بھی نہ صرف خرچ طلب بلکہ خدوش ہوتا۔ پت رونیوس

ج - پنچ اور مقدم

پلینی - صوبے کے بعض قصبوں میں زائد پنچوں (سوپرا نومروم دکوریون) کو پنچائت میں داخلے کے وقت کہیں ہزار اور کہیں دو ہزار دینار ربائی (=تقریباً ۵۰ پونڈ) ادا کرنے پڑتے ہیں۔ یہ حضور کی صوابدید پر منحصر ہے کہ سب جگہ کے واسطے یکساں قانون نافذ فرما دیں۔

تراجن - نہیں۔ سب سے محفوظ صورت یہی ہے کہ ہر جگہ مقامی رواج کی پابندی کیجائے خاصکر ان لوگوں کے معاملے میں جو اپنی مرضی کے خلاف پنچ بنائے جاتے ہیں۔

پلینی پومپیوس کے قانون میں جو بتھی نیہ میں نافذ ہے۔ ایک شرط یہ ہے کہ انتظامی عہدے تیس سال کی عمر سے قبل کسی شخص کو نہ دئے جائیں۔ اور نہ اس عمر سے پہلے وہ مجلس میں داخل ہو۔ لیکن اغسطس کا ایک فرمان موجود ہے۔ کہ ادنیٰ عہدے بائیس سال کی عمر والوں کو ملیں۔ میں نے اسے دیکھکر یہ رائے قائم کی کہ اس فرمان کی روسے جو لوگ عہدے پائیں انھیں بلدیات کی رکنیت کا حق ہونا چاہئے خواہ ان کی عمر تیس سال سے کم ہو۔ لیکن جو لوگ سی سالہ ہونے کے باوجود کوئی عہدہ حاصل نہیں کر سکتے ہیں ان کے متعلق کیا ہونا چاہئے۔ آیا وہ مجلس کی رکنیت کے بھی مستحق سمجھے جائیں یا نہیں؟

تراجن - نہیں۔ انھیں رکنیت کے حق سے محروم رکھا جائے۔

د - شہری حقوق

پلینی - بتھی نیہ کے قصبات میں وہاں کے شہری حقوق حاصل کرنے کے لئے بروئے قانون پومپیوس یہ ضروری ہے کہ وہ شخص بتھی نیہ کی کسی اور بستی کا

بقیہ صفحہ حاشیہ (۶۷۳) - اور اپولیوس کا بیان ہے کہ راستے میں بے شمار ڈاکو تھے۔ اور ایک سنگ مرمر کی تختی پر ایک کتبہ بھی ہمیں ملا ہے جس میں مہا دیہ (لب ڈین یوب) کے نیک لوگوں نے جنھیں ہموطنوں نے بھیجا تھا پانی کی دیویوں کا شکریہ ادا کیا ہے کہ ان ربانی ہستیوں کے طفیل وہ صحیح سالم اپنے شہر میں واپس آئے۔

(ڈُورُوی)

فرد نہو۔ بہت سے پنچ جو اب دوسرے علاقوں میں آ گئے اس قانون کے ماتحت آتے ہیں تو کیا انھیں شہر کی مجلسوں سے خارج کر دیا جائے۔

تراجن ۔ نہیں۔ مگر آئندہ لحاظ رہے کہ پومپیوس کے قانون کی پوری پابندی ہوتی ہے (یعنی کوئی غیر شہری یہ مرتبہ نہ پائے۔

۵ ۔ حفاظت و پاسبانی

پلینی۔ بائی زنطہ میں آپ کے حکم کے مطابق میزیہ کے جیش سالار نے جیش کا ایک یکصدی سردار بھیجدیا ہے کہ شہری ضوابط کی پابندی کا لحاظ رکھے، بتھنی نیہ کی سرحد پر جولیوپولیس کے باشندے بھی آپ سے اسی قسم کی عنایت کے خواستگار رہیں۔

تراجن ۔ بائی زنطہ بڑا شہر ہے۔ جہاں کثرت سے اجنبی لوگ آتے جاتے ہیں۔ اور اسی لئے وہاں کے حکام کو فوجی امداد کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر جولیوپولیس کی درخواست مان لی جائے تو پھر سب قصبے اسی رعایت کے خواہاں ہو جائیں گے۔ شہروں کی حفاظت و پاسبانی تمھارا کام ہے، اور تم کو نگرانی رکھنی چاہئے کہ تمھارے صوبے میں کسی بستی کو کوئی ضرر تو نہیں پہنچتا۔

۶ ۔ مذہبی معاملات

پلینی ۔ کیا نیکومدیہ میں سیبل دیوی کا ایک مندر اس جگہ سے کسی دوسری موزوں تر جگہ پر ہٹوا دیا جائے۔

تراجن ۔ ہاں ۔ یہ کارروائی قانون اوقاف مذہبی کے خلاف نہیں۔ کیونکہ رومی قانون کی رو سے بیرونی صوبوں کی زمین ایسے معابد سے مقدس و مخصوص نہیں ہو جاتی۔

پلینی ۔ مجھ سے بعض مردوں کو اپنی موجودہ قبروں سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی اجازت طلب کی گئی ہے۔ روما میں تو ہمارے موبد ایسے معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہاں مجھے کیا کرنا چاہئے۔

تراجن ۔ خود معاملے کو مناسب یا نامناسب دیکھکر اس کی منظوری یا نامنظوری دو۔ صوبے والوں کا اس معاملے میں مشورہ کرنے کے لئے روما آنا

نہایت دشوار ہوگا۔

پلینی - پروسا میں حمام بنانے کے لئے مجھے ایک ویران عمارت ملی ہے۔ جسکے مالک نے یہاں کلوڈیوس کی پرستش کے واسطے ایک ستون دار مسقف مندر بنوایا تھا مگر اب وہ بالکل منہدم ہوچکا ہے۔ کیا اسے حمام کے لئے لینے میں کچھ حرج ہے؟

تراجن - اگر مندر کی عمارت مکمل نہیں ہوئی تھی تب تو وہاں حمام بنانے میں کچھ حرج نہیں ورنہ گو مندر اب نہ رہا ہو۔ تاہم یہ جگہ کلوڈیوس کے نام پر وقف و متبرک ہوچکی ہے۔

پلینی - بیان کیا جاتا ہے کہ جہاں آپ کا مجسمہ نصب ہے۔ وہیں ایک عورت اور اس کے بیٹے دفن کئے گئے ہیں۔ مجسمہ کتب خانے کی عمارت میں ہے۔ اور قبریں باہر کے وسیع احاطے میں جس کے گرد ستون بنے ہوئے ہیں۔ دفن کرنے والے میرے سامنے پیش کئے گئے۔ میری گزارش ہے کہ آپ اس بارے میں مجھے مطلع فرمائیں کہ اس مقدمے کا کیا فیصلہ کیا جائے؟

تراجن - اس مسئلے میں تامل کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ تمھیں خوب معلوم ہے کہ میں اپنی عزت خوف و دہشت اور توہین شاہی کے مقدمات کے زور سے کرانی نہیں چاہتا۔ مقدمہ خارج کردو۔

ن - فوجی معاملات

پلینی - قیدیوں پر سپاہیوں کا پہرہ ہونا چاہئے۔ یا جیسا کہ رواج ہے یہ کام غلاموں سے لیا جائے؟ میں نے یہ کام کچھ سپاہی اور کچھ غلام دونوں کے سپرد کردیا ہے۔

تراجن - رواج کی پابندی کرنا بہتر ہے۔ دوسرے سپاہی کو اپنی چھاؤنی کے باہر نہ رکھنا چاہئے۔

پلینی - دو غلام پکڑے گئے ہیں جو فوج میں بھرتی ہوگئے تھے۔ ان کے بارے میں کیا کیا جائے۔

تراجن — یہ بھرتی کرنے والے کا قصور ہے۔ کہ انھیں فوج میں داخل کرلیا لیکن اگر کسی نے اپنی بجائے انھیں بھرتی کرادیا ہے تو انھیں جن کی جگہ وہ بھرتی ہوئے ہیں سزا دو۔ لیکن اگر جان بوجھکر وہ خود آئے اور بھرتی کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تو یہ غلام سزائے موت کے مستوجب ہیں۔

ح - عام ضوابط

پلینی — اکثر قصبوں میں بعض مجرمین جنھیں کانیں کھودنے یا جانوروں سے لڑنے کی سزا دی گئی تھی بلدیات میں سرکاری غلاموں کی حیثیت سے کام کرتے اور تنخواہیں پاتے ہیں۔ اس بارے میں کیا ہونا چاہیئے۔

تراجن — اصل فیصلۂ سزا کی تعمیل کراؤ بشرطیکہ فیصلے کو دس سال سے زیادہ مدت نہ گزر گئی ہو۔ اور اس دوسری صورت میں مجرمین سے اس قسم کے ادنے کام لئے جائیں جو قریب قریب تعزیری جیسے ہیں۔ مثلاً عام نہانوں یا بدروؤں کی صفائی۔

پلینی — باسوس (صوبہ دار بتھی نیہ در ۹۵ء) نے ایک شخص کو دوامی جلاوطنی کی سزا دی تھی۔ مگر وہ صوبے ہی میں چھپا ہوا رہا۔ اور اس رعایت سے بھی اس نے کام نہ لیا۔ جو مجلس کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔ جس نے باسوس کے احکام کو مسترد کیا۔ اور اجازت دی تھی کہ دو سال کے اندر جو شخص چاہے دوبارہ داورسی کے لئے عدالت میں اپنا معاملہ پیش کرے۔

تراجن — اس شخص نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ اسے میرے نظمائے خاصہ کے پاس روانہ کرو کہ سخت تر سزا دی جائے۔

پلینی — "جامۂ بلوغ" پہنانے کی رسم یا شادی بیاہ کے موقع پر یا جب کوئی عمارت وقف کرتا یا سرکاری عہدہ حاصل کرتا ہے تو ان تقریبوں میں اکثر پنچ اور مقدموں نیز عوام الناس کو مدعو کیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ انکی تعداد ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو صاحب خانہ ایک یا دو دینار نذر کرتا ہے۔ اب ہر چند آپ نے خاص تقریبوں پر لوگوں کو مدعو

کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ لیکن مجھے وہم ہے کہ اتنی بڑی تعداد کا جمع ہونا مناسب نہ ہوگا۔

تراجن۔ تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ لیکن میں نے تمہارا انتخاب خاص اس غرض سے کیا ہے کہ تم اپنی دانشمندی سے صوبے کی تمام خرابیوں کی اصلاح کرو۔

پلینی۔ نیکومدیہ میں آتش زدگی سے بہت نقصان ہوا۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ڈیڑھ سو مطفیین کی ایک جماعت خاص مرتب کر دیجائے۔

تراجن۔ نہیں۔ اس قسم کی منتظم جماعتیں خواہ وہ کسی نام سے قائم کی جائیں یقیناً سیاسی انجمنیں بن جاتی ہیں۔ البتہ ہر جگہ آگ بجھانے کے لئے بانسیوں کا انتظام کر دو۔ مالکان مکان کو احتیاط رکھنے کی تاکید کرو۔ اور ضرورت کے وقت عام باشندوں سے کام لو۔

فصل سوم

مسیحیوں کا سوال

(۹) پلینی کا وہ خط اور اس کے آقا کا وہ جواب جس کے بارے میں سب سے زیادہ دلچسپی اور بحث مباحثے ہوتے رہے مسیحیوں کی تعزیر کے متعلق ہیں۔ دومی شیان کے زمانے تک مسیحیوں کو یہودیوں کا ایک فرقہ سمجھ کر ان کے ساتھ یہودیوں کی مثل برتاؤ ہوتا رہا تھا۔ اور جس طرح کالیگولس کے بعد یہودیوں کو کبھی قیاصرہ کی پرستش پر مجبور نہیں کیا گیا اسی طرح مسیحی بھی بچے رہے۔ کیونکہ سلطنت ان میں اور یہودیوں میں کوئی امتیاز نہ کرتی تھی۔ لیکن یروشلم کی تسخیر نے حالات میں تغیر پیدا کیا یعنی مسیحیت اپنے مولد ومنشا (فلسطین) میں مقید نہ رہی۔ اور اسے باہر نکل کر بت پرستوں میں وسیع تبلیغ کا موقع ملا۔ اسی تبلیغ سے مسیحیت اور یہودیت میں فرق و امتیاز نمایاں ہوا۔ اس لئے کہ یہودیوں کی تبلیغی کوشش کا جو کچھ نتیجہ نکلا وہ بہت ہی معمولی تھا۔ کاتھلیک مسیحی فرقے نے بہت تیز ترقی کی۔ رومی حکومت یہودیوں کی

سرکاری مذہب سے مخالفت کو بے شبہہ انگیز یتی تھی لیکن یہ تحمل اسی حد تک تھا جب تک دوسری قوموں میں یہودی عقائد پھیلنے کا اندیشہ نہ تھا۔ پس دین مسیحی کو دوسری قوموں میں پھیلتے دیکھکر سوال پیدا ہوا کہ آیا یہودی مذہب ہی کا کلیتہً استیصال کر دینا چاہئے جس میں مسیحیت بھی بطور ایک شاخ کے شامل ہو۔ یا صرف مسیحیت کے ساتھ کوئی جداگانہ طرز عمل اختیار کیا جائے؟ آخر زمانے میں رومی شیان نے یہی موخر الذکر فیصلہ کیا تھا۔ چنانچہ شہنشاہ کی پوجا سے انکار مذہبی جرم تھا۔ اور مسیحیوں سے اس قسم کی پرستش کا مطالبہ کیا جاتا تھا۔ اگرچہ یہودی اس سے مستثنےٰ رہے[1]۔ انتی پاکس نامی ایک مسیحی نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کی بدولت پرگامم میں قتل کی سزا پائی۔ خود روما میں فلاویوس کلیمنس مارا گیا۔ اور رومی تبلیہ کو مذہب کی خلاف ورزی کے الزام پر جلاوطنی کی سزا ملی۔ ان دونوں کی نسبت قرینہ غالب یہی ہے کہ وہ مسیحی ہو گئے تھے۔ گویا یہی سال (۹۵ء) جس میں یہ واقعات ہوئے مسیحیت اور سرکاری مذہب کے باہمی تصادم کی تاریخ ہے۔ اور اسی سال سے مسیحیت سرکاری طور پر ممنوع قرار دی گئی۔ چونکہ دین مسیحی اپنے متبعین کو مجبور کرتا تھا کہ مروجہ (قانونی) مذہب کو باطل سمجھیں لہذا یہ لوگ قانون کی نظر میں مخربان دین تھے اور کسی پر مسیحیت کا شبہہ مذہب شکنی کے شبہہ کے مرادف تھا۔ واضح رہے کہ رومی صوبہ دار کے فرائض میں ایک یہ بات بھی داخل تھی کہ وہ مخربان دین، ڈاکو قزاق اور اسی طرح کے مجرمیں کا جو اس کے صوبے میں ہوں، ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھوج نکالے اور انھیں سزا دے۔ پس مسیحیوں کے "مخربان دین" کی فہرست میں شامل ہونے کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ صوبہ دار کے واسطے نہ صرف جائز بلکہ فرض ہو گیا کہ وہ ہدایات شاہی حاصل کئے بغیر اپنے اختیار تمیزی سے مسیحیوں کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کرے، نروا کے زمانے میں رومی شیان کی حکمت عملی سے جو رجعت پیدا ہوئی۔ اسی کا ایک جزو یہ بھی تھا کہ تخریب مذہب کے مقدمات کا بازار سرد ہو گیا۔ بایں ہمہ مذکورہ بالا اصول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مسیحی قابل تعزیر ہی رہے۔ اور جس وقت

---

[1] ۔ اگرچہ غیر قوم کے جو لوگ یہودی مذہب اختیار کریں انھیں کوئی شک نہیں کہ بادشاہ کی پوجا کرنی پڑتی تھی۔

پلینی بتھی نیہ کا صوبہ دار ہوا تو یہ ایک مسلمہ امر تھا۔ لیکن اسے مسیحیت کے بتھی نیہ میں ہر طرف پھیل جانے کا علم اس وقت (سنہ ۱۱۲ء میں) ہوا جب اس نے تراجن کا حکم نامہ جلسوں کے امتناع کے متعلق شائع کیا۔ اسی سے مسیحی فرقے کے دشمنوں کو یہ جتانے کا موقع ہاتھ آیا کہ مسیحی لوگ برابر خلاف قانون جلسے کرتے رہتے ہیں۔ اس معاملے میں اپنی تحقیقات کا حال پلینی نے تراجن کو لکھا اور اس کے خط کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

مسیحی لوگوں کے متعلق جو فیصلے ہوئے ہیں ان میں ذاتی طور پر میں شریک نہیں رہا۔ اور اسی لئے مجھے معلوم نہیں کہ کن وجوہ سے اور کس حد تک یہ لوگ قابل سزا سمجھے جائیں۔ مجھے اس میں بھی بہت تذبذب رہا کہ آیا سن وسال کا فرق بھی ہمارے مواخذے میں قابل لحاظ ہونا چاہیے یا نہیں؟ پھر یہ کہ جو لوگ اپنے عقیدے سے توبہ کریں، آیا انھیں معاف کر دیا جائے؟ کیا محض اس عقیدے کو قبول کرنے کی بنا پر انھیں سزا دی جائے۔ اگرچہ اور کوئی گناہ ان سے سرزد نہ ہوا ہو؟ اس بارے میں اب تک میرا طریق عمل یہ رہا ہے کہ میں ان سے بلا کر دریافت کرتا ہوں کہ آیا وہ مسیحی ہیں۔ جو لوگ اقرار کرتے ہیں ان سے دوبارہ سہ بارہ یہی سوال کیا جاتا ہے۔ اور سزا کی دھمکی دی جاتی ہے اس پر بھی اگر وہ اپنی بات پر جمے رہے تو میں ان کے لئے قتل کی سزا تجویز کرتا ہوں کیونکہ مذہب کچھ بھی ہو ان کا یہ گستاخانہ طرز عمل اور برابر ضد پر قائم رہنا ہی مستوجب سزا ہے۔ اس دیوانگی میں بعض ایسے لوگ بھی مبتلا ہیں جنھیں روما کے ملکی حقوق حاصل ہیں۔ انھیں میں نے روما بھیجنے کے واسطے الگ کر لیا ہے۔ ایک گمنام اطلاع بھی مجھ تک پہنچی جس میں بہت سے اشخاص کے ناموں کی فہرست دی ہے۔ حالانکہ وہ اب یا کسی وقت میں بھی مسیحی ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ انھوں نے میرے ساتھ (رومی) دیوتاؤں سے دعا مانگی، دھونی دی اور آپ کی مورتی کے سامنے ناوید (شراب، دودھ وغیرہ بہانے) کی رسم ادا کی۔ پھر انھوں نے مسیح کا نام لیکر اس پر تبری بھیجا۔ حالانکہ لوگ یقین دلاتے ہیں کہ کوئی سچا مسیحی خواہ کیسی ہی سختی کی جائے ایسا نہ کریگا۔ اسی بنا پر مجھے مناسب یہی معلوم ہوا کہ انھیں چھوڑ دیا۔ بعض ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے بیان کیا کہ گو وہ اول اول مسیحی ہو گئے تھے لیکن پھر بہت جلد اس مذہب سے پھر گئے۔ اور اب سالہا سال سے اپنی اس غلط روی کو چھوڑ چکے ہیں۔

ان سب نے بھی آپ کی مورتی اور دوسرے بتوں کو سجدہ کیا۔ اور مسیح پر تبرّی بھی بھیجا۔
ان لوگوں کا بیان ہے کہ ان کی غلطی یا گناہ صرف اس قدر ہے کہ وہ ایک مقررہ دن سحر ہونے سے پہلے جمع ہوتے اور آپس میں نوبت بہ نوبت مسیح کے (دیوتا سمجھکر) بھجن گاتے، پھر حلفیہ یہ عہد وپیمان کرتے کہ کبھی چوری یا رہزنی یا زنا نہ کریں گے۔ اور وعدہ کرنے کے بعد اس کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔ کسی امانت کو جو واپس طلب کی جائے دینے سے نہ پھرینگے۔ ان رسموں کے ادا ہونے کے بعد وہ بالعموم رخصت ہوتے۔ اور دوبارہ ملکر کھانا کھانے کے واسطے جمع ہوتے جس میں پاک ومباح گوشت ہوتا۔ اور اُسے سب ملکر کھاتے تھے۔ لیکن جب سے میں نے حکم جاری کیا ہے اور آپ کے فرمان واجب الاذعان کے بموجب ہر قسم کے جلسوں (ہیتی رای [1]) کو روک دیا ہے۔ اس وقت سے انھوں نے اس رسم کو ترک کر دیا ہے۔ ان حالات کو سنکر مجھے اس معاملے کی مزید تحقیقات ضروری معلوم ہوئی۔ اور میں نے دو عورتوں پر جبر وتشدد کرنے میں بھی دریغ نہ کیا جن کی نسبت سنا گیا تھا کہ وہ مسیحیوں کی امامت کرتی ہیں؛ لیکن مجھے جو کچھ معلوم ہوسکا وہ یہ ہے کہ یہ سب محض ایک جاہلانہ قسم کا توہم ہے جس میں ان لوگوں کو سخت غلو ہو گیا ہے۔ اسی بنا پر میں نے اس بارے میں خود کوئی کارروائی نہیں کی۔ اور آپ کے فیصلے کا منتظر ہوں۔ میرے نزدیک اس نوعیت کا معاملہ آپ کے غور کا محتاج ہے۔ علی الخصوص جب کہ ایک گروہ کثیر پر اس کا اثر پڑتا ہے اور وہ خطرے کی زد میں آ سکتے ہیں۔ کیونکہ ہر حیثیت اور ہر عمر کے مرد وعورت ان الزامات کی بنا پر اس وقت خطرے میں ہیں اور آیندہ بھی برابر پھنستے رہیں گے۔ پھر یہ کہ یہ وبا صرف شہروں تک محدود نہیں بلکہ مضافات ودیہات میں بھی متعدی ہو رہی ہے۔"

اس خط سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہے کہ پلینی کو مسیحیت کے ممنوع اور جرم ہونے میں بجائے خود کوئی شک نہ تھا۔ مگر یہ بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ گویہ بات اصولاً مسلم تھی لیکن عمّال رومی صوبہ دار مسیحیوں کی تلاش وجستجو نہ کرتے تھے اور جب تک خاص طور پر ان کے روبرو پیش نہ کیا جائے انھیں مسیحی مذہب سے کوئی تعرض نہ ہوتا تھا

[1] یہ صراحت اس لئے ضروری ہوئی کہ یہودی لوگ مسیحیوں پر بچوں کو مار کر انکا گوشت کھانے کا الزام لگاتے تھے۔

پہلی مرتبہ جب مسیحی پلینی کے روبرو لائے گئے تو اس نے اپنی ذمہ داری پر انھیں تخریب دین کے جرم میں سزا دے دی۔ لیکن دوسری دفعہ جب ایک گمنام خط اسے ملا جس میں بہت سے اشخاص کے نام لکھے تھے تو اس نے زیادہ تفصیل سے تحقیق وتفتیش کی۔ اور دو نئی باتیں معلوم کیں (۱) یہ کہ مسیحیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور (۲) عام طور پر محرمات کیساتھ زنا یا بچوں کو مار کر کھانے کے جو الزام اُن پر لگائے جاتے ہیں وہ ان سے ظاہرا بالکل بری ہیں۔ اسی بنا پر اس "توہم" کی پہلی دفعہ کی طرح بے روک سزا دینے میں اسے تامل ہوا۔ اور اس نے بادشاہ سے رجوع کیا۔

تراجن نے اس کے جواب میں کوئی مستقل اور ہمہ گیر اصول اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ اور لکھا کہ "مسیحیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر وہ تمھارے سامنے پیش ہوں اور جرم ثابت ہو جائے تو انھیں ضرور سزا دیجائے لیکن گمنام اطلاعوں کو کسی معاملے میں بھی مطلق وقعت نہ دی جائے۔"

اس طرح تراجن نے یہ اصول تو قائم رکھا کہ مسیحیت تخریب دین کی ایک صورت اور اس لئے قابل تعزیر ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ آئین مقرر کر دیا کہ مسیحیوں کو سزا صرف اس وقت دی جائے جبکہ کوئی ان پر مقدمہ چلائے۔ اور ان کا جرم (مسیحیت) ثابت ہو جائے۔ یعنی قزاقوں اور دوسری قسم کے مخربان دین کی طرح ان کی تلاش اور فکر میں نہ رہا جائے۔ یہ ایک بے اصولی کی بات تھی اور اس میں کوئی معقولیت نہیں نظر آتی کہ وہ مسیحی جس پر اتفاق سے کوئی مقدمہ نہ چلائے آرام سے رہے۔ اور وہ مسیحی جس پر کوئی بدنیت عدالت میں فرقہ ممنوعہ سے ہونے کی نالش کر دے قتل کی سزا پائے۔ با ایں ہمہ تراجن کے حکم نامے سے یہ بڑی کام کی بات معلوم ہوتی ہے کہ رومی سلطنت مسیحیوں کو کس نظر سے دیکھتی تھی۔ نیز یہ کہ اصولاً اسی شاہی حکم نے دین عیسوی کو خلاف قانون قرار دیا تھا۔ اور آیندہ دو صدی تک رومی قیاصرہ کی مذہبی حکمت عملی اسی اصول پر مبنی رہی۔ یہ بات بھی جتانے کے لایق ہے کہ تراجن کے مذکورہ بالا حکمنامے کی رو سے مسیحیوں کو اس جرم پر سزا نہیں ملتی تھی۔ کہ وہ ایک خلاف قانون جماعت کا فرد ہے۔ کیونکہ اس اجتماعی حکم کی خلاف ورزی بھی اسے توہین شاہی کا ملزم بنا سکتی تھی اور نہ کوئی مسیحی اس قصور پر سزا پاتا تھا۔ کہ وہ ابتک

بادشاہ یا رومی دیوتاؤں کی پوجا میں شریک نہیں ہوا۔ البتہ جب کسی پر مسیحیت کا الزام وارد کیا جاتا تو حاکم عدالت اس سے بادشاہ کی مورتی کے سامنے گڑگڑانے کے لئے کہتا۔ اور اس پر اگر وہ انکار کرتا تو اسی انکار کی بنا پر جو تخریب دین میں شمار ہوتا تھا اسے سزا دی جاتی تھی۔

فصل چہارم

تراجن کے مشرقی محاربات اور فتوحات

(۱۰) جس روز سے نرو واتس نے ارمینیہ کا تاج نرو کے ہاتھ سے لیا تھا روما اور پارتھیہ کے درمیان صلح رہی۔ شاہان فلاویوسیہ اور اشکانیوں کے مابین بھی کبھی کسی قسم کی کدورت پیدا نہ ہوئی۔ لیکن تراجن کے زمانے میں یہ تعلقات باہمی ایسے شیریں نہ رہے۔ اشکانی بادشاہ پاکوروس نے روما کے دشمن دکی بالوس کے ساتھ رسل و رسائل کرنے سے اباء کیا مگر پارتھیہ کی طرف سے اس خط کتابت کا کوئی عملی نتیجہ ظہور میں نہ آیا۔ اور کسی جنگی کارروائی کی نوبت نہ پہنچی۔ لیکن پاکوروس کے بھائی اور جانشین خسرو کے زمانے میں پھر وہی ارمینیہ کا فتنہ خوابیدہ بیدار ہوگیا۔ جوں تخت ارمینیہ خالی ہوا۔ تو یہاں کی حکومت تراجن نے پاکوروس کے ایک بیٹے اکسی دارس کو عطا کی اور خسرو نے اس بنیاد پر کہ اکسی دارحکومت کی اہلیت نہیں رکھتا اسے معزول کرکے اپنی طرف سے پاکوروس کے دوسرے بیٹے پارتھو ماسیرس کو بادشاہ بنا دیا۔ یہ کارروائی عہدنامے کی صریح خلاف ورزی تھی۔ اور تراجن اسے نظر انداز کرنے والا آدمی نہ تھا۔ اس نے فوراً پارتھیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اور ۱۱۳ء میں روما سے جانب شرق روانہ ہوگیا۔ ایتھنز میں پارتھیہ کے سفیر اسے ملے جنھیں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ سمجھا بجھا کر تراجن کو ارادہ جنگ سے باز رکھیں۔ کیونکہ خسرو جنگ کے واسطے تیار نہ تھا۔ دراصل اس وقت پارتھیہ پر اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے سخت اختلال تھا اور سلطنت کے مختلف اقطاع میں

بادشاہی کے دعوی دار آزادی کا دم بھر رہے تھے۔ پارتھی سفیروں نے بیان کیا کہ پارتھوماسیرس روما کی سیادت قبول کرنے اور تاج شاہی تراجن کے ہاتھ سے لینے پر آمادہ ہے جس طرح تری داتس کو نرو نے عطا کیا تھا۔ لیکن تراجن نے ایسے شخص کی بادشاہی تسلیم کرنے سے قطعاً انکار کر دیا جو قیصر روما کے علی الرغم بادشاہ بنایا گیا تھا اس نے ایک مختصر جواب کے ساتھ کہ ہم کاموں کو دیکھتے ہیں نہ کہ زبانی باتوں کو سفارت کو رخصت کر دیا۔ اب اگر تراجن کی جگہ دوسرا بادشاہ ہوتا تو غالباً وہ اس مصالحت آمیز شرط پر اکتفا کر لیتا۔ اور حقیقت میں اگر تراجن کے دل میں اپنے اسلاف کی مشرقی حکمت عملی پر چلنے کا ارادہ ہوتا تو وہ بھی پارتھیہ کے سفیروں کو اس طرح روکھا سوکھا جواب دیکر رخصت نہ کرتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ تراجن اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ ارمینہ کے متعلق نرو کے زمانے میں جو قرار داد ہوئی تھی وہ کوئی قرار داد ہی نہیں ہے۔ اور اس نے ٹھان لی تھی کہ ارمینہ کو براہ راست رومی صوبہ بنا کر اس قضیے کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا جائے۔ یہ کام جسے رومی قیاصرہ اب تک کرنے سے محترز رہے تھے تراجن کے نزدیک پارتھیہ کی ارمینہ میں مداخلت کا سدباب کرنے والا اور اس لاطائل شراکت کا خاتمہ کرنے والا تھا کہ ارمینہ پر برائے نام تو روما کی سیادت رہے اور حقیقی اثر پارتھیہ کا ہو۔ واکیہ اور شمالی عرب کے الحاق کو پیش نظر رکھئے تو تراجن کا یہ ارادہ اس کی سابقہ حکمت عملی کے عین موافق تھا۔ باج گزار وزیر سیادت ریاستوں کا الحاق اسکے عہد کی ایک خصوصیت ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر تراجن کا مقصود صرف الحاق ارمینہ ہی نہ تھا بلکہ وہ بہت دور کی سوچ رہا تھا۔ دراصل وہ اس خیال کو حیز عمل میں لانا چاہتا تھا جو ایک صدی سے زیادہ عرصے سے روما کی فضا میں گشت کر رہا تھا۔ یعنی یہ کہ دکی باوس کی مملکت کی طرح وہ ممالک پارتھیہ کو بھی مسخر و زیر نگیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ وہ منصوبہ تھا کہ اگر جولیس سیزر زندہ رہتا تو اس کا اقدام کرتا۔ یہ وہ آرزو تھی کہ ہوریس سے لے کر جو سرنگون مدیہ کو رومی قوانین کے تحت لانے[1] کے خواب دیکھتا تھا استاتیوس تک جس نے دومی شیان کو اس کی سترھویں قنصلی کے موقع پر یاد دلایا

---

[1] ہوریس، قطعات فصل سوم صفحہ ۳۔ اور استاتیوس کے مذکورہ بالا قول کے لئے ملاحظہ ہو سیلوہ، باب اول صفحہ ۱۔

تھا کہ ابھی بابل و باختر کی گردنیں نئے خراج سے گرانبار ہونی باقی ہیں، تمام رومی شعرا کے دلوں کو گدگداتی رہی ہے

(۱۱) اتھینز سے تراجن انطاکیہ آیا اور یہاں اسے معلوم ہوا کہ طویل امن و آرام کی بدولت شام کے جیوش کی قوت اور جنگی تربیت میں نمایاں فرق پڑ گیا ہے۔ لہٰذا اس کا پہلا کام فوج میں از سر نو باضابطگی اور مستعدی پیدا کرنا تھا۔ پارتھیہ سے جنگ کے لئے ممالک مشرقی میں سات رومی جیوش موجود تھے۔ چار شام کے ایک یہودیہ کا اور دو کپادوسیہ میں اور ان کے علاوہ کچھ امدادی فوجیں تراجن پانونیہ سے بھی لے آیا تھا۔ مگر اسکی تفصیل معلوم نہیں۔ اس عرصے میں لڑائی چھڑ چکی تھی۔ اور پارتھیہ والے جیت میں تھے کہ سمی ساط (= سمساط) ان کے ہاتھ آگیا تھا۔ ۱۱۴ء کے موسم بہار میں تراجن کے میدان جنگ کی طرف خود روانہ ہونے سے پہلے اسے تخت ارمینہ کے مدعی پارتھیوماسیرس کا ایک خط بھی ملا جس پر اس نے کوئی اعتنا نہ کی۔ کیونکہ اس میں لکھنے والے نے اپنے تئیں "بادشاہ" لکھا تھا۔ محاربے کا پہلا واقعہ سمی ساط کی بازگیری تھی۔ اور یہیں سے تراجن ارمینہ خورد کے شہر ستالا میں آیا کہ اسی علاقہ کو وہ اپنا جنگی مستقر بنانا چاہتا تھا۔ ستالا میں قفقاز کے اکثر ملوک و امرا نے اس سے ملاقات کی اور اپنی اطاعت اور جاں نثاری کا یقین دلایا۔ ان میں ابریہ۔ البانیہ ایشیائی اور اپ سلیبیہ والے قابل ذکر ہیں۔ مگر ان میں قیصر روما نے سب سے زیادہ ہن یوکی قبائل کے امیر انکیالوس کو نوازا۔ اور اس فوج کشی کی کامیابی ایک حد تک انھی شمالی قبائل کے طرز عمل پر مبنی تھی۔ اس مقام پر پارتھوماسیرکا ایک دوسرا خط ملا جس میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ عجز و انکسار تھا اور کپادوسیہ کے صوبہ دار ام جونیوس سے ملاقات کی التجا کی گئی تھی تراجن نے جونیوس کے بیٹے کو اس سے گفتگو کرنے روانہ کیا۔ اور خود ہٹ کر فوج سمیت ارتاکستا کی طرف بڑھا اور رالیحیا (قریب ارض روم) میں اتر پڑا کہ یہ جگہ فوجوں کے اجتماع کے واسطے نہایت باموقع تھی۔ یہیں پارتھوماسیرس کو بھی قیصر کے حضور میں اس طرح باریابی ملی کہ فوجوں کے سامنے تراجن نے ایک "سوجستوس" (= بلند چبوترہ) پر جلوس کیا اور پارتھی شہزادے نے سر سے مکٹ اتار کر تراجن کے قدموں میں ڈال دیا کہ وہ اپنے ہاتھ سے تاج بخشی کی رسم ادا کرے۔ لیکن سپاہیوں

نے اس کا مطلب غلط سمجھا اور یہ جان کر کہ وہ ارمینہ سے دست بردار ہو رہا ہے، اسے بلا جنگ روما کی فتح قرار دے کر تراجن کی امپراطور کے لقب سے سلامی اتاری، رومی سپاہیوں کے اس طرح شور مچا دینے سے پارتھوماسیرس گھبرا گیا اور بھاگنے کا سا ارادہ کر رہا تھا کہ ہر طرف سے لوگ گرد آ گئے اور وہ بچ کے نہ نکل سکا۔ پھر اس نے تراجن سے خلوت میں ملاقات کی درخواست کی اور لوگ اسے خیمۂ شاہی میں لے گئے مگر تراجن لڑائی کی ٹھان چکا تھا اس نے پارتھی شہزادے کی شرائط رد کر دیں تھوڑی دیر بعد وہ خیمے سے باہر آئے۔ تراجن پھر سوجستوں پر آ کر بیٹھا اور پارتھوماسیرس کو حکم دیا کہ فوج والوں کے سامنے اپنی شرطیں صاف صاف الفاظ میں بیان کر دے، مطلب یہ تھا کہ ان کی باہمی گفتگو کے متعلق غلط افواہیں شائع نہ ہو جائیں۔ سپاہی ہر طرف سے ہجوم کر رہے تھے۔ لیکن ایسے نازک موقع کے باوجود پارتھوماسیرس نے ہوش وحواس گم نہ کئے۔ بلکہ سادگی سے اپنا مطالبہ بیان کر دیا کہ از روئے حق ملک ارمینہ میرا ہے۔ بشرطیکہ اس کا تاج قیصر روما کے ہاتھ سے حاصل ہو۔ اسی شرط کو پورا کرنے کی غرض سے میں خود اپنی مرضی سے آیا ہوں۔ اور میں شکست خوردہ یا اسیر جنگ نہیں ہوں۔ اور نہ مجھے امید ہے کہ میرے ساتھ کوئی برائی کی جائے گی۔ اسکے جواب میں قیصر روما نے مختصر طور پر اعلان کیا کہ ملک ارمینہ رومیوں کا ہے۔ اور آئندہ سے اس پر رومی صوبہ دار کی حکومت ہوگی۔ پھر پارتھوماسیرس کو اپنے رفیقوں کیساتھ واپس جانے کی اجازت دی گئی۔ لیکن اس غرض سے کہ سرحد ارمینہ کے اندر وہ وہاں کسی سے رسل ورسائل نہ کر سکے۔ رومی سواروں کا ایک بدرقہ اس کے ہمراہ کر دیا گیا۔ بعض ارمنی جو اس شہزادے کے ساتھ آئے تھے اپنے گھروں کو لوٹا دئے گئے۔ لیکن خود پارتھوماسیرس رومی پڑاؤ سے زیادہ دور نہ گیا تھا کہ رومی سواروں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ آیا یہ فعل ڈھٹائی کے ساتھ خود تراجن کے حکم سے کیا گیا تھا۔ یا یہ کہ پارتھوماسیرس نے بدرقے والوں کی نگرانی سے نکل جانے کی کوئی کوشش کی تھی۔ ارمینہ والوں نے بغیر جنگ وجدال گردن ڈال دی۔ اور یہ ملک رومی صوبہ بن گیا۔ روما کا اب قفقازیہ کی ریاستوں سے اسی قسم کا تعلق قائم ہو گیا جو پہلے ارمینہ کے ساتھ تھا۔

(۱۲)۔ ادھر اس عرصے میں مور سپہ سالار موسیوس کوئی توس جس نے واکیہ کی جنگ میں نام پایا تھا، ایک حصہ فوج کے ساتھ مشرق میں پیش قدمی کر رہا تھا اور رود اراس اُتر کے ات ربا تین یا قدیم مدیہ کے علاقے پر قابض ہو گیا تھا۔ سین گارا کے مشہور و مستحکم قلعے کو اس نے اچانک جا لیا۔ جس کا قبضہ پارتھیہ پر حملہ کرنے کے لئے عین مفید مطلب تھا۔ خود تراجن ارمینہ پر عمل دخل کر کے عراق عرب میں داخل ہوا جہاں اس کی کوئی قابل ذکر مزاحمت نہ ہوئی۔ باطنہ اور نصیبین بلا وقت مسخر ہو گئے۔ اور حصار نبیطہ کی فتح نے شاہی فوج اور کوئی توس کے دستوں تک نصیبین اور سنیگارا (= سنجار) کے درمیان، راستے کو محفوظ کر دیا۔ اوسرویت (= خسروین؟) کا امیر ابگار بہت دن سے پارتھیہ کا ساتھ چھوڑ کر رومیوں کی باج گزاری میں آنے پر آمادگی ظاہر کر رہا تھا۔ اوتیسہ (= رُہا) میں اس نے علانیہ رومی حملہ آوروں کی اطاعت قبول کر لی اور دوسرے حکام و رؤسا نے بھی اس کی تقلید کی۔ پارتھیہ والوں کو آپس کی جنگ وجدال ہی سے فرصت نہ تھی کہ وہ ارض نہرین میں رومیوں کو مسلط ہو جانے سے روکتے۔ خسرو شاہ پارتھیہ کو ایک عربی نژاد مدعی مانی سارس نامی نے شکست دے کر نکال دیا تھا۔ اور اب تراجن سے خط و کتابت کر رہا تھا کہ اشکانی دولت کو آپس میں تقسیم کر لیا جائے۔ مگر تراجن نے اس تجویز پر کوئی اعتنا نہ کی۔ اور نہ اس کے ایلچیوں سے کسی قسم کی گفتگو جائز رکھی۔ اس پر مانی سارس نے ایک اور عرب رئیس مانوس (= معن) سے اتحاد کیا۔ اور رومیوں کی پیش قدمی روکنے کی تیاریاں کیں۔ لیکن تراجن کا اس سال ارادہ نہ تھا۔ کہ دجلہ عبور کرے۔ کیونکہ موسم سرما آپہنچا تھا۔ پس وہ عراق عرب کے بلا واسطہ الحاق اور انتظام کے بعد انطاکیہ چلا آیا۔ یہاں اس کے قیام کے زمانے میں ایک خوفناک زلزلے کا حادثہ پیش آیا۔ (۱۳ دسمبر ۱۱۵ء) جس میں بہت سی جانیں گئیں۔ شہر کے اکثر مکانات گر گئے۔ اور خود تراجن ہلاک ہونے سے بال بال بچا۔

(۱۳)۔ یہ موسم فرات کے لئے ایک بیڑا بنانے کے اہتمام میں گزرا جس سے

آئندہ پیش قدمی میں مدد ملنے کی امید تھی۔ پھر موسم بہار کے آتے ہی تراجن، جسے انہی دنوں مجلس اعیان نے "پارتھی کوس" (= فاتح پارتھیہ) کے لقب سے سرفراز کیا تھا نصیبین روانہ ہوا۔ اور وہاں سے بالائی دجلے کے اس مقام تک اپنی فوج کو لایا جہاں یہ دریا کردوین کے ضلعے میں داخل ہوتا ہے۔ دریا کو کشتیوں میں عبور کیا گیا۔ جو نصیبین کے جنگل کاٹ کر اور چھکڑوں پر لاد کر کنارے تک لائی گئی تھیں۔ دریا اترنے میں مشکلات کا سامنا ہوا۔ کیونکہ قریبی پہاڑوں کے رہنے والے قبائل کاردو کی رومیوں کو روکنے کے لئے دوسرے کنارے پر صف بستہ تھے۔ لیکن آخر کار رومیوں کی تعداد کثیر کو روکنا محال سمجھ کر یہ وحشی ہٹ گئے۔ ادیابین (= اعداب) کے پورے علاقے پر تراجن کا بغیر کسی خاص مزاحمت کے قبضہ ہو گیا۔ اور اسیریہ کے نام سے اسے تیسرا رومی صوبہ بنا لیا گیا۔

دجلے کو دوبارہ عبور کر کے تراجن اپنے فرات کے بیڑے سے آملا اور ازوگارونا کے مقام پر اپنی فوج کا جائزہ لیا۔ یہ جگہ کالی مٹی کے چشموں کے قریب تھی جس سے بابل والے عمارتوں میں چونا گچی کا کام لیتے تھے۔ خانہ جنگیوں کی بدولت بابل کے بہت سے باشندے شہر چھوڑ کر چل دیئے تھے۔ اور یہ شہر آسانی سے رومیوں کا شکار ہو گیا۔ جنھوں نے یہاں سے پارتھیہ کے پائے تخت تسی فون (= مدائن) پر حملے کی کارروائی کی۔ اس جگہ دجلہ و فرات کے درمیان ایک نہر، نہر ملکہ بنی ہوئی تھی جو تسی فون پر دجلے میں مل جاتی تھی۔ اسی کے راستے تراجن کا بیڑا فرات سے دجلے میں اتر آیا۔ تسی فون کے محاصرے کا جو منصوبہ تراجن نے سوچا تھا اس کی وجہ سے فوجوں کو شہر سے کچھ دور دجلے کے بائیں کنارے پر اتارنا تھا اسی لئے نہر ملکہ سے ایک اور نہر کھودی گئی جو مدائن کے شمال میں دجلے سے آملتی تھی۔ مگر محاصرے نے کچھ طول نہ کھینچا۔ اور حملہ آوروں نے اشکانیوں کے دارالسلطنت کو تھوڑے دن میں مسخر کر لیا۔ پارتھیہ کا بادشاہ خسرو بچ کر نکل گیا۔ لیکن اس کی بیٹی گرفتار ہوئی اور شاہان پارتھیہ کا تخت زریں غنیمت میں ہاتھ آیا۔ اور جشن فتح کے وقت روم میں دکھانے کے لئے بحفاظت رکھا گیا۔ رومی فوج نے اس کامیابی کو یہ سمجھا کہ گویا پورا ملک پارتھیہ فتح ہو گیا،

یا کم از کم آیندہ اس کی فتح یقینی ہے۔ چنانچہ اس سال سکوں پر "پارتھیہ کا پتا" (پارتھیہ مفتوحہ) کے لفظ کندہ ہوئے۔

(۱۴) پھر پچاس جہازوں کے ساتھ تراجن دجلے کے دہانے کے قریب چاراکس کے مقام تک آیا جو اتامبلوس شاہ مسینہ کے علاقے میں واقع تھا۔ اس امیر نے رومی فاتح کی اطاعت قبول کی۔ اور اس کا باج گزار ہو گیا۔ اپنی پیرانہ سالی کے باوصف، بحر ہند کے اس قدر نزدیک آجانے سے تراجن کا تخیل مشتعل ہو گیا۔ اور ایک ہندوستان جانے والی کشتی کو دیکھ کر اس نے بہت ہاتھ ملے کہ اب میں عمر نہیں ورنہ میں خود ان ملکوں تک جاتا۔ سکندر اعظم کے بعد وہ پہلا فاتح تھا جو اتنی دور تک بڑھا۔ اور عجب نہیں کہ وہ مزید فتوحات کے ذریعے سکندر سے بازی لے جانے کے خواب دیکھنے لگا ہو۔ لیکن تھوڑے ہی دن میں اس خبر نے اسے خواب شیریں سے چونکا دیا کہ بابل و جزیرہ کے علاقے جنھیں اتنی آسانی سے فتح کیا تھا، باغی ہو گئے۔ سپہ سالار ماکسی موس کے ماتحت ایک رومی جیش کو باغیوں نے فنا کے گھاٹ اتارا اور نصیبن، سلیوکیہ اور ادیسہ کی رومی فوجیں مار کر بھگا دی گئیں۔ یہ بغاوت، جس میں یہودیوں نے نمایاں حصہ لیا تھا بہ مشکل فرو ہوئی۔ اور بغاوت کرنے والے بڑے بڑے شہروں کو اپنی سرکشی کا سخت خمیازہ بھگتنا پڑا۔ بابل کے علاقے میں شہر سلیوکیہ کو کلاروس اور جولیوس الکزاندر نے دوبارہ تسخیر کر کے آگ لگا دی۔ اور زمین کے برابر کر دیا۔ جزیرہ کے اضلاع میں یہودی باشندے بغاوت کے سرغنہ تھے۔ اور اس کی دوبارہ فتح کی خدمت بہادر مور لوسیوس کوئی توس کے تفویض کی گئی تھی۔ چنانچہ اس نے نصیبن اور اودیسہ کا محاصرہ کر کے انھیں تسخیر کر لیا۔ شہر ابگار، جسے ضرور ہے کہ باغیوں نے چھین لیا ہو، سلیوکیہ کی طرح جلا کر خاک کر دیا گیا۔

(۱۵)۔ اس بغاوت نے تراجن کو مجبور کر دیا کہ بالفعل انھی تین صوبوں پر جنھیں دو دفعہ کی فوج کشی میں حاصل کیا تھا، قناعت کرے۔ اور نئی فتوحات سے ہاتھ اٹھائے۔ خاص کر اس لئے کہ پارتھیہ والے فوج جمع کر کے ارمینیہ کو

اس کے نئے نالکون سے چھین لینے کی فکر میں تھے۔ ان کو اس ارادے سے تراجن نے اس چال سے باز رکھا کہ مدائن پہنچ کر خسرو کے بیٹے پارتھاماس پاتس کو تاج پارتھیہ عطا کیا۔ اور اس نے بھی اسے رومیوں کا باج گزار بنکر قبول کر لیا۔ حالانکہ رومیوں نے اس مشرقی سلطنت کے صرف مغربی کنارے تک رسائی حاصل کی تھی مگر تراجن نے یہ رسم تاج بخشی اس طرح ادا کی گویا سارا ملک فتح کر چکا ہے۔ اور سکوں پر بھی "رکس پارتھوس داتوس" (یعنی "تاج بخش پارتھیہ") کے الفاظ کندہ کرائے۔ اور اس طرح پارتھیہ کی رومیوں کے سامنے برائے نام اب وہی حیثیت ہوگئی جو پہلے ارمینہ کی تھی۔

پھر رومی فوجیں ملک شام میں واپس آگئیں۔ راستے میں ہاترا (= الحضر) کو لینے کی کوشش کی گئی۔ جزیرے کے ریگستان کا یہ قلعہ بند شہر مدائن سے سنگارا (سنجار) آنے کے راستے میں واقع ہے۔ زمین کی دشوار گزاری اور سورج کی حدت نے طویل محاصرے کو محال بنا دیا تھا۔ اور شہر کے دلیر باشندے بغیر جنگ کے سر جھکانے والے نہ تھے۔ فصیل میں رومیوں نے شگاف تو کر دیا لیکن اندر داخل نہ ہو سکے۔ تراجن سواروں کے مختصر دستے کے ساتھ خود موجود اور اپنے سفید بال اور شاندار صورت کی وجہ سے الگ نظر آتا چنانچہ قلعے والوں نے اسے تیروں کا ہدف بنا لیا تھا۔ تاہم اسے کوئی آسیب نہ پہنچا۔ اگرچہ اس کے پہلو میں ایک سوار مارا گیا۔ پھر برق و رعد کے ایک طوفان کے باعث رومیوں کو پسپا ہونا پڑا۔ اور آخرکار آب و دانہ کی قلت، موذی کیڑوں کی زیادتی اور گرمی سے رومیوں نے جو صعوبتیں اٹھائی تھیں، انکی بدولت ہاترا مزید حملوں سے بچ گیا۔ تراجن اپریل ۱۱۷ء کے قریب واپس انطاکیہ آگیا۔

جزیرے میں رومیوں کی اطاعت کا طوق اتار پھینکنے کی کوشش ایک اور وسیع تر تحریک بغاوت سے قریبی تعلق رکھتی تھی جو سلطنت کے مشرقی صوبوں میں برپا ہوئی۔ یہودیوں کے ساتھ گذشتہ جنگ عظیم کو جس کا خاتمہ یروشلم کی تباہی پر ہوا پورے پچاس برس بھی نہ گزرے تھے کہ انھوں نے ایک مرتبہ اور اپنے رومی حکمرانوں کی ماتحتی سے نکل جانے کی مایوسانہ جد وجہد کی۔ انھیں آرزو تھی کہ جن

ملکوں میں یہودیوں کی معقول تعداد آباد ہے وہاں سے رومی اور یونانی دونوں قوموں
کو نکال باہر کریں۔ یہ قبرس، سی رینکہ، مصر، جزیرہ عراق عرب، اور فلسطین کے
ملک تھے۔ اور انھیں اغیار سے صاف کر کے وہ ایک آزاد یہودی حکومت قائم
کرنے کی فکر میں تھے۔ اس کوشش کا موقع انھوں نے وہ تاکا جب کہ قیصر مشرق اقصیٰ
میں گیا ہوا تھا۔ اور جہاں کہیں قابو چل گیا وہاں اپنے مخالفین کا باغیوں نے
استیصال کر دیا۔ چنانچہ قبرس میں جو مدت سے فلسطین و شام کے یہودیوں کا مامن
تھا، حسب روایت انھوں نے دو لاکھ چالیس ہزار نفوس کو قتل کیا۔ اور اسی لئے
بغاوت فرو ہونے کے بعد بھی رومیوں نے ممانعت کر دی تھی کہ کوئی یہودی اس
جزیرے میں آیندہ قدم رکھنے نہ پائے۔ اسی طرح سی رینکہ میں باغیوں نے بڑے بڑے
ظلم ڈھائے۔ یہ مجلسی صوبہ تھا اور حفاظت کے لئے یہاں کوئی رومی فوج نہ تھی۔ اور
یہودیوں کی تعداد اصلی باشندوں سے زیادہ تھی۔ لہٰذا ان کے ایک سردار اندریویا
لوکوآس نامی نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ اور چند ہی روز میں سب جگہ غالب آیا۔
یہاں یہودیوں نے دو لاکھ بیس ہزار دیسیوں کو بڑے عذاب دے دے کر قتل کیا،
مصر میں رومی ناظم روتیلیوس لوپوس اس ناگہانی شورش کا کوئی انتظام نہ کر سکا،
اور اسے سکندریہ میں قلعہ بند ہونا پڑا۔ شہر میں یہودیوں کی تعداد بہت تھی۔ لیکن
وہ دوسروں کی نسبت کم تھے۔ لہٰذا یہاں یونانیوں نے ان کا قتل عام کر دیا۔ اس
عرصے میں تراجن نے مارکوس توربو کو فوج اور جنگی جہاز دے کر بھیجا کہ بغاوت فرو
کرے۔ اور ان باقاعدہ سپاہیوں کے مقابلے میں باغی بہت جلد مغلوب و سرنگوں ہو گئے
مصر میں اتنے یہودی مارے گئے کہ قریب قریب نام و نشان باقی نہ رہا۔ عراق عرب
میں اس تحریک کا لوسیوس کوی توس نے قلع قمع کیا جس کا حال ہم اوپر پڑھ چکے ہیں۔

(۱۷) قیصر روما کے ممالک مشرقی میں چلے آنے سے نہ صرف یہودیوں
نے فائدہ اٹھایا بلکہ روما کے دوسرے دشمن بھی جابجا شورش یا حملہ کرنے لگے،
ڈینیوب کے صوبوں پر سرماشیہ والوں نے یورش کا قصد کیا۔ افریقہ پر موروں
نے ترکتازی شروع کی۔ برطانیہ میں رومی رعایا نے ہنگامہ مچا دیا۔ غرض مغرب میں

تراجن کی موجودگی ضروری ہوئی۔ اور مجلس اعیان نے بہ منت اسے واپس بلایا۔ مشرق کے محاربات بھی بظاہر ختم ہو چکے تھے اور ان فتوحات کا روما میں شاندار جشن منانیکی تیاریاں ہونے لگیں۔ لیکن سکندر کی طرح جس کی وہ ریس کرتا تھا، تراجن کے نصیب میں بھی واپس وطن پہنچنا نہ لکھا تھا۔ وہ سلیشیہ میں سلینوس[1] تک سفر کرنے پایا تھا کہ ایک مرض میں مبتلا ہوا۔ اور اسی میں قضا کی۔ وفات ۸ اگست ۱۱۷ء[2] کو ہوئی۔ اور پارتھیہ کی فتح کا جشن اس کے نام سے وفات کے بعد روما میں منایا گیا۔ تاریخ میں یہی ایک مثال ہے جس میں کسی متوفی بادشاہ کو یہ عزت ملی۔ جلوس فتح میں فاتح کی گاڑی میں "تراجن دیوتا فاتح پارتھیہ" کا بت رکھا تھا۔ اور یہی لقب ہے جس سے متوفی قیصر ملقب کیا گیا۔ اس کی بھسمی ایک طلائی ظرف میں رکھکر اسی کے چوک میں اسی کی لاٹھ کے نیچے دفن کی گئی۔ اور بادشاہوں میں صرف اسی کو یہ امتیاز حاصل ہوا کہ اس کی باقیات حدود شہر کے اندر رکھنے کی اجازت دی گئی۔

(۱۸) تراجن اس بات سے بخوبی واقف ہوگا کہ ممالک مشرق میں اس نے اتنی آسانی سے جو فتوحات حاصل کی ہیں اس کا سب سے بڑا سبب اہل پارتھیہ کی باہمی نااتفاقی ہے۔ اور جس دن وہاں پھر اتفاق و مصالحت ہوئی یہ رومی فتوحات معرض خطر میں پڑ جائیں گی۔ پارتھیہ میں ایک باج گزار بادشاہی قائم کرنا محض ایک دفع الوقتی کی تدبیر تھی۔ اور اگر واقع میں تراجن اسے پائدار بنانا چاہتا تھا تو کم سے کم یہ وہ ضرور جانتا ہوگا کہ پارتھیہ پر مستقل سیادت کے قائم کرنے میں مزید جنگ و جدال اور کشت و خون کی ضرورت ہوگی۔ سکندر کی فتوحات جنگ ایسوس و اربیل کا پھل تھیں بخلاف اسکے تراجن کی فتوحات میں قریب قریب کہیں بھی خون بہانے کی نوبت نہ آئی تھی قرینہ کہتا ہے کہ روما میں جشن فتح منانے کے بعد تراجن پھر مشرق میں

[1] ایک دوسرے (بوتروبیوس کے) بیان کے بموجب اس نے سلیوکیہ (واقع ای سوریہ) میں وفات پائی لیکن ایک کتبے سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ اسکی وفات کا مقام سلینوس ہی تھا۔

[2] صحیح تاریخ میں کسی قدر اختلاف ہے۔ ہمارے ماخذوں میں ۷، ۸ اور کسی میں ۱۱ اگست تحریر ہے۔

آئے کا ارادہ رکھتا تھا کہ دوبارہ جنگ شروع کرے اور اہل پارتھیہ کی جنگی قوت کمزور کر کے اپنے نئے صوبوں کی حدود کو زیادہ محفوظ و مستحکم کر لے۔ اس نے فرات کی بجائے دجلے کو سلطنت روما کی مشرقی سرحد قرار دیا تھا اور شاید اس کا تحفظ آسان تر ہوتا۔ اسی لئے سلطنت کی اس توسیع کو مورد اعتراض بنانا اور اسے ایک غلطی سمجھنا جس میں محض تراجن کی ہوس ملک گیری نے اسے مبتلا کیا، قرین انصاف و احتیاط نہیں ہے کیونکہ اس کی حکمت عملی کی ملکی مصالح کی بنا پر تاویل وحمایت کی جا سکتی ہے، جب اس نے اپنے اسلاف کی حکمت عملی متعلق بہ ارمینیہ کو قابل رد قرار دیا (اور حق یہ ہے کہ اس حکمت عملی کی خوبی میں کلام کی گنجائش بھی تھی) اور ایک مرتبہ ارمینیہ کے الحاق کا فیصلہ کر لیا تو جزیرے کا الحاق ایک شدنی سی بات ہو گئی۔ رہا اسیریہ تو وہ دجلے کے پار اسی قسم کی ایک آگے بڑھی ہوئی چوکی تھی جیسے کہ صوبہ داکیہ، ڈینیوب کے پار آگے نکلا ہوا تھا۔ پھر یہ کہ ان مقبوضات کی بدولت ملک شام سے خلیج فارس تک قافلوں کے پورے راستے پر روما کا اقتدار قائم ہو جاتا تھا جس سے روما کو کثیر تجارتی منافع کی امید تھی۔ لیکن تراجن کی بے وقت وفات اور اس کے جانشین کی بالکل دوسری حکمت عملی کی وجہ سے رومۃ الکبریٰ کو سرحد مشرقی کی توسیع کے ثمرات دیکھنے کا موقع نصیب نہ ہوا۔

توضیحات و حواشی

اگناتیوس کی شہادت

عہد تراجن کے عیسائی مقتولین میں سب سے مشہور شخص انطاکیہ کا اسقف اگناتیوس ہے۔ جسے اہل کلیسا کی روایت کے بموجب شام کے صوبہ دار نے روما بھیجا اور وہاں کے دنگل میں وہ درندوں کے سامنے پھنکوا دیا گیا۔ بعض نقاد اس تمام قصے کو مشکوک سمجھتے ہیں۔ اور گو اس کی صداقت ان مکتوبات کے اصلی ثابت ہونے پر منحصر ہے جو اگناتیوس ولی سے منسوب ہیں لیکن مکتوبات کے مسئلے سے قطع نظر کیجئے تو داخلی اعتبار سے اس قصے کی صداقت میں کوئی بات خلاف

قرائن نہیں ہے۔ اگناتیوس نے اگر رومہ میں شہادت پائی تو گویا اس کا وہی انجام ہوا جو بتھی نیہ کے رومی شہریوں کا ہوا ہوگا۔ جنھیں پلینی نے رومہ بھجوانے کے واسطے الگ کر دیا تھا بشرطیکہ وہ اپنے اقرار مسیحیت پر ثابت قدم رہے ہوں، رہا یہ سوال کہ اس شہادت کا قصہ اتنا قدیم کیوں ہے تو اس کا سب سے سادہ حل یہی ہے کہ اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے۔

(اس مسئلے کو "ڈکشنری اوف کرسچین بایوگرافی" میں بہت خوبی سے بیان کیا گیا ہے)

باب بست وپنجم

مصنفین و علوم۔ (تی بریوس کی وفات سے تراجن کے عہد تک)

ذیلی عنوان (۱) کلودیوس اور نرو کے عہد کی تصانیف۔ ان بادشاہون کا ادبی ذوق۔ اگری پینہ، کوربیولو، اور وتوس کی "توزکات" کرتیوس کی تاریخ (۲) سینیکا اس کی تصانیف نثر اور (۳) ناٹک "اکتاویہ" (۴) کولومِلا۔ پومپونیوس مِلا، اسکونیوس۔ پروبوس۔ شارحین قانون۔ (۵) شاعری۔ "درمدح قنصل پیزو"۔ پرسیوس کی "ہجویات" کیسیوس باسوس (۶) لوکان۔ "فرسالیا"۔ (۷) کال۔ پورنیوس سیکولوس۔ لوکی لیوس کی کتاب "اتنا" ہومروس لاتی نوس" (۸) پترونیوس اربی ترکی "ساتری کون" (۹) فلاویوسیون کا عہد، بادشاہون کی سرپرستی علوم۔ وس پاژیان کا درس علما کا جدید انتظام۔ اور دومی شیان کے علمی امتحانات (۱۰) پلینی (کلان)۔ اس کی کتاب طبیعات پر (۱۱) مورخین (۱۲) خطابت، بدیع و بیان۔ کوان تیلیان (۱۳) فرون تی نوس (۱۴) والریوس فلاکوس۔ "ارگونوتی کا" سالیئوس باسوس (۱۵) سیلیوس آتالی کوس "پونی کا" (۱۶) استاتیوس۔ اس کی تصانیف (۱۷) سجع گوئی۔ مارتیال (۱۸) استِلّا۔ سول پی کیا۔ تورنوس۔ (۱۹) عہد تراجن کے مصنفین (۲۰) جوتال (۲۱) تاسی توس۔ اس کی زندگی (۲۲) تصانیف (۲۳) بحیثیت مورخ اس کا مرتبہ۔ (۲۴) پلینی (خورد) (۲۵) فلوروس۔ ماہرین فن (۲۶) یونانی علم ادب۔ جوزفوس اور فیلو۔ (۲۷) پلوتارک (۲۸) دیون کریسوس توم۔

فصل اول

عہد کلودیوس و نرو کے مصنفین

(۱) عہد تی بریوس میں خاموشی رہنے کے بعد، اس کے جانشینوں کے زمانے میں پھر علمی سرگرمی شروع ہوئی۔ لیکن اب اس میں وہ تازگی اور آمد کی کیفیت نہ تھی جو عہد اغسطس کی خصوصیت ہے۔ بہ الفاظ دیگر عہد زریں گزر گیا۔ یہ "عہد سیمیں کا" آغاز تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ رومہ کے سیاسی واقعات نے علمی ترقی پر بڑا اثر ڈالا۔ تی بریوس کے آخری زمانے کی جباری، کالی گولا کا وحشیانہ طرز عمل، کلودیوس کی بیویوں اور غلاموں کے دور میں روزگار کی گردش یا نرو کی بیہودہ حرکتیں ایسے ماحول کو پیدا کرنے والے اسباب نہ تھے کہ جس میں ورجیل ہوریس اور لیوی کا کوئی جانشین رشید پرورش پاتا۔ اغسطس کے معاصرین نے بگڑی سلطنت کو سنورتے اور بکھرے شیرازے کو منتظم ہوتے دیکھا تھا۔ حالیکہ عہد کلودیوس اور نرو کے رومیوں کو یہ نظر آتا تھا کہ دنیا کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم کسی مصنف کو اپنے دور حاضرہ پر نازاں اور مستقبل پر مطمئن نہیں پاتے۔ حکومت کی طرف سے انھیں ہر وقت بے اعتمادی ہے کہ نہ معلوم کل کیا ہو جائے۔ قیصر کا محل ان کی نظر میں سازش و فریب، جبر و تشدد کا گھر بن گیا ہے۔ قومی زندگی میں کوئی شئے ایسی نہیں کہ انھیں جوش میں لائے۔ پس علم ادب کا قدم جہاں تھا وہیں رہ جاتا ہے۔ اکثر کتابیں جو اس زمانے میں لکھی گئیں یا تو فلسفیانہ قسم کی ہیں یا طبیعیات کے موضوع پر ہیں اور یا قدیم علم ادب کی محض نقالی ہے۔ شعر و تاریخ نویسی میں عہد اغسطس ہی کے اساتذہ کی تقلید فرض سمجھی جاتی ہے اور ان سے پہلے مصنفین کو بہت ہی پست و کم رتبہ مانا جاتا ہے۔ تمام تحریروں پر بدیع و بیان کا رنگ غالب ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نثر، شاعرانہ اور مقید اور نظم، منثور و پریشان ہو گئی ہے۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کلو دیوس اور نرو خود مصنف تھے یعنی کلو دیوس
تاریخ نویس اور نرو شاعر تھا۔ کلو دیوس کو جوانی میں تاریخی مطالعہ کا چسکا خو دلیوی نے
لگایا تھا مگر سوائے ایک خطبے کے حصے کے بادشاہ کی اور کوئی تحریر محفوظ نہیں رہی۔ یہ
خطبہ جس کا ٹکڑا سلامت رہ گیا ہے[1] اس نے غالوی شرفا کو رومی عہدے عطا کرنے
کے موقع پر مجلس اعیان میں پڑھا تھا۔ (۴۸ء) ایک اور کتاب جو دربار کلو دیوس
کی اندرونی تاریخ کا بہت اچھا ماخذ تھی، ملکہ اگری پینہ کی تزک تھی کہ اب مفقود ہے،
جس طرح بعض اور ہمعصر عمائد کے خود نوشتہ حالات تلف ہو گئے۔ چنانچہ دومی تیوس کو ربولو
نے محاربات ارمینہ میں اپنے جنگی کارنامے لکھے تھے۔ سوئتونیوس پولی نوس نے اپنی
موریتانیہ کی خدمات بیان کی تھیں۔ حالانکہ اس کا نام زیادہ تر فتوحات برطانیہ کے
سلسلے میں مشہور ہے۔ ال، ان تیس تیوس وتوس نے جرمانیہ میں اپنی سپہ سالاری
کے مشاہدات لکھے تھے۔ اور یہ سب کتابیں اگر سلامت رہ جاتیں تو ادبی طور پر
خواہ باوقعت ہوں یا نہ ہوں، تاریخی اعتبار سے یقیناً بہت کار آمد ہوتیں۔ اس عہد کا
صرف ایک مورخ کوئن تیوس روفس ایسا ہے کہ اس کی کتاب ہم تک پہنچی۔ حالانکہ
اس کی زندگی کے دیگر حالات ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ اصل میں اس نے سکندر اعظم کی ایک
تاریخ دس حصوں میں لکھی تھی جن میں سے پہلے دو تلف ہو گئے۔ اس نے اپنی معلومات
یونانی مصنفین سے اخذ کی ہے۔ مگر اس اخذ کرنے میں اس کے نقد و انتخاب کی کوئی خاص
قابلیت نہیں ظاہر ہوتی۔ طرز تحریر میں لیوی کی تقلید کرتا ہے۔ لیکن اپنے زمانے کے
بیجا تکلفات سے متاثر ہے۔ گو خود اسے احساس نہیں۔ چنانچہ ہر جگہ جوابی فقرے
اور شاعرانہ جملے لکھنے کی کوشش کی ہے۔ ملکداری میں سکندر کی عظمت کا وہ بمشکل
صحیح اندازہ کر سکا ہے۔ تاہم اس کی مشرقی مہمات کو ایک درخشاں کارنامہ سمجھتا ہے،
صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسے دلفریب قصوں کی تلاش ہے۔ اور جو واقعات زیادہ
تعجب انگیز نہیں ہیں، خواہ وہ زیادہ اہم ہوں، انھیں جلدی سے بیان کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔

---

[1] یہ ٹکڑا ایک برنجی تختی پر لیون میں دستیاب ہوا۔ خطبے کا خلاصہ تاسی توس نے بھی اپنی
تاریخ میں تحریر کیا ہے۔

(۲) اس عہد کی خصوصیات کا سب سے اچھا نمایندہ اور سب سے دلکش ادیب سینیکا ہے۔ اغسطسی عہد کے تمام مصنفین رومی یا اطالوی تھے۔ مگر سینیکا کوردوبا (قرطبہ) کا ہسپانوی باشندہ ہے۔ باپ جو فن خطابت کا ماہر نیز کسی قدر ادبی شہرت رکھنے والا شخص تھا، اس کا پہلے ذکر آچکا ہے۔ ان لوگوں کے ادبی دنیا میں روشناس ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بیرونی صوبے بھی اب رومی علم ادب میں ممتاز حصہ لینے لگے ہیں۔ یا یوں کہیئے کہ ہسپانیہ اس معاملے میں دوسری محکوم اقوام کو راستہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ اسی زمانے میں دو اور ہسپانوی نژاد مصنفوں کے نام پاتے ہیں جن میں سے ایک سینیکا کا بھتیجا لوکان تھا۔ اور دوسرا گادیس (= قادص) کا باشندہ کولوملا۔

سینیکا کی تحریریں کئی طرح اس عہد کے خیالات پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اس نے مختلف مضامین پر کتابیں لکھیں۔ لیکن سب سے مشہور تصنیفات فلسفیانہ اور نظری ہیں۔ اس کا فلسفہ طرز بیان اور معانی دونوں کے اعتبار سے مقبول و عام پسند تھا۔ علمی خودنمائی اس عہد کی ایک خصوصیت تھی۔ اور سینیکا بھی آیندہ نسلوں میں قدر و منزلت پانے کی بجائے ابنائے زماں سے تحسین و آفرین سننے کے لئے کتابیں لکھتا تھا۔ اس کی انشاپردازی زمانے کے مذاق کے مناسب تھی وہ نہایت وسیع معلومات اور حقائق نفسی کا مطالعہ کرنے کی عمدہ قابلیت رکھتا تھا اور اس میں یقیناً اہل مدرسہ کی سی محدود نگاہی بھی نہ تھی۔ لیکن اس کے فلسفے میں نہ جدّت پائی جاتی ہے نہ عمق وہ ہر وقت ایک عمدہ خیال کو لفظی صنعت پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے[۱]، اس نے بہت کچھ لکھا مگر بقول اہل الرائے کے وہ "فلسفے میں کافی احتیاط نہیں کرتا[۲]" اکثر اس کے طول کلام سے دل اکتانے لگتا ہے اور ناظرین کے سامنے مختلف پیرایوں میں بار بار ایک ہی خیال کا اعادہ ہوتا ہے۔ ایک اعلےٰ درجہ کے رومی نقاد نے اس کے طرز بیان کی مذمت کی ہے کہ وہ ایسی "خوش نما خامیوں سے" جو لڑکوں کو اپنا گرویدہ بنالیتی ہیں بدنما ہو گیا ہے[۳]۔ ممکن ہے کہ اس نے محض حصول جاہ کی

---

۱ اس کے فلسفے کا کچھ اور حال بھی باب سیم عنوان ۷ میں آگے آتا ہے۔

۲ کوان تیلیان۔ فصل دہم۔ صفحہ ۱۲۹۔

خاطر زحمت تصنیف اٹھائی ہو۔ اور ادبی ناموری کے ذریعے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کا خواستگار رہو۔ باین ہمہ یہ سمجھنا کہ اسے فلسفے اور خاصکر اس کے عملی پہلو سے کوئی حقیقی دلچسپی نہ تھی، ظلم ہے۔ اگرچہ ایک بلند معیار سے دیکھئے تو اہل فلسفہ سسرو کی طرح اس موضوع پر سینیکا کی طبع آزمائی کو بھی محض دخل در معقولات سمجھیں گے۔ اس کی اکثر فلسفیانہ تحریریں جو مختلف وقتوں میں لکھی گئیں "مکالمات" کے نام سے بارہ جلدوں میں جمع کی گئی ہیں۔ ان میں اس نے حسب ذیل مضامین پر لکھا ہے۔ (۱) اگر ایک احکم الحاکمین خدا کا وجود ہے تو نیکوں پر مصیبتیں کیوں پڑتی ہیں۔ (۲) دانشمند کو نہ ضرر پہنچتا ہے نہ ذلت، اور اس کے ساتھ کی تین کتابیں تشفی کے واسطے۔ (۳) غصہ (تین مقالات میں) (۴) خوش دلی کی زندگی۔ (۵) فرصت۔ (یہ اور پہلی کتاب دونوں سرکاری خدمات سے دستکش ہونے کے بعد لکھی گئی ہیں) (۶) اطمینانِ قلب (۷) زندگی کی ناپائداری (۸) ایک خاتون کے نام اس کے فرزند کی وفات پر۔ (۹) پولی بیوس کے نام اسکے بھائی کے انتقال پر اور (۱۰) اس کی ماں ہلویہ کے نام پولی بیوس کی جلاوطنی پر۔ انکے علاوہ ایک رسالۂ عفو و کرم پر، جو نرو کی تخت نشینی کے بعد لکھا تھا، اور سات مقالات "عطیات" پر بھی محفوظ ہیں۔

سینیکا نے ایک اور کتاب سات آٹھ حصوں میں مسائل طبیعی پر تالیف کی اور اسے اپنے نوجوان دوست لوسی لیوس عامل صقالیہ کے نام پر معنون کیا ہے، نیز اسی شخص کے نام اس کے خطوط بھی جو اشاعت عام کی غرض سے لکھے گئے تھے، ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر ان میں وہ دلچسپی جو سسرو اور پلینی کے خطوں میں پائی جاتی ہے، بالکل مفقود ہے۔ کلودیوس کی ہجو میں جو ناٹک اس نے لکھا تھا اس کا ہم دوسرے سلسلے میں پہلے حال لکھ آئے ہیں۔ (باب پانزدہم۔ عنوان ۲۹)

(۳۴) سینیکا نثر نگاری کے ساتھ شعر بھی کہتا تھا۔ اس کی نو[۹] المیہ تمثیلیں سلامت رہیں اور یہ سب یونانی زبان کے قصوں سے جو یونانی دیو مالا سے متعلق ہیں ماخوذ ہیں،

---

[۹] یہ بیس حصوں میں ۱۲۴ خطوں کا مجموعہ ہے۔

ان کے نام یہ ہیں۔ ہرکیولس فورنس تروڈس "(یا ٹروآ) فینسہ (یا تھبائس) مدیہ، فدرا (یا ہپولی توس) ادی پوس اگا مم نون تھیئس تس اور ہرا کیولس ایتوس۔ ان میں سے اکثر کے اصل یونانی ناٹک اب تک سلامت ہیں، اور سینکا نے جس طرح ان نامی گرامی استادوں کی اصل تمثیلات کو اپنی زبان میں لاکر ستیاناس کیا ہے۔ اس سے عہد نرو کی افسوسناک بد مذاقی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس نے جس قدر لطیف نکتے کی باتیں تھیں سب حذف کر دی ہیں۔ اور حسن محاکات کو لفاظی پر سے قربان کر دیا ہے۔ اس کے تمثیلات کا مقصود محض لفاظی اور لسانی ہے۔ جسکے مقابلے میں قصے کا ربط اور محاکات معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ اسی لئے اس بارے میں بہت اختلاف ہے کہ آیا یہ ناٹک واقعی تماشا گاہ میں دکھانے کے واسطے لکھے گئے تھے یا محض کتابی ہیں۔ اور گو وہ کسی اعتبار سے کرکے دکھانے کے لائق نہیں تاہم کچھ عجب نہیں کہ اس زمانے میں انھیں دکھایا گیا ہو۔ اوران کی داد ملی ہو لیکن گمان غالب یہ ہے کہ انھیں لکھتے وقت سینکا کے پیش نظر یہ بات تھی کہ ان کے علیحدہ علیحدہ بعض حصے خاص خاص احباب کے روبرو سنائے جائیں۔ ان ناٹکوں میں وزن وقافیے کی سخت پابندی اور اغسطسی شعرا کے قواعد کی پوری تقلید کی گئی ہے۔ چھ اور تین رکن کی متعارف بحروں کے علاوہ اساقوی گلی کونی اور اس قسم کے اوزان سے بھی کام لیا گیا ہے۔ لیکن مضمون اور بحر کی مناسبت کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا۔

تاریخی اعتبار سے ان ناٹکوں کی نسبت کہیں زیادہ دلچسپ ناٹک "اکتاویہ" کو سمجھنا چاہیئے جو "فابولا پیری تکستا" یعنی رومی اشخاص کا غم انجام قصہ ہے۔ اس کی تصنیف سینکا سے منسوب کی جاتی تھی اور اب تک اسی کی تصانیف میں شمار ہوتا ہے۔ اس قصے کا مضمون نرو کی بیوی کا افسوسناک حشر ہے۔ اور خود سینکا بھی قصے کے اشخاص میں داخل ہے۔ لیکن چونکہ قصے میں نرو کے خاتمے کا بھی ایک اشارہ آتا ہے اس لئے سینکا اس کا مصنف نہیں ہو سکتا۔ گمان غالب یہ ہے کہ یہ ناٹک پہلی صدی کے ختم ہونے کے قبل فلاویوسی بادشاہوں کے عہد میں نظم ہوا۔ مگر یہ بات بھی یقینی نہیں ہے۔

(۴) سنیکا کا ہمعصر و ہموطن کال جونیوس موڈراتوس کولوملا (باشندۂ قادس) نے اپنے آپ کو فلاحت کے لئے وقف کر دیا اور قریب قریب اسی طرح اس فن کو لوگوں میں مقبول کرنے کی کوشش کی جس طرح سو برس پہلے ورجیل نے کی تھی۔ اس مصنف کا چچا ایک ذی علم آدمی اور تبیکہ کا بہت بڑا زمیندار تھا اور اس سے مصنف کو اپنے مضمون کے عملی طور پر مطالعہ کرنے کا بہت اچھا موقع میسر آیا۔ اس نے فلاحت ("دیہ روستی کا") پر دو رسالے تحریر کئے۔ اور دوسرا پہلے سے کہیں زیادہ مفصل اور جامع ہے۔ پہلے رسالے کا صرف ایک حصہ "درختوں" پر محفوظ رہا۔ لیکن دوسری کتاب بارہ مقالوں میں اب تک سلامت ہے اس کا ایک مقالہ (دسواں) آٹھ رکن کی بحر میں بہت خوبی سے منظوم ہے۔ اور نثر کے ساتھ صرف اس ایک ٹکڑے کو نظم میں لکھنے کا سبب یہ ہے کہ یہ مقالہ "باغبانی" پر تھا۔ اور اس فن کو ورجیل نے اپنی نظم میں چھوڑ دیا تھا۔ لہذا مصنف اسے ورجیل کی جیورجکس میں بطور تتمہ اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ جیورجکس مصنف کے الفاظ میں "اس درخشاں مطرب کا صحیفہ ہے۔"

اسی سلسلے میں خاص خاص مضامین پر جو کتابیں لکھی گئی تھیں ان کا ذکر کر دینا چاہیئے جیسے اسکری بونیوس لارگوس کی کتاب جڑی بوٹیوں پر یا ئین جن ترا (اسپین) کے جغرافیہ نویس پومپونیوس ملا کی کتاب "کورو گرافیا" تین مقالوں میں سیسرو کی تقریروں پر کیو اسکونیوس پدیانوس نے سنہ ۶۵ء کے قریب حاشیہ لکھا۔ مگر اس اعلےٰ درجہ کی تصنیف کے محض چند اجزا محفوظ ہیں۔ اس کی زبان پاک اور تنقید جاندار ہے۔ ورجیل پر حرف گیری کرنے والے کے جواب میں بھی اس نے ایک کتاب لکھی تھی لیکن وہ سلامت نہ رہی۔ صرف و نحو کی تحقیقات کی خدمت ام والریوس پروبوس باشندہ بری توس نے انجام دی۔ اور لاطینی کے مشہور مصنفین کی زبان پر انہی اصول سے تنقید و تبصرہ کیا جیسا کہ سکندریہ کے علما نے یونانی اساتذہ کی تصانیف پر کیا تھا چنانچہ اس نے ورجیل، ہوریس اور لوکرت یوس کے محشی نسخے شائع کئے اور قدیم لاطینی پر بہت کچھ لکھا اور زبانی درس دیتا رہا۔ ایک ممتاز نحوی

اور ذہین نقاد کی حیثیت سے وہ بعد کے مصنفین میں بھی جنھوں نے اسی موضوع پر قلم اٹھایا، بہت شہرت رکھتا ہے۔ تشریع اور قوانین پر لکھنے والوں میں سب سے مشہور پروکیولوس اور کاسیوس لونگی نوس تھے جن میں پہلے کے نام سے ایک فرقہ پروکیوسی موسوم ہوا اور دوسرا وہ ہے جسے نیرو نے سارڈینیہ جلاوطن کردیا تھا اور بعد میں وس پاشیان نے واپس بلایا۔[1]

(۵) سینکا کے بعض ناٹکوں کے متعلق خیال ہوتا ہے کہ شاید وہ کلوڈیوس کے عہد میں لکھے گئے ہوں۔ ورنہ سوائے ایک مدح کے جو مشمن بحر میں ہے اور کوئی نظم ایسی نہیں جسے ظن غالب کے ساتھ کلوڈیوس کے زمانے سے منسوب کیا جاسکے۔ یہ مدح فصل پیزو کی شان میں کسی نامعلوم نوجوان نے لکھی تھی۔ (بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ کال پورنیوس کی طبعزاد ہے) اس میں جا بجا اعظمی شعرا کا ذکر آتا ہے جن سے مصنف خوب واقف ہے اشعار کی بندش بہت چست اور شاندار ہے۔ اور ساری نظم میں صرف دو جگہ ترخیم وتخفیف الفاظ پائی جاتی ہے۔ خود نیرو کی زمزمہ سنجیوں میں سے صرف چند متفرق شعر باقی رہ گئے ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اس کی موت کے بہت دن بعد تک لوگ پڑھتے اور یاد رکھتے تھے۔ لیکن اس عہد کے (عہد نیرو کے) سب سے مشہور شاعر پرسیوس اور لوکان ہیں جو اپنے رواقی عقائد، کچھ قبل از وقت سی قابلیت اور نیز جوان مرگی میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ ان میں سے اسے پرسیوس فلاکوس اتروریہ کے قصبے ولاتری میں پیدا ہوا (۳۴ء) اور صرف اٹھائیس سال کی عمر میں وفات پائی (۶۲ء) پائے تخت میں اس نے رواقی فلسفی انیوس کورنوتس سے

ع۱۔ مارتیال نے خوستی نوس شاعر کو اپنا مجموعۂ سجعات بھیجتے وقت جس پربوس کا ذکر کیا ہے (باب سوم صفحہ ۲) غالباً اس سے یہی پربوس مراد ہے۔

ع۲۔ چونکہ اسے بھی نیرو نے محض دولت مند ہونے کی بنا پر سزا دی تھی لہذا جونال نے اسے سینکا اور لاترانوس کی ذیل میں داخل کرلیا ہے۔ باب دہم صفحہ ۱۵

تعلیم حاصل کی۔ اور استاد سے جو عقیدت رکھتا تھا اُسے اپنی تحریر میں کئی جگہ ظاہر کیا ہے۔ لوسی لیوس کے مطالعے سے اُسے ہجو گوئی کا چسکا پڑا۔ اور دوسری طرف ہوریس کی شاعری نے بھی اس پر بہت اثر ڈالا۔ اس کی چھ ہجویں بجنسہ اب تک محفوظ ہیں۔ مگر اس زمانے کے مفہوم کے مطابق صرف پہلی کو لفظ ہجو سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ اس میں مصنف نے شعرائے معاصرین اور اپنے زمانے کے ذوق عام کا خاکہ اڑایا ہے۔ ورنہ دوسری ہجویں محض فلسفۂ رواقیہ کے منظوم وعظ و نصائح ہیں جن میں کہیں کہیں دلچسپ مکالمات اور نقلوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ ان میں بھی جن اشخاص کا ذکر کیا ہے وہ لوسی لیوس یا ہوریس کے ہاں موجود ہیں اور اشعار میں بھی (شروع اور اخیر شعر کے) جملے کے جملے بجنسہ یا تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ انہی دونوں کے خاصکر ہوریس کے کلام سے نقل کرلئے ہیں۔ بایں ہمہ پرسیوس کے اشعار کا ظاہری اور معنوی رنگ اپنے استاد سے بالکل جداگانہ ہے۔ عہد اعظمیں کا وہ شاعر ایک زندہ دل لذاتی ہے جو نوع انسان کی حماقتوں پر خوش مزاجی سے قہقہے لگاتا ہے بحالیکہ عہد نرو کا یہ سخن گو ایک رواقی واعظ ہے جو دنیا کی اصلاح کا خواہاں نظر آتا ہے۔ نوجوان پرسیوس نے نوع انسان کو سبق دینے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ مگر پختہ کار ہوریس فقط مزے لینے پر قناعت کرتا ہے۔ ایک یہ بات بھی جتانے کے لائق ہے کہ پرسیوس کے ہاں زمانۂ حاضرہ کی سیاسیات سے متعلق کوئی بحث نہیں ملتی۔ اسے جمہوریت کے مٹنے کا کوئی ملال نہیں نہ بادشاہی کے قیام سے نفرت ہے۔ مگر ان سب باتوں سے قطع نظر افسوس ہے کہ ہوریس کے مطالعے سے پرسیوس نے طرز بیان کے معاملے میں بھی پورا فائدہ نہیں اٹھایا بحر مثمن پر جس میں اس نے نظمیں لکھی ہیں، وہ اچھی طرح قادر نہیں۔ اور اپنے پیش پا افتادہ خیالات نہایت دقیق و غامض الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے مقاصد و اغراض

ع۱ اپنی کتاب الہجو (فصل اول) میں اس نے لوسی لیوس کی تلخ گوئی کا ہوریس کی خوش مزاجی اور طرز نغز طعن گوئی سے مقابلہ کیا ہے "سکوت لوسی لیوس سس پن دری ناسو"

بے لوث ہیں۔ مگر اس میں کوئی جدت اور شعر کا فطری ملکہ نہیں۔ اور اس نقص کو وہ صنعت و تقلید کے پردے میں چھپانا چاہتا ہے۔ اس بیان کو ختم کرتے وقت پرسیوس کے دوست کسیوس باسوس کا بھی ذکر کر دینا مناسب ہوگا۔ جو عہد نرو کے غزل گو شعرا میں سربرآوردہ تھا۔ اس کا کوئی کلام اب محفوظ نہیں۔ مگر بحور پر ایک رسالے کے بعض اوراق سلامت رہ گئے ہیں۔

(۶) اس زمانے میں رزمیہ نظم بہت مقبول تھی۔ ورجل قابل اتباع نمونہ بن گیا تھا اور مختلف وطنی مضامین پر نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ خود نرو نے روما کی تاریخ کو رزمیہ مثنوی نظم کرنے کا منصوبہ سوچا تھا۔ لوکان کی فرسالیہ اسی قسم کی نظم ہے جو دس ابواب میں خانہ جنگیوں پر لکھی گئی تھی۔ اس شاعر کے (ولادت ۳۹ء وفات ۶۵ء) پیزو کی سازش کے سلسلے میں سزا پانے کا حال اوپر ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ فرسالیہ کو بھی وہ پورا نہ کر سکا۔ اور نا تمام چھوڑ گیا۔[۱] در اصل لوکان ایک تعلیم یافتہ خاندان کا فرد تھا اور جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے۔ سنیکا خطیب اس کا دادا اور سنیکا فلسفی چچا تھا۔[۲] نوجوانی میں اس کی نرو سے بہت دوستی تھی۔ مگر آگے چل کر وہ اس کی ادبی شہرت سے اتنا جلنے لگا کہ اسے شعر لکھنے کی ممانعت کر دی۔ فرسالیہ بادشاہ کے اس عتاب سے پہلے کی نظم ہے۔ کیونکہ تمہیدی اشعار میں نرو کی بڑے جوش کے ساتھ مدح و ستایش کی گئی ہے۔ اس نظم کو ہم اپنی وضع کا ایک بڑا کارنامہ سمجھ سکتے ہیں خاصکر جب کہ یہ بھی پیش نظر رہے کہ مصنف صرف چھبیس برس کی عمر میں مر گیا۔ لیکن اس میں ذکاوت خداداد کی کہیں چمک نظر نہیں آتی۔ اصل میں اس زمانے کی یہ رسم کہ جلسۂ احباب میں نظمیں سنائی جاتی تھیں۔ رزمیہ نظم کے حق میں علی الخصوص

---

[۱] لوکان کی اور تصنیفات بھی تھیں جن میں ایک ایلیاکون سا تورنالیہ، سلوی (یا متفرقات) کے دس حصے اور ایک ترایدی مدیہ تھی یہ سب تلف ہو گئیں۔

[۲] دیکھو مارتیال (فصل اول صفحہ ۶۱) لوکان کی ولادت پر اس نے تین سجعے یا قطعات تہنیت بھی لکھے تھے (فصل ہفتم ۲۱، ۲۲، و ۲۳) اور جونال اسے صاحبان ثروت میں شمار کرتا ہے (ہفتم ۷۹) مارتیال کے بعض اور قطعوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فرسالیہ بہت مقبول تھی اور خوب بکتی تھی۔

نہایت نامساعد ہوا۔ شاعر اس شعر خوانی کو ملحوظ رکھ کر خواہ مخواہ لالچ میں آجاتا تھا کہ خاص خاص موقعوں کو محل کی مناسبت کا لحاظ کئے بغیر اس اہتمام کے ساتھ لکھے کر سناتے وقت حاضرین جلسہ واہ واہ پکار اٹھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شاعری خطابیہ شئے ہوگئی۔ اور شعر خوان خطیبانہ موضوع کی تلاش کرنے لگے چنانچہ فرمایا یہ محض منظوم خطابت ہے۔ نہ کہ شاعری۔ اور اسی پر کوان تیلیان نے حسب عادت یہ پُر مغز فقرہ چست کیا ہے کہ "شاعروں سے زیادہ لوکان کی تقلید خطیبوں کو کرنی چاہئے۔" موضوع کا یہ انتخاب ایک رواقی کے لئے جس نے تھرآسیا اور ہلوی دیوس کے عہد میں پرورش پائی اور مجلس اعیان کے ساتھ کمال عقیدت رکھنے کا سبق پڑھا بالکل مناسب مزاج سہی۔ لیکن ادبی نقطۂ نظر سے نہایت بے لطف تھا۔ قصے میں اصلی ممدوح یا شور یا پومپی ہے۔ لیکن اس زمانے کی باہمی جنگ میں جیسی نااہلی اس نے دکھائی اُسے پیش نظر رکھئے تو لوکان کی ساری بعلبی مضحکہ انگیز رہ جاتی ہے۔ دوسرا ممدوح کاتو ہے۔ اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو کسی نے بڑی پتے کی بات کہی ہے "اصلی ممدوح نہ پومپی ہے نہ کاتو بلکہ مجلس اعیان ہے۔ جولیس سیزر کے مقاصد کو مجرمانہ قرار دیا گیا ہے" اور اس کی فتح کو نہ صرف آزادی کی موت بلکہ رومۃ الکبریٰ کی عظمت کا خاتمہ بتایا ہے۔ رواقی مسائل شیخی کے فقرات، بلند آہنگ عامیانہ امثال اور لمبی لمبی بے مزہ تقریروں سے ساری کتاب بھری پڑی ہے۔ تصنع نے اکثر عبارتوں کو دشوار و پیچیدہ بنا دیا ہے اور ناما نوس جغرافی اور اضافی معلومات کے داخل کرنے سے .... بعض حصے بہت کراہت انگیز ہو گئے ہیں۔ بایں ہمہ محاضرات سے شاعر کے عمدہ تخیل کا اندازہ ہوتا ہے اور بہت سے فقروں میں الفاظ کی الٹ پلٹ، دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے جیسے کاتو کے اس سجع میں "Victrix causa deis placuit, sed Victa Catoni."

یا پومپی اعظم کے متعلق ان مشہور الفاظ میں " Stat Magni nominis umbra."

(۷) جہاں ورجیل کی رزمیہ نظم نے لوکان کے اور جیور جیکس نے کولملا کے شاعرانہ جذبات کو برانگیختہ کیا وہاں اس کی "بوکولیکس" کا بھی ایک مقلد پیدا ہو گیا۔ یہ کال پورنیوس سیکو لوس تھا۔ جس کے نام کے آخری جزو کے متعلق صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ اُس سے شاعر کا مولد اصلی مراد ہے یا محض صقالیہ کے تعلقات کی بنا پر اسے اختیار کر لیا گیا تھا۔ یہ شاعر غریب آدمی تھا۔ اور اپنے کسی مربی سے التجا کرتا ہے کہ اُس کی تصنیفات کو قیصر کے حضور تک پہنچا دے۔

ع۱۔ یعنی میری دلیل نے۔

یہ سیدلی جیسے شاعر نے "ملی بیوس" کے نام سے یاد کیا ہے شاید سنیکا یا کال پورنیوس پیزو تھا۔ اس کے چوبولوں کے سات مجموعے محفوظ ہیں۔ اس زمانے کی دوسری نظموں کی طرح عروض کے اعتبار سے یہ بھی بالکل درست و صحیح ہیں۔ لیکن ان میں کوئی جدت نہیں پائی جاتی۔ اور ورجیل یا یونانی گیتوں کی محض نقل ہیں۔ ان میں نیرو کو درباری زبان میں خداوند یا ان داتا کے خطاب سے یاد کیا ہے۔ اور اسے عفو و حریت کے دور جدید کا بانی دکھایا ہے۔ نیز ساتویں مجموعے میں ان شاندار تہواروں کا حال بیان کیا ہے جو اس بادشاہ کے زمانے میں منائے گئے تھے[1]۔

وہ اعتبار یہ (ڈیڈکٹک) نظم جو "آبنا" کے نام سے موسوم ہے ظاہر کرتی ہے کہ اُس زمانے میں لوگ خشک سے خشک مضامین کو بھی نظم کرنے کا کیسا میلان رکھتے تھے۔ اس میں آتش فشانی کے اسباب طبعی سے بھی بحث کی ہے اور شعرا نے جو اوہام اس بارے میں عوام الناس میں پھیلائے تھے ان پر رد و قدح کی ہے۔ ٹھیک معلوم نہیں کہ یہ کتاب کس کی تصنیف ہے۔ لیکن سب سے قرین قیاس رائے یہ ہے کہ اسے سنیکا کے ادبی دوست لوسی لیوس نے تحریر کیا تھا جس کے نام اس فلسفی کے مکتوبات مشہور ہیں۔ یہ لوسی لیوس کافی مدت تک صقالیہ میں عامل رہا۔ اور وہاں کے آتش فشاں پہاڑ کو معائنہ کرنے کا اسے اچھا موقع ہاتھ آیا تھا۔ نظم میں کلام لوسرش یوس کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ لیکن لوسرش یوس کے اس کمال سے کہ وہ خشک مضامین میں شاعرانہ دلچسپیاں پیدا کر دیتا ہے مصنف آبنا بالکل عاری ہے البتہ انسانی زندگی کی تنگی کے مقابلے میں مطالعۂ فطرت کی مسرتیں بیان کرتے وقت وہ بہت بلندی تک پہنچ جاتا ہے۔ نظم کا خاتمہ دو بھائیوں کی کہانی پر ہوا ہے جنھوں نے اپنے والدین کو آتش فشاں کے سیلاب سے بچایا تھا۔

ائلیڈ کی داستان کا ایک لاطینی خلاصہ "ہومروس لاتی نوس" بھی غالباً اسی زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور بعض جگہ سے ہومر کا لفظی ترجمہ ہے۔ یہ نظم مدارس کے واسطے تیار کی گئی تھی۔ اور اس میں بجز صحت اوزان کے اور کوئی خوبی نہیں پائی جاتی۔

---

[1] آئین سیڈلن کے ایک قلمی مسودے میں عہد نیرو کے چوبولوں کے دو اور مجموعے محفوظ ہیں۔ جو کال پورنی کی تصنیف سے نہیں۔ ان میں سے ایک میں نیرو کے مطرب بن کر جلسۂ عام میں آنے کی شان بیان کی ہے۔

(۸) غالباً عہد نرد کی سب سے دلچسپ تصنیف پٹ رونیوس ارمی تر کی ہجویہ نظم تھی جو بیس ابواب میں لکھی گئی۔ یہ قریب قریب یقینی ہے کہ یہ پٹ رونیوس وہی عاشق مزاج عیاش ہے جس کے نرو کے حکم سے ۶۶ء میں مارے جانے کا حال کسی گزشتہ باب میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کی کتاب (ساتیرہ یا ساتی ریکون یعطائبات) میں طرح طرح کے غیر مہذب واقعات درج ہیں جن کے سلسلہ میں وہ اپنے عہد کی رسم ورواج اور لغزشوں کا خاکہ اڑاتا ہے۔ افسوس ہے کہ اس کتاب کے صرف بعض اجزا باقی رہ گئے۔ اور ان میں سب سے بڑا ٹکڑا "ضیافت تری مال کیو" ہے جس میں شاعر نے کمپانیہ کی کسی یونانی بستی (غالباً کومہ) کے ایک جاہل نودولتے کے ہاں جلسہ دعوت کا حال لکھا ہے۔ یہ حال اس نے ایک آزاد شدہ غلام یوکولپیوس کی زبانی بیان کیا ہے۔ جو دراصل اپنی سیر وسیاحت کے حالات سنا رہا ہے جس میں ایک اور موالی اس کیل توس اور ایک غلام گیتون اسکے ہمراہ تھے اور یہ سفر اس نے کلودیوس کے آخری یا نرد کے ابتدائی زمانے میں کیا تھا۔ اس قصے کو شاعر نے بڑی ذہانت وخوبی کے ساتھ لکھا ہے۔ اور لطافت وظرافت نیز ہجو ملیح کے علاوہ اس میں دنیا سے نہایت عمدہ واقفیت اور اشخاص قصہ سے مقتضائے حال گفتگو کرانے کی بڑی قابلیت پائی جاتی ہے۔ قرینہ چاہتا ہے کہ اس افسانہ سیاحت کے مختلف حصے ایک مجموعے کی شکل میں اس خیال سے مربوط کئے گئے ہیں کہ اودیسے کی داستان میں جو پوسی ڈن (دریا پانی کے دیوتا) کے راستہ بھٹکانے کی روایتیں آتی ہیں ان کی تردید کی جائے اور دکھایا جائے کہ فلاح وسر سبزی کا دیوتا پریاپوس پوسی ڈن کی ان حرکتوں کو پسند نہیں کرتا اور مسافروں کی حمایت کرتا ہے۔ اخلاقی سبق آموزی کا کوئی خیال کتاب میں نہیں پایا جاتا البتہ یونانی فنون لطیفہ کی خوبیاں دکھانے میں مصنف نے بہت باریک بینی سے کام لیا ہے۔ اور اپنے زمانے کے ادبی ذوق پر بڑے چبھتے ہوئے فقرے لکھے ہیں۔ ایک شیخی پسند شاعر یومول پوس کی نقل لکھی ہے۔ کہ وہ دو نہایت طویل نظمیں لوگوں کو سنا رہا ہے۔ ایک نظم "تروے نالوسیس" یعنی "تسخیر تروے" ۶ رکن کی مثلث بحر میں ہے۔ اور دوسری دو بلوم سویلہ بحر مسدس میں۔ مگر بیچ میں جو شعر آتی ہے اس میں شاعر بہک کر طرح طرح کی بحروں میں شعر بنانے لگتا ہے جیسی منی پیوس کی ہجویات میں آتی ہیں۔ اس نقل میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ پٹ رونیوس نے درپردہ نرو کی نظم کی ہجو کی ہے۔ جو اسی

ترودیے کی تسخیر کے موضوع پر لکھی گئی تھی۔ اور "بوم سویلہ" سے ممکن ہے کہ "فرسالیہ" کا خاکہ اڑانا مقصود ہو۔

فصل دوم
شاہان فلاویوسیہ کے زمانے کی تصنیفات

(۹) اس خاندان کے سب بادشاہ علوم کے سرپرست تھے۔ اگرچہ ان میں سے کوئی کلودیوس یا نیرو کے برابر علمی مشاغل کا دلدادہ نہ تھا۔ تاہم وس پاژیان فصاحت یونانی سے بے بہرہ نہ تھا۔ اور اس نے اپنا روزنامچہ لکھا ہے۔ طیتوس کی نسبت معلوم ہوا کہ سیّارہ دنبالہ دار نکلنے پر اس نے ایک نظم لکھی۔ اور دومی شیان بھی جوانی میں شاعری سے شغف رکھتا تھا۔ لیکن یہاں وس پاژیان کی علم نوازی کے متعلق یہ بتانا منظور ہے کہ وہ علوم کی تشویق و تحریص میں کتنا سرگرم تھا۔ چنانچہ وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے بلاغت کے لاطینی اور یونانی اساتذہ کے واسطے ایک لاکھ سسترکہ کا سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ مشہور شعرا کو اس نے بیش قرار انعام دئے۔ اور دیگر فنون کی بھی اسی طرح قدر افزائی کی۔ دومی شیان نے کاپی تول والبان کے مشاعروں کے ذریعے شعر شاعری کو ترقی دی۔ ممکن ہے دومی شیان کی مطلق العنانی دیکھ کر یہ خیال کر لیا جائے کہ اس سے علم ادب پر برا اثر پڑا ہوگا لیکن اول تو اس کی حکومت اگرچہ شخصی تھی لیکن شروع میں عرصے تک جابرانہ نہیں تھی۔ دوسرے وہ خاص قسم کے لوگوں کا ایک چھوٹا گروہ تھا جسے بادشاہ کی بدگمانی یا عداوت سے خوف ہو سکتا تھا۔ ورنہ یہ بالکل یقینی بات ہے کہ لوگوں کو حکومت کی مکتہ چینی یا جمہوریت کی قصیدہ خوانی میں، جو درحقیقت شخصی بادشاہی پر حملہ تھا کوئی امر مانع نہ تھا۔ پھر سیاسیات کے علاوہ شعرا یا نثر نگاروں کی طبع آزمائی کے واسطے اور بہت سے موضوع موجود تھے اور عہد حاضرہ کی تاریخ کے

۱؎ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنے بھائی کی تسخیر یوشلیم پر ایک نظم لکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ والریوس فلاکوس نے وس پاژیان سے خطاب کرتے وقت اس کا اشارہ کیا ہے (ارگونات فصل اول صفحہ ۱۲)

سوا علم ادب کی اور کوئی شاخ ایسی نہ ہوسکتی تھی جسے دومی شیان جیسے شخصی بادشاہ کے زمانے میں لازمی طور پر نقصان پہنچتا۔

(۱۰) قصبۂ کوم (علاقہ ایں روسے البیس غالیہ) کا سی پلی نیوس سکندوس (۲۳ئہ تا ۷۹ئہ) جو عام طور پر "بڑے پلینی" کے نام سے مشہور ہے تاکہ اس میں اور اس کے ہمنام بھتیجے میں امتیاز رہے، شاید اپنے زمانہ کا سب سے فاضل شخص تھا۔ وسوویس کی آتش فشانی میں اس کے مرنے کا ذکر ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ وہ مختلف صوبوں میں نائب ناظم یا عامل کے فرائض انجام دیتا رہا۔ اور اس مصروفیت کے باوجود وہ اپنے نہایت وسیع و متنوع مطالعے کے واسطے بھی کافی وقت نکال سکا۔ اور خود بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ چھوٹی کتابوں کے علاوہ اس کی قابل ذکر مصنفات یہ ہیں۔ (۱) جرمنوں کے ساتھ رومیوں کی تمام لڑائیوں کی تاریخ بیس حصوں میں (۲) فن بلاغت پر ایک مبسوط مقدمہ جس میں ہر جگہ نظائر پیش کی ہیں موسوم بہ "اس تودیوسی" (۳) علم صرف پر ایک رسالہ جس میں تصریف و ترکیب لفظی کی مشتبہ صورتوں پر بحث کی ہے (۴) اپنے عہد کی ایک تاریخ (اکتیس حصوں میں) جو غالباً گاویس کے زوال دولت سے شروع ہو کر ۷۱ئہ تک پہنچتی ہے۔ اور (۵) تاریخ طبیعات۔ پلینی کے بھتیجے نے نہایت دلچسپ پیرائے میں اپنے چچا کی تقسیم اوقات کا حال لکھا ہے جس کی پابندی کی بدولت وہ اس قدر علمی کام کر لیتا تھا کہ دوسرا شخص اپنا پورا وقت علمی مشاغل میں صرف کرنے کے باوجود اتنا کام بہ مشکل انجام دیسکتا ہے۔ چنانچہ صبح ہونے سے پہلے وہ معمولاً وس پاژیان کے حضور میں چلا جاتا تھا جو "دکیوراتو سینز اریس" ہونے کے باعث یہ حاضری ضروری تھی۔ پھر اپنے سرکاری کام انجام دیتا۔ اور زیادہ دن چڑھے سے پہلے اس سے فارغ ہو جاتا۔ گھر واپس آنے کے بعد اس کا سارا وقت مطالعے کی نذر ہوتا۔ یعنی کھانے کے بعد وہ کوئی کتاب اٹھا لیتا اور اسکی یادداشتیں اور ضروری اقتباسات لکھتا جاتا۔ "کیونکہ اس نے کوئی کتاب نہیں پڑھی جس میں سے کچھ اقتباسات نہ لئے ہوں"۔ پاخانے اور غسل خانے میں بھی وہ یا لکھواتا جاتا یا کچھ پڑھوا کر سنتا رہتا تھا۔ سفر میں ہمیشہ اس کا منشی اور کتاب مع یادداشت کی کتاب کے ساتھ رہتی تھی سردی میں اس منشی کو دستانے پہننے پڑتے تھے تاکہ ہاتھ گرم رہیں۔ پلینی کسی وقت کو جو

مطالعے میں صرف ہوا سمجھتا تھا کہ مفت میں ضائع ہوا۔ اسی قدر زیادہ لکھنے کی وجہ سے اسے اتنی فرصت نہ ملی کہ اپنے طرز بیان یا تحریر کے حسن و قبح پر پوری توجہ مبذول کرے اسی لئے پلینی کی تصانیف اس کثرت مواد کی بنا پر جو اس نے اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہے یادگار ہیں نہ کہ طرز بیان کی نوعیت یا نقادانہ احتیاط کی وجہ سے۔

مذکورۂ بالا کتابوں میں سے فقط ایک کتاب طبیعات پر اب تک سلامت رہی۔ اسے ۷۷ء میں قیصر تی توس کے نام سے معنون کیا گیا تھا۔ مصنف کتاب کو چھتیس[۱] مقالات، آخر میں فہرست مضامین اور اپنے ماخذوں کی ایک مفصل فہرست پر مشتمل کرنا چاہتا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ فہرستیں بعد میں اس کے بھتیجے نے ایک علٰحدہ حصے کی صورت میں جمع کر کے شامل کر دیں۔ جس سے کتاب کے سینتیس[۲] مقالے یا حصے ہوگئے۔ اور اب وہ اسی حالت میں ہم تک پہنچی ہے۔ کتاب میں علوم طبیعی کی تمام حاصل شدہ معلومات کو جمع کیا ہے۔ اور طبیعات، جغرافیہ، حیوانات، نسلیات، نباتات اور معدنیات پر بحث کی ہے۔ پلینی جانتا تھا کہ یہ مضمون خشک ہے۔ اور بعض جگہ محض جزئیات گنانی پڑی ہیں۔ لہٰذا دلچسپی پیدا کرنے کی غرض سے وہ بعض اشیا کے بیان میں اس قسم کی شاعرانہ انشاپردازی صرف کرتا ہے جو اس زمانے میں مقبول تھی کسی موضوع کو شروع کرتے وقت وہ عام اصولی باتیں تمہید کے طور پر بہت ایجاز کے ساتھ لکھتا ہے۔ اور اس میں اکثر پند و نصائح کا پیرایہ اختیار کرتا ہے۔ سنیکا اور کو نوملا کی طرح وہ بھی جا بجا زمانے کی انحطاط پذیری کا شاکی ہے۔ عقائد میں اسے عوام کے مذہب سے مخالفت ہے۔ لیکن خود کسی خاص فلسفے یا نظام عقائد

---

[۱] کتاب کے دوسرے (گویا متن کے پہلے) مقالے میں مواکید ثلاثہ کا ذکر ہے تیسرے سے چھٹے تک جغرافیہ۔ ساتویں میں انسانی نسلوں کا حال۔ آٹھویں میں ذوات الثدی (دودھ پلانے والے جانور) نویں میں سمکیات (مچھلیاں) دسویں میں طیور۔ گیارھویں میں کیڑے، بارھویں سے ستائیسویں مقالے تک نباتات کے مضامین جن میں بدیسی درخت۔ میوہ دار درخت، باغبانی اور نباتاتی ادویہ کا احوال شامل ہے اٹھائیسویں سے بتیسویں مقالے تک حیوانی ادویہ اور آخری چار مقالوں میں معدنیات کا ذکر کیا ہے۔ اور اس میں سنگ و فلزات کی مختلف مصنوعات کا خاص طور پر بیان کیا ہے۔

کا متبع نہیں۔ کاینات کی کثرت میں اوسے وحدت کا رنگ نظر آتا ہے۔ اور وہ اس عقیدے کی طرف مائل ہے کہ دنیا کا نفس ناطقہ اور فطرت کا سب سے بڑا کارفرما اور "دیوتا" سورج ہے۔

(۱۱) وس پاژیان کے زمانے کے سب سے نامور مورّخ اِم کلیودیوس رو فس اور دیپ تا نوس مسالا گزرے ہیں۔ جن میں سے پہلا تفضلی مرتبے کا مقرر اور دوسرا بھی ایک مقرر اور تاہی توس کے شباب کے وقت اس کا دوست تھا۔ روفس کی تاریخ میں عہد نرو اور سال "چہار شاہی" کے واقعات درج ہیں۔ نرو کے شیر سینیکا کے متعلق روفس کی رائے مخالفانہ ہے۔ بحالیکہ اسی زمانے کے ایک اور تاریخ نویس فابیوس روس تی کوس نے سینیکا کے سیاسی کارناموں کو سراہا ہے۔ ہمارا دوسرا مورخ سال انقلابات یعنی ۶۹ء کے واقعات میں فوجی تریبیون کی حیثیت سے خود شریک تھا۔ اور اس نے اپنے چشم دید حالات جمع کئے ہیں۔ تاریخ عالم پر ایک اور کتاب دیبیوس ماکس موس نے دومی شیان کے زمانے میں لکھی تھی۔ مگر ان میں سے اب کوئی کتاب سلامت نہیں رہی۔ خطابت میں ایک شخص اِم اآپر کی بہت شہرت تھی علمائے قانون میں کلیوس سابی نوس (سابنی) وس پاژیان کے عہد میں مسلم الثبوت شخص تھا اور پگاسوس (پروکیولی) کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ قوانین کی تعبیر میں وہ نہایت بے لاگ آدمی تھا۔

(۱۲) آپر اور دوسرے قانون پیشہ اشخاص سے بھی زیادہ ناموری اپنے زمانے میں فن خطابت کے استاد اور محقق اِم فابیوس کوان تی لیا نوس کو حاصل ہوئی جس کا نام دنیائے ادب کے ہسپانوی مشاہیر میں ایک اور کا اضافہ کرتا ہے۔ وہ ۳۵ء کے قریب کلاگوریس میں پیدا ہوا۔ اور گالبا کے ہمراہیوں میں رومہ آیا جہاں چند ہی روز میں اس کی فصاحت کا شہرہ ہو گیا۔ اور وہ دارالسلطنت کے لئے قابل فخر سمجھا جانے لگا۔[۱] اپنے ہموطن

---

[۱] دیکھو مارتیال حصۂ دوم صفحہ ۹۰

سنیکا کی طرح اسے بھی خاندان شاہی کے بچوں (یعنی رومی شیاں کے نواسوں[1]) کی تعلیم و تربیت کی خدمت تفویض ہوئی۔ وس پاژیان نے علم بلاغت کا جو مدرسہ روما میں قایم کیا تھا اس کا سب سے پہلا مسند نشین کوان تیلیان ہی کو مقرر کیا۔ تعلیم دینے کے کام میں اسے بہت کامیابی ہوئی۔ اور خوب روپیہ کمایا[2]۔ اس کی معرکہ آرا تصنیف "وی انس تی توشیو اُراتوریا" یعنی ایک خطیب کی تعلیم بارہ مقالات پر مشتمل ہے اور اس میں بچپن سے لے کر بڑی عمر تک کا طریق تعلیم لکھا ہے۔ تاکہ وہ آدمی کو دنیاوی کاروبار کے قابل بنانے میں کامل راہنما کا کام دے۔ مصنف کی نظر میں اہل خطابت کے حقوق و فرائض کا معیار بہت بلند ہے[3]۔ اس کی کتاب نہ تو ایسی سطحی ہے جیسی سسرو کی کتاب اسی موضوع پر۔ اور نہ وہ اس علم کی درسی کتابوں کی طرح عام ناظرین کے لئے خشک و بےلطف ہے۔ مصنف بہت سنجیدہ اور آزاد رائے رکھتا ہے اور ادبی تنقید کے معاملے میں اس کی نظر بہت باریک ہے۔ وہ محض لوگوں کی شہرت سے مرعوب نہیں ہوتا۔ اور نہ اپنے زمانے کے مروجہ خیالات کی رَو میں بہ جاتا ہے۔ اس کے برعکس سنیکا کے طرز بیان کی تنقیص اور معاصرین کے ادبی تعصبات کی اس نے ہر موقع پر خبر لی ہے خاصکر سسرو کی تعریف کے معاملے میں اس کی رائے سب سے الگ ہے کیونکہ اُن دنوں بحیثیت خطیب اس کی ناقدری کرنا بھی ایک رسم ہو گیا تھا۔ مگر کوان تیلیان اسے خطابت کا بہترین نمونہ قرار دیتا ہے۔ تنقیدی رائے قایم کرنے میں مصنف شدت کی بجائے عام طور پر نرمی کی طرف مائل ہے۔ لیکن وہ اُس بدذوقی، تقلید و تصنع اور آغاز زوال کا پورا احساس رکھتا ہے۔ اور ان کی نہایت معقول و مدلل طریق پر مذمت کرتا ہے جو اس کے عہد کے علم ادب کی خصوصیت بن گئے تھے۔ وہ تمنائیں جو فطرت آدمی کے دل میں پیدا کر دیتی ہے اور سادہ جذبات صاف الفاظ میں بیان کرنا اس زمانے میں گنوارپن سمجھے جاتے۔ اور شاعری کے لئے معیوب ہو گئے تھے۔ کوئی چیز جس میں بعید استعارے اور صنائع و بدائع کی چمک دمک ہو، مقبول و ممدوح نہ تھی۔ اور مصنف کے الفاظ میں ہماری ساری تقریر ایک استعارہ بن گئی تھی جسکو طرح طرح سے عجیب و غریب اور بعید و دقیق بنانے کا دستور

ح [1] جیسا کہ اکیسویں باب میں (زیر ح[1]) اشارۃً بیان ہو چکا ہے۔

ح [2] جونال باب ہفتم صفحہ ۱۸۸۔

ح [3] چنانچہ مقالۂ اول صفحہ ۹ پر لکھتا ہے

ہو گیا تھا مروجہ طرز تحریر کی نوعیت ظاہر کرنے کے لئے کوان تیلیان جابجا "لاس کیدیا" (بے شرمی) کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ گر کوان تیلیان اور اس کی نسل بعض اور اہل علم کی ساعی و دقیق کے باوجود غلبہ اسی مروجہ طرز تحریر کو حاصل ہوا اور گو اول اول خیالات میں رد عمل کے اثر سے لوگ پرانے طرز تحریر کی خوبیاں سراہنے لگے با ایں ہمہ خود اسی سادہ اور "بے بنی سنوری قدامت" کی طرف ان کا دل رجوع نہ ہوا۔

(۱۳) برطانیہ میں قبائل سیلور کے مغلوب کرنے والے اور سپر رائن پار کے جنگی قلعے بنانے میں دومی شیان کے مشیر سکس توس جولیوس فردن تی نوس سے ہم پہلے دوچار ہو چکے ہیں۔ اس کی قابلیت مسلم معلوم ہوتی ہے بلکہ تاسی توس اسے ان "رجال کبار" میں شامل کرتا ہے جو دومی شیان کے حسد کے خوف سے اپنے آپ کو بڑا ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ یہاں صرف بہ حیثیت مصنف اس کا ذکر کرنا مقصود ہے کہ خاص خاص فنون پر اس نے تین رسالے لکھے تھے جن میں سے دو محفوظ اور ایک کے بعض اجزا سلامت رہ گئے ہیں۔ ان میں سے اس تراجم تا کے تین مقالے ہیں اور بیشتر رومی تاریخ کی نظیریں دیکر فن حرب کی تدابیر و خدعات کو بیان کیا ہے۔ کسی مصنف نے ایک مقالہ اپنی طرف سے لکھ کر الحاق کر دیا تھا۔ گر یہ اصل کتاب کے بعد کا ہے فردن تی توس کی دوسری کتاب "دِ اکوئیس اربیس روما" ۹۷ء کی تصنیف ہے جس سال کہ وہ شہر کے تالابوں کا مہتمم تھا۔ گر نروا کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ اس میں شہر روما کے تالابوں کی تعمیر اور انتظامات کے متعلق نہایت بیش قیمت معلومات جمع کی ہے۔ اس نے ایک اور کتاب (گروماتیکا) کھیتوں کی پیمائش پر تحریر کی تھی جس کے صرف چند اقتباسات باقی ہیں فردن تی نوس نے ۱۰۳ء میں وفات پائی۔ جب کبھی وہ سرکاری خدمت پر مامور نہ ہوتا تو ساحل کمپانیہ پر عزت نشینی کی زندگی بسر کیا کرتا تھا[۲]۔ جیسی اس کی قابلیتیں تھیں ویسی ہی اس کی فروتنی تھی کہ اپنی یادگار بنانے کی ممانعت کر دی اور فرمایا کہ "یہ خرچ بیکار ہے۔ ہماری یادگار رہنا

ح ۱۔ تاسی توس (مکالمہ) دو اور صفحہ ۲۰،

ح ۲۔ مارتیال نے (باب دہم) صفحہ ۵۸ (خلیج نیپلز کے کنارے فردن تی توس کے بنگلے میں جانے اور اکثر ادبی مسائل پر اس سے گفتگو کرنے کا ذکر کیا ہے۔

میں باقی رہے گی اگر ہماری زندگی اس کی مستحق تھی"
رومی غیان کے زمانے کا ایک اور مصنف امی لیوس اسپر نحوی بھی قابل ذکر ہے جو سب سے بڑھکر اپنی ورجیل کی شرح کی بدولت مشہور ہوا۔ بظاہر یہ بہت قابل قدر کتاب تھی مگر افسوس ہے کہ اب سوائے چند اقتباسات کے اصل کتاب مفقود ہے۔

(۱۴) فلاویوسوں کے عہد میں شعرا رزمیہ نظم لکھنے کی خاص طور پر مشق کرتے تھے اور اس قسم کی چار نظمیں اب تک محفوظ ہیں۔ اور ایک کے سوا باقی سب خاصی طویل ہیں۔ ان میں سے "ارگونوتیکا" کو سی ۔ والریوس فلاکوس نے وس پاشیان کے زمانہ میں شروع کیا تھا جسے تمہیدی اشعار میں اس نے اپنا مخاطب بنایا ہے۔ پھر اگلے بادشاہ کے زمانے تک کتاب نظم ہوتی رہی حتے کہ سنہ ۹۰ء سے قبل شاعر کو پیام اجل آگیا اور وہ آٹھ حصے لکھکر اپنی کتاب ناتمام چھوڑ گیا۔ چنانچہ مثنوی میں مدیہ کے بھائی اپسیرتوس کی موت اور مسافران "ارگو" کی یونان کو واپسی کا حال لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ غالباً شاعر انئید کی طرح اپنی مثنوی کی بارہ حصوں میں تکمیل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے قصے کی بنیاد اسی "ارگونوتی کا" پر رکھی تھی جو سکندری شاعر اپولونیوس (باشندہ رودس) کی تصنیف تھا۔ لیکن والریوس نے اصل یونانی کی بےمزہ طوالت و بیگوئی سے احتراز کیا۔ اور اپنے نمونہ کی نسبت کہیں زیادہ ڈرامائی تاثیر پیدا کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اشخاص قصہ کے دلی جذبات کا آتار چڑھاؤ بیان کرنے میں خاص دقت نظر سے کام لیا ہے اس کا طرز تحریر ورجیل سے مشابہ ہے۔ اور جسطرح پرسیوس نے ہوریس کی نقل کی تھی قریب قریب اسی طرح والریوس کی کتاب کا ہر ورق شہادت دیتا ہے کہ وہ ورجیل کے نقش قدم پر چلا ہے۔ اور اپنے تصنع کی وجہ سے پرسیوس ہی کی طرح اس کا کلام بھی جابجا عسیر الفہم و مستبعد ہوگیا ہے۔ نظم کی عروضی باقاعدگی کا والریوس ایسا ہی پابند ہے جیسے اووید۔

وس پاشیان کے عہد کا ایک اور رزمی شاعر

سالئیوس باسوس تھا[1] مگر اس کی کوئی تصنیف ہم تک نہیں پہنچی۔ لکھا ہے کہ اس کی شاعری کے صلے میں وس پاشیان نے اسے گراں قدر انعام دیا تھا اور تاسی توس اسے "کامل شاعر"

---

[1] جونال نے ایک جگہ لکھا ہے کہ وہ غریب مفلس آدمی تھا۔ (باب ہفتم صفحہ ۸۰)

کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اسی عہد میں کوریاتیوس ماترنوس نے رومی مضامین پر بعض المیہ ناٹک لکھے اور تھیئس تس کے نام سے یونانی زبان میں بھی ایک کھیل تیار کیا۔

(۱۵) تی کاتیوس سیلیوس اتالی کوس[1] (۲۵ تا ۱۰۱ء) نے لوکان کی طرح اپنی رزمیہ نظم کا موضوع رومی تاریخ سے انتخاب کیا۔ یعنی قرطاجنہ کی دوسری جنگ کے حالات سترہ ابواب میں نظم کئے اور یہ کتاب "پیونی کا" ابھی تک سلامت ہے۔ مصنف روما کا ایک معزز عہدہ دار تھا اگرچہ کوئی خاص ناموری نہ پائی۔ سرکاری عہدوں کی مقررہ منزلوں سے گزر کر وہ نرو کی وفات کے سال قنصل اور بعد میں ایشیا کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ مجلس اعیان میں بھی لوگ اس کا ادب کرتے تھے لیکن اس کا کوئی خاص سیاسی اثر نہ تھا اسی کے ساتھ وہ کسی کا محسود بھی نہ بنا۔ اور صوبہ داری کے بعد سرکاری خدمات سے سبکدوش ہو کر گوشہ نشین ہو گیا۔ اور باقی زندگی علم ادب کی پرستاری میں گزاری چنانچہ اس کے دوست مارتیال نے لکھا ہے:[2] ("Proque Suo celebrat nune Helicorna foro")

(یعنی اب اس کی اجلاس گاہ کوہ ہلی کون ہے)

سیلیوس کے ایک دنبل ایسا نکل آیا تھا کہ کسی دوا سے اچھا نہ ہوا۔ اور اس قدر موجب آزار بن گیا کہ آخر کار اس نے خودکشی کا ارادہ کر لیا۔ اور اسی نیپلز کے جنگل میں فاقے کرتے کرتے جان دیدی۔

سیلیوس نے اپنی نظم دومی شیان کے زمانے میں تصنیف کی تھی اور اسی درباری خوشامد کے طرز میں بادشاہ کو خطاب کیا ہے۔ ایک جگہ پکار اٹھا ہے کہ "وہ فاتح جرمانیہ تو اپنے اخوان والا مثل میں سب سے بازی لے جائے گا" (یعنی وس پاشیان اور تی توس سے)[3] پھر ایک جگہ اسے یونانی مطرب ارفیوس پر ترجیح دی ہے۔ سیلیوس کی نظم کے متعلق ایک ہمعصر نقاد نے

---

[1] جوزال نے ایک جگہ لکھا ہے کہ وہ غریب و مفلس آدمی تھا (باب ہفتم۔ صفحہ ۸۰) سیلیوس کو عام طور پر ہسپانیہ کے علاقے اتالیکا کا باشندہ سمجھا جاتا ہے لیکن اس کو تسلیم کرنا دشوار ہے۔ کیونکہ اس کا دوست مارتیال جو خود ہسپانیہ کا تھا کہیں بھی سیلیوس کو اپنا ہم وطن نہیں بتاتا۔

[2] حصہ سوم۔ صفحہ ۶۰۷

لکھا ہے کہ اس میں آمد کی بجائے آورد زیادہ ہے[1]۔ مگر یہ وہ رائے ہے جو اس زمانے کے اکثر مصنفین پر صادق آتی ہے۔ زمانۂ جدید کے ناظرین کو سیلیوس کی نظم سراسر خشک و بے لطف نظر آئے گی۔ اس نے ہر جگہ مضامین اور زبان دونوں میں ورجیل کی نقالی کی ہے۔ اور کسی قسم کی جدت و تازگی کلام میں نہیں پائی جاتی۔ دراصل سیلیوس کو صاحب انیڈ سے کمال عقیدت مندی تھی۔ اور وہ اپنے مذہبی احترام کے ساتھ اس کی برسی منایا کرتا تھا خصوصاً قیام نیپلز کے زمانے میں۔ اور ورجیل کی تربت پر اسی طرح حاضر ہوتا رہتا تھا کہ گویا وہ کسی دیوتا کا مندر ہے[2]۔ بایں ہمہ شعر میں ورجیلی ترنم پیدا کرنے میں اسے وہ کمال حاصل نہیں ہے جو اس کے ہمعصر والریوس فلاکوس کا حصہ تھا "پیونی کا" جنگ زاما کے بعد سپیو کے جشن فتح پر ختم ہوتی ہے اور انیڈ کی طرح باعتبار جذبات رومیوں کی قومی نظم ہے لیکن ورجیل کے جذبات صادق اور قلبی ہیں۔ بجائیکہ سیلیوس کا جذبہ محض ورجیل کے جوش کا ایک بے جان چربہ ہے۔ نظم میں ہانی بال وہی کام انجام دیتا ہے جو ورجیل کے ہاں ترنوس نے کیا تھا۔ اور ترنوس کی مثل ہانی بال بھی ایک پرچھاویں سے لڑتا ہے۔ نیز جونو دیوی یہاں بھی اسی طرح رومیوں کی دشمنی کرتی ہے جسطرح ورجیل کی نظم میں اسے دکھایا گیا ہے۔ فوجوں کی موجودات، سرداروں کا مجمع، جنگی کھیل کود، ڈھال تلوار کا بیان، فرشتۂ خواب کنار دریا تیغ آزمائی وغیرہ زیر نظم کے تمام لوازم اہتمام کے ساتھ فراہم کئے ہیں۔ شاعر کا رواتی عقائد کی طرف میلان ہر جگہ جھلکتا ہے۔ لیکن جسطرح لوکان کے ہاں ملکی مباحث آتے ہیں، سیلیوس کبھی سیاسیات کا رخ نہیں کرتا۔ ایک اہل الرائے کے الفاظ میں وہ نہ زمانۂ حال پر رائے زنی کرتا ہے نہ ماضی پر تاسف۔ انکے نزدیک عہد جمہوریت کے جنگجو زمانۂ حاضرہ کے رومیوں سے کوئی نسبت و مماثلت ہی نہیں رکھتے۔ بلکہ عالم ارواح اور دیوی دیوتا کی دنیا میں داخل ہو کر نگاہ سے غائب ہو چکے ہیں۔ اس کی نظر میں سپیو دوسرا ہرکولس ہے کہ عنفوان کو طے اور وحوش و عفاریت کو زیر کرنے اور مسرت و نکوئی

---

[1] یہ پلینی کی رائے ہے۔ لیکن اگر ہم صرف اس کے دوست مارتیال کی تنقیدوں کو سامنے رکھیں۔ (جس نے سیلیوس کو "پرتھوی" یعنی جادو وانی کے لقب سے ملقب کیا ہے) تو ان سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ اپنے معاصرین میں نہایت ممتاز شخص مانا جاتا تھا۔

[2] اس نے ان الفاظ میں ورجیل کو ہومر کا ہمنشین بتایا ہے۔ (حصہ ہشتم صفحہ ۵۹۳)

(Mantua Musarum......plectris)

کی دیویوں میں محاکمہ کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں ہانی بال ایک غول بیابانی یا قصے کا دیو ہے جو کہانی کے اخیر میں ابر وآتش کے طوفان میں اڑ کر غائب ہوجاتا ہے[1]۔ لوکان اور سیلیوس کا یہ فرق نہایت سبق آموز ہے کہ اس سے اہل روما کے جذبات کا وہ تغیر ظاہر ہوتا ہے جو رواقی حلقوں تک میں پہلی صدی کے آخری چالیس سال کے اندر پیدا ہوگیا تھا۔ اشعار کی عروضی صحت کے اعتبار سے سیلیوس بھی، اپنے تمام معاصرین کی مثل نہایت محتاط اور قواعد کا پابند ہے۔

(۱۶) نیپلز کے پی پاپی نیوس استاتیوس (۴۵ء تا ۹۶ء) نے بھی اسی دومی شیان کے زمانے میں رزمیہ نظمیں تحریر کیں۔ شعر گوئی کا ذوق اسے اپنے باپ سے ورثے میں ملا تھا جس نے کاپی تول کی ۶۹ء میں آتش زدگی کی یادگار میں نظم لکھی اور وسوویس کی آتش فشانی پر بھی لکھنے والا تھا کہ پیام اجل آگیا۔ نوجوان استاتیوس نے البان کے مشاعروں میں جن کی دومی شیان نے بنا ڈالی تھی، تین مرتبہ بازی جیتی اور زیتون کا سہرا انعام میں حاصل کیا۔ لیکن کاپی تول کے مقابلے میں اسے شکست ہوگئی۔ وہ آسودہ حال آدمی تھا اور سینافات میں (متقابلہ البا) پہا بھی اس کی جاگیر تھی جو شاید دومی شیان نے عطا کی۔ نیز ایک امیر میتیوس سیلر کی اسے سرپرستی حاصل تھی دومی شیان کے عہد کے آغاز میں اس نے "اگاوہ" کے نام سے ایک نقل لکھی[2]۔ اور بادشاہ کی مہم جرمنیہ کی یادگار میں ایک رزمیہ مثنوی لکھنے کا اقرار کیا[3]۔ اور شاید لکھنا شروع بھی کیا لیکن اگر واقعی شروع کردیا تھا تو اتمام کو پہنچانا نصیب نہ ہوا۔ اس وقت استاتیوس کی تین تصنیفیں محفوظ ہیں (۱) تھیبید جو اس کی سب سے بڑی اور پرجوش نظم ہے اور جس کی تیاری میں بارہ سال لگے

[1] مری ویل۔ باب شصت وچہارم۔
[2] دیکھو گذشتہ باب بست ویکم عنوان ۱۹۔
[3] ملاحظہ ہو "سیلوہ" باب چہارم صفحہ ۴۔
[4] جوونال نے اپنی کتاب ہجو میں تھیبید کی اشاعت کا حال لکھا ہے اور بتایا ہے کہ لوگوں نے اسے کس نظر سے دیکھا (فصل ہفتم صفحہ ۸۲)

نظم کا مضمون ادی پوس کے بیٹوں کی جنگ ہے مگر اس کی تقسیم بہت غیر متناسب ہے
کتاب کے دس حصے فقط تمہید اور فریقین (یعنی ایتوکلیس اور پولی نیکیس) کی جنگی تیاریوں
ہی میں ختم ہو گئے ہیں اور تقریروں کی کثرت اور ضمنی قصوں سے نہایت طوالت پیدا ہو گئی ہے۔
برخلاف اسکے تمام اہم واقعات بھائیوں کی جنگ ہیئت جس کے لئے یہ سب تیاریاں ہو رہی
تھیں اور انتی گون کا فسانہ کھینچ تان کے صرف دو حصوں میں جمع کر دئے ہیں۔ پانچواں
اور چھٹا حصہ تمام و کمال فقط ہپسیپلہ اور ارکموروس کے قصے سے بھر دیا ہے۔ حسنِ
تناسب کی اس کمی کی تلافی ایک حد تک اس طرح ہو جاتی ہے کہ شاعر نے جزئیات کو بڑے
اہتمام اور باریک نظری سے بیان کیا ہے۔ لیکن اشخاص قصہ کے جذبات قلبی کی تصویر دکھانے
میں شاعر کو بہت کم مہارت ہے۔ اور تخیل کی کچھ بھی بلند پروازی نہیں نظر آتی۔ اپنے معاصرین
والریوس اور سیلیوس کی طرح وہ بھی ورجیل کو اس مثنوی کا استاد سمجھتا ہے۔ خود قصے کی بنیاد اس
نے غالباً یونانی شاعر انتی ماخوس کی مثنوی تھیبید پر رکھی ہے۔ (۲) اس کی دوسری نظم
کا موضوع اکی لیس کی سرگزشت ہے۔ اس کا صرف ابتدائی حصہ لکھا گیا تھا اور وہ اب
تک محفوظ ہے۔ اس کتاب اکی لئید کے پہلے باب میں تو اس کی ماں تھیتیس کا قصہ لکھا ہے کہ
اس نے کس طرح سکی روس میں اپنے بیٹے کو بھیس بدلوا کے نیکو میدیس کی بیٹیوں میں ملا دیا تھا کہ
اس کا کسی کو پتہ نہ چلے اور پھر کس طرح وہ دئیدامیہ پر عاشق ہوا۔ اور اس کا بھید اکی لیس پر کھل
گیا۔ مگر اس کے بعد کا باقی ماندہ باب ناقص حالت میں ہم تک پہنچا ہے۔ مجموعی طور پر اس نظم کا
طرز بیان تھیبید کی بہ نسبت صاف اور شگفتہ ہے (۳) سیلوہ (اشجار) پانچ حصوں میں مختلف وقتی
نظموں کا ایک مجموعہ اور استاتیوس کی سب سے دلچسپ تصنیف ہے۔ ہر نظم علیحدہ علیحدہ لکھی گئی۔
اور پھر چند نظمیں (پانچ سے تک) ایک حصے میں جمع کر لی گئیں جو بعد میں نثر کے دیباچے کے ساتھ
شائع ہوا۔ ان میں سے اکثر نظمیں شش رکنی متقارب بحر میں ہیں لیکن بعض یازدہ رکنی یا
الکائی اور سافوی بحور میں بھی لکھی گئی ہیں۔ قریب قریب ان سب کا زمانۂ تحریر دومیشیان
کے آخری چھ سال ہیں۔ کتاب کا پہلا حصہ استلا شاعر کے نام معنون کیا گیا تھا کیونکہ اس
حصے میں اس کی اور وایولن تیلہ کی شادی کے موقع پر تہنیت شبابی تقلا سیوم کے نام
سے لکھی گئی وہ بھی شامل ہے۔ کسی کی موت یا پیدائش خوشنما قصور دکو شک دولتمند
دوستوں کے پر تکلف حمام یا خوب صورت نہریں بعض دوسری نظموں کے موضوع ہیں۔ باپ

کی وفات پر ایک نوحہ اور ایک گیت بھی لکھا ہے جو دراصل بیوی کے نام ایک بے تکلفی کا خط سا ہے۔ ایک نظم میں لوکان شاعر کی ولادت پر اظہار مسرت کیا ہے۔ اور اس کی بڑے جوش کے ساتھ تعریفیں کی ہیں۔ یہ واقعہ کہ استاتیوس نے کاتو کی مدح لکھی اور لوکان کے جذبات کو سراہا ظاہر کرتا ہے کہ دومی شیان کی کتابوں پر نگرانی اتنی سخت نہ تھی جس قدر کہ بعض مصنفین نے ثابت کرنی چاہی ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئیے کہ استاتیوس نے لوکان کے متعلق جو کچھ لکھا محض ادبی نقطۂ نظر سے لکھا اور نہ وہ درباری شاعر ہے اور بادشاہ کی نظر عنایت کی خاطر دومی شیان اور اس کے مصاحبوں کی بیجا مدح وستائش میں کوئی باک نہیں رکھتا۔ دومی شیان کی سترھویں قنصلی کی تہنیت میں اس نے نہایت بیہودہ خوشامد کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ اور ایک دفعہ محض اس بات پر کہ بادشاہ نے اسے اپنے ساتھ کھانا کھانے بلایا تھا شکریہ میں ایک قصیدہ لکھ مارا ہے۔ دومی شیان کے ایک منظور نظر چھوکرے ایاری نوس کی کاکلوں پر بھی کئی شعر نظم کئے ہیں۔

(۱۷) استاتیوس کی نظموں میں بھی سجع گوئی اور نئی ترکیبوں کی فکر وتلاش کا میلان پایا جاتا ہے۔ مگر دراصل سجع گوئی میں مہارت اس عہد ہی کی خصوصیت ہے۔ اور اس کا بہترین نمونہ مارتیال ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ فلادیوسی عہد کی شاعری کا عطر عطیر مارتیال کا کلام ہے۔

اُم، والریوس مارتیال (قریب سنہ ۴۰ تا سنہ ۱۰۴ء) بیل بلیس[2] (ہسپانیہ) میں پیدا ہوا اور اسی لئے پہلی صدی کا چوتھا ہسپانوی مصنف ہے جس نے لاطینی علم ادب میں نہایت ممتاز مرتبہ حاصل کیا۔ وہ چونتیس برس تک رومہ میں رہا اور وفات کے قریب (سنہ ۹۸ء میں) اپنے وطن واپس چلا آیا۔ وہ مفلس آدمی تھا اور غالباً کوئی خاص پیشہ یا ملازمت اس نے اختیار نہ کی۔ رومہ میں ایک چھوٹا سا مکان[1] اور سابینی علاقے میں اس کی کچھ ملکیت نومنتم میں تھی۔ نی توس و دومی شیان دونوں نے اس کی نظموں

---

[1] حصہ چہارم۔ صفحہ ۷۔
[2] جلد اول۔ صفحہ ۶۱۔

کے صلے میں وہ سب حقوق اسے عطا کئے تھے جو از روئے قانون تین بچوں کے باپ کو حاصل ہوتے تھے[1]۔ اور وہ ایک جنگی تری بیون بھی بنا دیا گیا تھا جس سے اس کا شمار طبقۂ وسطیٰ کے شرفا میں ہونے لگا۔ دومی شیان کی خوشامد کے معاملے میں وہ استاتیوس سے بھی دو قدم آگے ہے۔ کیونکہ زیادہ حاجتمند اور درباری سرپرستی کا زیادہ مشتاق جو یا تھا۔ اپاری نوس، کرس پی نوس[2] اور پارتھینوس اس کے مربیوں میں داخل تھے۔ بادشاہ کو جس طرح اس نے آسمان پر چڑھایا ہے اس کی مثال میں یہ شعر نقل کرنے کافی ہوں گے جن میں وہ بآواز بلند سوال کرتا ہے کہ جنگی رومہ نے اتنی عظمت و شان کس سردار کے زمانہ میں حاصل کی؟ کس صدر کے زمانے میں اتنی آزادی نصیب ہوئی؟[3]" اس پر ابن الوقت ہونے کا الزام خود اس کے قول سے ثابت ہے کیونکہ دومی شیان کی وفات کے بعد وہ مقر ہے کہ اب عہد ہیبت و خوف کا خاتمہ ہوا[4]۔ اگرچہ بالکل ممکن ہے کہ یہ بھی اس نے دلی خیالات ظاہر کرنے کی بجائے محض نئی حکومت کو خوش کرنے کے لئے لکھدیا ہو۔ اس کے سجعات یا قطعات چودہ حصوں میں جمع کئے گئے تھے جن میں ہر حصے میں تقریباً سو سو قطعے ہیں۔ اکثر حصوں کے شروع میں اسی قسم کا دیباچہ نثر میں ہے جیسے استاتیوس کی سیلوہ کے ساتھ تھا یا نظم میں ہے۔ تیرھویں اور چودھویں حصے میں جو "زنیا" اور "اپوفورتا" کے نام سے موسوم ہیں[5] شروع سے آخر تک دوہے چلے جاتے ہیں جن میں عہد زحل کی نذور و تحائف کا ذکر ہے۔ اور قدیم یا اصلی معنی میں "اپی گرام" (یعنی سجع) یہی شعر ہیں۔

---

[1] ۔ ملاحظہ ہو کلیات ملتیال حصہ سوم صفحہ ۹۵۔

دوسرے حصے کے صفحہ ۹۱ پر دومی شیان کے نام ایک عرضی موجود ہے جس میں تی توس کے عطا کردہ حقوق کی تجدید و توثیق کی درخواست ہے جنگی تری بیونی کے لئے ملاحظہ ہو حصۂ سوم صفحہ ۹۵

[2] ۔ حصۂ ہفتم صفحہ ۹۹ میں وہ کرس پی نوس سے استدعا کرتا ہے کہ جب بادشاہ کے حضور میں میری نظم پڑھی جائے تو ایک آدھ لفظ میرے حق میں کہدینا۔ اسی طرح حصۂ پنجم میں پارتھینوس سے مستدعی ہے کہ یہ حصہ کسی اچھے موقع پر بادشاہ کے سامنے پیش کرے۔

[3] ۔ دیکھو حصۂ پنجم صفحہ ۱۹

[4] ۔ حصۂ دوازدہم صفحہ ۶ ۔ اس کا مقابلہ کرو صفحہ ۱۱ سے ۔

[5] ۔ دیکھو آئندہ باب اکتیس عنوان ۱۳ ۔

اس نقطے کے بعد ہیں جو معنی ہو گئے تھے اس کا نمونہ دوسرے حصوں کے اشعار میں جن میں کسی بات کو ایجاز و اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے کہ اکثر کوئی لطیف پہلو اس میں سے نکلتا ہے۔ ان کے علاوہ ایک مجموعہ جو مذکورۂ بالا حصوں میں شمار نہیں ہوتا "لی براسپک تاکو سُورڈم" نامی ہے جس میں روما کے مناظر و عمارات پر نظمیں ہیں فن سجع گوئی میں مارتیال، کاتوس اور ودمی تیوس مارسوس کو اپنا مقتدی سمجھتا ہے۔

مارتیال کے بہت سے اشعار میں فحش مضامین آتے ہیں لیکن اس نے یہ ہمیں جتا دیا ہے کہ گو میرا ورق آلودہ ہو عمل پاک و بے داغ ہے Lasciva est nobis Pagina, Vite proba est باایں ہمہ وہ کچھ با اصول آدمی نہ تھا اور ذوق عام کی خاطر اپنی شاعری کو اسی طرح خراب کرتا رہا۔ البتہ اس کے صاحب کمال ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ اور اس کا بہترین کلام واقعی نہایت خوب ہے۔ دوسرے اس کی تصانیف سے اس زمانے کی رومی معاشرت کی ایک مثالی تصویر ہمارے سامنے کھنچ جاتی ہے اور اس کے اوراق پر ہم پلینی (خورد) سیلیوس اور استلا جیسے نامی گرامی ادیبوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ یہ بات قابل تعجب ہے کہ وہ استاتیوس اور تاسی توس کا کہیں ذکر نہیں کرتا۔ اور جس کسی پر اس نے چبھتے ہوئے فقرے کسے ہیں انکو اصلی نام کی بجائے "پون تی کوس" "توکا" وغیرہ کے فرضی ناموں سے یاد کیا ہے۔ زندہ اشخاص کے اصلی نام صرف اس وقت لیتا ہے جب ان کی تعریف کرنی مقصود ہو۔ یا کسی غیر متعلق بات کے ضمن میں ان کا نام آجائے۔[2]

---

[1] حصۂ ہفتم۔ صفحہ ۹۹

[2] مارتیال کے سجعات کا زمانۂ تصنیف حسب ذیل ہے۔

لی براسپک تاکو نو رُدم اور حصۂ اول و دوم ۸۶ء سے قبل دومی شیان کے ابتدائی عہد میں لکھے گئے۔ حصۂ سوم ۸۷ء کے قریب۔ چہارم ۸۸ء و ۸۹ء میں۔ پنجم ۹۰ء میں ششم ۹۰ء کے اخیر اور ۹۱ء کے اوائل میں ہفتم و ہشتم ۹۲ء و ۹۳ء میں نہم و دہم آیندہ تین سال میں۔ حصۂ یازدہم دومی شیان کی وفات کے بعد یعنی دسمبر ۹۶ء میں شائع ہوا۔ ۹۸ء میں حصۂ دہم قطع و برید کے بعد دوبارہ اس صورت میں شائع ہوا۔ جس میں وہ اب محفوظ ہے۔ حصۂ دوازدہم غالباً ۱۰۱ء میں نکلا۔ گزینہ دہم اور چہاردہم اس سے پہلے ۸۸ء و ۹۳ء کے درمیان کے زمانے میں شائع ہو چکے تھے۔

(۱۸) اروں تیوس استلا باشندہ پتادیم[۱] اسٹائیوس اور مارتیال کا دوست تھا۔ اور عاشقانہ اشعار لکھتا رہا۔ جن کی وجہ تحریک وایولن تلہ کا عشق تھا جس کے ساتھ آخر میں اس کی شادی ہوئی۔ اسے وہ اپنی نظموں میں استریس کے فرضی نام سے یاد کرتا ہے مگر مارتیال کے ہاں وہ ایان تیس کے پردے میں جلوہ گر ہوتی ہے جو اس کے اصلی لاطینی نام کا یونانی مرادف ہے۔ اس کی ایک عزیز قمری کے مرنے پر بھی مارتیال نے ایک سجع لکھا تھا۔

اس زمانے کے دو اور شاعر قابل ذکر ہیں۔ ایک تو کالنوس کی بیوی سل پی کیہ جو عاشقانہ شعر لکھتی تھی اور فحش گوئی میں اس کے شعر مشہور تھے[۲]۔ دوسرا ترنوس جو ہجو گوئی میں ممتاز تھا۔ مارتیال اسٹائیوس اور پلینی نے اور بہت سے سخنوروں کا ذکر کیا ہے جن کا کلام تلف ہو گیا۔ اور اب ان کا فقط نام ہی نام کتابوں میں رہ گیا ہے۔

فصل سوم

تراجن کے عہد کی تصنیفات

(۱۹) بعض مصنفین کا قول ہے کہ دومی شیان کے بعد علم ادب میں از سر نو جان پڑی۔ اس احیائے علمی کے بیان میں غالباً مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ اس زمانے میں تاریخ نویسی اور خطابت کو دوبارہ آزادی حاصل ہوئی۔ نروا بے شبہ اہل ادب کی بڑی قدردانی کرتا لیکن اس کا عہد حکومت اس قدر کوتاہ تھا کہ علمی دنیا پر کوئی اثر اس کا نہ پڑا۔ تراجن کوئی علمی تربیت نہ رکھتا تھا۔ اور علم کی ترقی کے لئے اس نے براہ راست کوئی خاص کام نہیں کیا۔ لیکن اس ترقی کا وہ مخالف بھی نہ تھا۔ بلکہ فن بلاغت کے یونانی

---

[۱] ۔ دیکھو مارتیال حصہ اول صفحہ ۶۱ تیسری بیت جس میں وہ استلا کا وطن اپونالدس کو بتاتا ہے جو پتادیم کا ایک پرگنہ تھا۔ اسی ضمن میں جب فلاکوس کا ذکر آیا ہے وہ واریوس نہیں بلکہ ایک غریب شاعر اور مارتیال کا دوست تھا۔

[۲] ۔ مگر مارتیال اشارۃً اس کے اشعار کے متعلق نواگر کی تعریف کرتا ہے (حصہ دہم صفحہ ۳۵)

اُستاد دیون کری سوس توم پر اس کی بہت نظر عنایت رہی۔ اور جنگ واکیہ کے واقعات خود اس نے روزنامچہ کی صورت میں تحریر کئے۔ پلینی کے خطوط کے جواب میں جو اس نے خط لکھے ہیں۔ وہ بہت مختصر مگر بلیغ ہیں۔ جلسۂ احباب میں ادبی تصانیف سنانے کی جو رسم عہد دومیشیان کی خصوصیت تھی اس زمانے میں اتنی مقبول نہیں نظر آتی۔ عجب نہیں اس کا ایک سبب یہ ہو کہ اب (ٹراجن کے زمانے میں) اہل خطابت کو پہلے کی بہ نسبت زیادہ آزادی حاصل ہوگئی تھی۔

(۲۰) جونیوس جوناليس غالباً ۵۵ء کے قریب اکوئی نم[1] میں پیدا ہوا۔ لڑکپن میں بلاغت کی تعلیم حاصل کی اور پھر فوج میں بھرتی ہوگیا۔ ۸۱ء میں وہ اگری کولا کے ماتحت برطانیہ کے دلماشی دستے میں فوجی تری بیون یا کوتوال کی خدمت انجام دیتا رہا۔ وہ ہادریان کے عہد حکومت میں عرصے تک زندہ رہا اور شاید اسی بادشاہ کے حکم سے ۱۳۵ء میں جلاوطن کر کے مصر بھیجا گیا جب کہ اس کی عمر اسّی سال کی تھی۔ مگر اس جلاوطنی کے واقعے کی صحت مشتبہ ہے۔ اگر کچھ شہادت ملتی ہے تو اس بات کی کہ جوناال کے بعض شعر[2] لوگوں نے تماشا گاہ میں بہ آواز پڑھے اور اس وقت خود ہادریان وہاں موجود تھا۔ ان اشعار سے اس نے برا مانا لیکن لوگوں کو تو سزا دینی دشوار نظر آئی۔ بیچارہ شاعر عتاب شاہی کا شکار ہوا۔

جوناال کی سولہ ہجویں پانچ حصوں میں استاتیوس کی سیلوہ کی طرح مختلف اوقات میں شائع ہوئیں۔ ان کی اشاعت کا ٹھیک زمانہ متعین کرنا محال ہے[3]۔ مصنف کا بیان ہے کہ لوگوں کے جرائم اور حماقتوں پر مجھے اس قدر طیش آیا کہ ہجو لکھے بغیر نہ رہ سکا۔ ("Si Natura negat, facit indignatis Versum.") اور واقعی وہ اپنے

---

[1] ہجو ۳ صفحہ ۳۱۹۔ اپنے مواد میں سیرس دیوی کے مندر پر ایک کتبہ بھی اس نے کندہ کرایا تھا اور وہ اب تک محفوظ ہے۔ نیز دیکھو تو ضیحات و حواشی اس باب کے اخیر میں۔

[2] ہجو ۷ صفحہ ۹۰ وغیرہ۔

[3] غالباً ان پانچ حصوں کی اشاعت کا زمانہ حسب ذیل ہے:-
حصہ اول (ہجو ۱ تا ۵) ۱۱۰ء کے کچھ بعد۔ حصۂ دوم (ہجو ۶) ۱۱۶ء کے بعد۔ حصۂ سوم (ہجو ۷ تا ۹) ۱۲۰ء کے قریب۔ حصۂ چہارم (۱۰ تا ۱۲) ۱۲۵ء کے قریب۔ حصۂ پنجم (۱۳ تا ۱۶) ۱۲۷ء کے بعد۔

عہد کی معاشرتی بداخلاقیوں کو نہایت واضح اور گہرے رنگ میں پیش کرتا ہے اور اکثر مقامات پر خود اس کی صاف بیانی سخت کراہت انگیز ہو گئی ہے۔ جن اشخاص کا اس نے ذکر کیا ہے ان کے نام یا تو فرضی رکھ لئے ہیں یا وہ گزشتہ زمانے خاصکر نِروا اور دومی شیان کے عہد کے لوگ ہیں۔ جونال کے اشعار بڑے زوردار اور چبھتے ہوئے ہیں۔ اور وہ اخلاق کا معیار اتنا بلند رکھتا ہے کہ اس زمانے میں بھی اس کی بڑی ستائش ہوتی ہے۔ اور اسی بنا پر بعض کلیسائی اہل الرائے قیاس کرتے ہیں کہ وہ کسی حد تک ضرور مسیحی خیالات کا زیر بار احسان ہے حالانکہ اخلاق پر جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ در اصل اہل خطابت کی درسیات میں داخل تھا اور انہی مسلمات کو اس نے حسن و فصاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ باقی وہ خطیبانہ سب و شتم اور وہ چبھتے ہوئے فقرے جو وہ اپنے معاصرین پر کستا ہے بالکلیہ مبنی بر حقیقت نہیں سمجھے جا سکتے۔ اسے اپنے زمانے کے صحیح حالات لکھنے مقصود نہیں بلکہ محض اس طرح خاکہ اڑانا چاہتا ہے کہ وہ پر اثر ہو۔ اور اس کے دل کا بخار نکل جائے۔ اسی لئے ان ہجویات میں ہمارے کام کی چیزیں وہ ہیں جو ضمناً اس کے بیان سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ اور ہمیں ایسی وضاحت کے ساتھ، جو اور کسی طرح ممکن نہ تھا، دومی شیان، تراجن اور ہادریان کے عہد میں روما کی طرز معاشرت کی تصویر دکھاتی ہیں۔

پہلی ہجو گویا اس کتاب الہجو کا دیباچہ ہے جس میں اس زمانہ کی بداخلاقی اور بیہودگیوں پر ایک عام نظر ڈالی ہے۔ مصنف انسانی جذبات، خوشیاں اور کاروبار غرض پوری انسانی زندگی کو اپنا موضوع قرار دیتا ہے ؎

زندہ پاپیوں کی خبر لینا تو خطرے سے خالی نہیں لیکن کم سے کم ان مُردوں کی برائیاں "جن کی بھسم فلامینی اور لاطینی مرگھٹوں میں دفن ہے" بیان کرنے میں تو وہ کوئی کوتاہی نہ کرے گا۔

("Experiar . . . . Latina.")

دوسری ہجو میں ان ریاکار فیلسوفوں کی شرمناک بداطواریاں بیان کی گئی ہیں جو زہد و اتقا کے لباس میں چھپے رہتے ہیں۔ اور تیسری میں ان مصائب اور پریشانیوں کا حال ہے جو روما میں رہنے کی بدولت پیش آتی ہیں۔ چوتھی ہجو میں دومی شیان کی مجلس شوریٰ کا خاکہ اڑایا ہے جس کا مختصر حال ہم کسی گذشتہ باب میں لکھ آئے ہیں۔

پانچویں ہیں کاسیسوں کی زندگی کی خرابیاں لکھی ہیں کہ دکھی سوکھی روٹی کی خاطر ان بیچاروں کو کیسی کیسی طعن تشنیع اور دتکاریں سہنی پڑتی ہیں۔ سب سے سعر کے کی نظم چھٹی ہجو ہے اور اس میں اپنے زمانے کی عورتوں کے اوضاع و اطوار نیز بد اطواری کی رنگ آمیزی کے ساتھ قلعی کھولی ہے۔ ساتویں ہجو میں ارباب علم کی مفلسی اور جد جہد کی تصویر دکھائی ہے۔ آٹھویں میں لمبے لمبے شجرۂ نسب پر غرور کرنے والوں کا مضحکہ کیا ہے کہ یا وہ گو تھرسی تس ہونے یا اکی لس کی ابنیت کا دعوے رکھنے سے تو یہ بہتر ہے کہ آدمی تھرسی تس کا بیٹا ہو اور اکی لس کے ہتیار چلا سکے[۱]

("Malo Pater tibi sit Producat achilles.")

نویں ہجو میں ان بد اخلاقیوں کا ذکر ہے جو شاعر کے زمانے میں عام طور پر پھیل گئی تھیں۔ دسویں ہجو کا موضوع انسان کی بوالہوسی ہے اور اس میں بتایا ہے کہ اکثر وہی چیز جو سب سے بہتر معلوم ہوتی ہے، آدمی کے حق میں سب سے بدتر ہوتی ہے اور انسان اس بات کو نہیں جانتا کہ اس کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے۔ اور اگر دیوتا بندوں کے کہنے پر چلنے لگیں تو اکثر اوقات ان کی تباہی یقینی ہے[۲]

("Evertere demos totas")

گیارھویں میں ایک دوست کو سیدھے سادے ماحضر کی دعوت دی ہے اور اس زمانے کے کھانوں میں جس قسم کے تکلفات کا رواج ہوگیا تھا، ان کا مضحکہ اڑایا ہے۔ بارھویں کسی دوست کے بحری سفر سے صحیح سلامت واپس آنے کی تہنیت میں ہے اور سمندر کے خطرات و مصائب بیان کئے ہیں۔ اسی میں ان طالبان زر (کاب تا توروں) کی درگت بنائی ہے جو دولتمندوں اور بے اولادوں کی خوشامد میں لگے

---

[۱] ڈاکٹر جانسن نے "وینٹی اوف ہیومن وشنز" کے نام سے اسی عنوان کی نقل کی ہے۔

[۲] جوسن نے اپنے ناٹک "ٹرو سے لوس اور کرسیڈ" میں جونال کے نام سے بجنسہ اس کا مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے۔ (باب چہارم، بیت ۲۵)

رہتے ہیں۔ تیرھویں ہجو کال نیوس نامی کسی شخص کی تشفی کے لئے لکھی گئی تھی جس کے دس سسترشیہ (۸۰ پونڈ) کسی نے دغابازی سے مار لئے تھے۔ اس میں جا بجا واقعی مسائل کو مسجع اشعار میں بیان کیا ہے۔ اور مخاطب کو تنبیہ کی ہے کہ اس زمانے میں جب کہ ایسے جرائم عام ہیں اور دغا فریب معمولی شئے ہو جاتی ہے، ایسی ذرا سی بات پر شور و غل مچانا حماقت ہے۔ دوسرے انتقام کی خواہش کم ظرفوں کا خاصہ اور انسانی کمزوری ہے۔ پھر وہ کالوی نوس کو مشورہ دیتا ہے کہ اپنے دغاباز دوست کو اس کے حال پر چھوڑ دے اور عیاریاں کرنے دے۔ کیونکہ عام قاعدے کے بموجب وہ اسی جرم پر اکتفا نہیں کرے گا۔ اور غالباً جلد یا دیر اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا۔ چودھویں میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ بچے بدی، خاصکر حرص و طمع اپنے والدین کی دیکھا دیکھی سیکھتے ہیں۔ پندرھویں میں ایک جھگڑے کا قصہ لکھا ہے جو بالائی مصر کے شہر اومبی (کوم اومبو) اور تن تیرا (ڈندرہ) کے لوگوں میں ہوا تھا۔ اصل میں اومبی والے ایک مذہبی تہوار منا رہے تھے کہ تن تیرا والوں نے آ کے اس میں کھنڈت ڈال دی۔ لڑائی میں یہ لوگ بھگا دئے گئے اور اومبی والوں نے ان کے ایک آدمی کو پکڑ کر کھا لیا۔ سولھویں ہجو میں فوجی زندگی کے فوائد بیان کئے ہیں۔

ان ہجوؤں میں ساتویں بہت دلچسپ اور اس زمانے کے ادبی حالات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نہایت کارآمد ہے۔ اور اس جگہ کسی قدر تفصیلی ذکر کی مستحق نظر آتی ہے۔ اس کا بیشتر حصہ غالباً تراجن کے زمانے میں لکھا جا چکا تھا لیکن بظاہر تمہید عہد ہدریان میں لکھکر شامل کی گئی۔ کیونکہ اسی بادشاہ کے عہد میمنت مہد کی نسبت شاعر بیان کرتا ہے کہ اس میں شاعری اور دوسرے علوم از سر نو سرسبز ہو رہے ہیں۔ ورنہ پہلے ارباب علم بسر اوقات کی خاطر بدترین پیشے اختیار کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ بقول جونال کوئی سنیاس نہ تھا کہ شعرا کی سرپرستی کرتا۔ کسی روپے والے کو اگر جھوٹ سچ ذوق شعر کا دعوے ہوا تو وہ بھی زیادہ سے زیادہ یہ عنایت کرتا تھا کہ ایک گرد آلود بے آرام سالگرہ شاعر کو بتا دیتا کہ اس میں بیٹھکر اپنے شعر دہرائے اور تحسین و آفرین کے لئے اپنے موالی کو وہاں

ع۱ اس قصے کی اصلیت کچھ یقینی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ تن تیرا اور اومبی میں باہم سو میل کا فاصلہ ہے۔

بھیج دیتا تھا۔ استاتیوس جیسے لاثانی شعرا بھی مجبور تھے کہ پیٹ پالنے کے واسطے ناٹک ہیں دکھانے کے لایق شعر لکھیں۔ موزخوں کی شاعروں سے بھی بُری گت ہے۔ ان کا کام زیادہ محنت طلب اور معاوضہ اتنا بھی میسر نہیں آتا۔ بھلا موزخ کو اتنا روپیہ کاہیکو ملیگا جتنا اکتواریوس (وقائع خوان) کو دیا جاتا ہے جو روزانہ واقعات کی کھانے پر نقل سنایا کرتا ہے؟

فن بلاغت کے اُستادوں کو بھی بہت حقیر معاوضہ ملتا ہے۔ اور ان کے مقابلے میں گانا بجانا سکھانے والوں کا پیشہ کہیں زیادہ پُرمنافع ہے۔ رہا دولتمند کو ان تیلیان، تو اسے محض ایک استثنےٰ سمجھنا چاہیئے۔

غالباً تراجن کا شعرا کی چنداں قدر دانی نہ کرنا بھی اس بات کا ایک سبب ہوا کہ اس کے عہد میں، سوائے جوونال کے، اور کوئی نامی گرامی شاعر نہیں گزرا۔ معمولی درجے کے چند شاعر تھے بھی تو اب ان کے حالات اور کلام مفقود ہو گئے۔ مثال کے طور پر کانی نیوس اور پی پاد یوس کا نام لیا جا سکتا ہے جن میں سے پہلے نے تراجن کے محاربات داکیہ پر رزمیہ مثنوی لکھنے کا بیڑا اٹھایا تھا اور دوسرے کی نسبت استعارۃً کہا جاتا تھا کہ "پروپرتیوس کے گھر میں [۱] مرثیے لکھتا ہے۔"

(۲۱) لیکن تراجن کے عہد کا سب سے ممتاز ادیب کورنلیوس تاسی توس تھا جو دنیا کے سب سے بڑے موزخوں میں شمار ہوتا ہے۔ رومی شہنشاہی کی ابتدائی تاریخ میں وہ اور اس کی کتابیں خصوصیت کے ساتھ وقعت و التفات کی مستحق ہیں۔ کیونکہ وہی (جس حد تک محفوظ رہیں) ہمارا سب سے بڑا ماخذ ہیں۔ تی بریوس، کلودیوس، نیرو، اور نیرو کے بعد خانہ جنگیوں کی بہت سی دلچسپ جزئیات اسی کے طفیل ہم تک پہنچیں اور اگر اس کی تصانیف تمام و کمال سلامت رہتیں تو اغسطس کی وفات سے دومی شیان کی وفات تک وہی ہماری سب سے زیادہ رہنمائی کرتیں۔ ان کے بعض بڑے حصے ضائع ہو جانے ہی کا نتیجہ ہے کہ کالی گولا اور دومی شیان بادشاہوں کی تاریخ سے ہماری واقفیت ایسی ادھوری رہی۔

۱۔ یہ فقرہ پلینی کا ہے۔ پروپرتیوس مرثیہ گوئی میں ایک قدیم استاد گزرا ہے۔

خود تاسی توس کے حالات بہت کم معلوم ہیں[1] وہ ۵۴ء کے قریب پیدا ہوا اور لڑکپن میں بلاغت اور فقہ قوانین کی تعلیم پاتا رہا۔ پھر حسب معمول طبقۂ اعیان کے مختلف مدارج طے کئے یعنی وس پاژیان کے زمانے میں جنگی تری بیون کے عہدے سے چل کرتی توس کے وقت میں کواسٹور ہوا اور دومی شیان کے عہد میں تلعداری اور پیرتیوری کے مرتبے تک (۸۸ء) ترقی کی۔ پیرتیوری کے زمانے میں وہ اُن پانزدہ علما کے زمرے میں شامل تھا جن کی تحویل میں سبیلی صحائف رہتے تھے۔ اس کی اگری کولا کی بیٹی سے شادی کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اگری کولا کے روما آنے کے بعد تاسی توس کو غالباً ۸۹ء میں صوبہ داری کی کوئی خدمت یعنی شمالی جرمانیہ کی بیشن سالاری یا بلجیکہ کی نظامت مل گئی۔ اور وہ چار سال روما سے باہر رہا۔ اسی زمانے میں اُس کے خسر نے وفات پائی۔ پھر نروا کے زمانے میں وہ قنصل کے عہدے پر فائز ہوا (۹۷ء) باقی ماندہ زندگی کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ اس زمانے میں وہ اپنی زبردست تاریخی تصانیف کے کام میں مصروف رہا۔ عجب نہیں کہ اس کی وفات ہادریان کے ابتدائی سنین میں ہوئی ہو۔

(۲۲) تاسی توس کی تصانیف جو کلاً یا جزءً ہم تک پہنچی ہیں، پانچ ہیں۔ اس کی سب سے پہلی تصنیف اور گویا بلاغت و خطابت کے مطالعے کا ثمرہ "دیالوگوس ادرے توری بوس"[2] ہے۔ جو شاید ۸۱ء کے چند ہی روز بعد شائع ہوئی اس فرضی مکالمے کا وقت وس پاژیان کا چھٹا سال جلوس (۷۵ء) رکھا ہے اور اس زمانے کے سب ممتاز ادیب اور فن بلاغت کے مشہور باکمال شریک بحث ہیں جیسے کوریاتیوس، ماترنوس ادیپ ستاتوس مسالااپر اور جولیوس سکوندوس وغیرہ کتاب کا مقصود عہد بادشاہی میں خطابت کے اسباب زوال کی تحقیق و تصریح کرنا ہے۔ مصنف نے جو اسباب قرار دیے

---

[1] - اس کا اسم اول متحقق نہیں۔ شاید "پبلیوس" ہو۔ یہ خیال کرنے کی کوئی کافی وجہ موجود نہیں کہ اس کی جائے ولادت ان ترامنا تھی۔

[2] - بعض صاحبوں نے اسے تاسی توس کی تصنیف ماننے سے انکار کیا ہے۔ لیکن اب عام طور پر مسلم ہے کہ یہ کتاب اسی نے لکھی تھی۔

ہیں ان کا آئین ملکی اور معاشرت دونوں سے تعلّق ہے۔ اور اس ابتدائی کتاب میں بھی اس کی جمہوریت پسندی کا میلان اور شخصی حکومت سے تعصّب صاف صاف نظر آتا ہے۔ وہی حدتِ فہم اور جچی تلی بات کہنے کا سلیقہ، جو اس کی بڑی تاریخوں کی خصوصیات ہیں، اس مکالمے سے بھی عیاں ہوتی ہیں۔ طرز انشا کے اعتبار سے وہ سیسرو کے زیر اثر ہے۔

تاسی توس کی دوسری کتاب یعنی اپنے خسر جولیوس "اگری کولا کی سیرت و سوانح" کا ذکر ہم اگری کولا کے برطانوی کارناموں کے سلسلے میں کر آئے ہیں۔ یہ تراجن کے ابتدائی عہد کی تصنیف ہے۔ اس کی تحریر میں سالوست کا رنگ نمایاں ہے۔ اور ایک خاص موضوع پر اس طرح ایک تاریخی مضمون لکھنا ہی، سالوست کے رسائل "کاتی لین" اور "جوگرتھا" کی یاد دلاتا ہے۔ یہی اثر (۳) جرمانیہ سے عیاں ہے جو اسی سال شائع ہوا۔ اور جس کا کچھ حال باب بست و سوم (عنوان عـ) میں ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ یہ کتاب ان تحقیقات کا نتیجہ ہے جو مصنف ایک بڑی تاریخ لکھنے کے ارادے سے کئی سال سے کر رہا تھا، مگر جنہیں تراجن کے سرحد رہائن پر استحکامات بنانے کے زمانے میں شائع کر دینا مناسب معلوم ہوا جرمن قبائل کے رسم و رواج اور اوضاع واطوار کو بیان کرتے وقت تاسی توس کا دل نہ مانا کہ ان وحشیوں کی سادگی کا رومی تمدّن کی خرابیوں سے مقابلہ نہ کرے۔ مثلاً ایک جگہ لکھتا ہے کہ "ان جرمنوں کے اچھے اخلاق دوسرے ملکوں کے اچھے قوانین سے زیادہ مفید و کارگر ہیں"۔ یا ایک اور جگہ اسی طرح کنائے میں کہتا ہے کہ وہاں بداخلاقی دیکھ کر کسی کو ہنسی نہیں آتی[2]۔ بایں ہمہ یہ خیال کرنا، جیسا کہ بعض صاحبوں نے ظاہر کیا ہے کہ یہ کتاب ہی رومیوں کی تعریض و تنقیص میں لکھی گئی تھی، مہمل ہے۔

(۴) دستوریہ، جس میں بارہ یا چودہ باب تھے تراجن کے عہد حکومت میں لکھی گئی۔ اور گالبا کی تخت نشینی سے دومی شیان کی وفات تک کے حالات پر مشتمل تھی

---

[1] یعنی باب بست و دوم عنوان عـ میں۔

[2] فصل ۱۹۔ ("Plus ibi boni mores Valent alibi bonæ leges")

("Nemo illic vitia ridet") اور اسی طرح

مصنف نے دستوریہ پر اس قسم کی چوٹیں قریب قریب ہر فصل میں کی ہیں۔

افسوس ہے کہ اس کتاب کے صرف پہلے چار باب اور پانچویں کا کچھ حصہ باقی رہا جن میں ۶۹ء و ۷۰ء کے حالات ہیں، اور اگلے سب ابواب تلف ہو گئے جس کی وجہ سے فلاویوسی بادشاہوں کے متعلق ہماری معلومات ایسی ناقص ہے۔ اس نقصان کا زیادہ افسوس اس لئے ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جس کے واقعات خود مصنف کی زندگی میں گزرے۔ اور اس نے بچشم خود دیکھکر قلمبند کئے تھے۔

(۵) وقائع بھی (جسے تاسی توس نے "از وفات ربانی اغسطس" کے نام سے موسوم کیا تھا) تراجن کے زمانے کی تصنیف ہے۔ اور ۱۱۵ء سے ۱۱۷ء تک کے زمانے میں شائع ہوئی۔ یہ اغسطس کے بعد سے گالبا تک (۱۴ء تا ۶۸ء) کے واقعات پر مشتمل ہے اور چونکہ تمام واقعات کو (بہ استثناء چند) سنہ وار جمع کیا گیا ہے لہذا خود مصنف اس مجموعے کو انالس (= وقائع) کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اس وقت اس مجموعے کے پہلے چھ باب موجود ہیں ان میں بھی پانچویں باب کا بڑا حصہ مفقود ہو گیا۔ یہ عہد تی بریوس کے واقعات پر مشتمل ہیں۔ اگلے چار باب (سات تا گیارہ) نیز بارھویں باب کا کچھ حصہ جن میں گایوس کا عہد حکومت اور کلودیوس کا ابتدائی زمانہ تھا ضائع ہو گئے۔ بارھویں سے پندرھویں تک اور سولھویں باب کا ایک حصہ سلامت ہیں جن میں ۶۶ء تک کے واقعات آجاتے ہیں۔ لیکن آخری حصہ پھر غائب ہے اور اس لئے یہ بھی ٹھیک نہیں کہہ سکتے کہ اصل کتاب میں کل کتنے باب تھے۔

تاسی توس تاریخ میں اور بھی بہت کچھ لکھنے کا قصد رکھتا تھا۔ مگر یہ ارادے عمل ہی نہ آسکے۔ ورنہ اگر وہ زندہ رہتا تو ایک طرف تو اپنے وقائع میں اغسطس کی صدارت کے واقعات شامل کرنا چاہتا تھا اور ادھر اپنی مشتورہ میں نروا اور تراجن کے عہد حکومت کو بھی ملا لینے کی فکر میں تھا۔ اور اگر یہ منصوبے پورے ہو جاتے تو گویا تراجن کی وفات تک سارا عہد شہنشاہی اس کے دائرہ تصنیف کے اندر آجاتا۔

(۲۳) تاسی توس کے ذاتی سیاسی عقائد ساری تصانیف میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ اور اگرچہ تحریر کی ادبی خوبیاں بہت کچھ انہی عقائد کی رہین منت ہیں مگر ان کی وجہ سے اس کی تاریخی وقعت میں ضرور کمی آگئی ہے۔ وہ خیالات میں روما کا خاندانی امیر ہے۔ عہد جمہوریت کی مجلس اعیان کو دل سے پسند اور شخصی بادشاہی کے آئین کو بالکل ناپسند کرتا ہے۔ گو اس کی عقل

اُسے یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ شخصی بادشاہی ضروری ہوگئی تھی لیکن اس کے جذبات اس ضرورت سے نفور ہیں اور دومی غیان کے آخری عہد کا جو رنگ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اس نے بادشاہی کی ضرورت سے اسے اور بھی بیزار کردیا۔ وہ اس کو روما الکبری کے حق میں قہر خداوندی سمجھنے لگا۔ اس کی ساری تاریخیں بادشاہی کی تنقیص میں لکھی گئی ہیں۔ اور گو وہ غلط بیانی کرنا نہیں چاہتا تو بھی ہر چیز کا صرف بدترین پہلو اس کو نظر آتا ہے۔ اس کے تی بریوس کے مقابلے میں جرمانی کوس کو اور نرو کی ضد میں کو ہیو کو چمکانے کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ مجلس اعیان کے فرائض میں بادشاہوں کی مداخلت کو وہ جرم سمجھتا ہے اور ممالک روما اس کی نظر میں غلامی کی حالت میں پڑے ہیں۔ برخلاف اس کے، آزادی کی بیہودہ رٹ جس کے ذریعے ملوی دیوس پیرلس کوس جیسے اشخاص مرتبۂ شہادت حاصل کرنے کے طالب ہوئے۔ تاسی توس کی نگاہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ اور اس نے اپنا اصول یہ قرار دیا ہے کہ جب بادشاہی ایک ضروری چیز ٹھہری تو ہمیں چاہئیے کہ اچھے بادشاہ ملنے کی دعا کریں اور پھر بُرے بھلے جیسے بھی میسّر آئیں صبر کے ساتھ ان کی حکومت برداشت کریں۔

مجلس اعیان کی پاسداری کے سلسلہ میں تاسی توس روما اور اطالیہ کا بھی طرفدار بن گیا ہے۔ وہ صوبوں کے وجود کا مخالف نہیں مگر ان سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ اور مطلق خیال نہیں کرتا کہ انہی کی ضروریات تو ہیں جن کا پورا کرنا، ان کے قبضے کو حق بجانب ثابت کرسکتا ہے بادشاہوں کے کارنامے گناتے وقت صوبوں کے نظم ونسق کے متعلق جو کچھ انھوں نے کیا، تاسی توس کی نظر میں اس کا وزن بہت کم ہے۔ اور دور دُور کے واقعات کو خواہ ان سے ایک پورا ملک متاثر ہوتا ہو۔ پائے تخت کے ایک معمولی ہنگامے کے برابر بھی وقعت نہیں دیتا۔ انہی محدود اور قدامت پسندانہ خیالات کی وجہ سے یہ مورخ بادشاہی کی قدر ومنزلت کا صحیح اندازہ نہیں کرسکا۔ حالانکہ آئین بادشاہی کے متعلق اتنا کچھ غور وفکر کرتا اور نہایت پُرمعنی خیالات ظاہر کرتا رہا۔ صوبوں سے اس کی بے توجہی نے ایک اور بات جس سے نہایت وحشت ہوتی ہے اس کی تاریخوں میں یہ پیدا کردی ہے کہ وہ جغرافی جزئیات سے بے پروائی برتتا ہے۔ اور اسی لئے اکثر اوقات اس نے برطانیہ، جرمانیہ، ارمنیہ، یا تھریس میں لڑائیوں کے جو حالات لکھے ہیں وہ ایسے الجھ گئے ہیں کہ نقشے پر اس کے بیان کردہ مقامات کا ٹھیک پتہ چلانا محال ہوجاتا ہے لیوی کی طرح واقعات کی تاریخی صحت میں بھی وہ زیادہ کاوش نہیں کرتا۔ اور اصل مضمون کی نسبت

طرز بیان کو زیادہ قابل التفات سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس کی تاریخ میں جنگی کارناموں کا حصہ عام طور پر ناقابل اعتماد مانا جاتا ہے۔

مگر ان سب نقائص کے باوجود تاسی توس کا دنیا کے سب سے بڑے مورخوں میں شمار ہمیشہ سے مسلم ہے۔ اس کا سبب اس کی انشاپردازی کا کمال ہے۔ اس نے دل کشی کے لئے کتابیں لکھیں۔ اور واقعات کو حسن تحریر پر سے قربان کرنے میں باک نہیں کیا۔ تی بریوس کی جو تصویر اس کی قلم نے کھینچی وہ ادبی کمالات کا نادر نمونہ ہے۔ لیکن یہ کمال صحت تاریخی کو ہاتھ سے دے کر حاصل ہوا ہے۔ چبھتے ہوئے فقروں سے اس کی کتاب بھری پڑی ہے۔ اس کا فلسفیانہ استہزا ظاہر کرتا ہے کہ نفس انسانی کی چوریاں پکڑنے میں اسے کیسا کمال حاصل تھا۔ اس کے اکثر مقولے ضرب المثل کی طرح عام طور پر نقل ہونے لگے۔ مثلاً "ادم نے اگنوتم پرومیری نیکو" (جسے ہم نہیں جانتے اسے بہت بڑا مانتے ہیں) وغیرہ۔ اس کی تحریر مختصر، پرمعنی اور ہمیشہ متین بلکہ خشک ہوتی ہے۔ جس میں جذبات اور لفاظی کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ معاصرین سے اس کی تحریر کو ملایا جائے تو معلوم ہوگا کہ تلخ گوئی اور کلام کو پر اثر بنانے میں نیز قوم کے اخلاقی انحطاط کے یقین میں وہ یوونال سے مشابہ ہے۔ لیکن بلیغ فقرے چست کرنے کا ذوق دیکھکر صاف معلوم ہوتا ہے کہ درباری شاعر مارتیال اور تاسی توس ایک ہی زمانے کے ادیب ہیں۔[۱]

(۴۲) پلینی خورد، اصل میں کسی لیائی خاندان کا فرد تھا جو مادر اٹے پو المالیہ کی بستی کوم (کومو) میں آ بسے تھے۔ اس کا باپ گسی لیوس کیلو اور تبنیت سے پہلے خود اس کا نام غالباً پی گسی لیوس سکون دوس تھا۔ وسوویس کی آتش فشانی کے وقت ۷۹ء میں اس کی عمر اٹھارہ سال کی تھی جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ۶۱ء کے قریب پیدا ہوا ہوگا۔ اس کے لڑکپن میں کوم میں کوئی سرکاری مدرسہ نہ تھا۔ بایں ہمہ اس کی خانگی تعلیم بہت اچھی ہوئی۔ اور وہ چودہ برس کا تھا جب کہ اس نے یونانی زبان میں ایک تراجدی تصنیف کی۔ باپ کی وفات کے بعد اسے

---

[۱] تاسی توس نے حسب ذیل ماخذوں سے اپنی تاریخ تالیف کی تھی۔ اکتا دیورنا (جرائد اعلامیہ) اور اکتاسناتوس (احکام مجالس) (دیکھو باب سوم عنوان ۳۳ اور حواشی) اگری پینا اور کوربیولو کے روزنامچے تصانیف پلینی کلاں، کلودیوس فابیوس روسٹی کوس سیسنا اور ویپ استاتوس سالا۔

ورجینوس روفس نے اپنی آغوش تربیت میں لیا۔ اور تھوڑے ہی دن بعد تکمیل تعلیم کے لئے روما بھیجدیا۔ جہاں وہ کوان تیلیان کے درس میں شریک ہوا۔ لیکن اس کی تعلیم اور آیندہ زندگی پر سب سے زیادہ اثر اس کے ماموں سی پلینیوس سکندوس کا پڑا جس کا ذکر پلینی کلاں کے نام سے ہم پہلے پڑھ چکے ہیں۔ نوجوان پلینی اپنی ماں کے ساتھ میزنم میں ماموں کے ہاں ٹھیرا ہوا تھا۔ جب کہ وہ خوفناک آتش فشانی واقع ہوئی اور اس کا ماموں اسی سیل آتش کی نذر ہوا۔ مگر ماموں نے وصیت کی رو سے اپنے بھانجے کو بیٹا بنا لیا تھا چنانچہ وہ پلی نیوسی خاندان میں داخل اور آئندہ سی پلی نیوس کسی لیوس سکندوس کے نام سے موسوم ہوا[1]۔ ایک سال بعد پلینی نے پہلی دفعہ جولیہ کی کچہری میں عدالت صدہ کے روبرو ایک مقدمہ کی وکالت کی اور پھر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ خود اکین وہ گانی میں لے لیا گیا جو اغلبًا ضابطہ کی بموجب پریتور کی عام نگرانی میں عدالت صدہ کی صدارت کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں وہ جیش سوم "گالی کا" کا جو ملک شام میں تعینات تھا ایک فوجی تری بیون مقرر ہوا۔ (سنہ ۸۲ و سنہ ۸۳) اور وہاں سے روما کی واپسی پر نائیوں کے دستے کا سردار (سویر[2]) بنایا گیا۔ یہ خدمت غالبًا سنہ ۸۵ تک رہی جب کہ وہ کو استور کے عہدے پر مامور ہوا۔ یہاں سے اس کی ترقی پہلے عوام کی تری بیونی پر ہوئی (۱۰ دسمبر سنہ ۹۱) اور پھر سنہ ۹۳ء میں بادشاہ نے معیار قانونی سے مستثنیٰ کرکے اسے پریتور بنا دیا۔ طبقۂ اعیان کے مقررہ مدارج طے کرنے میں اس کی یہ تیز ترقی ایک حد تک اپنے سابق سرپرست ورجی نیوس روفس کی رہین منت تھی ماسی کے قریب زمانے میں پلینی نے تبیکہ کے ایک صوبہ دار پر مقدمہ چلانے میں حصہ لیا۔ اور کامیابی پائی لیکن اس کارروائی نے اسے دومی شیان کی نظر سے گرا دیا۔ اور اسی لئے اس جابر بادشاہ کی موت اس کے حق میں نوید نجات ہوئی۔ وہ فوجی خزانے کا مہتمم پہلے سے مقرر ہو چکا تھا۔ اب نروا نے بیت المال کا انتظام بھی اسکے تفویض کر دیا ان سرکاری خدمات نے اس کو اتنا عدیم الفرصت بنا دیا کہ اس نے عدالتوں میں وکالت کرنی چھوڑ دی۔ اور سنہ ۱۰۰ء میں صوبۂ افریقہ کی رعایا نے اپنے سابق صوبہ دار ماریوس پریس کوس پر جو مقدمہ دائر کیا اس میں بھی وکالت کے واسطے پلینی بڑی مشکل سے رضامند ہو سکا تھا۔ یہ مقدمہ

ح ۱۔ شروع میں یہ نام سی پلی نوس سکندوس کسی لیانوس ہونا چاہئے۔

ح ۲۔ دیکھو باب سوم عنوان ح۔

بھی مستغیث جیتے اور ماریوس کو عدالت نے مجرم قرار دیا۔ اسی سال تراجن نے پلینی کو عہدہ قنصلی پر سرفراز کیا اور وہ ستمبر و اکتوبر میں یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ اس عہدے پر فائز ہونے کے دن اسے بادشاہ کا شکریہ ادا کرنا تھا۔ اور یہ فرض ایک مدح نامہ کی صورت میں اس نے ادا کیا جو اب تک محفوظ ہے۔ اور گو ادبی اعتبار سے چنداں دلچسپ نہیں مگر تاریخی معلومات کے لحاظ سے نہایت قابل قدر ہے کیونکہ اس میں تراجن کے اوائل عہد کے سب کارنامے گنائے ہیں۔ آیندہ سال پلینی کو لوگوں نے پھر آمادہ کر لیا کہ ایک ظالم صوبہ دار کے مقابلے میں غریب رعایا کی وکالت کرے چنانچہ کلاسی کوس کے خلاف اس نے بتیکہ والوں کی طرف سے مقدمے کی پیروی کی۔ کچھ عرصے کے بعد اُسے شاہی پروہت کا معزز رتبہ ملا۔ اس زمانے میں وہ اپنی خزانے کی ملازمت چھوڑ کر وکالت کرنے لگا تھا اور ساحل تیبر کی مرمت وغیرہ کی نگرانی بھی اس کے سپرد تھی۔ سنہ ۱۰۰ء اور سنہ ۱۰۶ء میں بتھی نیہ کے متعلق دو بڑے بڑے مقدمے عدالت میں دائر ہوئے ان کی پلینی نے کامیابی سے وکالت کی۔ اور اسی سلسلے میں (غالباً سنہ ۱۱۱ء میں) اُسے صوبہ مذکور کا بطور خاص حبشی سالار مقرر کیا گیا جس کا حال ہمیں پہلے سے معلوم ہے۔ اس کی وفات کی صحیح تاریخ معلوم نہیں مگر غالباً سنہ ۱۱۵ء سے قبل وفات پائی اس کی تین شادیاں ہوئیں۔ مگر کوئی اولاد نہ تھی۔ تاہم تراجن نے اُسے "حبس تریوم لی بردروم" کے حقوق عطا کر دیے۔

پلینی کے حالات اس اعتبار سے بہت کار آمد ہیں کہ انھیں پڑھ کر ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اطالیہ یا صوبوں کی چھوٹی بستیوں کے لوگ کس طرح سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں تک پہنچ جاتے تھے۔ اس کے خطوط سے اس زمانے کے فیاض منش اور تعلیم یافتہ رومی شرفا کے خیالات و آرا نیز معاشرت کا دلچسپ حال معلوم ہوتا ہے۔ باین ہمہ واضح رہے کہ نہ وہ کوئی بڑا مصنف تھا نہ مدبر۔ البتہ مجلس اعیان کے رکن کے فرائض بوجہ احسن انجام دینے کی قابلیت رکھتا تھا۔ علمی مطالعے کا اسے دلی شوق تھا۔ اور اس کی تحریر میں بہت احتیاط اور دل کشی پائی جاتی ہے۔ لیکن خیالات میں کوئی ندرت نہ تھی۔ پلینی دولتمند اور سخی آدمی تھا۔ ہم اسے کوان تیلیان اور مارتیال کے ساتھ سلوک ہوتے دیکھتے ہیں۔ کومم میں استاد کی ایک تہائی تنخواہ اپنے ذمے لیکر اس نے مدرسے کی کمی پوری کرائی اور دس لاکھ سسترکہ (= ۸ ہزار پونڈ) کے خرچ سے وہاں کتب خانہ قایم کیا۔ نیز غریب بچوں کی امداد کے واسطے پانچ لاکھ سسترکہ عطا کیے۔ اس کے خطوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نہایت با مہر دوست چاہنے والا شوہر اور اپنے غلاموں کا

بہت مہربان آقا تھا۔ اور ہمیشہ راستی پر چلنے کی کوشش کرتا تھا۔

پلینی کے مکتوبات دو حصوں پر ہیں (۱) نو ابواب میں وہ خطوط جو ۹۷ء سے ۹۹ء تک لکھے گئے۔ اور (۲) اس کی مراسلت تراجن سے (بیفتر بتھی نیہ کے زمانہ کی) جس کے بعض نمونے پچھلے باب میں ہماری نظر سے گزر چکے ہیں۔ ان میں ہر قسم کے مضامین آتے ہیں اور ان سے لکھنے والے کی سیرت اور دوستوں سے اسکے تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیسے عمدہ تھے۔ اس میں خود نمائی ضرور ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ نہایت صاف باطن اور بے ریا آدمی تھا۔ یہ خطوط اشاعت کی غرض سے لکھے گئے تھے۔ اس لئے ان میں سسرو کے خطوں کی سی تازگی اور صاف گوئی نہیں پائی جاتی جس کی تقلید میں پلینی نے (بقول خود) یہ خط لکھے تھے۔ وہ اقرار کرتا ہے کہ اس کی بڑی آرزو یہ ہے کہ آئیندہ نسلوں میں اس کا نام یادگار رہے۔ اسی احساس کا نتیجہ ہے کہ خطوں سے جا بجا خود بینی مترشح ہوتی ہے۔

پلینی کی تاسی توس سے بہت گہری دوستی تھی۔ اپنے ایک خط میں یہ قصہ بھی پلینی نے نقل کیا ہے کہ سیرکس کے میلے میں تاسی توس ایک ناواقف شخص کے برابر بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا کہ ان کی علمی مضامین پر گفتگو ہونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سوال کیا آپ کس صوبے کے رہنے والے ہیں۔ یا اطالوی؟ تاسی توس نے جواب دیا آپ خود میری تحریر سے مجھے جانتے ہیں؟ اجنبی نے کہا "تو آپ تاسی توس ہیں یا پلینی!"

(۲۵) پلینی کا مدح نامہ اس زمانے کے مقبول طرز خطابت کا نمونہ ہے۔ اس کے علاوہ اسی عہد کا ایک اور مکالمہ "ورجل شاعر تھا یا خطیب؟" نا تمام حالت میں ملا ہے جسے پی انیوس فلوروس نے لکھا تھا۔ یہ شخص افریقہ میں پیدا ہوا۔ اور دومی شیان کے زمانے میں کاپی تول کے مقابلے میں شریک ہوا جس کے متعلق اس کا دعوےٰ یہ ہے کہ محض نا انصافی سے اُسے ادبیت کا تاج نہیں دیا گیا۔ پھر روما سے چل کر وہ مختلف مقامات میں پھرتا رہا۔ اور آخر تراجن کے زمانے میں تراکو میں سکونت اختیار کر کے تصنیف و تالیف کا پیشہ اختیار کر لیا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ پھر روما آیا اور قیصر ادریان کو بطور تفنن اشعار لکھ کر بھیجتا رہا۔[۱]

۱۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ فلوروس شاعر وہی شخص ہے جس نے مذکورہ بالا مکالمہ تصنیف کیا تھا۔
(نیز ملاحظہ ہو آئیندہ باب سی و یکم عنوان ۳)

کیونکہ شعرگوئی میں بھی اسے دخل تھا۔ اور اس نام کے ایک شاعر کے کلام کے بعض مختصر اجزا ابھی تک سلامت ہیں۔

ہی جی نوس، جس نے کھیت ناپنے کے اصول پر کتاب لکھی اور اس کے چند اجزا محفوظ ہیں۔ سیکولوس فلاکوس کا رسالہ "کونڈی سیونی بس اگرورم" یا کا یسراور ولیوس لون گوس کی کتابیں حروف ہجا پر اس قابل ہیں کہ صرف ان کا نام لکھنے پر اکتفا کی جائے۔

فصل چہارم

یونانی تصانیف

(۲۶) یونانی علم ادب میں یہودی لوگ جو روز افزوں ترقی کر رہے تھے اس کا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں یونانی زبان کے سب سے نامور مصنف جن کی کتابیں ابھی تک سلامت رہیں یہودی نسل ہی کے فرد تھے۔ ان سے ہماری مراد جوزفوس مورخ اور حکیم فیلو ہیں۔

نیرو اور وس پازیان کے زمانے کی بغاوت یہود کے حال میں فلاویوس جوزفوس (یوسف) کا ذکر ہم پہلے پڑھ چکے ہیں۔ وہ علما کے ایک نامی گھرانے میں ۳۷ء میں پیدا ہوا اور ماں کی طرف سے شاہی خاندان مقابی سے تعلق رکھتا تھا۔ مذہباً وہ فریسیوں کے فرقے کی طرف مائل تھا۔ رومہ میں پہلی مرتبہ وہ ۶۳ء میں اپنے بعض ہم وطن ملزموں کی وکالت کے لئے آیا۔ اور پوپیہ کے اثر سے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی۔ آزادی کے واسطے یہودیوں کی آخری جدوجہد میں جوزفوس نے جو حصہ لیا اس کا حال پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس طرز عمل نے اسے وس پازیان کا منظور نظر بنا دیا۔ اور پھر وہ مستقل طور پر رومہ میں آ رہا۔ اور وہیں اپنی تاریخی کتابیں تالیف کیں۔ ان کتابوں سے اس کی غرض یہ تھی کہ یونانی علما کو اپنی قوم کے خصائل اور گذشتہ واقعات سے آگاہ کرے۔

اس کی سب سے مشہور اور کارآمد کتاب سات ابواب میں جنگ یہود کے حالات میں ہے۔ اور وہی قدرومنزلت رکھتی ہے۔ جو ایک ایسے حاضرالوقت شاہد کے بیان کو ہونی چاہیے جس نے جنگ

میں خود حصہ لیا۔ اور اس کے تمام اہم واقعات بچشم خود معائنہ کئے۔ پھر شاید ہی وہ کہ خود یہودی ہونے کے باوجود اہر سلسلے کے رومی اور یہودی پہلو دونو اس کے سامنے تھے۔ یہ کتاب اس نے عبرانی میں لکھی اور پھر اسے یونانی زبان میں ترجمہ کرایا۔

(۲) اس کی دوسری کتاب "آثار یہود" پہلی سے کہیں بڑی اور بیس حصوں میں ابتدائے آفرینش سے عہد نیرو تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آخری حصے جن میں روما کے شروع کے قیصروں کا حال آتا ہے نہایت قابل قدر ہیں۔ اور حصہ ہجدہم میں مسیحیت کے بانی کا سب سے پہلی مرتبہ تذکرہ قید تحریر میں آیا ہے۔

(۳) جوزفوس نے "سوانح عمری فلاویوس جوزفوس" کے نام سے خود اپنے حالات بھی تحریر کئے اور ان کے علاوہ (۴) دو رسالے سکندریہ کے ایک نحوی اپیون کی رد میں لکھے جس نے یہودیوں کے خلاف اس زمانے میں ایک کتاب لکھی تھی جب کہ ان کی سفارت کالی گولا کے دربار میں آئی (۵) جوزفوس کا ایک اور رسالہ "عقل کی فرمان روائی" پر ہے۔

جوزفوس کی مثل، سکندریہ کے فیلو کا بھی علمی تاریخ کے ساتھ سیاسی تاریخ میں ذکر آتا ہے۔ قیصر گایوس کے حضور میں یہودیوں کی جو سفارت ۳۹ء میں آئی، فیلو اس کا رکن تھا اور اس سفارت کے حالات بھی اس نے قلمبند کئے۔ فلسفے میں وہ پہلا شخص ہے جس نے یونانی اور یہودی خیالات کو ایک ہی فلسفیانہ نظام میں مربوط و متحد کرنے کی کوشش کی۔ ایک طرف تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کے اقوال اس طرح پیش کئے کہ گویا وہ سقراط کی زبان میں بول رہے ہیں۔ اور دوسری طرف ثابت کیا کہ افلاطون، ہیراقلیطا اور دوسرے یونانی فلاسفہ کے خیالات کہاں تک موسوی شریعت سے ماخوذ ہیں۔ توراۃ کی وہ بطریق استعارات تفسیر کرتا ہے۔ لیکن اس کا اصلی معلم افلاطون ہے۔ افلاطون کی تعلیم بیان کرنے میں وہ اشراقیین کا پیش رو ہے۔ اور افلاطون کے اقوال میں وہ کچھ چیزیں دیکھتا ہے جو خود افلاطون کے خواب میں بھی نہ آئی ہونگی۔

(۲۷) **پلوتارک** ۴۶ء کے قریب شہر خرونیہ میں پیدا ہوا اور ایتھنز کے مدرسے میں تعلیم پائی۔ وس پاشیان کے عہد حکومت میں وہ اپنے وطن کی طرف سے ایلچی بن کے روما آیا اور غالباً دربار میں کسی قدر رسوخ بھی حاصل کیا۔ تراجن نے اسے قنصلی رتبہ عنایت کیا۔ اور اکائیہ کے

صوبہ دار کو ہدایت کی کہ پلوتارک کے مشوروں سے مستفید ہوا کرے۔ لیکن رومہ میں یہ کچھ اعزاز و اکرام بھی اسے اپنا وطن چھوڑنے کا لالچ نہ دلا سکے۔ جہاں وہ بہت آرام سے خانہ نشینی کی زندگی بسر کر کے بڑی عمر میں فوت ہوا[1]۔ علاقہ بیوشیہ کے ساتھ محبت اس کی زندگی کی خصوصیت بن گئی ہے ہسیود اور پنڈار اس اعتبار سے کہ بیوشیہ کے سب سے ممتاز شاعر تھے ہمیشہ خاص طور پر اس کا دل لبھاتے رہے۔ معلوم ہوتا ہے اس کا مشغلہ سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ خانگی طور پر درس و وعظ کرتا یا اپنی تاریخی اور فلسفی کتابیں تالیف کرتا رہتا۔

اس کی تاریخی کتاب، چھیالیس رومی اور یونانی مشاہیر کی "سیر متوازی" ہیں جنہیں دو دو کی جوڑ کی صورت میں مرتب کیا ہے[2]۔ ہر جوڑ میں، سوائے برادران گراکوسی کے، ہر جگہ یک یونانی ہے۔ اور ایک رومی۔ رومی سلطنت کے دور میں ایک یونانی مصنف کے لئے یہ قدرتی سی بات تھی کہ وہ اپنی قوم کی عظمت کے ساتھ اپنے فاتحین کی عظمت کا اعتراف کرے اور یونانی تاریخ کے پہلو بہ پہلو رومی تاریخ کو بھی یاد رکھے۔ پلوتارک سے قبل کورنیلیوس نپوس اسی قسم کی مماثل سیریں لکھنے کی مثال قائم کر چکا تھا۔ دوسرے بعض صورتوں میں جیسے دموس تھنیس اور سسرو یا سکندر و سیزر کی سوانح میں واقعی نمایاں مماثلت موجود ہے۔ البتہ بعض جوڑ جیسے پیرہوس و ماریوس ایسی مماثلت نہیں رکھتے اکثر صورتوں میں پلوتارک نے دو دو سوانح عمریوں کے آخیر میں بطور ضمیمہ ان کی وجوہ مماثلت اور باہمی فرق بھی لکھ کر پیش کر دیئے ہیں۔ ان جوڑوں کے علاوہ

---

[1]۔ وہ ہادریان کے تیسرے سنہ جلوس تک زندہ تھا۔

[2]۔ یہ جوڑ حسب ذیل ہیں:۔

تھیوس۔ (تھی سیئس) ورومیولس، لیکرگوس (لکرگس) و نیوما، سولن و والریوس پوب لی کولا۔ تیمس توکلس (تھمس طاکلیس) و کامی لوس (کامیلس)، پری کلس (فارقلیس یا برقلیس) و فابیوس ماکسی موس (میکسی مس)، الکی بیادس و کوریولا نوس، تولین وامی لیوس پاؤ نوس، پلوپی داس و مارسلوس، اریس تیدیس و کاتو کلان، فیلوپمین و فلامینی نوس، پیرہوس و ماریوس، لیساندر (لائی سینڈر) و سلا، کیمون (سائمن) و لوکلوس، نکیاس و کراسوس، یومینیس و سرتوریوس، اگسی لاوس و پومپی، سکندر و سیزر، فوکیون و کاتو (خورد)، اگیس و کلیومنیس و تی بریوس گراکوس و گایوس گراکوس، دموس تھنیس و سیسرو، دمت ریوس و انتونی، دیون و بروتس۔

ارتازرکسس، ارا توس اگالبا اور اوتھو کی چار منفرد سوانح عمریاں بھی کتاب میں شامل ہیں۔

مشاہیر کا یہ تاریخی مرقع سجانے میں مولف کو واقعات کی تحقیق و تفتیش اور صحیح روایت کرنے کا اتنا فکر نہیں جس قدر کہ وہ اپنے ناظرین کو دلنشیں سبق دینے اور عمدہ اخلاق کی ترویج میں کوشاں ہے۔ تاریخی تنقید کا اس کے ذہن میں کچھ خیال نہ تھا۔ اور اخلاقیات پر رائے زنی اس کا اصلی میدان ہے۔ اسے وہ محاضرات محبوب ہیں جن سے کوئی اخلاقی نتیجہ نکلتا ہو۔ یہی سبب ہے کہ غالباً قدیم زمانے کی کوئی تاریخی کتاب آج کے دن تک ایسی مقبول نہیں ہوئی جیسی کہ پلوتارک کی "مشاہیر یونان و روما"۔

اس کی دوسری تصنیفات میں مختلف مباحث خاصکر اخلاقیات پر بہت سے رسائل و مضامین ہیں جنھیں "موراليا" کے نام سے بالعموم ایک مجموعے میں شامل کر لیتے ہیں۔ ان میں ذیل کے مضامین قابل ذکر ہیں۔

"افلاطونی مباحث" پر۔ رواقی اور لذاتی فرقوں کے رد میں نیز اوہام پرستی کے خلاف چند رسائل۔ ای سس و اوسی ریس کے قصے کی ایک تفسیر۔ اس قسم کے بہت سے مواعظ جیسے "نکوئی قابل تعلیم ہے"۔ "تقدیر"۔ "زندہ دلی"۔ ایک طبعی رسالہ "روے مہتاب" پر یہ بحث کہ سن رسیدہ اشخاص کو ملکی معاملات میں حصہ لینا چاہیے یا نہیں؟

ہرودوتس کا محاسبہ اور "ارس توخان و منا ندر" میں ادبی مسائل آ گئے ہیں ایک مکالمہ "موسیقی" کے نام سے لکھا ہے جو قدیم موسیقی اور بحور کی معلومات کے اعتبار سے نہایت کارآمد ہے۔ مگر شاید ان تصانیف میں سب سے زیادہ دلکش کتاب "سیم پوزیاکا" (ہم نوالہ و ہم پیالہ) ہے جس میں کھانے پر گفتگو کے پیرائے میں سبھی قسم کے مباحث آ گئے ہیں۔ گفتگو کے مقامات برابر بدلتے رہتے ہیں۔ یعنی یہ بزم نا و نوش کبھی روما میں منعقد ہوتی ہے کبھی ایتھنز میں اور کبھی مصنف کے مکان میں یہ گفتگو جن مضامین پر ہوئی ہے وہ اس قسم کے ہیں جیسے فنون کی دیویوں کی تعداد۔ درختوں میں پیوند لگانے کے اصول۔ میزبانی کے بہترین لوازم۔ لحم خنزیر کی حرمت یہودیوں میں۔

(۲۸) پلوتارک کا ہمعصر ایک اور یونانی انشا پرداز بتھی نیہ میں دیون باشندہ پروسا تھا جسے فصاحت بیان کی بنا پر عرفاً "کری سوس توموس" یعنی زر زبان کہنے لگے تھے۔

ووس پاٹیان کے عہد میں روما آیا تھا لیکن دومی شیان کے زمانے میں شبہات کا شکار
ہوا اور اطالیہ سے خارج البلد کر دیا گیا۔ تب وہ بحر اسود کے شمالی سواحل کی طرف چلا گیا۔ اور یہیں
کے حالات میں "بوریس تھینیسی رسالہ" لکھا جس میں لب تیر یونانی بستی اولبیا کی پرانی طرز معاشرت
ہومر کے کلام سے ان دور افتادہ یونانیوں کی شیفتگی، اور اسکیت قوم کی طرف سے یونانی تمدن کو وہ
خطرات کہ جن کی ہر وقت زد میں یہ شہر تھا۔ ان سب کو بہت دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے
نروا کے زمانے میں دیون کو دوبارہ روما بلا لیا گیا اور وہاں سے کچھ عرصے بعد وہ اپنے وطن
پروسا میں چلا آیا۔ تراجن کے مزاج میں اسے رسوخ حاصل تھا اور اسی اثر سے اس نے اپنے
وطن کے واسطے خاص خاص رعایتیں بھی منظور کرالی تھیں۔ اس کا شمار اگرچہ سوفسطائیوں
میں کیا جاتا ہے[1] اور وہ پیشہ ور خطیب کی حیثیت سے ادھر ادھر پڑا پھرتا تھا لیکن اس کا یہ
امتیاز ماننا پڑے گا کہ وہ اس گروہ کے عام نمونے جیسا آدمی نہ تھا۔ عام سوفسطائیوں
کی طرح وہ اصلی خیالات کو محض لفاظی پر سے کبھی قربان نہ کرتا تھا اس کی نظر اکثر اپنے گروہ
والوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ گہری تھی اور فلسفہ اخلاقیہ کی طرف میلان رکھتا تھا بلکہ کبھی کبھی
اس نے سوفسطائیوں کی یاوہ گوئی پر چوٹ کی ہے۔ اس کے تحریر مضامین یا مباحث میں
سے اکثر ابھی تک سلامت اور ان میں سے اکثر نہایت دلکش ہیں۔ "سکندریہ" کے نام سے جو مضمون
ہے اس میں اس شہر کے [illegible] کی خوب خبر لی ہے "اولمپیکا" میں خود فیدیاس
بت تراش کی زبان سے اس کے مشہور بت زیوس کی جو اولمپیا میں نصب تھا۔ کیفیت
بیان کی ہے اور جزئیات کو سمجھایا ہے۔ بادشاہی پر جو چار مضمون ہیں ان میں تراجن کے استفادہ
کے لئے بہترین فرماں رواکے اوصاف بیان کئے ہیں۔ ایک نہایت پرلطف مضمون "یوبوئیکا"
ہے جس میں یوبیہ کے ایک غیر آباد مقام کے دو دہقانوں کی خیالی حالت دکھائی ہے۔ اور اس
کے مقابلے میں شہری زندگی کا خاکہ کھینچا ہے۔ دیون کی زبان اتھنز کی ٹکسالی (اٹیکی) ہے
اور سب سے بڑھ کر فلاطون و زنوفن اس کے متبوع ہیں۔

---

[1] متاخرین، دنس ایکی فصحا کی مثل عہد بادشاہی کے بھی دس سوفسطائی گنا کرتے تھے دیون بھی انہی
دس میں شامل ہے۔ نیز ادیس تی دس پرووس اور فیلوس ترا توس۔

توضیحات و حواشی

جوونال کا کتبہ اکوی نم میں

اپنے مولد میں جوونال نے جو کتبہ سیریس دیوی کی قربان گاہ پر کندہ کرایا تھا وہ حسب ذیل ہے:-

[Cere] ri sacrum

[D. IV] Nivs Ivvena is

Trib Cot. Delmatarum

II Qcing flamen

Divi vespasiani

Vovit dedica [Vitq] ve

Sva, Pec.

جس کا مطلب یہ ہوا کہ:-

"سیریس کے نذر پر یہ کتبہ جونیوس جوونالیس منجملہ دوپنجسالہ تری بیون عشر جیش دلماشی، پرستار خدا و ندوس پاشیان،
نذرانہ پیش کرتا ہے"

چونکہ عام طور پر رومی عشر جیش میں کوتوال مقرر ہوتے تھے۔ نہ کہ تری بیون، اور اسی مذکورہ بالا دلماشی دستے کے کوتوالوں کا کتبہ بھی اتفاق سے مل گیا ہے لہٰذا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شاید "پیری فکتوس" کی بجائے "تری بیونوس" کا لفظ غلطی سے کندہ ہو گیا ہے۔

جوونال کے متعلق بعض صاحبوں نے یہ قصہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ جلا وطن کر کے اسکاٹ لینڈ بھیج دیا گیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال اس کے جوانی میں فوجی خدمت پر برطانیہ بھیجے جانے کے ذکر کو صحیح نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

باب بست و ششم

ہادریان کا عہد صدارت (۱۱۷-۱۳۸ء)



ذیلی عنوان (۱) ہادریان کی تخت نشینی کے واقعات (۲) ہادریان کا خاندان اور دنیاوی ترقی۔ اس کا مراسلہ مجلس کے نام (۳) ہادریان کی شخصیت (۴) اصول ملکداری۔ تراجن کی حکمت عملی کا استرداد۔ اور مشرق کے جدید مقبوضات سے دست برداری (۵) نئے خیالات جو عہد ہادریان کی خصوصیت ہیں۔ (۶) ہادریان کی مشرقی معاملات کے انفصال کے بعد روما کو معاودت۔ (۷) بعض سازشوں کا انکشاف اور انسداد (۸) ہادریان کا دورہ صوبوں میں۔ (۹) فوجی اصلاحات (۱۰) سرحدیوں سے اندیشہ۔ سپہ سالار تور بو کا دریدہ ڈین یوب کے صوبوں میں میشیا اور داکیہ کے تحفظ کی تدابیر۔ (۱۱) پانونیہ کا تحفظ (۱۲) سرحد ما ورائے دان یوب (۱۳) برطانیہ میں ہادریان کی دیوار، (۱۴) غالیہ، ہسپانیہ اور افریقہ کا دورہ (۱۵) پارتھیہ سے تعلقات (۱۶) ہادریان کا دورہ یونان میں (۱۷) ایشیہ کا دورہ (۱۸) مصر (۱۹) یہودیوں کی سرکشی (۲۰) حکومت ہادریان کا سیاسی میلان (۲۱) اطالیہ میں عدالتوں کی جدید تنظیم۔ صوبوں کے نظم و نسق کی تبدیلیاں (۲۲) محکمۂ دیوانی کا نیا انتظام متوسطین کی قدر افزائی ناظمانِ فوج خاصہ کا مرتبہ (۲۳) شاہی مجلس شوریٰ کی جدید

تنظیم ۔ وکیلوں کی حیثیت ۔ "دوامی فرمان" (۲۴) ہادریان کے تعلقات مجلس اعیان کے ساتھ (۲۵) مالیات کا انتظام (۲۶) غلاموں کے متعلق نئے قوانین ۔ بعض اور قانون (۲۷) عمارات ۔ زہرہ اور روما دیوی کا مندر ۔ مقبرہ ۔ (۲۸) ہادریان کے آخری سال ۔ وروس کی تبنیت ۔ "سیزر" کے نئے معنی ۔ وروس کے اوصاف اور وفات (۲۹) ان تونیوس کی تبنیت ، (۳۰) ہادریان کی وفات (۳۱) اس کی صدارت کے نتائج ۔

فصل اول

ہادریان کی تخت نشینی ، اور عہد حکومت کی کیفیت

(۱) جس وقت تراجن مشرق کی مہم عظیم پر گیا تو گو اس کی عمر بہت ڈھل چکی تھی پھر بھی اس نے بطور حفظ ما تقدم کوئی انتظام آئندہ صدارت کے لئے نہیں کیا ۔ اور کسی کو اپنی جانشینی کے واسطے متبنیٰ نہیں بنایا ۔ یہ سچ ہے کہ مختلف امتیازات اور اپنی عنایات خاص کے اظہار سے اس نے یہ بالکل واضح کر دیا تھا کہ وہ اپنے عزیز پ الیوس ہادریانوس کو اپنا جانشین بنانا چاہتا ہے ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنے عرصے تک زندہ رہنے کا یقین تھا ۔ اور اسی لئے اس قسم کی نامزدگی کو جس قدر زیادہ عرصے تک ہو سکے ملتوی رکھنا چاہتا تھا ۔ اور اختیارات بادشاہی کی کوئی

تحویل و تقسیم اسے گوارا نہ تھی۔ یا ممکن ہے وہ یہ سمجھتا ہو کہ بغیر کسی رسمی تہنیت کے بھی ہادریان کی مسند نشینی یقینی ہو چکی ہے۔ اور اب یہ بہتر ہوگا کہ انتخاب کا فیصلہ بلا کسی ظاہری جبر کے مجلس اعیان پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ اُسے خود منتخب کرے۔ گو نہ وہ اغسطس کا بیٹا ہو نہ متبنٰی سینٹر۔ کیونکہ قرائن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی جگہ پر وہ ہادریان کو جانشین بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اور اس بات کا منتظر نہ تھا کہ پارتھیہ کی مہم میں مختلف امیدواروں کی قابلیت کا امتحان کرے۔ ہادریان پر وہ پہلے سے اتنی عنایات مبذول کر چکا تھا کہ اب کسی دوسرے شخص کو ترجیح دینے کے معنی یہ تھے کہ آیندہ ملک میں خانہ جنگی برپا ہو جائے۔ اور اس کا اندازہ ممکن نہیں کہ تراجن کو نہ ہو چکا ہو۔ بہر کیف اس اہم مسئلے پر اس نے اپنی مرضی کا اظہار نہیں کیا تھا کہ پیام اجل آپہنچا۔ اس وقت پلوتینہ نے جو ہادریان کی سرگرم حامی تھی غالباً عین دم مرگ بادشاہ سے "خط تہنیت" پر دستخط لے لئے۔ یا کم سے کم زبانی اقرار کرا لیا۔ لیکن لوگ اس اقرار کو محض پلوتینہ کی جعلی کارروائی سمجھتے تھے۔ مگر جعلی ہو یا اصلی، ہادریان کو یہ خط تراجن کی خبر وفات سے بھی دو دن پہلے (یعنی ۹ ر اگست کو) انطاکیہ میں مل گیا تھا۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کا مضمون تراجن کے دلی منشا کے موافق تھا۔

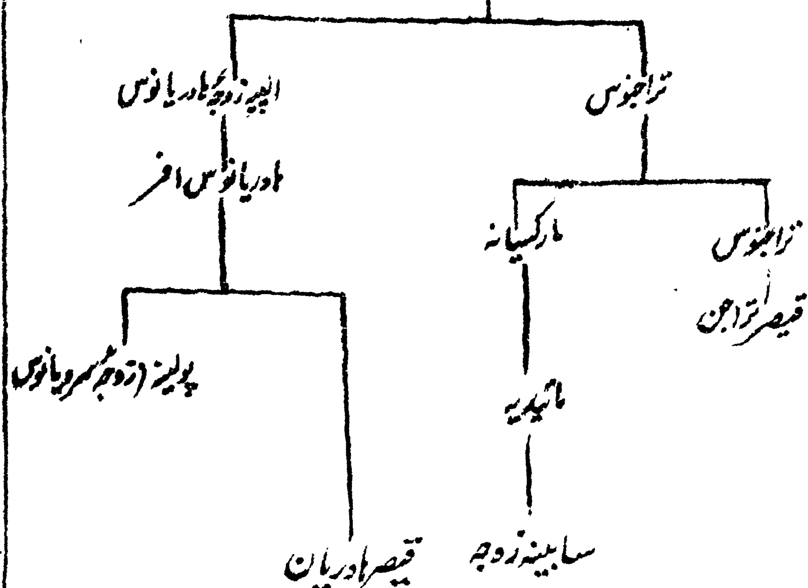
(۲) ہادریان کا خاندان دراصل صوبہ پی کنم کی بستی ہادریا کا رہنے والا تھا۔ لیکن بعد میں یہ لوگ رومی نوآبادی اتالیکا میں آبسے تراجن اور ہادریان کا باپ ہادریانوس افر ایک دادا کی اولاد میں باہم بھائی تھے۔[1] ہادریان ۲۴ ر جنوری ۷۶ء کو شہر روما میں پیدا ہوا۔ اور بہت نو عمری میں حسب دستور مختلف عہدوں سے گزر کر پہلے "دو بست گانی" اور پھر کسی جیش کی تری بیونی پر مقرر ہو گیا۔ تراجن کے

---

[1] ملاحظہ ہو حاشیہ بر صفحہ (۷۴۵)

زمانے میں اس نے کواستور (سنہ ۱۰۱ء) اور تزی بیون عوام کے درجہ تک ترقی پائی (سنہ ۱۰۵ء) ملکہ پلوتینہ اس پر نہایت مہربان تھی۔ اور اسی کے رسوخ سے اسے تراجن کی بہن مارکیانہ کی نواسی جولیہ سابینہ کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت ملی۔ چونکہ تراجن کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے یہ رشتہ سب کی نظر میں خاص معنی رکھتا تھا۔ واکیہ کی دوسری جنگ میں ہادریان ایک جیش کا سردار تھا۔ اور جن خدمات کے صلے میں بادشاہ نے اسے وہ الماس کی انگوٹھی عطا کی جو خود تراجن کو قیصر نروا نے دی تھی۔ کچھ دن میں وہ حسب معمول پریتور اور سنہ ۱۰۸ء میں منصرمانہ طور پر قنصل، نیز اسی کے قریب زمانے میں شرقی پانونیہ کا جیش سالار مقرر ہوا۔ لکی نیوس سورا کی وفات کے بعد بقیناً بادشاہ کے ہاں اس کا رسوخ اور بڑھا۔ مشرقی مہم میں وہ شریک تھا اور سنہ ۱۱۷ء

متعلق حاشیہ صفحۂ گزشتہ



میں بادشاہ کی عدم موجودگی میں شام کی صوبہ داری کے ساتھ غیر معمولی جنگی اختیارات اس کے تفویض ہوئے۔ اسی سال دوبارہ عہدۂ قنصلی ملا۔

تراجن کی خبر وفات سُن کر سپاہیوں نے ہادریان کی امپراطوری کا اعلان کر دیا کہ انھیں معمول سے دوچند انعام کی امید دلا کر اس نے رام کر لیا تھا۔ پھر اس نے مجلس اعیان کے نام انکسار آمیز پیرائے میں خط لکھا اور درخواست کی کہ تراجن کے تبنیٰ کی حیثیت سے اُسے بادشاہ تسلیم کر لیا جائے۔ نیز مجلس کے انتخاب سے قبل سپاہیوں کے خلاف قانون اعلان امپراطوری کر دینے کی معذرت کی۔ مجلس میں ہادریان کے بہت سے مخالف موجود تھے لیکن اس کو محروم کرنے کی کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی۔ اس کے مؤدبانہ خط نے ارکین پر اچھا اثر ڈالا اور صدارت کے جملہ اختیارات و حقوق باضابطہ اُسے دے دیئے گئے[1]۔

(۳) لڑکپن میں، غالباً ایتھنز میں، ہادریان کو یونانی ادب کی تعلیم دلوائی گئی تھی اور وہ یونانی معاشرت اور فلسفے کی طرف ایسا صریحی میلان رکھتا تھا کہ مزاحاً لوگ اسے "یونانچہ" کہنے لگے تھے۔ لیکن غیر رومی چیزوں سے اس کا شوق، یونان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کے وہ ممالک مشرق کے اسرار و قصص، اور قدیم آثار سے دلچسپی رکھتا تھا۔ اور مشرقی مذاہب و معتقدات کے مطالعے کا مشتاق تھا۔ درحقیقت وہ طبعاً "ہر ملکی" آدمی تھا اور ہر قوم و مذہب نیز رسم و رواج سے جو سلطنت روما کے مرکب میں جمع ہو گئے تھے، باخبر رہنا چاہتا تھا۔ نئے خیالات اخذ کرنے کی اس میں خاص صلاحیت تھی۔ اور امرائے روما کی تقلیدی تنگ نظری سے یقیناً بہت گھبراتا ہوگا۔ پس یہ بہ آسانی تصور کیا جا سکتا ہے کہ ایسا آدمی مجلس اعیان میں قبولیت نہ پا سکتا تھا۔ اور گو اس کے جیتے جی رومی اُمرا کی یہ مجال نہ ہوئی کہ اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے، لیکن اس کے مرنے کے بعد ان کی بیزاری تنقیص و اتہام کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ غرض، ہادریان کی سیرت کا خاص نکتہ یہی ہے کہ وہ بہت بےچین طبیعت رکھتا تھا۔ دیکھنے کی ہر چیز کو خود دیکھنے اور جاننے کی ہر شے کو جاننے کا خواستگار تھا۔ چنانچہ سلطنت

---

[1] ۔۔اس کے القاب حسب ذیل تھے:۔
امپراطور قیصر خلف تراجن دیوتا خلف نروا دیوتا تراجنیوس ہادریانوس اغسطس موبد اعظم تری بیون با اختیار۔

کے ہر صوبے میں خود گیا اور جس طرح ملکی فرائض انجام دئیے اسی شوق کے ساتھ سیر و سیاحت کی۔ شعر وہ کہتا تھا۔ تصویرکشی کی اس نے مشق فرمائی کی۔ فلسفے کے تمام مذاہب کا اس نے مطالعہ کیا۔ یہ عین اس کے مناسب مزاج بات تھی کہ شکار کی ہیجان انگیز تگ و دو کا حد سے زیادہ دلدادہ تھا۔ "عجائبات کے اس جویا"[1] کی خوخصلت کا اندازہ خود اس کے چہرہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ جیسے اس کے متعدد مجسموں میں ہم دیکھتے ہیں۔ سر کسی قدر جھکا ہوا جیسے کوئی کان لگائے ہوئے ہے کہ ہر آواز کو سن لے۔ آنکھ اور دہانے سے اُس ذہن کی چستی اور چالاکی عیاں ہے جو کسی چیز کو دیکھے بغیر چھوڑنا نہیں چاہتا۔ چہرے کا طرز نہ رومی ہے نہ یونانی ہی کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے، قیاصرہ کی مورتوں کی قطار میں صرف اسی کا چہرہ ڈاڑھی کا امتیاز رکھتا ہے خواہ اس ڈاڑھی رکھنے کی وجہ جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں، یہ ہو کہ وہ ایک داغ کو چھپانا چاہتا تھا۔ اور خواہ یہ محض "یونانیہ پن" کی خصوصیت ہو، اس بات کی ظاہری علامت ضرور ہے کہ ادریان ایک نئے نمونے کا بادشاہ تھا۔ اعلیٰ اوصاف کے ساتھ وہ عیب و خطا سے مبرا نہ تھا۔ فلسفے اور سیاسیات میں اس کی نظر کیسی ہی وسیع کیوں نہ ہو، ذاتی اغراض اور جاہ طلبی کے سفلی جذبات سے وہ مافوق و ماورا نہ تھا۔ کمال رواداری کے باوجود، ان قابل اشخاص کے ساتھ حسد رکھتا تھا جو ان علوم و فنون سے مناسبت تامہ اور مشغولیت رکھتے تھے۔ جن میں ادریان کو بھی دخل و دلچسپی تھی۔ اپنے گرد و پیش کے لوگوں سے وہ بدگمان اور مشتبہ رہتا جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ان میں بھی الفت و جانبازی کے جذبات نشوونما نہ پاتے تھے۔ فن خطابت کے استاد فرونتو کا قول ہے کہ "ادریان، وہ انسان نہیں ہے کہ اس سے مجسمہ کہا جائے۔ بلکہ دیوتا ہے کہ جس کی پوجا اور اس پر قربانیاں کی جائیں۔"

(۴) ادریان بڑی قابلیت کا مدبر تھا۔ گو کسی غیر معمولی فطانت و ذکاوت سے

---

[1] ترتلین کہتا ہے۔ "Curiositatum omnium eplorator"

اور اسپارتین "Semper in omnibus Varius"

میری ویل نے خوب لکھا ہے کہ ادریان میں اس زمانے کے دوسرے مشاہیر کی مثل "ہم نہ وہ تین مقصود پاتے ہیں نہ تمام قوتوں کا کسی ایک خیال کے پوری طرح محکوم و تابع ہونا دیکھتے ہیں جن کی بدولت جوہر قابل چمک کر صاحب کمال اور یگانۂ روزگار بن جاتا ہے۔"

ہم اسے کسی طرح متصف نہیں کہہ سکتے۔ اور سچ پوچھئے تو صاحب جدّت کے لئے اس عہد میں کوئی میدان ہی نہ تھا۔ ہادریان کا اصلی امتیاز اور اس کے عہد حکومت کی منفرد خصوصیت تو یہ ہے کہ وہ بذات خاص اس زمانے کے میلان اور حسیات کا حامل اور سچا نمایندہ تھا۔ اور اپنے طرز ملکداری سے اس نے ان حسیات کو منکشف اور پرورش کیا۔ تاریخ میں ایسا اتفاق بہت کم نظر آتا ہے کہ کسی عہد کا بہترین نمونہ قضاء وقدر کی طرف سے حکمرانی کے لئے منتخب ہوا ہو۔ ہادریان کے معاملے میں یہی اتفاق پیش آیا اور زیادہ تر اسی اتفاق نے اس کے عہد کو یہ کچھ دلچسپی بخشی۔ وہ جنگجو بادشاہ نہ تھا۔ اور یہ بھی صریحاً اس زمانے کے مناسب حال بات تھی۔ ممالک روما امن وسکون کے بھوکے تھے۔ انھیں فتوحات کی تشنگی نہ تھی۔ چنانچہ بادشاہ سابق (تراجن) کی جنگی حکمت عملی نظری طور پر کیسی ہی دلپسند کیوں نہ معلوم ہو اور ایک حد تک کیسی ہی ضروری بھی کیوں نہ مانی جائے، زمانے کے مزاج سے آشتی نہ رکھتی تھی۔ برخلاف اس کے ہادریان نے شروع ہی میں اپنا مسلک ظاہر کر دیا۔ اور تخت نشینی کے بعد سب سے پہلا اہم کام یہی کیا کہ آرمینہ، جزیرہ اور اشور کے تینوں نئے صوبوں سے جنھیں تراجن نے سلطنت میں شامل کیا تھا، دست بردار ہو گیا۔ بہ الفاظ دیگر اس نے گویا بتا دیا کہ وہ تراجن کی مشرقی مہمات کو خطائے عظیم سمجھتا ہے۔ اور مشرق میں ملک ستانی کے منصوبے کو قطعاً ترک کر کے اسی حکمت عملی کی طرف رجوع کرتا ہے جو اغسطس کی تھی۔ اس موقع پر سوال ہو سکتا ہے کہ آیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ عراق کو تو چھوڑ دیا جائے مگر آرمینہ پر قبضہ بحال رکھا جائے؟ عجب نہیں کہ اس معاملے میں ہادریان کی ضد جو اسے تراجن کی ساری جنگی حکمت عملی سے پیدا ہو گئی تھی۔ حد اعتدال سے تجاوز کا سبب ہو گئی ہو۔ یہاں تک بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صوبۂ داکیہ کو بھی چھوڑنے کی فکر میں تھا۔ لیکن اگر یہ صحیح ہے تو غنیمت ہے کہ اس نے عقلمندی سے یہ خیال ترک کر دیا کیونکہ داکیہ میں بہت سے رومی آبادکار جا بسے تھے۔ اور اس کا معاملہ ورائے فرات مقبوضات سے جہاں اس وقت تک کوئی رومی بستی نہ بسی تھی، بالکل جداگانہ نوعیت رکھتا تھا۔ باقی تراجن کے ایک اور نئے صوبے یعنی شمالی عرب سے دست برداری کا کوئی سوال ہی پیش نہ آیا۔

(۵) ہادریان کی مذکورۂ بالا کارروائی اس کے اصول جہانبانی کا گر ہے۔ اور اسی نے تقریباً نصف صدی کے اس یادگار دور کا افتتاح کیا جس میں رومی دنیا کو وہ امن و

آسودگی نصیب ہوئی جو نہ کبھی پہلے میسر ہوئی تھی۔ نہ آیندہ میسر آئی۔ شعور و تفہیم کے ساتھ یا بغیر سمجھے یہ احساس لوگوں کے دماغ میں جاگزیں ہوتا جاتا تھا کہ رعایا سلطنت کے واسطے نہیں بنی بلکہ سلطنت رعایا کے واسطے بنی ہے۔ ہادریان کا طریق حکومت اسی احساس کا مظہر اور پرتو تھا۔ متوفی بادشاہ تراجن ملک گیری اور جنگی ناموری کو بجائے خود مقاصد بادشاہی بنانے کے لالچ میں آگیا تھا۔ ہادریان حفظ ممالک اور قیام سپاہ کو محض رعایا کی رفاہ و امنیت کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ بایں ہمہ ایک طاقتور فوجی جمیعت کے قیام و دوام اور بوقت ضرورت لڑنے کے لئے تیار رہنے کی غرض کا اسے پورا احساس تھا سلطنت کے اسی نظریے کے ہمقدم اور نیز ہادریان کی وسیع الخیال طبیعت کے عین مناسب یہ بات تھی کہ اسے بیرونی صوبوں سے خاص دلچسپی ہو۔ جولیس سیزر صوبوں کی فلاح و بہبود کی قدر سمجھتا تھا اور اس کا پاس و لحاظ رکھنا بادشاہی دور کا سیاسی اصول تھا لیکن ہادریان کی ہمدردی صوبوں والوں کے ساتھ کہیں زیادہ گہری اور ہمہ گیر تھی۔ اور وہ درحقیقت یہ سمجھتا تھا کہ صوبے محض روما اور اطالیہ کی خدمت گزاری کے لئے نہیں ہیں۔ خود وہ پائے تخت میں کبھی اتنا خوش اور چین سے نہ رہتا تھا جتنا سلطنت کے کسی دوسرے علاقے میں۔ چنانچہ اپنے بست و یک سالہ عہد حکومت کا شکل سے ایک تہائی حصہ اس نے اطالیہ کی سرزمین پر گزارا۔ وہ تاڑ گیا تھا کہ عمدہ نظم و نسق کیے لئے یہ مناسب اور ضروری ہے کہ فرماں روا ذاتی طور پر ہر صوبے کے معاملات سے واقفیت حاصل کرے۔ اور صوبوں میں اس کے دورے عہد ہادریان کی ایک نادر و عجب انگیز خصوصیت ہیں۔ اسی طرح اس کا دوسرا کارنامہ سررشتۂ دیوانی کی تاسیس ہے۔

اس جگہ یہ جتائے بغیر آگے بڑھنا نہ چاہیئے کہ اس دور امن و فراغت میں، جس کا ہادریان نے افتتاح کیا اور جو اس کے آیندہ دو جانشینوں کے زمانے تک جاری رہا، رحجانات و معاشرت میں ایک عظیم تغیر پیدا ہو رہا تھا جس نے سلطنت روما بلکہ تمام دنیا کے مستقبل پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ یہ عمل اتنی خوشی سے ہوتا رہا کہ قریب قریب بالکل نظر ہی نہیں آسکتا۔ لیکن اس کے نتائج میں کوئی دھوکا نہیں۔ رومیوں کی قوم پسندی اور تنہا روی کے مقابلے میں عام انسانی ہمدردی کا عقیدہ اکناف عالم میں شائع ہونے لگا۔ اور مساوات اقوام و ممالک کا جذبہ دنیا پر مسلط ہوتا جاتا تھا مسیحیت کے پھیلنے کی راہ تیار ہو رہی تھی اور گو یہ نئے جذبات رومی طاقت کے حق میں نقصان رساں تھے لیکن

یورپ کی آیندہ ترقیوں کے ممد ومعاون ہوئے۔ انھوں نے سلطنت رومہ کے تنزل میں مدد دی لیکن انہی سے عہد قدیم نے دور جدید کی صورت پکڑنی شروع کی۔ اس نئی روح کا پہلا مبعوث اعظم ہادریان ہے۔

فصل دوم

ہادریان کا دورہ صوبوں میں

فوجی اصلاحات

(۶) سال (۱۱۷ء) کے آخری مہینے مشرقی معاملات کی درستی میں صرف ہوئے۔ پارتھیہ کا قضیہ اس طرح طے ہوا کہ تراجن کی فتوحات سے دست کشی کر لی گئی جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اور پارتھاماس پاتس کی حمایت چھوڑ کر خسرو بادشاہ مان لیا گیا ان نئے مقبوضات پر تسلط قائم رکھنے کے لئے فوج میں اضافہ کرنا ضروری ہوتا۔ اور سلطنت کے مداخل بغیر از دیاد محاصل کے اس اضافے کی اجازت نہ دیتے۔ دوسرے تراجن کے عہد کشور ستانی میں اندرون نظم ونسق کی جانب بہت کم توجہ کی گئی تھی۔ غرض یہ مصالح ہادریان کو اپنے پیش رو سے بالکل مختلف طرز عمل پر آمادہ کرنے کے لئے کافی تھے۔ سلطنت کے بعید گوشوں میں جو فساد برپا ہونے کی خبریں آئیں وہ بھی توسیع سلطنت کے خطرات اسپر عیاں کر دینے میں ممد ہوئی ہونگی۔ کیونکہ اقصائے شمال میں برطانوی، ڈینیوب پر سرماشی اور مغرب میں مور، ان سب کی طرف سے آثار سرکشی ہویدا تھے۔ اور ادھر فلسطین ولیبیہ (شمال مشرقی افریقہ) کی شورش ابھی پوری طرح فرد نہیں ہوئی تھی۔ مشرقی مہمات کی زبان حال سے عیب جوئی کر رہی تھی۔ غالباً ہادریان خود مصر وفلسطین پہنچا کہ یہودیوں کی بغاوت جلد سے جلد فرو ہو جائے۔ جس کا کام اس کا لائق سردار کیوس مارکیوش توربو انجام دے رہا تھا ہادریان نے شام کی صوبہ داری جس پر صدر منتخب ہونے سے پہلے وہ خود فائز تھا، کاتی لیوس

سویروس کے سپرد کی یہودیہ کی ولایت سے لوسیوس کوئی توس کو ہٹا کر اس کے اپنے وطن موریتانیہ میں مامور کیا جس کی مصلحت بظاہر یہی تھی کہ اس کے ہموطنوں میں جو بغاوت پھوٹ رہی تھی وہ اس کا سد باب کرے۔ لیکن لوسیوس کو نئے بادشاہ سے کچھ بھی ارادت نہ تھی۔ اور وہ اس کی نئی حکمت عملی کو ناپسند کرتا تھا۔ اس نے موریتانیہ کی تحریک بغاوت روکنے میں کوئی سرگرمی نہ دکھائی۔ بلکہ عجب نہیں کہ اس نے در پردہ تقویت بہنچائی ہو۔ بہرحال ہادریان کو ضروری معلوم ہوا کہ موروں کی سرکوبی کے لئے بھی تور بوہی کو بھیجے جس نے اس عرصے میں یہودیوں کا فتنہ فرد کر دیا تھا۔ رہا لوسیوس، تو اس کی نسبت لکھا ہے کہ ہادریان نے "لوسیوس کوئی توس کے ہتھیار لے لئے۔

ہادریان الی ریکم کے راستے روما روانہ ہوا اور ۱۱۸ء کے شروع میں پائے تخت میں پہنچ گیا۔ مجلس اعیان نے اس کا خوش دلی سے استقبال کیا اور اس نے اصالتاً بھی اسی پاس خاطر کی تجدید کی۔ جو پہلے تحریر میں مرعی رکھا تھا۔ "پاتر پاتری ای" (یعنی ابوالوطن) کا لقب بھی اسے پیش کیا گیا تھا لیکن اس نے اس بنا پر لینے سے انکار کر دیا کہ اگسطس نے یہ لقب اپنے عہد حکومت کے اواخر میں اختیار کیا تھا۔ چنانچہ ہادریان نے بھی ۱۲۸ء تک اسے قبول نہیں کیا۔ پھر اس نے تراجن کی پارتھی فتوحات کا جشن کیا اور جلوس میں فاتح کی گاڑی پر متوفی بادشاہ کا بت نکالا گیا۔

(۷) ہادریان کو روما میں آئے زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ اسے سرماشیوں کا ایک حملہ روکنے کی غرض سے بہ عجلت ڈینیوب کی طرف جانا پڑا اور اس کے غیاب میں خود اس کی بادشاہی ایک سازش کی بدولت خطرے میں پڑ گئی جس میں چار بڑے ممتاز اشخاص کی شرکت پائی گئی۔ سازش کا سرغنہ ایک قنصلی مرتبے کا شخص اوی دیوس نگری نیوس تھا۔ حالانکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کی خاص نظر عنایت تھی۔ اور شاید اسی کو اپنا جانشین صدارت بنانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ایک اور قنصلی امیر لیلیوس کلسوس کے علاوہ دو بڑے نامی فوجی سرداروں نے بھی سازش میں حصہ لیا، یعنی شمالی عرب کے فاتح کورنلیوس پلما اور اسی لوسیوس کوئی توس نے جس کی نمک حرامی کا رنگ موریتانیہ میں ظاہر ہو چکا تھا ان سپہ سالاروں کا تعلق ظاہر کرتا ہے کہ نئے بادشاہ کی مصالحانہ حکمت عملی سے فوجی حلقوں میں

بد دلی ہو رہی تھی ۔ سازش کرنے والوں کی تجویز یہ تھی کہ ہادریان کو شکار یا قربانی کرتے وقت ہلاک کر دیا جائے ۔ لیکن یہ راز افشا ہو گیا ۔ اور مجلس اعیان نے چاروں سازشیوں کو سزائے موت دے کر اپنی گرم جوشی اور خیر خواہی دکھائی ۔ ہادریان کو اس معاملے کی جب اطلاع ہوئی تو سرحد ڈینیوب کا انتظام اپنے معتمد علیہ سردار مارکیوس تور بو کے سپرد کر کے وہ بہ عجلت روما آیا ۔ (اگست) اور مجرموں کی سزائے قتل پر اظہار تاسف کیا کہ یہ کارروائی عام طور پر نامقبول ہوئی تھی ۔ اور گو اعیان نے بغیر ہادریان سے مشورہ لئے یہ سزا دی تھی تاہم لوگ الزام اسی کو دیتے تھے ۔ اسی خوف و تشویش کو رفع کرنے کی غرض سے جو اس سزا سے پیدا ہوا اور یہ جتانے کے لئے کہ اس کا اصول حکومت دہشت انگیز نہیں ہوگا ۔ ہادریان نے بطور خود اسی قسم کا حلف لیا جیسے پہلے تراجن نے اٹھایا تھا کہ وہ مجلسی طبقے کے کسی فرد کو کبھی سزائے موت نہ دے گا ۔

آیندہ چند سال تک ہادریان بظاہر اطالیہ اور روما کی اندرونی اصلاحات کے کام میں منہمک رہا ۔ ۱۱۹ء میں وہ تیسری اور آخری مرتبہ قنصل مقرر ہوا ۔ اور اسی سال جنوبی اطالیہ کا دورہ کیا ۔ ۱۲۱ء میں روما اور زہرہ دیوی کے مندر کا سنگ بنیاد رکھ کر (۲ - اپریل) اس نے صوبوں میں اپنا پہلا بڑا دورہ شروع کیا ۔ چونکہ بہت روز تک باہر رہنے کا خیال تھا لہٰذا چلتے وقت روما کی نیابت قابل اعتماد لوگوں کے سپرد کرنی ضروری تھی ۔ شہر کی سلامتی کا سارا انحصار فوج خاصہ پر تھا اور اس کے دونوں ناظم اتیانوس اور سمی لیس جو ہادریان کی تخت نشینی کے وقت اس عہدے پر تھے ، بادشاہ کے پورے معتمد علیہ نہ تھے ۔ اتیانوس نے ایک ایسے وقت میں جب کہ ہادریان کی انتخاب صدارت بیم و رجا کی حالت میں تھا ۔ اس کی تائید کی تھی ۔ اور اسی بنا پر احتمال تھا کہ شاید وہ اپنی حد سے آگے پاؤں نکالنے لگے ۔ اور دوسرا ناظم سمی لیس ایک آزاد خیال و آزاد شخص تھا ۔ غرض یہ دونوں عہدے سے الگ کر دئیے گئے ۔ اور مارکوس توربو کو سپ تی کیوس کلاردس کے ساتھ ان کی بجائے مامور کر دیا گیا ۔

(۸) ہادریان نے صوبوں میں دو بڑے بڑے دورے کئے پہلا ۱۲۱ء کے موسم بہار سے شروع ہوا ۔ اور ۱۲۶ء میں اس کی معاودت روما پر ختم ہوا ۔ اس کی دوسری سیاحت بھی ۱۲۹ء کے موسم بہار میں شروع ہوئی اور یہ ۱۳۴ء کے اوائل تک جب کہ وہ پایۂ تخت میں واپس آیا ، جاری رہی ۔ پہلی مرتبہ سلطنت کے مغربی اور مشرقی ، قریب قریب سبھی

صوبوں کا اس نے گشت کیا لیکن دوسری دفعہ وہ صرف مشرقی صوبوں ہی میں جا سکا جس
کا سبب غالباً یہودیہ کی بغاوت تھی کہ اُسے مغرب کو جاتے جاتے واپس پلٹنا پڑا۔ (سنہ ۱۳۱ و ۱۳۲ء)
گویا اس وقت سے روما سے اس کی غیر حاضری کی وجہ صوبوں کا دورہ نہ رہی تو ان دو بڑے
دوروں کے درمیان کے وقفے میں اس نے ایک چھوٹا سا سفر افریقی صوبوں کا بھی کیا
(سنہ ۱۲۸ء)

اس کے پہلے کوچ کا راستہ ہر اعتبار سے یقینی تو نہیں ہے لیکن بظاہر حسب ذیل تھا۔ مشرقی غالیہ
کا چکر لگا کے اور غالباً لگو دونم کا معائنہ کر کے وہ جنوبی جرمانیہ میں آیا۔ اور وہاں سے ریتیہ اور نوری کم
کی شمالی سرحدوں سے گزرتا ہوا پانونیہ پہنچا۔ یہاں سے پلٹ کر یقیناً کسی دوسرے راستے وہ
انہی صوبوں کو طے کرتا ہوا پھر رائن تک آ گیا۔ اور شمالی جرمانیہ کا دورہ کرتا اور بتاویون
کے علاقے سے گزرتا ہوا سمندر عبور کر کے برطانیہ پہنچا (سنہ ۱۲۲ء) یہاں چند ماہ گزار کر وہ
غالیہ میں واپس آیا۔ اور اس کے مغربی اضلاع کا سفر کرتا ہوا اسپانیہ میں آ گیا جہاں تراکو
(طرکونہ) میں اس کا ورود ہوا۔ اور گو غالباً اس دورے میں موریتانیہ جانا داخل نہ تھا۔
لیکن موروں کی سرکشی کی اطلاع نے اُسے وہاں کے معائنے پر بھی آمادہ کر دیا۔ اور اس
صوبے سے وہ صوبۂ افریقہ میں اور ممکن ہے کہ لیبیہ میں بھی آیا ہو۔ وہاں سے جہاز میں بیٹھ کر
وہ ایشیائے کوچک میں اترا۔ اور پہلے ساحلی شہروں کا گشت لگا کے پھر اندرون ملک
میں دریائے فرات تک سیاحت کی (سنہ ۱۲۳ء) واپسی میں ساحل اکشین سے ہوتا ہوا وہ
بلون توس و بتھی نیہ میں آیا۔ اور وہاں سے سمندر اتر کر تراکیہ میں داخل ہوا۔ پھر
اپی روس و تھالیہ میں کچھ روز گزار کر وہ سنہ ۱۲۵ کے موسم خزاں میں ایتھنز پہنچ گیا۔ اور
سرما اور آئندہ بہار کے زمانے میں یہیں مقیم رہا۔ اور گرمیوں میں پلوپونسوس کا دورہ کر کے
صقالیہ ہوتا ہوا واپس روما آ گیا (سنہ ۱۲۶ء)

دوسرے سفر کے شروع میں وہ دوبارہ ایتھنز آیا۔ اور جاڑے بھر یہیں رہا
(سنہ ۱۲۹ و سنہ ۱۳۰ء) اس کے بعد جہاز میں جانب مشرق روانہ ہوا۔ اور کاریہ یا لیکیہ میں لنگر
ڈال کے پسیدیہ و سلیقیہ سے گزرتا ہوا ماہ جون میں شام کے شہر انطاکیہ میں پہنچ گیا۔ اسی
گرمی میں اس نے پامیرا یہودیہ اور شمالی عرب کی سیر کی۔ اور موسم خزاں میں مصر آیا جہاں
کچھ کم ایک سال تک رہ کر سنہ ۱۳۱ء میں شام کو واپس پھرا۔ اور مغرب کی طرف روانہ

ہو چکا تھا کہ یہودیہ کی بغاوت نے پھر پلٹ آنے پر مجبور کیا۔ اور آیندہ دو سال یہیں کے مقامات جنگ میں بسر ہوئے۔

ممکن ہے کہ یہ بادشاہی دورے بعض صورتوں میں رعایا کی زیر باری اور تکلیف کا سبب ہوئے ہوں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ صوبوں کی فلاح وبہبود کے حق میں بہت مفید وساعد تھے۔ بادشاہ نے بچشم خود ہر صوبے کی حالت اور ضروریات کا مشاہدہ کیا۔ اور سلطنت میں ہر صوبے کا جو رتبہ اور منزلت تھی اس کا وہ بالکل صحیح اندازہ کر سکا۔ مفاسد کی اصلاح اور معاشی فوائد کی ترقی کے لئے ہر صوبے میں جہاں جہاں وہ گیا۔ اس نے جو کچھ کیا اس سب کا پتہ چلانا تو ممکن نہیں لیکن یہ ہم جانتے ہیں کہ امن واطمینان سے ترقی کرنے کی سب سے مقدم شرط یعنی بیرونی حملوں سے سلطنت کو محفوظ کرنے کی اس نے کیا کیا تدبیریں کیں۔ یہ مقصد ہمیشہ ہادریان کے پیش نظر رہا اور اس قسم کا انتظام کرنے کا اُسے جس قدر فکر تھا اس کا اظہار دو طریقے سے ہوتا ہے (۱) فوج اور جنگی نظام میں اس نے بہت سی نہایت اہم اور بنیادی اصلاحیں کیں۔ (۲) فصیل واستحکامات بنا کے سرحدوں کی حفاظت کے طریقے کو اس نے ایسے بہم ومستقل طور پر ترقی دی کہ اس سے پہلے کسی بادشاہ نے نہ دی تھی۔

(۹) فوجی اصلاحات میں جزئیات تک ہادریان کی نظر سے نہ بچیں اور سلطنت کے آخری زمانے کے نظام فوجی کا اسی کو بانی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس نے جو تبدیلیاں کیں ان کا طرز جنگ اور قواعد وضوابط فوج دونوں پر اثر پڑا چنانچہ طرز جنگ کے معاملے میں اس کی سب سے بڑی اصلاح عصبۂ فوجی (Phalaux) کی ترویج تھی جو بالکل عصبہ سکندری جیسا نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اس کی ترقی یافتہ صورت تھی۔ اسی زمانے میں رومیوں کو جو لڑائیاں پیش آئیں ان میں جیوش کی پرانی صف بندی کو ترک کرنے کی ضرورت غالباً ثابت ہوگئی تھی۔ ہادریان نے اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ وہ غیر رومی اقوام یعنی مشرق میں پارتھیہ وارمنیہ والوں کے ڈینیوب کے پار سرماشیوں کے اور برطانیہ میں قلطیوں کے طریق جنگ کا بغور مطالعہ کریں زرہ بکتر کی مشرقی رسم بھی اس نے اپنی فوجوں میں جاری کی۔ اور شاک السلاح یا اوپچی سواروں کے دستے ترتیب دئے۔ اس کے تباوی دستے ایسے اچھے سدھے ہوئے تھے کہ

سارے ہتیاروں سمیت دریاؤں کو تیر کے عبور کر جاتے تھے[1]۔ جنگی کلوں کی ساخت میں نئی ایجادیں کی گئیں تاکہ فوجوں کی تیز پیش قدمی کے وقت ان کے ساتھ لے چلنے میں سہولت ہو۔

ہادریان نے فوجی ضبط و پابندی کو خراب حالت میں پایا اور اس کے بحال کرنے میں بڑی زحمت و دردسری اٹھائی حتّٰی کہ اُسے ہمیشہ سے زیادہ سخت بنا دیا۔ اس نے یکصدی سرداروں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ مگر اس عہدے پہ صرف ان کو مقرر ہونے دیا جو مضبوط جسم اور عمدہ چال چلن کے تھے۔ حبشیوں کی نرمی برتنی اس نے کسی ایسے شخص کو دینی جائز نہ رکھی جو پختہ عمر کا نہ ہو۔ رخصت کی منظوریاں شاذ و نادر دی جانے لگیں۔ اور ہر شے جس سے سپاہیوں کی عادت بگڑنے کا اندیشہ تھا، چھاؤنی سے خارج کر دی گئی۔ اس تشدد و سخت گیری کے باوجود ہادریان سپاہیوں کا ممدوح و محبوب تھا۔ اور اس کے عہد امن و امان میں فوج میں کوئی فتنہ برپا نہ ہوا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ جب کبھی لشکر میں آتا تو ہر قسم کی محنت و مشقت میں خود سپاہیوں کا شریک ہوتا تھا۔ اور انھیں کسی ایسی سختی کا پابند نہ بناتا تھا جسے برداشت کرنے کے لئے خود آمادہ نہ ہو۔ اس کا لباس بہت گھٹیا اور خوراک دیہی معمولی حیثیت والوں کی سی ہوتی جس میں لحم خنزیر، پنیر اور کھٹی شراب شامل ہوتی تھی۔ کوچ کے وقت وہ سوار یا پیادہ با اسب ہتیار لگائے، برہنہ سر چلتا خواہ کالدونیہ کا برفانی خطہ ہو خواہ مصر کا تیز آفتاب سر پہ ہو۔ اور کبھی کسی گاڑی میں سوار نہ ہوتا تھا۔ فوجی زندگی کی تمام جزئیات کی طرف اسے توجہ تھی۔ وہ بیماروں کی ڈولیاں روزانہ جاکر دیکھتا۔ رسد رسائی کے انتظام کی خود جانچ پرتال کرتا رہتا۔ اور سپاہیوں کے اسلحہ، لباس اور ساز و سامان کا معائنہ کرتا۔ اکثر سکوں میں وہ فوج سے خطاب کرتا دیکھا گیا ہے۔ افریقہ شہر لام بسیس میں جہاں اس نے نئی چھاؤنی بنائی اور اس میں سپہ سالار کے رہنے کا مکان ابھی تک باقی ہے، ایک قبل پائے پر اس کی تقریر کندہ ملی ہے جو اس نے حبشیِ سوم "ادگستا" کے سامنے کی تھی اس میں وہ سپاہیوں کی جنگی مشقوں کی یعنی ایک دن میں اتنا کام کر لینے کی جو اوروں سے ایک ہفتے میں ہوا مصنوعی جنگ اور دیگر کارگزاریوں کی تعریف کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ روما کے کسی بادشاہ کے تحت میں فوج ایسی درست و مستعد نہ تھی جیسی ہادریان کے زمانے میں

---

[1] اس کا ذکر مورخ دیوّن نے کیا ہے۔ اور اس کی دلچسپ تصدیق ان بھونڈے اشعار سے ہوتی ہے۔ جو کسی بتادی سوار نے کھود دئے تھے۔ اور یہ کتبہ پانونیہ میں دستیاب ہوا ہے۔

بیڑے کے متعلق ہادریان نے یہ ضابطہ بنایا کہ سرکاری جہازوں پر صرف وہی لوگ بھرتی کئے جائیں جو لاطینی حقوق سے بہرہ مند ہوں۔ اس کے معنی یہ تھے کہ کوئی شخص جسے رومہ کے ملکی حقوق حاصل ہوں، خواہ وہ اطالیہ کا باشندہ ہو یا باہر کے کسی صوبے کا، بیڑے میں نوکر نہ ہو سکتا تھا۔ یہ خدمت فقط لاطینی حقوق والوں کے لئے مخصوص تھی۔ یا ان کو ملتی تھی جو نہ رومی حقوق رکھتے ہوں نہ لاطینی کے ایسے امیدواروں کو بھرتی کرتے وقت لاطینی حقوق دے دئے جاتے تھے۔[1]

فصل سوم

سرحدوں کی حفاظت مغربی صوبے

(۱۰) سرماشی اقوام، یعنی مشرق میں روکسولانی اور مغرب میں جازیجوں کو داکیہ نے بیچ میں آکر ایک دوسرے سے جدا کر دیا تھا لیکن انھوں نے باہمی رسل و رسائل کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور ہادریان کی تخت نشینی کے بعد سلطنت رومہ کے خلاف ایک جتھا تیار کر لیا۔ جنگ کا قریبی سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ رومی حکومت نے وہ سالانہ امدادی رقم دینے سے انکار کیا جو تراجن نے روکسولانیوں کے رئیس کو ادا کرنی قبول کی تھی۔ ان جنگلیوں نے غالباً داکیہ پر یورش کی تھی اور جیسا کہ ہم اوپر پڑھ چکے ہیں، ہادریان کو رومہ پہنچنے کے چند ہی روز بعد بہ تعجیل کوچ کرنا اور ان کے مقابلے میں آنا پڑا (۱۱۸ء) اگرچہ لڑائی میں اسے کامیابی ہوئی تاہم وہ یہ معاہدہ کرنے پر رضامند ہو گیا کہ روکسولانی جس زر سالانہ کا دعویٰ کرتے ہیں وہ انھیں دیا جایا کرے گا۔ ان کا رئیس رومہ کے ملکی حقوق سے سرفراز اور رومی باج گزاروں کی فہرست میں داخل کر لیا گیا۔ پھر جب ہادریان کو فی گری نوس

---

[1] اس موقع پر بادشاہ کے ساتھ کے "سواران تن" کا ذکر بھی کر دینا چاہئے جن کا رسالہ تراجن یا ہادریان نے مرتب کیا اور وہ "اکوتیس سنگیولارس اوگستی" کہلاتے تھے۔ یہ سوار بھی لاطینی حقوق سے بہرہ مند ہوتے تھے۔

کی سازش کی وجہ سے واپس روما آنا پڑا اس نے پانونیہ اور واکیہ دونوں کی جیش سالاری بطور خاص مارکیوس تور بو کو تفویض کر دی۔ اگرچہ تور بو محض طبقۂ متوسطین کا آدمی تھا مگر اسے رتبہ اور لقب بھی ہادریان نے وہ عنایت کیا جس سے ناظم مصر سرفراز ہوتا تھا۔

لیکن ہادریان نے صرف وقتی خطرے کو ٹالنے پر قناعت نہ کی۔ بلکہ ایک طرف تو پانونیہ پر جازیجوں کے حملے کا اور دوسری طرف میزیہ پر روکسولانیوں کی آیندہ تاختوں کا سدباب کرنا چاہا۔ اور اسی غرض سے استحکامات کے کئی سلسلے تعمیر کئے۔ ڈینیوب کے ڈیلٹی دہانے پر ترس میس (اگ لٹیزا) کا نیا قلعہ بیا رابیہ کی طرف سے چڑھائی کرنے والوں کا راستہ روکتا تھا اور ساحل اکشین کے اسی سلسلۂ قلاع کی کڑی تھا جس میں اُدسوس (دارنا) تومی (کستنجا) ترس میس دیتر اس لب نیسٹر ینیر کے دہانے کا قلعہ اولبیا اور جزیرہ نمائے کریمیہ کا قلعہ پان تی کاپیم داخل تھے اور جن میں بحر اسود کا بیڑہ رسل و رسائل قایم رکھتا تھا۔ پان تی کاپیم اس زمانے میں ایک سرماشی امیر کے ماتحت تھا۔ جو ہادریان اور سلطنت روما کے ساتھ گہری دوستی کا دم بھرتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ڈینیوب کے جنوب کے صوبوں کو واکیہ کے راستے سے کسی اسکاتی حملے سے محفوظ کرنے کے لئے ہادریان نے اس عظیم الشان پل کا بالائی حصہ تڑوا دیا جو تراجن نے تور نوسوریرین کے مقام پر بنوایا تھا۔ بعض اہل الرائے کو اس قول کی صداقت میں کلام ہے لیکن اگر غور سے دیکھیئے تو معلوم ہوگا کہ ڈینیوب پر ایک پل کا ہونا نہ ہونا برابر ہی سا تھا۔ اور اس کے جنوبی اور شمالی کناروں میں اب بھی آمد و رفت کا ذریعہ زیادہ تر کشتیاں تھیں۔ پس ممکن ہے کہ ہادریان نے اس پل کو تحفظ ممالک کی خاطر قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو یا ممکن ہے کہ سنگین پل کی بجائے اس نے تختہ پل بنوا دیا ہو۔ ان متعدد قلعوں کی تعمیر بھی جو شرقی کوہستان کارپےتھیکن کے دروں اور گھاٹیوں کی نگہبانی کرتے تھے شاید ہادریان ہی کا کارنامہ ہے۔ لیکن گو واکیہ کو وہ ایک بعید اور غیر محفوظ ملک سمجھتا تھا تاہم اس کے وسائل معاش کو ترقی دینے اور وہاں رومی تمدن پھیلانے کے لئے اس نے بہت کچھ کیا۔ اسی کے عہد میں وہاں پرانے سپاہیوں کی بستیاں بسیں اور کان کنی کا کام پورے قدوبد کے ساتھ جاری ہوا۔ واکیہ کے نظم و نسق میں بھی تغیر کیا گیا کہ (۱۲۹ء) اس کو پانونیہ اور میزیہ کی طرح مشرقی اور مغربی داکیہ کے دو علیحدہ صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ جن پر علیحدہ علیحدہ جیش سالار حکومت کرتے تھے۔

(۱۱) ہادریان نے اسی اہتمام کے ساتھ پانونیہ میں وسط ڈینیوب کے علاقے پر توجہ کی یہی علاقہ ہے جہاں اس نے بڑی بڑی سرحدی چھاونیوں میں بلدی حقوق دینے کا نیا اصول جاری کیا جس سے فوجی اور ملکی زندگی باہم مربوط ہوگئی۔ اس میں کوئی دشواری بھی نہ تھی۔ کیونکہ نہ صرف بہت سے تجارت پیشہ لوگ ان چھاونیوں کے متصل آبستے تھے بلکہ اکثر سپاہی مدت ملازمت ختم ہونے کے بعد انہی مقاموں میں سکونت اختیار کر لیتے اور لشکرگاہ سے علیحدہ وہاں بستیاں بس جاتیں اور "کنابی" یعنی سرکیوں کے نام سے موسوم ہوتی تھیں۔ ٹراجن نے ایسے مقامات میں بلدیات بنانے کا کاسترا ادیترا اور الپیہ (؟) ماگوس کی چھاونیوں میں تجربہ کیا تھا۔ اب ہادریان نے مشرقی پانونیہ کی دونوں چھاونیوں کو بستیوں کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ ان میں سے پہلی اکوین کم اب ہنگری کا صدر مقام ہے۔ اور دوسری مُرسا (اس زگ) ڈینیوب دوڑ کے سنگم پر واقع ہے مغربی پانونیہ کے تین بڑے جنگی مستقر وین دوبونا (دی آنا) کارنون تم (پٹرونل) اور بری گشیو (ادسزونی) میں تھے۔ ان تینوں کو اس نے باقاعدہ رومی شہر بنا دیا۔ اور اسی طرح بعض اور گمنام چھاونیوں کی نوعیت بدل دی[1]۔ یہی طریق عمل مینریہ میں ہادی مانکیم اور نیکوپلیس (؟) کی لشکرگاہ ادگستا وین دلی کورم کے معاملے میں اختیار کیا گیا۔ غالباً یہ تبدیلیاں ۱۲۴ء میں اس وقت عمل میں آئیں جب ہادریان نے ان علاقوں کا دورہ کیا۔ ایک یہ بات بھی یاد دلانے کے قابل ہے کہ جنوبی پانونیہ کا ایک معقول حصہ اس نے اطالیہ میں شامل کر لیا۔ اور ساونڈی پرفلاوسیوں کی بستی سیس کیا کو از سر نو آباد کیا۔ اس طرح تحفظ سلطنت کے کام کے ساتھ ساتھ ہادریان رومی تمدن پھیلانے کی خدمت بھی انجام دے رہا تھا۔

(۱۲) ریاجینیا کاسترا (ریگنس برگ) تو اس کے ٹے ڈینیوب کی قدرتی سرحد کو قلعوں کے ایک سلسلے سے اور مضبوط کر دینا ضروری تھا۔ ہادریان کا اصلی خیال جسے وہ تنظیم واصول کے ساتھ عمل میں لانے کی کوشش کر رہا تھا یہ تھا کہ دریا کی قدرتی حدبندی

[1] ہادریان کی یہ بستیاں بالعموم "ایلیاں" کے نام سے جو کتبات میں استعمال ہوئے (؟) جیسے ملبدیہ ایلانی کارنون تم وغیرہ

کو مصنوعی استحکامات سے تقویت پہنچائی جائے۔ اس فصیل کو جو رائن و ڈین یوب کے درمیان کے گوشے کی حفاظت کرتی تھی، ہم ترائن غالب ہے اسی بادشاہ کا کام سمجھ سکتے ہیں یہی ماورائے ڈین یوب سرحد (لیمس ترانس ان یوبیانوس) کا خط تھا اس میں شبہ نہیں کہ اس غیر محفوظ علاقے کے لئے تراجن یہاں ایک سلسلۂ قلاع بنا چکا تھا، لیکن ان قلعوں کو فصیل بنا کے ہادریان نے مسلسل و متصل کر دیا۔ اور اس کے آثار کا (کہل ہم سے کچھ اوپر کنار ڈین یوب سے لے کر سرحد رائن (قریب و اٹزہم) کی فصیل تک ابھی سراغ ملتا ہے۔ یہ بھی بہت ممکن ہے کہ وہ فصیل جو مین کے جنوب میں "اراضی عشر" کی حد بندی کرتی تھی، فلاویوسی بادشاہوں کی بجائے ہادریان ہی نے تعمیر کرائی ہو۔

اس عہد میں جرمانی اقوام کی طرف سے کسی فتنہ و فساد کا ظہور نہیں ہوا۔ رومی بادشاہ نے وہاں کے کسی قبیلے کے لئے ایک رئیس منتخب کیا تھا، اسے جرمنوں نے بلا اختلاف تسلیم کیا۔ شمالی جرمانیہ سے گزرتے وقت بادشاہ نے بتاوی لگودونم کے قریب ایک ٹاپو پر "فورم ہادریانی" کی بھی بنا ڈالی۔ جرمن صوبوں کے انتظامات میں ایک تغیر بھی عمل میں آیا۔ یاد ہوگا کہ اب تک یہاں کے جیش سالار صرف جنگی سپہ سالار ہوتے تھے۔ اور ملکی انتظامات کا سارا تعلق بلجیکہ کے والی یا جیش سالار سے متعلق ہوا کرتا تھا۔ آیندہ سے شمالی اور جنوبی جرمانیہ دونوں صوبوں کے جیش سالاروں کو دیوانی اختیارات بھی تفویض ہونے لگے۔ اگرچہ مالیات کا تعلق پھر بھی ایک حد تک بلجیکہ سے رہا کہ اسی صوبے کا عامل مالگذاری دونوں جرمانی صوبوں کے محاصل وصول کرتا تھا۔

(۱۴) برطانیہ میں، جہاں ہادریان ۱۲۲ء میں پہنچا، بہت کچھ کام کرنا تھا۔ اور بعض قابل تشویش حالات بھی پیدا ہو گئے تھے۔ ٹائن پار کی زمینوں پر جنھیں اگری کولا نے زیر نگیں لانا چاہا تھا، پورا پورا تسلط قائم نہ ہوتا تھا۔ اور ٹائن کے جنوب میں بھی قبائل بریگانت پوری طرح مطیع نہ ہوئے تھے۔ بلکہ اپنے مستحکم مامنوں میں ابتک اڑے ہوئے تھے

عـ۱ ملاحظہ ہو گذشتہ باب بست و دوم عنوان عـ۱۔

عـ۲ جونال۔ ہجویہ چہار دہم۔ سطر ۱۹۶۔

ان برطانویوں سے پیہم جنگ وقتال میں رومیوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا[1]۔ اور ایک جیش (نہم) جو فتح برطانیہ کے وقت سے اسی جزیرے میں متعین تھا، ہلاک و برباد ہی ہوگیا اس کی بجائے ششم "ویک ترکیس" بھیجا گیا تھا جو پہلے کاستراد تیرا میں مقیم تھا اور اب ابورا کم اس کا مستقر بن گیا۔ گویا شمال میں رومیوں کی سب سے بڑی اور با وقعت چھاؤنی یہی ہوگئی۔

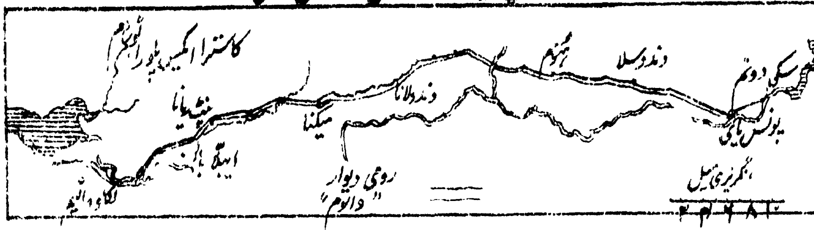
ہادریان نے برطانیہ پہنچ کر وہاں کے وحشیوں پر خود بھی چڑھائی کی۔ لیکن اس کے دورے کا سب سے اہم نتیجہ برج وحصار کا وہ وسیع نظام ہے جس کا نقشہ نہ صرف تحفظ بلکہ توسیع مقبوضات کی غرض سے اس نے مرتب کیا۔ کیونکہ برطانیہ کے شمالی نصف کی فتح کے منصوبے سے وہ اس طرح دست بردار نہ ہوا تھا جس طرح ہادریانے فرات کے تراجن لحقات سے اور نہ وہ رود ٹائن وہ سول وے کو اپنے صوبہ برطانیہ کی آخری سرحد بنانا چاہتا تھا۔ ایک نیم مفتوحہ جزیرے کی فتح کی تکمیل، ایک وسیع براعظم کے وسط (یعنی ایشیا) میں فاتحانہ پیش قدمی کرنے سے بالکل جداگانہ نوعیت رکھتی تھی۔ ایک ہمعصر موسخ کا قول ہے کہ اقتصادی حیثیت سے برطانیہ سلطنت رومہ کے کچھ بھی کام کا نہ تھا[2] اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ قول کس حد تک قابل تسلیم ہے مگر اقتصادی طور پر کارآمد ہو یا نہ ہو یہ تو صاف ظاہر ہے کہ رومی حکومت ملکی مصالح کے اعتبار سے شمالی برطانیہ پر قبضہ کرنا مفید سمجھتی تھی۔ مگر ہادریان جان گیا تھا کہ یہ مقصد صرف بتدریج اور با اصول اقدام کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔ پس اس نے وسیع پیمانے پر ٹائن سے سول وے یعنی جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک قلعوں کا وہ سلسلہ تیار کرایا جس کے کھنڈر آج کے دن بھی رومیوں کے قبضۂ برطانیہ کی سب سے حیرت انگیز یادگار ہیں۔

رومی دیوار جسے "وِکٹوں کی فصیل" کہا کرتے تھے، دیواروں دھسوں یا خندقوں اور قلعوں کا ایک سلسلہ ہے۔ اور ایک سڑک ان سب کے اندر سے ہو کر گزرتی ہے۔ مشرق

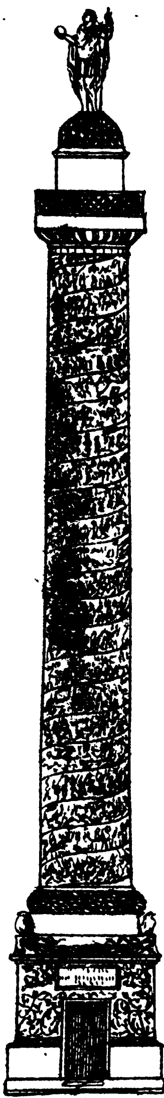
---

[1] ۔ اگری کولا کے بعد جو لوگ صوبہ دار مقرر ہوئے ان میں لی براِلیس خطیب اور نراتیوس مارکلوس ماہر قوانین قابل ذکر ہیں۔

[2] ۔ یہ اپیان کا قول ہے۔



نقشہ: رومی دیوار اور اس کے خاص خاص مقامات


تراجن کی لاٹھ

میں یہ سلسلہ سگی دونم سے شروع ہوا جس کا موجودہ نام "والازاینڈ" (سرِ دیوار) اب تک اس حقیقت کو یاد دلاتا ہے۔ اور مغرب میں سولوے کی کھاڑی کے کنارے گلانی با نتایر (بونیس کے قریب) ختم ہوا۔ یہ سلسلہ بالکل سیدھا اور ستر میل کے قریب لمبا تھا۔ اس کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں یعنی آگے ایک پختہ فصیل پھر وہ قلعے جنکو ایک سڑک آپس میں ملاتی تھی پھر مٹی کے دُھس، (۱) پختہ فصیل شمالی میں چھ سے آٹھ فیٹ تک چوڑی اور تقریباً بیس فیٹ بلند تھی۔ اس پر چوکور[1] برج بنے ہوئے تھے۔ مگر انکا باہمی فاصلہ مساوی نہ تھا۔ اور زیادہ دور پر (یعنی تقریباً ایک رومی میل کے فاصلے سے) جنگی پھاٹک بنائے تھے جنھیں عام طور پر "میل برج" کہتے تھے۔ فصیل کے شمالی جانب برابر ایک خندق چلی گئی ہے (۲) جنوب کی طرف کے والم یعنی مٹی کے دھس کے بھی تین حصے ہیں۔ اول تو اکھر اپشتہ پھر صرف خندق اور پھر ایک دُھرا پشتہ بنایا تھا۔ اکھرے پشتے کو خندق کے پار شمال کی جانب بنایا تھا اور دُھرے کو خندق کے اس طرف جنوب میں پختہ فصیل سے اس اندر کے دُھس کا فاصلہ کہیں زیادہ کہیں کم ہے لیکن اس کا سرسری اوسط کوئی ایک سو بیس میل سمجھنا چاہئے (۳) اس فصیل اور دُھس کے درمیان سڑک بنائی تھی۔ اور اسی پر غیر مساوی فاصلے سے چودہ بڑی چھاؤنیاں تھیں۔ جنھیں "پیری تن تورہ" کہتے تھے۔) اسی سلسلے میں تین اور چھاؤنیاں مٹی کے دھس کے جنوب میں بھی تھیں جنھیں ملا کے ہمیں ان مورچہ بند مقامات کی تعداد سترہ شمار کرنی چاہئیے۔ ان چھاؤنیوں

---

[1] ۔ ایک برج گول بھی تھا۔

میں سے بورکو دی کیم اور کیلو رنم اوروں کی نسبت بہتر حالت میں سلامت ہیں۔ پہلے مقام کو اب ہاوس اسٹڈز کہتے ہیں۔ اور دوسرے کے رومی محل وقوع کو "چسٹرز" یا کیسٹرز کے نام نے ایک حد تک محفوظ رکھا ہے۔ رومیوں کی سنگین فصیل کا ایک طویل اور مسلسل ٹکڑا بورکو وی کیم پر سے ابھی تک نظر آسکتا ہے۔ تعمیر کا کام غالباً اادریان کے برطانیہ میں قیام کے وقت (۱۲۲ء) ہی شروع ہوگیا تھا۔ برطانیہ کے تینوں جیوش (یعنی دوم ششم اور بستم) صوبے کے جیش سالار رولوس پلاتوریوس نیوس کی نگرانی میں اس کام پر لگا دئے گئے۔ اور جنگی ضرورت کے واسطے اُن کی جگہ ہسپانیہ اور جرمانیہ کے کچھ دستے طلب کر لئے۔ تعمیر کے کام میں کومکی افواج نے بھی مدد دی۔ اور بہت سے کتبات ملے ہیں جن سے مختلف جوقوں، رسالوں اور پلٹنوں کی شرکت کا پتہ چلتا ہے۔ پونس الیائی (نیو کاسل) کے نام سے جو شرقی جانب دوسری چھاؤنی تھی ااادریان کا تعمیر فصیل سے تعلق ثابت ہوتا ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ بعض مورچہ بند مقامات میں جنھیں چھاؤنیوں کے لئے اس وقت منتخب کیا گیا، اگری کولا اور دوسرے سپہ سالاروں نے پہلے سے قلعے تیار کیے تھے گو ان کا تعلق کسی باقاعدہ جنگی سلسلے سے نہ تھا۔ اور یہ بھی ایک وجہ تھی کہ ان جدید چھاؤنیوں کا باہمی فاصلہ ایسا غیر ساوی رہا۔

رومی فصیل کی ضرورت کا صحیح اندازہ نہ ہو سکے گا جب تک کہ یہ بات پیش نظر نہ رہے کہ اس وقت تک قبائل بری گانت پوری طرح مغلوب و مطیع نہ ہوئے تھے اور اس سلسلۂ استحکامات کا مقصود یہ تھا کہ شمال اور جنوب کے قبائل میں جو رومیوں سے آمادۂ جنگ ہوں باہمی رسل و رسائل اور امداد و اتحاد کا پوری طرح سدباب کر دیا جائے۔

۱؎ ۔ یہ تحقیق نہیں ہے کہ جنگی استحکامات کا یہ پورا سلسلہ اادریان ہی کی فکر و سعی کا نتیجہ تھا کیونکہ بعض اہل الرائے کے نزدیک اُس نے صرف دائم (دُمس) بنوایا۔ اور سنگین فصیل تقریباً اسی برس کے بعد قیصر سپ ٹی میوس سوی روس نے تعمیر کرائی جو برطانیہ آیا۔ اور یہیں اس نے وفات پائی۔ ہمارے خیال میں بھی یہ بات تو بالکل قرین قیاس ہے کہ فصیل کا مغربی حصہ سویروس نے بنوایا ہو۔ لیکن استحکامات کے پورے نقشے اور کم سے کم شرقی حصۂ فصیل کو تو ہم اادریان ہی کا کام سمجھنے پر مطمئن ہیں۔ جب تک کہ کوئی واضح شہادت اس کے خلاف فراہم نہ ہو جائے۔ چھاؤنیوں کے ناموں کے واسطے ملاحظہ ہوں اس باب کے حواشی ع ب۔

پھر اسی فصیل کو جنگی مستقر بنا کے آہستہ آہستہ شمالی قبائل کو مطیع و منقاد کرنے کا کام لیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ فصیل کے پار شمال میں ایسے منفرد قلعے اور چھاؤنیاں بنائی گئی تھیں جیسے ہری منیم (ہائی راچیسٹر) اور فصیل سے شمال کے علاقے میں کئی سڑکیں نکالی تھیں۔ مثلاً وہ سڑک جسے اب واٹ لنگ اسٹریٹ کہتے ہیں، کیلورنم کی چھاؤنی کے قریب سے فصیل کے پار شمال میں گئی ہے۔ اور صرف یہی واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ ہادریان کی فصیل حملہ آوروں کو روکنے کے لئے کوئی سرحدی سد نہ تھی کہ اس میں آمد و رفت کا راستہ نہ رکھا جائے۔ بلکہ یہ ایک لمبی چھاونی کی مورچہ بندی تھی جسے رومی لشکر کے لئے اس ملک میں تیار کر لیا گیا تھا جس کو رومی اپنی مستقل ملکیت بنانے کی نیت رکھتے تھے۔ یہ فصیل ایک حد تو تھی لیکن اُسے جزیرے کی فتح کی آخری حد بنانا منظور نہ تھا۔

(۱۴) غالیہ میں ہادریان کے کاموں کے متعلق ہمیں صرف اجمالی طور پر اتنا معلوم ہے کہ اس نے یہاں کے ہر صوبے میں بڑی فیاضی اور عالی حوصلگی کا برتاؤ کیا۔ سوائے نماؤسوس (نیمس) کے جہاں اس نے اپنی منہ بولی اماں پلوتینہ کی یادگار میں ایک "باپھری" تعمیر کرائی یہ بھی کہیں تحریر نہیں ہے کہ وہ غالیہ کے کن کن شہروں میں گیا۔ البتہ یہ معلوم ہے کہ کوہستان پائرین کو اُتر کے اس نے جاڑے کا موسم (۱۲۲ و ۱۲۳ء) تاراکو میں بسر کیا۔ اور وہیں ہسپانی شہروں کے نائبین کا جلسہ منعقد کیا۔ اور رعایا کی ضروریات اور منشا سے واقفیت بہم پہنچائی۔ پھر جب وہ صقالیہ آیا تو وہاں بھی اس کے کاموں کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ ایک مرتبہ طلوع آفتاب کی سیر دیکھنے کے لئے وہ کوہ اتنا پر چڑھا تھا، اصل یہ ہے کہ یہ اندرونی صوبے یعنی غالیہ ہسپانیہ اور صقالیہ سرسبز و مرفہ الحال تھے اور انھیں بادشاہی توجہ کی ایسی ضرورت نہ تھی جیسی کہ پانونیہ برطانیہ، افریقہ وغیرہ ان صوبوں کو جن کی سرحدوں پر بیرونی حملے کا خدشہ رہتا تھا۔ افریقہ میں ہادریان دو مرتبہ گیا۔ ایک تو موروں کی سرکشی کے وقت ۱۲۳ء میں جب کہ یہ بغاوت خود اس نے فرو کی اور دوبارہ ۱۲۸ء میں۔ یہاں اس کی انتظامی سرگرمی کے اصولی سہی مگر بہت سے شواہد ملتے ہیں۔ مثلاً قرطاجنہ سے تویستہ تک ایک نئی سڑک تیار کی گئی۔ اور فوج والے اپنے جیش سالار نیتی لیوس سکندوس کی نگرانی میں اس کام کو کر چکے تو پھر جیش کو

لام لیبسس کی نئی چھاؤنی میں منتقل کر دیا گیا۔ اس تبدیلی کا مقصد یہ تھا کہ رومی فوج موریتانیہ کے قریب تر ہو جائے جہاں کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی۔ نئی بستیاں آباد کرنے میں بھی ہادریان نے افریقہ میں اسی سرگرمی سے کام لیا جیسی پانونیہ میں دکھائی تھی۔ قصبہ یوتی کا کو نوآبادی کا مرتبہ دیا گیا۔ ساحل بحر پر قرطاجنہ کے جنوب میں تھی، نومیدیہ میں زاما رجیا اور لارس اور تین گی تانہ میں بنا ساگی" ایالی" بستیاں بنا دیں۔ کیرتا سے لب ساحل مقام روسی کا وہ (فلپیویل) تک ایک نئی سڑک نکالی۔ اور یہ کام جو منجملہ دیگر واقعات کے تمام وکمال کتبات سے ہمیں معلوم ہوئے ہیں، سلطنت کے ہر حصے میں ہادریان کی ہمہ گیر مستعدی کی شہادت دیتے ہیں۔

فصل چہارم

مشرقی صوبے

(۱۵۱) سلطنت کے لاطینی صوبوں میں ہادریان کے دورے کی نمایاں خصوصیت، جہاں تک واقعات سے پتہ چلا، یہ تھی کہ سرحدوں کے استحکام کی تدبیر کی جائے لیکن اسے اپنے ذاتی ذوق کے ظاہر اور پورا کرنے کا موقع مشرقی صوبوں میں میسر آیا۔ یہاں کسی مشرقی سرحد کے متعلق خطرہ نہ تھا۔ حکومت پارتھیہ خود رومیوں سے ڈرتی تھی۔ ہادریان کی تخت نشینی کے چند سال بعد کچھ اندیشہ پیدا بھی ہوا تھا تو شاہ پارتھیہ سے ملاقات اور زبانی گفتگو نے معاملات کو صاف کر دیا۔ یہ ہادریان کے مشرق میں دوسرے دورے کا ذکر ہے کہ اس نے باج گزار امرا ورروسا کی مجلس منعقد کی اور شاہ خسرو سے ملاقات کرنے گیا۔ اور اس کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کی غرض سے اس کی بیٹی کو جسے تراجن نے گرفتار کیا تھا واپس بھیج دیا۔ ۱۳۴ء میں جب فارس مانس شاہ ای بریہ نے مدیہ پر حملہ کیا تو البتہ رومیوں کو مشکل پیش آئی کیونکہ خسرو کے جانشین ولوگیسس نے ہادریان سے شکایت کی تھی اور ہادریان نے اپنے باج گزار (یعنی فارس مانس)

کو حملے سے باز رکھنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ اسکی مملکت میں اضافہ کر دیا تھا۔ بایں ہمہ ولوگیسس نے اس معاملے میں زیادہ زور دینے کی قوت نہ دیکھی۔ اور ادھر رومی افواج کی نئی اصلاحات کے بعد کی تربیت اور جنگی کاردانی کا قبائل الان کے مقابلے میں انہی دنوں ظہور ہوا جو آرمینہ اور کپادوشیہ پر بری نظریں ڈال رہے تھے۔ ارمنیہ سے شاہ پارتھیہ نے ان جنگلیوں کو روپے دے کر ٹالا۔ مگر کپادوشیہ پر وہاں کے لائق سپہ سالار آریان کی مستقل مزاجی کی بدولت کوئی آنچ نہ آئی۔ اگرچہ اس شخص نے سپہ سالاری سے کہیں زیادہ ناموری قلم کے میدان میں حاصل کی۔ بادشاہ کو مشرق میں سلطنت کی جنگی ضرورت پر جس قدر توجہ تھی اس کا اندازہ اس سرکاری دورے سے ہوتا ہے جو آریان نے ہادریان کے حکم سے تمام موقع بچشم خود معائنہ کرنے کے لئے افشین کے گرد کیا۔ اور اپنی کتاب "بری پلوس" میں اس کا حال لکھا۔ اسی کتاب سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہادریان اپنے فوجی سرداروں سے کس قسم کے کام کی توقع رکھتا تھا۔

(۱۶) ہادریان نے سب ملکوں سے بڑھکر یونان کی سرپرستی کی اور دو مرتبہ وہاں آیا۔ قریب قریب ہر شہر جسے کوئی حاضرہ یا ماضیہ وجہ شہرت حاصل تھی نئی عمارات یا شاہی تحائف سے محروم نہ رہا۔ کورنتھ میں اس نے حوض اور حمام بنائے مگارا میں اپولو دیوتا کا مندر تعمیر کیا۔ اولمپیہ کی کئی عالیشان عمارتوں سے زینت بڑھائی اور یہیں تمام یونانیوں کی جانب سے خود قیصر رومہ کی ایک مورت نصب کرائی گئی۔ نیمیہ کے میلے میں بہت دن سے گھڑ دوڑ کی رسم موقوف ہو گئی تھی۔ ہادریان نے اسے دوبارہ جاری کیا۔ مان تی نیا میں اس نے پوسی ڈون دیوتا کا مندر بنوایا۔ اور اپامنن ڈس کی قبر کے لئے ایک کتبہ کندہ کرایا جسکی عبارت خود ہادریان نے لکھی تھی تھس پیہ میں اروس کے مندر میں اس نے ریچھ کی کھال چڑھائی جسے خود شکار کیا تھا۔ اور اپنی طبعزاد چند یونانی اشعار پیش کئے۔ ارگوس میں ہیرا کے مندر میں اس نے اس دیوی کا محبوب پرند یعنی ایک طاؤس طلائی نذر کیا جسکی دم جواہرات سے جگمگاتی تھی لیکن ان سب سے زیادہ جس مقام سے کیا بہ لحاظ طوالت قیام اور کیا بہ لحاظ فیاضانہ تزئین و آرائش، رومی تاجدار نے اپنی عقیدت ظاہر کی وہ اثیمنز تھا جسے وہ دوبارہ یونان

کا صدر مقام بنانے کا متمنی تھا۔ اس کی مربّی گری نے ایک حد تک یونان میں نئی روح تو ضرور دوڑا دی۔ جزیرۂ کفالینیہ کی تمام مالگزاری اس نے ایتھنز کے نام لکھدی۔ اور چند ہی روز میں یہ شہر جسے اغسطس کے زمانے میں ہورس نے "ہیچ" لکھا تھا، ایسا بارونق ہوگیا کہ سیاح اس کی کثرت آبادی دیکھکر دنگ رہ جاتے تھے۔ قیصر روم جتنے دن ایتھنز میں رہتا یونانی لباس پہنتا تھا۔ تہواروں میں خود صدارت کرتا اور "الیوسینی اسرار" میں شریک ہوتا تھا۔ اس نے "آرکن" منتخب ہونے میں کوئی مضائقہ نہ کیا۔ بلکہ اس قدیم عہدے کے فرائض بھی انجام دئے۔ اس کا تمام وقت یونانی فلسفیوں، سوفسطائیوں اور اہل فن کی صحبت میں گزرتا یا ان عمارات کی دیکھ بھال میں جو دہ آلیسوس کے میدان میں بنوا رہا تھا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں ایک نیا "ایتھنز" آباد ہوا۔ اور ہادریانوپولیس کہلایا۔ اب یہ شہر بالکل محو و معدوم ہوگیا ہے۔ لیکن قلعہ ایتھنز کے جنوب مشرق میں ایک کمان سے ابھی تک اس کی حد کا پتہ چلتا ہے جس کے ایک رخ تھی سیوس کا شہر ایتھنز" لکھا ہے، اور دوسری طرف یہ الفاظ کندہ ہیں "وہ تھی سیوس کا نہیں بلکہ ہادریان کا شہر"

ہادریان نے "زیوس اولیمپیوس" کے مندر "اولیمپیوم" کی بھی تکمیل کی جسے پیسیس تراتوس نے بہت وسیع پیمانے پر شروع کیا تھا۔ اور اب سات صدی سے وہ اسی طرح بے بنا پڑا تھا۔ اس مندر کے وقف کئے جانے کے موقع پر پولیمن باشندہ سمرنا نے ایک افتتاحی خطبہ پڑھا۔ یہ ایک سوفسطائی شخص تھا جس کی جادو بیانی مشہور تھی اس عمارات کے ایک سو بیس ستونوں میں سے پندرہ ابھی تک سلامت ہیں۔

اس عمارت کی تکمیل کے علاوہ، جو اتنے زمانے سے ادھوری پڑی تھی، ہادریان نے اس منصوبے کو بھی عملی جامہ پہنایا جس کا یونانی لوگ خواب دیکھتے اور پھر جس کے لئے صدیوں تک کوشش کرتے رہے تھے۔ اور کبھی کامیاب نہ ہوئے تھے۔ یہ اتحاد ہلاس کا منصوبہ تھا۔ اور آخر کار یہ ایک غیر ملکی شخص کے طفیل پورا ہوا بھی تو اس وقت جب کہ سیاسی اعتبار سے اس کے کوئی معنی نہ تھے۔ بہر حال، تمام یونانی شہروں کے خواہ آزاد تھے خواہ اتحاد اکائیہ سے وابستہ نہ تھیں کی ایک

"بین ایونائیین"[1] جماعت مرتب ہوئی جو سالانہ ایتھنز میں اجلاس کرتی تھی۔ اس کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ ایک نئے مندر "پان ہلی نیون" میں "زئیوس پان ہلی نیوس" اور ہادریان دیوتا کی پرستش کا اہتمام کرے۔ یہ مندر ہادریانو پولیس میں اس غرض سے بنوا دیا گیا تھا کہ اس سے یونان میں وہی کام لیا جائے جو لگو دونم میں روما اور اغسطس کا مندر انجام دیتا تھا۔ تجویز یہ تھی کہ پان ہلی نیون کے قریب سالانہ میلا ہوا کرے اور اسی موقع پر ماہ بوئدرومیون کی چوتھی تاریخ یعنی جنگ پلاتیہ کے دن، یونانی مقتولین کی یادگار میں زئیوس دیوتا" ناصر یوم پلاتیہ "کو چڑہاوے چڑہائے جاتے تھے خود ہادریان کو اولیمپیان کا ربانی لقب دیا گیا تھا۔

شہر ایتھنز کی توسیع و ترقی کے شرف میں ہر دوس اتی کوس نے بھی بہت کچھ حصہ لیا۔ یہ ایک لائق فائق اور دولت مند مقرر تھا۔ نئے شہر میں رودوائی سوس پرپل اسی نے تیار کرایا۔ اور وہ استادیوم (دوڑ گھر) تعمیر کیا جس پر پن تلیوسی سنگ مرمر کی چھت ڈالی تھی۔ اسی کے مقابل ایک پہاڑی پر تقدیر کا مندر بنوایا۔ اور ایک کتب خانے کی بھی بنیاد ڈالی جس کے گرد ہادریان نے نہایت شاندار پیش دالان بنوا دئے۔

(۱۷) ایشیائی صوبوں میں ہادریان کی سیاحت کے بہت سے نشان باقی ہیں۔ ہر صوبے میں جہاں زلزلے سے نقصان پہنچا تھا۔ اس نے شہروں کی امداد اور دستگیری کی اور جہاں گیا مرمت و بحالی کا پیامبر بن کر گیا۔ خاص کر سمرنا پر جو مشرقی یونانیوں کا ایتھنز اور اس کے دوست پولمن سوفسطائی کا وطن تھا، اس نے بہت کچھ عنایات شاہی مبذول کیں۔ وہاں ایک نیا جمناز یوم (ورزش خانہ) اس کے اشارے سے چندے سے تعمیر ہوا۔ اور چندہ دینے والوں کی فہرست ابھی تک محفوظ ہے۔ شہر انی سوس (اپاسوس یا ایاسلوک) میں اس نے تقدیر کی رومی دیوی کا مندر بنوایا۔ کیزی کوس (بال کیزا)

---

[1] کتبوں میں اس جماعت کا نام "Koivov tηs Eλλaδos" اور "ιoΠ avcλλγvaov" تحریر ہے۔ واضح رہے کہ وہ انجمن جسکے ارگوس میں انعقاد کی اغسطس نے اجازت دی تھی آزاد یونانیوں کی نہ تھی۔ بلکہ صرف ماتحت شہروں کی انجمن تھی۔

میں خود اس کے نام کا لوگوں نے ایک وسیع مندر تعمیر کرایا۔ اور اس کے افتتاح کے دن مشہور مقرر ارلیس تی دس سے تقریر کرائی گئی۔ ۱ جو ابھی تک محفوظ ہے۔ تراجن کے زمانے میں صوبے تھی نیہ عارضی طور پر ایک شاہی مبلغ سالار کے تفویض کیا گیا تھا۔ ہادریان نے اس انتظام کو مستقل کر دیا۔ اور مجلس کو اس کے معاوضے میں پام فیلیہ کی ولایت منتقل کر دی۔ تھی نیہ میں وہ اپنے مرغوب مشغلے شکار میں مصروف رہا۔ اور ایک جگہ جہاں بڑا جغادری ریچھ مارا تھا۔ ایک نئی بستی کی "صید ہادریان" کے نام سے بنیاد ڈالی۔ پھر اس نے زمین تروآد کی سیر کی اور داستان الیاد کی رزم و بزم کے مقامات دیکھے کیونکہ کسی رومی کے لئے جو قدیم رومہ و یونان میں باہم تعلق دکھانے والے افسانوں پر بلا تامل ایمان رکھتا ہو، ان مقامات میں بڑی کشش تھی۔ ترا پز دس (طرابزون) میں اُسے سمندر کو اس جگہ سے دیکھنے کا شوق دامنگیر ہوا جہاں زنوفن کے دس ہزار ساتھی "سمندر۔ سمندر" چلائے تھے۔

عیش پسند انطاکیہ سے ہادریان کچھ خوش نہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے یہاں کے باشندوں نے جن کی خرد ماغی ہمیشہ سے مشہور تھی ہا اُسے کسی بات پر ناراض کر دیا۔ اور اس نے شام کو دو صوبوں میں منقسم کرنے کی فکر کی۔ تاکہ انطاکیہ کی منزلت گھٹ جائے۔ لیکن شمالی عرب کے جدید صوبے کو ترقی دینے کے واسطے ہادریان نے بہت کچھ کیا۔ وہ صحرائے عرب کے کنارے پامیرا تک خود گیا۔ اور اُسے ایک رومی بستی کا مرتبہ اور اطالوی حقوق عطا کئے۔ نیز کئی نئی عمارتوں سے اس کی زیب و زینت بڑھائی۔ چنانچہ پامیرا اور بطرا دونوں نے "ہادریانی" کا عرف اختیار کر لیا۔

(۱۸) عرب سے ہادریان مصر کو روانہ ہوا۔ اور پلوسیم کے مقام سے اس ملک میں داخل ہو گیا۔ (سنہ ۱۳۰ع) اس شہر سے وہ پہلے کوہ کاسیوس کی طرف نکل گیا جہاں پومپی اعظم کی لاش بلا کسی اعزاز و اکرام کے دفن کی گئی۔ اب ہادریان نے سیزر کے اس حریف کی قبر پر یادگار کے لئے مقبرہ بنوایا۔ پھر اس نے

---

۱ ۔ دیکھو باب سیم۔ عنوان ۲۷ ۔

شمالی اور جنوبی مصر دونوں علاقوں کا دورہ کیا اور عہد قدیم کی ساری مشہور یادگاروں کی زیارت کی۔ مصر کے عجائبات میں سے ایک چیز جیسے اکثر سیاح دیکھنے جاتے ممنن سورما کا شکستہ بت تھا جس کے اعضا سے طلوع آفتاب کے وقت بطریق اعجاز باجے کی آواز نکلتی تھی۔ موکب شاہی کے یہاں ورود کی ایک دلچسپ یادگار چند یونانی بیتیں ابھی تک سلامت ہیں جنھیں ملکہ سابینہ کی سہیلی اور درباری شاعرہ بال بیلہ نے بت کے ایک پاؤں پر کھیت دیا تھا۔ مصر میں ہادریان کو ایک ذاتی صدمہ یہ پہونچا کہ ایک خوب صورت نوجوان ان تی نوس جس سے اسے بہت محبت تھی، دریائے نیل میں ڈوب گیا۔ کہتے ہیں لوگوں میں ایک افواہ پھیل گئی تھی کہ کسی نے حکم لگایا ہے کہ یا تو بادشاہ اپنی عزیز ترین شے کی بھینٹ چڑھائے یا اپنی جان سے ہاتھ دھوئے۔ اور اسی بنا پر ان تی نوس عمداً پانی میں ڈوب مرا۔ اس حادثے کا عام طور پر ساری سلطنت روما کے باشندوں کو قلق ہوا۔ ہادریان نے اپنے متوفی محبوب کو قابل پرستش قرار دیا۔ اس کے نام کا ایک مندر بنوایا۔ نیز اسی کی یادگار میں ایک شہر انٹی نوپلیس کی بنیاد ڈالی "سورما انتی نوس" کا چہرہ سکوں پر کندہ کرایا گیا۔ اور ممالک ایشیا میں جابجا اس کی مورتیں نصب ہونے لگیں۔ ایک سکندریہ والے البتہ بادشاہ کی اس سوگواری کا مذاق اڑاتے تھے۔ حالانکہ ہادریان نے ان کے شہر کو بہت کچھ حقوق و مراعات سے سرفراز کیا تھا مجموعی طور پر ہادریان کو مصر سے رغبت کی بجائے تو کچھ نفرت ہی ہوئی[1] اور اگر ہم اس خط کا اعتبار کریں جس کی نسبت مشہور ہے کہ بادشاہ نے چند سال بعد سرویانوس کو لکھا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مصر کے صدر مقام سے بہت بیزار رہا۔ بہت ممکن ہے کہ اس خط میں مصر کے متعلق بادشاہ کی واقعی رائے پیش کی گئی ہو لیکن جس صورت میں وہ ہم تک آیا ہے اسے خود ہادریان کی تحریر سمجھنا قرین قیاس نہیں ہے[2]۔

(۱۹) عہد ہادریان کے اس دسکون میں اگر کسی لڑائی نے جو واقعی تشویش انگیز

---

[1] اس عہد میں مصر والوں کے مذہبی جوش و تعصبات کا جوینال نے اپنی پندرھویں ہجو میں خاکہ اڑایا ہے۔ ملاحظہ ہو گذشتہ باب عنوان

[2] دیکھو اس باب کے اخیر میں۔ توضیحات و حواشی

تھی یا رخنہ ڈالا تو وہ صرف یہودیوں کا فساد تھا۔ یروشلم کی تاراجی کے بعد سے اس فرقے کی مذہبی درسگاہیں جابنہ (یبنہ) تی بریاس (تباریہ) اور لیدا (لڈ) میں قائم ہو گئی تھیں کہ اپنے قدیم دین اور شریعت کا علم زندہ رکھیں۔ اس زمانے کا نہایت مشہور یہودی علامہ الکیبا (عقبہ) تھا جسکے نام سے عجیب عجیب افسانے منسوب تھے۔ وہ دین موسوی کے اس احیا کا بانی تھا اور اس نے اپنے ہم مذہبوں میں یروشلم کو دوبارہ لینے اور آنے والے مسیح موعود کے ماتحت یہودی سلطنت کے قائم ہونے کی امیدیں تازہ کر دی تھیں۔ اور جس وقت تک اس قسم کی امیدیں اور امنگیں دلوں کو گرماتی رہیں، یہودی لوگ سلطنت روما کے لئے موجب خطر عنصر تھے۔ تراجن کے آخری سال بادشاہی میں انھوں نے جو شورش مچائی اس سے بھی ہادریان متنبہ ہو چکا تھا۔ لہذا اس نے ان کی امیدیں خاک میں ملانے کے لئے ارادہ کر لیا کہ یروشلم میں ایک جنگی نوآبادی بسا دی جائے۔ اور اس سے یہودی لوگ بالکل خارج کر دئے جائیں۔ یہ نیا شہر الیا کاپی تولینا کے نام سے موسوم ہوا۔ خاص بیت المقدس یعنی جہاں جہودا ("یاھیا" یعنی حی وقیوم) کا معبد بنا ہوا تھا اب وہاں مشرکین کی قربان گاہیں تیار ہوئیں۔ یہودیت کو مٹانے کی ایک اور تدبیر یہ ہادریان نے یہ سوچی کہ ختنہ کی رسم کو قانوناً ممنوع قرار دیا۔ ان کارروائیوں نے یہودیوں کو سخت مضطرب کیا۔ اور وہ لڑنے مرنے پر کمربستہ ہو گئے۔ مذہبی پیشوا الیازر اور ایک اور دلیر ولایق مجاہد نے جو برکوکبا (یعنی "ابن کوکب") کے نام سے معروف ہوا۔ باغیوں کی سرکردگی اپنے ہاتھ میں لی (۱۳۲ء) اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ تو یروشلم کو بھی جہاں نئے شہر کی بنیادیں رکھی جا چکی تھیں رومیوں سے چھین لیا۔ اور انھیں اسے دوبارہ فتح کرنا پڑا۔ یہودا کا حاکم تنے یوس روفس اور صوبہ دار شام پوب لی کیوس مارکلوس باغیوں کا سدباب نہ کر سکے۔ خود قیصر روما کو جو چند ہی روز پہلے شام سے ممالک مغرب کی طرف روانہ ہوا تھا بعجلت مقام جنگ کو واپس آنا پڑا۔ اور غور و تامل کے بعد آخر اس لڑائی کا انصرام ایک لائق سپہ سالار جولیوس سویروس کے سپرد ہوا جو اس وقت برطانیہ کا حبش سالار تھا۔ جنگ نے جو زیادہ تر سامرہ اور ادومیہ کے علاقہ میں جاری رہی، تین سال طول کھینچا لیکن سویروس نے یکے بعد دیگرے سارے قلعے فتح کر لئے اور بطر علم

ا۔ یہ قلعہ یروشلم کے قریب ہی واقع ہے۔

کے سقوط اور برکوکبا کی موت پر اس جد وجہد کا خاتمہ ہوگیا۔ مفتوحوں کے ساتھ مطلق رحم نہیں کیا گیا۔ ضعیف العمر علامہ اکیبا کے جلتے دہکتے بھونک بھونک کر ٹکڑے کر دیے گئے۔ ارض یہودیہ کو قریب قریب بالکل ویران دبے چراغ کر دیا[1] اور حکم دیدیا گیا۔ آیندہ کوئی یہودی سوائے سال بھر میں ایک دفعہ کے ایلیا کاپی تولینا میں قدم دھرنے نہ پائے صوبے کا نام بھی آیندہ سے "یہودیہ" کی بجائے "فلسطینی شام" مقرر کیا گیا۔ جولیوس سویروس کو فتح کے ماہی مراتب عطا ہوئے۔ اور اس قسم کی سرفرازی کا رومی تاریخ میں یہی سب سے آخر موقع تھا۔ کیونکہ آیندہ سے فتحمند سپہ سالاروں کے اعزاز میں صرف ان کی مورتیں تراجن کے چوک میں نصب کرادی جاتی تھیں۔ سپاہیوں کو ہادریان نے اجازت دی کہ خود اس کی امپراطور کے لقب سے سلامی اتاریں۔ اور فقط یہی تقریب تھی جس میں اس نے یہ جنگی اعزاز قبول کیا۔

فصل پنجم

نظم ونسق کی اصلاحات

(۲۰) کئی اہم پہلوؤں سے ہادریان کا عہد رومی صدارت کے ایک نئے دور کا آغاز کرتا ہے۔ رومی بادشاہی کی تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں وہ میلان صاف نظر آتے ہیں (۱) صدر کی مجلس اعیان کے حقوق وفرائض میں مداخلت جس کے معنی یہ تھے کہ خالص شخصی بادشاہی کی طرف قدم بڑھ رہا ہے۔ (۲) اس فرق مراتب کا رفتہ رفتہ معدوم ہونا جو رومہ اور بیرونی صوبوں میں تھا۔ ہادریان کے پیشرواں میں سے کسی ایک پہلو کو ترقی تو دیتے رہے لیکن بالکل بے قاعدہ طور پر کہ جب ترنگ آئی کچھ کر گزرے۔ یا بعض صورتوں میں ان کے بلا ارادہ یہ عمل ہوتا رہا۔ بے شبہ رومی شیان نے مطلق العنانی کو

---

[1] بیان کیا گیا ہے کہ اس جنگ میں ۹۸۵ بستیاں برباد و تاراج ہوئیں اور پانچ لاکھ اسی ہزار نفوس ہلاک ہوئے۔

با نقصد اور بہت نمایاں ترقی دی۔ ہسپانوی نژاد تراجن نے اطالیہ اور دوسرے مقبوضات کو ہم سطح بنانے میں پوری قوت سے قدم بڑھایا۔ لیکن ہادریان کے ماتحت یہ دونوں عمل ایک باضابطہ صورت میں آ گئے۔ اور یہاں یہ بات جتانے کے لائق ہے کہ یہ نتیجہ زیادہ تر نظم ونسق کی ان اصلاحات سے پیدا ہوا تھا۔ جو اس نے سلطنت میں نافذ کیں۔ یعنی نہ صرف صوبوں کی سود بہبود کا خیال بلکہ ہادریان کا ایک نئی انتظامی کل تیار کرنا جس کے اس وقت تک موجود نہ ہونے پر تعجب ہوتا تھا، مذکورۂ بالا سیاسی عملوں کو تیز کر دینے کا باعث ہو گئے۔

(۲۱) اطالیہ کو صوبوں کے مساوی بنانے کے عمل کو، چار نئے حکام عدالت[۱] کے تقرر سے بہت تقویت پہنچی۔ جو قنصلی مرتبے کے ہوتے اور سارا ملک ان کے تحت میں کر دیا گیا۔ یہ گویا اس آئین کی مزید توسیع تھی جس کی تراجن نے کیوراتور رئی پبلیک (مہتممین جمہوری) کے تقرر سے بنا ڈال گیا تھا۔ لیکن یہ مہتمم صرف بلدیات کے انتظام میں دخیل تھے حالانکہ نئے حکام عدالت نے ان عدالتی اختیارات پر قبضہ جما لیا جو اب تک مقامی عمال کے ہاتھ میں تھے اور اکثر بُری طرح استعمال کئے جاتے تھے۔ خاص خاص معاملات جو ان حکام عدالت کو تفویض ہوئے وہ اولیا یا سرپرستوں کی نامزدگی امانتی وصایا[۲] اور مقامی پنچوں کے مقدمات

---

۱ انھیں اکثر جوری دیکی (یعنی منصف) کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ اور قیصر مارکوس اور ویروس کے زمانے میں یہی ان کا سرکاری لقب ہو گیا تھا۔ لیکن ہادریان کے عہد میں انھیں حکام عدالت ہی کے نام سے یاد کرنا مناسب ہوگا۔ اس وقت تک یہ فصل خصومات ہی کا کام کرتے تھے (دیکھو سیرت ہادریان صفحہ ۲۲)

۲ یعنی جب کوئی شخص اس شرط کے ساتھ وصیت کرتا تھا کہ وصی اس کے ترکے کو کسی دوسرے کے نام منتقل کر دیگا تو اسے "Fidei commisum" (امانتی وصیت) کہتے تھے۔ یہ وصیت پورے ترکے یا اس کے کسی جزو کے متعلق ہو سکتی تھی۔ اور وصیت نامہ اصلی وارث ہی کے نام لکھا جاتا تھا لیکن اگر وارث اس قسم کی وصیت قبول کرنے سے انکار کر دے تو "امانتی وصیت" قابل عمل نہ رہ سکتی تھی۔ اسی لئے وس پاشیان نے یہ قانون بنایا تھا کہ اس قسم کے انکار کی صورت میں بھی وارث کو ترکے کا ایک چوتھائی حصہ دیا جایا کرے۔

کے متعلق فیصلہ کرتا تھا۔ شروع میں ان کے الگ الگ کام کرنے کے لئے غالباً اضلاع کی تخصیص و تقسیم بھی نہیں کی گئی تھی۔ اس نئے محکمے نے نہ صرف اطالیہ کو پہلے سے زیادہ براہ راست بادشاہ کے ماتحت کردیا۔ بلکہ مجلس اعیان کا اطالیہ سے دخل ہی اٹھادیا حالانکہ یہ ملک ابتک مجلس کا خاص علاقہ سمجھا جاتا تھا۔ اور ان دونوں باتوں سے ملک اطالیہ کے سیاسی رتبے پر اثر پڑا۔ اسی قسم کا محکمہ صوبوں میں بنانے کی بھی شاید تجویز زیر غور تھی۔ مجموعی طور پر ہادریان کی زمانے میں صوبے جیسے مرفہ الحال رہے اور جس طرح وہ خود ایک ایک علاقے میں گیا اور وہاں کی ضروریات سے آگہی حاصل کی۔ اور ان کی سود و بہبود میں کوشش کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اس کا حال پہلے ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ صوبہ داروں پر وہ سخت نگرانی رکھتا تھا۔ اور اس کے عہد حکومت میں کسی ظلم و زیادہ ستانی کا قصہ ہم نہیں سنتے؛ شہری آبادیوں کے آمد و خرچ کی تنقیح کے لئے اس نے خاص عہدہ دار مقرر کئے تھے۔ اور اس کا ایک اصول یہ تھا کہ رومی باشندوں کی بستیوں میں اضافہ کرے اور اس پر زیادہ تر عمل پانونیہ کے صوبے میں کیا گیا جس کا ایک حصہ غالباً ملک اطالیہ ہی میں داخل بھی کر لیا گیا۔

بادشاہ کی مسلسل اور طویل سیاحت اور بہتر حسن انتظام کا ایک قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ "کورس پبلی کوس" یعنی سرکاری ڈاک کے انتظام میں جس کی بنا کا سہرا اغسطس کے سر ہے، ہادریان نے بہت کچھ ترقی اور وسعت دے کر اسے بالکل ایک جدید سر رشتہ بنا دیا۔ تراجن نے بھی اس کی اصلاح کی تھی۔ لیکن ہادریان نے اسے خزانۂ شاہی سے متعلق کر دیا۔ اور مقامی جماعتوں کو اس بار سے نجات دی۔ الگ الگ اضلاع اور ان میں کوتوال کا تقرر بھی شاید اسی کا کارنامہ تھا۔

(۲۲) پہلے بادشاہوں کے وقت میں سلطنت کی کل میں ظاہراً سب سے نمایاں کمی یہ تھی کہ رومہ کی مرکزی حکومت کو چلانے کے لئے عہدہ داروں کی کوئی باقاعدہ جماعت نہ ہوتی تھی۔ مجلس اعیان کے تو ملازم تھے لیکن بادشاہ کے پاس جس کے ہاتھ میں سلطنت کا سارا انتظام آگیا تھا، ملازمین کی کوئی سرکاری جماعت نہ تھی۔ رسل و رسائل اور مالی امور کا سارا کام وہ اپنے خانگی نوکروں سے لیتا جو بالعموم غلام اور موالی ہوتے اور ان کا کوئی مقررہ عہدہ نہ تھا۔ کلودیوس کے زمانے سے یہ خدمات

("اب اپیس تولیس" اور "ائی ملیئیس") کبھی کبھی طبقۂ متوسط کے اشخاص کو بھی دی جانے لگی تھیں۔ لیکن ہادریان نے اس اتفاقی دستور کو ایک مستقل اصول بنا دیا۔ اور آیندہ سے اہم انتظامی خدمات میں موالی کا مطلق کوئی واسطہ نہ رہا۔ بلکہ ان عہدوں پر صرف متوسطین مامور ہونے لگے۔ اس طرح ایک باقاعدہ سررشتۂ دیوانی مرتب ہو گیا۔ اور اس کے عہدہ داروں کے مراتب تنخواہیں اور ترقی کے مدارج سرکاری طور پر مقرر ہو گئے نیز متوسطین کو آیندہ یہ مجبوری نہ رہی کہ سرکاری ملازمت کے لئے لازماً پہلے فوجی خدمت میں داخل ہوں۔ اس دیوانی سررشتے کی سب سے اعلیٰ اہتمی خزانۂ بادشاہی کی تھی۔

ہادریان کی ان اصلاحات نے متوسطین کی جو قدر و منزلت بڑھالی، (اور سچ پوچھئے تو اس میلان کا سراغ بھی صدارت کے شروع سے لگایا جا سکتا ہے) اس سے مجلس اعیان کی سطوت و اقتدار کو ایک اور صدمہ پہنچا۔ اور یہ واقعہ خاص طور پر جتانے کے لائق ہے کہ ہادریان نے اپنے عہد میں کسی شخص کو اس قسم کی غیر معمولی سپہ سالاری جیسی کہ نروہ کے زمانے میں کورنیوتو کو ملی تھی، دی بھی تو وہ طبقۂ اعیان کا فرد نہیں بلکہ یاتوں کے گروہ کا آدمی تھا۔ یعنی پانونیہ اور داکیہ کے دونوں صوبوں کی ولایت بطور خاص مارکیوس توربو کے تفویض کی گئی تھی۔

اسی سلسلے میں، ہادریان نے جس طرح ناظم فوج خاصہ کا رتبہ بڑھایا، اس کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ واضح رہے کہ یہ عہدہ بھی مجلس اعیان کے اراکین سے مخصوص نہ تھا۔ مگر اس عہدہ دار کو جو اقتدار حاصل ہوتا تھا۔ اس کا چند مرتبوں بخوبی تجربہ ہو چکا تھا۔ بایں ہمہ یہ اقتدار اب تک ناظم کی ذات قابلیت اور نیز بادشاہ کے مزاج و خصائل کی نوعیت پر مبنی ہوتا تھا۔ اور خود اس عہدے کا لازمہ نہ تھا۔ مثلاً تی بریوس کے زمانے میں بجانوس، وس پاژیان کے عہد میں تیتوس اور نروہ کے وقت میں تی جلی نوس بادشاہ کے بعد سلطنت میں سب سے مقتدر شخص گزرے۔ لیکن دوسرے ناظموں کو ان کی عشر عشیر قوت بھی حاصل نہ ہوئی۔ البتہ ہادریان کے عہد میں خود عہدۂ نظامت کی منزلت کو علانیہ تسلیم کیا گیا۔ آیندہ سے اس کا مالک بادشاہ کے بعد سلطنت کا سب سے بڑا عہدہ دار بن گیا۔ اور صدر کے ساتھ اس کا تعلق کچھ اسی قسم کا ہونے لگا جیسا کہ آمر سلطنت (دیک تاتور) کے تحت میں بخشی ممالک کا ہوتا تھا۔ اسی وقت سے اس کے وہ فوجی اور دیوانی اختیارات حاصل کرنے شروع کئے جنھوں نے رفتہ رفتہ

اگلی صدی میں اس ناظم فوج کو اعلیٰ عدالت مرافعہ کا حاکم بنا دیا۔

(۲۳) اغسطس کا دستور تھا کہ جو مقدمات اس کے سامنے پیش ہوتے ان کے انفصال میں مدد لینے کی غرض سے ایک مجلس شوریٰ منعقد کر لیا کرتا۔ لیکن یہ کوئی باضابطہ جماعت نہ تھی۔ آئین سلطنت میں اُسے کوئی جگہ نہ دی گئی تھی۔ اور صدر اس سے مشورہ لینے کا کسی طرح پابند نہ تھا۔ دوسرے اس کی کیفیت سے کے نہ شرائط مقرر تھے، نہ ارکان کی تعداد۔ بلکہ صدر اپنے دوستوں میں سے جس کو چاہتا اس مجلس میں شریک کر لیتا تھا۔ تی بریوس، کلودیوس ا نرد، وس پاژیان، دومی شیان اور تراجن بھی اس دستور پر چلتے رہے مگر کسی نے مجلس شوریٰ کی باقاعدہ تنظیم و تشکیل نہیں کی۔ یہ کام ہادریان ہی کے حصے میں آیا۔ اور جس طرح طبقۂ متوسط کو دیوانی کی خدمات پر مامور کرنے کا خیال اُس نے اپنے اسلاف سے لیا، اور اُسے ایک مستقل ملکی نظام کا جامہ پہنا دیا۔ بالکل اسی طرح تجربہ کار دوستوں کو قانونی معاملات میں مشورہ کے لئے بلانے کا خیال بھی اُس نے پہلے بادشاہوں سے لیا۔ اور اُسے ایک مستقل آئین کی صورت میں مرتب کر دیا۔ چنانچہ نئی مجلس شوریٰ جو ہادریان نے ترتیب دی اعیانی اور وسطی طبقے کے افراد پر مشتمل ہوتی جو سرکاری طور پر مقرر کئے جاتے اور باقاعدہ تنخواہ پاتے تھے۔ "انھیں شیرانِ شاہی" "Augusti consiliarii" کے نام سے موسوم کیا جاتا۔ اور مجلس اعیان کی تسلی کے لئے ہادریان نے یہ رعایت رکھی کہ ان شیروں کے تقرر میں مجلس کی رضامندی بھی ضروری قرار دی۔ اگرچہ یہ محض رسمی اور بے اثر سی بات تھی۔ الغرض اب نئی مجلس شوریٰ کے ارکان تیار رہتے تھے کہ جب طلبی ہو محل شاہی میں حاضر ہو جائیں۔ یہ زیادہ تر ہوشیار و آزمودہ کار مقننین ہوتے تھے۔ اور گو اس بارے میں بظاہر اعیان کو ہادریان نے کوئی خاص فضیلت نہیں دی تھی۔ تاہم اس حد تک وہ ان کے مرتبے کا پاس و لحاظ مرعی رکھتا تھا۔ کہ جس معاملے میں فریقین طبقۂ اعیان کے لوگ ہوتے ان میں فیصلے کے لئے صرف اسی مرتبے کے شیروں کو طلب کرتا۔ اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ اس مجلس شوریٰ کو بادشاہ کے غیاب میں بطور خود کوئی کام کرنے کا حق حاصل تھا۔ اس کے برخلاف معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم بعض اوقات ان شیروں کو بادشاہ کے ہمرکاب باہر بھی جانا پڑتا تھا۔

اس طرح ماہرین قوانین کو اپنے پاس جمع کر لینے سے ہادریان نے ملکی قوانین کے

متعلق بہت کچھ کام اپنی یادگار چھوڑا۔ اس نے دو اہم قاعدے بنائے (۱) ایک "قانون حق جواب" نافذ کیا کہ جب قانونی مسائل میں کوئی الجھن ہو تو تحریر علمائے قانون ("پروڈن تس") کی ایک منتخب جماعت سے رجوع کیا جائے۔ اور وہ سرکاری طور پر اس کا جو جواب لکھیں اس میں اگر وہ سب متفق ہوں تو ان کی رائے قانون گردانی جائے؛ یہ وہ تدبیر تھی جس سے لوگوں کو علوم قانون کے مطالعے کی تشویق و تحریص ہوئی۔ (۲) پرتیوروں کے فیصلوں کا مستقل مجموعہ آخری صورت میں مرتب کیا گیا۔ اور یکے بعد دیگرے مختلف پرتیوروں کے فیصلوں کا جو انبار بتدریج جمع ہو گیا تھا اس کی تہذیب و تدوین کی خدمت **سالویوس جولیانوس** (جولیان یا جولئین) کے سپرد ہوئی۔ پھر جولیان کے اسی مدونہ مجموعے کو مجلس اعیان کے ایک حکم (مجریہ ۱۳۱ء) کی رو سے قانون نافذ الوقت تسلیم کیا گیا۔ اور اس اعتبار سے یہ نسخہ گویا "مجموعۂ قانون دیوانی" کا نقش اول تھا کہ اس کے بعد انفرادی طور پر کسی میر عدل یا پرتیور کو قانون میں رد و بدل کا اختیار نہ رہا۔ اور وہ نیز صوبے کے سب والی پابند کر دئے گئے کہ آیندہ اس مجموعے کی پیروی سے سر مو تجاوز نہ کریں۔ البتہ مجلس اعیان اور بادشاہ کو نئے قوانین وضع کرنے کا اختیار تھا۔

(۲۴) یہ تو سچ ہے کہ ہادریان نے بالکل مطلق العنان بادشاہ بن کر حکومت کی اور مجلس اعیان کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ کر دینے کے کام کئے۔ لیکن اسی کے ساتھ اس کا طرز عمل اس جماعت کے افراد سے شخصی طور پر نہایت تعظیم و تواضع کا تھا۔ بادشاہ کے خلاف غداری کے مقدمات نہ سننے کے معاملے میں اس نے نروا اور تراجن کی پیروی کی۔ وہ اپنے حلم و انکسار سے اعیان[1] کے ساتھ بے تکلف میل جول رکھنا جائز رکھتا تھا۔ وہ میلے اور کرتب جو اس کے اعزاز میں دیئے جانے قرار پائے تھے۔ اس نے منظور نہیں کئے بجز اپنی سالگرہ کے موقع کے۔ نیز اکثر اس بات کو علانیہ کہا کہ میں ملک پر اس طرح فرماں روائی کرنی پسند کرتا ہوں کہ اہل ملک یہ سمجھیں کہ ملک ان کا مال ہے نہ کہ میرا۔ وہ خود تین مرتبہ قنصل بنا تھا۔ تو بعض دوسرے اشخاص کو بھی اس نے تین ہی مرتبہ اس عہدے پر سرفراز کیا۔

[1] مگر ممکن ہے کہ اس سے صرف "مجلس شوریٰ" کے لوگ مراد ہوں۔

ایسے لوگوں کی تو تعداد بہت تھی جو دو مرتبہ قنصل بنائے گئے، اپنی تیسری قنصلی کے زمانے میں وہ صرف چار مہینے اس عہدے پر رہا۔ اور اس زمانے میں بیشتر خود عدالت میں آکے فصل خصومات کا کام کرتا رہا۔ وہ جب کبھی شہر میں یا قریب موجود ہوتا تو مجلس اعیان کے باقاعدہ اجلاس میں ہمیشہ خود آیا کرتا تھا۔ وہ اہل مجلس کے اعزاز ووقار کا بڑا لحاظ رکھتا۔ اور نئے لوگوں کو اس میں داخل کرنے میں بہت احتیاط کرتا تھا۔ حتےٰ کہ اتیانوس کو جو پہلے سے فوج خاصہ کا ناظم اور خلعت فتح وظفر سے سرفراز ہو چکا تھا، اس نے مجلس اعیان میں لیا تو یہ ظاہر کر دیا کہ یہی سب سے بڑا مرتبہ ہے جس سے بڑھکر میں کسی کو رتبہ نہیں دے سکتا۔ ان بادشاہوں پر جنھوں نے خود اس کی مثل مجلس اعیان کی تعظیم وتکریم نہیں کی، ہادریان سخت نفرین بھیجتا تھا۔ اپنے بہنوی سرویانوس کو اس نے تین دفعہ قنصلی پر بلا درخواست سرفراز کیا۔ اور یہ خیال رکھا کہ سرویانوس اس زمانے میں قنصل بنایا جائے جب کہ خود وہ (ہادریان) اس عہدے پر نہ ہوتا کہ مجلس کے مباحثوں میں کبھی کسی دوسرے کو سرویانوس پر تقدم حاصل نہ ہو سکے۔ یہ سرویانوس وہ شخص ہے کہ صبح کو اپنے کمرے سے برآمد ہونے کے بعد ہادریان سب سے پہلے اسی سے ملاقات کرتا تھا[1]۔ مگر اس تمام اہتمام کے باوصف، ہادریان رومی امرا کو دل سے اپنا نہ بنا سکا۔

(۲۵) سلطنت کے مالی انتظامات کی تاریخ میں ہادریان کا عہد حکومت خاص وقعت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اب وزیر مالیات شاہی موالی کی بجائے کسی نائت کو مقرر کیا جاتا تھا۔ اور اس طرح یہ دفتر محکمہ دیوانی کا ایک مستقل جزو بن گیا تھا۔ اس سرشتے میں بہت سے عہدہ دار مقرر ہوتے اور خود بادشاہ اس کے انتظام کی بطور خاص نگرانی رکھتا تھا۔ مستاجری کا پُرانا طریقہ جو عہد بادشاہی میں بتدریج جگہ چھوڑتا جاتا تھا، اب مطلقاً ترک کر دیا گیا۔ اور تمام عاملِ، حتےٰ کہ میراث کا محصول بھی، براہ راست شاہی عامل وصول کرنے لگے۔ عدالتی جھگڑوں میں خزانہ شاہی کی طرف سے پیروی کرنے کے لئے علحدہ عہدہ دار مقرر کئے گئے جنھیں "وکلائے خزانہ" (Advocati Fisci) کہتے تھے۔

ع۱۔ ہم نے یہ عبارت بیری ویل کی "سیرت ہادریان" مرتبہ اسپارتیاں کے ترجمے سے (باب ہشتم صفحہ ۱۹) کسی قدر تصرف کے ساتھ نقل کی ہے۔

تخت نشینی کے وقت ہادریان کو معلوم ہوا کہ خزانۂ شاہی کی ایک رقم خطیر (یعنی نوے کروڑ سسترکے[1]) باقیات کی مد میں وصول طلب پڑی ہے۔ اس روپے کے وصول ہونے کی اب کوئی امید نہ ہو سکتی تھی۔ اور بادشاہ نے عالی ہمتی نیز عقلمندی سے یہ کل رقم معاف کر دی۔ اور سرکاری حسابات سے باقیات کا خانہ ہی صاف کر دیا (۱۱۸ء) لوگوں کے تمسکات تراجن کے چوک میں سب کے سامنے جلا دئے گئے۔ اور آئندہ اس قسم کے ناگوار قرضوں کا طومار بڑھنے کا یہ سدباب کیا گیا جو قرین انصاف بھی تھا کہ ہر پندھویں سال باقیات کی تنقیح اور محاصل کی از سر نو تشخیص کا حکم دیا تاکہ روپے کی قوت خرید اور مملکت کی قیمت میں کوئی فرق پیدا ہوا ہو تو اسی کے مطابق محاصل میں کمی بیشی کر دی جائے[2]۔

ہادریان نے اطالیہ والوں پر "تخت نشینی" کا محصول بھی معاف کر دیا جو ہر بادشاہ کے تخت نشین ہونے پر رعایا کی طرف سے بطور نذرانہ پیش ہوا کرتا تھا۔ صوبوں میں بھی اس کی مقدار ہادریان نے گھٹا دی۔ اس قسم کی املاک جسے صاحب اولاد بادشاہ کے نام وصیت کرنا چاہتے تھے، قبول کرنے سے ہادریان ہمیشہ انکار کر دیتا تھا۔ اور بارہا ان لوگوں کی املاک جو بطور سزا ضبطی میں آتی تھیں، کلاً یا جزاً اُن کے ورثہ کو واگزاشت کر دیا کرتا تھا۔ اس کا قول تھا کہ "میں سلطنت کو روپے کی بجائے لوگوں سے مالا مال کرنا زیادہ بہتر جانتا ہوں"۔

بارہا تو نہیں لیکن کبھی کبھی وہ اس قسم کے شاندار میلے تماشوں پر جنھیں عوام بہت پسند کرتے تھے، دل کھول کے روپیہ خرچ کرتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس نے دنگل بندھوایا جس میں برابر چھ روز تک پہلوانوں کی کشتیاں اور مقابلے ہوتے رہے ایک مرتبہ ایک ہزار جنگلی درندے قتل کرا کے اس نے اپنی سالگرہ منائی۔

(۲۶) غلاموں کے ساتھ لوگوں میں ہمدردی کے بڑھتے جانے کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ہادریان کے نئے قوانین کی یہ ایک ممتاز خصوصیت اور گویا تراجن کے طرز عمل کا توڑ ہے۔

---

[1] یعنی تقریباً بہتر لاکھ پونڈ۔

[2] ہادریان کے اس ضابطہ پر اگرچہ عمل نہیں ہوا لیکن وہ اس اعتبار سے قابل لحاظ ہے کہ شاہ قسطنطین نے تجدید تشخیص کا جو نظام ۳۱۲ء میں جاری کیا، ہادریان کا ضابطہ گویا اس کا پیش خیمہ تھا۔

جو اس معاملے میں رجعت قہقری پر مائل تھا۔ ہادریان نے اس بوسیدہ قانون کو پھر تازہ کیا کہ کوئی آقا اپنے غلام کو ہلاک نہ کر سکے۔ بلکہ سرکاری عدالت کے حوالے کر دے۔ اور غلاموں پر ظلم و سختی کو اس نے قابل تعزیر قرار دیا۔ چنانچہ ایک رومی خاتون کو جس نے اپنی باندیوں پر بہت ستم توڑے تھے ہادریان نے پانچ سال کی جلاوطنی کی سزا دی۔ اس نے بدفعلی یا دنگل کے لئے غلام و کنیز کی خرید و فروخت ممنوع کر دی۔ اور متھراس دیوتا پر آدمی کی بھینٹ چڑھانے کو قانوناً ناجائز قرار دیا۔ اس ظالمانہ طریقے میں کہ آقا کسی خونی کے ہاتھ سے قتل ہو تو اس کے سارے غلام سزا دئے جائیں ترمیم کی گئی اور صرف وہ غلام سزائے موت کے مستوجب قرار پائے جو مقام واردات سے اتنے قریب ہوں کہ اگر چاہتے تو آقا کی مدد کر سکتے تھے۔

رعایا کے آداب و اخلاق کی درستی کے واسطے بھی ہادریان نے بہت سی چھوٹی موٹی اصلاحیں جاری کیں۔ عام حماموں کی نگرانی پہلے سے زیادہ سختی کے ساتھ ہونے لگی۔ اعیان اور ناتیوں کو مجبور کیا گیا کہ گھر سے باہر کہیں جائیں تو ضرور چغہ پہنیں بجز اس موقع کے کہ کسی دعوت سے واپس آئے ہوں۔ خود بادشاہ قیام اطالیہ کے زمانے میں ہمیشہ اپنا قومی لباس پہنے رہتا تھا۔ آداب و حفظ مراتب کا وہ دوسری طرح بھی بڑا لحاظ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ خود اپنے کسی غلام کو مجلس کے دو ارکان کے بیچ میں بے تکلف چلتے دیکھکر اس نے حکم دیا کہ اس غلام کے کان مروڑے جائیں اور تاکید کی کہ آیندہ کبھی ایسے اشخاص کے بیچ میں ہو کر نہ چلے جو ممکن ہے کہ آیندہ اس کے جیتے جی اس کے مالک و آقا ہو جائیں۔ دسترخوان کے تکلفات کو بھی اس نے قدیم جمہوریت کے طرز پر روکنے کی کوشش کی۔ ایک حکم یہ جاری کیا کہ بڑی بڑی گاڑیاں جن سے تنگ کوچوں میں راستہ رک جاتا تھا۔ رومہ میں نہ چلیں تاکہ لوگوں کی آمد و رفت میں آسانی رہے۔

مدارس ساکین کو جنھیں نروا اور تراجن نے شروع کیا تھا ہادریان نے ترقی دی۔ پہلے سے زیادہ روپیہ ان میں لگایا گیا۔ اور یہ طے کر دیا گیا کہ اٹھارہ سال کی عمر تک لڑکے اور چودہ سال تک لڑکیاں سرکاری امداد سے مستفید ہوا کریں۔

(۲۷) تمام سلطنت میں نئی عمارات بنانے کے معاملے میں اور اُن کی شان و شوکت اور تعداد کے اعتبار سے رومہ کا کوئی تاجدار ہادریان پر فوق نہ لے جا سکا۔ اور اگرچہ ہم ہادریان

کی چھوٹی موٹی عمارتوں کی تفصیل نہیں بتا سکتے لیکن اس امر کی شہادت موجود ہے کہ پائیتخت میں تعمیر کا کام جس سرگرمی سے عہد ہادریان میں جاری رہا۔ ایسا کبھی نہ رہا تھا۔ قدیم عمارات، جیسے اگرپیا کا "پان تھیون"، اور چھاؤنی کے میدان میں "باسلیکا نپ تونی"، یا چوک اغسطس کی عمارات کی مرمت اور درستی میں اس نے بہت کچھ کیا۔ اور صرف ایک عمارات جس پر خود اس کے نام کا کتابہ تھا، ادائے فرض کے طریق پر بنائی یعنی اپنے "باپ" تراجن کا مندر لیکن اس کی عالیشان عمارتیں، زہرہ اور رومہ دیوی کا ہیکل اور اپنا مقبرہ تھیں۔

زہرہ و رومہ کی ہیکل، کلوسیوم کے ذرا اوپر ولیا کے مشرقی ڈھال پر تعمیر ہوئی تھی اس کے لئے جگہ نکالنے کی غرض سے نرو کے دیو پیکر بت کو ہٹا کر کلوسیوم کے قریب نشیب میں لانا پڑا۔ کیونکہ یہ بت جسے وس پاڑیان نے سورج دیوتا کا بت بنا دیا تھا۔ ابھی تک نرو کے شکستہ محل میں نصب تھا ہیکل کی عمارت کا نقشہ خود ہادریان نے تیار کیا۔ یہ ایک دہرا مندر تھا جس کے اندرونی حجروں کی پشت ملی ہوئی تھی اور رو مغرب اور مشرق کی طرف تھا رومہ کی مذہبی عمارتوں میں اس سے زیادہ شاندار و وسیع کوئی عمارت نہ تھی۔ اب اس کے صرف کھنڈر رہ گئے ہیں۔ عمارت ایک کھلے میدان کے وسط میں تھی۔ اور اس کے چاروں طرف کماچے ہونے سے بادشاہی چوکوں کی وسطی عمارتوں سے ملتی جلتی تھی۔ دوسرے یہ پہلے چوک بھی کسی نہ کسی دیوی دیوتا سے انتساب رکھتے تھے جن کا سلطنت رومہ کی عظمت افزائی سے کوئی خاص تعلق تھا۔ یعنی **ونوس جنی تریکس۔ مارس اور پالس** دیوتا سے۔ پس ہادریان کی زہرہ و رومہ کی ہیکل کو اس اعتبار سے بھی ان چوکوں سے مماثلت پیدا ہو گئی تھی پھر یہ کہ اس عمارت کو اسی خاص قسم کی عمارات کے سلسلہ کا ایک جزو کہہ سکتے تھے۔ جو مارتیوس کی چھاؤنی سے اس کوئی نین تک پھیلا ہوا تھا۔ بے شبہ اس ہیکل کے بعد بھی ہادریان اور وس پاڑیان کے مندروں میں بڑا فصل باقی رہ گیا۔ لیکن ایک مدت کے بعد جب یہاں "قسطنطین کی کچہری" بنی تو وہ سلسلہ پورا ہو گیا۔

مذکورہ بالا ہیکل کے افتتاح و وقف کی رسم ۱۲۸ء (۲۱ اپریل) میں ادا ہوئی اور غالباً اسی موقع پر ہادریان نے "ابوالوطن" کا لقب لینا قبول کیا۔ اور ملکہ سابینہ کو اغسطہ کا لقب اختیار کرنے کی اجازت دی۔

دریائے تیبر کے پار کا ضلع آہستہ آہستہ دیہاتی حیثیت بدل کر رومہ کے باوقعت

مضافات میں داخل ہو گیا تھا۔ اب اس (واتی کان) کے علاقے اور شہر میں آمد و رفت کی سہولت بڑھانے کے لئے ہادریان نے دریا پر اس جگہ ایک نیا پل بنوا دیا جہاں دریا مشرق میں مڑا ہوا اور بارتیوس کی چھاؤنی کی شمالی سرحد بناتا ہوا گزرا ہے۔ اس سے آگے اس موڑ پر جسے "پونس الیوس" کہتے تھے، دومیشیہ کے باغوں میں اس نے نہایت وسیع مقبرہ تعمیر کیا جو مولس ہادریانی کہلاتا تھا۔ اور قصر سینٹ انجلو کے نام سے دور جدید کی تاریخ میں بھی حصہ لیتا رہا۔ اور آج بھی جنگی ضروریات کے اعتبار سے خاص اہمیت رکھتا ہے اور شہر روما کی ممتاز و قابل دید شے ہے۔ ایک مربع عمارت پر اس کے عظیم الشان گنبد نے جس کے اوپر ہادریان کی مورت نصب تھی وسعت و شوکت میں اغسطس کے مقبرے کو ہیچ کر دیا جو دریا کے دوسری جانب اس کے مقابل میں واقع تھا۔ یہ عمارت ہادریان کی وفات تک تکمیل کو نہ پہنچی تھی اور اس کے جانشین نے اسے پورا کیا۔ دوسری صدی کے بقیہ حصے میں بلکہ اس سے کچھ بعد تک رومی قیاصرہ کا مدفن یہی عمارت رہی ہ

فصل ششم

ہادریان کا آخری زمانہ

(۲۸) سنہ ۱۳۴ء میں روما واپس آنے کے بعد پھر ہادریان اطالیہ سے باہر نہ گیا اس کی صحت جواب دے چلی تھی۔ لہٰذا اب اس کا زیادہ وقت "تیبور" کی پر تکلف کوشک ہی میں گزرنے لگا۔ بیان کرتے ہیں کہ ان آخری سنین میں وہ بہت تنگی حاسد اور بے رحم ہو گیا تھا۔ اور اس نے بہت سے نامی گرامی لوگوں کو مروا دیا۔ یا ذلیل کیا جن کا بجز اس کے کوئی قصور نہ تھا کہ بادشاہ کو ان کی طرف سے شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ مگر ان روایات کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کس حد تک یہ الزام صحیح ہیں۔ اور کس حد تک محض طبقہ اعیان کی جسے ہادریان سے نفرت تھی بہتان و افترا پردازی کا نتیجہ ہیں۔ البتہ اس حقیقت میں تو کوئی کلام نہیں کہ ہادریان امرا کے خوش رکھنے میں بالکل ناکام رہا۔ اور بے شبہ اس ناکامی

میں زیادہ تر قصور خود اسی کا تھا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی اور یہ دیکھکر کہ صحت کا کچھ ٹھیک نہیں ہے، اس نے ۱۳۶ء میں اپنی جانشینی کے واسطے ال لیوؤ نیوس وبودس وبیرسس (ویرس) کو متبنیٰ بنا لیا۔ یہ شخص اسی نیگ ری نوس کا داماد تھا جس نے اوائل عہد حکومت میں بادشاہ کے خلاف سازش کی تھی۔ یوں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس انتخاب سے لوگ عام طور پر بہت ناراض ہوئے اور بادشاہ کو اپنے بے پالک کے لئے اہل فوج اور عوام کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر بہت کچھ انعام واکرام دینے پڑے اس قسم کی مسلمہ قابلیت کے لوگ جیسے کوتوال شہر کاتی لیوس سوی روس، پلاتوریوس نیوس، جس نے برطانیہ میں خدمات شائستہ انجام دی تھیں، ایک ایسے نوجوان کے مقابلے میں نظر انداز کر دئے جانے پر پیچ وتاب کھاتے ہونگے جس کی وجہ امتیاز فقط خوب صورتی اور امیرانہ زندگی تھی۔ لیکن خود بادشاہ کے بہنوئی سر ویانوس نے ویروس کی تبنیت کو اپنی صریح حق تلفی سمجھا۔ کیونکہ گو اس کی عمر نوے سال کی تھی اور وہ خود بادشاہ ہونے کی کوئی امید نہ رکھتا تھا۔ لیکن اس کا ایک پوتا فوس کوس موجود تھا اور یہ یقینی بات ہے کہ وہ ہادریان سے اپنے اسی پوتے کو متبنیٰ بنانے کا خواستگار ہوا ہوگا۔ قرینہ کہتا ہے کہ اس طرح ناکام وہ جانے پر انھوں نے صرف شکوہ شکایت پر اکتفا نہیں کی بلکہ کوئی زیادہ سخت کارروائی کر بیٹھے۔ کیونکہ ان دونوں کو بادشاہ نے جان سے مروا دیا۔ اور یہ کسی طرح عقل میں نہیں آتا کہ بغیر ان کی کسی کھلی ہوئی سازش کے ہادریان نے خواہ مخواہ ایک نوّے برس کے بڈھے کو مار کر اپنی بدنامی بڑھائی ہو۔ اسی زمانہ میں ملکہ سابینہ نے وفات پائی۔ وہ کم سے کم بعض سیاحتوں میں بھی شوہر کے ساتھ رہی تھی۔ لیکن ان کے باہمی تعلقات کبھی بہت اچھے نہیں رہے۔ سابینہ پر بدچلنی کا بھی شبہ کیا جاتا تھا۔ اور یہ روایتیں صحیح ہوں یا غلط اتنا تو صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنے شوہر سے دلی بیزاری تھی۔ جب وہ مری تو اس قسم کی بھی افواہیں گشت لگانے لگیں کہ بادشاہ کے اشارے سے اُسے زہر دیا گیا۔ یا یہ کہ شوہر کی بدسلوکی سے تنگ آکر اُس نے خودکشی کرلی۔

ویروس کو گود لے کر ہادریان نے اُسے قیصر (سیزر) کا لقب تو دلوایا مگر اس وقت شریک بادشاہی کے مرتبے پر فائز نہیں کیا۔ اس طرح خطاب "قیصر" میں ایک نیا پہلو یہ نکل آیا کہ یہ خطاب گویا آئندہ بادشاہ یا اغسطس ہونے کا مقدمہ سمجھا جانے لگا۔

اب اس کا پورا نام ال الیوس وروس قیصر ہو گیا۔ اور پانونیہ میں اسے ایک غیر معمولی سپہ سالاری کے عہدے پر مامور کیا گیا۔ یہاں اس نے اپنے کام سے ثابت کر دیا وہ نا اہل آدمی نہیں ہے۔ پھر اسی سال (۱۳۶ء) کے اواخر میں اسے تری بیونی اختیارات عطا ہوئے اور آیندہ سال دوسری مرتبہ قنصلی پر سرفراز کیا گیا۔ وروس کے انتخاب کے اچھے یا برے ہونے کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اسی زمانے میں وہ بیمار پڑا اور ناوقت چل بسا۔ لیکن گو وہ عیش دوست آدمی معلوم ہوتا ہے تاہم ممکن ہے کہ ادتھو کی طرح اس میں قوت و مستعدی کا بھی مادہ موجود ہو۔ اس کی عیاشی کے عجیب عجیب قصے مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ سلامت کے مزاج میں درخور حاصل کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ اس نے سموسہ بنانے کی ایک نئی ترکیب نکالی تھی۔ اور یہ ایجاد شاہی دسترخوان کی نہایت مرغوب غذا ہو گئی۔ دوپہر کو اس کے قیلولے کی شان یہ ہوتی کہ ایک چوڑی سہری پر گلاب کے ڈھیر اور گل سوسن کی سیج بچھا دی جاتی اور باریک پردے ڈال کر داشتہ عورتوں کو لئے ہوئے وہ اس میں آرام کرتا۔ اور اوید کی نہایت شہوت انگیز نظموں کے مطالعے سے اپنا دل بہلاتا تھا۔ غلاموں کو اس نے کام دیوتا کیوپید کی صورت میں آراستہ کیا تھا۔ اور ان کے بازوؤں پر پر لگائے تھے۔ پھر وہ انھیں نامہ و پیام کے لئے اتنی تیزی سے دوڑواتا کہ آدمی کے اعصاب زیادہ دیر تک اس کی تاب نہیں لا سکتے۔ مگر وہ انھیں برابر دوڑوائے جاتا تا آنکہ وہ گر پڑتے تھے۔ ایک مرتبہ بیوی نے اس کی بیوفائیوں کا شکوہ کیا تو اس نے کمال خوش مزاجی سے اُسے یہ نکتہ سمجھنے کی ہدایت کی کہ "بیوی" کے معنی ننگ و ناموس کے ہیں نہ کہ عیش و مسرت کے۔[1]

الغرض جب ہادریان نے سنا کہ وروس بہت بیمار ہے اور اس کی جانبری کی توقع نہیں تو بہت پچھتایا اور علانیہ افسوس کرنے لگا کہ ہم نے ناحق ایسی کھوکھلی دیوار کا سہارا لیا اور انعام اکرام میں اتنا روپیہ مفت برباد کیا۔ ان جلی کٹی باتوں کی وروس کو بھی اطلاع ہوئی اور اس کا مرض اور بڑھ گیا۔ حتیٰ کہ پہلی جنوری (۱۳۸ء) کے دن وفات پائی اور ہادریان کے

---

[1] میری دیل ۶۶۔

مقبرے میں دفن کر دیا گیا۔

(۲۹) ورُوس کے بیٹے **لوسیوس** کے نام سلطنت لکھدینا' اسی وقت ممکن نہ تھا کیونکہ اس کی عمر صرف سات برس کی تھی۔ لہذا بادشاہ نے تی اوریلیوس فلودس بویونیوس **انتونی نوس** کو انتخاب کیا جو مفصلی مرتبے کا پنجاہ دو سالہ آدمی تھا۔ اور اس کا انتخاب ہر اعتبار سے غیر مخدوش نظر آتا تھا۔ ۲۴ جنوری کے دن جو بادشاہ کی سالگرہ کا دن تھا۔ اس نے مجلس اعیان میں اپنا ارادہ ظاہر کیا اور ان **تونی نوس** کی سفارش کی۔ پھر جب ان تونی نوس نے ایک مہینے کے غور و تامل کے بعد اس عزت کو جو اسے دی جا رہی تھی لینے کی ہامی بھر لی تو (۲۵ فروری کو) تہنیت کی رسم ادا ہوئی۔ اور انتونی نوس کو بلا تاخیر ورُوس سے کہیں بڑے مرتبے پر سرفراز کر دیا گیا۔ یعنی امارت ممالک' تری بیونی اختیارات اور امپراطور کا لقب دفعتاً واحد میں اُسے مرحمت ہوئے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ پوری طرح شریک بادشاہ بنا لیا گیا۔ اور اگر کوئی کسر رہی تو وہ "اغسطس" کے لقب کی تھی۔ یا غالباً ان خاص امتیازات کی جو قانون "امپریو" کی رو سے بادشاہوں کو مل جایا کرتے تھے۔ نیا قیصر بھی لاولد تھا۔ اور ہادریان نے اُسے دو بچوں کو گود لینے کی ہدایت کی کہ آیندہ جانشینی کا مسئلہ صاف ہو جائے۔ اس کے لئے ایک تو بادشاہ نے ام انیوس ورُوس کو چنا جو اٹھارہ سال کا لڑکا اور ان تونی نوس کا بھتیجا تھا۔ اور دوسرے **لوسیوس ورُوس** کو جو اپنے متوفی باپ کے رشتے سے گویا ہادریان کا منہ بولا پوتا ہوا۔ اس تہنیت نے ان میں سے پہلے (مارکوس) کا نام تو ام اوریلیوس **انتونی نوس** بنا دیا۔ اور دوسرے کو بدل کر **ال الیوس اوریلیوس کومودوس** کر دیا۔ ان دونوں میں سے کسی کو ہادریان کی زندگی میں قیصر کا لقب نہیں ملا۔ اور فقط ان کا باپ تینوس انتونی نوس ہی اس لقب سے ملقب رہا۔ ان تونی نوس کے اس انتخاب سے کوتوال شہر کاتی الیوس سویردس بہایت ناخوش ہوا۔ (جو رشتے میں مارکوس کا پرنانا بھی ہوتا تھا) کیونکہ اُسے خود صدارت حاصل کرنے کی آرزو تھی۔ اس کی ناکامی کا چند طریقوں سے ظہور بھی ہوا جس کی

ما۔ اس کا پورا نام امپراطور تی الیوس قیصر ان تونی نیوس تھا۔ باقی الیوس ہادریانوس انتونینیوس قیصر۔

بنا پر ہادریان نے اسے عہدہ کوتوالی سے برطرف کر دیا۔

(۳۰) ہادریان کو مرض نے، جو شاید استسقا کی قسم سے تھا، آخر اس بات پر آمادہ کیا کہ بائیہ کی صحت بخش آب وہوا سے استفادہ کرنے وہیں چلا جائے۔ سلطنت کے کاروبار کے لئے ان تونی نوس کو روما میں چھوڑ گیا۔ لیکن بادشاہ کو تبدیل آب وہوا سے بھی کوئی افاقہ نہ ہوا اور یہ تدبیر بھی اطبا کی دوا کی طرح اس کے حق میں بیکار نکلی۔ پھر اس نے جادو ٹونے کرنے والوں سے رجوع کیا اور بیماری سے اتنا عاجز آ گیا تھا کہ اپنے ملازمین کی منت کرتا تھا کہ وہی اس کا کام تمام کر کے اس تکلیف سے نجات دیں۔ گویا سردیانوس کی بددعا کہ "وہ موت مانگیگا اور نہ مریگا" اس کے حق میں حرف بحرف پوری ہوئی بالآخر ۱۰ جولائی (سنہ ۱۳۸ء) کو موت نے ان شدائد سے اسے آزاد کر دیا۔ زندگی کی آخری گھڑیوں میں تخیل کے کسی عجیب جوش وہیجان کے وقت اس نے روح کو مخاطب کر کے چند مصرعے موزوں کئے تھے بہت مشہور ہو گئے ہیں۔

"Animula vagula blandula

Nec, ut soles, dabis iocos ?

ہادریان نے تقریباً اکیس برس حکومت کی اور نتائج وعواقب

---

۱ ۔ اس نظم کے اسمائے تصغیر اور تین رکن کے مصرعوں کا اثر ترجمے میں قایم رکھنا غیر ممکن ہے۔ لارڈ بائرن نے اس کو انگریزی میں لکھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس سے بھی کچھ بہتر میری ویل کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ بھی اس کوشش میں پورا کامیاب نہیں ہوا۔

" Soul of mine, pretty one, flitting one

Guest and partner of my clay

Wither wilt thou and hie away

Pallid one, rigid one, naked one

Never to play again, never to play.

انگریزی شاعر پوپ نے جو ایک جگہ "شعلۂ بہشتی کی زندگی بخش چمک" لکھا ہے یہ خیال بھی اسے ہادریان کے مذکورۂ بالا اشعار ہی سے سوجھا تھا۔

کے اعتبار سے بہت کم رومی قیاصرہ کے عہد اس سے بڑھکر اہم گزرے ہیں۔ محکمۂ دیوانی سے، جس کی اس نے بنا ڈالی، صدارت کی نوعیت میں ایک بہت بڑا تغیر ہونا مقدر تھا جس نے ہادریان کے اس منصوبے کے مطابق کہ پوری سلطنت پر ایک واحد ملک کی مثل حکومت کی جائے، رومی حکومت کا رنگ بدل دیا۔ اور یہ دونوں تغیر مجلس اعیان کا اقتدار بحال رہنے کے منافی تھے۔ اسی طرح فوجی اصلاحات اور تحفظ حدود کے کاموں نے ہادریان کے عہد حکومت کو تاریخ میں یادگار بنا دیا ہے۔ اس کی یہ جدّت بھی کہ لفظ قیصر صرف ولی عہد سلطنت کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ اگرچہ محض رسمی بات تھی، تاہم اہمیت سے خالی نہ تھی۔

توضیحات وحواشی

ہادریان کے دوروں کے سنین

ہادریان کے بیرونی صوبوں میں منزل بہ منزل سیاحت کا جو نقشہ ڈُرنے اپنی کتاب (Die Reisen........Hadrian) میں مرتب کیا ہے اب اکثر اہل علم مجموعی طور پر اسے صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اگرچہ اب بھی کئی مقام ایسے ہیں جنکے متعلق مصنف کی تحقیق بالکل ظنی اور غیر یقینی۔ بہرحال اس باب میں ہم نے ڈُر کی ترتیب ہی کی پیروی کی ہے۔ بجز ۱۱۸ء کے بادشاہی سفر کے جس میں ڈُر اس کی سرماشی مہم کو رومہ آنے سے پہلے رکھتا ہے۔ اور ہمیں مختلف شہادتوں سے زیادہ قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مہم پر رومہ سے گیا تھا (جیسا کہ ہرزگ نے لکھا ہے) بادشاہ کی سیاحتوں کے متعلق ذیل کا نقشہ درج کرنا غالباً فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

سنہ ۱۱۷ء تخت نشینی (اا اگست) کے بعد ڈھائی مہینے کا قیام مشرق میں۔ پھر روانگی رومہ کی طرف۔

سنہ ۱۱۸ء اوائل سال میں رومہ پہنچنا۔ پھر سرماشی جنگ کے لئے کوچ۔ ڈاکیہ اور میزیہ کی طرف۔ اگست میں رومہ کو معاودت۔

سنہ ۱۱۹ء رومہ میں۔ نیز جنوبی اطالیہ کی سیاحت۔

سنہ ۱۲۰ء ” ”

سنہ ۱۲۱ء پہلا بڑا دورہ (روانگی کی تاریخ ۲۱ اپریل کے کچھ بعد ہے) مشرقی غالیہ، جنوبی جرمانیہ، ریتیہ، نوری کم اور شمالی پانونیہ کا معائنہ۔

سنہ ۱۲۲ء واپسی میں شمالی جرمانیہ کے راستے برطانیہ میں ورود۔ مراجعت غالیہ (مغربی) کے راستے، ہسپانیہ کی جانب اور ختم سال پر ورود تراکو میں۔

سنہ ۱۲۳ء موریتانیہ، افریقہ اور شاید لیبیہ سے گزرنا۔ گرمی میں ایشیائے کوچک اور موسم خزاں میں وادی فرات کا دورہ۔

سنہ ۱۲۴ء — پونتوس، بتھی نیہ، اور میزیہ سے تراکیہ (تھریس) میں آمد۔

سنہ ۱۲۵ء — تراکیہ اور مقدونیہ کا دورہ۔ ایپی روس تھسالیہ اور شمالی یونان۔ اگست یا ستمبر میں اتھینز۔

سنہ ۱۲۶ء — ایتھنز میں قیام۔ گرمی میں پلوپونسوس کے راستے روما کو معاودت۔

سنہ ۱۲۷ء — روما میں۔

سنہ ۱۲۸ء — افریقہ کو روانگی (بعد ۱۲ اپریل کے) مراجعت روما کو۔

سنہ ۱۲۹ء — قیام روما موسم بہار میں دوسرے بڑے دورے پر روانہ ہونا اور پلوپونسوس کے راستے ایتھنز میں پہنچنا۔

سنہ ۱۳۰ء — ایتھنز۔ موسم بہار میں ایشیائے کوچک کو روانگی۔ اور اسکے جنوبی سواحل کی سیاحت۔ انطاکیہ۔ پھر شام کے راستے یہودیہ عرب شمالی اور مصر کا دورہ۔

سنہ ۱۳۱ء — مصر۔ مراجعت ملک شام کو۔

سنہ ۱۳۲ء — یہودیوں کی بغاوت کے موقع پر یہودیہ میں قیام۔

سنہ ۱۳۳ء — یہودیہ میں۔

سنہ ۱۳۴ء — مراجعت دار السلطنت کو۔

سنہ ۱۳۵ء — روما اور مضافات میں۔

یہ بات لکھنے کے لائق ہے۔ کہ دُرر کی تحقیقات نے ہادریان کے عہد حکومت کی پوری ترتیب سنین و واقعات کو بدل دیا ہے۔ مثلاً اگر ہم میری ویل کی ترتیب کو دیکھیں، جو خود بھی اپنے سنین کے مشکوک ہونے کا معترف ہے تو اس میں ہادریان کی سرماشی مہم سے روما کو واپسی سنہ ۱۱۹ء کے اوائل کا واقعہ قرار دیا ہے اور اسی سال اس کا غالیہ، جرمانیہ اور برطانیہ میں جانا دکھایا ہے۔ جہاں سے وہ پلٹ کر سنہ ۱۲۰ء میں غالیہ اور ہسپانیہ اور سنہ ۱۲۱ء میں موریتانیہ پہنچتا ہے۔ پھر ہم اسے سرحد فرات پر دیکھتے ہیں۔ اور ایشیائے کوچک سے ہو کر وہ ایتھنز واپس آتا ہے (سنہ ۱۲۲ء و سنہ ۱۲۳ء) پھر صقالیہ سے افریقہ ہو کر وہ روما لوٹ آتا ہے۔ اس کا دوسرا دورہ میری ویل نے سنہ ۱۲۵ء سے شروع کرادیا ہے اور چونکہ سنہ ۱۳۴ء میں اس کی مراجعت مسلمہ واقعہ ہے۔ جس میں ردّوبدل کی گنجائش نہ تھی۔ لہذا اس قول کی رو سے وہ مسلسل نو برس باہر رہا۔ جس میں سنہ ۱۲۵ء سے سنہ ۱۳۰ء تک پانچ سال ایتھنز میں گزرے۔ اس ترتیب میں (۱) پہلے دورے کا آغاز اصل تاریخ سے

دو سال قبل قرار دیا ہے۔ (۲) دوسرے دورے میں پانچ سال کی بجائے نو سال تک اس کا روما سے باہر رہنا دکھایا ہے۔ (۳) مغربی ڈینیوب کے صوبوں کے دورے کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔ اور (۴) افریقہ کو پہلے دورے کی آخری منزل قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس کا وہاں جانا دونوں دوروں کے علاوہ ایک جداگانہ واقعہ تھا۔

ب۔ ہادریان کی برطانوی فصیل کی، اچھاؤنیاں

انگلستان کی لمبی دیوار پر جو سرحدی چھاؤنیاں تھیں ان کے نام مشرق سے مغرب کو حسب ذیل ہیں:۔

سگی دونم [1] (والسنید) پانس ایلیائی [2]۔ کون درکم [3] (بن دل)۔ دین دویلا [4] (روچیسٹر)۔ ہونم [5] (ہالٹن چیسٹر) کیلورنم [6] (چیسٹرز) پروکولیشیہ [7] (کرو برو) بورکو وی کیم [8] (ہاوس اسٹڈز) دین دولنا [9] (چیسٹر ہولم) اِسیکا [10] (گریٹ چیسٹرز) اگنے [11] (کارروورن) امبوگلنا [12] (برڈوس والڈ، قریب گلزلینڈ اسپا) پٹریانی [13] (کاسل اسٹڈز۔ مشتبہ) کون گاوتا [14] (اسٹان وکس۔ مشتبہ) لگووالیم [15] (کارلزل) گاب روسنٹم [16] (برو اپان سینڈز) گلانی بانتا [17] (بونیس) ؎ (ملاحظہ ہو ہوبنر کی کتاب لاطینی آثار پر، جلد ہفتم۔

ان ناموں کے متعلق ہمارا ماخذ نوتی شیادیگ نی تاتوم، یعنی صوبوں کا سرکاری دستور العمل ہے۔ جو پانچویں صدی کے شروع میں مرتب ہوا تھا۔ ان چھاؤنیوں کے متعلق ایک محقق نے لکھا ہے کہ "یہ سب مقرر و مشہور مخروطی صورت میں بنائی گئی تھیں ان کی وسعت موقعے کی حالت کے لحاظ سے مختلف تھی۔ یعنی تین سے چھ ایکڑ تک۔ ان کے گرد پانچ فیٹ چوڑی دیوار تھی اور کھائی ہوتی، اور تقریب قریب سب کے چار دروازے تھے جن سے بازار خط مستقیم میں نکلتے اور وسط میں چوراہہ بناتے تھے جن کے اب تک نشان صاف نظر آتے ہیں۔ بڑی بڑی نوآبادیوں کی طرح ان میں سے بعض چھاؤنیوں کے آس پاس بھی بڑی بڑی عمارتیں یعنی حمام، چھوٹے چھوٹے مندر اور ایک جگہ (یعنی بورکوی کیم میں) دنگل بھی بن گئے تھے"۔ (ملاحظہ ہو ہوبنر کے مضمون "برطانیہ کا رومی قبضہ" مرتبہ دخواندہ ہئی ۱۸۷۸ء کا انگریزی ترجمہ از مسٹر ہوج کن صفحہ ۱۰۹) واضح رہے کہ ان چھاؤنیوں میں رومی جیوش نہیں رکھے جاتے تھے۔ بلکہ کومکی افواج بھیج دی جاتی تھیں

ج۔ ادلوس پلاتوریوس نپوس

اس رومی سردار کا نام ایک تختی پر کندہ ہے (جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ورکوڈیکیم کے قریب کسی رومی برج میل سے دستیاب ہوئی تھی) اور اس تختی کا کتبہ "ہادریان کی دیوار" کی بنا کے متعلق نہایت قابل لحاظ شہادت بہم پہنچاتا ہے:-

Imp caes Traian

Hadrian AVG

Leg II AVG

A platorio Nepote LegPR PR.

یعنی دوسرا جیش "اوگستا" اے پلاتوریوس نیوس جیش سالار میر داد کے حکم سے (اسے تعمیر کرتا ہے) امپراطور قیصر تراجن ہادریان اغسطس"۔ اب اگر یہ تختی دراصل میل کے برج میں لگائی گئی تھی تو یہ قطعی ثبوت ہوگا اس بات کا کہ دیوار کا یہ حصہ ہادریان کے عہد میں تعمیر ہوا۔

د۔ ایک خط جسے ہادریان سے منسوب کرتے ہیں

ساتورنی نوس بادشاہ کی سیرت میں اس کے مولف ووپیس کوس نے ایک خط درج کیا ہے اور اسے ہادریان کی تحریر بتایا ہے۔ خط میں مصر کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ اور اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"ہادریان اغسطس کی طرف سے سرویانوس قنصل کو سلام پہنچے۔ مجھے مصر میں جس کی تم اتنی تعریف کیا کرتے ہو اس سرے سے اس سرے تک دیکھنے اور جانے کا موقع ملا۔ اور میں نے یہاں کے لوگوں کو متلوّن مزاج، موم کی ناک پایا جو ذرا سی نئی بات سنکر مضطرب ہو جاتے ہیں یہاں سراپیس دیوی کے پوجنے والے مسیح کے معتقد ہیں۔ اور مسیحی مقتدا کہلانے والے سراپیس کے پرستار ہیں۔ کسی یہودی صومعے کے صدر اور کوئی سماریتی یا مسیحی عالم یہاں ایسا نہ ہوگا جو نجوم اور رمل کا مدعی یا ٹ پنے کا استاد نہ ہو۔ حتے کہ خود اسقف اعظم جس کا تم ذکر کرتے ہو مصر آتا ہے تو ایک گروہ تو اس سے جبراً سراپیس کی پوجا کراتا ہے اور دوسرا گروہ مسیح کی پرستش پر مجبور کرتا ہے۔ یہ لوگ (اہل اسکندریہ)

نہایت فتنہ جُو، شیخی خور اور گستاخ ہوتے ہیں۔ ان کا شہر دولتمند اور مرفّہ الحال ہے۔ اور نکموں کا یہاں گزر نہیں ہو سکتا۔ یہاں کوئی آئینہ ساز ہے، کوئی کاغذ ساز، کوئی کپڑا بنتا ہے۔ غرض ہر شخص کوئی نہ کوئی پیشہ یا تجارت کرتا ہے۔ جن لوگوں کے پاؤں نقرس نے لنگڑے کر دئے ہیں وہ بھی کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔ اندھوں کو بھی کوئی نہ کوئی کام مل جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جن کے ہاتھوں میں گٹھیا ہو گئی ہے وہ بھی بالکل خالی نہیں رہتے۔ ان سب کا خدا صرف روپیہ ہے۔ اور یہاں مسیحی، یہودی اور ساری قومیں اسی دیوتا کی پوجا کرتی ہیں۔ کاش اس شہر کے آداب واخلاق بہتر ہوتے۔ اس کی خوش حالی اور وسعت بجا طور پر اسے ملک مصر کے صدر شہر ہونے کا اہل بناتی ہیں۔ یہاں والوں نے مجھ سے جو کچھ طلب کیا میں نے منظور کیا۔ ان کے قدیم امتیازات وحقوق بحال کئے اور نئے حقوق عطا کئے۔ لہٰذا یہ تو ممکن نہ تھا کہ میری وہاں موجودگی میں وہ میری شکر گذاری کا بالاتفاق اظہار نہ کرتے۔ لیکن جونہی میں وہاں سے روانہ ہوا انھوں نے طرح طرح کے اتہام میرے فرزند ورس پر لگا دئے۔ اور انتی نوس کے متعلق وہ جو کچھ کہتے ہیں اس کا حال تو یقین ہے تم پہلے ہی سن چکے ہوگے۔ میں انھیں اور کیا کہوں بجز اسکے کہ وہ اپنے چوزے خود ہی کھائیں جنھیں وہ ایسے طریق سے نکالتے ہیں کہ اس کا ذکر کرتے مجھے شرم آتی ہے (مصری لوگ گوبر میں انڈے بٹھا کر بچے نکالتے تھے) یہ ان کے حق میں میری سب سے بڑی بددعا ہے۔ یہاں مندر کے پجاری نے چند رنگ بدلتے جام مجھے تحفۃً دئے تھے۔ وہ تم کو بھجوا رہا ہوں۔ یہ خاص طور پر میں تمھیں اور اپنی بہن کو ہدیہ دیتا ہوں۔ عیدوں کی دعوتوں میں تم انھیں ضرور نکالنا۔ مگر اتنا خیال رہے کہ کہیں ہمارا پیارا افریکانوس ان سے اندھا دھند کام لینا شروع نہ کر دے۔"

اس خط کے اصلی ہونے پر نہایت معقول شبہات کئے گئے ہیں۔ ورس کو ہادریان نے ۱۳۶ء تک گود نہیں لیا تھا اور اس سال سے قبل اسے اپنے فرزند کے نام سے یاد کرنا کسی طرح قرین عقل نہیں ہے۔ خط کے طرز سے متبادر ہوتا ہے کہ وہ ہادریان کے مصر جانے کے تھوڑے ہی دن بعد، یعنی کم سے کم رومہ کو اس کی واپسی (۱۳۴ء) سے پہلے لکھا گیا تھا۔ لیکن اگر القاب کی عبارت "سردیانوس قنصل"

صحیح ہے تو وہ ۱۳۴ء کا ہونا چاہیئے۔ جس سنہ میں سرویانوس واقعی قنصل تھا یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا دیگر مذاہب کو ہادریان کا محض "اور سب قوموں" کے نام سے یاد کرنا بالکل بعید از قیاس ہے۔ بلکہ یہ الفاظ بجز کسی مسیحی کے دوسرا شخص مشکل سے تحریر کر سکتا تھا۔ علاوہ ازیں ربط تحریر کے نہ ہونے سے بھی شبہ ہوتا ہے کہ لکھنے والا شروع تو ملک مصر کے حال سے کرتا ہے اور پھر صرف سکندریہ کا ذکر اس طرح چھوڑ دیتا ہے۔ گویا اوپر سے مصر کی بجائے فقط اسی شہر کا تذکرہ تھا۔

اس طرح خط میں جعل کی کئی علامتیں موجود ہیں، بایں ہمہ اس کا بڑا حصہ اصلیت کا رنگ رکھتا ہے۔ اس بارے میں مؤلف وپیس کوس پر شبہ کرنا بھی مشکل ہے۔ پھر وہ بیان کرتا ہے کہ یہ تحریر اس نے ہادریان کے مولی افلیگون کی کسی کتاب سے اخذ کی ہے۔ اور اس سے غالباً ہادریان کی تزک مراد ہے جس کی فلیگون نے تدوین کی تھی۔ وپیس کوس کا زمانہ تالیف ۳۰۶ء یا اس سے کچھ پہلے ہے۔ اس لئے مسیحیوں کے متعلق اس کا کوئی الحاق و تحریف کرنا ایسا ہی بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے جیسا ان فقروں کو ہادریان کا لکھا خلاف قرینہ ہے یہ زمانۂ مابعد کے تصرفات نظر آتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہو تو ہم ڈُرکے قیاس کے مطابق اُسے ہادریان کا اصلی خط سمجھ سکتے ہیں جس میں بعض تحریفات کر دی گئی ہیں۔ (دسلر بھی ڈُرر کی اس رائے کو قبول کرتا ہے) لیکن یہ بات پھر بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ وروس کے متعلق مذکورہ بالا فقرہ کوئی کیوں اپنی طرف سے بڑھا دیتا؟

ھ عہد ہادریان کے اخیر میں جیوش کی تقسیم

اس بارے میں پفسٹرز کی تحقیقات کا نتیجہ ذیل کی فہرست سے ظاہر ہوگا۔

ہسپانیہ ۔ ہفتم "جمینا"
برطانیہ ۔ دوم "اوگستا" ششم "ویکٹرز" بستم "ویکٹرز"
جرمانیہ (شمالی) ۔ اول "منرو" سیم "الپ"
جرمانیہ (جنوبی) ۔ ہشتم "اوگستا" بست و دوم "پریم"
پانونیہ (مشرقی) ۔ دوم "ادجوتر"
پانونیہ (مغربی) اول "ادجوتر" دہم "جمی" چہاردہم "جمی"
میشیہ (مشرقی) چہاردہم "فلاد" ہفتم "کلاد"
میشیہ (مغربی) اول "اطال"
داکیہ پنجم "ماکد" یازدہم "کلاد" سیزدہم "جمی"
شام چہاردہم "اسکیث" شانزدہم "فلاد"
یہودیہ ششم "فر" دہم "فرت"
فینیقیہ سوم "غال"
کپادوسیہ دوازدہم "فلم" پانزدہم "اپول"
شمالی عرب سوم "سیرن"
مصر دوم "تراج"
افریقہ سوم "اوگ"

یہ کل تعداد اٹھائیس۲۸ جیوش ہوئی۔ یعنی تراجن کے زمانے کے جیوش سے دو کم رہ گئے کیونکہ جیش نہم کو برطانیہ کی لڑائیوں میں اور بست و دوم "دیوتور" کو یہودیہ کے محاربات میں اس قدر نقصان پہنچا تھا کہ وہ فہرست سے غائب ہوگئے لیکن اس کے متعلق کوئی بلاواسطہ شہادت ہمارے پاس نہیں ہے اور اسلئے یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ جیش کس زمانے میں فہرست سے خارج اور نابود ہوئے۔

باب بست و ہفتم

عہد انتونی نوس پایوس (۱۳۸ء تا ۱۶۱ء)

ذیلی عنوان:- (۱) انتونی نوس کی تخت نشینی۔ ہادریان کی تقدیس۔ انتونی نوس کا خاندان اور ابتدائی زمانہ۔ فاوس تینہ (خورد) اور مارکوس اوریوس کی شادی مارکوس دوسیوس کا مرتبہ؛ (۲) انتونینوس کے اوصاف ملکداری۔ ہادریان کے اصول کے خلاف رجعت۔ مالیات۔ (۳) امن وصلح کی حکمتِ عملی پارتھیہ کے ساتھ تعلقات؛ (۴) برطانیہ۔ دیوارِ انتونینوس؛ (۵) قانون کی تاریخ میں اس عہد کی اہمیت۔ اس کے نئے قوانین کی خصوصیات۔ مجلس شوریٰ کے ماہرین قانون۔ گایوس؛ (۶) غلاموں کی بہتر حالت۔ فوجداری قوانین کی اصلاح "ہیومی لیور" اور "ہونس تیور" کا قانونی امتیاز۔ (۷) سلطنت کا مذہب انتونینوس کے زمانے میں (۸) انتونینوس کی خانگی زندگی۔ فاوستینہ (کلاں) کا رویہ۔ فرونتو کی خط کتابت؛ (۹) دربار کے فلاسفہ۔ شاہی تصور۔ (۱۰) انتونینوس اور پولموں۔ (۱۱) انتونینوس کی تصویر جو مارکوس اوریوس نے کھینچی ہے۔ (۱۲) انتونینوس کی وفات۔ (۱۳) اس کی تقدیس وتائہ۔

فصل اول۔ انتونینوس کا نظم ونسق

(۱) رومی امرا جو ہادریان سے بیزار تھے، اس کی موت سے بھی خوش ہوئے ہوں گے۔ اور تیتوس انتونی نوس کی تخت نشینی پر کسی قسم کی دقت پیش نہیں آئی مجلس اعیان

تو ستوفی بادشاہ پر تبری بھیجکر اپنی نفرت کا اظہار کرنے پر آمادہ تھی لیکن اس بغض کو انتونینوس کے اثر نے فی الجملہ کم کردیا اور شاید اہل مجلس کو سپاہیوں سے بھی خوف ہوا جن میں ہادریان بہت محبوب و ممدوح تھا۔ غرض متوفی باضابطہ دیوتاؤں کے زمرے میں شامل کرلیا گیا۔ بائیہ سے اس کی نعش رومہ لائے اور اُسی کے تعمیر کردہ مقبرے میں دفن کردیا۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ "پایوس" (بمعنی "سعید") کا نام انتونی نوس کو اسی سعادت مندی کی بنا پر دیا گیا تھا جو اس نے اپنے مُنہ بولے باپ کی تکریم و تقدیس میں دکھائی۔ یہ نام ۱۳۸ء کے اواخر سے کچھ پہلے اس نے اختیار کیا لیکن مذکورۂ بالا قول کچھ یقینی نہیں ہے اور دیگر اہلُ الرّائے کے نزدیک یہ اسے اپنے عام اوصاف حمیدہ اور نرم خوئی کی وجہ سے حاصل ہوا!

انتونینوس کا خاندان نماؤسوس (واقع ناربونن سس (غالوی)) کا تھا اور غالباً اس مقام پر وہ دنگل جس کے کھنڈر ابھی تک نظر آتے ہیں اور وہ حوض جسے "بان دگارڈ" کہتے ہیں، اسی بادشاہ نے بنوائے تھے۔ اس کا باپ اور دادا دونوں قنصلی مرتبے کے امیر تھے۔ خود اس نے حسب معمول اعلےٰ عہدوں کے سب مدارج طے کئے اور اطالیہ کے چار قنصلی حکام میں نیز صوبہ داری پر اس کا تقرر ہوا۔ اس کی شادی الیوس دروس کی بہن انیہ گالریہ فاوس تینہ سے ہوئی جس سے دو بیٹے ہو کر بچپن ہی میں مر گئے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ ہادریان نے وصیت کی تھی کہ انہی میں ایک بیٹی جو اپنی ماں کی ہمنام تھی لوسیوس دروس سے بیاہی جائے اور خود دروس کی بہن کی شادی مارکوس اوریلوس سے ہو۔ لیکن چونکہ دروس ابھی بالکل کمسن تھا لہٰذا انتونینوس نے اس تجویز کو اس طرح بدل دیا کہ فاوس تینہ کی شادی اوریلوس کے ساتھ کردی (غالباً ۱۴۵ء میں) پھر چند ہی روز بعد اوریلوس کو امارت نالک اثری ہوئی اختیارات اور نیز یہ شاہی امتیاز کہ مجلس کے ایک ہی زمانۂ اجلاس میں پانچ تجاویز پیش کرسکے اعطا کرکے اسے شریک شاہی بنا لیا۔ اسے "قیصر" کا لقب بھی حاصل ہوا جس کے معنی یہ تھے کہ بادشاہ کا ولی عہد وہی ہے بالفاظ دیگر ہادریان کی زندگی میں جو رتبہ خود انتونینوس کا تھا وہی اب مارکوس اوریلوس کو حاصل ہوگیا۔ بایں ہمہ حکومت میں مارکوس کا کوئی عملی حصہ نہ تھا اور نہ اسے خطاب "امپراطور" حاصل تھا۔ ان امتیازات میں انتونینوس کے دوسرے متبنیٰ دروس کا کوئی حصہ نہ تھا۔ اس کی تصویر تو بے شک شاہی سکوں پر کندہ کی جاتی تھی لیکن وہ خطاب قیصر سے ممتاز

نہ تھا بلکہ صرف "اوگستوس فیلیوس" (= فرزند اغسطس) کہلاتا رہا۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دو دو مساوی اقتدار کے بادشاہوں کو اپنا جانشین بنانے کی کوئی تجویز انتونینوس کے ذہن میں نہ تھی اس نے طے کرلیا تھا کہ میرا وارث مارکوس اوریلیوس ہی ہو اور پھر یہ آیندہ خود مارکوس کی صوابدید رہے کہ وہ چاہے تو اپنے بھائی وروس کو رتبۂ قیصری عطا کردے۔

(۲) دور قدیم کی متفقہ رائے انتونینوس کو نہایت محترم شخص قرار دیتی ہے۔ وقار و تمکنت کے ساتھ وہ نیک خو اور ملنسار بھی تھا اور ہر شخص سے اس نے خراج تحسین وصول کیا۔ سلطنت کے سب سے بڑے مرتبے پر پہنچنے سے بھی اس کے اخلاق و آداب میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اپنی خانگی زندگی میں وہ ہمیشہ نہایت سادہ اور اعتدال پسند آدمی رہا۔

لیکن انتونینوس کے اخلاق کیسے ہی اچھے ہوں، فن ملکداری میں اسے کوئی بڑا مدبر تسلیم کرنا دشوار ہے۔ سلطنت اگر اس کے زمانے میں دولت امن سے متمتع ہوئی تو اس کا اصلی سبب ہادریان کی محنت و سرگرمی تھی نہ کہ خود انتونینوس کی کوئی سعی۔ دوسری طرف، ہادریان کی صلح پسندی کی تقلید میں وہ ضرورت سے زیادہ بڑھ گیا اور آیندہ، اپنی وفات کے بعد، سلطنت کے حق میں سخت پریشانیوں کا سامان پیدا کرگیا۔ وہ نہ صرف جدت و اجتہاد کے اوصاف سے عاری تھا بلکہ اتنی ہمت و نظر بھی نہیں رکھتا تھا کہ ہادریان نے جن نئی راہوں کی سنگ اندازی کردی تھی انہی کو اور زیادہ تیار کرے۔ اس کیلئے سے ایک مستثنیٰ شمالی برطانیہ کی دیوار ہے۔ رہا نظم و نسق تو اس میں انتونینوس کے زمانے میں اگر کوئی تبدیلی ہوئی بھی تو وہ ترقی معکوس تھی۔ مثلاً اطالیہ میں جو چار نئے صدر عدالت مقرر ہوگئے تھے۔ انتونینوس نے انکا عہدہ توڑ دیا۔ اس میں دراصل مجلس اعیان کی رعایت مدنظر تھی اور مجموعی طور پر انتونینوس کی ساری حکمت عملی پر اسی قسم کی رعایت کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ جو اس کے عہد کو ہادریان کے زمانے کے مقابلے میں بطور عہد رجعت ممتاز و نمایاں کرتا ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ اگر وہ ایسا ہی خوش اخلاق لیکن بہ حیثیت حکمران زیادہ قوی ہوتا اور مجلس اعیان کی اتنی پاسداری نہ کرتا، تو اس کے اوصاف و حالات بھی کسی دوسرے ہی پیرائے میں ہمارے سامنے آتے۔

صوبوں کے معاملات میں، بجز وصول محاصل کی زیادتیوں کا سدباب کرنے کے، انتونینوس نے اور کوئی دردسری نہیں اٹھائی اور شاید اپنے عہد حکومت میں ایک دفعہ کے سوا اطالیہ سے باہر بھی نہیں گیا۔ وہ بادشاہی سیاحتوں کو اس بنا پر ناپسند کرتا تھا کہ اس کے مصارف سے صوبے کی رعایا کو زیر باری ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ اس معاملے میں یہ واقعہ بھی اسے متاثر کئے بغیر نہیں رہا کہ ہادریان کا اتنی اتنی مدت تک رومہ سے باہر رہنا اہل رومہ کو اچھا معلوم نہیں ہوا بلکہ آزردگی کا سبب ہوا تھا۔ بایں ہمہ مختلف صوبوں میں ہم سڑکیں اور بعض اور سرکاری عمارات بننے کا حال پڑھتے ہیں جیسے رام بسیس میں نپتون دیوتا کا مندر۔ صوبہ کے والیوں اور دوسرے عہدہ داروں کے متعلق، اس نے یہ معقول طریقہ اختیار کیا تھا کہ انھیں اپنے عہدوں پر زیادہ عرصے تک برقرار رکھا جائے۔

مالیات میں انتونینوس کے طرز عمل سے احتیاط وکفایت شعاری نمایاں ہیں۔ اس کے متعلق اگر کوئی ذم کا کلمہ کہا گیا تو وہ یہی تھا کہ وہ "پنیریا" یعنی خسیس ہے۔ اس کے دربار میں کسی قسم کا اسراف جائز نہ رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ محاصل میں کمی کر دینے کے باوجود جب وہ مرا تو شاہی خزانے میں دو ارب ستر کروڑ سترکہ (دو کروڑ دس لاکھ پونڈ) جمع تھے۔ بایں ہمہ لوگوں کو کھلانے پلانے میں وہ بہت دریا دل تھا اور اس کے عہد میں نو مرتبہ ضیافتِ عام کی گئی۔ میلے تماشوں کے انتظام میں بھی وہ اپنے اسلاف سے کچھ کم فیاض وعالی حوصلہ نہ تھا۔ ۱۴۷ء میں اس نے پائے تخت رومہ کی نہ صد سالہ سالگرہ پر "لودی سیکولاری" کا جشن بھی برپا کیا۔ "ہادریان دیوتا" کا مندر تعمیر کرنے کے علاوہ ہادریان کے مقبرے کی بھی اس نے تکمیل کی۔

(۳) جیسا کہ ہم نے بیان کیا، ہادریان کے سرحدی انتظام واستحکام کا نتیجہ یہ تھا کہ انتونینوس کے عہد میں بھی امن امان رہا۔ بجز برطانیہ کے جہاں اچھی خاصی لڑائیاں ہوئیں، دوسرے صوبوں میں جو ہنگامہ و فساد ہوئے وہ اس قابل نہیں ہیں کہ انھیں جنگ کے نام سے یاد کیا جائے۔ مثلاً ڈینیوبی صوبوں کے والیوں کو داکیہ میں ایک شورش سے سابقہ پڑا۔ یونان میں بعض کوس تو بوکس قبائل نے اچانک

ایک قزاقانہ یورش کی (یہ قبائل غالباً سرماشی قوم کے تھے) اور اضلاع فوکیس میں الاتیا تک بڑھ آئے۔ تاوریکا کے اسکیشی ترکتازوں سے ادلبیا کو بچانے کی ضرورت پڑی اور ملک ارمنیہ سے بھی کئی مرتبہ الان قبائل کو مار مار کر ہٹایا گیا۔ ایشیا میں یہودیوں نے اور افریقہ میں مُوروں نے بعض ہنگامے برپا کئے۔ مصر میں بھی ایک بغاوت رونما ہوئی جسے فرو کرنے کے لئے خود بادشاہ کو اطالیہ چھوڑنی پڑی اور اس کے طویل عہد حکومت میں ظاہرا یہی ایک موقع تھا (قیاساً ۱۵۱ء) جب کہ وہ کسی بیرونی صوبے میں گیا۔ اسی زمانے میں ولوگیسس چہارم سے بھی ارمنیہ کے متعلق اختلافات پیش آئے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملے میں انتونینوس کی امن پسندی نے دبنا گوارا کر لیا اور دفع الوقتی کی خاطر مستقل فیصلے کے فوائد سے ہاتھ دھو لئے۔ چنانچہ گو ۱۵۵ء میں صلح ہو گئی لیکن انتونینوس کے جانشین کے وقت میں جنگ چھڑے بغیر نہ رہی۔ بایں ہمہ ہمسایہ اقوام میں سلطنت رومہ کی جو شہرت و نیکنامی اس زمانے میں تھی، اُس کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے کہ کوکیس کے قبائل لازی اور (جنوب مشرقی جرمانیہ کے قبائل کوادی نے رومی شہنشاہ سے اپنے ہاں کے امیر مقرر کرنے کی درخواست کی۔

(۴) سلطنت رومہ کے دوسرے حصوں کی خاموشی برطانیہ میں صدائے جنگ کو اور بھی نمایاں کر دیتی ہے۔ یہاں بری گانت قبائل نے سرکشی کی اور للیوس ییری کوس جیش سالار نے انھیں شکست دے کر پوری طرح مغلوب و مطیع کیا (۱۴۲ء) اسی سردار کی نگرانی میں کلوٹا اور بدوت ریا (کلایڈ و فورتھ) کی کھاڑیوں کے درمیان جہاں برطانیہ کی چوڑائی سب سے کم ہے ایک نیا حصار بنایا گیا۔ کام کا آغاز ۱۴۲ء سے ہوا۔ یہ جنگی مورچے اس وسیع پیمانے پر نہیں بنائے گئے تھے جیسے کہ ہادریان نے تعمیر کئے بلکہ یہ صرف ۱۲ گز کے قریب چوڑی اور کوئی ۸ گز گہری خندق تھی جس کے پیچھے کچی دیوار (جسے اب "گریہام کا پشتہ" کہتے ہیں) کھینچ دی گئی۔ ہادریان کی دیوار کی مثل یہ پہاڑیوں کے کنارے پر نہیں بنائی گئی تھی بلکہ مسطح میدان میں تھی اور فورتھ کے کنارے (کاری ڈن) سے کلایڈ کے کنارے (ویسٹ کلپاٹرک) تک تقریباً (۳۷) میل لمبی تھی۔ خندق کے جنوب میں ایک فوجی سڑک تیار ہوئی۔ اور اس پر کئی جنگی

پڑاؤ بھی بنے جن کے گرد احاطے کی دیوار اور کھائی تھی۔ ان لشکرگاہوں کے شمالی پہلو سے وہی کچی دیوار گزری ہے اور اس لئے اُدھر کوئی راستہ آمد رفت کا نہیں چھوڑا گیا۔ بایں ہمہ اس انتونینوس کی دیوار کا مطلب ہادریانی فصیل کی شل یہ تھا کہ اندرونی مقبوضات کا تحفظ ہو اور شمال کے بیرونی علاقوں پر پیش قدمی کے لئے ایک آسرا مل جائے۔ بہ الفاظ دیگر رومی حکومت نے پورے جزیرے کو زیرنگیں کرنے کا خیال ہاتھ سے نہ دیا تھا۔ اس کی سب سے اچھی شہادت یہ واقعہ ہے کہ انتونی نوس کی دیوار کے یہ پڑاؤ شمال میں رومیوں کی سب سے آخری چوکی نہیں تھے۔ آج بھی اسٹرلنگ کے شمال میں موضع ارڈکر پر ایک رومی پڑاؤ کے بعض آثار نظر آتے ہیں

انتونینوس کی برطانیہ میں یہ جنگی سرگرمی اُس ملک کے حق میں فالِ نیک ثابت ہوئی اور آئندہ (۶۰) ساٹھ برس تک یہاں امن والطمینان کا دور دورہ رہا اور اسی نظر کو دیکھکر خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ بادشاہ ڈینیوب اور مشرقی سرحد پر بھی اسی قسم کی مستعدی سے کام لیتا تو غالباً سلطنت کے حق میں زیادہ مفید ہوتا اور وہ مصائب جو اس کے جانشین کو بھگتنے پڑے پیش نہ آتے۔

(۵) لیکن انتونی نوس کے عہد صدارت کی خاص وقعت وامتیاز وضع قوانین کے میدان میں ہے۔ اسی حق کوشی اور انصاف پسندی نے، جس نے اس کی خارجی حکمت عملی کو ایک حد تک کمزور بنا دیا تھا، قانون سازی اور تفقہ میں اسے خاص مہارت بخشی۔ رومی قوانین کی تاریخ میں اس کا زمانہ کسی ایک ایسی جامع اصلاح کی وجہ سے جیسی کہ ہادریان کے دوامی مجموعۂ قوانین کی تہذیب تدوین تھی، یادگار نہیں، بلکہ اس کا وجہ امتیاز وہ جذبہ ہے جو انتونی نوس کے قوانین کی تہ میں مضمر تھا۔ وہ سب سے زیادہ زور عدل پر دیتا ہے۔ اور اگر ایک طرف نئی نئی باتیں نکالنے یا تحریری قوانین میں بیجا تحریف وتصرف کرنے کا مشتاق نہیں تو دوسری طرف ایسا ضعیف الاعتقاد بھی نہ تھا کہ قانون کے الفاظ پر دین وایمان رکھتا ہو اور اس میں کوئی ردوبدل ہی جائز نہ سمجھے۔ اس نے ہر قانونی اصلاح میں انسانی ہمدردی کو پیش نظر رکھا اور اسی بنیاد پر رومی قوانین میں بعض نئے اور قابل قدر

اصول قایم کئے۔ دادرسی کے متعلق اس نے اپنا اصول خود ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے کہ "گو مروجہ قواعد کی معمولی سبب بخلاف ورزی کرنی کسی طرح درست نہیں تاہم جب عدل کا صریح تقاضا اس کے خلاف ہو تو مداخلت لازمی ہے"[1]

قوانین کی تشریح و تنقیح عہد انتونی نوس کی وجہ امتیاز ہے اور اسی سرگرمی نے آیندہ صدی کے آغاز میں رومی قانون کے عہد عروج کا رستہ تیار کیا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ سب کام کسی نہ کسی حد تک ہادریان کی اُسی اصلاح کردہ مجلس شوریٰ کے رہین منت ہیں جس کا گذشتہ باب میں ہم حال بیان کر چکے ہیں۔ ہادریان کے اہل شوریٰ میں سے ایک مشہور ماہر قوانین **سالویوس جولیانوس** جس نے نظائر عدالت کی تدوین کی تھی۔ انتونی نوس کے زمانے میں بھی بہت کچھ کام کرتا رہا اور اسی بادشاہ نے اس کو قنصل اور کوتوال شہر کے عہدے پر ترقی دی۔ خاص انتونی نوس کے مشیر و مددگار پانچ علمائے قوانین تھے:۔ **ال فلویوس ابرنیوس والنس** جو قانون پر کئی رسالوں کا مصنف ہے۔ **ال ولوسیوس مکیانوس** جس نے املاک موصیہ پر بہت بڑی کتاب لکھی اور یہی شخص **مارکوس** اور **لیوس** کو قانون کی تعلیم دینے کے لئے بھی منتخب کیا گیا۔ **ال۔ اپلیوس مارسلوس**، جو بہت سی کتابوں کا مصنف ہے۔ اور دو اور ان میں سے بعض جیسے مارسلوس مذہب پر وکیوس کے پیرو تھے اور بعض (جیسے والنس) سابی نوس کے شاگرد تھے۔ گویا بادشاہی مجلس شوریٰ کے فیصلے ان دونوں متضاد مذہبوں کے بین بین ہوتے اور قانون کے ہر پہلو کی تنقیح کا موقع مل جاتا۔ قانون کی تعلیم کا عام طور پر جیسا شوق اس زمانے میں لوگوں کو ہو گیا تھا اس کا اندازہ **گایوس** کی "کتاب الآئین" سے ہوتا ہے جس میں مبتدیوں کے لئے قانون کے مبادی جمع کئے ہیں۔ یہ غالباً سنہ ۱۶۱ء میں شایع ہوئی تھی مگر مصنف کے متعلق ہمیں بالکل کچھ معلوم نہیں حتیٰ کہ اس کے نام میں بھی شبہ ہے۔

(۶) یہ بات زیر بحث آچکی ہے کہ دور بادشاہی کا ایک میلان یہ بھی تھا کہ

[1] دیکھو "کتاب تشریحات" جلد چہارم۔ باب اول صفحہ ۷

غلاموں کی حالت کو بہتر بنایا جائے اور اسے انتونی نوس نے بڑے شدّ و مدّ سے تقویت پہنچائی۔ اس نے اس قسم کے قوانین بنائے جن سے غلاموں کے آزادی حاصل کرنے میں سہولتیں پیدا ہوں۔ اس بارے میں اُس کے طرزِ عمل کا اندازہ ذیل کے فیصلے سے بخوبی ہو سکتا ہے:۔ ایک کنیز مالک کی وصیت کی رو سے آزادی حاصل کرنے والی تھی۔ مگر اتفاقی اسباب سے اس میں دیر ہو گئی اور اس اثنا میں اس کنیز کے بطن سے اولاد ہوئی۔ لہٰذا سوال پیدا ہوا کہ آیا یہ بچے آزاد سمجھے جائیں یا غلام۔ انتونینوس نے فیصلہ کیا کہ بچوں کو آزاد تسلیم کیا جائے کیونکہ یہ انصاف کی بات نہ تھی کہ محض اُن اتفاقی واقعات کی بنا پر جن سے ماں کے آزاد ہونے میں تاخیر ہوئی۔ بچوں کو ایسا سخت خمیازہ بھگتنا پڑے۔

یہ اصول کہ ملزم کو تفتیش و تحقیقات سے قبل مجرم نہ سمجھا جائے (جسے آج کل عقلاً تو سب تسلیم کرتے ہیں مگر عملاً کبھی کبھی اس کے بالکل خلاف عملدرآمد ہوتا ہے) سب سے پہلے انتونی نوس ہی نے تعزیری معاملات میں مروّج کیا۔ ایک اور اصول اس نے یہ مقرر کیا کہ جرائم کی تحقیقات مقامِ واردات ہی پر کی جائے اور وہیں عدالت سزا کا فیصلہ سنائے۔ تفتیش کے موقع پر غلاموں کو جو ایذائیں دی جاتی تھیں ان میں بھی بعض قیود کے ذریعے کمی کرائی۔ چنانچہ چہاردہ سال سے کم عمر کے لڑکوں کو جسمانی اذیت دینا ممنوع کر دیا۔ اگرچہ اس میں بعض مستثنیات تھیں۔ اگر کوئی شخص اس نیکدل بادشاہ پر یہ اعتراض کرے کہ اس نے اذیت رسانی کے طریقے کو بالکل کیوں نہ منسوخ کر دیا تو یہ اعتراض ایسا ہی مہمل ہوگا جیسا کہ غلامی کو کلیتاً منسوخ نہ کرنے کا اعتراض۔ سچ یہ ہے کہ ان دونوں طریقوں کو کم کرنے میں انتونی نوس نے جو کچھ کیا وہی بہت کچھ تحسین و آفرین کا مستحق ہے لیکن ان میں سے کسی کو بالکل مٹا دینا اس کے عہد میں کسی شخص کے خیال میں بھی نہ گزر سکتا تھا۔ ادر مسیحی ممالک میں تھوڑے عرصے پہلے تک اذیت دہی کا عام رواج اس بات کا ثبوت ہے کہ لوگ اس بُرے طریقے کو کیسا ضروری خیال کرتے تھے۔

انتونی نوس کے تعزیری قوانین کی سب سے قابلِ تعجب خصوصیت لوگوں کے فرقِ مراتب کا لحاظ ہے بادشاہی زمانے میں آزاد شہریوں کے دو طبقے

"ہیومی لیور" یعنی ادنیٰ درجے کے لوگ اور "ہونس تیور" یعنی بلند مرتبہ اشخاص، شروع سے مسلم تھے اور اس امتیاز کا معیار زیادہ تر دولتمندی ہوتا تھا کہ "ہونس تیور" صاحب ثروت ہوتے اور "ہیومی لیور" کا لفظ مفلسوں کی نسبت استعمال کرتے۔ مگر انتونی نوس کے زمانے میں یہ نظری امتیاز قانوناً تسلیم کر لیا گیا اگرچہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیا اس فرق مراتب کو سرکاری طور پر بھی اس سے پہلے کسی نے تسلیم کیا تھا یا نہیں۔ بہر حال اس میں تو کلام نہیں کہ قانون میں یہ فرق پہلی دفعہ صریحاً اور سرکاری طور پر اسی کے زمانے میں تسلیم کیا گیا۔ اور شریف و عامی میں عدالت فرق و امتیاز کرنے لگی۔ ایک ہی جرم کے لئے جب کہ وہ مختلف رتبے کے اشخاص نے کیا ہو، مختلف سزائیں قرار دی گئیں۔ اس قول پر کہ "جیسا آدمی ویسا قانون کا حکم" صرف عدالت ہی کا عمل نہ تھا بلکہ خود مقننّ نے اسی اصول کو پیش نظر رکھکر قوانین بنائے اور یہ اصول وہ تھا کہ کسی شخص کو اس سے اختلاف بھی نہ ہوا۔

(۷) اپنے اسلاف سے انتونی نوس یہ اختلاف بھی رکھتا ہے کہ وہ ذاتی طور پر مذہبی آدمی، اور اپنے قومی دیوتاؤں کی پرستش کا دل سے معتقد تھا۔ ورنہ اغسطس کی مذہبیت زیادہ تر حکمت عملی پر مبنی تھی۔ تراجن بے پروا اور ہادریان بدعقیدہ سا بادشاہ تھا۔ لیکن انتونی نوس ان مذہبی فرائض کا جو موبد اعظم ہونے اور دوسری مذہبی جماعتوں میں شرکت کی وجہ سے اس پر عائد ہوتے تھے، بہت پاس و لحاظ کرتا تھا اور اسی لئے اس معاملے میں لوگ اسے نیوما سے نسبت دیتے تھے۔ مجلس اعیان کی طرف سے سرکاری مذہب اور مذہبی رسوم ادا کرنے میں اتنی گرم جوشی دکھانے کی بنا پر انتونی نوس کی ایک یادگار قایم کی گئی تھی۔ فرونتو کے مکتوبات سے بھی جو مارکوس کو لاطینی بلاغت کی تعلیم دیتا تھا۔ مترشح ہوتا ہے کہ خاندان شاہی کے حلقے میں خاصی دینداری کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی قومی مذہب کے ساتھ اسی گرم جوشی کے سلسلے میں بادشاہ کو روما کے تاریخی قصص، و آثار سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ نہم صدسالہ کے موقع پر جو سکے کندہ ہوئے ان میں اینیاس کا لادی نیم میں ورود، مدیوکیس اور رموس (رمیس) کی ولادت، نیوما کی ڈھالیں، انویوس کاہن کی کرامتیں ہوراشیوکلس

کے کارنامے اور اسی قبیل کے اور واقعات کی، جو روما کے افسانۂ کہن سے تعلق رکھتے تھے۔ تصویریں دکھائی گئی ہیں۔ ارکادیہ میں روواندر کے وطن پلان تیم کو ترقی دے کے شہر بنا دیا گیا۔ اور انیاس کے شہر آلیم کو سرکاری معافی عطا ہوئی۔ اسی طرح لاوی نیم کو نئی رعائتیں دی گئیں، لیکن روما کی روایات اور بت پرستی سے اس قدر عقیدت کے باوجود انتونی نوس دوسرے مذاہب سے کوئی تعصب نہ رکھتا تھا۔ عیسائیوں کے خلاف جو قوانین بنائے گئے تھے انھیں اس نے منسوخ تو نہیں کیا لیکن مذہبی جور و تعدی کو ایک حد تک روکنے کی کوشش کی[1]

فصل دوم۔ انتونی نوس کے ذاتی حالات

اور وفات

(۸) عہد انتونی نوس کی ایک قابل غور خصوصیت یہ ہے کہ وہ سنگین و اہم واقعات سے خالی ہونے میں منفرد ہے اور جنگ کے ہنگامے یا نظم و نسق کی تبدیلیوں سے فرصت پا کر ہماری توجہ خواہ مخواہ بادشاہ کی شخصیت اور ذاتی حالات کی طرف منعطف ہو جاتی ہے۔ دوسرے خاندانِ شاہی کی سیدھی سادی روزمرّہ زندگی اور وہ امن و سکون جس میں ان کا وقت گزرتا تھا۔ اور جن کی فرونتو کے مکتوبات میں ہمیں جا بہ جا جھلک نظر آتی ہے غالباً اس عہد کے فراغ و اطمینان کا تخیل پیدا کرنے میں سب سے اچھے معاون ہیں۔ ۱۴۰ء (یا ۱۴۱ء) میں ملکہ فاوس تینہ مری تو بادشاہ کو سخت صدمہ پہنچا۔ وہ اس بیوی کا دل سے شیفتہ تھا جس کے گواہ خود اس کے وہ الفاظ ہیں جو اس نے فرونتو کو ایک خط میں لکھے تھے۔ فرونتو نے مجلس اعیان میں فاوس تینہ کی مدح و ستائش کی تھی اور اسی پر انتونی نوس اُسے لکھتا ہے کہ "تمہاری

[1] ملاحظہ ہو آیندہ باب سیم۔ عنوان ۱۲

تقریر کا وہ حصہ جو میری فاوستینہ کے اعزاز و اکرام سے (جسے تم اغسطہ کے لقب سے یاد کرتے ہو) متعلق ہے فصاحت سے بڑھ کر حقیقت پر مبنی ہے۔ کیونکہ جو کچھ تم نے کہا وہ واقعیت کے بالکل مطابق ہے۔ اگر وہ میرے ساتھ ہو تو گیاروس کی جلا وطنی کو میں اس محل شاہی کی زندگی پر ترجیح دیتا ہوں جس میں فاوستینہ میرے پاس نہ ہو"

فاوستینہ صاحب جمال عورت تھی اور اس پر طرح طرح کی تہمتیں تراشی گئی تھیں مگر بداطواری کے ان الزامات کی کوئی قطعی تصدیق نہیں ملتی جو افواہ عام نے اس کے سر تھوپے تھے۔ دوسرے یہ تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خود انتونی نوس کو اپنی بیوی پر کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ وفات کے بعد وہ اس کے اعزاز و احترام میں برابر اضافہ کرتا رہا۔ اس کو دیوتاؤں کے زمرے میں داخل کیا گیا۔ اس کے نام کا مندر تعمیر ہوا اور اس کی پرستش کے لئے پجارنیں مقرر کی گئیں۔ سرکنشیہ کے تہوار میں اس کی مورت منظر عام پر نمایاں کی گئی۔ مدارس مساکین کے لئے (نروا اور تراجن کے نظام مدارس کے سلسلے میں) ایک نیا وقف صرف یتیم لڑکیوں کے لئے جاری ہوا جو "فوس تی نیانی" کہلاتی تھیں۔ بادشاہ نے اس بیوی کے بعد کوئی دوسری شادی بھی نہیں کی کہیں اس کے خاندان کے امن و راحت میں خلل نہ واقع ہو۔ ایک آزاد شدہ کنیز گالریہ لی سیس ترانہ اس کے پاس بہ حیثیت حرم کے رہتی تھی اور اہل روما میں یہ تعلق اگرچہ شادی سے کم رتبہ، لیکن ایک قانونی چیز مانا جاتا تھا اور اس میں خاص خاص حقوق بھی ہوتے تھے۔ بادشاہوں کا اس طرح حرم رکھنا، ان کے ایک غیر کفو میں شادی کرنے کے مرادف سمجھنا چاہیے۔

(۹) انتونی نوس کے دونوں لے پالک بیٹے برابر اس کے پاس رہتے تھے۔ اور انتونی نوس اور مارکوس کے درمیان ایک سچی محبت و ہم خیالی کا رشتہ پایا جاتا تھا۔ اس کی شہادت فرونتو کے مکتوبات اور خود مارکوس کے "متفکرات" سے حاصل ہوتی ہے۔ خاندان شاہی کی سکونت روما میں پلاتین کے شمالی جانب تی بریوس کے مکان میں تھی اور بادشاہ اپنے احباب کے ساتھ یہاں اسی طریق سے ملتا جلتا تھا جیسا رتبۂ بادشاہی پر فائز ہونے سے پہلے اس کا معمول تھا۔ رسمی باتوں کا اسے شوق نہ تھا اور شدت سے آداب مجلس کی پابندی کو پسند نہ کرتا تھا چنانچہ ملاقات کے وقت

وہ اکثر بجائے شاہی عبا کے معمولی قمیص پہنے رہتا تھا۔ بایں ہمہ اسے چار وناچار ملازمین کی اس کثرت کو گوارا کرنا پڑتا تھا جو رفتہ رفتہ شاہی محل کے لوازم میں داخل ہو گئی تھی۔ اور مثال کے طور پر اگرچہ وہ لباس میں حد درجہ سادگی برتتا تھا تاہم توشک خانے کے کئی کئی عہدہ دار نوکر تھے۔ دربار میں ایک شخص محض آنے والوں کا نام پکارنے پر مقرر تھا (یعنی نومن کلاتور = نقیب) ایک سی لن تیاریوس (ادب آموز) تھا جسے صرف غلاموں کو خاموش رکھنے کی خدمت سپرد تھی۔ ایک پداگوگس ہیور دارم ہوتا کہ غلاموں کی تعلیم و تربیت کرے اور اسی طرح اور بہت سے ملازمین تھے۔ علم ادب اور فلسفہ سے انتونی نوس کو وہ شغف نہ تھا جو ہادریان کا امتیازی وصف ہے لیکن وہ اہل علم کی سرپرستی کرتا اور انھیں اپنے متبنیٰ بیٹے کی خاطر دربار میں جمع کرنا چاہتا تھا اور یہ بیٹا واقع میں ایسے باکمالوں کا قدر دان تھا۔ انہی میں **ام کورنلیوس فرونتو** ہے جس کی بادشاہ اور اپنے شاگرد مارکوس دونوں سے بے تکلف دوستی کے تعلقات تھے۔ مارکوس کا یونانی بلاغت کا استاد ہیرودس اتی کوس بھی بہت معزز و مقرب تھا اور فلسفۂ رواقیہ کا استاد **جونیوس روس تی کوس** جس نے نوجوان قیصر کے خیالات پر بہت کچھ اثر ڈالا، درباریوں کے زمرے میں داخل ہے۔

لیکن انتونی نوس اور اس کے گھر والوں کی سب سے دلپسند تصویر دیکھنی ہو تو وہ شہر روما اور ہادریان کے شاہی محل سرا میں نہیں، بلکہ مضافات اور وہاں کی دیہی بنگلوں میں نظر آئے گی۔ وہ دیہات میں پیدا ہوا اور وہیں پل کر جوان ہوا لہٰذا دیہاتی زندگی سے زیادہ کوئی چیز اسے مرغوب نہ تھی۔ جب موقع ملتا وہ روما سے باہر شارع اورلیہ کے کنارے اپنے لوریم کے مکان میں آرہتا۔ یا تراجن کی کوٹھی واقع کن توم کلا میں جس کے نیچے سمندر لہریں مارتا تھا یا لاتیوم کے موضع سیگنیا میں یا کپانیہ میں چلا آتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے اس کی سب سے پسندیدہ سکونت گاہ لوریم کی کوشک تھی اور یہیں اس نے وفات بھی پائی۔ دیہات میں وہ شکار و سواری و مچھلی کے شکار سے دل بہلاتا۔ مارکوس نے جو خط اپنے عزیز استاد کو لکھے ہیں ان میں اپنے دیہاتی لیل و نہار کو بیان کیا ہے کہ کس طرح سیدھے سادے شغلوں میں، لکھنے پڑھنے گھوڑے کی سواری یا فاد سیتہ (خورد

سے جسے وہ ”میری چھوٹی بہنا“ کہتا ہے فضول گپ کرنے میں وقت گزرتا ہے
ایک جگہ سیگنیا کی فصل انگور کا نہایت دلکش سماں دکھایا ہے۔ کہ بادشاہ اور اس
کے اہل وعیال انگور کھوندنے کے حوض میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں اور دہقانوں
کی ہنسی مذاق کی بابت سنتے جاتے ہیں۔

(۱۰) انتونی نوس اور پولموس سوفسطائی کی ایک نقل مشہور ہے جس سے
اس بادشاہ کی طبیعت کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جن دنوں انتونی نوس صوبۂ ایشیا
کا صوبہ دار تھا وہ سمرنا میں ایک دن بے بلائے یہ سمجھکر پولموں کے مکان میں آیا کہ یہ
سوفسطائی اس کے آنے سے خوش ہوگا۔ پولموں اس وقت موجود نہ تھا لیکن رات
کو گھر آیا تو اس نے صوبہ دار کو اپنے ہاں ٹھیرانا گوارا نہ کیا اور جبر بخت سمیت گھر سے
نکال باہر کیا۔ انتونی نوس اس وقت کچھ نہ بولا اور کسی دوسرے شخص کے مکان میں،
جو اتنا بے مروت نہ تھا، پناہ لی۔ لیکن پولموں کی یہ کج خلقی اسے فراموش نہ ہوئی اور
ہنسی کی باتوں میں بدلہ لینے کے کئی موقعے بھی اس کے ہاتھ آئے۔ چنانچہ جب وہ تخت
نشین ہوا اور پولموں روما آیا تو انتونی نوس نے اس کا خیر مقدم کیا اور نوکروں سے
کہنے لگا ”پولموں کے اترنے کے لئے کمرے خالی کراؤ اور خیال رکھنا کہ کوئی اسے
دروازے سے باہر نہ کر دے“ پھر ایک مرتبہ کسی نقل دکھانے والے نے اس سے
شکایت کی کہ عین اس وقت جب کہ میری نقل شروع ہونے والی تھی مجھے کھیل
سے جس کا صدر پولموں تھا خارج کر دیا گیا۔ انتونی نوس نے پوچھا ”یہ کس وقت
کا ذکر ہے جب تم کو نکالا ملا؟“ شکایت گزار نے عرض کیا کہ ”دوپہر کو“ انتونی نوس
نے کہا ”خیر۔ مجھے تو اس نے آدھی رات کو گھر سے نکالا اور میں نے کوئی
شکایت نہیں کی!“

(۱۱) لیکن شاید اس کی ذات کا سب سے اچھا تخیل اس تصویر
سے قایم ہوتا ہے جو اس کے متبنیٰ فرزند لے انتونی نوس کی کھینچی ہے۔ مارکوس
اپنے ”متفکرات“ میں لکھتا ہے کہ ”ارادے کی پختگی کے باوجود اخلاق میں نرمی

اور استقلال وجفاکشی کے ساتھ اشیخی سے نفور، کی مثال میں نے اپنے باپ کو دیکھا ہر شخص جو ملکی معاملات میں کوئی مشورہ دینا چاہے اُس تک رسائی پا سکتا تھا اور وہ بلا اشتثنیٰ ہر شخص کی قابلیت کے مطابق اس کا پاس و لحاظ کرتا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ کب آرام لینا چاہیے اور کب محنت وجفاکشی کی ضرورت ہے۔ اس نے مجھے بے اعتدالی سے باز رہنا سکھایا۔ برابر والوں سے برابری کا برتاؤ کرنا بتایا اور اس بات کی تعلیم دی کہ دوستوں کے گلے میں غلامی کا طوق نہ ڈالوں اور نہ محض تلون مزاجی سے ان کو چھوڑ دوں نہ کسی کے ساتھ حد سے زیادہ گہرا تعلق قائم کروں۔ گرم و سرد زمانہ میں خوشدل و مستغنی رہنا ملکی معاملات میں عاقبت اندیشی سے کام کرنا اور بغیر نمائش و تصنع کے چھوٹے سے چھوٹے معاملے کو خود سمجھنے میں عار نہ کرنا، میں نے اُسی سے سیکھا۔ عوام کی تحسین و آفرین سے متاثر نہ ہونے کی قوت، دیوتاؤں کی بلا توہم عبادت اور نوع انسان کی بلا غرض خدمت۔ قلیل شے پر قناعت اور جو کچھ میری دسترس میں ہو اس سے اعتدال کے ساتھ لطف اٹھانا مگر اس کی نامیسری پر کبھی رنج و تاسف نہ کرنا، ان سب کا سبق اسی بادشاہ سے مجھے ملا۔ پھر اسی نے مجھے سکھایا کہ میں نہ سوفسطائی بنوں نہ صاحب مشیخت بلکہ ایک بھولی دنیادار کی طرح رہوں مگر اسی کے ساتھ سچے حکما کی عزت کروں جس کے وہ مستحق ہیں، میل جول میں اخلاق اور تواضع کا برتاؤ کروں، جسم و لباس کو پاک صاف رکھوں اور صحت کے متعلق اس حد تک احتیاط کروں کہ مجھے دوا اور طبیب کی ناگوار احتیاج باقی نہ رہے، اور نیز یہ کہ ہر شخص کی جو قوانین یا کسی اور علم و فن میں خاص مہارت رکھتا ہو، فراخدلی سے قدر و منزلت کروں اور ہر معاملے میں اپنے بزرگوں کے طریق پر چلوں لیکن اس میں کوئی نمود اور شیخی کی ادا نہ ہو۔ . . . میرے باپ نے آخر تک عقل و اعتدال کو کبھی ہاتھ سے نہ دیا۔ نہ اُس نے اپنی ذات کے لئے بڑے بڑے مکان بنائے نہ بے دریغ "معافیات" لوگوں کو عطا کیں اور نہ عوام کو خوش کرنے کے لئے میلے تماشوں میں بے جا روپیہ خرچ کیا۔ وہ ہمیشہ اپنے فرض ادا کرنے کی فکر کرتا تھا نہ اس رائے کا جو اس کے کاموں کے متعلق کوئی قایم کرے۔ شاہی حمام کے استعمال میں وہ حد توسط کا لحاظ رکھتا، لباس میں اعتدال سے کام لیتا اور غلاموں کے شکیل و جمیل ہونے کا کوئی اہتمام نہ کرتا تھا۔ اس کی زندگی اور اخلاق

کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں نہ کوئی شدت و بے اعتدالی تھی نہ بیجا افراط و بے تمیزی
سقراط کی طرح، اس پر بھی یہ قول صادق آتا تھا کہ وہ جس طرح ان چیزوں سے لطف
اٹھا سکتا تھا اسی طرح پرہیز و احتراز بھی کر سکتا تھا، جن سے دوسروں کا پرہیز کرنا
مشکل ہے اور جن سے بے اعتدالی کئے بغیر لوگ تمتع حاصل نہیں کر سکتے"[1]

(۱۲) انتونی نوس کی شکل و صورت جیسا کہ اس کے مجسموں سے معلوم
ہوتا ہے، منقولۂ بالا مزاج و خصلت کے عین مطابق تھی۔ ان مورتوں سے ظاہر
ہوتا ہے کہ اس میں متانت کے ساتھ نرمی، پختہ مزاجی کے ساتھ لطف و مہربانی، اور
خشکی اور گنوارپن کے بغیر گرمجوشی اور مستعدی کے اوصاف تھے؛ سردی لگ جانے
کے اثر سے اس نے (چھہتر برس کی عمر میں) اپنی لوریم کی کوشک میں وفات پائی۔
زندگی کی آخری ساعتوں میں اس نے اپنے جانشین کے متعلق معاملہ صاف کرنا
فراموش نہ کیا۔ فوج خاصہ کے ناظم ال فیوریوس (فابیوس) وبک توری نوس
اور سکستوس کورنلیوس ریپنی تی نوس اس کے بستر کے قریب طلب کئے گئے
اور ان کی موجودگی میں اس نے ویروس کا ذکر کئے بغیر صرف مارکوس اور لیوس کو
اپنا وارث نامزد کیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ "تقدیر" کی طلائی مورت جو ہمیشہ شاہی خوابگاہ
میں نصب رہتی تھی، مارکوس کی خوابگاہ میں منتقل کر دی جائے جو اس بات کی علامت
تھی کہ ولی عہد ہونے کی وجہ سے صدارت اسی کے پاس منتقل ہوگئی۔ پھر اسی وقت
فوج رکاب کا سردار جو پہرے پر تھا، حاضر ہوا اور اس دن کے لئے "ہیلول" کا لفظ پوچھا
بادشاہ نے جواب دیا "اطمینان"، یہی آخری کلمہ تھا جو اس کی زبان سے نکلا اور یہی ایک
لفظ اس کے عہد حکومت کا آئینہ ہے۔ مورخ کوادرانوس کا بیان ہے کہ اس
کی موت نہایت آرام کی واقع ہوئی، جیسے کوئی میٹھی نیند سو گیا۔

(۱۳) جس وقت اس محبوب فرمانروا کی قومی تجہیز و تکفین اور مذہبی

---

[1] استقائہ اول صفحہ ۱۲ انگریزی ترجمہ کسی قدر تصرف کے بعد کیمبرج کی کتاب باب شصت وہفتم سے یہاں نقل کیا گیا ہے۔

تکریم و تقدیس کی تحریک مجلس اعیان میں پیش ہوئی تو ایک آواز بھی مخالفت میں بلند نہ ہوئی۔ ماریوس کی چھاؤنی میں لکڑیوں کا بہت بڑا انبار مخروطی مینار کی صورت میں جمع کیا گیا اور اُس کے اوپر متوفی بادشاہ کا پتلا، ایک رتھ میں استادہ، رکھکر آگ لگا دی گئی جس وقت چتا جل رہی تھی ایک عقاب چھوڑا گیا جو گویا اس بات کی علامت تھی کہ متوفی کی روح دیوتاؤں میں جا ملی چوک میں مارکوس اور لوسیوس ورِدس نے جنازے کے خطبات پڑھے۔ فلاویوسی دنگل میں پہلوانوں کی بہت سی کشتیاں کرائی گئیں جو رسوم موتی کا لازمی جزو تھیں۔

انتونی نوس نے شارع مبارک پر چوک کے قریب ہی اپنی بیوی کے واسطے مندر تعمیر کرایا تھا (۱۴۱ء) اب اسی میں ردّ و بدل کر کے ایسا بنا دیا گیا کہ وہ انتونی نوس اور فاستینہ دونوں کی پرستش کا کام دے سکے۔ روما کی قدیم عمارات جو سب سے اچھی حالت میں محفوظ ہیں، انہی میں سے یہ مندر بھی اب تک سلامت ہے اور اس کے پیش پر یہ کتابہ اب تک پڑھا جاتا ہے:۔

انتونی نو دیوتا اور
دیوی فوستینی۔ ایکس۔ اس۔ سی

باب بست و ہشتم

صدارت مارکوس اوریلیوس

(سنہ ۱۶۱ء تا سنہ ۱۸۰ء)



ذیلی عنوان۔ (۱) مارکوس اوریلیوس کے اوصاف اور حکیمانہ خیالات (۲) اس کا تدبر (۳) لوسیوس وروس۔ دو اغسطس (۴) مارکوس اور مجلس اعیان کے تعلقات (۵) مرکزیت کی ترقی "جوری دیکی کیوراتور" (۶) خزانے کے انتظامات (۷) وضع قوانین (۸) جنگ پارتھیہ جنگ الیجیا۔ ورِدس کا ورود مشرق میں۔ ارمینیہ کی بازیابی۔ سوواؔ اور زیوگما کی لڑائیاں نتیجہ جنگ۔ (۹) وبائے طاعون۔ (۱۰) قوم مارکومانی سے پہلی جنگ۔ جرمن قبائل کے جتھے کی یورش ریتیہ اور اطالیہ پر (۱۱) مارکوس کی مشکلات سے نئے جیوش (۱۲) مارکوس اور وروس میدان جنگ میں آتے اور دشمن کے بعض گروہوں سے صلح کرتے ہیں۔ (۱۳) وروس کی وفات۔ مارکوس کی جنگ اور فتوحات سنہ ۱۶۹ تا سنہ ۱۷۵ء (۱۴) سرماشیہ اور مارکومانیہ کے دو نئے صوبے بنانے کا منصوبہ۔ غنیم سے صلح نامہ (۱۵) اوی دلوس کاسیوس کی بغاوت (۱۶) فاوستینہ۔ کومودوس اغسطس بنایا جاتا ہے (۱۷) دوسری جنگ مارکومانی۔ پاترنوس کی فتح۔ مارکوس کی وفات (۱۸) جنگی مستعمرات کا آغاز ممالک اطالیہ میں۔

فصل اول

مارکوس اور وروس "اغسطین"

(۱) مارکوس اوریلیوس (پیدائش روما سنہ ۱۲۱ء) چالیس سال کا ہو چکا

تھا جب کہ انتونی نوس کے بعد تخت شاہی پر متمکن ہوا۔ اس کا خاندان ہسپانیہ کے ایک قصبے سکوبو (نزد قرطبہ) کا رہنے والا تھا اور اس کا دادا ان جدید اشخاص میں تھا جنھیں دس پاڑیان نے امرا کے طبقے میں داخل کیا۔ مارکوس کا شروع سے رواقیوں کے فلسفے اور ان کے مرتاضانہ اعمال کی طرف میلان تھا۔ بارہ ہی برس کی عمر سے یہ حال تھا کہ اس کی ماں دوقی تینہ لوکلہ مشکل ہی سے اس کو ایسے بچھونے پر جس پر بھیڑ کی کھالیں بچھی ہوں سونے پر آمادہ کیا کرتی تھی۔ اس کی باقی ماندہ زندگی بھی اسی قسم کے زہد خشک میں بسر ہوئی۔ جسم کمزور ہونے کی وجہ سے اسے مجبوراً اپنے قوا کو درست و صحیح رکھنے کا اہتمام اور مشہور حکیم جالینوس اور دوسرے حاذق اطبا سے برابر رجوع کرنا پڑتا تھا۔ لیکن یہ علاج معالجہ وہ محض اپنا فرض سمجھکر کرتا ذاتی طور پر اسے سوائے غور و فکر یا حکما و علما کی صحبت کے اور کسی چیز میں لطف نہ آتا تھا۔

کامل تزکیۂ نفس کی کوشش جس حد تک مارکوس اوریلیوس نے کی کبھی کسی شخص نے نہیں کی [1] اور اس تکمیل کے واسطے دیگر حکمائے رواقیہ کی مثل مارکوس بھی نوع انسان کی خدمت کو ایک ناگزیر شرط سمجھتا تھا۔ اس کی کتاب "منکرات" یعنی ان افکار و خیالات کا مجموعہ جو تخت مصروفیت کے باوجود جب کبھی ذرا مہلت ملی قلمبند کرلئے گئے اور بیشتر مارکومانی جنگ کے دوران میں ڈین یوب کے کنارے کی مختلف منازل کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس میں اول سے آخر تک اس عقیدے کی لہر دوڑتی چلی گئی ہے کہ "وحدت صحیح" میں نہ صرف نوع انسان بلکہ ذات باری تعالےٰ اور تمام کائنات شامل ہے۔ اور ہر فرد کا خاص کام اور مقام علحدہ اور معین ہے۔ فطرت ہر فرد بشر سے اس بات کی خواستگار ہے کہ وہ محض اپنے ذاتی فائدے کے لئے کام نہ کرے۔ بلکہ اس مجموعۂ عظمیٰ کے لئے جسکا وہ ایک جز ہے۔ اور جسکی مجموعی سود و بہبود پر خود اس کی سود و بہبود منحصر ہے۔ گویا دراصل "منکرات" میں یہ بتایا گیا ہے کہ رواقیوں کا نظریۂ "وحدت فی الکثرت" فانی زندگی کی جزئیات پر کیوں کر منطبق کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اس ہدایت

---

[1] - بظاہر مصنف کی مراد یہاں صرف رومی یا یورپ کے باشندوں سے ہے۔ پھر بھی یہ قول شاعرانہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ مترجم۔

کو کہ ہمیں دوسروں کی خدمت کرنی چاہیے اور یہی وہ خاص فعل ہے جس کے لئے ہم طبعاً موزوں بنائے گئے ہیں۔ مارکوس ان الفاظ میں ادا کرتا ہے "جب تو نے کسی شخص کی کوئی خدمت کی تو اس کے سوا اور تجھے کیا چاہیے؟ کیا تو اس پر قانع نہیں ہے کہ تو نے اپنی فطرت کے مطابق ایک فعل انجام دیا اور کیا تو اس خدمت کی کوئی اجرت وصول کرنی چاہتا ہے؟ تو یہ ایسی ہی بات ہے جیسے آنکھ، دیکھنے کا اور پاؤں چلنے کا معاوضہ طلب کریں" فطرت انسانی کی ساخت میں وہ مدنیت کو سب سے اہم عنصر خیال کرتا ہے اور ہر چند خود عزلت نشینی کا میلان رکھتا تھا لیکن اس جذبے کو دبائے رکھنے کی برابر کوشش کرتا رہا۔ ایک جگہ لکھتا ہے کہ "لوگ گوشہ تنہائی کی تلاش کرتے ہیں۔ دیہات میں یا ساحل پر یا پہاڑوں میں سکونت رکھنی چاہتے ہیں۔ اور تجھے بھی ان چیزوں کی رہ رہ کے حرص ہوتی ہے لیکن یہ فی الجملہ بالکل عامیانہ قسم کے لوگوں کی شان ہے۔ کیونکہ یہ تیرے اختیار میں ہے کہ جب تو چاہے گوشۂ دل میں خلوت نشین ہو جائے۔ پھر وہ اسی قسم کی یکسوئی اور اپنے دل سے لو لگانے کی نصیحت کرتا چلا جاتا ہے۔

زندگی پر مارکوس کی نظر زاہدانہ بلکہ افسردگی آمیز ہے۔ کہ اس کے نزدیک وہ چیزیں جن کی زندگی میں بہت قدر و طلب کی جاتی ہے محض فرسودہ اور حقیر و تہی ہیں۔ ان خیالات کے باوجود وہ اپنے مزاج کو بشاش بناتا تھا۔ اور لکھتا ہے کہ یہ تعلیم مجھے استاد ماکسی موس نے دی تھی کہ ہر حال میں، اور بیماری میں بھی بشاشت کو ہاتھ سے نہ دیا جائے گر وہ اصول جن پر مارکوس ہر موقع پر زور دیتا ہے یہ ہیں کہ تمام بنی نوع سے مثل بھائیوں کے محبت کی جائے نقصان و ضرر کو معاف کر دیا جائے اور فرض سے ہر شئے کو قربان کر دیا جائے۔ اور یہ صرف اقوال ہی نہ تھے بلکہ حق یہ ہے کہ وہ اپنے مطمح نظر سے عملاً جتنا قریب پہنچ گیا تھا بہت کم لوگ پہنچے ہوں گے۔

(۲) افلاطون کی پیشین گوئی تھی کہ نوع انسان کے مصائب میں اس وقت تک کوئی کمی نہیں آئے گی جب تک کہ کوئی سچا فلسفی صاحب تخت و تاج نہ ہو جائے یا کوئی صاحب تخت و تاج فلسفی بن نہ جائے۔ آخر اتفاقات زمانہ سے وہ وقت آ گیا صحیح معنی میں ایک فلسفی اتنی بڑی سلطنت اور نوع انسان کے اتنے بڑے گروہ کا فرماں روا ہوا کہ اتنی بڑی

حکومت افلاطون کے خواب و خیال میں بھی نہ ہوگی۔ اس فلسفی بادشاہ نے، جو خدا عطا کر کے دنیا کے ہاتھ آیا تھا۔ افلاطون کی جمہوریت یا اور کسی پہلے سے سوچے ہوئے خیالی آئین کو قائم کرنے کی تو کوشش نہیں کی لیکن افلاطون کے الفاظ کو خاطر نشان ضرور کر لیا۔ اور بنی نوع کی تکلیفیں کم کرنے اور ان کی امداد و دستگیری کرنے کو اپنا مطمح نظر بنا لیا۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ افلاطون کے قول کو حرف بحرف سچا ثابت کر دکھائے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ جدید رواقیت کا (جس کا مارکوس علم بردار تھا) یہ جذبہ کہ نوع انسان کی امداد و دستگاری کی کوشش کی جائے کچھ نیا نہ تھا اور خود انتونی نوس طبعاً یہی کام کرتا رہا تھا جس کا مارکوس نے اصولاً اور باقاعدہ طور پر بیڑا اٹھایا۔ دوسرے انتونی نوس بھی کسی حد تک انہی رواقی عقائد سے متکیف تھا۔

مارکوس اور بیوس کے عہد حکومت کے متعلق دو مختلف رائیں ہیں۔ بعض حضرات تو اسے سلطنت رومہ کی خوش نصیبی سمجھتے ہیں کہ عہد جاہلیت کی نکوئی کا ایسا عمدہ نمونہ، ایسا مخلص اور عالی ظرف شہریار رومہ کا فرماں روا ہوا۔ مگر ایک گروہ ایسے آدمی کی رعایا کو واجب الرحم جانتا ہے جو نرا فلسفی تھا۔ اور سلطنت کے معاملات کی نسبت جس پر حکمراں تھا اسے بلاغت و سوفسطائیت کے مباحثوں سے زیادہ دلچسپی تھی۔ یہ طعن آمیز تنقید صداقت سے خالی نہیں لیکن اسے اپنی حد سے بڑھانا نہ چاہیئے۔ دراصل مارکوس میں عیب یہ تھا کہ سلطنت کے سود و بہبود کا کام کرنے سے زیادہ اس پر اپنا فرض۔ ادا کرنے کا خیال مسلط رہتا تھا۔ اور ہر مسئلہ پر غور کرنے میں سیاسی دانشمندی سے زیادہ وہ شخصی اخلاق کا لحاظ کرتا تھا۔ اسے ذاتی ذمہ داری کا اس درجہ احساس تھا کہ جب کوئی مشکل پیش آتی تو بجائے یہ سوچنے کے کہ بہترین تدبیر کیا ہوگی۔ وہ اس قسم کا سوال اپنے دل سے کرتا کہ "اس موقع پر فلسفی کو کیا کرنا چاہیئے؟" اسی کے ساتھ اس کی یہ خوبی بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ وہ سیاسی معاملات میں فلسفیانہ نظریوں سے اس طرح کام لینے کی یا آئین سلطنت کے اجزائے ترکیبی کو محض تجربہ کی خاطر الٹ پلٹ کرنے کی کوشش نہیں کرتا تھا جس طرح کہ اس کی جگہ کسی خالص فلسفی مثلاً افلاطون ہی کا شاید دل نہ مانتا اور وہ کر گزرتا۔ مارکوس نے آئینی طریق میں ایک ہی جدت کی تھی اور وہ بھی جیسا کہ آگے آتا ہے کچھ بہت کامیاب ثابت نہ ہوئی۔ لیکن مجموعی طور پر وہ سلطنت کی رسوم کہن کا پابند اور انہی راستوں پر چلتا رہا

جو اس کے اسلاف بنا گئے تھے۔ اس نے دنیا کو اس نمونے کے مطابق جو فلاسفہ کی کارگاہوں میں تیار ہوتا ہے ڈھال دینے کی سعی نہیں کی۔ اخلاق میں وہ اپنے اصول کا پکا تھا۔ مگر سیاسیات میں نظریات کا اندھا مقلد نہ تھا۔ اہل فلسفہ کی وہ سب سے زیادہ عزت کرتا تھا۔ لیکن سلطنت کے انتظام میں اس نے ان کی مداخلت جائز نہ رکھی تھی۔ مگر اور لیوس کو اپنی صداقت و نیض رسانی سے افلاطوں کا قول سچ ثابت کرنے کی دھن تھی تو تقدیر کو بھی گویا ضد ہو گئی تھی کہ وہ اس یونانی حکیم کی پیشین گوئی غلط کر دکھائے قضاو قدر کو اسی بادشاہ کے عہد سے یہ بتانا مقصود تھا کہ رعایا کی خوشی محض ملکی حکومت پر منحصر نہیں بلکہ خارجی واقعات کو بھی اس میں دخل ہے البتہ اگر لوگ رواقی عقائد اختیار کرلیں اور خارجی واقعات ہی سے بے پروا ہو جائیں تو یہ دوسری بات ہے۔ غرض ہمارے فلسفی بادشاہ سے آسمان نے دشمنی کی۔ اس کی صدارت کا سارا زمانہ فرات اور ڈینیوب کے کنارے پر خطر جنگ و جدال میں گزرا اور ساری مدت میں مشکل سے کوئی امن کا وقفہ میسر آیا۔ پھر سلطنت میں ایک اس قسم کی خوفناک وبائے (جیسی کالی موت" کے نام سے چودھویں صدی میں یورپ میں آئی تھی) تہلکہ ڈال دیا۔ جو اپنا مستقل اثر دیا زدہ ممالک میں چھوڑ جاتی ہیں۔ ان شدید طوفانوں میں جو انحطاط سلطنت کے نقیب تھے۔ جہاز کی ناخدائی پر ثابت قدم رہنے کے لئے مارکوس کو کمال صبر و توکل کی جو وہ اپنے رواقی عقائد سے حاصل کر سکتا تھا، ضرورت پڑی۔

(۳) مجلس اعیان کی طرف سے صدر منتخب ہونے کے بعد سب سے پہلا کام جو مارکوس نے کیا اسی سے اس کے مزاج کا نہایت عمدہ اندازہ ہوتا اور نیز اس کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ مردم شناس نہ تھا لوسیوس کو جو از روئے تبنیت مارکوس کا بھائی تھا۔ انتونی نوس نے پس پشت ڈالے رکھا تھا۔ اور سوائے اس اعزاز کے جو شاہی خاندان کے ہر فرد کو حاصل ہوتی تھی۔ اور کوئی امتیاز اسے نہیں دیا گیا تھا۔ لوسیوس ایک ناتجربہ کار اور عیش دوست نوجوان تھا۔ اور گو اس کی بداطواری کے بیان میں غالباً مبالغہ کیا گیا ہے تاہم اس میں کوئی خاص قابلیت یا اصول کی پختگی نہ تھی۔ پھر یہ کہ اگر مارکوس کو اپنے بھائی کو بڑھانا ہی منظور تھا،

توہادریان اور انتونی نوس کی نظیر کے بموجب وہ اسے ماتحت صوبہ دار کے اختیارات اور قیصر کا لقب دے کر اپنا شریک حکومت بنا سکتا تھا۔ لیکن مارکوس نے اس پر اکتفا نہ کی۔ اس کے نزدیک لوسیوس منصب بادشاہی میں برابر کا حق رکھتا تھا۔ اور مارکوس نے اپنا فرض سمجھا کہ اپنے منہ بولے بھائی کو صدارت میں مساوی حصہ دار بنائے چنانچہ اس نے اصرار کیا کہ مجلس نے جتنے القاب و امتیازات خود اسے دئیے ہیں وہ سب لوسیوس کو بھی دے اور اس طرح مارکوس و لوسیوس (جو آئندہ سے ال ہاوروس کہلانے لگا) اپنے ذاتی حق سے پوری سلطنت میں برابر کے شریک و سہیم اور فرمانروا ہو گئے۔ لوسیوس بھی مثل مارکوس کے صدر اور اغسطس تھا اور گو اصولاً اس قسم کی شراکت آئین صدارت کے خلاف نہ تھی، لیکن عملاً یہ بالکل نئی بات تھی یعنی پہلے کبھی دو اغسطس[1] نے سلطنت پر حکومت نہیں کی تھی یہ سچ ہے کہ اس نئے طریقے کے نتائج پر خود مارکوس نے غور نہیں کیا۔ اور نہ اسے شروع کرتے وقت مستقبل پر نظر ڈالی۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ دو دو بادشاہوں کی مشترکہ فرمانروائی کا نتیجہ اکثر صورتوں میں سوائے باہمی نفاق و شقاق کے اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ بجز اس کے کہ یا تو ان میں سے ایک کونے میں پڑے رہنے پر قناعت کرے اور یا سلطنت دو بڑے بڑے صوبوں میں منقسم کر دی جائے۔ مارکوس اور لوسیوس کے معاملے میں کسی تصادم کی نوبت نہیں آئی تو اس کا سبب یہ تھا کہ لوسیوس اپنے حال پر قانع، شریف مزاج اور غیر ممتاز آدمی تھا اور اس نے برضا و رغبت حکومت کی باگ اپنے بڑے بھائی کے ہاتھ میں رہنے دی۔ پھر یہ کہ اگر وہ ارادے کا پکا اور مستعد ہوتا تو خود مارکوس خوشی سے انتظام سلطنت کی اصلی ذمہ داری اس کے حوالے کر دیتا۔ لیکن اس نئی نظیر سے جو مارکوس نے قائم کی گو خود اس کے زمانے میں کوئی خاص خرابی نہیں پیدا ہوئی بایں ہمہ آئندہ زمانے کے لئے اس کے عواقب نہایت پرخطر ثابت ہوئے۔ جب کہ دوسرا چارہ کار عمل میں آیا۔ اور اغسطسین کی حکومت کے واسطے سلطنت دو علیحدہ حصوں میں تقسیم کرنی پڑی تو شگاف پڑ گئے۔

ع۱ یعنی اگلی صدی کے اخیر، دیو کلشیان کے زمانے (۲۸۵ء) میں۔

فصل دوم
مارکوس کا نظم و نسق

(۴) عہد مارکوس اوریلیوس کے اندرونی انتظامات کے چار پہلو جو خاص طور پر قابل توجہ ہیں یہ ہیں (۱) صدر کے شاہانہ اختیارات میں مزید ترقی ہوئی۔ مگر اسکے ساتھ ساتھ مجلس اعیان کے ظاہری اعزاز و اکرام کی رسمی پابندی میں کوئی فرق نہ آیا (۲) ہادریان و تراجن کی آغاز کردہ بنیادوں پر مرکزیت کو مزید قوت حاصل ہوئی (۳) مداخل و مصارف کے انتظامات میں ابتری ہوئی (۴) جدید قوانین میں انتونی نوس پایوس کے اصول عدل و ہمدردی کا نمایاں طور پر قدم آگے بڑھا۔

مجلس اعیان کی مارکوس جو تعظیم و تکریم کرتا تھا اس کی بہت قدر ہوئی اور اسے لوگوں نے خوب بڑھا چڑھا کے بیان کیا ہے جب روما میں ہوتا تو وہ برابر مجلس کے اجلاس میں خود حاضر رہتا اور کمپانیہ میں ہوتا تو اکثر کوئی تجویز پیش کرنے کے لئے سارا راستہ طے کر کے مجلس کے جلسے میں آتا تھا اور جب تک قنصل برخواست کے مقررہ الفاظ "نہیل ووس مورا موریاترس کو نسق کرینتی" (برگزیدہ آباؤ! اب ہم آپ کو نہیں روکتے) نہ کہتا مارکوس جلسے سے اٹھ کر نہ جاتا تھا۔ ممالک خارجہ کے معاملات وہ برابر مجلس سے رجوع کرتا رہتا اور تصدیق کے لئے معاہدے اس کے سامنے پیش کرتا اس تمام طرز عمل میں مارکوس تراجن کی حکمت عملی پر چلتا تھا۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود اس نے نہ صرف کوئی اختیار اور خصوصیت جو بادشاہوں نے رفتہ رفتہ ناجائز طور پر حاصل کر لی تھی، ہاتھ سے نہ دی۔ بلکہ اس میں کچھ اور اضافہ ہی کر دیا۔ اس اضافے کا راستہ خود انتونی نوس نے اپنی زندگی میں مارکوس کے واسطے تیار کر دیا تھا۔ کیونکہ اسی نے جب مارکوس کو قیصر کے مرتبے پر سرفراز کیا تو یہ نیا حق بھی اسے دلوایا کہ وہ پانچ تحریری تجاویز مجلس میں پیش کر سکے جنھیں اور سب تحریکوں پر تقدم حاصل ہو یہ حق کہ مجلس کی ہر نشست میں بادشاہ ایک تحریری تجویز یا مسودۂ قانون پیش کرکر

اور اسے شاہی بخشی دوسری تمام تجاویز سے پہلے پڑھکر سنائے اغسطس نے قایم کیا اور اسکے بعد برابر جاری رہا۔ انتونی نوس نے اپنے لئے چار تجاویز کی خصوصیت حاصل کرلی۔ لیکن اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ مارکوس سے قبل کسی بادشاہ کو پورے مسودے سب سے اول پیش کرنے کا حق حاصل ہو۔ یہ تحریری تجویزیں (ژلاشیو) مجلس کے نام "مراسلے" یا "نطق تحریری" کی صورت میں ہوتی تھیں اور یہ ڈھکوسلا بھی قایم رکھا گیا کہ خود بادشاہ انھیں جلسے میں پیش کرتا ہے؛

بادریان کو مصلحت اسی میں نظر آئی تھی کہ نروا کی تقلید کرے۔ اور مجلس میں حلف اٹھائے کہ وہ کبھی کسی رکن مجلس کو سزائے موت نہ دے گا لیکن مارکوس کو کوئی مصلحت اس قسم کا حلف اٹھانے پر مجبور نہ کرسکی اور اگرچہ اس نے اپنے تمام عہد میں عمل اسی طرح کیا گویا ایسا حلف لے چکا ہے۔ مگر حقیقت میں اس کے معنی یہ نہ تھے وہ یہ اصول تسلیم نہیں کرتا کہ ارکان مجلس عدالت شاہی کی تحقیقات یا اپنے ہم رتبہ امرا کے فیصلے کی رو سے بھی سزا پانے سے مستثنےٰ ہیں یہ بات بھی جتانے کے لائق ہے کہ مجلس اعیان کی ہئیت اور ساخت کو اپنے حسب منشا قایم کرنے میں بھی اسنے اپنے خاص اختیارات سے بہت کچھ کام لیا۔ اور اپنے بہت سے احباب کو حق انتخاب کے ذریعے سے براہ کو تول کے مرتبے کا رکن بنادیا۔

لقب "ویر کلاریس سی موس" (جس کا مخفف کتبات میں "وی، سی" لکھا جاتا تھا) دوسری صدی میں ارکان مجلس کے لئے عام طور پر بطور اعزازی لقب کے استعمال ہوتا تھا۔ غالباً مارکوس پہلا شخص ہے جس نے اسے باضابطہ سرکاری لقب بنایا۔ اور یہ تو کافی یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ اسی نے طبقۂ متوسطین کے سرکاری عہدہ داروں کی تین قسمیں قرار دیں۔ (۱) "ویری امی نن تیسیمی" جو فوج خاصہ کے ناظموں سے مخصوص تھا۔ (۲) "ویری پرفکتیسیمی" جسے دار السلطنت کے محکموں کے ہر صدر عہدہ دار کے لئے استعمال کرتے تھے۔ (۳) "ویری اگ رگیای" جو کم درجے کے نائب ناظم وغیرہ ماتحت عہدہ داروں کا لقب تھا۔ اطالیہ کے قصبات میں "طبان فرس" یا ناتیوں کے واسطے جو کسی عہدے پر مامور نہ ہوں "سپلنڈی دس، کوس رومانوس" کا لقب استعمال کرتے تھے۔

(۵) دریان کے محکمۂ دیوانی کی اصلاح و ترقی میں بھی مارکوس کا حصہ ہے کہ مختلف سررشتوں میں "مددگار معتمد" اسی نے مقرر کئے۔ اور اس طرح صدر عہدہ داروں کا بوجھ ہلکا کیا۔ قرینہ کہتا ہے کہ مجلس شوریٰ کے ارکان کی خاص خاص تنخواہیں بھی اس نے مقرر کیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ اہم وہ تعجب انگیز تغیر ہے جو نظامت فوج خاصہ کے عہدے میں ہوا کہ یہ خالص فوجی سے رفتہ رفتہ خالص دیوانی عہدہ بن گیا۔ اور مارکوس کے زمانہ میں ایک نئی بات یہ پیدا ہوئی کہ اس نظامت کے عہدہ پر کبھی کبھی علمائے قوانین مامور ہونے لگے۔ اور اس سے اچھی طرح عیاں ہو گیا کہ فوج خاصہ کے ناظم کو بادشاہ کا نائب بنانا مقصود ہے۔ اطالیہ کے انتظام میں مارکوس نے پھر ان چار عدالت کے حاکموں کا طریقہ بحال کیا جسے ہادریان نے شروع کیا اور انتونی نوس نے مجلس کی رضاجوئی کے لئے موقوف کر دیا تھا۔ یہ حکام پہلے اس نام سے موسوم ہوں یا نہوں اب مستقل طور پر "جوری ڈیکی" کہلانے لگے اور قنصلی کی بجائے صرف پریتوری مرتبے کے اشخاص ہونے لگے جس سے یہ عہدہ کثیر تر گروہ کی دسترس میں آگیا جمہوری مہتممین کے سررشتے میں بھی غالباً کچھ توسیع عمل میں آئی جس کا سبب یقیناً مالی ضروریات نہیں۔ یہ مہتمم اعیان و متوسطین دونوں کے طبقے سے منتخب ہو سکتے تھے۔ غرض اس طرح مارکوس نے مرکزیت کو تقویت پہنچائی۔ اور اس مرکزیت نے بہت جلد بلاد اطالیہ کے داخلی اختیارات کو معطل کر دیا۔ لیکن اس طرز عمل کے برعکس معلوم ہوتا ہے کہ پیشہ وروں کی جماعت بندی یا انجمنوں کے قیام میں جن سے تراجن کو وہ کچھ بدگمانی تھی اس نے زیادہ آزادی جائز رکھی۔ بلکہ ان جماعتوں کو وقف نامے اور غلاموں کو آزاد کرنے کے اختیارات دئے گویا ایک حد تک انھیں انفرادی حقوق قانونی دے دئے۔ البتہ از رہ احتیاط یہ ضابطہ اس نے ضرور بنا دیا کہ کوئی شخص وقت واحد میں ایک "کولیجیوم" (جماعت یا انجمن) سے زیادہ کسی دوسری جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔

(۶) انتونی نوس پایوس نے بہت سی عمارتیں بنوانے کے باوجود خزانے میں وافر روپیہ چھوڑا تھا۔ لیکن مارکوس کی ناعاقبت اندیشی اور مسرفانہ انتظام نے

سخت مالی مشکلات پیدا کردیں۔ اس بارے میں اس کی غلطیاں بیشتر نیک دلی پر مبنی تھیں۔ تخت نشینی کی تقریب پر ہی اس نے ضرورت سے زیادہ دریادلی دکھائی جو نہایت ضرر رساں ثابت ہوئی۔ یعنی فوج خاصہ کے ہر سپاہی کو بیس ہزار سسٹرک (تقریباً ۱۶۰ پونڈ) اور اسی کی مناسبت سے دوسرے سپاہیوں کو انعام تقسیم کیا۔ لوگوں کی بار بار عام ضیافتیں کیں اور ان کی تعداد بھی بڑھادی جنھیں سرکاری طور پر غلہ مفت ملا کرتا تھا نیز عہد حکومت کے اواخر (۱۷۸ء) میں باقیات کی رقم کثیر معاف کردی عجب نہیں کہ اس اسراف میں بہت کچھ حصہ لوسیوس وروس کا ہو لیکن یہ ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں کہ اختیارات مصارف کے متعلق "ان اغسطسین" کی باہمی قرارداد اور انتظام کیا تھا۔ خود مارکوس تو مالی معاملات میں اپنے فلسفیانہ اصول کے مطابق فیاضی اور عالی ظرفی کو بادشاہ کے فرائض میں داخل سمجھتا تھا۔ حالانکہ اس کے زمانے میں سلطنت کو وہ خطرات پیش آئے جن کے دفعیئے کے لئے پوری طاقت اور زر کثیر خرچ کرنے کی ضرورت تھی۔ اور اس لئے مصلحت کا مقتضی یہ تھا کہ وصول محاصل میں زیادہ شدت اور خرچ میں بیش از بیش کفایت شعاری کی جائے۔ فوجی مصارف کا مارکوس پر اتنا بار تھا کہ اسے بادشاہی جواہرات گروی رکھنے پڑے۔ اور طلائی سکے کی اصل قیمت گھٹانی پڑی۔ اور اس کی صدارت کے اواخر میں تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ طلائی سکہ ضرب ہونا ہی موقوف ہوگیا۔ اور چاندی کے سکے خزانے میں واپس لئے جانے لگے۔ کہ انہی کو کم عیار بنا کے چلایا جائے۔ نظر بریں یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ مارکوس سرکاری عمارات بنانے پر بہت کم توجہ مبذول کرسکا۔

(۷) وہ کڑی جس نے انتونی نوس اور مارکوس کے زمانوں کو باہم اس طرح جوڑ دیا ہے کہ یہ دونوں مل کر اصولاً ایک ہی قرن نظر آتے ہیں۔ وضع قوانین اور انتظام دادرسی کے اصول ہیں جو دونوں زمانوں میں بالکل یکساں رہے۔ اس بارے میں انتونی نوس کے متعلق جو کچھ اوپر بیان ہوا، وہی عہد مارکوس پر صادق آتا ہے۔ اپنے پیش رو کی طرح اس کے قوانین کے بھی مقاصد یہ تھے کہ کمزوروں کی حمایت، غلاموں پر شدت میں کمی، ان کے آزاد کرنے میں

ترغیب و آسانی اور نابالغ و یتامیٰ کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔ اولیا اور ان کے موالی کے معاملات میں پیچیدگیاں دور کرنے کی غرض سے ایک خاص عہدہ دار (پوتیور تتلاریوس) مقرر کیا گیا۔ اس قانون میں کہ قرضخواہ اپنے قرضداروں کا اثاث البیت ضبط کریں، ترمیم کی گئی۔ اور مجرمین کی اولاد کو بالکل بے گناہ قرار دیا گیا۔ وادرسی کرنے میں خود بادشاہ ہمہ وقت مستعد رہتا۔ اور اس کے فیصلوں کی خصوصیت نرمی تھی۔ انتونی نوس کی شکل اسے بڑا خیال رہتا تھا کہ صوبے کی رعایا پر سرکاری عمال کوئی جبر و تعدی نہ کرنے پائیں۔ اور آفات ارضی و سماوی سے جن بستیوں کو نقصان پہنچا ہو ان کی ہر طرح امداد و دستگیری کی جائے۔

فصل سوم

جنگ پارتھیہ

(۸) کہنا چاہیے کہ مارکوس اوریلیوس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی مشرق و مغرب دونوں طرف سے جنگ کے طوفانی بادل گھر آئے۔ ان میں مغرب کے خطرات کا تو آسانی سے انسداد کر دیا گیا۔ یعنی قبائل کیٹ نے برطانیہ کا رخ کیا اور اسی کے ساتھ برطانیہ کے رومی جیوش نے اپنے جیش سالار اعظم، استاتیوس پریس کوس کو بجائے مارکوس صدر سلطنت بنانے کا منصوبہ باندھا۔ یہ آفتیں بہت جلد رفع دفع ہو گئیں۔ اور جرمانی صوبوں میں قبائل ختی و چاوکی کے حملے بھی پسپا کر دیے گئے۔ لیکن ان سب سے زیادہ خطرناک بلا سے جس کی مشرق میں بہت دن سے آمد آمد نظر آتی تھی، بچنا محال تھا۔ بادریان و انتونی نوس جسطرح بن پڑا اس یوم نحس کو ٹالتے رہے لیکن مارکوس کے وقت میں وہ آئے بغیر نہ رہا۔ پارتھیہ کا بادشاہ ولوگیسس لائق اور پرحوصلہ آدمی تھا اس نے پارتھیہ کو جو کئی آزاد ریاستوں میں منقسم ہو گئی تھی از سر نو اپنے ماتحت متحد کیا۔ اور اس استحکام کے بعد ارمینیہ کو دوبارہ قبضہ میں لانے کی ٹھان لی۔ جونہی پایوس مرا، ایک پارتھی سپہ سالار نے ارمینیہ پر فوج کشی کی۔ اور ایک اشکانی شہزادے پاکوروس کو وہاں بادشاہ

بنا دیا۔[۱] کپادوسیہ کے رومی صوبہ دار پی، الیوس سوی ریانوس ماکسی موس نے فی الفور ایک جیش لے کر دریائے فرات کو عبور کیا۔ اور اسی الیجیا کے مقام پر جہاں پارتھوماسیرس نے تراجن کے آگے سر اطاعت خم کیا تھا، ایک لڑائی ہوئی جس میں رومی جیش بالکل تباہ ہوگیا۔ سوی ریانوس نے خودکشی کرلی۔ اور اسی فتح کے جوش میں پارتھیوں نے بڑھکر شام پر حملہ کیا۔ اور یہاں بھی مال، اتی دیوس کوزلیانوس کے ماتحت رومی فوج کو شکست دی۔ ان ہزیمتوں سے صاف ظاہر ہوگیا کہ مشرق میں رومی فوجیں ایسی ہی پست ہمت و ناکارہ ہوگئی ہیں جیسی سو برس پہلے اس وقت تھیں جب کہ کوربیولونے ان کی قیادت ہاتھ میں لی تھی۔ پس مشرقی صوبوں کی حفاظت کے لئے مغرب کی رومی فوجیں بھیجنے کی ضرورت پڑی۔ کپادوسیہ میں سوی ریانوس کی جگہ استاتیوس پریس کوس بھیجا گیا۔ اور شام کا صوبہ دار جولیوس وردس مقرر ہوا۔ فوجوں کی سپہ سالاری کا شہنشاہ لوسیوس دروس نے بیڑا اٹھایا۔ (سنہ ۱۶۲ء) مگر اس میں نہ جنگی قابلیت تھی۔ نہ ادائے فرض کا احساس تھا۔ لہذا وہ تواپنا وقت زیادہ تر انطاکیہ میں عیش و عشرت میں گزارتا رہا اور جنگ کا اعلیٰ انتظام اس کے ماتحت سپہ سالار ادی دیوس کاسیوس پریس کوس اور مارتیوس وردس کے ہاتھ میں رہا۔ اول اول صلح کی سلسلہ جنبانی کی گئی کیونکہ مارکوس اوریلیوس خوش ہوتا اگر کسی طرح لڑائی ٹل جاتی۔ لیکن دلوگیسس نے ایک نہ سنی اور رومیوں کو سوائے لڑنے کے اور کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ ارمینہ کو نوپریس کوس نے دوبارہ بہت جلد فتح کرلیا۔ اور اس کے صدر مقام ارتاکستا کو مسخر کر کے آگ لگادی۔ اور زمین کے برابر کرا دیا (سنہ ۱۶۳ء) اس کے قریب ایک دوسرا شہر کیناپولیس یا "شہر نو" تعمیر ہوا (جسے ارمنی میں "نورخلاخ" کہتے تھے) اور یہی اس ملک کا صدر مقام قرار پایا۔ پاکوروس اور اس کے پارتھی ہوا خواہ ارمینہ سے نکال دئے گئے۔ اور اس کی بجائے سوہموس کو تخت پر بٹھایا گیا (سنہ ۱۶۳ء)

---

[۱] ۔ یہ پتہ نہیں چل سکا کہ اس وقت ارمینہ کا تخت خالی تھا یا وہاں رومیوں کا کوئی باج گزار حکومت کرتا تھا۔

جو اگرچہ اشکانیوں کے شاہی خاندان سے تھا لیکن روما کی مجلس اعیان کا رکن اور رومیوں کا دل سے طرفدار تھا۔ اس طرح اصولاً اس جنگ سے ارمینہ کی حالت میں کوئی فرق نہیں پڑا اور پہلے کی طرح اب بھی یہ ملک رومیوں کی سیادت میں ایک اشکانی شہزادے کے ماتحت رہا۔ لیکن درحقیقت اب اس کا تعلق روما سے قوی تر ہو گیا تھا۔ کیونکہ سوہموس کی ذاتی اغراض روما سے وابستہ تھیں۔ اس کامیابی کے بعد وروس نے "ارمنیاکوس" کا لقب اختیار کر لیا۔ لیکن دراصل لڑائی کے سب سے صعب معرکے شام اور عراق کے میدانوں میں پیش آئے۔ جن میں رومی افواج کی قیادت زیادہ تر اوی دیوس کاسیوس نے کی جو اسی زمانے (غالباً ۱۶۴ء) میں ملک شام کا صوبہ دار بنا دیا گیا تھا۔ لڑائی کے تفصیلی حالات ہم تک بہت کم پہنچے ہیں۔ لیکن رومیوں نے سورا کے میدان میں فتح پاکر فرات کے پار عراق عرب کی جانب قلعہ نی کفوریم (رقہ) لے لیا۔ زیوگما (بیرجیک) کے مقام پر پارتھیہ والوں نے رومیوں کے دریا اترنے میں شدید مزاحمت کی لیکن یوروپوس (جبرابلوس) کی لڑائی میں انہیں کامل شکست ہوئی۔ اور اس طرح عراق کا راستہ صاف کر کے رومی جیوش نے داوسورا (قلعہ جعبر) پر یورش کی ادیسا (رہا) کو گھیر لیا۔ اور نسی بیس (نصیبین) کو تسخیر کر لیا۔ پارتھی صوبہ داروں نے اپنے بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور فتحمند رومی مدائن (تسی فون) پر بڑھے۔ یونانی شہر سلیوکیہ نے اپنے دروازے کھول دئے تھے لیکن بعد میں اس کے باشندوں پر دشمن سے سازباز کرنے کا الزام لگایا گیا۔ اور شہر کو جلا کے خاک کر دیا گیا۔ پارتھیہ کا پائے تخت مداین تسخیر ہو گیا۔ اور اسے بھی رومیوں نے مسمار کرا دیا۔ فتحمند مدیہ کے ملک تک میں گھس گئے۔ سنہ ۱۶۵ء میں جنگ کا عملاً خاتمہ ہو گیا۔ اور وروس نے روما آکے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ بڑے دھوم دھام کا جشن فتح منایا (سنہ ۱۶۶ء) اب وروس لوسیوس کو "ارمنیاکوس پارتھی کوس ماکسی موس" اور مدیکوس" کے القاب وخطاب حاصل ہوئے اور خود مارکوس "ارمنیاکوس پارتھی کوس" کہلانے لگا۔

اس محاربے سے رومیوں نے نہ صرف سالہا سال کے لئے پارتھیوں کی دست درازی سے نجات پائی اور اپنی سطوت کا سکہ بٹھایا، بلکہ کسی قدر نیا علاقہ

بھی حاصل کرلیا۔ یعنی عراق عرب کے ضلع اوس رُوین (حسردین) کا سلطنت میں الحاق کرلیا گیا۔ اور کارہی (حرّان) کو رومیوں کی سرپرستی میں ایک آزاد شہر قرار دیا گیا۔ اس طرح مارکوس نے بہت چھوٹے پیمانے پر سہی، دراصل اسی طرزِ عمل کا ساتھ دیا۔ جو تراجن نے بڑے پیمانے پر شروع کیا۔ اور ہادریان نے اسے مسترد کردیا تھا۔ اور جب یہ سوچئے کہ مارکوس کسی طرح حریص یا ملک ستانی کا دلدادہ بادشاہ نہ تھا تو مذکورۂ بالا طرزِ عمل سے مترشح ہوتا ہے کہ تراجن کا منصوبۂ ملک گیری سیاسی اعتبار سے محض بے وجہ نہ تھا۔

(۹) مگر قضا و قدر نے اُن شرقی فتوحات کا مول بہت مہنگا مقرر کیا تھا۔ دجلے کی علاقوں میں اوی دیوس کاسیوس کے سپاہی ایک وبا کے جراثیم سے متاثر ہوئے۔ اور انھیں رومی علاقوں میں اپنے ساتھ لائے۔ یہ طاعون پہلے مشرقی صوبوں میں پھیلا اور پھر اُن سپاہیوں کے ذریعے جو وروس کے ہمرکاب آئے تھے۔ مغربی ممالک میں شائع ہوا۔ فوج میں اس بلا نے ایک ہلکہ ڈال دیا۔ اطالیہ میں وہ تباہی آئی کہ ضلع کے ضلع بے چراغ ہوگئے۔ خاص پائے تخت میں بیشمار لوگ مرے۔ اور مارکوس نے حکم دے دیا کہ غریب و امیر سب سرکاری خرچ سے دفن کئے جائیں۔ اس قہرِ الٰہی کو دفع کرنے کے لئے قومی مذہب کی ساری رسمیں اس نے ادا کیں۔ شہر بھر میں روشنی کرا کے اس کو پاک کرایا۔ اور بیرونی دیوی دیوتاؤں تک کو رضامند کرانے کی سعی کی کوئی شبہ نہیں کہ اس وبائے شدید نے جو ہر طرف پھیل گئی تھی، سلطنت کی مردم شماری پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ اور مورخ نائیبہر تو یہاں تک سمجھتا ہے کہ "اس صدمے سے دنیائے قدیم پھر کبھی نہ پنپ سکی"۔ لیکن بجز اُن چند جزئیات کے جو حکیم جالینوس سے ہمیں پہنچی ہیں۔ اس وبا کا حال بہت اجمالی طور پر معلوم ہے اور اس قسم کا کوئی بیان محفوظ نہیں رہا جیسا کہ توسی دیدس نے ایتھنز کے طاعون کا یا بعد میں پسردکوپیوس نے عہد جسٹی نیان کی وبا کا یا بوکاشیو نے چودھویں صدی کی "کالی موت" کا

تحریر کیا ہے۔[1]

فصل چہارم

محاربات مارکومانی

(۱۰) تراجن کی فتح داکیہ کے بعد سے ڈین یوب کے علاقے سالہا سال تک امن سے بہرہ اندوز رہے۔ ہادریان کے اوائل عہد میں خطرے کے جو آثار پیدا ہوئے تھے، خوش قسمتی سے وہ بھی دور ہوگئے۔ سرحد کی بڑی بڑی قومیں، یعنی مشرق میں روک سولانی، داکیہ اور پانونیہ کی وسطی پٹی کے جازیج، بوہمیہ کی مارکومانی اور مراویہ کی کوادی قوم، سب کی سب کسی حد تک رومیوں کی سیادت کو مانتی اور فتنہ جنگ برپا کرنے سے احتراز کرتی رہیں۔ کوادی قبائل نے انتونی نوس سے اپنے نئے امیر کی مسند نشینی کی تصدیق کرائی تھی۔ لیکن اس بادشاہ کے وفات پاتے ہی صورت حالات بدل گئی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں مارکوس کو ان سرحدی اقوام سے لڑائی میں جو عام طور پر "محاربات مارکومانی"[2] کہلاتی ہے، اُلجھنا پڑا۔

لڑائی چھیڑنے کے الزام سے رومی بالکل بری ہیں۔ انتونی نوس کی روش یقیناً مصالحانہ رہی۔ اور مارکوس ایسا شخص نہ تھا کہ خود کسی سے لڑائی مول لیتا۔ اسی کے ساتھ جنگ کا سبب ان وحشی اقوام کی محض دست درازی کی ترنگ یا شورش پسندی کو بھی قرار نہیں دے سکتے۔ دراصل لڑائی کا سبب ایسا انوکھا پیدا ہوا جو رومی سیاسیات کے دائرے سے ماوری تھا یعنی دسچولا اور الب کے کنارے وسطی اور شمالی یورپ کے جرمن قبائل میں نقل مکان کی تحریک ہوئی۔ اور ان

---

[1] - بلکہ اتنا حال بھی نہیں ملتا جتنا تھیوفانس نے آٹھویں صدی کے طاعون کا لکھا ہے

[2] - اول اول اس جنگ کو "بلوم جرمانی کوم" کہتے تھے اور بعد میں جب جازیج قبائل اس میں پیش پیش ہوئے تو "بلوم جرمانی کو سرماتی کوم" کہنے لگے تھے۔

کے اس طرح ایک مقام سے دوسرے مقام پر اُٹھ اُٹھ کے آنے جانے کی بدولت مارکومانی، کوادی، بوری اور جنوب کی دوسری قوموں پر دباؤ پڑا اور جب ان کی باری آئی تو وہ رومی علاقوں پر جھک پڑے۔ ممالک رومہ نے اس دباؤ کو ہٹانا چاہا اور اس کشاکش سے وہ جنگ منتج ہوئی جو تیرہ برس تک جاری رہی۔ اور جسے ان تاریخی واقعات کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیئے۔ جو دو یا تین صدی کے بعد وقوع میں آئے اور "اقوام کی آوارگی" کے نام سے مشہور رہیں۔

پہلا واقعہ جس نے اس نئے خطرے کا مُنہ دکھایا اور جنگ چھڑوائی، جرمنوں کے ایک گروہ کثیر کا پانونیہ میں آنا اور بسنے کے لئے جگہ تلاش کرنا تھا۔ اس گروہ میں مارکومانی وغیرہ جرمن اقوام کے علاوہ الپ کے بعید علاقے کے لانگوبار دی ہا لوم بار و قبائل بھی تھے اور یہ پہلی دفعہ ہے کہ ہم اُن کا جنوبی ممالک میں وارد ہونا سنتے ہیں۔ مگر ان آنے والوں کو بلا تاخیر ڈینیوب کے پار نکال دیا گیا۔ اور جب انھوں نے مارکومانی رئیس بالوماکو دس دوسرے قبائل کے وکلا کے ساتھ پانونیہ کے رومی والی کے پاس بطور سفارت بھیجا اور بسنے کے لئے اراضی دینے کی درخواست کی تو اسے بھی مسترد کر دیا گیا۔ اور وہ ناکام واپس پھرے[1] جس نقل مکانی کا اوپر ذکر ہوا ظاہرا اسی نے جنوب کی طرح مغرب میں بھی دھکا پیل کی کیفیت پیدا کی۔ کیونکہ ہم جنوبی جرمانیہ میں فردن تو کے خسر، صوبہ دار کایوس اوفی دیوس ویک توری نوس کو دیکھتے ہیں کہ اسے طوعاً کرہاً چتیون کے خلاف میدان میں نکلنا پڑا جو اس کے صوبے میں گھس پڑے تھے۔

مشرق میں جنگ وجدال چھڑ جانے کی وجہ سے مارکوس اُن خطروں کا پوری طرح سدباب نہ کر سکا جن کی ڈینیوب کے صوبوں پر زد پڑتے دیکھنا کسی خاص دقت نظر کا محتاج نہ تھا۔ اسے بھی ایک خوش نصیبی سمجھنا چاہیئے کہ پہلا تصادم عساکر رومہ کی پارتھی فتوحات سے پہلے نہ واقع ہوا بلکہ یہ غالباً اس زمانے کا جب کہ

---

[1] اس سفارت کی صحیح تاریخ معلوم نہیں۔ مگر ضرور ہے کہ یہ واقعہ پایوس کی وفات کے چند ہی روز بعد کا ہو۔

مارکوس ووروس جشن فتح منا رہے تھے (۱۶۶ء سنہ) ذکر ہے کہ یکا یک جرمن قبائل مارکومانی کوادی، ہرمون دوری وغیرہ کا ایک جتھا ممالک روما میں امنڈ آیا۔ اور سیلاب کی طرح واکیہ، پانونیہ، رتیہ اور نوری کم کے علاقوں میں پھیل گیا۔ یہ قومیں مل کر حملہ آور ہوئی تھیں۔ اگرچہ ان کا اتحاد کچھ زیادہ قوی نہ تھا۔ یورش میں جازیج قبائل بھی شریک تھے لیکن واکیہ کے مشرق کے سرماشی قبائل کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا۔ واکیہ میں شہر البرفوس (ویرس پاتک) کو حملہ آوروں نے جلا ڈالا اور خود سارمی زگی توزا کی سلامتی مخدوش ہوگئی۔ لیکن اس سے بھی بڑھکر یہ کہ خطرہ قلب سلطنت کے بالکل قریب آپہنچا۔ اور خود روما میں لرزہ پڑ گیا۔ اس دن سے جب کہ سپہ سالار ماریوس نے کیمبری اور تیوتوں کو ورکلی کے میدان میں پسپا کیا تھا، کسی غیر قوم کی فوج نخاصمانہ اطالیہ کے میدانوں میں داخل نہ ہوئی تھی۔ لیکن اب وحشی دشمن رتیہ سے جھپٹ کر اوپی ترگیم (اودرزرد) کو تباہ کرنے اور جولیانی الپس اُتر کے اکوی لیا کا محاصرہ کرنے کے لئے بڑھ رہا تھا۔ اس یورش کو روکنے کی غرض سے مقامی سپہ سالاروں نے جو تدابیر اختیار کیں، ان کے بارے میں ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ فوریوس ویک توری نوس لڑائی میں شکست کھا کے مارا گیا۔

(۱۱) حملہ ایسے وقت پر ہوا تھا کہ رومی حکومت کو بڑی مشکل پیش آئی۔ پارتھیہ کی جنگ فتح ہو چکی تھی لیکن وہ طاعون جو اس کے ذیل میں آیا، اطالیہ میں تہلکہ ڈال رہا تھا۔ اور ادھر بلائے قحط نے جو بالعموم وبا کے ساتھ ساتھ آتی ہے، نزول کیا۔ رعایا سرکاری لگان ادا کرنے سے قاصر تھی۔ شاہی خزانے میں لڑائی کے مصارف کے واسطے روپیہ نہ تھا۔ مارکوس کو مجبوراً بادشاہی جواہرات ہراج کرنے پڑے کہ فوری ضرورتیں تو پوری ہوں۔ نئی فوجیں بھرتی کی گئیں۔ اور بڑے بڑے شہروں کی جو حملہ آوروں کے راستے میں تھے یا انھیں اور بڑھنے کا لالچ دلاتے تھے، بچاؤ کی تدبیریں کرنی پڑیں۔ دلماشیہ میں سالونی اور تھریس میں فیلی پوپولیس کی فصیلیں از سر نو تعمیر کرائی گئیں۔ دو نئے جیش۔ دوم "پیا" اور

سوم وو کُن کور دیا" ابھرتی ہوئے اور رتیہ اور نوری کم کی مدافعت ان کے تفویض ہوئی۔ نوری کم میں ایک نئی سرحدی چھاؤنی رود انس کے دہانے کے قریب لاوریا کم (لوترک) پر بنائی گئی۔ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے قلعے تیار ہوئے۔ نوری کم اور پانونیہ کی فوجوں کو ڈینیوب کے بیڑے سے مدد دی جاتی تھی۔ اور اسکے بڑے مستقر لاوریاکم اور کارنون تم میں تھے۔

(۱۲) مارکوس اگرچہ سپاہی نہ تھا۔ مگر لڑائی لڑانے کا ناخوشگوار کام اسے چاروناچار بذات خود انجام دینا پڑا۔ یہ خدمت صوبوں کے مختلف سپہ سالاروں کے حوالے نہ کی جا سکتی تھی اور ایک امیر عساکر کی سب فوجوں میں عام نگرانی ضروری تھی اور یہ دشوار فرض صرف نا اہل و طفل مزاج وروس کے سپرد نہ کیا جا سکتا تھا۔ الغرض دونوں بادشاہ روما سے روانہ ہو کر اکوئی لیئیا آئے۔ (۱۶۸ء) اور فقط ان کی آمد ہی نے حملہ آوروں کو جو ملک کو کام کرنے کا مطلق بہرہ نہ رکھتے تھے، خوف زدہ کر دیا۔ اور وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ قبائل کوادی نے اطاعت پر آمادگی ظاہر کی اور شرائط صلح کی التجا کرنے لگے۔ لیکن مارکومانی اڑے ہوئے تھے اور اگرچہ چھوٹے جہاں پناہ روما واپس آنے کے شوق میں چاہتے تھے کہ خطرہ رفع دفع سمجھا جائے لیکن ان وحشیوں کی کافی تنبیہ کئے بغیر صلح کرنا صریحاً قبل از وقت ہوتا۔ ادھر حملہ آوروں نے جو تباہی پھیلائی اس کی تلافی کچھ آسان نہ تھی۔ وہ رومی اسیروں کی تعداد کثیر پکڑ کرے گئے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ کوادیوں نے ساٹھ ہزار سے زیادہ اور جازیجوں نے ایک لاکھ رومیوں کو گرفتار کیا تھا۔ غرض مارکوس سمجھ گیا کہ اس وقت مصلحت یہی ہے کہ ان وحشیوں کی پوری گوشمالی کی جائے لہٰذا جنگ پوری قوت سے جاری رکھی۔ افسوس ہے کہ اس کے کوچ کرنے کی صحیح اور تحریری معلومات ہم تک نہیں پہنچیں۔ بہر حال اکوادیوں سے اس نے اسیران جنگ کی واپسی کی شرط پر صلح کر لی۔ اور ان کو ایک نئے امیر فورتیوس کے انتخاب کی منظوری دی پھر وہ سرحد پانونیہ پر آیا۔ اور غالباً کارنون تم کو اپنا مستقر قرار دیا۔ ادھر رتیہ اور نوری کم میں اس کا داماد - تی بریوس کلودیوس پوپئیانوس سپہ سالار مقرر ہوا اور اس نے اپنے ماتحت سردار پی، ہلویوس پرتی ناکس کی مدد سے، جو بعد میں خود بھی

رومہ کا بادشاہ ہوا۔ ان صوبوں کو دشمن سے صاف کیا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم رتبہ میں یہ حملہ آور جتنی قوم کے لوگ تھے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ رومی روپے کے لالچ نے بھی بعض وحشیوں کو پھسلا لیا کہ وہ رومیوں کے نوکر ہو کر خود اپنے ہم قوموں سے لڑے ۔

(۱۳) مذکورۂ بالا کارروائی نے جنگ کو عملاً مارکومنی اور جازیج قبائل کی جنگ تک محدود کر دیا۔ بادشاہ ۱۶۹ء میں رومہ واپس آیا تھا۔ لیکن اسی تم میں ویروس مر گیا۔ اور اب لڑائی جاری رکھنے کا سارا بار تنہا مارکوس کے کندھوں پر پڑا۔ چنانچہ وہ اسی سال دوبارہ ڈینیوب کے کنارے آیا۔ اور جب ضرورت کبھی کارنون تم، کبھی وین دوبونا یا اکوین کم کی چھاؤنیوں میں مقیم رہا۔ لڑائی ایک عرصے تک ناکام رہی اور رومیوں کو کئی سخت شکستیں ہوئیں۔ داکیہ اور غربی مینزیہ دونوں کی سپہ سالاری بطور خاص مارکوس کلودیوس فرونتو کے تفویض کی گئی تھی مگر وہ جازیجوں کے ساتھ ایک لڑائی میں کام آیا۔ فوج خاصہ کا ناظم مارکوس ماک ری نیوس وِن دِکس بھی اسی جنگ کی بھینٹ چڑھا۔ کہیں ۱۷۲ء میں جا کے پہلی فیصلہ کن کامیابی حاصل ہوئی مارکومانی قوم نے بڑی بھاری شکست کھائی اور شہنشاہ نے "جرمانی کوس" کا لقب اختیار کیا۔ لیکن اس اثنا میں کوڈی رومیوں سے منحرف ہو گئے۔ انھوں نے فورتیوس کو جو رومیوں کا آدردہ تھا نکال باہر کیا۔ اور اس کی بجائے اپنے ایک نئے امیر اریوگسوس کو منتخب کیا جس نے مارکومانیوں کے رئیس بالومار سے اتحاد کا عہد و پیمان کر لیا۔ اس اریوگسوس کے سر لانے کا مارکوس نے ایک ہزار اشرفی انعام مقرر کیا تھا۔ اور وہ بہت جلد گرفتار ہو کر رومیوں کے پاس لایا گیا۔ اور مارکوس نے اسے سکندریہ کے دور دراز شہر میں بھجوا دیا۔

یورپ میں "گرجتے جیش" کا فسانہ انہی کوادیوں پر ایک فتح عظیم کے سلسلے میں پیدا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے عین لڑائی کے وقت بڑے زور کا طوفان آیا لیکن رومیوں پر تو صرف مینہ برسا جس سے وہ تازہ دم ہو گئے اور دشمن کو کڑک چمک نے بے حواس کر دیا۔ اس واقعے کو عیسائی سپاہیوں کی کرامت اور اجابت دعا پر

معمول کیا گیا۔ اور گو اس بات کی تصدیق کہ ایسا کوئی واقعہ ہوا اور لیوس کے منارے کی سنگ تراشیدہ تصاویر سے ہوتی ہے۔ لیکن رومی لشکر میں خاص عیسائیوں کا کوئی جیش نہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس نام کا ایک جیش (ذلمی ناٹا گرجنے والا) اغسطس اول کے وقت ہی میں موجود تھا۔ القصہ کوادیوں کے مطیع ہونے کے بعد جازیجوں کے مغلوب ہونے کی بھی جلد نوبت آگئی (۱۷۵ء) اور اس کا ثبوت مارکوس کے لقب "سرماشی کوس" اختیار کرنے سے ملتا ہے۔

(۱۴) مارکوس ایک سچے مدبر کی فراست رکھتا تھا۔ اسے سلطنت کی شمالی سرحد کے مستقل خطرے کا پوری طرح احساس ہو گیا۔ اور وہ پیش از پیش تاڑ گیا کہ انہی وحشیوں کی یورشیں ایک دن سلطنت کا ناس کر کے رہیں گی۔ اس نے اچھی طرح جان لیا کہ جنگی فتوحات سے ان خطروں کا سدباب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے لئے دشمن پر کامل تسلط حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اسے معلوم ہو گیا کہ تراجن کا الحاق داکیہ بالکل درست تھا۔ اور حق یہ ہے کہ ان مارکومانی محاربات نے تراجن کی حکمت عملی کو سراسر بجا و مناسب ثابت کر دیا۔ کیونکہ اس موقع پر محض داکیہ کے رومیوں کے قبضے میں ہونے کی وجہ سے روکولائی اور مشرقی کارپے تھئیین کی دوسری قومیں یورش میں حصہ لینے سے باز رہیں۔ پس مارکوس نے فیصلہ کر لیا کہ تراجن کے ڈالے ہوئے راستے پر قدم آگے بڑھانا اور جازیج و مارکومانی علاقوں کے الحاق سے سلطنت کی سرحد سیدھی کرنا عین مصلحت ہو گا۔ جازیجیہ یا دین یوب و تھئیس کے درمیان کی پٹی کا الحاق تو واقعی بالکل برمحل نظر آتا تھا۔ باقی مارکومانی قبائل کے وطن "بویوہیموم" (بوہمیہ) کے پہاڑ اور جنگلوں کے قدرتی حصار اگر ہاتھ آ جائیں تو وہ ان وحشیوں کو قابو میں رکھنے کے لئے بہت اچھی جنگی چوکی کا کام دے سکتے تھے۔ غرض مارکوس نے دو نئے صوبے، سرماشیہ اور مارکومانیہ بنانے کا تہیہ کیا۔ اور سرماشیہ پر تو وہ جازیجوں کو وہاں سے نکال کر غالباً فوراً عمل دخل کر لیتا۔ مگر انہی دنوں شام میں ایک بغاوت ہو جانے سے ان تجویزوں کو ملتوی کرنا پڑا۔ اور بالفعل مغلوب دشمن پر حسب ذیل شرائط صلح عائد کی گئیں کہ وہ رومی

عساکر کے لئے مقررہ تعداد میں سپاہی دیں (چنانچہ صرف جازیجوں پر آٹھ ہزار سوار بھرتی کرانا لازمی قرار دیا گیا تھا) دوسرے ڈینیوب کے کنارے کی ایک پٹی جو پہلے دس میل چوڑی رکھی گئی تھی اور بعد میں پانچ میل کر دی گئی، مارکومانی اور جازیج خالی کر دیں۔ اور تیسرے یہ کہ کوآدی اور مارکومانی اپنے علاقوں میں بیس ہزار کی تعداد تک رومی سپاہ کی تعیناتی منظور کریں۔ تجارتی شرائط بھی بہت جزئیات کے ساتھ طے کی گئی تھیں کہ آیندہ کسی قسم کا تنازع نہ پیدا ہو سکے۔

انہی ایام میں اس تھن جی قبائل داکیہ میں آئے اور فوجی بھرتی کی شرط پر وہاں بسنے کی درخواست کی لیکن ایک دوسرے قبیلے لاک رینجی نے اس خوف سے کہ کہیں اُن کے آبسنے سے ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اور نیز داکیہ کے صوبہ دار کی شہ سے نوواردوں پر حملہ کر کے انھیں ہلاک کر دیا۔ یہ واقعہ اس لئے قابل ذکر ہے کہ ایک قبیلے کو دوسرے کے خلاف بھڑکا کر دشمنوں کو قابو میں رکھنے کی یہ وہ تدبیر تھی جس کی اس زمانے میں تو ابتداء ہوئی اور بعد میں رومی حکومت نے اسے ترقی دے کے خاص ایک اصول حکمرانی بنا لیا۔

(۱۵) مشرق کی وہ بغاوت جس نے مارکوس کی بادشاہی کو ہی معرض خطر میں ڈال دیا شام کے لایق صوبہ دار اوی دیوس کاسیوس نے تیار کی تھی جنگ پارتھیہ کے فتح و فیروزی کے ساتھ ختم ہونے کا باعث بہت کچھ یہی امیر تھا اور جب ورُوس نے روما کو معاودت کی تو کاسیوس کو خاص اپنے صوبے کے علاوہ مشرقی سرحدوں سے ملے ہوئے سارے علاقوں پر بھی اسی طرح فوجی اقتدار دے دیا گیا جس طرح نِرو کے زمانے میں کوربیولو کو حاصل تھا۔ دوسرے وہ سلطنت کے اسی مشرقی علاقے یعنی سیرہوس کا باشندہ اور ان ملکوں میں بہت صاحب رسوخ آدمی تھا۔ اور گو وہ ضابطے کا بہت پابند بلکہ سخت گیر و جابر تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ فوج والے سب اس سے محبت کرتے تھے اپنی خاص سپہ سالاری کے زمانے میں اس نے سلطنت کی مزید خدمات یہ انجام دی تھیں کہ شمالی عرب کے ایک ہنگامے کو فرو کیا اور مصر میں مذہبی دیوانوں کی جو "گلہ بان" کے نام سے

مشہور تھے ایک خطرناک شورش دفع کی۔ لیکن وہ فلسفی بادشاہ کی ماتحتی سے ناراض تھا۔ اور مارکوس کی حکومت سے یہ دل برداشتگی ظاہراً شرقی ممالک کے تمام فوجی حلقوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ فوج کے سردار "فلسفی بڑھیا" کا جسے لشکرگاہ میں بھی اخلاقی مضامین لکھنے کی سوجھتی تھی، مضحکہ کیا کرتے تھے ورُوس نے مارکوس کو کاسیوس سے خبردار رہنے کی بھی تاکید کی تھی مگر ہمارے سند نشین رواقی نے خاص جبریوں کے انداز میں اسے یہ جواب دیا کہ "شاہ وشہریار اپنے جانشینیوں کو کبھی قتل نہیں کرتے آخر ۱۷۵ء میں جب کہ مارکوس ڈینیوب کے کنارے سے مارکومانیوں سے معرکہ آرائی میں مصروف تھا۔ کاسیوس نے اپنے حامیوں کا ایک اتنا بڑا جتھا تیار کر لیا کہ اس کے بل پر اپنے باغیانہ ارادوں کا اظہار کر سکے۔ مصر کا ناظم فلادیوس کالوی سیوس بھی اس کا مؤید ہو گیا۔ مگر اس باغیانہ تحریک میں دیکھنے کی بات، جو نئے مدعی کے اعلانات سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ تھی کہ یہ ایک سپاہی اور فلسفی کا مقابلہ تھا۔ کاسیوس مانتا تھا۔ کہ مارکوس بہت نیک آدمی ہے۔ لیکن اسے شکایت تھی کہ فلسفے کے شغف میں وہ ملک کی طرف سے غفلت کرتا ہے۔ بغاوت کے جلد تر آغاز ہونے کا ایک سبب یہ ہوا کہ انہی دنوں مارکوس کے وفات پا جانے کی غلط افواہ مشہور ہو گئی۔ لیکن اسی سبب نے بعد میں بغاوت کو ناکام بھی کیا۔ یعنی لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ بادشاہ مر گیا، اوی دیوس کاسیوس کی بادشاہی تسلیم تو کر لی۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی تو پھر کسی نے اس کا ساتھ دینا نہ چاہا۔ اور کاسیوس کسی خونی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بغاوت کی خبر سنتے ہی مارکوس مشرق کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اور سمجھے ہوئے تھا کہ خانہ جنگی ہوئے بغیر نہ رہے گی اسی لئے احتیاطاً اس نے روانگی سے پہلے اپنے بیٹے کوموڈوس کو جس کی عمر پندرہ سال کی تھی سن بلوغ کا چغہ پہنانے کی رسم ادا کر دی تھی لیکن شام میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ مدعی کا خاتمہ ہو چکا ہے تو اس پر مارکوس نے بہت افسوس کا اظہار کیا کہ مجھے اسے معاف کرنے کی خوشی نصیب نہ ہوئی ؛ اور سب کے ساتھ بھی جو اس سازش میں شریک تھے نرمی کا برتاؤ کیا گیا۔ البتہ آیندہ سے یہ اصول قایم کر دیا گیا کہ کوئی شخص اپنے وطن میں صوبہ دار نہ بنایا جائے۔

(۱۶) ملکہ فاوستینہ جو مارکومانی محاربات میں شوہر کے ساتھ تھی اور سپاہیوں نے اسے "اُمّ عساکر" (mater castrorum)کا خطاب دیا تھا مشرق کے سفر میں بھی ہمراہ آئی۔ لیکن راستے میں کپادوسیہ کے مقام ہلالا میں جو جبل طوریس کے نیچے واقع تھا۔ اس نے وفات پائی۔ مجلس اعیان نے اس کی مذہبی تعظیم و تکریم کی۔ اور جس جگہ مری تھی وہاں اس کی پرستش کے لئے مندر تعمیر کرا دیا۔ اپنی ماں کی طرح یہ ملکہ بھی بدنام کرنے والوں کے طعن سے محفوظ نہ رہی۔ کہا جاتا تھا کہ وہ کھلے بندوں عصمت فروشی کرتی ہے یہاں تک کہ کومودوس کے متعلق سرگوشیاں ہوتی تھیں کہ وہ دراصل کسی پہلوان کا نطفہ ہے۔ ان سب سے بدتر اس کے نام کو یہ بٹہ لگایا جاتا تھا کہ کاسیوس کی بغاوت میں وہ اس کی ہمراز ملکہ حامی ہے۔ اور کامیابی کی صورت میں اس سے شادی کا وعدہ کر چکی ہے۔ لیکن درحقیقت اس کے چال چلن کے خلاف کوئی شہادت ایسی موجود نہیں ہے جسے واقعی قابل اعتنا سمجھا جائے۔

لوسیوس وروس کی وفات کے بعد سے سلطنت رومہ پھر شخص واحد کے زیر حکم آگئی تھی۔ بادشاہ کے دونوں بیٹوں انّیوس اور کومودوس (ولادت ۱۶۱ء) اور انیوس وروس کو لقب قیصر مل چکا تھا اور اگر یہ دونوں زندہ رہتے تو گمان غالب یہ ہے کہ مارکوس ان کو مشترکہ طور پر سلطنت سپرد کر دیتا۔ لیکن چھوٹے (یعنی انیوس) نے ۱۷۰ء میں وفات پائی۔ اور بہت سے بھائی بہنوں میں صرف کومودوس ہی جیتا بچا۔ کاسیوس کی بغاوت کے جھگڑے سے بے فرصت پا کر جب بادشاہ رومہ آیا تو اسی فرزند کو "امپراطور" کا لقب دے کر جلوس فتح میں شریک کیا۔ اور کمسنی کے باوجود دو سال آیندہ کی قنصلی کے واسطے نامزد ہوا۔ اسی کے ساتھ (۱۰ دسمبر ۱۷۶ء سے کچھ پہلے) اسے تری بیونی اقتدارات عطا ہوئے۔ اور ۱۷۷ء میں وہ اسی مرتبے سے سرفراز ہوا جو پہلے لوسیوس وروس کو حاصل تھا یعنی لقب اغسطس کے ساتھ باپ کا شریک بادشاہی بنا دیا گیا۔ وہ کچھ بری فطرت کا آدمی نہ تھا۔ لیکن بالکل کمزور قوت فیصلہ سے عاری اور تن پرور تھا مجموعی طور پر اس میں اچھے یا قابل

گزران فرمان روا بننے کی بھی اہلیت نہ تھی۔ مارکوس بیٹے کے ان تمام اسقام سے بالکل بے خبر نہ ہو سکتا تھا۔ اسی لئے اس پر یہ الزام ہے کہ اپنی پدرانہ محبت کی خاطر سلطنت کی فلاح و بہبود کو پس پشت ڈال دیا۔ اس منصب کے لئے اس کا داماد کلودیوس پومپیانوس جس نے وردس کی بیوہ لوکلہ سے شادی کر لی تھی کوموددس سے بہتر ہوتا لیکن دوسرے پہلو پر نظر کیجئے تو اگر کوموددس کو جانشین نہ بنایا جاتا، جو قدرتی طور پر اپنے آپ کو حقدار سمجھتا ہوگا، تو خانہ جنگی کا قوی اندیشہ تھا۔ اس قسم کی دشواریاں پیش آجانے کی صورت میں آئین بادشاہی میں کوئی سبیل مفر کی نہیں رکھی گئی تھی۔ اور اس موقع پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مارکوس نے دو قباحتوں میں سے کمتر کو اختیار نہیں کیا؛

(۱۷) اس اثنا میں ڈینیوب کی مفتوح اقوام نے عہد صلح کی خلاف ورزی کی کوادی اور مارکومانی قبائل رومیوں کی متعینہ افواج کے دباؤ سے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ لہذا جونہی مارکوس شام کی طرف روانہ ہوا انھوں نے کاسیوس کی بغاوت کا موقع غنیمت سمجھا اور منحرف ہو گئے۔ پھر جس طرح تراجن کو داکیہ میں دوسری دفعہ لڑنا پڑا تھا، مارکوس بھی دوسری جنگ مارکومانی چھیڑنے پر مجبور ہوا۔ اور اگر زندہ رہتا تو وہ بھی تراجن کی طرح اس مرتبہ باغیوں کا غالباً بالکل استیصال کر دیتا۔

اس جنگ کے موقع پر میدان کارزار میں کوموددس، مارکوس کے ہمرکاب تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ روما سے چلتے وقت اس نے جنگ کے دیوتا بلونا کے مندر کے سامنے خون آلودہ برچھی پھینکنے کی قدیم رسم بھی ادا کی۔ مگر اس جنگ کے بھی تفصیلی حالات تاریکی میں ہیں۔ اتنا مذکور ہے کہ ایک رومی سپہ سالار پاترنوس نے بڑی بھاری فتح حاصل کی۔ اور اسی بنا پر مارکوس کی دسویں مرتبہ "امپراطور" کے نام سے سلامی اتاری گئی۔ ظاہرا مارکومانی بالکل مطیع و باج گزار بنائے گئے اور کوادیوں کو اس قدر نقصان پہنچا کہ وہ نقل وطن کر کے قبائل سمنون کے علاقے میں چلے جانا چاہتے تھے۔ لیکن جہاں تھے وہیں رہنے اور فاتحین کی مقامی افواج کے

واسطے زراعت کرنے پر مجبور کیے گئے۔ لیکن بظاہر جازیجوں نے جلد ہی گردن ڈال دی تھی اور ان کے ساتھ رعایت کی گئی۔ چنانچہ پہلے جو کڑی شرطیں عائد کی گئی تھیں وہ دور کر دی گئیں۔ اور انھیں یہ اجازت بھی، جو بڑی رعایت تھی، دی گئی کہ وہ مشرق میں اپنے ہمقوم روکسولانی کے ساتھ رسل ورسائل کے لئے ملک داکیہ میں سے آمد ورفت رکھ سکتے ہیں۔ قرینہ کہتا ہے کہ مارکوس جازیجیہ کو رومی صوبہ بنانے کا تہیہ کر چکا تھا اور تھوڑے دن بعد مارکومانیہ کا بھی یہی حشر ہوتا۔ تاریخ میں یہ بڑے معرکے کا وقت تھا کہ وسطی یورپ کے ایک اہم جزو کے براہ راست رومیوں کے زیر نگیں آنے میں، جس سے اُن ممالک کی آیندہ تاریخ پر بڑا اثر پڑتا، چند ہی مہینے کی دیر رہ گئی تھی سلطنت روما کی حدود دریائے البب تک وسیع ہونے والی تھیں۔ اور وہ منصوبہ جو قریب قریب دو سو برس پہلے اغسطس کے زمانے میں خیال ہی خیال میں رہ گیا، عالم خارج میں تکمیل پانے کو تھا۔ لیکن ۱۷ مارچ ۱۸۰ء کے دن وین دوبونا کے پڑاؤ پر مارکوس اورلیوس ہی دنیا سے کوچ کر گیا۔ اور اس کی ساری تجویزیں تقدیر نے خاک میں ملا دیں اس کی عمر پورے ساٹھ برس کی بھی نہ تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کے جسم کو جنگ کی صعوبتوں نے مضمحل کر دیا تھا۔ اور بخار نے اُس کا کام تمام کر دیا۔ ادھر مارکوس مرا اُدھر اس کے ناکارہ بیٹے نے وہ سب کیا کرایا کام، جو اس کے باپ کے مدبرانہ ارادے اور قابل آفریں استقلال کا نتیجہ تھا، خراب کر دیا۔ روما واپس آنے کے شوق اور جنگ سے پیچھا چھڑانے کی جلدی میں نئے بادشاہ نے الحاق کی تکمیل کرنے کے بجائے مارکومانی اور کوادی قبائل سے بہت نرم شرطوں پر صلح کر لی۔ اور مارکوس کے سارے طویل محاربات کو بیکار ولا یعنی کر دیا۔

(۱۸) مارکوس کی لڑائیوں کا ایک بہت اہم نتیجہ، ہر چند اس کا اصلی تعلق آیندہ صدی کی تاریخ سے ہے۔ مختصر طور پر یہاں بیان کر دینا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اب اس طریقے کا باقاعدہ آغاز ہو گیا کہ رومی سرزمین پر جرمن اور سرماشی قوم کے بڑے بڑے گروہ فوجی نو آبادیوں کی صورت میں بسائے جانے لگے۔ ۱۷۲ء میں مارکوس نے اس قسم کی بستیاں پانونیہ میزیہ داکیہ اور جرمانیہ کے

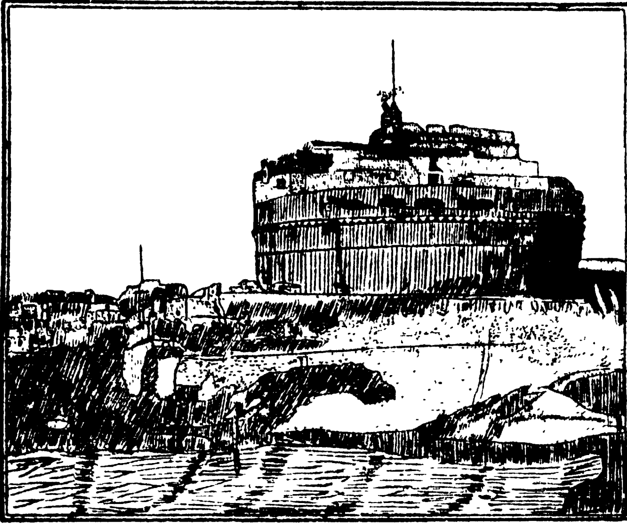
علاقے میں آباد کیں۔ اس نے تو اطالیہ کی آبادی کی کمی کی تلافی کے لئے خاص اطالیہ میں ان اجانب کی ایک بڑی تعداد ’’لوناتی‘‘ بسائی تھی مگر نوادوں نے خود ’’لونا‘‘ پر قبضہ جمانا چاہا اور پھر ان کے بسانے کا خیال ترک کر دیا گیا۔ آباد کاروں کو زمین دی جاتی تھی اور وہ آزاد بھی تھے۔ لیکن یہ آزادی اس حد تک محدود تھی کہ انھیں اپنی زمین چھوڑ کر جانے کی اجازت نہ تھی۔ نیز وہ فوجی خدمت انجام دینے کے پابند تھے۔ اس طرح زراعت اور سرحد کا تحفظ، جن اضلاع میں اس قسم کی آبادیاں بسائی گئی تھیں، دونوں کام انہی آباد کاروں پر منحصر ہو گئے۔ ان ’’کولونات‘‘ نے آخر میں جو مستقل صورت اختیار کی وہ تیسری صدی عیسوی کا واقعہ ہے لیکن یہاں یہ بات جتا دینی چاہئیے کہ یہ آبادیاں محض اسیران جنگ کی وجہ سے قائم نہیں ہوئیں بلکہ یہ ایک حد تک اس تغیر کی ایک ظاہری صورت تھی جو خود سلطنت کے اندرونی معاشی حالات میں پیدا ہوا تھا۔ پٹے دار کسان جو لگان کی کثیر باقیات کو ادا نہ کر سکتے تھے، ان کی حیثیت رفتہ رفتہ ایسے ہی آباد کاروں کی ہو جاتی تھی۔ اور شروع شروع میں قانوناً نہ سہی، عملاً وہ بھی زمیندار کی زمین میں کام کرنے کے اس طرح پابند بن جاتے تھے۔ دوسرے یہ بھی ہوتا تھا کہ چھوٹے زمیندار جنھیں خسارہ رہا اور دیوالیہ ہو گئے، از خود اپنے حقوق مالکانہ دوسروں کو منتقل کر کے انہی پردیسی مزارعین کی پابندیاں اپنے اوپر عائد کر لیتے تھے کہ اسی تدبیر سے ان کا کچھ بھلا ہو جائے۔

فوجی مستعمرات کا یہ آغاز منجملہ ان واقعات کے ہے جن سے پتہ چلتا ہے کہ مارکوس اور کیوس کے عہد میں ہم گویا انحطاط سلطنت کے سرے پر کھڑے ہیں۔ کیونکہ رومتہ الکبریٰ کا پارہ پارہ ہونا تیوتونی اقوام کے صرف باہر سے حملہ کرنے کی وجہ سے وقوع میں نہیں آیا۔ بلکہ اس لئے بھی کہ خود سلطنت کے اندر ان اقوام کا ایک بڑا عنصر موجود تھا۔ ایک اور قابل لحاظ امر یہ ہے کہ تیوتونیوں کے علاوہ دوسری زبردست قوت جو سلطنت رومہ

سے جوڑ بند الگ کرنے اور یورپ کی حالت بدل دینے کا سبب ہوئی یعنی دینِ مسیحی، وہ بھی پہلی مرتبہ ممتاز طور پر مارکوس کے عہد میں سامنے آئی۔ اور سلطنت کے ساتھ اس کا پہلی دفعہ سخت تصادم ہوا[1]۔

---

[1] ملاحظہ ہو باب سیم ۲۱۔



باب بست و نہم

ہادریان و انتونی نوس کا علم ادب

ذیلی عنوان:- (۱) اس عہد کے یونانی اور لاطینی ادب کی خصوصیات۔ قدامت پرستی۔ حب قومی کا انحطاط؛ (۲) شاعری۔ ہادریان اور فلوروس (۳) سوے تونیکس تران کوئی لوس۔ فلوروس؛ (۴) فرونتو (۵) "پری وجی لیوم ونی ریس" (۶) رولوس جلیوس (۷) ترتی تیوس سکاؤروس۔ سلپی کیوس انوبی ناریس ال ایلیوس جونیوس نوس تی کوس۔ (۸) یونانی علم ادب (اریان) (۹) اپیان یوگی نوس (۱۰) بطلیموس جغرافیہ نویس۔ پاؤسانیاس، سیلح، (۱۱) ایلیوس ایرس تی دس (۱۲) لوکیان (۱۳) یونانی شاعری۔

(۱) عہد ہادریان میں لاطینی علم ادب کے ایک نئے دور کا افتتاح ہوا اور یونانی ادب میں بھی ایک تازہ جان پڑ گئی۔ ہادریان خود علم و حکمت میں دخل دیتا اور خاص اہتمام سے اہل علم کو اپنی صحبت میں رکھتا تھا۔ (اثینی دیوی کے نام پر) اس نے ایک قسم کی علمی مجلس بنائی تھی جو اثینوم (Athenœum) کہلاتی کہ اس میں شعرا اور اہل فصاحت و فلسفہ اپنی تصانیف آکر سنا سکیں۔ اس نے خود بھی بعض نظم و نثر کی چیزیں لکھی تھیں مگر وہ بہت سرسری/اور سطحی شوق کا نتیجہ تھیں تحریر میں وہ متقدمین کے طرز کی تقلید کرتا تھا۔ یعنی سیسرو کو چھوڑ کر کاتو کی اور ورجیل کی بجائے انیوس کی۔ یہی دراصل اس کے زمانے کا رنگ ہو گیا تھا۔ اور یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا کہ دوسری صدی عیسوی کے علم ادب کا "ہنر" متروک طرز کی نقالی تھی۔ اہل ادب بہت سا وقت محض پرانی پرانی کتابوں کی ورق گردانی میں صرف کرتے اور ان میں سے نامانوس متروک الفاظ ڈھونڈ کر اپنی تحریر میں استعمال کرتے۔ اس طرح ثقیل و عسیر الفہم لغت سے واقفیت پیدا کرنے کا شوق ہو گیا تھا۔ اور ادبی ذوق کے میدان میں صرف و نحو اور بلاغت و بدیع کے علما رسب کے آگے آگے تھے۔ اس قسم کی قدیم علم ادب سے دلچسپی اور بہت ہی پرانے اسالیب کے ذوق و شوق کی ہوا چل جانے کی مثالیں ہمارے زمانے میں بھی ملتی ہیں۔ روما میں اس عام چلن سے سوائے چند مصنفین کے جنھوں نے کوانتی لیان کے اصول کی تعلیم حاصل کی تھی، کوئی نہ بچا تھا۔

اسی کے ساتھ دوسرے پہلو سے دیکھیے، تو اس عہد کا رومی علم ادب قومی حدود سے آزاد ہو کر زیادہ ہمہ گیر ہوتا جاتا تھا۔ یونانی اور لاطینی زیادہ قریب آ رہی تھیں اور بہت سے ادیب، جیسے (کلودیوس کی طرح) خود ہادریان، فرونتو، سوے تونیوس اور اپولیئوس دونوں زبانوں میں لکھتے تھے۔

ہادریان کی طرح انتونی نوسی بادشاہوں نے بھی علم ادب کی سرپرستی کی۔ انتونی نوس پایوس نے اپنے پیشرو کی تقلید میں جا بجا فلسفے اور بلاغت و بدیع کی درسگاہیں قایم کیں اور چھوٹے بڑے شہروں میں سوفسطائیوں نحویوں اور طبیبوں کی ایک مقررہ تعداد کو سرکاری محاصل سے بطور خاص مستثنی کر دیا

اسی کے عہد میں لاطینی اور یونانی دنیائے ادب کے دونوں سربرآوردہ رکن فرونتو اور ہرودس انی نوس عہدۂ قنصلی سے سرفراز ہوئے؛ اس کے بعد مارکوس اورلیوس کا زمانہ آیا جو نہ صرف علم کا قدر شناس و مربی بلکہ خود صاحب تصنیف تھا[1] اگرچہ اس کی کتاب مفکرات کی جو کچھ وقعت ہے وہ مضامین کے اعتبار سے ہے نہ کہ بلحاظ انشاپردازی۔ پھر بھی اس بارے میں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ یہ تحریر تصنع سے بالکل بری ہے؛

فصل اول

لاطینی ادب

(۲) ہادریان کے زمانے میں جونال کی بعض ہجویں معرض تحریر میں آئیں لیکن اور کوئی ممتاز شاعر اس عصر میں نہیں ہوا۔ انتیا نوس نے دیہات کی زندگی کے گیت گائے ہیں۔ فلوروس چھوٹی موٹی چیزوں پر لکھتا اور بادشاہ سلامت سے شعر بازی کرلیا کرتا تھا۔ ذیل کے ابیات میں اس نے ہادریان کی سیاحتوں پر مزاحاً لکھا ہے کہ۔

"میں قیصر بننے سے باز آیا
کہ بتاوی دلدلوں میں مارے مارے پھرنا
اور برطانوی قبائل میں دبکنا پڑے اور
یا اسکیثیہ کا پالا مجھے مار جائے"[2]

اس کے جواب میں ہادریان نے یہ قطعہ لکھا ہے۔

---

[1] مفکرات کا ذکر ہم پچھلے باب میں کرچکے ہیں (عنوان [1])
اورلیوس نے اسے "اپنے نام" کے ساتھ موسوم کیا تھا۔

[2] یہ ترجمہ مجھے مسٹر ہوجکن سے حاصل ہوا ہے۔

"میں فلورس بننے سے باز آیا
کہ رومہ کے شراب خانوں میں مارا مارا پھروں
یا ان بائیوں کی دوکانوں میں دبکنا پڑے
اور قدح شراب کی بلا مسلط ہوجائے"

ہادریان کے وہ شعر جو اس نے روح کو مخاطب کرکے لکھے ہیں ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ اس ہمہ گیر بادشاہ نے بعض یونانی تصانیف کے علاوہ ایک اپنی سوانح عمری بھی لکھی تھی جسے اس کے مولیٰ فلیگون نے شایع کیا۔ لیکن اب وہ مفقود ہے۔ خود فلیگون نے "اولیم پیاد" کے نام سے یونانی زبان میں ایک تاریخ لکھی تھی۔

(۳) سی سوے تونیوس تران کوئی لوس (ولادت تخمیناً ۷۵ء وفات ۱۶۰ء) تراجن کے زمانے میں بعض سرکاری خدمتوں پر رہا اور پھر ہادریان کا میر منشی ہوگیا تھا۔ وہ اپنے زمانے کا وارو یعنی ہر رنگ مولا گذرا ہے اور ہر قسم کے مضامین پر کتابیں لکھتا رہا۔ اس کی کتاب "پراتا" یا گلکول ایک جامع تصنیف ہے جس میں رومی آئین و مراسم لباس اور واقعات تاریخی جمع کیے ہیں اور الفاظ کے معنی کی تحقیق میں خاص توجہ سے کام لیا ہے۔ فلسفۂ طبعی کے بھی مباحث آگئے ہیں اور اس میں عالم اکبر و اصغر (انسان) کا موازنہ خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے اس مصنف کی اکثر کتابیں تلف ہوگئیں اور اب صرف اس کی "سیرت قیاصرہ" اور "حالات مشاہیر" کے بعض اجزا ہمیں ملتے ہیں۔ سیرت قیاصرہ کے آٹھ باب گئے ہیں اور جولیس سیزر سے لے کے بعد کے پانچ بادشاہوں تک ہر ایک پر ایک ایک باب لکھا ہے ساتویں باب میں گالبا، اوتھو اور وی تلیوس کے حالات ہیں۔ اور آٹھویں میں تینوں فلاویوسی بادشاہوں کا ذکر کیا ہے یہ تاریخی نہیں بلکہ خالصتہً فن تراجم کی کتاب ہے اور اس میں محاضرات اور ذاتی حالات تفصیل سے درج کیے ہیں مصنف کے سامنے بہت اچھا سواد ہے اور اگرچہ نظر تنقیدی نہیں

ہ اگرچہ جولیس سیزر کی زندگی کے ابتدائی حالات غائب ہوگئے ہیں۔

تاہم جہاں تک ہم اندازہ کر سکتے ہیں، اس نے بلا رو رعایت ہر چیز کو جو اسے ملی اور دلچسپی کے لائق معلوم ہوئی، قلم بند کر دیا ہے۔ مشاہیر کے حالات میں جو کتاب اس نے لکھی اس میں صرف انہی لوگوں کو لیا ہے جنھوں نے رومی علم ادب کے کسی شعبے میں کوئی یادگار کام کیا تھا۔ کتاب کے جو اجزا سلامت رہ گئے ہیں، ان میں تی رنس و ہوریس کے پورے اور لوکان و پلینی (کلاں) کے حالات کا ایک حصہ ہمیں دستیاب ہوا ہے۔

فلوروس نے دو جلدوں میں روما کی جنگی تاریخ کا خلاصہ[1] تیار کیا تھا اس میں عہد اغسطس تک کے حالات ہیں اور اس کا سب سے بڑا ماخذ لیوی ہے پہلی جلد میں روما کا زمانۂ عروج ہے اور دوسری میں عہد انحطاط جو گراکوسوں کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ کتاب لفاظی اور مبالغہ آمیز پیرائے میں لکھی گئی ہے۔ اور کسی نے لکھا ہے کہ "مصنف کا مطلب روما کی لڑائیوں کے حالات لکھنا نہیں بلکہ اس کی ملک گیری کی قصیدہ خوانی کرنا ہے" ممکن ہے کہ یہ فلوروس وہی شاعر ہو جس سے ہم پہلے روشناس ہو چکے ہیں[2]۔

(۴) انتونی نوسوں کے زمانے میں لاطینی آسمانِ ادب کے سب سے روشن تارے فرونتو، ادوس جلیوس اور اپولیوس تھے۔ فرونتو، گیرتا اور پولیوس مادورا کا باشندہ تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ اب افریقہ نے رومی علم ادب میں وہی جگہ لینی شروع کی جو گزشتہ صدی میں ہسپانیہ کو حاصل تھی۔

ا م، کورنلیوس فرونتو (تخمیناً ۱۰۰ء تا ۱۷۵ء) کا ذکر اور لیوس کے استاد کی حیثیت سے اوپر آیا ہے اور اپنے شاگرد کے ساتھ اس کی خط کتابت کا بھی ہم کچھ حال پڑھ چکے ہیں۔ فن خطابت و بلاغت کا یہ بڑا افاضل استاد تھا اور طرز تحریر کے اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ اپنے زمانے کا ادبی رہنما وہی گزرا ہے۔ اس نے

---

[1] کتاب کا اصلی نام ("Epitomoe de Tito livis bellorum Amnium annorum Dcc libri duo.") ہے

[2] ملاحظہ ہو باب بست و پنجم عنوان ۲۵

ایک طرز جدید کی طرح ڈالی جس میں نادر و غریب الفاظ اور فراموش شدہ تمثیلات کی کثرت ہوتی تھی اور اکثر اہل قلم اسی لیکھ پر چل پڑے۔ گویا فرونتو کی تبعیت میں در حقیقت اس طرز تحریر سے رجعت پیدا ہوئی جس کا نمونہ سنیکا تھا اور اس تحریک کے بعض پہلو ہمیں انگریزی ادب میں اُس رجعت کی یاد دلاتے ہیں جو اٹھارھویں صدی کی انشا پردازی کے خلاف قرن حاضرہ میں رونما ہوئی ہے۔ فرونتو کی کوشش کم سے کم ایک حد تک یہ تھی کہ ما قبل سیسرو کی لاطینی کو تازہ کیا جائے۔ مکتوبات کے علاوہ اس نے فصاحت پر ایک رسالہ لکھا جس میں قدر و قیمت کے اعتبار سے فلسفے اور فصاحت کا موازنہ کیا ہے۔ ایک کتاب "پرینسیپا ہیس توریئہ" کے نام سے لوسیوس وروس کے شرقی محاربات کی مدح و تحسین میں تالیف کی اور کئی اور رسالے بھی لکھے ہیں۔ ان میں اس کے مکتوبات بہت دلچسپ ہیں مگر ان میں تصنع کا بہت دخل ہے اور اپنے زمانے کی تاریخ کے بہت کم معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔

(۵) اس ادبی تحریک میں جس کا خاص نمائندہ فرونتو تھا، ایک قابل امتیاز نظم "پروجی لیوم دنی ریس" سات رکن کی رواں بحر میں لکھی گئی لیکن اس کا مصنف نامعلوم ہے۔ اسے فصل بہار کا آفریدہ سمجھنا چاہیے اور غالباً لکھی بھی اسی لئے گئی تھی کہ بہار کے کسی تہوار کے موقع پر گائی جائے۔ اس میں اس قوت کو بیان کیا گیا ہے جو کائنات میں (رومی عقائد کے مطابق) زہرہ دیوی کو حاصل ہے۔ نظم کی بحر یہ ہے۔

Cras amet qui numqu am

amavit, quique amavit cras amet. "

(۶) اولوس جلیوس مارکوس آورلیوس کے زمانہ کا مصنف ہے اور اُس نے قدیم علوم اور زبان کی مختلف جزئیات پر بیس جلدوں میں ایک کتاب "نوکتس اتی کہ" تالیف کی تھی۔ یہ نہایت معمولی ذہانت کا لیکن بہت ہی محنتی آدمی تھا اور اس کی کتاب میں بہت مفید معلومات جمع ہے۔ قدیم متروک الفاظ کے استعمال میں یہ بھی زمانے کے عام رنگ کا مقلد تھا اور درحقیقت اسی معمولی ذہانت کی بنا پر

اپنے زمانے کے مصنفین کا بہت اچھا نمونہ ہے۔ اسلاف پرستی سے اس کی کوئی تحریر خالی نہ رہ سکتی تھی اور اپنے اکثر معاصرین کی طرح وہ بھی تنقید کی کوئی قابلیت نہ رکھتا تھا۔

ان سے بالکل مختلف قابلیت کا آدمی اپولیئوس (ولادت تقریباً ۱۲۵ء) ہوا ہے جو مادورا کے ایک عہدہ دار کا بیٹا تھا۔ اس نے ایتھنز میں تعلیم پائی جسے وہ قدیم روما کے مشہور شاعر پلوتوس کی زبان میں "اتیک" (یعنی خالص یا ٹکسالی) کہتا ہے۔ اور کچھ عرصہ روما میں وکالت کا پیشہ کرتا رہا۔ اس نے ایک دولتمند بیوہ امی لیہ پودن تیلہ سے شادی کی جو عمر میں اس سے کہیں بڑی تھی اور جس سے وہ مادورا سے سکندریہ آتے ہیں روشناس ہوا تھا۔ اسی شادی پر امی لیا کے رشتہ داروں نے اس پر یہ مقدمہ دائر کیا تھا کہ اس نے امی لیہ کو کسی جادو ٹونے کے زور سے مسحور و مسخر کر لیا۔ تب اپنی صفائی میں اس نے "اپولوجیا" لکھی جو اب تک سلامت ہے اور جس میں اس نے اپنے الزام لگانے والوں کو بلا دقت ساکت کر دیا ہے۔ پھر وہ قرطاجنہ میں آ رہا اور وہیں سے کبھی کبھی افریقہ کے شہروں میں گشت لگاتا اور یونانی خطیبوں کی طرح لوگوں میں تقریریں کرتا پھرتا تھا۔

اپولیئوس کی طبیعت میں یقیناً جدت، قوی تخیل اور بہت اچھی ادبی قابلیت تھی۔ لیکن اس عہد کے مصنوعی قواعد و قیود نے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا اسے بالکل دبا لیا تھا۔ اور تنقید کی اتنی قوت اس میں نہ تھی کہ اپنے ذوق کو غلط روش پر جانے سے روک لیتا اور ان حدود کو معلوم کر لیتا جن کے اندر ایک انشا پرداز جائز طور پر متقدمین کا رنگ اختیار کر سکتا ہے یا اس مقام کو پہچان جاتا جس سے آگے ندرت پسندی لغویت ہو جاتی ہے۔

"اپولوجیا" کے علاوہ اس کی حسب ذیل کتابیں سلامت ہیں۔ "فلوریدا" جس میں مختلف مضامین پر اس کے دعووں و تقاریر کا انتخاب جمع کیا ہے۔ "میتا مورفوسس" جس پر اس کی ادبی شہرت کا مدار ہے اور گیارہ ابواب میں لکھی ہے۔ کتاب کا مضمون غالباً اپنے ہمعصر یونانی مصنف لوکیان کی کتاب "لوسیوس" سے اخذ کیا ہے اگرچہ خود اس نے بھی اسے پاتری کے لوسیوس نامی ایک اور مصنف کی کتاب "میتا مورفوسس" (قلب ماہیت) سے نقل کیا تھا۔ یہ ایک شخص کی کہانی ہے جو

قلب ماہیت ہو کر گدھا بن گیا تھا۔ اس حالت میں اس پر جو کچھ گزری اُسے قصے کے پیرائے میں بیان کیا ہے اور جا بجا مختلف حکایتیں مندرج کر دی ہیں جن میں امور و لسیکہ (عشق و روح) کی داستان کا دلکش بیان دیکھنے کے قابل ہے۔ ان تصانیف کے علاوہ اپولیئوس کے بعض رسالے فلسفے پر ہیں اور وہ حکیم افلاطون کے مذہب کا پیرو ہے۔ سقراط کی الٰہیت پر جو مضمون لکھا ہے اس میں وہ خدا اور شیاطین کے افلاطونی عقیدے کی تشریح کرتا ہے ایک رسالہ افلاطون اور اس کے مسلّمات پر ہے جس میں نفس انسان اور طبیعیات کے علوم پر بحث کی ہے اور "دِمُون دو" (العالم) میں "کائنات" نامی رسالے کو، جسے ارسطو سے غلط منسوب کرتے ہیں، اپنے طور پر نقل کیا ہے۔

(۷) علمائے قوانین کے کام اور جولیان و گایوس کی کتابوں کا پہلے ذکر آچکا ہے یہاں دیگر علوم و فنون کی تصانیف پر ایک نظر ڈالنا مناسب ہوگا۔ اُن دنوں صرف و نحو کے مطالعے کا لوگوں کو بہت شوق ہو گیا تھا۔ ہادریان کے زمانے میں اس علم کا سر برآوردہ شخص کیو، ترین تیوس اسکاردس گزرا ہے جس نے لاطینی صرف و نحو اور پلوتوس، دبجیل دہورکیس پر حاشئے لکھے۔ اس کے قریب ہی زمانے میں سی، اسلپی کیوس اپولوناریس (باشندہ قرطاجنہ) ہوا جس نے مسائل ادب و نحو پر کتاب "کواس تیونس اپیس تولیکی" لکھی اور تری نس کے ناٹکوں نیز "انئید" کے اوزان شعر قائم کئے۔ یہی شخص اولوس جلیوس کا استاد تھا۔

اپیےلیوس کی کتاب "لیبر موریالیس" بھی غالباً اُسی عہد کی تالیف ہے جس میں یونان، روما اور مشرقی ممالک کی اجمالی تاریخ کے ساتھ دنیا کا جغرافیہ اور آدمی کے کارناموں کا بیان کیا ہے۔

سب سے مشہور فلسفی اس زمانے میں جونیوس رس تی کوس رواقی تھا مارکوس اوریلیوس اس کا شاگرد اور اس کی بڑی تعظیم و تکریم کرتا تھا اور بیان کرتا ہے کہ فرونتو کے اثر سے جو میں بلاغت و بیان کے ادبی ابحاث میں الجھ گیا

تھا اس سے رسٹی کوس ہی نے مجھے نکالا اور اپیک تتوس کی کتابیں پڑھنے پر مائل کیا۔

سیجیت کی وکالت میں سب سے پہلے لاطینی کتاب بھی اسی عہد میں منوکیوس فلیکس نے تحریر کی اور اس دلچسپ وعجیب کتاب کا ہم آیندہ باب میں (عنوان ۲۵) پھر ذکر کریں گے۔

فصل دوم

یونانی علم ادب

(۸) یونانی علم ادب کی احیا میں، جو عہد ہادریان میں ہوا، سب سے خاص شخصیت نکومدیا (علاقہ بتھی نیہ) کے فلاویوس اریانوس کی ہے اور جیسا کہ اکثر خیال ہوا ہے، بہت سی باتوں میں یہ زنوفان سے ملتا تھا۔ جیسا اثر حکیم سقراط نے زنوفون پر ڈالا اسی قسم کا اثر اریان پر حکیم اپیک تتوس کا پڑا تھا اور جس طرح زنوفون کی شل اسے بھی لڑکپن سے فلسفے کا شوق دامنگیر ہوا اسی طرح زنوفون ہی کی شل اس نے عملی زندگی اختیار کی۔ سنہ ۱۳۰ء میں وہ منصرم قنصل اور سنہ ۱۳۱ء سے سنہ ۱۳۷ء تک کپادوسیہ کا صوبہ دار رہا۔ اور پھر سنہ ۱۴۷ء میں ہم اس سے بہ حیثیت آرکن (حاکم) ایتھنز میں ملتے ہیں۔ زنوفون کی طرح اس نے بھی سبھی قسم کے مضامین پر کتابیں لکھی ہیں۔ (۱) فلسفیانہ تصانیف اپنے استاد کی تعلیم کی شرح میں ہیں۔ ان میں ان کری دیان رواقی اخلاق پر، جس طرح کہ اپیک تتوس انھیں سمجھاتا تھا، ایک مختصر درسی کتاب ہے۔ اور اسی حکیم کے عقائد کی تفصیل میں "دیا تری بی" ہے (جس کے آٹھ مقالات میں سے اب چار سلامت ہیں)۔ (۲) زنوفون کی "انا باسیس" (اندام سیروس) کی تقلید میں آریان نے سکندر کی "انا باسیس" لکھی اور سیروس کی انا باسیس کی طرح اس کے بھی سات ابواب رکھے۔ اس کی تاریخی تصانیف میں یہی سب سے مفید وممتاز کتاب ہے اور خوش نصیبی سے محفوظ رہی ہے۔ مصنف نے اپنے ممدوح کی شرقی مہم ہی کے بیان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مفصل سوانح عمری

بھی لکھی ہے۔ کتاب کی عبارت زنوفون کے نمونے پر بالکل سادہ اور تسجیع و ترصیع سے پاک ہے۔ اس کتاب کے سلسلہ میں اریان نے ہندوستان کا بھی زیادہ تر جغرافی حال (ان دیکا" کے نام سے) آیونی زبان میں تحریر کیا ہے[1] اس کی دوسری تاریخی تصانیف تلف ہوگئیں۔ ان میں تاریخ خاندان دیادوکی، ایک تاریخ تھی نیز تمولیون و دیون کی سوانح، تراجن کے محاربات پارتھیہ کی تاریخ اور قوم الان پر ایک کتاب شامل تھی (آخر الذکر کا خاصا معقول حصہ محفوظ رہ گیا ہے) (۳) بحر اسود کے گرد جہاز رانی کے حالات میں اریان کی کتاب "پری پلوس" کا ذکر پہلے آچکا ہے[2] اس کے علاوہ ایک کتاب اس نے (۴) فن حرب پر لکھی اور ایک (۵) صید و شکار پر بھی تالیف کی جو اسی مضمون پر زنوفون کے رسالے کی گویا توسیع تھی۔ یہ سب کتابیں ہمارے زمانے تک سلامت ہیں"۔

یونانی علم ادب کی تاریخ میں اریان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ "ایکیت لیندوں" کے اسی گروہ سے تعلق رکھتا ہے جس کا سرگروہ لوکیان تھا۔ اس گروہ نے افلاطون و زنوفون کا قدیم طرز تحریر اختیار کیا تھا اور یہ گویا اس سلک سے رجعت تھی جس کا ممتاز نمونہ پولی بیوس تھا۔ بہ الفاظ دیگر یہ یونانی زبان کے قدرتی ارتقا سے لڑائی تھی اور اسے کوئی دیرپا کامیابی حاصل نہ ہوسکتی تھی۔ یہاں اتنا اور اضافہ کر دینا چاہئے کہ خالص ایتکی بولی میں لکھنے کی پوری کوشش و احتیاط کے باوجود اریان نے جا بہ جا غلطیاں کھائی ہیں"۔

(۹) ۱۶۰ء کے قریب سکندریہ کے باشندے اپیان نے روما[2] کی تاریخ قلمبند کی۔ وہ ہادریان کے عہد میں روما آیا اور فرونتو کے توسط سے

---

[1] اس بولی کو اس نے ہرودتس کی نقل میں اختیار کیا تھا جس نے اجنبی ملکوں کے حالات اسی مقامی زبان میں بیان کئے ہیں۔

[2] ملاحظہ ہو باب بست و ششم۔ عنوان [15]

[3] موسوم بہ "رومیکہ"

عامل کے عہدے پر سرفراز کر دیا گیا تھا۔ اس کی تاریخ کی سب سے بڑی خصوصیت کتاب کی ترتیب ہے۔ کیونکہ اس نے سنہ وار واقعات لکھنے کا طریقہ جو اکثر مورخین اختیار کرتے ہیں ترک کر کے، مباحث و مضامین کے لحاظ سے اپنی کتاب تالیف کی اس طرح اس کی تاریخ گویا چند خاص مضامین کی تاریخ کا مجموعہ ہے ایک جلد میں صرف ہسپانی واقعات جمع کئے ہیں اور اس کا نام ابریکہ ہے۔ دوسری (الی ریکہ) میں الی ریکم کے حالات ہیں۔ اور پانچ اجزا (اسٹی لیہ) میں صرف رومی خانہ جنگی کے حالات لکھے ہیں[1] اپیان نے اصول انشا پردازی کا لحاظ کئے بغیر یہ کتاب لکھی تھی اور اس کے صفحات میں ہر جگہ لاطینیت بھری ہے۔

پولئی نوس مقدونوی نے آٹھ مقالات میں ایک کتاب "اس تراجی متا" تحریر کی اور اسے مارکوس اورلیوس اور لوسیوس وروس کے نام پر معنون کیا۔ یہ تقریباً پوری محفوظ ہے۔ اس میں ساری یونانی تاریخ میں سپہ سالاروں کے جتنے خدمات حرب مذکور ہیں، ان کو جمع کیا ہے لیکن مولف اپنے ماخذوں کے انتخاب یا استعمال میں کوئی ناقدانہ امتیاز نہیں کرتا۔

(۱۰) اسکندریہ کے مشہور ہیئت داں اور جغرافیہ نویس بطلیموس کا زمانۂ تصنیف بھی مارکوس اورلیوس کا عہد ہے۔ اس کی سب سے بڑی کتابیں "ہیئت کبریٰ" اور "رہنمائے جغرافیہ" ہیں جن میں متن کے علاوہ تنجیم کے قواعد سے اس نے متعدد نقشے بھی بنا کر شامل کئے تھے۔ ان دونوں کتابوں کو یادگار زمانہ کہنا بجا ہوگا اصول موسیقی پر بھی بطلیموس کا ایک مختصر رسالہ محفوظ ہے۔ اسی سلسلہ میں ڈیونی سیوس (مخاطب بہ "پریئی جیت") کے ایک مسدس کا بھی ذکر کر دینا چاہئے جس میں دنیا کے

---

[1] ان میں سے چھٹا جزو الی ریکہ اور اجزائے سیزدہم تا شانزدہم (اسٹی لیہ) کا ایک حصہ، ساتویں، آٹھویں، نویں، گیارھویں اور بارھویں اجزا کے بعض ٹکڑوں کے ساتھ ابھی تک بچ رہا ہے تاریخ کی ایسی باعتبار مضامین ترتیب کا خیال اپیان کو افوروس مورخ کی تصنیف سے پیدا ہوا تھا۔

حالات منظوم کئے گئے تھے۔ اور بعد میں وہ درس میں داخل ہوا۔

"یونان کے گرد گشت" کے مصنف پاوسانیاس کے ذاتی حالات کا ہمیں بجز اس کے کچھ علم نہیں کہ وہ ایشیائے کوچک میں کوہ سپی لوس کے قریب پیدا ہوا اور مارکوس اورلیوس کے زمانے کا اہل قلم ہے۔ اس کی کتاب کے دس ابواب میں یونان کے اکثر حصوں کا حال تحریر ہے۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ دوران سیاحت میں جس قدر عمارات، مورتیں، یا تاریخی اور صنعتی دلچسپی کی چیزیں میں نے دیکھیں اُن سب کے حالات قلمبند کر دئے ہیں اور اسی سلسلے میں اُس نے بعض اوقات لمبے لمبے تاریخی اور اساطیری حالات ٹھوس دے ہیں[1] لیکن گو جن ملکوں کے حالات بیان کرتا ہے وہاں وہ بے شبہ خود گیا تھا، تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو انھیں بعد میں گھر آ کر محض حافظے سے قلمبند کیا اور یا یادداشتیں بہت بے پروائی سے رکھی تھیں کیونکہ اس نے بہت سی مشہور یادگاروں کا جن کی نسبت معلوم ہے کہ اس زمانے میں موجود تھیں مطلق تذکرہ نہیں کیا۔ مگر ان سب فرو گذاشتوں کے باوجود، پاؤسانیاس کی کتاب آثار قدیمہ کے طالب علم کی نظر میں ایک بے مثل خزانۂ معلومات ہے۔ شلی مان نے جن شاہی مقابر کو ماکنی کے کھیتوں میں کھود کر نکالا ان تک اس کی رسائی پاوسانیاس ہی کے ایک فقرے سے ہوئی۔ محاربات میسنیہ کے حالات میں بھی پاوسانیاس کی کتاب چوتھا باب ہمارا سب سے بڑا تاریخی ماخذ ہے۔

(۱۱) مشہور سوفسطائی الیوس۔ ارس تیدس، امیزیہ کا باشندہ (ولادت ۱۱۷ء) تھا۔ اس نے ایتھنز میں ہرودس اتی کوس اور سمرنا میں پولمو نیز بعض دیگر سوفسطائیت کے یگانۂ روزگار اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا

---

[1] اس کے پہلے باب میں اتیکہ، دوسرے میں کورنتھ وارگوس، تیسرے میں لکونیہ چوتھے میں میسنیہ، پانچویں اور چھٹے میں الیس، ساتویں میں اکائیہ آٹھویں میں ارکادیہ، نویں میں بیوشیہ اور دسویں باب میں فوکیس کے حالات بیان کئے ہیں۔

فراغت تحصیل کے بعد وہ مصر، ایشیائے کوچک اور یونان کی سیر و سیاحت کرتا اور تقریر و درس دیتا پھرا۔ اُس نے روما کی بھی سیر کی لیکن اس کا مستقر سمرنا ہی تھا۔ ۱۸۵ء کے قریب وفات پائی۔ اس کے پچپن درس ہم تک پہنچے ہیں جن میں سے اکثر صحیح معنی میں تقریریں ہیں لیکن بعض مکتوبات کی صورت میں ہیں۔ اکثر میں قدیم تاریخ کے مواضع اور واقعات پر بحث آگئی ہے۔ مثلاً ایک تقریر میں وہ اہل ایتھنز کی صقالوی مہم پر گفتگو کرتا ہے۔ ایک میں اسپارٹہ کے ساتھ صلح پر۔ اور جنگ لیوکترا کے بعد تھیبس اور اسپارٹہ کے مقابلے میں ایتھنز کی جو حالت ہو گئی تھی، اس پر پورے پانچ خطبے دئے ہیں۔ دو خطبوں میں دِموس تھینیس کے جواب اور لیتی کس اور اس کے درمیان امر متنازعہ پر بحث کی ہے۔ ایسوکراتس کی تقریر "ایتھنے کوس" نامی کی نقل میں اور اسی نام سے ایک خطبہ ایتھنز کی مدح میں لکھا ہے۔ اور "مشاہیر اربعہ" یعنی ایتھنز کے چار مشہور مدبرین ہمیس توکلس، میل تیاوس، کیمون اور پری کلس پر جن کی افلاطون نے اپنے رسالے "گورگیاس" میں تنقید کی تھی، جو تقریر ہے اس کا اصلی منشا بھی ایتھنز کی مدح سرائی ہی تھا۔ خطبۂ "مدح روما" ۱۶۰ء میں دیا گیا۔ "تاریخ خطباتِ مقدسہ" میں مصنف کی طویل علالت اور ان کراماتی علاجوں کا ذکر ہے جن سے بالآخر اسے شفا حاصل ہوئی۔ اس زمانے کے اوہام کا مرقع ہونے کے اعتبار سے یہ بہت کارآمد چیز ہے۔ دیوتاؤں کی تعریف میں جو خطبے دئے گئے ہیں ان سے اُس زمانے کا یہ عام میلان کہ قدیم اساطیر کی مجازی تفسیر کی جائے، ثابت ہوتا ہے۔ ان میں سے پوسئے دون دیوتا نام کا خطبہ خاکنائے کورنتھ کے بڑے تہوار کے موقع پر اور اس کو لاپیوس والا اس کے مندر (واقع کی زی کوس) کے افتتاح کی تقریب پر دیا گیا تھا۔ ارسیں تی دس کی تصانیف پڑھکر ایک عام اثر پڑھنے والے پر یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسے مصنف سے دوچار ہے جو صرف لفظوں سے کام رکھتا ہے اور خیالات و مطالب کی مطلق پروا نہیں کرتا۔ خود ارسیں تی دس اعتراف بلکہ ناز کرتا تھا کہ میرے نزدیک الفاظ ہر چیز سے مقدم ہیں۔ وہ برجستہ تقریر کا عادی نہ تھا بلکہ ایسی فی البدیہہ تقریروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اپنے فقروں کی انتہائی تزئین و ترصیع کرتا ہے یہاں تک کہ اس مفرط تصنع اور دقیقہ نگاری نے

اس کی اکثر عبارتوں کا سمجھنا مشکل کر دیا ہے۔

(۱۲) لوکیان سماطی (پیدائش قریباً ۱۲۵ء) نہ صرف دوسری صدی کے یونانی مصنفوں میں سب سے ممتاز شخص ہے بلکہ دنیائے علم ادب میں درجۂ عالی رکھتا ہے۔ اپنے رسالے "خواب" میں اس نے بیان کیا ہے کہ کس طرح محض ایک اتفاقی واقعے سے نے اسے بُت تراش بنتے بنتے روک لیا اور اہل قلم بنا دیا۔ اس کے والدین مذبذب تھے کہ آیا لوکیان کو اُس کے چچا کی شاگردی میں دیا جائے جو سنگتراش تھا یا ادبی تعلیم دلوائی جائے۔ پھر ادبی تعلیم میں روپے اور وقت کا زیادہ صرف سمجھ کر انہوں نے پہلی صورت ہی کو ترجیح دی اور لڑکا بھی موم کی مورتیں بنانے میں اپنی صلاحیت کا اظہار کرتا تھا۔ لیکن کارآموزی کے اوائل ہی میں لوکیان کے ہاتھ سے زیادہ زور کی چوٹ پڑنے سے ایک سنگ مرمر کا ٹکڑا چور ہو گیا اور استاد نے اس بے ڈھنگے پن پر اسے پیٹا۔ اس واقعے کی بنا پر نیز انہی دنوں ایک خواب سے اپنے ارادے کی تائید نکلتی دیکھ کر اس نے بت تراشی چھوڑ دی۔ کیونکہ تکنہ (صنعت) اور پائی دیہ (تہذیب) اسے خواب میں نظر آئیں کہ دونوں اپنی اپنی پیروی کی ترغیب دلاتی ہیں لیکن پائی دیہ نے صاحب درس ہونے میں جو شان و ناموری ہے اس کا اشارہ کیا اور اس کے مواعید کے سامنے سے آخر تکنہ کو پسپا ہونا پڑا۔ لوکیان کے والدین بھی رضامند ہو گئے کہ وہ دوبارہ اپنی تعلیم شروع کر دے۔ اور فارغ التحصیل ہو کر اس نے بھی ارلیس تی دس کی مثل ملک ملک پھرنا اور عام درس و وعظ کرنا شروع کیا۔ ان میں سے بعض خطبات سلامت رہ گئے اور ایک خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اس میں وہ ادبی قابلیت نمایاں ہوتی ہے جس نے بعد میں دیگر اصناف ادب میں نشوونما حاصل کیا۔ اس کا نام "حروف کا مخاصمہ" ہے جس میں یونانی حرف تاؤ (ت) اور سگما (س) اعراب کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کرتے ہیں۔ سگما فریاد کرتا ہے کہ اٹیکی زبان نے اسے اکثر یونانی الفاظ سے خارج کر دیا اور اس کی بجائے تاؤ کو داخل کر لیا ہے۔

ہر چند لوکیان کو بہ حیثیت خطیب یا سوفسطائی کامیابی ہوئی لیکن اس

کی سی اعلیٰ قابلیتوں کا آدمی ایک ایسے فن پر قناعت نہ کرسکتا تھا جو آخر تو بے تہ اور ناپائیدار تھا۔ پس وہ ایتھنز میں آرہا اور فلسفے کے مطالعے میں منہمک ہو گیا۔ اس تعلیم نے اس کی تصنیفات کو ایک خاص فائدہ یہ پہنچایا کہ اُس نے وہی طرز انشا جو اس کی جودت طبع کے لئے سب سے زیادہ مناسب و موزوں تھا اختیار کرلیا۔ اب خطبات کی بجائے اس نے مکالمات لکھنے شروع کئے اور لمبے لمبے فقرے لکھنے کا طریقہ جو خطابت کا نمایاں عنصر سمجھا جاتا تھا، ترک کر دیا۔ ہجویہ مکالمے کی ایجاد کا سہرا لوکیان کے سر ہے۔ البتہ آخر زمانے میں جب تخیل میں تازگی باقی نہیں رہی تو وہ دوبارہ عام مضامین لکھنے لگا تھا اور ایک سرکاری عہدہ قبول کرکے ایتھنز سے مصر آگیا تھا جہاں غالباً کوموڈس کے زمانے میں (کم سے کم ۱۸۰ء کے بعد) اس نے وفات پائی۔

لوکیان کی کتابوں میں سب سے مشہور اور جدت آمیز "مکالمات آلہہ"[1] ہیں ان میں نہایت دلچسپ اور ظریفانہ وہ مکالمات ہیں جن میں ہجوگو فلسفی منی پوس اپنے عالم ارواح کے تجربات و واقعات دہراتا ہے اور ایکاروس کے پر لگا کر چاند اور اولیمپوس پر جانے کا قصہ بیان کرتا ہے۔ "کارون" دوزخ کی ندی (اور دیوی) اِستیکس کے ایک کشتیبان کا فسانہ ہے، جو دنیا کی سیر کو آیا ہے۔ اس میں کوہ پرناسوس کی چوٹی پر سے جو اوسا اور اولیمپوس دونوں کے اوپر رکھدی گئی ہے، کارون انسانوں کی دنیا اور انسانی حماقتوں کا معاینہ کرتا ہے۔ ان سب مکالمات میں لوکیان ہجو کے ہتیاروں سے مروجہ اوہام پر حملہ کرتا ہے اور نہایت تمسخر انگیز مواقع پیدا کرکے بت پرستوں کے عقائد کی بیہودگی عیاں کرتا ہے۔ یا کہیں زیادہ صراحت کے ساتھ خود دیوتاؤں پر حملہ کرتا ہے چنانچہ "زیوس پر جرح"[2] کے مکالمے میں ایک

---

[1] اس عام عنوان کے تحت میں ہم ذیل کے مکالمے داخل کرسکتے ہیں: (۱) مکالمات خداوندان آسمانی (۲) مکالمات بحریہ (۳) مکالمات موتیٰ۔ (۴) پرومتھیوس یا کاوکاسوس (۵) کتاپلوس (۶) کارون (۷) منی پوس اور (۸) اکارو منی پوس۔

[2] جرح میں دیوتا بند ہو جاتا ہے۔ مکالمے میں لذاتی فلسفی ایک کلبی کا بھیس بدل کر محوِ زبان گفتگو کرتا ہے۔

لذا تی فلسفی اس دیوتا سے یہ حجت کرتا ہے کہ اگر دیوتا خودمختار ہیں تو پھر تقدیر کی ضرورت کا باقی رہنا اس خودمختاری کے معارض ہوگا۔ اور دیوتا چکنم میں پڑ جاتا ہے مردم بیزار "تیمون" کے نام کا مکالمہ بھی نہایت چست و پرلطف لکھا ہے۔ جھوٹے فلاسفہ کی ہجو میں جو مکالمے ہیں ان میں شاید سب سے دلکش "ہرموتیموس" ہے جس میں یہ دکھانا مقصود ہے کہ فلسفے کے ہر مذہب کو قابل قبول سمجھنا نادانی ہے۔ "کلبی" میں کلبی فلاسفہ کی بُری طرح خبر لی ہے اور بتایا ہے کہ قدرت کی نعمتوں کو مسترد کرنا کیسی حماقت کی بات ہے۔ اسی ضمن میں "فلسفی کا ہراج" اور "طفیلیا" بھی قابل ذکر ہیں۔ اور "لکسی فانس" میں اپنے زمانے کی تحریر و تقریر کے "زنانہ تکلفات" کی مذمت کی ہے۔

لوکیان کی بعض تحریریں مکتوبات کی شکل میں بھی ہیں۔ مثلاً "الکزاندریا جھوٹا نبی" اس زمانے کے ایک دغاباز کی سیرت میں ہے جو طرح طرح کے خوارق دکھاتا اور خداداد قوتوں کا مدعی تھا اور تیانا کے اپولونیوس سے بہت ملتا جلتا تھا۔ پیریگرینوس کلبیوں پر دوسرا حملہ ہے اور "علامۂ خطابت"[1] میں غالباً کسی خاص شخص کو پیش نظر رکھ کر ایک اہل خطابت یا سوفسطائی کا بری طرح خاکہ اڑایا ہے۔ اس مشہور رسالے "تاریخ کیونکر لکھنی چاہیے" میں اُن انشاپردازوں کا مضحکہ کیا ہے جو اپنے زمانے کے محاربات پارتھیہ (۱۶۵ء) کا حال توسی دیدس یا ہرودتس کے انداز میں لکھتے ہیں۔

اس کی دوسری قابل ذکر تصانیف میں "سچی کہانیاں" اور "لوسیوس یا گدھا" شامل ہیں۔ پہلی کتاب اپنے ہمعصر افسانہ نگاروں کی ہجو میں ہے اور دوسری کا اپولیئوس کے حال (عنوان ۳ [?]) میں اوپر ذکر آچکا ہے۔

لوکیان کے سادہ حسن تحریر میں غضب کا جادو ہے۔ اس نے اٹیکی روزمرہ میں تعجب انگیز دستگاہ بہم پہنچالی تھی اور وہ اُن معدودے چند مصنفوں میں ہے جنھوں نے قدیم تحریر و روزمرہ کی تقلید کر کے اپنے بیان میں حسن و اثر پیدا کر لیا تھا۔ وہ قدامت کی بڑی بڑی مسلم الثبوت تصانیف کا اُس نے غیرمعمولی طور پر مطالعہ کیا تھا اور اس کی تحریروں میں دلکشی کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ ان میں پڑھنے والے کو جا بجا ہومر

---

[1] اصل یونانی نام کا لفظی ترجمہ "استاد خطیباں" ہوگا۔

کی ترکیبیں، ارسٹوفان کی صدائے بازگشت اور افلاطون کی جھلک دکھائی دیجاتی ہے۔

(۱۳) یونانی شاعری میں بالکل زوال آگیا تھا۔ اصناف شعر میں اب سجعات (یا قطعوں) کے سوا اور کسی قسم کی شعر گوئی جو قابل لحاظ سمجھی جائے، نہیں کی جاتی تھی۔ یونانی شاعرہ بال بیلہ کا جو ملکہ سابینہ کی سیاحت مصر کے وقت اس کے ساتھ تھی ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ کوری گوس (سلیشیہ) کے باشندے اوپیان نے اسی زمانے میں پانچ فصلوں میں ایک نظم "ہالیوتی کا" مچھلیوں پر لکھی۔ اس کی بحر کافی رواں ہے۔ لیکن نظم میں کوئی شاعرانہ خوبی نہیں ہے۔ اس شخص کا باپ خارج البلد کردیا گیا تھا لیکن اوپیان کی مارکوس اور لیوس تک رسائی ہوگئی (سنہ ۱۶۰ع) اور اس نے اپنی خاص عنایت سے اس کے باپ کی خطا معاف کر دی۔ ایک اور یونانی شاعر بابریوش کی جو یقیناً پہلی یا دوسری صدی میں ہوا ہے ولادت و وفات کا ٹھیک سنہ معلوم نہیں، اس نے بہت سی ایسوپی وضع کی حکایات کو (دو حصوں میں) نظم کیا تھا۔ اس کی بحر شش رکن کی (کولیا بیک) ہے قریب قریب سب حکایتیں قدیم ماخذوں سے لی گئی ہیں لیکن بعض خود اس کی طبعزاد بھی معلوم ہوتی ہیں۔

باب سیم

عہد بادشاہی پر ایک اجمالی تبصرہ

سیاسیات، فلسفہ، مذہب و فنون

ذیلی عنوان (۱) صدارت کا میلان مطلق العنانی کی طرف۔ اس طرز حکومت (صدارت) کے استقام۔ جنگی حکومت بن جانے کا مادہ۔ (۲) ممالک مفتوحہ کی روز افزوں اہمیت۔ کراکالا کا فرمان یکسانیت کی طرف میلان۔ دوسری صدی میں انحطاطِ سلطنت کے قرائن و آثار مالی انتظامات میں حکومت کی غلطیاں۔ (۳) دوسری صدی کی آسودہ حالی۔ اعلیٰ درجے کے جدید قوانین۔ انسانی ہمدردی کے جذبات (۴) فلسفہ: رومیوں میں فلسفیانہ خیالات کی اشاعت۔ (۵) فلسفہ لذاتیہ۔ (۶) فلسفہ رواقیہ۔ (۷) سنیکا۔ (۸) سُونیوس رُوفس (۹) اپیک تتوس (۱۰) مارکوس اوریلیوس (۱۱) فلسفہ ارتیاب و استہزا۔ دی مت ریوس، دمونا کس اور پی رگ ری نوس (۱۲) مذاہب فلسفہ کی عام مماثلت (۱۳) رومیوں کی فلسفے سے طبعی نفرت۔ پہلی اور دوسری صدی کے رومی حکام کا مختلف طرز عمل (۱۴) عوام الناس میں اہل فلسفہ کی ناقدری (۱۵) اہل فلسفہ و اہل خطابت کی باہمی چشمک (۱۶) جھوٹے فلسفی۔ (۱۷) خیالات لادینیت۔ (۱۸) خودکشی۔ (۱۹) مذہب رومیوں اور یونانیوں کے قومی مذہب کی قوت دپائے داری۔ (۲۰) پہلی اور دوسری صدی میں مذہب کے متعلق رومیوں کا مختلف طرز عمل۔ اوہام پرستی۔ (۲۱) بادشاہوں کی حمایت مذہب۔ (۲۲) یہودی مذہب۔ (۲۳) نصرانیت اور اس کی کامیابی کے اسباب

(۲۴) رومی بادشاہوں کا طرزِ عمل۔ نصرانیت سے عوام کی بیزاری مارکوس اوریلیوس کے احکام۔ (۲۵) نصرانیت کی وکالت میں اریس تی دس کا، جُوس تین اور منوکیوس فلیکس کی تحریریں۔ (۲۶) نصرانیت میں فرقِ ملاحدہ (۲۷) فنون۔ فن تعمیر۔ (۲۸) بُت تراشی۔ (۲۹) نقاشی۔

فصل اول

صدارت کا سیاسی ارتقاء

(۱) اس جگہ بہتر ہوگا کہ آغاز صدارت یعنی عہد اغسطس سے لے کر مارکوس اوریلیوس کی وفات تک کے اُن اہم واقعات کو پھر دہرایا جائے جن سے آئین صدارت کے سیاسی ارتقاء کا پتہ چلتا ہے اور جنھیں ہم وقتاً فوقتاً گزشتہ صفحات میں بیان کرتے رہے ہیں:۔

۱۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بادشاہ اور مجلس اعیان کی مشترکہ حکومت کے معاملے میں رفتہ رفتہ بادشاہ کا اقتدار بڑھتا ہے اور اسی نسبت سے مجلس کے اختیارات میں کمی آجاتی ہے۔ اغسطس نے جس قسم کی ثنویت کا آئین بنایا تھا وہ مارکوس کے عہد تک بہت کچھ خالص شخصی بادشاہی کے قریب آگیا ہے۔ اور وہ غیر محدود شخصی اختیارات جو بادشاہ کو "امیر الاُمرائی" (امپریوم) کی رُو سے بہت سے بادشاہی صوبوں میں حاصل ہیں، خاص رومہ اور اطالیہ میں بھی اس کے محدود اختیارات پر اثر ڈالتے ہیں۔ کیونکہ وہ شخص جو باہر مطلق العنان ہے گھر کے اندر بھی اسی مطلق العنانی کے حصول کی کوشش کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اس کا ادھر رخ کرنا ہی اسے اپنے مقصد میں کامیاب کرا دینے کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اول تو صدر کے آئینی رتبے کو نئے نئے امتیازات خاص کر احتسابی اختیارات سے تقویت پہنچی جن پر دومیشیان نے تو علانیہ قبضہ کر لیا تھا مگر اس کے مصلحت اندیش اخلاف نے چپ چپاتے انھیں دبا لیا۔

دوسرے، روما اور اطالیہ کے معاملات میں بادشاہی مداخلت کا دائرہ زیادہ وسیع کردیا گیا۔ تیسرے بادشاہی صوبے کو نئے ممالک خاص کر برطانیہ اور داکیہ کے الحاق نے اور بھی وسعت دی۔ چوتھے، بربنائے امیر الامرائی، مجلسی صوبوں میں اس کی مداخلت کا حق زیادہ واضح طور پر تسلیم کیا جانے اور کام میں لایا جانے لگا۔ یہ سچ ہے کہ اختیارات کامل کے یہ سب میلان دوسری صدی کے اخیر تک انتہائی تکمیل کو نہیں پہنچے تھے لیکن حکومت کا رُخ تو صاف آشکارا ہو گیا تھا کہ یہ تدریجاً کدھر جا رہی ہے یعنی یہ سب قرائن کہتے تھے کہ ثنویت کا خاتمہ ہو گا، اور صدارت ایک دن مطلق العنان بادشاہی بن کے رہے گی۔ اطالیہ اور دوسرے صوبوں کا فرق مراتب مٹ جائے گا اور مجلسی اور بادشاہی صوبوں کی تفریق غائب ہو جائے گی۔ اور پھر جب وہ اصولی خصوصیات ہی، جن کی بدولت صدارت اور بادشاہی کی دوسری انواع میں فرق تھا، باقی نہ رہیں گی تو پھر صدارت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور آخر کار (۲۸۵ء میں) ایک بے نقاب مطلق العنان بادشاہی اس کی جگہ لے لیگی۔

اصولاً نہ سہی عملاً تو دوسری صدی کے رومی بادشاہ بھی فی الواقع قریب قریب مطلق العنان تھے۔ اوید نے اپنے زمانے میں رومیولس اور اگسٹس کے درمیان "مالک و خداوند" (ددمی نوس) اور "صدر" (پرینسپس) ہونے کا امتیاز قائم کیا تھا لیکن سو برس کے بعد صدر عالم طور پر "مالک" کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ پہلی صدی میں ثنویت کے ہر دو ارکان میں پیہم اور بعض اوقات شدید جد و جہد رہی لیکن دوسری صدی میں اس کا بھی خاتمہ ہو گیا اور مجلس نے بادشاہ کو بلا چون و چرا اپنا آقا تسلیم کر لیا۔ البتہ بادشاہوں نے اپنی سہولت اسی میں دیکھی کہ مجلس کے ساتھ نہایت مصالحت اور تکریم و تواضع کا سلوک کرتے رہیں۔

ایک انتظامی آلہ ہونے کے اعتبار سے، آئین صدارت کو مفید و کامیاب نہیں کہہ سکتے۔ اسے محض ایک ڈھونگ قرار دینا مشکل سے قرین انصاف ہو گا۔ کیونکہ گو وہ جمہوریت ہونے کا دعویٰ کرتی اور حقیقت میں بادشاہی تھی اور اس نے بادشاہی کو فقط جمہوری رسوم کے پردوں میں چھپا رکھا تھا، بایں ہمہ اس پردہ داری کو جو اس کے لئے ناگزیر تھی، بنفسہ صدارت کا خاص نقص سمجھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

اگر لوگ جمہوری رسوم سے خوش ہوتے تھے تو انھیں قائم رکھنے میں کوئی بات قابل ملامت نہ تھی۔ لیکن اس آئین کا اصلی سقم یہ تھا کہ یہ بہروپ زیادہ دن نہ چل سکا۔ جس خاطر یہ طویل پیچیدہ نظام مرتب کیا گیا اور جس کی وجہ سے یہ ترتیب جائز ہوتی وہ مقصد مدارت سے حاصل نہ ہوا۔ جولیس سیزر کے آمر الممالک ہونے سے پہلے اور اس کے قتل کے بعد حکومت جن اُمرا کے ہاتھ میں تھی، مدارت اُن کو رضامند نہ کر سکی۔ مانا کہ امرا نے اس بُری طرح حکومت کی تھی کہ بادشاہی کا قیام ضروری ہوگیا لیکن اس کے یہ معنی نہ تھے کہ بادشاہ کے قیام کے بعد اُمرا کو حقارت سے نظرانداز کر دیا جائے۔ نئے فرماں روا کے سامنے اصلی مسئلہ یہی تھا کہ اپنی بادشاہی حکومت کا ایسا آئین تیار کرے کہ سلطنت کے کاروبار میں امرا سے مناسب خدمت لی جاسکے اور حکومت میں اتنا حصہ بھی انھیں مل جائے کہ وہ فی الجملہ خوش رہیں۔ اب یہ امر کہ اس مسئلے کو حل کرنے کی غرض سے اغسطس نے اپنی ذہانت سے جو نیا نظام حکومت بنایا اور اس کی آزمائش کی، وہ چل نہ سکا، پہلی صدی کی تاریخ اور تاسی توس کے اقوال سے ثابت ہے۔ وہ طرز حکومت جسے ملک کا ایک بڑا اور ذی اثر طبقہ یا اس طبقہ کا حصۂ اعظم پسند نہیں کرتا یا محض خوف کی وجہ سے پسند کرتا ہے بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ناکامیاب رہا۔ ہم قیصر آسیا اور ہلوی دیوس جیسے اشخاص کی جو دوبارہ جمہوریت کو بحال کرنا چاہتے تھے تائید نہیں کر سکتے لیکن ان کی مخالفت سے اس خامی کا ضرور پتہ چلتا ہے جو مدارت میں تھی۔ یعنی یہ کہ اس دور میں طبقۂ اعلےٰ کے افراد کو اپنے آزاد نہ رہنے کا احساس ہوگیا تھا۔ اگر اغسطس کو یورپ کے جدید آئین کا کوئی تجربہ ہوتا اور وہ مجلس وزرا کے کام کرنے کے اصول سمجھتا تو ممکن تھا کہ وہ بادشاہی قائم کرنے کی کوئی ایسی بہتر صورت نکال لیتا کہ جس سے رومی اُمرا زیادہ آسانی سے مانوس ہو جاتے۔

۲۔ ان دو صدی کے واقعات کا دوسرا اہم پہلو سلطنت میں جنگی عنصر کا زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ کلودیوس اور نرو دونوں کی تخت نشینی رومہ کے مقامی عساکر کی تائید کا نتیجہ تھی۔ پھر سنہ ۶۹ء کے واقعات سے یہ حقیقت اور بھی

عیاں ہوگئی کہ بادشاہوں کا بنانا فوج والوں کے ہاتھ میں ہے نیز یہ کہ کچھ ضروری نہیں کہ بادشاہ خاص روما ہی میں بنایا جائے۔ مزید برآں تراجن ایک جنگی بادشاہ تھا اور اس کے زمانے سے بادشاہ کے لئے صدر کی بجائے عام طور پر امپراطور کا لفظ استعمال ہونے لگا اور اس جداگانہ خصوصیت کو خاص طور پر ظاہر کرنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی کہ بادشاہ اور سپہ سالار ایک ہی چیز ہیں۔

۳۔ ایک اور میلان جس کی طرف بار بار اشارہ کیا جا چکا ہے، بیرونی صوبوں کی روز افزوں اہمیت ہے۔ سچ پوچھئے تو انھی صوبوں کا قبضہ اور انتظام تھا جن سے سلطنت اور شہنشاہی وجود میں آئی۔ اور ماننا پڑتا ہے کہ صدارت یا بادشاہی صوبوں کے انتظام میں کامیاب رہی۔ غیر اطالوی خاندانوں کا منصب بادشاہی تک پہنچنا، جس کا سلسلہ تراجن سے شروع ہوتا ہے۔ بجائے خود اس بات کی بیّن شہادت ہے کہ عہد بادشاہی صوبوں کو اطالیہ کے ہم سطح بنا رہا تھا۔ وس پاژیان کے زمانہ احتساب سے، روما کی مجلس اعیان میں اطالوی اشراف کے ساتھ صوبوں کے خاندان کے افراد بھی داخل کئے جانے لگے تھے اور روما کے ملکی حقوق بیرونی افراد کو دینے کا یہ طریقہ برابر وسیع ہوتا رہا حتیٰ کہ مارکوس کے صرف تیس[۳۲] برس بعد اس کی پوری تکمیل ہوگئی کہ قیصر کراکالاّ نے (۲۱۲ء میں) آئین "کونس تی تیوانتونی نیانا" کی رو سے تمام ممالک روما کے باشندوں کو یہ حقوق عطا کر دئے۔

۴۔ سلطنت کے تمام حصّوں میں یکساں آئین رائج کرنے کا میلان بھی دوسری صدی میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے اور یہ (۱) منجملہ اُن وجوہ کے ہے جن کا آگے چل کر سلطنت کے استحکام و شیرازہ بندی کے حق میں ناسازگار ہونا لکھا تھا اسی میلان سے بادشاہوں کی یہ حکمت عملی بھی قوی تعلق رکھتی ہے کہ (۲) اطالوی اور غیر اطالوی بلاد کے مقامی اختیارات کو محدود کر دیا جائے۔ اس حکمت عملی کا آخری نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ حکومت میں کامل مرکزیت پیدا ہو جائے اور تمام ممالک میں شہری باشندوں کا اپنے اندرونی معاملات میں کوئی دخل باقی نہ رہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی بستیاں جو پہلے شہر کی حیثیت نہیں رکھتی

تھیں کثرت سے باقاعدہ بلاد کی صورت میں منتقل کی جارہی ہیں۔ ایک اور شے جس سے آیندہ انقلاب کا پتہ چلتا تھا (۳) اوی دیوس کاسیوس کی بغاوت کی تہ میں مضمر ہے اور وہ یہ کہ سلطنت کے نصف مشرقی اور نصف مغربی حصے کے اغراض و مقاصد میں باہمی فرق و اختلاف تھا۔[1] (۴) ڈین یوب کے علاقے میں مارکوس کے محاربات اس آنے والے خطرے کی ایک جھلک دکھاتے ہیں جو سلطنت روما کو وسط یورپ کے وحشیوں سے لاحق ہوگیا تھا۔ سو برس پہلے کومی تیس کی جنگوں میں دولت روما کی طاقتوری صاف آشکارا ہوگئی تھی۔ لیکن مارکوماتی محاربات نے باوجود فتح اگر کچھ کیا تو یہ کہ روما کی کمزوریاں ظاہر کر دیں۔ (۵) غیر اقوام کو رومی سرزمین پر لاکر بسانے کا ذکر اور اسی سلسلہ میں اس کے اہم عواقب پر گفتگو ہم پہلے کرچکے ہیں۔ (۶) ایک بادشاہ کی بجائے "اغسطین" کا نیا آئین سلطنت کے آیندہ حصے بخرے ہونے میں براہ راست ممد و معاون تھا۔ (۷) مسیحیت جس کے ذریعے سلطنت کا کمزور ہونا مقدر تھا، اسی زمانے میں منظر عام پر آتی ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھکر دولت روما کی کمزوری (۸) مالیات کی بدنظمی ہوئی۔ قدما کو اقتصادیات کے مسائل سے بہت کم واقفیت تھی باایں ہمہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی کھلی ہوئی بات بھی وہ کیوں نہ سمجھ سکے کہ روما میں غلے کی ارزاں تقسیم کا لازمی نتیجہ کیا ہوگا؟ سرکاری خزانے سے ہر سال رقم خطیر خرچ کرلی پڑتی تھی کہ "اس شہر میں روٹی سستی رہے" جہاں مختلف اسباب سے اس کو گراں ہونا چاہیے تھا۔ سرمائے کو برباد اور زراعت و صنعت و حرفت کو تباہ کرنے کا یہ انوکھا طریقہ روما کی حکومت میں ایسا جاگزیں ہوگیا تھا کہ پائے تخت کی مثل انطاکیہ، سکندریہ اور دوسرے شہروں میں بھی اسی طرح غلے کی مفت تقسیم شروع کردی گئی تھی۔[2] سکے کا عیار نرو ہی کے زمانے سے کم کیا جانے لگا تھا اور گویا آیندہ (تیسری صدی میں) اس تدبیر سے بادشاہوں کے رعایا کو وسیع پیمانے

---

[1] چند ہی سال بعد سپ تی میوس سی وروس اور پس کینوس نیجر میں جو کشمکش ہوئی وہ اس کا ثبوت ہے۔

[2] فن سے ۔ تاریخ یونان جلد اول صفحہ ۳۴

پر لوٹنے کی ایک سبیل نکل آئی تھی۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ تھا کہ سلطنت کے تاجروں کا سرمایہ کم اور رفتہ رفتہ اس کا اکثر حصہ غارت ہو جائے "روپے کی تقسیم کا فراوانی و بربادی نیز کاریگروں کی شرح اُجرت اور صنعتی منافع جن قوانین کے ماتحت ہیں ان سے یقین ہوتا ہے کہ روپے کی یہ کم عیاری سلطنت روما کے تیسری صدی کے عام افلاس اور بربادی کا ایک قوی ترین سبب ہو گئی تھی"۔

عادات واخلاق کا اقتصادیات پر بڑا اثر ہے۔ رومی بادشاہوں کو مالی مشکلات میں پھنسانے اور سکے کی اصلی قیمت کم کرنے کے خطرناک کھیل پر آمادہ کرنے کا ایک بلا واسطہ سبب ان کی عیش و عشرت پسندی ہی تھی۔ مشرق سے نہایت گراں قیمت اشیا رومی عشرتکدوں میں آتی تھیں اور ان کے عوض میں بے حد وحساب دولت اجناس اُدھر کھنچی چلی جاتی تھی جو پھر کبھی واپس نہ آتی۔ پلینی کلاں سے عربوں کے متعلق لکھا ہے کہ ان سے بڑھکر دنیا میں کوئی قوم دولتمند نہیں "کیونکہ سلطنت روما اور دولت پارتھیہ، دونوں کے خزانے ان کے پاس اُنڈے چلے آتے ہیں"۔ یہی مصنف بیان کرتا ہے کہ رومی خواتین کی عشرت پسندی کی بدولت ملک کو ہر سال دس کروڑ سسترک = (تقریباً ۸ لاکھ پونڈ) روپے آتے ہیں جو عرب، ہندوستان اور چین کو چلے جاتے ہیں"۔

(۳) لیکن گو آج ہمیں دوسری صدی کے حالات میں یہ اسباب سر اُبھارتے نظر آتے ہیں جو آگے چل کر دولت روما کے حق میں مہلک ہو گئے مگر خود اس وقت کسی شخص کو ایسے نتائج کا شان گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ برعکس اس کے تراجن سے مارکوس تک (وبائے عام کے آنے سے پہلے) کا زمانہ دور بادشاہی کا سب سے درخشاں حصہ ہے۔ ایسی عام خوش حالی، ہر شخص کے ذاتی حقوق کا ایسا پاس و لحاظ جیسا کہ ان تونی نوس پایوس کے عہد میں تھا، شاذ و نادر ہی کبھی ہوا ہو گا۔ دنیا کے ایک بڑے حصے میں لوگوں کی یہ عام فراغت و آسودگی دیکھکر جی خوش ہوتا ہے اگرچہ اُن مصائب کی یاد جو تھوڑے ہی دن بعد واقع ہوئیں اس خوشی کو پُر ملال کر دیتی ہے۔ مگر اس سے قطع نظر، دوسری صدی عیسوی

کو دنیا کی تاریخ میں ایک اور وجہ امتیاز بھی حاصل ہے۔ یہی وہ وقت ہے جس میں وضع قوانین کے ایک دور کا آغاز ہوا جس کی نظیر لوگوں نے نہ پہلے کبھی دیکھی تھی نہ بعد میں نظر آئی۔ اسی زمانے میں رومی قوم کی آئین سازی سے طبعی مناسبت نے کامل فروغ اور ظہور پایا۔ اس تحریک کی ہادریان نے بنیاد رکھی اور پایوس و مارکوس نے پرورش کی جس نے آیندہ صدی میں پاپی نیان والپیان جیسے یگانۂ روزگار علامہ قوانین پیدا کئے۔ براعظم یورپ کے اکثر ممالک میں قوانین مروجہ کی بنیاد جن اصول تشریعی پر قائم ہیں، وہ اسی زمانے میں مرتب ہوئے تھے۔ البتہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس عہد کے رومی قانون سازوں کے دل میں انسانی ہمدردی کا جو جذبہ موجزن ہوا غالباً اس نے بھی سلطنت کی قوت کو نقصان پہنچایا۔ یہ نیا جذبہ رومی قدما کی عادات و رواج سے جدا تھا اور اسی جانب رہنمائی کرتا تھا جس راستے کا نہ صرف مسیحیت بلکہ متاخرین حکمائے یونان بھی اشارہ کر رہے تھے۔

سلطنت کے ان سیاسی میلانات پر تبصرہ کرنے کے بعد مناسب ہوگا کہ ہم اس زمانے کے فلسفہ و مذاہب پر ایک اجمالی نظر ڈال جائیں۔

فصل دوم

فلسفہ اور اہل فلسفہ

(۴) متاخرین فلاسفۂ یونانی کے مذاہب، جن میں نظریات کو عملی زندگی کے ماتحت رکھا جاتا اور علم کا مقصود ہی حصول مسرت قرار دیا گیا تھا بعثت حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً دو سو برس پہلے رومہ میں شایع ہونے لگے تھے۔ سیسرو نے ان کا خاص اہتمام سے مطالعہ کیا اور لاطینی دنیا کو رواقی اور لذاتی اشراقی (اکاڈیمکی) اور مشائی اور متشککین کے مسائل سے روشناس کرنے کا ذریعہ

ؔ مصنف کے اس مبالغہ آمیز ہمہ گیر قول کو ممالک رومہ یا یورپ ہی پر چسپاں سمجھنا چاہئے کہ اسلامی ممالک پر۔ مترجم

زیادہ تر اسی رومی خطیب کے بے شمار مضامین تھے۔ مگر یہ آخر الذکر تینوں مذاہب روما کے دور بادشاہی میں زیادہ مقبول و ممتاز نہ تھے اور گو فلسفے کی تاریخ کا مطالعہ کرنے میں ان سے واقفیت بہم پہنچانا ضروری تھا، لیکن پیش نظر زمانے میں نوع انسان کی روحانی تربیت میں انھوں نے کوئی خاص حصّہ نہیں لیا۔ ان میں سب سے زیادہ ذی منزلت گروہ مشائیوں کا تھا سو وہ بھی اس زمانے میں بیشتر حکیم ارسطو کی تصانیف ہی کی شرح و تفہیم کا کام کرتے رہے۔ مگر ان تینوں کے مقابلے میں رواقی اور لذّاتی (یا ابیقوری) فلسفے خاص طور پر ہماری توجہ کے مستحق ہیں کہ وہ اس عہد کے عقائد کا ایک ممتاز پہلو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔

(۵) مذہب لذّاتیہ کا عقیدہ تھا کہ سب سے بڑی نیکی مسرت یا انبساط میں ہے۔ اور مسرت، لذّات سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ نکوئی صرف اس لئے قابل قدر ہے کہ وہ حصول مسرت کا ذریعہ ہے۔ البتہ دانشمند آدمی محض وقتی مسرت کی تلاش نہیں کرے گا بلکہ ایسی مسرت ڈھونڈے گا جو زندگی بھر قائم و دائم رہے۔ لہٰذا بہت سی وقتی مسرتوں کو جن کا آگے چل کر مآل رنج و تکلیف ہو، وہ مسترد کر دے گا۔ پھر یہ کہ وہ اس روحانی لذّت کو جو اچھی امید اور اچھی باتوں کی یاد سے حاصل ہوتی ہے، جسمانی لذّات پر ترجیح دے گا۔ اس طرح یہ فلسفہ آخر میں، سب سے بڑی نیکی کو اطمینان قلبی کی وہ مستقل کیفیت قرار دیتا ہے جسے کوئی شے بدل نہیں سکتی۔ اور بانی مذہب ابی کیورس کی دانست میں یہ کیفیت، اعمال نیک بالخصوص اعتدال کے بغیر حاصل ہونی ممکن نہیں ہے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ انسان کو موت کے خوف اور اوہام پرستی سے بالکل آزاد ہونا چاہیئے۔ کائنات کے بارے میں لذّاتی، اجزائے لایتجزیٰ کا عقیدہ رکھتے تھے اور دیوتاؤں یا کسی کارفرما خدا (تعالےٰ شانہٗ) کا وجود تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اُن کے عقائد کو لوکریتیوس نے ایک بڑی نظم کی صورت میں رومی دنیا کے سامنے پیش کیا اور مروجہ مذہب کے کسی ڈھراوے کو دھمکیئے کو بالکل خاطر میں نہ لایا۔ بادشاہی دور میں یہ مذہب موجود رہا اور جو لوگ رواقیوں کے مرتاضانہ طریق زندگی سے بیزار ہو جاتے اور

اطمینانِ نفس حاصل کرنا چاہتے، وہ اس گروہ میں داخل ہوتے رہے۔ مشہور شاعر ہوریس اسی لطف اطمینان کے حصول میں کوشاں تھا اور اپنے آپ کو حکیم "اپی کیورس کے گلّے کا ایک سوّر" (یعنی ذلیل ترین خادم[۳]) کہتا ہے۔

(۶) فلسفۂ رواقیہ کی بنا حکیم زینو نے ڈالی[۲] اور پھر اس کو وسعت کری سیپوس نے دی[۳]۔ اس مذہب نے اپنے اخلاقی نظام کو کائنات کے وجود مادّی کے نظریئے پر مبنی کیا تھا۔ رواقی ہر شے کو مادّی سمجھتے اور کسی روحانی وجود کے جو مادّے سے جداگانہ ہو، قائل نہ تھے۔ اسی لئے وہ خُدا اور فطرت کو ایک ہی چیز مانتے تھے کہ عالمِ فطرت کی روح خدا ہے (جل سبحانہٗ) اور فطرت خدا کا جسم ہے۔ کل کائنات مل کر ایک وجود منفرد ہے اور اس کے تمام اجزا ایک قانونِ عقلی کے تحت میں باہم وابستہ ہیں۔ اجزا کا تعلق کُل سے نہایت قوی اور دائمی ہے اور کوئی چیز بھی اپنے آپ کو اس مجموعے سے مطلقاً علیحدہ کر لینے کا اختیار نہیں رکھتی۔ کائنات کے اسی نظامِ عقلیہ کے اصول پر انھوں نے اپنے اخلاق حسنہ کا استخراج کیا تھا۔ یعنی انسان کی سب سے بڑی خوبی ("ورتسموم بونم") وہ اس بات کو قرار دیتے تھے کہ وُہ اس کل کا ہم آہنگ رہے جس کا ایک ادنےٰ جزو ہے اور اُن کے الفاظ میں "فطرت کے مناسب حال زندگی بسر کرے"، یہی نکوئی ہے اور نکوئی سب سے بڑی بھلائی ہے اسی لئے رواقی مسرت کو اخلاقی طور پر محض بے کار جانتے تھے کیونکہ وہ صرف ایک فرد کا ذاتی مقصود ہے اور سب سے بڑی بھلائی میں کوئی حصہ نہیں رکھتی۔ آسایش کے تمام بیرونی اسباب بھی ان کے نزدیک "فضول[۴]" ہیں اور اخلاقی اعتبار سے وہ ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں سمجھتے۔ ان اسباب سے اچھے بُرے

---

[۱] ارتقاعات۔ فصل اوّل۔ صفحہ ۴
[۲] ملاحظہ ہو جونال۔ باب پانزدہم۔ صفحہ ۱۰۶۔
[۳] ہوریس۔ ہجو نمبر ۲۔ صفحہ ۳۔
[۴] اصل یونانی لفظ "ادے فورا" (Adiâpopa) ہے۔

دونوں قسم کے کام ئے جا سکتے ہیں اور ان کا موجود نہ ہونا انسان کی حقیقی مسرت پر کوئی اثر نہیں ڈالتا پس اگر کوئی نعمت ہے تو نکوئی اور اگر کوئی مصیبت ہے تو وہ بدی ہی ہے مزید برآں، اس فلسفے میں نیکی اور بدی کے مختلف مدارج تسلیم نہیں کئے جاتے بلکہ رواقیوں کا قول ہے کہ جتنے اچھے کام ہیں یکساں طور پر درست و باصواب ہیں اور جتنے برے کام ہیں وہ بھی یکساں طور پر غلط اور برے ہیں دانشمندی کی شرط اعمال کو قرار دیکر اس گروہ کے حکما رفتہ رفتہ اس عجیب نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ یعنی کامل حکیم (رواقی) ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ صحیح یعنی میں وہی حقیقی مقنن، حقیقی طبیب، حقیقی شاعر اور حقیقی دوست ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر انسانی اور ربانی شے کا حقیقی علم صرف اس کو حاصل ہوتا ہے مثلاً گو اس نے عمر بھر جوتی میں ٹانکا نہ لگایا ہو لیکن وہ نہایت عمدہ موچی بھی ہے[1] وہ اپنے اعمال کا صرف اپنی ذات کے سامنے جواب دہ ہے لہذا وہ اپنا مالک اور بادشاہ ہے۔

(۷) رواقیت کے اس اخلاقی تخیل نے اپنی سادہ اور اصلی صورت میں، اس فلسفے کو سب سے جداگانہ اور لوگوں میں سخت بدنام بنا دیا۔ ایسا مذہب جس میں نکوئی کے سوا اور کسی چیز کو بھلائی نہ مانا جائے اور باقی سب اشیا کو بیکار سمجھا جائے، عامۃ الناس میں کوئی قبولیت نہ پا سکتا تھا۔ اور وہ طریقہ جس میں ہر چیز کا فیصلہ صرف عقل پر منحصر ہو عام طور پر رائج نہ ہو سکتا تھا۔ اسی لئے بعض حکمانے رواقیت کے سخت اصول میں کسی قدر نرمی پیدا کرنی ضروری سمجھی۔ اور سنیکا نے جو طبعاً مصالحت پسند آدمی تھا اس فلسفے کو ایسے پیرائے میں پیش کیا جو اس کے یونانی اساتذہ کی رواقیت سے کہیں زیادہ معتدل تھا چنانچہ اس نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ سب سے اچھا وہ ہے جو سب سے کم برا ہے ۔اس عقیدے میں کہ خدا اور فطرت دراصل علحدہ علحدہ وجود نہیں ہیں، وہ قدیم رواقیوں کا ہمنوا ہے

عـ۱ ملاحظہ ہو۔ ہورکیس۔ ہجو اول۔ صفحہ ۳۔

Si.dives qui sapiens est............sntor tamen est sapiens"

لیکن تقدیر الٰہی پر جو اعمال حسنہ کی بحث میں نہایت کارآمد دلیل ہو سکتی ہے، اُس نے بہت زور دیا ہے۔ پھر صرف اخلاق کو فلسفہ کا سب سے بڑا مقصد قرار دینے میں بھی وہ اپنے اسلاف کی تعلیم سے بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ زیر بحث عہد کے حالات نے رواقیت پر جو اثر ڈالا وہ بہ آسانی نظر آسکتا ہے۔ اخلاق کی روز افزوں خرابی اور کالی گلا اور نرو جیسے بادشاہوں کی فرعونیت نے لوگوں کو خواہ مخواہ اس بات کے تفکر پر مائل کر دیا کہ وہ نفس انسانی کے اندر کوئی ایسا مضبوط مورچہ ڈھونڈ نکالیں جہاں سے گردش روزگار کا بلا خوف مقابلہ کیا جا سکے۔ ادھر مختلف اسباب سے انسانی کمزوری اور بے چارگی کا احساس زیادہ قوی ہوتا گیا اور اس نے ہمدردی اور رواداری کے جذبات پیدا کئے جن سے حکمائے رواقیہ کے شدید اصول بے نیازی میں بھی نرمی آگئی۔ ان اثرات کا اندازہ سنیکا کی تصانیف سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ اسباب خارجی سے کامل استغنا کی، جو حکمت کا نتیجہ ہے، جس شد و مد کے ساتھ اس نے تعلیم دی ہے کسی نے نہ دی ہوگی اور موت کی ذرا پروانہ کرنے ہی کو وہ سچی مسرت کی مقدم شرط قرار دیتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ خلق اللہ کی عالمگیر خدمت و ہمدردی پر جس قدر اس نے زور دیا ہے کسی قدیم فلسفی نے نہ دیا تھا اور اس ہمدردی سے وہ غلاموں تک کو بھی خارج نہیں کرتا بلکہ لکھتا ہے کہ اسی خدا کا جو شریف کی روح میں متمکن ہے ایک غلام کی روح میں بھی مسکن ہے۔

(۸) سنیکا کا ایک بعد کا ہمعصر مسونیوس روفس، نرو اور دس پاژیان کے زمانے میں رومہ میں فلسفے کی تعلیم دیتا اور بڑی شہرت رکھتا تھا۔ اسی کی تھر اسیا سے دوستی تھی اور بادشاہی کے مخالفین رواقیوں کے گروہ میں بھی شامل تھا لہٰذا ۶۵ء میں نرو کے حکم سے خارج بلد کر دیا گیا۔ لیکن بعد میں جب دس پاژیان نے رومہ سے سارے فلاسفہ کے اخراج کا حکم دیا تو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے روفس کو عزت کے ساتھ مستثنٰی کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت قوی المزاج آدمی تھا اور اس کی تعلیم سے شاگردوں کے اخلاق پر بھی نہایت عمدہ اور مستقل اثر پڑتا تھا۔ چنانچہ اس کا ایک نامی گرامی

شاگرد[1] لکھتا ہے کہ "ہم میں سے ہر شخص جو حلقۂ درس میں بیٹھکر اس کا کلام سنتا تھا ایسا سمجھتا کہ گویا وہ اسی کی نسبت تقریر کر رہا ہے اوصاف سیئہ کے ہو بہو بیان کرنے میں ہمارے اُستاد کو اتنا کمال حاصل تھا"

سونیوس رفس نے خود کوئی نیا مسئلہ نہیں پیدا کیا۔ اس کی تعلیم کی امتیازی خصوصیت یہی تھی کہ وہ خاص خاص عقائد کو نہایت زور دار بلکہ شاید مبالغہ آمیز پیرائے میں بیان کرتا تھا۔ فلسفے کو وہ نکوئی کا ذریعہ واحد بتاتا اور کہا کرتا تھا کہ "حکیم" اور "نیک" مرادف الفاظ ہیں۔

(۹) مسونیوس ہاشہور معروف حکیم اپیک توس کا استاد تھا۔ اپیک توس نزد کے ایک سولی اپا فرودی توس کا غلام اور فریجیہ کی بستی ہیرا پولیس کا رہنے والا تھا۔ اس کے پاؤں میں لنگ اور جسم نحنی تھا۔ سونیوس کا درس سُن کر اس نے اپنے آپ کو فلسفے کے لئے وقف کر دیا۔ کچھ عرصے بعد اسے غلامی سے آزادی بھی حاصل ہو گئی۔ دومی شیان کے عہد میں وہ بھی دوسرے فلاسفہ کے ساتھ روما سے خارج البلد کیا گیا۔ اور نکو پولیس میں آرہا جہاں اریان نے بھی اس کی شاگردی اختیار کی۔ چنانچہ عصر جدید کا ایک شاعر[2] کہتا ہے۔

" That halting slave, who in Nicopolis
Taught Arrian when Vespasian's brutal son
cleard Rome of what most shamed him "

سنیکا اور مسونیوس کی طرح اُس نے بھی فلسفہ کا سارا زور اصلاح نفس پر دیا ہے۔ حکیم سقراط سکھاتا تھا کہ فلسفہ اپنے جہل کے دردانگیز اوراک سے شروع ہوتا ہے۔ اپیک توس کہتا ہے کہ فلسفے کی ابتدا اپنے قصور نفس کے اوراک سے ہوتی ہے۔ اچھا بننے کے لئے لازمی ہے کہ

---

[1] ۔ یعنی اپیک توس ۔
[2] ۔ میتھو آرنلڈ ۔

انسان کو اپنی بدی کا پورا یقین ہو۔ سچی مسرت حاصل کرنے کے دو ضابطے ہیں
اول تو یہ کہ بیرونی حالات کو، جو کچھ گزریں، تسلیم و رضا کے ساتھ برداشت کیا جائے
اور دوسرے یہ کہ خارجی اشیا کی خواہش کو ترک کر دیا جائے۔ انھیں دو لفظوں
میں ظاہر کر سکتے ہیں، صبر و جبر ("Avexoukai ânexov") قضا و قدر کی
کار فرمائی پر، خداوند کریم کے دنیا کی خبر گیری کرنے اور کائنات کے کامل و بے قصور
ہونے پر اس نے بہت زور دیا ہے۔ مروجہ بت پرستی اور اپنی فلسفیانہ وحدت فی الکثرت
میں وہ اس طرح آشتی پیدا کرنی چاہتا ہے کہ دیوتاؤں کو ذات باری تعالےٰ کی ماتحت
ہستیاں قرار دیتا ہے۔ اس کا قول ہے کہ "ہر چیز میں بے شمار دیوتا و شیاطین موجود
ہیں" وہ روح کے لافانی ہونے کا قائل معلوم ہوتا ہے اگرچہ یہ تصریح کہیں نہیں ملتی کہ
حیات بعد الممات کے نظریے کی اس کے نزدیک کیا صورت ہے۔ روح کو وہ جسم میں
ایک غیر شے سمجھتا ہے جو اُسے چھوڑنے کی مشتاق ہو کہتا ہے کہ "تو ایک ذرا سی روح
ہے کہ ایک مردے (جسم) کو اُٹھائے ہوئے ہے"[1] اخوت انسانی اس کی تعلیم کا
ایک ممتاز پہلو ہے۔

(۱۰) مارکوس آوریلوس حکیم اپیک توس کا بہت معتقد تھا اور اسی
کے قدم بہ قدم چلتا ہے۔ اس نے طبعیات اور منطق کو نظر انداز کر دیا ہے اور عاقلانہ
زندگی گزارنے کے لئے کچھ بہت زیادہ علم کی ضرورت تسلیم نہیں کرتا۔ خاص خاص نظریات
جن پر اُس نے اپنے اصول اخلاقیات کی بنیاد اٹھائی ہے، وہ ہیں جنھیں رواقیوں
نے حکیم ہراک لیتوس سے لیا تھا۔ یعنی ہر شے سیلاب کی مثل پیہم حرکت میں ہے
اور ہر لمحے ایک نئی صورت اختیار کرتی ہے۔ اور یہ کہ دنیا کے اس دریائے مواج میں
فرد بشر کی زندگی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ لیکن اسی کے ساتھ "تغیر" کا یہ دائمی عمل ایک
قانون کل کے تحت میں ہے اور عقل کل کے منشا کے مطابق کام کرتا ہے۔ اپیک توس

---

[1]۔ اصل یونانی قول کا سوائن برن نے یوں ترجمہ کیا ہے "ایک ذرا سی روح ذرا سی دیر کے لئے
اس مردے کو اٹھائے ہوئے ہے جسے آدمی کہتے ہیں۔

کی شل وہ بھی دیوتاؤں کا قائل ہے اور یہاں تک لکھتا ہے کہ جس دنیا میں دیوتا نہوں وہ رہنے کے قابل نہیں۔ وہ انسان کے ایک خاص قسم کے الہام کو بھی مانتا ہے جس کا ذریعہ خواب اور مبشرات ہیں۔ اس کے اندرونی خیالات اور اپیک تتوس کے فلسفے میں اگر کوئی بڑا فرق ہے تو شاید یہ کہ یہ بادشاہ افراد کے فرائض اجتماعی یا قومی پر زیادہ زور دیتا ہے۔

(۱۱) ولادت حضرت مسیح علیہ السلام سے قبل کی صدی میں ظاہراً فلسفۂ کلبیہ عملاً متروک و فرسودہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن دورِ بادشاہی میں پھر اس میں جان پڑی اور نرو کے زمانے میں ہم دمیت ریوس نامی ایک کلبی سے دوچار ہوتے ہیں جو سنیکا اور تھراسیا کا دوست اور بہت مشہور و ممتاز آدمی تھا اور کچھ عرصے بعد ویسپازیان نے اسے ایک جزیرے میں جلاوطن کر دیا تھا۔ اس کے عقائد رواقیوں سے بہت کم فرق رکھتے ہیں البتہ وہ ان پر عمل کرنے میں زیادہ بے باک و بے تمیز تھا کلبیوں کی تعلیم کو عملی پہلو سے جو شے رواقی فلسفے سے ممتاز کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ رواقی تو مانتے تھے کہ دنیا کی "فضولیات" میں بعض چیزیں نسبتہً بہتر۔ اور قابل قبول ہیں لیکن کلبی اس قسم کی کوئی ترجیح و تقسیم تسلیم نہ کرتے تھے۔ اس معاملے میں خود اپیک تتوس قریب قریب کلبیوں کا ہمخیال تھا۔ اسی لئے جونال نے رواقی عقائد کے متعلق لکھا ہے کہ" ان میں اور کلبیوں میں فقط ایک کُرتے کا فرق ہے[۱] کیونکہ کلبی جو لباس وغیرہ معمولی چیزوں میں بہت سادگی کی پابندی کرتے تھے کُرتا نہیں پہنتے تھے۔

دوسری صدی میں ایتھنز کے کلبی گروہ کا مقتدا دموناکس تھا اور لوکیان تک بے جو اہل فلسفہ خاصکر کلبیوں سے کوئی حسن ظن نہ رکھتا تھا۔ اس کی تعلیم اور زندگی کو تحسین ہی کے پیرائے میں پیش کیا ہے حالانکہ من چلے پریگ ری نوس کے قصے میں اس نے کلبیوں کا خوب خاکہ اڑایا ہے پریگ ری نوس کی نسبت

---

[۱] ۔ ہجو نمبر ۴ ۔ صفحہ ۱۲۰ ۔ "Et qui nec Cynicos nec stoic dogmata legit cynicis tunica distantia."

اُس کا بیان ہے کہ جوانی عیش و رندی کے نذر کر کے وہ پہلے عیسائی اور پھر کلبی ہو گیا اور آخر کار فقط شہرت کی ہوس میں اولمپی تہوار کے بڑے میلے (۱۶۵ء) میں ہزاروں تماشائیوں کے سامنے چتا پر بیٹھکر جل مرا۔ لیکن یہ سارا قصہ پڑھکر قیاس ہوتا ہے کہ ممکن ہے پریگ ری نوس واقعی کوئی دھن کا پکا آدمی ہو جس نے خودکشی کے متعلق اپنا عقیدہ دلنشین کرنے کی غرض سے ایک عجیب و پُر اثر نظیر قائم کرنی چاہی ہو۔

(۱۲) فلسفے کے یہ سب مذاہب اپنے مبادی، نظام و طریق عمل میں ایک دوسرے سے کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں، تعلیم کا رنگ اور منشا ان سب کا ایک ہے رواقی اور لذاتی دونوں اس بات کے معتقد ہیں کہ حقیقی مسرت اسی زندگی میں انسان کی کوشش ذاتی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جس وقت فلسفے کی تعلیم سے کوئی شخص یہ سمجھ لے کہ جسمانی آلام بے حقیقت ہیں اور انسان کا اصلی آنا خارجی حالات سے مستغنی ہے تو اس وقت وہ مقام رضا میں پہنچ جاتا ہے اور یہ حکما اس پر متفق ہیں کہ مسرت اسی رضا سے حاصل ہوتی ہے۔ علم، انسان کو آزادی عطا کرتا ہے کیونکہ وہی اسے خارجی حالات سے مستغنی بناتا ہے۔ ایپک تتوس کا اصول "صبر و جبر" تمام متاخر فلاسفہ کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ البتہ متین اور خوش مزاج اشخاص کریسی پوس کی رواقی کی طرف کھنچتے تھے اور نرم مزاج و طبیعت والے اپی کیوروس کے بستان کی طرف[1] یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ گو لذاتی فلسفی اپنے خاص عقائد کو بجنسہ قائم رکھتے تھے، لیکن رواقی اور دوسرے مذاہب بہت کچھ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تھے اور اس لئے مختلف مذاہب سے مختلف مسائل چن لینے یعنی "مسلک مختار" (اک لک تی سیزم) اختیار کرنے کی سبیل نکل آئی تھی۔ چنانچہ افلاطون کی تقلید کا دعوی کرنے والے رواقی تعلیم کے بعض پہلو اختیار کرنے پر آمادہ تھے اور مشائین اس فکر میں رہتے تھے کہ افلاطون و ارسطو کو باہم ملا دیا جائے۔ یہ مصالحت پسندی اس عہد کی خصوصیت تھی اور اس کا ایک عمدہ نمونہ

---

[1] جوناکس۔ باب سوم صفحہ ۱۲۲۔ نیز باب پانزدہم صفحہ ۳۱۹۔

پلوتارک ہے۔ "وہ حکمائے اکادمی کا مقلد ہے لیکن اس گروہ کی وسعت مشرب اور آزاد خیالی کے باوجود، وہ ان کا بھی پورا پابند نہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ رواقیوں کے جتنے عقائد اس نے مسترد کئے ہیں ان کی تعداد زیادہ ہے یا اُن کی جنھیں وہ استحساناً نقل کرتا ہے ..... جنس ذکور واناث کی مساوات کے مسئلے میں وہ افلاطون کا مسلک اختیار نہیں کرتا (یعنی ان کو مساوی نہیں مانتا) اور غلامی کو ظالمانہ سمجھنے میں رواقیوں کا ساتھ نہیں دیتا۔ نہ فیثاغورثیوں کا اس معاملے میں ہمنوا ہے، کہ ادنیٰ حیوانات انسان کے ہاتھ سے منصفانہ سلوک کے حقدار ہیں۔ بایں ہمہ بڑی حد تک وہ ان تینوں مذاہب کا ساتھ دینے پر آمادہ ہے اور ماں یا گھر کی بڑی بوڑھی کی عزت و توقیر کو اصول اور عملی مثال دونوں سے بڑھاتا ہے۔ غلاموں سے رعایت و مہربانی کی ہر جگہ تلقین کرتا ہے اور اپنے ابتدائی مضامین میں اُس نے جانورکشی کے خلاف سبزی خواروں کے عقائد کی تعلیم دی ہے"[1]

(۱۳) ہر چند یونانی فلسفہ رومیوں میں خوب شائع ہوا اور اُن کے سربرآوردہ افراد پر اس کا بہت کچھ اثر بھی پڑا، بایں ہمہ رومیوں کی فطرت میں اس سے ایک باطنی اکراہ ضرور تھا جو پوری طرح کبھی دفع نہیں ہوا۔ رواقی اور لذاتی دونوں قسم کے حکما اپنے شاگردوں کو ملکی معاملات میں حصّہ نہ لینے کی تعلیم دیتے تھے۔ دونوں تجرّد کو تأہل پر ترجیح دیتے تھے (البتہ مسونیوس ان میں مستثنیٰ تھا) اور یہ وہ مسائل تھے جن میں ان حکما کی تعلیم قومی اغراض کے براہ راست خلاف پڑتی تھی اور رومی قوم کی عملی طبائع کو اس سے نفرت وحقارت پیدا ہوتی تھی۔ چنانچہ تاسی توس نے فلسفے کا مقصد عام یہ تجویز کیا ہے کہ اس کو نکھے پن

[1] مہافی۔ گریک ورلڈ انڈر رومن سوئے۔ صفحہ ۳۰۱ و ۳۰۲۔

کی نقاب بنا دیا جائے[1] اور اس رواقی (مسونیوس روفس) کی "حکمت بے محل" کی بہت تضحیک کی ہے جو فلاویوسی عساکر کے رومہ کے قریب آ پہنچنے کے وقت (سنہ ۶۹ء) سپاہیوں کے پاس جا جا کے امن کے فوائد اور جنگ کے خطرات پر فلسفیانہ تقریریں کرتا پھرتا تھا۔ اسی طرح کوان تیلیان نے اپنی تصانیف میں محض فلسفی کے مقابلے میں صاحب عمل مدبّر کو پیش کیا ہے۔ اور ادی ویوس کاسیوس کا حال ہم پڑھ ہی چکے ہیں کہ وہ مارکوس اوریوس کی فلسفہ خوانی پر کیسی طعن و تشنیع کرتا تھا۔

لیکن حکما کے متعلق جو طرز عمل، تعلیم یافتہ طبقے نے نہیں تو کم سے کم رومی حکومت نے دوسری صدی میں اختیار کیا وہ پہلی صدی کے طرز عمل سے بالکل مختلف ہو گیا تھا۔ پہلی صدی میں ہم فلاسفہ کے ساتھ عام بدگمانی دیکھتے ہیں۔ نرو کو فلسفے کی تعلیم پانے کی اجازت نہیں ملتی کیونکہ اس کے مطالعے سے قوی اندیشہ ہے کہ ایک فرماں روا کے مزاج پر مُضر اثر پڑ جائے گا۔ سنیکا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ ان تعصبات کو دور کرنے کی کوشش کرے جو فلسفے کے خلاف عام طور پر پھیلے ہوئے تھے اور ثابت کرے کہ حکمت و فلسفہ ملکی خدمات انجام دینے سے کسی کو نہیں روکتے۔ بہت ممکن ہے کہ بادشاہوں کی فلسفے سے بدظنی کا ایک خاص سبب یہ بھی ہو کہ نرو اور فلاویوسی بادشاہوں کے زمانے میں طبقۂ امرا کے اکثر سر برآوردہ افراد جنھیں شخصی بادشاہی سے بڑی ضد اور شدید مخاصمت تھی، علانیہ رواقی تھے۔ رواقیت، بادشاہوں کے خلاف سرکشی کی ملزوم و مرادف ہو گئی تھی[2]۔ لیکن دومی شیان کے بعد حالات میں تغیر پیدا ہوا اور دوسری صدی میں سپاہی منش ترا جن سے فلسفہ پسند مارکوس تک تمام بادشاہ فلسفے کے حامی اور سرپرست نظر آتے ہیں۔ مارکوس کے وقت میں تو عورتیں تک فلسفے کا مطالعہ کرنا وضعداری سمجھتی تھیں اور اس قسم کے اشخاص جیسے جونیوس رس تی کوس رواقی اور کلادیوس سوی ردس شاہی سلطنت کے اعلےٰ مراتب پر فائز تھے۔

---

[1] تاریخ۔ باب چہارم صفحہ ۵:—

"Non let pherique, ut nomine magnifico segneotium velarat

مگر اس عام کلیے سے وہ ہلوِتی دیوس کو مستثنیٰ کرتا ہے۔

(۱۴) عوام الناس میں حکما کی کبھی قدر و عزت نہ ہوئی۔ ان کے ادعائے فضیلت، سخت اخلاقی اصول اور لوگوں کے اوضاع و اطوار پر نکتہ چینی نے عوام کو ہمیشہ ان سے ناراض رکھا۔ چنانچہ اُن کی کمزوریوں اور ظاہری وضع قطع پر جیسے رواقیوں کی لمبی ڈاڑھی، ننگے پاؤں، یا بھدّے چغے پر[1] مضحکہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جاتی تھی، علاوہ ازیں لوگ منہ بناتے تھے کہ فلسفے میں نفع ہی کیا ہے اور یہ کس کام کی چیز ہے۔ پرسیوس اپنی ہجویہ نظموں میں ایک جگہ فوج کے جمعداروں (کپتانوں سرداروں) کی باہمی گفتگو نقل کرتا ہے کہ وہ فلسفے کے بے سود فن کا کس طرح خاکہ اڑا رہے ہیں جمعداروں فینوس جو بڑے ڈیل ڈول کا آدمی ہے، بیٹھی ہوئی آواز میں قہقہ اور سو یونانیوں[2] کا ایک کھوٹا پیسہ مول لگاتا ہے۔ دوسرا سردار اس بات پر کھل کھلا کے ہنس پڑتا ہے۔ کہ کسی رُوگی کے اس ہذیان پر کہ "عدم سے عدم ہی پیدا ہوتا اور عدم، عدم ہی میں واپس چلا جاتا ہے" فلسفی کا سوچتے سوچتے رنگ اُڑ جاتا یا صبح کا ناشتہ کھانا رہ جاتا ہے[3] یہ کہنے کی شاید ضرورت نہیں کہ اس معاملے میں تجارتی دنیا جمعداروں کی ہم آواز تھی۔ پترونیوس کی نظم "ساتیری کون" میں دولتمند مولی (تری مال کیو) وصیت کرتا ہے کہ اس کی لوح مزار کا کتبہ ان الفاظ پر ختم ہو۔ اس نے تین کروڑ سسترکہ میراث چھوڑے اور عمر بھر کسی فلسفی کی تقریر نہیں سنی![4]

(۱۵) اہل خطابت و بیان بھی فلسفے کو حقیر و ناپسندیدہ جانتے تھے۔ ہمارے زمانے میں علوم تجربی اور ادب قدیم کی تعلیمی قدر و قیمت کے متعلق جیسی بحث چھڑی تھی، اسی قسم کی بحث فلسفے اور خطابت کے بارے میں رومی بادشاہی

ع ۱۔ جسے لاطینی میں "ابولا" کہتے تھے۔ دیکھو جوکال فصل سوم صفحہ ۱۱۵۔

ع ۲۔ فصل پنجم صفحہ ۱۸۵۔ "Cotino crassum ridet Vulfenius...."

ع ۳۔ "Egroti Veteris meditontes......redet"

ع ۴۔ پترنیوس۔ صفحہ ۷۱۔

کے زمانے میں بڑے شد و مد کے ساتھ چھڑ گئی تھی۔ خطابت کے حامی فلسفے کی تحقیر کرتے تھے کہ وہ عملی زندگی میں محض بے سود چیز ہے جس طرح اس صدی کے حامیان تجربات، علوم ذوقی کو نظروں سے گرانے پر مائل ہیں۔ کوان تیلیان نے تقریر کرنے کے لئے اس موضوع کا بھی ذکر کیا ہے کہ "ایک شخص نے تین بیٹے چھوڑے ایک خطیب، ایک فلسفی اور ایک طبیب۔ اور اپنی میراث کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ایک ایک حصہ تو اُن بیٹوں کو دیا اور چوتھا اس کے واسطے مخصوص کیا جو ان میں سے ملک کے لئے سب سے زیادہ مفید ہو۔ اب یہ چوتھا حصہ کس کو ملنا چاہئے"۔ سنیکا (کلاں) فلسفے سے بیزار تھا۔ دوسری صدی میں ارس تی دِس فلسفے کے مقابلے میں خطابت کا پرجوش وکیل تھا اور فرونٹو بھی اپنے شاگرد (بادشاہ مارکوس) کے دلپسند مضمون فلسفے سے کچھ اسی قسم کی نفرت رکھتا تھا۔ لوکیان نے اپنی تصنیف "ہرموتی موس" میں فلسفیانہ مشاغل کے محض لغو و بے سود ہونے کی عجیب مثال پیش کی ہے۔

(۱۶) ایک اور سبب جس نے فلسفے کو رسوا کیا، یہ تھا کہ اکثر اس کی آڑ میں طرح طرح کی بداخلاقیوں کا ارتکاب کیا جاتا تھا۔ وہ لوگ جو رواقی یا کلبی ہونے کا دعویٰ کرتے لمبی لمبی ڈاڑھیاں رکھتے اور انتہائی زہد و تقویٰ کا دم بھرتے تھے اور اکثر نہایت شرمناک زندگی بسر کرتے تھے[1]۔ عام جلسوں میں اخلاق مجسّم بنتے اور اندرون خانہ نہایت بیہودہ رنگ رلیاں مناتے تھے؛ بہت سے دنیا پرست ریاکاروں نے فلاسفہ کا بھیس لے رکھا تھا۔ اور فلسفے کے اصلی اساتذہ بھی زر پرستی کے شبہات سے ہمیشہ پاک دامن نہ رہے ارس تی دِس انھیں اشرار کی ایک جماعت ثابت کرتا ہے جن میں ایک وصف بھی قابل تعریف نہیں۔ ان لوگوں کی یونان کے شہروں میں کثرت تھی۔ لوکیان بیان کرتا ہے کہ وہاں ہر گلی کوچے میں جہاں جاؤ یہ حضرت لمبی ڈاڑھیاں لٹکائے کتابوں کے گٹھے اور عصا ہاتھ میں لئے جھبرے لبادے پہنے موجود ملیں گے[2]۔

---

[1] جوناؔل نے اپنی دوسری ہجو میں ان کی خبر لی ہے۔

[2] یعنی "پیس کاتور" میں صفحہ ۴۳۔

غریب موچیوں اور بڑھیوں تک نے دکانیں چھوڑ دیں اور کلبی بن کے گاؤں گاؤں بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ کلبی گروہ کو دور بادشاہی میں گویا ازسرنو زندگی ملی تھی اور زیادہ تر اسی قوم گروہ کی بدولت حکمت و فلسفہ کا نام بدنام ہوا۔ ازمنہ وسطیٰ کے بھک منگے راہبوں کی طرح، دوسری صدی میں ہر طرف ان بھکاری فلسیوں کی بھرمار تھی جو کتابوں کا بستہ اور جریب لئے دیہ بدیہ بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ یہی پیشہ بعض مفرور غلاموں نے اختیار کر لیا تھا اور یہ سارا گروہ بے شرمی اور گندگی میں ضرب المثل بن گیا تھا۔

(۱۷) اس بدنامی اور فضیحت کے باوجود، اہل فلسفہ کا لوگوں پر بہت کچھ اثر تھا اور مصنوعی فلاسفہ کی یہ کثرت ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اصلی فلسفی ملک میں خاص شہرت و امتیاز رکھتے تھے۔ روما کے بڑے گھرانوں میں تو بارہا اس قسم کا کوئی فلسفی مستقل طور پر رکھ لیا جاتا اور ہمارے زمانے کے پیر یا دری کی مثل ہر طرح کی مشکلات میں اس سے رجوع کی جاتی تھی۔ اس حیثیت میں، یا مدرسوں کے صدر معلم یا جہاں گرد واعظین کی حیثیت سے یہ فلسفی عام خیالات پر بڑا اثر ڈالتے تھے۔ فلسفے کے تمام مذاہب میں لاوطنی کے جذبات کو ترقی دینے کا رجحان تھا۔ چنانچہ لذاتی فلاسفہ قومی اور وطنی جذبات کے براہ راست مخالف تھے۔ کلبی خاندان و ملک سے افراد کا کوئی خاص رشتہ ہی تسلیم نہ کرتے تھے اور دوسری طرف رواقیوں کا اثباتی عقیدہ یہ تھا کہ سب انسان آپس میں بھائی ہیں۔ بیرونی اسباب بھی، جیسے تجارت کی گرم بازاری اور مسلسل آمد و رفت جن سے سلطنت کے بعید ترین ممالک کے لوگ آپس میں برابر ملتے جلتے رہتے تھے، اس لاوطنیت کے ممد و معاون ہوئے۔ سنیکا لکھتا ہے کہ "ہم وہ نہیں کہ شہر کی چار دیواری میں بند ہو کر بیٹھ رہیں۔ بلکہ ہم نے تمام عالم سے تعلقات قائم کر لئے ہیں اور گویا اعلان کر دیا ہے کہ ہم دنیا کے شہری ہیں"۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہی خیالات کی ترویج، نوع انسان میں اخوت انسانی کی مسیحی تعلیم قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کر رہی تھی۔

(۱۸) وہ بادشاہی کے اوائل کا ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ روما کے اعلیٰ طبقوں میں خودکشی کی کثرت تھی۔ اہل فلسفہ کا کوئی گروہ اپنے آپ کو ہلاک کرنا جرم نہیں سمجھتا تھا اور عام طور پر ہمارے قدما اس فعل کو اس نظر سے نہیں دیکھتے تھے جس نظر سے کہ آج کل دیکھا جاتا ہے۔ شروع کے قیاصرہ کے زمانے میں تو اس مسئلے کی بڑے شدّ و مدّ کے ساتھ تلقین کی جاتی تھی کہ آدمی کے اس حق کو کوئی طاقت نہیں چھین سکتی کہ وہ جب چاہے دنیا سے رخصت ہو جائے۔ رواقیوں کے نزدیک موت کوئی بری چیز نہ تھی[۱] اور خودکشی کی قدرت کو وہ انسان کا قابل قدر امتیاز سمجھتے تھے۔ دنگل میں خونی مناظر کے دیکھتے رہنے سے لوگوں کو موت کے ہول کی زیادہ حس نہ رہتی تھی اور ادھر امرا میں محبوب و ممدوح کاتو (کاتونیس نوبیل تتوم) کی مثال نے خودکشی کو مقبول بنا دیا تھا۔ چنانچہ حکومت سے دل برداشتہ امرا اکثر آمادہ رہتے کہ ایسی مایوسانہ سازشوں میں جن کی کامیابی کا بہت کم موقع ہوتا، شریک ہوں اور جب راز کھل جائے تو خود اپنا قصہ چکا دیں۔ پتوس کی بیوی آرّیہ کی جتنی ستایش ہوئی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں خودکشی کیسا معزز و شریفانہ فعل تھا۔ اس خاتون کے شوہر کو اسکری بونیانوس کی سازش میں شرکت کرنے پر سزائے موت کا حکم دیا گیا تب آرّیہ نے خود بھی اس کے ساتھ مرنے کا تہیہ کر لیا اور پہلے خنجر اپنے بھونک کر شوہر کے حوالے کیا اور کہا کہ "اس میں کچھ تکلیف نہیں ہوتی ہے"[۲] اس کے رشتہ داروں نے اسے ارادے سے باز رکھنا چاہا تھا اور انہی میں اس کے داماد تھراسیا نے سوال کیا تھا کہ کیا اس کا دل چاہے گا کہ ایسی ہی صورت پیش آئے تو اس کی بیٹی (یعنی تھراسیا کی بیوی) اپنا کام تمام کرے۔ آرّیہ نے جواب دیا

عہ[۱] ان کا قول تھا کہ کوئی فطری شے بدی نہیں ہو سکتی اور موت ایک فطری شے ہے۔ ملاحظہ ہو جوناال۔ باب دہم صفحہ ۳۵۷۔

عہ[۲] پلینی رقعات فصل سوم صفحہ ۱۶۔ آرّیہ کے اصلی الفاظ یہ تھے "پیتی، نون دولٹ"

"ہاں بشرطیکہ وہ اتنے ہی اور اسی طرح ہنسی خوشی تمہارے ساتھ بسر کر چکی ہو جیسی کہ میری زندگی پتوس کے ساتھ گذری" پھر لوگوں نے اس کے ہر فعل کی نگرانی شروع کی تو اس نے کہا "تم لوگ اتنا کر سکتے ہو کہ میں تکلیف سے جان دوں۔ لیکن مرنے سے روک نہیں سکتے" اور اُچھل کر دیوار سے سر دے مارا۔ پھر اس کے صدمے سے بیہوش ہونے کے بعد دوبارہ ہوش میں آئی تو کہنے لگی "میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ اگر تم آسانی سے مجھے نہیں مرنے دوگے تو میں خودکشی کی کوئی اور سبیل نکال لونگی خواہ کیسی ہی سخت و دشوار کیوں نہ ہو"

یہ سارا قصہ پلینی (خورد) نے کمال تحسین و مدح کے پیرائے میں نقل کیا ہے۔

فصل سوم

مذہبی عقائد

(۱۹) پہلی صدی میں تعلیم یافتہ طبقے میں قومی مذہب کی طرف سے بہت شکوک پھیلے ہوئے تھے اور اس گروہ کے اکثر افراد کو اپنے آبائی مذہب کی صداقت کا یقین نہ تھا۔ مگر اس بنا پر یہ فرض کرنا کہ اسی قسم کی بدظنی غیر تعلیم یافتہ عوام میں بھی ہوگی، بالکل غلط ہے۔ سلطنت روما کی عام رعایا اپنے دیوتاؤں کے وجود کا اسی پختگی سے یقین رکھتی تھی جیسی کہ ان کے اسلاف۔ اور اس کا ثبوت زیادہ تر کتبوں میں دیکھنا چاہیئے۔ جو عام عقائد کا آئینہ ہیں نہ کہ کتابوں میں جو مہذب افراد کے خیالات پیش کرتی ہیں اور اس لئے اس بارے میں غلط فہمی پیدا کر سکتی ہیں۔ ان شواہد کثیر کے علاوہ جو کتبوں سے حاصل ہوتی ہیں بعض اور قرائن بھی مذہب قدیم کی قوت کی دلیل ہیں:۔ اوّل تو اس مذہب کا مشرقی مذاہب کے بعض عناصر کو اپنے آپ میں جذب کر لینا ثابت کرتا ہے کہ یہ قدیم رومی مذہب واقعی زندہ تھا۔ (۲) دوسرے ہم اس میں نئے نئے خداوندوں کا برابر اضافہ ہوتے دیکھتے ہیں جیسے غلّہ منڈی کی سرپرست دیوی انونہ یا زندہ اور مردہ بادشاہ جن کی پرستش کی جانے لگی۔ اور ارباب التورع یا

بھوتوں کی تعداد میں افزائش۔ (۳) تیسرے، وہ جدوجہد، جو یہ قدیم مذہب تقریباً پانچسو برس تک دینِ مسیحی کے مقابلے میں کرتا رہا۔ اور یہ حقیقت خاص طور پر جتلانے کے لایق ہے کہ ابتدائی زمانے میں خود مسیحیوں کو ان بت پرستوں کے معبودوں کے وجود سے انکار کرنے کا خیال بھی نہ آیا بلکہ وہ یہی سمجھتے رہے کہ یہ معبود درحقیقت عالم ظلمت کے کارفرما ہیں۔

(۲۰) تعلیم یافتہ اشخاص کے پہلی اور دوسری صدی کے مذہبی طرزِ عمل میں ایک نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ پہلی صدی میں وہ اشخاص جو غور و مطالعہ کرتے لیکن فلسفے کا کوئی خاص مسلک اختیار نہیں کرتے تھے، شرک و توحید کے معاملے میں مذبذب نظر آتے ہیں۔ مثلاً ٹاسیٹس تعدد آلہہ کا قائل معلوم ہوتا ہے۔ کوان تیلیان کا رجحان توحید کی جانب ہے لیکن بظاہر وہ کسی قطعی نتیجے تک نہیں پہنچا اور بت پرستی سے مطلق انکار نہیں کرتا۔ پلینی (کلاں) نے دیوتاؤں کے وجود سے صاف صاف انکار کیا اور خدا کو فطرت کا مرادف سمجھا۔ وہ خصوصیت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے منکر ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے آپ کو ہلاک نہیں کرسکتا نہ فانی شئے کو غیر فانی یا جو کچھ ہو گیا اسے محو و باطل کرسکتا ہے نہ دس اور دس کو بیس کے سوا اور کوئی مقدار بنا سکتا ہے۔ بعض رواقی حکما، جیسا کہ ہم نے اوپر پڑھا، عقائد بت پرستی اور اپنی روشن خیالی کو باہم ملانے کی باقاعدہ کوشش کرتے تھے۔ وہ ایک خدائے برگزیدہ کے قائل تھے لیکن اس کے تحت میں چھوٹے درجے کے اور بہت سے خدا قرار دیتے انھیں "ڈیمون" (دیو) کہتے اور مختلف بتوں کو اسی زمرے میں شمار کرتے تھے۔ مگر ان فلاسفہ کی بت پرستی سے کسی انکار یا شک کا عامۃ الناس پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا۔

مگر دوسری صدی میں ان خیالات میں صاف رجعت نظر آتی ہے۔ یعنی تعلیم یافتہ اشخاص ہی دوبارہ اپنے قدیم دین کی طرف جارہے ہیں۔ اوہام کی گرم بازاری اور شعبدہ بازی کا عام رواج ہے۔ اس تغیر کا، ان قرن کی تصانیف سے سراغ ملتا ہے۔ پلینی (خورد) تک جس کے فلسفیانہ عقائد رواقیت کے قریب قریب تھے، خواب کی سچائی پر پختگی سے ایمان رکھتا تھا اور دو مندر بھی اس نے تعمیر کیے۔ سوئے تونیوس

میں بچوں کی سی وہم پرستی تھی۔ فرونتو ملکہ فاستینہ کی علالت کے زمانے میں ہر صبح دیوتاؤں سے اس کی صحت کی دعائیں مانگتا تھا۔ رو سوس جلیوس مذہب کے معاملے میں لکیر کا فقیر تھا۔ اور یونانی تصانیف کی طرف مڑیئے تو وہاں بھی اسی قسم کا تغیر نظر آتا ہے۔ ضعیف الاعتقادی ہر جگہ نمایاں ہے۔ لے دے کے لوکیان اور جالینوس مستثنیٰ ہیں۔ پلوتارک پورا مذہبی (یعنی بت پرستی کا قائل) ہے پلوسانیاس احمقانہ توہم میں مبتلا ہے۔ اور ارلیس تی دس خطیب کی ضعیف الاعتقادی جوش وخروش کے درجے تک بڑھی ہوئی ہے۔ لوکیان کی ظریفانہ ہجوگوئی کا پورا لطف حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس زمانے کی عام وہمہ گیر اوہام پرستی سے واقف ہوں۔

توہمات کے عام طور پر پھیلے ہونے کی ایک دلچسپ نظیر وہ قصہ ہے جو (تیسری صدی کے اوائل میں) فلوس تراتوس سوفسطائی نے اپولونیوس باشندۂ تیاتا کی کرامات کے متعلق تحریر کیا تھا۔ یہ شخص دنیا بھر میں گشت کرتا پھرا۔ ہندوستان کے برہمنوں سے دانائی اور مصر کے قسیسوں سے علوم باطنی کی تعلیم حاصل کی اور کلودیوس کے عہد میں بالکل ناگہانی طور پر یونان میں ظاہر ہوا۔ سلب امراض کے عجیب عجیب کرشمے دکھاتا، مردوں کو زندہ اٹھا بٹھاتا، بند مکانوں میں سے دروازہ کھلے بغیر نکل جاتا جب جی چاہتا لوگوں کی نظر سے غائب ہو جاتا اور طرح طرح کے خوارق دکھاتا تھا۔ ان روایتوں کو سچی تاریخ سمجھنا نہ چاہیئے۔ یہ سب محض افسانے ہیں لیکن اس میں عام ضعیف الاعتقادی کی جو تصویر نظر آتی ہے وہ غالباً بالکل صحیح حالت پر مبنی ہے۔ نجوم کی ادنے اعلیٰ دونوں طبقوں میں بہت قدر کی جاتی تھی۔ اکثر بڑے گھرانوں میں نجومی (یا ماتھماتیکی) خانگی نوکر ہوتے تھے کہ آیندہ واقعات کے متعلق مشورہ دیں۔ چونکہ ان غیب دانوں پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ وہ آیندہ صدارت کے بارے میں غیب کی خبریں ظاہر کر دیتے ہیں اور غدارانہ سازشوں میں شرکت کرتے ہیں لہذا رومی بادشاہ ان سے سخت سوءِ ظن رکھتے تھے اور ان کے اطالیہ سے

اخراج کے بار بار فرمان جاری کئے جاتے تھے۔ لیکن کوئی تدبیر ان کو مفقود کرنے میں کارگر ثابت نہ ہوئی [۱]

(۲۱) رومی بادشاہوں کی حکمت عملی دوسرے معاملات میں خواہ کسی قدر مختلف کیوں نہ ہو، مذہبی پیشوا ہونے کی حیثیت سے اپنے جمہوری مذہب کے قیام و دوام کی کوشش میں وہ سب متفق رہے۔ اغسطس تاڑ گیا تھا کہ صدارت کا مذہب سے قریبی تعلق پیدا کرنا اس کی حکومت کے لئے موجب تقویت ہوگا اور اسی کو اس کے اخلاف بھی اپنا سیاسی اصول موضوعہ تسلیم کرتے رہے۔ پھر الٰہی بادشاہوں کی تقلید اعیان و متوسطین کے اعلیٰ طبقے کرتے تھے اور خوشی سے پرانے مذہب کی رسوم ادا کرکے اجانب اور موالی سے اپنا امتیاز ثابت کرتے تھے۔ لیکن ان قومی عبادات میں بیرونی طریقے داخل ہونے سے کوئی خلل نہ آتا تھا اور مشرق و مغرب کی روز افزوں آمد و رفت سے یہ بیرونی طریق عبادت سرعت کے ساتھ روما میں مروج ہوتے جاتے تھے۔ خاص کر ائی سیس کی پرستش نے ایسی مضبوطی سے یہاں گھر کر لیا تھا کہ یہ دیوی رومی دیوبانی ہی کی رکن رکین معلوم ہونے لگی تھی۔ نرو کے زمانے کا ایک شاعر لکھتا ہے کہ "ہم نے ائی سیس کو رومی مندروں میں متمکن کر دیا"

(۲۲) مگر فلسفے کے علاوہ بعض اور قوتیں بھی اس بت پرستی کے خلاف کام کر رہی تھیں۔ یہ دین یہود اور مسیحیت تھی کہ توحیدی مذہب ہونے کی وجہ سے دونوں بت پرستی کی بالکل ضد تھے یہود کے انتشار و جلاوطنی کے ساتھ ساتھ اُن کے بڑے بڑے مسائل مشرق و مغرب میں شایع ہوئے

[۱] ۔ تاسی توس اس گروہ کی نسبت لکھتا ہے (تاریخ۔ جزو اول صفحہ ۲۲)

"Quod in Civitate nostra et Vetabitur semper et retin bitur"

اور اہل الرائے نے انھیں وقعت کی نظر سے دیکھا۔ لیکن عوام الناس میں خود یہودیوں کی بڑی بے توقیری ہوتی تھی۔ ان کا افلاس، ان کی گندی عادتیں، اور عجیب رسمیں جیسے ختنہ لحم خنزیر سے پرہیز اور یوم سبت منانے کی رسمیں رومیوں میں ہمیشہ ہنسی اڑائی جاتی رہی۔ بایں ہمہ یہودیت میں، خاص کر عورتوں کے لئے کشش کے اسباب موجود تھے۔ خود یہودی "ایک یہودی بنانے کے لئے بر و بحر کو کھنگال ڈالنے کے واسطے" تیار رہتے اور گو انھیں اشاعت دین میں مسیحی تبلیغ کی مثل کبھی کامیابی نہ ہوئی تاہم وہ بالکل ناکام بھی نہیں رہے۔ نرو کی بیوی پوپیہ نے یہودی مذہب اختیار کرلیا تھا۔ تی بریوس کے زمانے میں بھی ایک عالی رتبہ خاتون فلویہ یہودیہ ہوگئی تھی اور بیت المقدس کے ہیکل کے واسطے چڑھاوے بھیجا کرتی تھی۔ بلکہ مشہور ہے کہ تی بریوس نے روما سے یہودیوں کو اسی کے شوہر کی شکایات کی بنا پر خارج کیا۔ ہوریس اپنی مصروفیت سے اکتا کر "تیسواں سبت" منایا کرتا تھا[1]۔ اغسطس نے اپنے نواسے گایوس کی اس بات پر تعریف کی ہے کہ وہ ارض یہود سے یروشلم میں پرستش کئے بغیر گزرا چلا گیا۔

(۲۳) ادھر مسیحیت شرق کی طرح مغرب میں بھی چپکے چپکے پھیلتی جاتی تھی۔ وہ اسباب جو اس کے سرعت کے ساتھ پھیلنے میں خاص طور پر ممد ہوئے یہ تھے۔ (۱) اس کی ہمہ گیری، کہ خاطی اور غلام سب اس کے دائرے میں آ سکتے تھے۔ (۲) عورتوں کا اس کی جانب مائل ہونا کہ اس مذہب کے ذریعے وہ محسوس کرتی تھیں کہ روحانی طور پر انھیں مردوں کے برابر مرتبہ مل سکتا ہے۔ (۳) آیندہ زندگی کی امید۔ (۴) جور و تعدی کے وقت، مسیحی شہدا کی ثابت قدمی کی اعلیٰ مثالیں جو اپنا اثر کئے بغیر نہ رہ سکتی تھیں۔ مسیحیت کو نئے نئے فرقوں سے جو کثرت سے نکلتے چلے آتے تھے، اور سب سے بڑھکر ملاحدۂ باطنیہ (gnosties) کا مقابلہ کرنا پڑا اور اسی لئے راسخ الاعتقاد

[1] جونال۔ ہجو چہار دہم۔ شعر ۹۶ و آیندہ۔ نیز ان کے توہمات پر دیکھو پرسیوس باب پنجم، صفحہ ۱۸۴۔

[2] ہجو۔ جزو اول، صفحہ ۹۔

مسیحیوں نے خواہ مخواہ اپنی مستقل شیرازہ بندی اور تنظیم کی جو تھوڑے ہی دن بعد "دی کیتھولک کلیسا" کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہ تنظیم جو ملکی حکومت کے اندر ایک قسم کی علیحدہ حکومت تھی آگے چل کر سلطنت روما کے مستقبل پر گہرا اثر ڈالنے والی تھی لیکن دوسری صدی میں اس پر کوئی خاص اعتنا نہ کی گئی۔ ترجن وہا دریان کی طرح انتونینوس اور مارکوس اوریلیوس کی نظر میں بھی مسیحی مسئلہ کوئی خاص وقعت حاصل نہ کر سکا تھا۔

(۲۴) ہم اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مسیحیت ایک ممنوعہ مذہب تھی اس قانونی امتناع کی غالباً دومی شیان نے طرح ڈالی اور ترجن نے پلینی کے نام اپنے فرمان میں اسی اصول کی توثیق و تصدیق کی۔ بایں ہمہ عملاً بادشاہوں کے طرز عمل میں فرق رہا۔ چنانچہ ترجن اگرچہ اپنے عہدہ داروں کو مسیحیوں کی تلاش و جستجو سے روکتا ہے لیکن خود بہ خود کوئی اطلاع ان کے خلاف مل جائے تو اسے ناپسند نہیں کرتا۔ ہادریان مسیحیوں کے ساتھ رواداری کرتا ہے اور اس کے عہد بادشاہی میں ان پر کسی سختی کی شہادت نہیں ملتی۔ مگر انتونی نوس کا طرز عمل بظاہر وہی رہا جو ترجن کا تھا اور پائے تخت میں چند مسیحی جنھوں نے کوتوال شہر لولیوس اربی کوس کے سامنے اپنے مذہب کا اقرار کیا تھا مجرم قرار دیئے گئے۔ دراصل انتونی نوس اپنے قومی دین کا دوسرے سب بادشاہوں سے زیادہ سچا معتقد تھا بایں ہمہ اس کے مزاج میں نرمی اور رواداری تھی اور وہ ظلم و تعدی کو ناپسند کرتا تھا۔ نیز کم سے کم اپنے آخری زمانے میں اس نے مذہبی جور کو روکنے کی کوشش کی۔ اس مداخلت کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب کہ ایشیا اور یونان کے شہروں میں مسیحیوں کے خلاف ہنگامے برپا ہوئے کیونکہ ان دنوں لوگ مسیحیوں کے سخت دشمن تھے اور فرونتو جیسے واقف کار لوگ بھی سمجھتے تھے کہ مسیحی نہایت ہولناک رسوم و عقائد رکھتا ہے۔ عام طور پر ان کے خلاف توہین سنادر[1]، محرمات کے ساتھ زنا اور مردم خواری کا الزام لگایا جاتا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حکومت نے ان الزامات میں سے آخری دو پر بظاہر کوئی اعتنا نہیں کی۔

[1] لاطینی لفظ "Sacri legium" ہے جس کے اصلی معنے مندروں کی متبرکات کا سرقہ یا ان کی بے توقیری کرنا نیز عام مذہبی توہین کے آتے ہیں۔

مسیحیوں کے خلاف جیسا تعصب پھیلا ہوا تھا اس کی شہادت ارلیس تی دس خطیب اور لوکیان کی تصنیفات سے مل سکتی ہے ان کے کچھ دن بعد کلسوس نے ایک رسالہ "کلمۂ حق" کے نام سے لکھا تھا کہ اس ممنوعہ مذہب کی لغویت ثابت کرے۔ یہ عناد و مخالفت بلاد شرقی میں جہاں بادشاہ پرستی کا بڑا زور تھا، اکثر عام ہنگاموں کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ بلوائی مسیحیوں کا خون بہانے پر تل جاتے اور بہت سے مسیحی شہادت کے شوق میں خود "توہین مناور" کا اقرار کرتے تو پھر سرکاری عہدہ دار بھی ان کا بچاؤ نہ کر سکتے تھے۔ اس طرح عملاً مسیحی فرقہ ایسے جور و جبر کی زد میں آگیا تھا جسے حکام نے شروع نہیں کیا نہ اس کا اہتمام کرتے تھے لیکن اسے وہ خود بھی بروئے قانون روک نہیں سکتے تھے جب تک کہ بادشاہ بطور خاص مداخلت نہ کرے۔ مذکورۂ بالا ہنگاموں کے وقت انتونی نوس نے مداخلت کی اور تھسالونیکا اور اتھنز وغیرہ شہروں میں فرمان بھیجا کہ اس مذہبی زیادتی کو روکا جائے۔ صوبۂ ایشیا کی ملکی مجلس کے نام اسی قسم کے مضمون کا ایک خط بھی سلامت ہے جسے انتونی نوس سے منسوب کرتے ہیں۔ اور گو یہ تحریر جعلی ہے لیکن اس کا جعلی ہونا ہی اس بات کی شہادت ہے کہ مسیحی فرقے میں اس بادشاہ کی حلم و رواداری کی کیسی شہرت و نیکنامی تھی۔ دراصل وہ اسے نہ صرف روادار بلکہ اپنے مذہب کا طرفدار سمجھتے تھے۔

مسیحیوں کے خلاف ایسے بلوے مارکوس اوریلیوس کے عہد حکومت میں بھی بارہا ہوئے۔ اسی قسم کا ایک ہنگامہ تھا جس میں اسقف پولی کارپ باشندہ سمرنا نے شہادت پائی[1]۔ مارکوس اوریلیوس اپنے پیش رو کی طرح متحمل مزاج آدمی تھا لیکن اپنے فرض کی سخت پابندی کی بدولت اسے یہ تعدی گوارا کرنی پڑی مسیحیوں کا یہ استقلال کہ وہ بتوں کو ہرگز سجدہ نہ کریں گے اسے "نری ضد"[2] اور سرکشی معلوم ہوتا تھا۔ ۱۷۶ء کے قریب اس نے ایک فرمان شایع کیا جس میں ایسے نئے فرقوں

[1] یہ غالباً ۱۶۶ء کا اور یقیناً مارکوس کے عہد بادشاہی کا واقعہ ہے۔ ۱۵۵ء محض واڈنگٹن کا قیاس ہے جسے بلا کافی غور کئے بعض صاحبوں نے تسلیم کر لیا۔
[2] مارکوس کے مفکرات میں صرف اسی مقام پر مسیحیت کا ذکر آیا ہے۔

کے لئے سزائیں تجویز کی تھیں جو اس قسم کے نئے عقائد کہ "اُن سے خام تربیت کے لوگوں میں شورش و اضطراب پیدا ہو" پھیلاتے اور فتنہ و فساد کا بیج بوتے ہیں۔ یہ فرمان کچھ خصوصیت کے ساتھ مسیحیوں کے خلاف نہ تھا مگر لگڈونم کا ہنگامہ اور کئی مسیحیوں کی گرفتاری اسی شاہی تحریر کا نتیجہ ہوئی۔ اور جب مقامی صوبہ دار قیدیوں کے متعلق خاص کر اُن کے بارے میں جنھوں نے مسیحی ہونے سے انکار کر دیا تھا کوئی فیصلہ نہ کر سکا کہ کیا سلوک کرے تو مارکوس نے ایک دوسرا فرمان شائع کیا کہ وہ لوگ جو مسیحیت سے انکار کریں، رہا کر دئے جائیں اور جو مقر ہوں انھیں اس قدر زدو کوب کیا جائے کہ ہلاک ہو جائیں ۔[1] ظاہر ہے کہ اس پہلے ہی فرمان سے مسیحیوں کی حالت عہد تراجن کی نسبت زیادہ مخدوش ہو گئی کیونکہ اس نے صوبہ داروں کو تمام خلاف قانون فرقوں کی تلاش و تفتیش کا مختار بنا دیا حالانکہ تراجن نے صراحتہً اس قسم کا اختیار اُن کو تفویض نہیں کیا تھا۔

(۲۵) اس عرصے میں مسیحیوں نے اپنی جگہ پر ان الزامات کی تردید کی بعض کوششیں کیں جو عام طور پر ان کے خلاف عائد کئے جاتے تھے تاکہ دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ ان کوششوں کا نتیجہ وہ تصانیف ہیں جو دین مسیحی کے دفاع اور صفائی میں لکھی گئیں اور دوسری صدی کے قابل ذکر امور میں داخل ہیں۔ ایک شخص مسمی اریس تی دس نے خود بادشاہ انتونی نوس کے نام مسیحیت کے دفاع میں ایک رسالہ لکھکر بھیجا تھا اور یہ "بیان صفائی" (اپولوجی) جس کی نسبت خیال کیا جاتا تھا کہ کہیں تلف ہو گیا ہے، حال میں دستیاب ہوا ہے۔ لیکن ان سب میں زیادہ مشہور سامریہ کے یوستین شہید (gustin) کے جو فلاویہ نیاپولس میں پیدا ہوا تھا، دو جواب ہیں۔ اس نے جوانی میں یونانی فلسفے کی تعلیم پائی اور سمجھنے لگا تھا کہ افلاطون کے مذہب میں مسائل حیات کا قابل تشفی حل موجود ہے

---

[1] ظاہر ہے کہ اس سے صرف صوبے کی رعایا مراد ہے کیوں کہ خاص رومیوں کے متعلق صوبہ داروں کو موت و حیات کے اختیارات حاصل نہ ہوتے تھے۔

لیکن ایک روز انٹی سوس میں سمندر کے کنارے اس کی کسی بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوئی جس نے مسیحی عقائد اس کے سامنے منکشف کئے۔ اسی پر اس نے دین مسیحی اختیار کر لیا اور پھر غالباً انتو نی نوس کی بربادی نے جسارت دلائی کہ اس نے (۱۴۴ء کے قریب) مسیحیوں کی طرف سے "جواب" لکھکر انتو نی نوس، مارکوس، وروس مقدس مجلس اعیان اور تمام رومی قوم کو مخاطب کیا۔ اس میں وہ مارکوس کو "سچے فلسفی" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اور ان لوگوں کی وکالت کا بیڑا اٹھاتا ہے "جو تمام دنیا کی لعنت ملامت کا ہدف بنے ہوئے ہیں" بادشاہ اور اس کے بیٹوں سے وہ التماس کرتا ہے اگر آپ اپنے "خدا ترس، عقلمند، حامی عدل اور علم کے شایق" ہونے کی شہرت کو قایم رکھنا چاہتے ہیں تو میری دلائل کو توجہ سے سماعت فرمائیں اور اس معاملے میں انصاف سے فیصلہ کریں۔ رسالے کے تین حصے کئے جا سکتے ہیں۔ پہلے میں مصنف زور دیتا ہے کہ مسیحیوں کو بغیر ان کی بات سنے مجرم قرار دینا ناانصافی ہے اور حقیقت میں ان کا رویہ معصومانہ اور بے ضرر ہے وہ بہت اچھی رعایا ہیں اور جو قیصر کا حق ہے وہ قیصر کو ادا کرتے ہیں اور نہایت پابندی اور باقاعدگی سے سرکاری محاصل دیتے ہیں۔ دوسرے حصے میں مصنف ثابت کرنا چاہتا ہے کہ حق کی تعلیم صرف مسیحی فرقہ دیتا ہے اور خدا کا بیٹا واقعی جسد انسانی میں ظہور پذیر ہوا۔ اور ظہور مسیح کو نامعتبر ٹھیرانے ہی کی غرض سے شیاطین (دیموں) نے بت پرستوں کے دل میں طرح طرح کے جھوٹے فسانے ڈال دئے۔ کتاب کے آخری حصے میں اصطباغ اور عشائے ربانی کے رموز کی وضاحت کی گئی ہے کہ بت پرست لوگ انھی رسموں کے ساتھ ہمیشہ بدظنی کیا کرتے تھے۔ یوستین کے دوسرے جواب کو جو چند سال بعد شایع ہوا، پہلے ہی کا تتمہ سمجھنا چاہئے۔ اس کی ضرورت اُس وقت پیش آئی جب کوتوال شہر لولیوس اُربی کوس نے بعض مسیحیوں کو قتل کرایا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ شاید یوستین کی انھی عرضداشتوں نے بادشاہ کو آمادہ کیا کہ مشرقی شہروں میں مسیحیوں پر جور و تعدی روکنے کے لئے احکام جاری کرے۔ بہر حال خود یوستین کے نصیب میں قتل ہونا لکھا تھا کیونکہ ۱۶۳ء میں

کریسنس نامی ایک فلسفی نے روما میں اس پر الزام لگایا اور کوتوال شہر کیو، جونیوس رستی کوس رواقی نے اسے سزائے موت دی۔

لاطینی زبان میں مسیحیت کی حمایت میں سب سے پہلی کتاب "اکتادیوس" منوکیوس فلیکس نے تحریر کی اور غالباً مارکوس کے عہد حکومت میں شائع ہوئی معلوم ہوتا ہے منوکیوس صحیح معنی میں پورا عیسائی نہیں تھا مسیح علیہ السلام کی ربانیت کا وہ مشکل ہی سے معتقد ہو سکتا ہے۔ بایں ہمہ وہ مانتا تھا کہ بہت سے مسیحی عقائد درست اور لائق تسلیم ہیں۔ لہٰذا اس دین کو کسی قدر معقول صورت میں اپنے بُت پرست احباب کے سامنے پیش کرتا ہے۔ گویا وہ دنیائے مسیحیت کا سنیکا ہے۔ اس کی کتاب سمروی مکالمے کے طرز پر ہے جس میں ایک شخص کسیلیوس مسیحیوں پر، ان کی کتابوں اور عقائد پر حملہ کرتا ہے اور دوسرا اکتادیوس ان کی حمایت میں گفتگو کرتا ہے اوستیا کے قریب، سمندر کا کنارہ مکالمے کا مقام ہے۔

(۲۶) مسیحیوں کو باہر کے دشمنوں ہی سے جدوجہد کرنی نہ تھی بلکہ خود اپنے گروہ میں الحاد و زندقہ سے سابقہ تھا۔ ملاحدہ باطنیہ کے تین بڑے مذاہب کی باسی لیدس، کارپوکراتس اور والین تینوس نے اسی دوسری صدی عیسوی میں بنیاد ڈالی۔ یہ تینوں مشرقی نژاد تھے اور تخلیق عالم، علت گناہ اور حقیقت واجب الوجود کے متعلق ایک دوسرے سے مختلف نظریات کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ نظریے ہر قسم کے فلسفے اور مشرقی ادیان کے عقائد کی معجون مرکب ہیں اور اس سے "مسلک مختار" کے اس رجحان کا ثبوت ملتا ہے جس کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ بھی اس قرن کی ایک خصوصیت تھی۔ مگر ان سب سے کہیں زیادہ طاقتور نیز دین مسیحی کے لئے سب سے خطرناک باطنی فرقہ مارکیون اسنوفی نے قائم کیا جو انتونی نوس کے زمانے میں روما آیا تھا۔ یہ مذہب مارکیونیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور سخت رہبانیت کے علاوہ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ صرف سینٹ پال کی تحریروں پر ایمان رکھتا تھا۔ غرض ان ملحدانہ خیالات کو پھیلتے دیکھ کر مسیحی پیشوا تحریروں میں اپنی اصلی تعلیم کا ٹھیک ٹھیک تعین اور

عقائد کی تشریح کرنے پر مجبور ہوئے اور کہنا چاہئے کہ دشمنوں کی تعدّی اور الحاد و زندقہ ہی اُن کلیسائی تصانیف کو وجود میں لائے جو ایک طرف تو دفاعی تھیں اور دوسری طرف تردیدی ؛

فصل چہارم

فنون

(۲۷) فن تعمیر۔ اغسطس سے ہادریان تک کے بادشاہوں کی خاص خاص عمارتوں کا ان کے عہدِ حکومت کے حال میں الگ الگ ذکر آچکا ہے۔ یہاں چند کلمے انتونی نوسیوں کے طرز عمارات پر لکھنے کافی ہوں گے ہر چند ابھی تک اس فن کے کمالات میں فرق نہیں آیا تھا، تاہم ذوقِ تعمیر میں عہد انحطاط کے آثار نمایاں ہیں اور اس کا خاص طور پر ظہور اس کوشش میں ہوا ہے کہ نہایت وسیع اور غیر معمولی عرض و طول کی عمارتیں بنا کر تعجب کا اثر پیدا کیا جائے۔ اس وضع کی سب سے مشہور مثال کیزیکوس (ابھی نیہ) میں ہادریان کا جناتی مندر ہے۔ اس کی تعمیر میں انتونی نوس کا تمام زمانۂ حکومت ختم ہوا اور عہد مارکوس کے ابتدائی سنین سے پہلے اس کی تکمیل نہ ہو سکی اس کے افتتاح کے موقع پر ارِیس تی دس خطیب نے تقریر کی تو اسے عمارت عجیب و غریب وسعت کی ستائش کے لیے کافی لفظ نہ ملتے تھے۔ اس نے کیزی کوس والوں سے کہا "دنیا میں صرف تمہارا شہر ایسا ہے جسے لنگر گاہوں تک جہازیوں کی رہنمائی کرنے کے لئے کسی منارے اور اونچے برج کی احتیاج نہیں۔ کیونکہ کہنا چاہئے کہ اس مندر نے تمام افق کو گھیر لیا ہے اور شہر کے محل وقوع کی نشان دہی کر دی ہے۔ اور اس میں سنگ مرمر کی ایک ایک ڈال ہی ایک پورے مندر کے برابر ہے" مگر اس وسعت کے سوا اس میں اور کوئی خاص خوبی نہ تھی۔ معلوم ہوتا ہے وہ کچھ خوبصورت نہ تھا

اور اس کی سنگ تراشی بالکل معمولی قسم کی تھی۔

کیزی کوس اور صوبوں کے دوسرے مقامات میں ذوق کی اس خرابی کے باوجود اہل روما حسن عمارت کو بالکل بھولے نہیں تھے۔ دوسری صدی کی ایک قابل دید عمارت انتونی نوس اور فاوستینہ کا مندر ہے جو مقدس شارع پر تعمیر ہوئی اور روما میں کورنتھی طرز کا سب سے کامل نمونہ ہے۔ اس مندر کی تعمیر کے متعلق کافی اختلاف ہے۔ مگر گمان غالب یہی ہے کہ وہ مندر جو انتونی نوس نے اپنی بیوی کے دیوی بنائے جانے کے بعد بنوایا تھا (سنہ ۱۴۱ء) اس بادشاہ کی وفات پر گویا پھر سے وقف کیا گیا اور ایک نئی عمارت اس کی اور فاستینہ، دونوں کی پرستش گاہ کے لئے تعمیر کرائی گئی تھی[1]۔ اس کے دس ستون گراں بہا کاریس تو سی سنگ مرمر کی ایک ایک سالم ڈال سے بنائے ہیں اور نیچے کے پائے اور اوپر کے پرکالے بھی سفید سنگ مرمر کے ہیں۔ یہ عام طریقہ کہ عمارت کے بعض حصوں میں جس چیز پر نگاہ نہیں پڑتی اسے اینٹ چونے اور سستے مسالے سے بنا دیا جائے۔ اس عمارت میں اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے عرض و طول کو متوسط درجہ کا رکھا کیزی کوس کے مندر جیسی بڑی بڑی عمارتوں کی گویا تعریض ہے۔

اطالیہ میں خوش نما عمارتیں فقط روما کے حصہ میں نہ آگئی تھیں۔ ورونا کے پرشوکت کھنڈر دیکھ کر ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ عہد بادشاہی میں اطالیہ کے اکثر اتنے ہی بڑے شہروں میں کس شان کے مکانات ان کی زیب و زینت ہوں گے جن میں سے آج کسی کا نشان بھی باقی نہیں رہا۔ ہر قصبے اور نو آبادی میں پائے تخت کی نقل کی جاتی اور اسی طرح کے دنگل، حمام، مندر اور محرابیں بنوائی جاتیں[2]۔

---

[1] بہ نسبت اس قول کے جو عام طور پر صحیح فرض کر لیا گیا ہے کہ یہ وہی فاوستینہ کا پرانا مندر ہے جس کے نام میں انتونی نوس کا نام اور بڑھا دیا گیا، ہمارا مذکورہ بالا خیال تاریخی شواہد سے زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

[2] اس نقل کا شوق یہاں تک ترقی کر گیا تھا کہ مقامی عمارتوں کے نام بھی مشہور رومی عمارات ہی کے رکھ دیئے جاتے تھے جیسے بنی دن تم میں ایک "اس کوئی لین" اور اری تی نم میں ایک "اون تین" نام کی عمارت موجود تھی۔ یہ رواج اطالیہ سے باہر بھی پہنچ گیا تھا اور لیونز میں "دتی کان" نام کی عمارت تھی۔

روما کے اصول تعمیر سلطنت بھر میں اختیار کرلئے جاتے تھے اور فن تعمیر کے کوئی مقامی طرز یا خاص دیسی وضع پیدا نہیں ہوئی تھی۔

خانگی مکانات کی تعمیر کے حالات بہت کم معلوم ہیں بجز اُن کے جو شہر پومپیائی کے کھنڈروں سے برآمد ہوئے ہیں۔ ان مکانات کی وضع یونانی ہوتی تھی لیکن یونان کے لوازم محل کی ارزاں نقالی کی جاتی اور پتھر کی بجائے پسے ہوئے پتھر کی استرکاری ان مکانوں کی بڑی خصوصیت تھی۔ ایک ایسی مثال بھی ملی ہے کہ ستونوں کی پہلی نالیوں کے گرد چونے کے پتھر بنا کر عمارت کو دوریائی سے کورنتھی وضع میں بدل دیا گیا۔[1] پومپیائی کے مکانات اور ان رہنے کے گھروں کا جو حال ہی میں ڈلوس میں کھود کر نکالے گئے اور غالباً قریب قریب ایک ہی زمانے میں تعمیر ہوئے تھے' اہل الرائے نے دلچسپ مقابلہ کیا ہے اوران دونوں جگہ کے مکانات میں فرق یہ ہے کہ ڈیلوس کے صاحبان خانہ سادہ دیواروں پر قانع تھے اور ان کے ہاں بہت کم نقش و نگار بنائے جاتے تھے۔ تاہم ان کے ستونوں کا مصالحہ اور عام ساخت پومپیائی کی نہایت منقش و رنگین عمارتوں سے کہیں بہتر ہوتا تھا۔

(۲۸) **بت تراشی**۔ رومی بت تراشی کی تاریخ دراصل یونانی بت تراشی ہی کی تاریخ کا ضمیمہ ہے۔ کیونکہ یہ رومی ہنرمندی کی سرگذشت نہیں بلکہ یونانیوں ہی کے کمالات کی داستان ہے جو رومی حکومت کے دور میں نیز رومی مذاق کے مطابق ظہور میں آئی یونان کی آزادی کا خاتمہ ہوتے ہی وہ دماغ ایجاد بھی فنا ہو گیا جو بہترین یونانی صنایع کے وجود میں لانے کا باعث تھا لیکن محکوم یونانیوں کے فنون لطیفہ نے اپنے رومی شکاریوں کو مسخر کر لیا اور ان کی خواہش اور فرمائش کی بدولت یونانی ہنرمندی ایک نئے پیرائے میں جلوہ گر ہوئی۔ رومیوں کو بت تراشی کا شوق عیش پسندی کے سلسلے میں پیدا ہوا تھا اور ایسے لوگوں کی مانگ پوری کرنے کے لئے جو کاریگر میدان میں آئے ان سے یہ توقع نہ ہو سکتی تھی کہ وہ ذاتی طور پر کسی جذبۂ اختراعی سے متصف ہوں گے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بت تراش قدیم اساتذہ ہی کے متخیلات لے کر جن پر پہلے کے بہترین

---

[1] مہافی: "دنیائے یونان' تحت روما" صفحہ ۲۱۶۔

پیکر تراشے گئے تھے، بت گری کر رہے ہیں اور اس کام کو ایسی تعجب انگیز صناعی اور انتہائی صحت و نازکی سے انجام دیتے ہیں کہ اگر فی دیاس اور پراکسی تلیس وغیرہ قدیم باکمالوں کی یادگاریں مقابلے میں موجود نہ ہوتیں تو یہ تصور بھی نہ آ سکتا تھا کہ ان بعد کے بت تراشوں سے کوئی بازی لے جا سکتا ہے۔ اس کمال کے باوصف، عہد روما کی بت تراشی میں اثر انگیزی کی وہ کوشش و اہتمام مضمر ہے کہ پرانی مورتوں میں بالکل نہ ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ تماثیل رومیوں کے شوق نمائش پورا کرنے کی غرض سے بنائی جاتی تھیں اور یہ مقصود کاریگر کے پیش نظر رہتا تھا پس اس کی مصنوعات پر آورد و تصنع کا ٹھپہ موجود ہے۔ دور بادشاہی کے اوائل میں بت تراشی کے دو بڑے گروہ "نو آتیکی" اور "ایشیائی" تھے۔ اول الذکر کی ہنرمندی کا سب سے زیادہ ممدوح نمونہ "فارنیس ہرکیوس" (نیپلز) ہے۔ اس تصویر میں یونانی سورما ہرقل اپنے گرز پر جھکا ہوا اور اس کا سر جسے نہایت خوبی سے بنایا ہے آگے کے رخ مڑا ہوا ہے۔ اس کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ گویا وہ اپنی مچھلیوں کی تیاری کو خود بھی جانتا ہے۔ اسی قسم کا احساس، اپنی عریانی کا، "زہرہ دیوی" کی مدیچی اور کاپی تولی مورتوں میں نظر آتا ہے۔ لوار میں "بورغیسی پہلوان" ایشائی گروہ کی صناعی اور حوصلہ مندی کا نمونہ ہے "جس میں پوری طاقت کو ایک طرف لگا دینے کی تصویر کمال صنعت اور پوری قوت کے ساتھ پیش کی ہے اور اسی کے ساتھ جسم تمثالی میں وہ لچک اور تڑپ پیدا کر دی ہے کہ سنگ مرمر کے جمود سے بھی دبائے نہیں دبتی[1]" مگر اس مورت کی خصوصیت بلکہ شاید بڑا نقص یہ ہے کہ اسے دیکھکر اثر آفرینی کی کوشش و آورد ظاہر ہو جاتی ہے اس عام خصوصیت کے باوجود قدیم صناعی کی یہ نقلیں بڑی دل کشی رکھتی ہیں اور مثالاً واتیکن میں "سوتی اریادنہ" اپنی وضع کی لاجواب تمثال ہے جس میں زرکار چادر کی تہوں کو کمال نزاکت سے تراشا ہے۔

ہادریان کے عہد میں جہاں مختلف علوم و فنون میں ایک نئی روح سرایت کر گئی تھی، وہیں بت تراشوں نے بھی ایک نیا تخیل پیدا کیا۔ یہ بادشاہ کے محبوب انتی نوس کا تخیل تھا جس کی عجیب موت یا فداکاری کے بعد اس کے بے شمار پتلے جا بجا نصب کرائے

[1] لبکی۔ تاریخ فنون۔ باب اول صفحہ ۳۰۵۔

گئے۔ اس کی تصویر مختلف حالتوں میں دکھاتے تھے لیکن صورت کا نمونہ ہر جگہ یکساں تھا کہ پیشانی پر خمیدہ بال بکھرے ہوئے خوشنما دہن پر ایک ادائے ملال، اور سر اس طرح جھکا ہوا گویا کوئی اندوہ آمیز فکر لاحق ہے۔

انتونی نوسیوں کے عہد میں قصبہ افرودِسیاس (کاریہ) میں تین مشہور بت تراش ہوئے۔ ذنواریس تیس اور پاپیاس۔ ہادریان کی کوشک کے کھنڈروں سے جو وہ آسمانی رنگ کے سنگ مرمر کے پتلے (سنتوروں کے) برآمد ہوئے اور اب روما کے کاپی تونی عجائب گھر میں رکھے ہیں وہ اریس تیئس اور پاپیاس ہی کی کاریگری ہے۔ اعضا کی ساخت بے عیب ہے اور اتنے سخت پتھر کو تراشنے میں واقعی تعجب انگیز ہنرمندی دکھائی ہے بایں ہمہ ان پتلوں میں کوئی خاص ذہانت وجدت نہیں نظر آتی اور حق یہ ہے کہ بُت تراشوں نے جدت کا خیال ہی مدت سے ترک کر دیا تھا۔ ان کی کاریگری کی سب سے بڑی خوبی یہی رہ گئی تھی کہ ذوق پاکیزہ اور عمل میں مشق و مہارت رکھتے ہوں جیسا کہ ان سنتوروں میں یا مارکوس اوریلوس کے اسپ سوار برنجی بت میں نظر آتی ہے۔

دوسری صدی میں فن کے رُو بہ زوال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ وحشیانہ طرز اختیار کئے جانے لگے۔ ایک تو قیمتی اور بھڑکیلا مصالحہ، اور دوسرے مورتوں کا بہت بڑا قد قامت۔ چنانچہ ہم سونے چاندی کے بُت بنتے دیکھتے ہیں اور ہادریان مصری وضع کے بتوں کا لوگوں میں ذوق پیدا کرتا ہے اور اپنی لب تیبر کوشک میں اسی طرز کی بعض تماثیل بنواتا ہے۔

اس بُت تراشی کے علاوہ جس میں یونانی خصوصیات نمایاں ہیں ایک اور طرز بھی تھا جس میں رومی خصوصیات جھلکتی ہیں اور جو رومی رسم و رواج کی بدولت وجود میں آیا۔ یہ اصلی صورت کے بُت تھے۔ واضح ہو کہ رومی اپنے بزرگوں کی اصلی صورت محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ اور وہ تماثیل (= "امامیین") جو لاکھ کی ڈھلوا کر وہ اپنے گھروں میں رکھتے تھے۔ الغرض صنعت بُت تراشی کے نمونے نہ ہوتیں بلکہ ان میں صحیح خد و خال دکھانا مقصود ہوتا تھا۔ یونانیوں سے ربط ضبط کی بدولت لاکھ کی جگہ سنگ مرمر اور پیتل استعمال کئے جانے لگے۔ لیکن یہ فرق باقی رہا کہ "یونانی بت تراشی تو خیالی صورتوں کو پیش کرتی ہے اور ان میں لباس بھی، تمثال کو صاف و سبک

رکھنے کے باوجود اسی قسم کا دکھاتی جو تمثال کی خصائص کے مناسب حال ہو گر اہل روما اول سے ارادہ رکھتے تھے کہ افراد کی صورتیں تا امکان ہو بہو بنائی جائیں اور ان کے لمبے چوڑے انگوچھے، یا جنگ کے پورے ساز و یراق کے دکھانے میں بھی یہی مقصود پیش نظر ہے۔ اسی لئے یہ تصویری بت "توگاتی" (انگوچھے والے) اور "تھوراکیتی" (زرہ پوش) کے جداگانہ ناموں سے موسوم ہے۔ آخر الذکر وضع کی مثال واتیکن میں اغسطس کا مرمری مجسمہ ہے۔ اسی طرح رومیوں کی یہ تصویر نما بت تراشی گویا رومیوں کے حقیقت پسند اور عملی مزاج کا آئینہ ہے۔ البتہ جب رومیوں کی عام معاشرت میں دیسی کی بجائے لباس بھی یونانی وضع کا مروّج ہونے لگا تو ان کی بت تراشی میں بھی خیال آرائی کا دخل ہو گیا گو اشخاص کی اصل شباہت دکھانے کا خیال اس وقت بھی ترک نہ ہوا۔ اس قسم کی حقیقت پسندی جس میں خیال آرائی کی آمیزش ہو فن تصویر کا سب سے بڑا کمال سمجھا جاتا ہے اور بہت سے رومی بادشاہوں اور ان کی بیگمات کی پیکر اسی طرز کی یادگار میں ابھی تک سلامت ہیں۔ ڈرسڈن کے عجائب خانہ میں "ہرکولانیم کی عورتوں" کی جو نشستہ تماثیل رکھی ہیں، وہ بھی اسی طرز بت تراشی کے بہت عمدہ نمونے ہیں۔ بادشاہوں کی متعارف مورتوں میں جو خاص شباہتیں نظر آتی ہیں وہ یقیناً ان کی اصلی صورتوں کے مطابق اور حقیقی ہیں۔ اسی بنا پر کسی نے سچ کہا ہے کہ "ان تصویری مجسموں کے کسی ایسے مجموعے کا جیسا کاپی تول کے عجائب خانے میں ہے، معاینہ کرنا علم نفسیات کی نظر سے نہایت مفید ہے یہ گویا رومی تاریخ کی کلی تصویروں کا ایک مکمل مجموعہ ہمارے لئے محفوظ ہے"

بادشاہ اور اس کے اہل خاندان کے ایسے پتلے تعداد کثیر میں بنائے اور سلطنت کے ہر گوشے میں تقسیم کئے جاتے تھے۔ فرونتو ایک جگہ مارکوس آوریلیوس کو (۱۴۱ء میں) لکھتا ہے "تم کو معلوم ہے کہ کس طرح تمام جہاں جنی کو ٹھیوں کے ... دالانوں، ڈیوڑھیوں، دریچوں اور دوکانوں میں تمھاری تماثیل نمایاں کی جا رہی ہیں۔ مگر سچ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر بری طرح رنگی اور بھدے پن سے تراشی گئی ہیں"

ایسے تاریخی مناظر کی تصویر تراشی میں، جیسے کہ تیتوس کی کمان یا تراجن کی لاٹھ پر دکھائے گئے ہیں، ہمیں رومیوں کی حقیقت پسندی کا میلان اور بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ رومی لوگ تصویر میں ٹھیک وہی چیز دیکھنا چاہتے تھے جو واقعتاً گزاری ہو جیسے کسی

فوجی کوچ، یا جنگ یا جشن فتح کی جزئیات۔ اور "اس طرح ایک محدود جگہ میں اتنی چیزیں جمع کر دینے کی ضرورت نے جس سے حقیقی واقعے کا پتہ چل سکے تصویر تراشی میں اس قسم کی وضع کو رائج کیا جو یونانی فن کے شائستہ اور لطیف طرزِ تراش سے بالکل مختلف تھی۔ اگر بت تراشی میں مورتوں کے قد قامت مختلف اور سطح میں فرق و تدریج کے ذریعے ان کو دُور پر پیچھے دکھایا جائے تو سامنے کی (بڑی) مورتیں بالکل ایک علٰحدہ سطح پر نمایاں ہونگی اور اسی طور پر ان کی وہ اصلی شباہت دکھائی جا سکے گی جسے رومی نہایت ضروری خیال کرتے تھے بجا لیکہ باقی اشکال کا جمگھٹا بالکل پیچھے ہٹ جائیگا، لیکن اس ترتیب کی بدولت بت تراشی اور نقاشی میں کوئی امتیاز بھی باقی نہیں رہیگا۔[1]

تراجن کی لاٹھ کی تصاویر کا ہم کسی پچھلے باب میں حال لکھ چکے ہیں۔ اسی قسم کی منبّت کاری کے دو اور نمونے بھی اب تک سلامت ہیں۔ ایک مارکوس اوریلیوس کی ایک فتح کی کمان سے ہاتھ آیا جو فلامی نی سڑک کے کنارے تعمیر کی گئی تھی۔ اس میں فوستینہ خورد کا فتح کی دیوی کے ہاتھوں چتا سے اُٹھایا جانا دکھایا ہے۔ دوسری تصویر میں پایوس اور فوستینہ کلاں کے اسی طرح دیوتاؤں میں شامل کئے جانے کا مرقع بنایا ہے۔ یہ اُس منارے کے پائے پر منبت کی گئی تھی جو پایوس کی وفات پر اس بادشاہ کی یادگار میں تعمیر ہوا۔ اس تصویر میں بقائے دوام کی پری، بادشاہ اور ملکہ کو اپنے پروں کے سہارے لئے ہوئے زمین سے بلند ہو رہی ہے۔ اس بلند ہونے میں دو عقاب اُن کے ساتھ ہیں۔ نیچے زمین پر زن حمّالہ اور ایک نوجوان کی شکل ہے جو رومتہ الکبریٰ اور مارتیوس کی چھاونی کے مجسمے ہیں۔ اسی پائے کے دوسرے پہلوؤں پر گھوڑا دوڑاتے سواروں کی شکلیں بنائی ہیں جو متوفی بادشاہ کی چتا کے گرد جنگی گشت کرتے اور گویا جلو میں گھوڑوں کو کاوے دے رہے ہیں مارکوس اوریلیوس کی لاٹھ پر بھی مارکومنی اور کوادی قوم کی جنگوں کو منبّت کیا ہے۔ اور گو یہ تراجن کی لاٹھ کی مورتوں جیسی خوبصورت نہیں ہیں تاہم ان کے قریب قریب سمجھی جا سکتی ہیں۔

[1] بویک۔ "ہسٹری اوف آرٹ" جلد اوّل ۳۱۲؛

(۲۹) نقاشی۔ رومی نقاشی کے متعلق ہماری معلومات جو کچھ ہے وہ قریب قریب تمام ازفقط دیواری تصویروں سے ماخوذ ہے، جن کے بہت سے دلچسپ نمونے باقی ہیں۔ رومہ کی دیواروں کی نقاشی اور کمپانیہ کے شہروں کی اسی وضع کی نقاشی کے نمونوں کو ایک دوسرے سے جدا سمجھنا چاہئے۔ مگر ان سب تصاویر کا مقصود مکانات کی آرائش ہی ہوتا تھا اور ان کی تصویری خصوصیات اسی مقصد کے ماتحت تھیں۔

طرز کے اعتبار سے دیواری نقاشی میں چند تغیر واقع ہوئے تھے۔ یعنی اول اول یونانی کاریگر صرف سنگ مرمر کی نقلی استرکاری بناتے تھے۔ پھر عمارات کی بعض چیزیں۔ جیسے ستون، پیلپائے وغیرہ کی تصویریں بنائی جانے لگیں پھر کمروں میں مختلف مناظر قدرت، ایوان وقصور اور اُن کے پیچھے کے خوش منظر مقامات کے نقشے بنے مگر یہ سب تصویریں واقعی ایشیا ہی کا چربہ ہوتی تھیں تا آنکہ خیالی تصاویر کا رواج شروع ہوا اور پھر دیواروں کی آرائش اسی قسم کی عجیب وغریب وہمی اشکال سے کی جانے لگی۔ اغسطس کے عہد کا معمار رویت رودیوس نقاشی کی اس خرابی پر ایک جگہ ملامت کرتا اور بیان کرتا ہے کہ "اب کس طرح ستونوں کی بجائے نرسل اور پرکالوں کی جگہ آرائشی بیرقیں اور جھنڈیاں بنائی جانے لگی ہیں جن میں مڑے ہوئے پتے اور بل کھائے ہوئے ڈنٹھل دکھائے جاتے ہیں۔ فرشی فانوسوں پر چھوٹے چھوٹے دیول بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ محراب کی چوٹیاں سے وضع وضع کی ترکاریاں اُگتی ہیں اور ان کی بے شمار پتلی پتلی شاخیں اور ٹیڑھے بڑھنگے ڈنٹھل پھیلے چلے آتے ہیں جن میں بالکل لایعنی مورتیں بٹھا رکھی ہیں۔ حتیٰ کہ شاخوں پر جو پھول بنائے ہیں خود ان پھولوں ہیں سے عجیب عجیب وضع کے دھڑ نکلے ہوئے جن کا چہرہ بعض جگہ انسان کا اور کہیں محض جانوروں کا

بنا دیا ہے۔[1]

ان دیواری نقاشوں کے ذاتی حالات ہمیں مطلق معلوم نہیں بجز ایک لودیوس[2] کے جو اغسطس کے زمانے کا نقاش تھا۔ پلینی کلاں اس طرز نقاشی کی جو اس کاریگر نے مروج کیا، بڑی تعریفیں کرتا ہے۔ "کوشک، دالان، باغوں کے مرقعے، جنگل اور مقدس کنج، حوض، آبنائیں، ندیاں، ساحل۔ اور یہ سب دل کے موافق۔ پھر ان میں ہر طرح کے رہ گیر، پیادہ پا، کشتیوں میں یا گاڑیوں میں یا سواری کے گدھوں پر سوار اپنی دیہاتی جاگیروں کا معائنہ کرتے پھرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ماہی گیر، چڑیمار، شکاری، انگور چننے والے بھی موجود ہیں۔ نیز کہیں وہ ایسے عالی شان قصور ومحلات کی تصویریں دکھاتا ہے جن کا راستہ دلدلوں میں سے ہے اور سرائے کے حمال خوفزدہ عورتوں کو کندھوں پر چڑھائے ان میں سے گزرتے اور بوجھ کی وجہ سے سخت کشمکش کرتے نظر آتے ہیں۔ یا اسی قسم کی اور دلچسپ اور پرتفنن تصویریں۔ دوسرے اسی استاد نے روز روشن میں ساحلی شہروں کے مناظر کی نقاشی کا طریقہ، اور وہ بھی بہت ارزاں، رائج کیا۔"[3] ممکن ہے کہ ملکہ لیویہ کے رومی محل کی دیوار کی شہرۂ آفاق نقاشی اسی لودیوس کی ہنرمندی کا نمونہ ہو جس میں چاروں دیواروں پر ایک باغ کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ کمرے کے بیٹھنے والوں کو یہ معلوم ہو کہ گویا وہ باغ کے وسط میں بیٹھے ہیں یہ مرقع، فن کی اس منزل تک آپہنچنے کی بہت اچھی نظیر ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا کہ گو خیالی اشکال بننے لگی تھیں لیکن ابھی تک قدیم اور واقعیت کا طرز سلیم بالکل غائب نہ ہوا تھا۔

اسی پرانے طرز سلیم کی، جسے ویت رو ویوس سراہتا ہے ایک ممتاز مثال

---

[1] یہ ترجمہ ولٹ مین اور وُرمین کی کتاب "تاریخ نقاشی" (انگریزی ترجمے) جزو اول صفحہ ۱۱۱ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور رومی نقاشی کے متعلق ہمارے بیان کا سب سے بڑا ماخذ بھی یہی کتاب ہے۔

[2] اس نام کی صحت میں شبہ ہے کیونکہ بعض حضرات "استودیوس" اور "تادیوس" بھی پڑھتے ہیں

[3] پلینی۔ تاریخ طبیعیات۔ فصل ۳۰ صفحہ ۱۱۶۔ مگر مذکورہ بالا ترجمہ وولٹ مین کی کتاب کے انگریزی ترجمے سے مقتبس ہے۔ جلد اول، صفحہ ۶۷۔

اوڈیسے کے مقامات ومناظر کی تصویریں ہیں جو اسی انیسویں صدی کے وسط میں اسکوئی لین کے کھنڈروں سے دبی ہوئی نکلیں۔ ان میں سے چھ تصویریں پوری اور ساتویں کا نصف حصہ باقی ہے۔ اس میں قوم لیس تری گون کا قصہ، کرکہ کی کہانی اور "نکویا" یا اوڈیسیوس کا تحت الثریٰ میں پہنچنا دکھایا گیا ہے۔ یہ پچی کاری کے حاشیوں کی طرح کمرے کی چاروں دیواروں پر پھیلتی چلی گئی ہیں اور سرخ چمکتے پلاستر کا کنارا ناکے انھیں الگ نمایاں کر دیا ہے۔ نقش ونگار میں زیادہ تر زردی مائل بادامی یا نیلگوں رنگ استعمال کئے ہیں لیکن ان تصویروں کا اصلی فائدہ یہ ہے کہ ان سے قدیم نقاشوں کے مناظر قدرت کو دکھانے کی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً لیس تری گونوں کے علاقہ کی سرحد پر زرد و زرد کراڑے آگے بڑھے ہوئے ہیں نیچے سمندر کی نیلی آب نائے نظر آتی ہے اور اس کے اوپر پہاڑوں کی چوٹیاں چھائی ہوئی ہیں جہاں سے یہ مردم خوار دیو یونانی جہازوں کو چکنا چور کر دیتے ہیں۔ ایک طرف کرکہ کے محل کا صحن دکھایا ہے اور دوسری جانب ساحل کی چٹانوں میں وہ مہیب غار بنایا ہے جو زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ تحت الثریٰ کا راستہ یہی ہے۔ اسی میں روشنی کی ایک چوڑی شعاع نہایت نظر فریب طریق سے دکھائی ہے کہ وہ غار کے اندر جاتی اور ملک تحت الثریٰ کی تاریک و گنجان آبادی کو روشن کرتی ہے۔ اور یہ سب کمال فن کے ایسے نمونے ہیں کہ ان کے برآمد ہونے تک ہم کسی عہد ماضی کے متعلق یہ حسن ظن نہ کر سکتے تھے کہ اس میں مناظر کی ایسی اچھی تصویریں بنائی جا سکتی تھیں"

مذکورہ بالا تصاویر جمہوریت کے خاتمے اور بادشاہی کے اوائل میں بنائی گئی ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ یہ قدیم تر نمونوں کی نقل ہوں گی جو اب موجود نہیں۔

رومہ کی دیواری تصاویر میں جو محفوظ رہیں، ایک شادی کا مرقع مشہور ہے جسے "وال دوبران دینی شادی" کہنے لگے ہیں۔ اس میں شادی کے دن دولھا دلھن اور آٹھ اور آدمیوں کی تصویر بنائی ہے۔ اس سے بھی زیادہ دلچسپ "حسینان رومہ" کی تصویر ہے جن کے عشق کے افسانے مشہور ہیں۔ جیسے پاسی فائی اور فدرہ کا قصہ یہ بھی واٹیکن کے مجموعے کی زینت ہے اور دوسری دیوار کی تصویروں کی مثل، اصل دیوار سے

پلاستر سمیت اکھاڑ کر لائی گئی ہے۔ پلاتین کی پہاڑی پر جو کھدائیاں ہوئی ہیں ان میں، خاص کر لیویہ کے محل سے بعض قابل دید تصویریں نکلی ہیں۔ ان میں کم سے کم مناظر قدرت کا وہ نقشہ قابل ذکر ہے جس میں پولی فیموس اور گلاتیہ کے افسانے کا مقام دکھایا گیا ہے۔ اسی قسم کے مرقعے دیکھکر کسی نے خوب کہا ہے کہ دیواروں کی تصویریں بناتے وقت نقاش عام طور پر ایسی خیالی افسانوں کو منتخب کرتے تھے جن میں قدرتی مناظر دکھانے کا بھی موقع میسر آئے۔

روما کے بعد کمپانیہ کے باکمالوں کے نقش و نگار پر نظر ڈالئے جو ہرکولانیم اور خاص کر پومپیائی کے خانگی مکانوں میں بنے ہوئے ہیں، تو ان کی سب سے پہلی خصوصیت دیواروں کی دو حصّوں میں تقسیم نظر آئے گی کہ نیچے کا حصہ بالعموم گہرے رنگ سے رنگا ہے اور بیچ میں ایک روشن پٹی ڈال کر بالائی حصّہ عام طور پر ہلکے رنگ کا ہے پھر عمودی خط ڈال کر ان کو طولاً بھی چند حصوں میں منقسم کیا گیا ہے اور بجائے رنگین استرکاری کے جس کا نمونہ ہم اُوسیے کے مناظر میں دیکھ آئے ہیں، یہاں صرف رنگین خطوں سے مختلف خانے بنا دئے ہیں۔ اس طرح بیچ کی پٹی بھی سرخ، سفید، سیاہ، اور زرد رنگ کے حصّوں میں بٹ گئی ہے۔ تصویروں میں عمارات کے جو نقشے دکھائے وہ ایسی موہوم اشکال کے ہیں جن کی ویتّ ویوس نے مذمت کی ہے۔

خود تصویروں کی باعتبار کمرے یا دیوار کی مناسبت کے جن کی وہ زیب و زینت ہیں، پانچ قسمیں کرتے ہیں۔ (۱) وہ مناظر جو پوری دیوار یا چاروں دیواروں پر بنے ہوئے ہیں اور جن کے باعث انھیں خانوں میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ (۲) بڑے مرقعے جو ایک ہی دیوار پر کئی کئی، علیحدہ خانوں میں ہیں۔ ان میں سے اکثر صید و شکار یا کوہستانی مناظر کی تصویریں ہیں۔ (۳) پچی کاری کی قسم کا کام۔ ان میں زیادہ تر پرانی تصاویر کی نقل اُتاری گئی ہے۔ (۴) حواشی زائدہ۔ جو صرف اصل تصاویر کی زینت کے لئے بنائے گئے ہیں ان میں نباتات کی تصویریں ہیں۔ (۵) وہ مرقعے جن کے گرد کوئی کنارہ یا پشت پر کوئی اور تصویر نہیں ہے خاص کر انسانی شبیہیں جو کسی خاص منظر سے متعلق نہیں بلکہ محض خوبصورتی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ یہ تصویریں جو خالی فضا میں اڑتی ہوئی دکھائی گئی ہیں بعض اوقات مجازی ہیں اور اکثر انسان چہرہ جانوروں کی یا

بادہ گسار و شاہدانِ خیالی کی صورتیں ہیں۔

دیوی دیوتاؤں کی جس قدر تصاویر ہیں وہ تفنن آمیز قصوں کی ہیں البتہ پومپیائی میں "دار الشاعر" سے جو تصویریں برآمد ہوئی ہیں غالباً وہی نسبتہً متین و سنجیدہ مضامین کی ہیں جیسے زیوس دیوتا کی شادی، افی جینیہ کی قربانی، اکری سئیس کی رہائی اور بری سئیس کی زناکاری؛ ورنہ عام طور پر اس قسم کی تصویریں مرغوب و دلپسند تھیں جن میں مریخ و زہرہ کی عشقیہ کہانیاں پاریس کا فیصلہ، باکوس و اریانہ یا نارکی سوس کا پانی میں اپنا عکس دیکھنا، دکھایا جائے۔ ان کے رنگ روشن اور شوخ اور پورے مرقعے نظر فریب و دلپذیر ہوتے تھے۔ اور یہی کیفیت واقعیات کشی کی ہے جن میں روزمرہ کی معاشرت کی تصاویر کھینچی جاتی تھیں۔ اس نقاشی کو 'ہلبگ نے' دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: یونانی اور رومانو کپانی۔ جن میں سے پہلی میں وہ رفعت تخیل ہے جو دوسری قسم کی تصاویر میں نظر نہیں آتا یہ عورتوں اور نوجوانوں کی روزانہ زندگی کے خیالی مناظر کو پیش کرتی ہیں۔ مثلاً [1] ایک عورت عشق و محبت کے خیال میں مست و محو بیٹھی ہے۔ اروس اس کی طرف جھکا ہوا ہے یا دو عورتیں اخلاص و محبت سے آپس میں باتیں کر رہی ہیں۔ یا کسی جگہ کوئی لڑکی اپنی نقاشی یا موسیقی کے کام میں منہمک ہے۔ بناؤ سنگار کے موقعوں کو بھی نقاشوں نے فراموش نہیں کیا ہے۔ یا بعض جگہ جوان مرد اور عورتوں کے عیش و نشاط کے جلسے آراستہ ہیں اور کھلّے کھلے عشق و اختلاط کے مناظر بھی کم و بیش بیباکی سے دکھائے گئے ہیں۔ شعرا اور نقالوں کی تصویریں اور بعض جگہ ناٹک کے واقعی کھیل دکھائے ہیں اور ان میں ارباب طرب کا ایک مرقع تو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جس میں یونانی مصوری کا پاکیزہ ترین رنگ جھلکتا ہے [2]

دوسری، یعنی رومانو کپانی قسم کی تصویریں فن کے اعتبار سے بہت ادنےٰ اور واقعات کشی میں اس درجہ گنواری ہیں کہ اس حد تک ہمارے زمانے کے دلآویز نقاشی بھی نہیں جا سکے پھر ان میں کوئی صناعی کی خوبی بھی نہیں کہ اس نقص کی فی الجملہ تلافی کر دے۔ ان کے مرغوب و پسندیدہ موضوع، شراب خانوں، چکلوں اور منڈی کے واقعات ہیں یا کشتی گیروں کی زندگی کے خوفناک مناظر۔

---

[1] ووٹ مین اور ڈیزمین۔ جلد اول صفحہ ۱۳۲۔

غیر متحرک اشیا کی تصاویر میں وہی تنوّع موجود ہے جیسا کہ اپنے زمانے کی تصویروں میں ہم دیکھتے ہیں۔ مثلاً پھل، پھول زندہ اور مردہ مچھلیاں یا طیور اور ہر قسم کے ظروف اور ضروریات معاشرت۔ تمسخر انگیز تصویریں بھی بنائی ہیں جن کی مثال میں انیاس کا ترو سے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کے باپ کو چڈھی پر چڑھا کر بھاگنا پیش کیا جا سکتا ہے ۔

ان آرائشی نقاشوں کا حال کچھ معلوم نہیں۔ ممکن ہے کہ یونانی طریقوں کے مطابق جنھوں نے مصوری کی ہے وہ یونانی ہوں اور واقعیات کی نقاشی اطالیہ کے دیسی باشندوں کا کارنامہ ہو۔ بہر حال ان دیواری تصاویر کی ایک حیرت انگیز خصوصیت ان کی پائے داری ہے اور ان کے مصالحے اور بنانے کی ترکیب کا مسئلہ ابھی تک اچھی طرح حل نہیں ہو سکا ہے۔

پچی کاری، یعنی رنگین شیشے یا پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جما کر جو نقش و نگار بنائے جاتے ہیں، ان کے متعلق کچھ اور لکھنا باقی ہے کہتے ہیں اس صنعت کو سب سے پہلے سُلّا نے روما میں متعارف کیا۔ اس روایت کی اصلیت جو کچھ بھی ہو، عہد بادشاہی میں تو نہ صرف فرشوں کی پچی کاری جس سے اس فن کی ابتدا ہوئی بلکہ دیواروں پر بھی اس قسم کی صناعی کا عام رواج ہو گیا تھا مختلف نقش و نگار کے فرش عام طور پر تیار کئے جاتے تھے۔ ان میں سب سے مشہور اور اعلےٰ درجے کی پچی کاری کا نمونہ جنگ اِی سوس کی تصویر ہے جو پومپیائی میں فادن کے گھر سے برآمد ہوئی (سنہ ۱۸۳۱ء) یہ اس موقع کو دکھاتی ہے جب کہ دارا کے سامنے گھوڑا لایا گیا اور وہ اس پر اپنے آپ کو گرا کر اہل مقدونیہ کے آگے سے فرار ہو رہا ہے۔ مصوّر نے ایک دشوار جنگ کے منظر کو تھوڑے سے مصالحے سے کمال حسن و خوبی کے ساتھ دکھایا ہے۔

"اس موقع پر جن لوگوں کے چہرے مصوّر نے دکھائے ہیں، خاص کر دارا کا چہرہ، جس کی آنکھوں سے شدید رنج و کرب کے باوجود مردانہ شجاعت برستی ہے، وہ اظہار جذبات کے اعتبار سے نقاشی کے قدیم نمونوں میں اپنی نظیر نہیں رکھتی"[۱] انسی

[۱] وولٹ مین اور وُرمین۔ جلد اول صفحہ ۹۷

سلسلے میں دریائے نیل کے کنارے پالسٹرینا کی پچی کاری بھی قابل ذکر ہے جس میں مصر کا ایک قدرتی منظر دکھایا ہے۔ اسی قسم کے بہت سے مناظر اُن حمام خانے کے فرشوں میں بنے ہوئے ہیں جو ہادریان کی کوشک واقع تی ووِلی میں محفوظ رہے۔

باب سی ویکم

رومی عادات و معاشرت

ذیلی عنوان ۔ (۱) روما میں پردیسیوں کی کثرت ۔ (۲) غلام ۔ (۳) روما میں بسر برد کی دقتیں ۔ وبائی امراض ۔ آتش زدگی ۔ گرانی اجناس ۔ گلی کوچوں کا شور ۔ رات کے خطرے ۔ (۴) مال و دولت عیش و نشاط ۔ جس کے دو دو مختلف ہیں ۔ اپی کیوس (۵) دست نگر اشخاص "ساتو تا تیو" "اسپورتولا" "کیارِتا" (۶) طفیلیوں کا طریق زندگی (۷) عورتوں کی بیہودگیاں اور بد اطواریاں (۸) مدارس ۔ "لی ترا تور" "گراماتی کوس" اور "رہتور" (۹) مکانات "دموس" اور "ان سولا" ۔ رومی مکانوں کی کیفیت (۱۰) محلات شاہی ۔ (۱۱) دیہاتی بنگلے ۔ (۱۲) غذا ۔ اوقات ۔ اقسام طعام (۱۳) ضیافتیں ۔ خانسامانی (۱۴) دسترخوان کے آداب ۔ (۱۵) "کون دِی ویا پبلیکا" ۔ رومی شیان کی کالی دعوت (۱۶) حوض ۔ رومی حوضوں کی تعداد اور کیفیت (۱۷) حوضوں کی تعمیر و انتظام "اس یکوس" اور "کاستلا" (۱۸) حمام "بال نیہ" ایک عام حمام کی کیفیت ۔ "تھرما" خانگی حمام (۱۹) تفریح و تفنن ۔ عام کھیل تماشے ان کی سیاسی اہمیت "لُدس" (۲۰) تماشا گاہ ۔ ان کی عمارتیں (۲۱) تماشوں کی نوعیت نقلیں (۲۲) سیرکوس "کسی موس" کا بیان (۲۳) کھیل ۔ جلوس ۔ تانگے دا بے اور گھوڑے ۔ ٹولیاں (۲۴) اسفی تھیٹر یا دنگل "غلادیوسی دنگل (کلوسیوم) کی کیفیت (۲۵) کشتی گیر (گلادیاتور) "رودی" "لانیستہ" ۔ مختلف قسم کے کشتی گیر (۲۶) جانوروں کو لڑا کے لانا ۔ (وناتیو) یگ تماشے

فصل اول

رومہ کی معاشرت

(۱) عہد بادشاہی میں دار السلطنت رومہ کی حالت ایام جمہوریت کی نسبت بالکل بدل گئی تھی ۔ رومہ کی تاریخ عمارات میں اغسطس نے ایک نئے دور کا آغاز کیا جس کا حال ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ۔ پھر بعد میں برابر نئی عالیشان عمارتیں بنتی رہیں ۔ اور زمانۂ بادشاہی میں یہ عمارات بھی رومہ کی ایک وجہ امتیاز تھیں ۔ چنانچہ روید و مارتیال اسے "مذہب رومہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں[1] لیکن اس بیرونی شان و شکوہ کے علاوہ اندرونی طور پر رومہ کی آبادی میں جو تغیر ہوا اس نے اور بھی اس میں دنیا کے ایک صدر مقام کی شان پیدا کر دی ۔ اس کے حصار کے اندر صدہا قوموں کا اجتماع اور اس کے گلی کوچوں میں بیسیوں زبانوں کا رواج ہو گیا ۔ اس کے چوک میں ایشیا کے شاہ و شاہزادے برطانیہ کے ہاتھ پاؤں گدے ہوئے جنگلی ، داکیہ کے وحشی ، سگامبریہ ، عرب ، حبشہ ، تراکیہ اور سرماشیہ کے باشندے باہم دو چار ہوتے تھے ۔ ادریان کا دوست پولمون سوفسطائی "شہر" کو "دنیا کا ملخص" کہا کرتا تھا ۔ ان بیرونی لوگوں میں زیادہ تعداد یونانیوں کی تھی ۔ اور جوئنال کی ایک ہجو میں[2] کسی نے یہ فقرہ چست کیا ہے کہ "میں تو اس یونانی شہر کی تاب نہیں لا سکتا" مگر پھر یہی متکلم اقرار کرتا ہے کہ غالباً یونانیوں کی اتنی کثرت بھی شہر کی بدترین خصوصیت نہیں کیونکہ بہت سے شامی بھی تو بھرے ہوئے ہیں ۔ اور مدت سے شام کی ندی اُردن تیس (= عاصی) اپنا پانی تیبر ہی میں خالی کرنے لگی ہے[3] ۔ ان میں سے اکثر پردیسی بے روزگار تھے جو قسمت آزمائی کے لئے رومہ آتے اور اپنی عقل و تدبیر سے روزی پیدا کرتے تھے ۔

---

[1] ۔ روید ۔ جزو سوم صفحہ ۱۱۴ ۔ اور مارتیال باب ہم ۱ صفحہ ۵۹ ۔

[2] ۔ ہجو ۳ صفحہ ۶۰ ۔

[3] ۔ " " ۶۲ ۔

یونانیوں کی ہمہ رنگی ضرب المثل تھی اور اکائیہ، مقدونیہ، ایشیائے کوچک یا جزائر وغیرہ یونانی اقطاع سے جو لوگ آتے وہ حسب ضرورت ہر قسم کا کام کرنے پر آمادہ ہو جاتے اور دولتمندوں کے گھروں میں اپنے لئے کوئی نہ کوئی جگہ نکال لیتے تھے۔ یہ دولتمند لوگ اسکولین کے محلے میں رہتے تھے جسے روما کا "ویسٹ اینڈ" سمجھنا چاہئے[1]۔ جوناں نے لکھا ہے کہ یونانی فاقہ کش ہر فن مولیٰ ہوتا ہے۔ صرف و نحو وہ جانتا ہے۔ فن خطابت میں اُسے کمال حاصل ہے۔ معمار وہ ہے۔ نقاش وہ ہے، اتالیق، کاہن، طبیب، جادوگر غرض جو کام کہئے وہ کرنے کو تیار رہتا ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو وہ آسمان پر تھگلی لگا آئے گا[2]۔ یہ یونانی قسمت آزما خوشامد سے گھس بیٹھ کرنے میں بڑے استاد ہوتے۔ اور اہل ثروت کی رضا جوئی حاصل کرنے کی بازی میں اپنے رومی حریفوں سے سبقت لے جاتے تھے۔ روما اس قسم کے متلاشیان روزگار اور قسمت کی روٹیاں کھانے والوں کی شکارگاہ بن گیا تھا۔

(۲) اس پردیسی آبادی میں بہت بڑی تعداد غلاموں کی تھی اور شہر کی کل آبادی میں یہ نصف سے بھی زیادہ تھے[3]۔ سلطنت روما کے اور بڑے شہروں میں ان کی بڑی کثرت تھی۔ بہت کم قیمت میں غلام دستیاب ہو جاتا تھا۔ مثلاً ایک جوان اور اچھے چال چلن کے غلام کی قیمت بیس[2] پونڈ تھی۔ اور شش سالہ کنیزک تقریباً آٹھ پونڈ میں مل جاتی تھی۔ ہرچند دوسری صدی میں انسانیت اور خدا ترسی کے جذبات پھیلتے جاتے تھے جس کا ایک سبب رواقیوں کی اس بارے میں تعلیم کو قرار دینا چاہئے بایں ہمہ غلاموں کی حالت اکثر نہایت زار و زبوں ہوتی۔ یہ کیفیت خاصکر غلاموں کی ان بڑی بڑی ٹکڑیوں کی تھی جنھیں سوداگر پیشہ لوگ صنعت و حرفت کے کام میں لگاتے تھے۔ اپولیوس نے ایک پسائی کے کارخانے کے غلاموں کا حال لکھا ہے کہ اُسے

---

[1] بحوالہ صفحہ ۱۔ میناس کا مکان اسی اسکوئی لین میں واقع تھا۔

[2] ۔ " " ۷۶

[3] ۔ مارکوارڈ کے تخمینے کے بموجب کل سولہ لاکھ آبادی میں نو لاکھ غلام تھے۔

پڑھکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کارخانے میں جو بدبخت کام کرتے تھے ان کے چہرے زرد، بدن قریب قریب ننگا، اور پاؤں میں بیڑیاں پڑی رہتی تھیں۔ کوڑے کے سیاہ نشانوں سے جلد کا رنگ بگڑ گیا تھا۔ اور جا بجا بدھیاں پڑ گئی تھیں۔ دھوئیں اور بھاپ سے ان کی بینائی میں فتور آ گیا تھا۔

خانگی طور پر جو غلام لوگوں کے پاس تھے، نیز خانگی اور چھوٹی اُرگاس تول[1] (تادیب گاہ) کے غلام فی الجملہ ان شدائد سے محفوظ تھے[2]۔

(۲) روما میں سکونت کی مشکلات اور خطرات کو لاطینی مصنفوں نے جا بجا بیان کیا ہے۔ ہورٹیس اور پلینی خورد دونوں دیہاتی زندگی کی خوبیوں کے مقابلے میں پائے تخت کی بود و باش کی خرابیاں اور مصیبتیں پیش کرتے ہیں۔ جونال نے اپنی تیسری ہجو میں امبریکیوس کا ذکر کیا ہے کہ وہ شہر چھوڑ کر کومہ روانہ ہو رہا ہے۔ اور شہر سے نکلنے کے اسباب و وجوہ بیان کرتا ہے۔ ان اسباب میں سب سے پہلی چیز تو امراض و بائی کو سمجھنا چاہئے جو روما میں اکثر پھیلتے رہتے تھے۔ سنہ ۲۳ و سنہ ۲۲ ق م میں پھر شہر کی عظیم آتش زدگی کے بعد سنہ ۶۵ء میں اور پھر وسوویس کی آتش فشانی سے چند ہی روز کے بعد سنہ ۷۹ء میں بڑے زور کی وبائیں پھیلیں اور آخری وبا کے زمانے میں بعض اوقات دس دس ہزار موتیں ایک ایک دن میں واقع ہوئیں ان سب سے شدید وبا مارکوس اوریلیوس کے زمانے کا طاعون تھا جس کا اجمالی حال ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ لیکن اہل روما کو ان وباؤں سے بھی زیادہ بار بار بلائے آتش زدگی سے سابقہ پڑتا تھا۔ پھر اطالیہ کے قصبوں کے مقابلے میں پائے تخت میں رہنا بہت خرچ طلب تھا۔ اور روما کے کسی مکان کے صرف بالاخانے کا سالانہ کرایہ اتنا ہوتا تھا کہ اتنے داموں میں سورا یا فروسینو جیسے قصبوں میں آدمی چاہے تو پورا مکان اور باغ خرید لے[3]۔ اس گرانی نے خواہ مخواہ

۱۔ لیکن اسی سلسلے میں ملاحظہ ہو آئندہ عنوان ۷۔

۲۔ ملاحظہ ہو آئندہ عنوان ۹۔

۳۔ جونال۔ ہجو ۳ صفحہ ۲۲۲۔

شہر میں اس قسم کے تنگدست لوگوں کی تعداد کثیر پیدا کر دی تھی جو جس طرح ممکن ہو اپنی ظاہری وضع بنائے جاتے تھے۔ اور اکثر اوقات وہی لوگ جو بڑی نمود و نمائش کی لیتے محض قلاش ہوتے تھے[1]۔

گرانی اجناس کے علاوہ متوسط آمدنی کے آدمی کو روما میں ہر چیز راحت و اطمینان کے معارض نظر آتی تھی۔ دن کے وقت تو گلی کوچوں میں معمولی آمد و رفت سے ہی کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی[2] اور رات کو گاڑیوں کی بڑی گھڑ گھڑاہٹ ہوتی رہتی کیونکہ دن کے وقت انھیں شہر کے بازاروں سے گزرنے کی اجازت نہ تھی۔ نیند ایک ایسی نعمت ہو گئی تھی جس سے فقط دولتمند ہی متمتع ہو سکتے تھے[3]۔ تنگ بازاروں میں جہاں کھوے سے کھوا اچھلتا تھا پیدل چلنا تک ایسے آدمی کے واسطے مصیبت تھا جس کے پاس اتنا روپیہ نہ ہو کہ پالکی (پیتی کا) میں سوار ہو سکے۔ اسے ہر وقت پہلو میں کسی مکان کی کڑی سے چوٹ آنے کا کسی سوار کے نعلدار جوتے سے روندے جانے کا یا کراچی بھر پتھروں کے نیچے دب کے مر جانے کا خطرہ رہتا تھا۔ خاصکر رات کو کسی غریب کا بازار سے گزرنا بڑے جان جوکھوں کی بات تھی۔ کیونکہ ہمیشہ احتمال ہوتا کہ بالاخانے کی کھڑکی سے کوئی شے سر پر نہ آ پڑے یا ممکن ہے چوروں کا حملہ ہو جائے۔ یا کوئی خواہ مخواہ جھگڑا نکال کے اُسے راستے میں روک لے[4]۔ یا لقے بدمعاشوں کے کسی ایسے گروہ سے سابقہ پڑ جائے جو نرو کی تقلید میں جا بجا گشت لگاتے پھرتے تھے۔ کوئی شخص جوان شہدوں کے ہاتھ میں پڑ جاتا، بُری طرح پٹتا اور بعض اوقات اُسے کمل میں لپیٹ کر وہ ادھر سے اُدھر پھینکتے اور اوچھالتے تھے[5]۔

۱۔ مارتیال (باب دوم صفحہ ۵۷) ایک بگڑے نواب کا ذکر کرتا ہے کہ سپتا کے کنارے اٹھلاتے پھرتے ہیں اور مصاحبوں کا ایک غول پیچھے پیچھے ہے۔ حالانکہ ابھی نواب صاحب آٹھ سسترکہ (تقریباً ایک روپیہ) میں انگوٹھی گروی رکھ کے آئے ہیں۔ جو صرف ایک وقت کے کھانے کی قیمت ہے۔

۲۔ دیکھو مارتیال۔ باب دوازدہم صفحہ ۵۷۔

۳۔ جوناال۔ ہجو ۳ صفحہ ۲۳۵

۴۔ جووینال ۔ ۳ ۔ ۲۳۲

۵۔ اس شرارت کو "سگا تیو" کہتے تھے۔

خود دولتمند اسکوی لین اور کلیان ؏۱ کے محلے چھوڑ کے ساحل کمپانیہ یا تسکانی پہاڑیوں پر اپنے دیہاتی بنگلوں میں جا رہنے کو غنیمت جانتے تھے۔ اس زمانے کے انشا پرداز شہری معاشرت کی کوفت کے مقابلے میں دیہات کے لطف بیان کرتے کبھی نہیں تھکتے ہوریس پکارا تھا ہے کہ اے دیہات کے کھلے میدانو، بھلا وہ دن کب آئیگا میں پھر تمھاری صورت دیکھوں گا۔ اور دوبارہ کتاب و خواب اور لذت بیکاری سے ہمکنار ہوں گا ؏۲۔ اسی صدا کی بازگشت پلینی اور جونال کی تصانیف میں سنائی دیتی ہے ؏۳۔

(۴) اس طرح عہد شاہی کا روما ہمارے زمانے کے کسی بڑے دار السلطنت سے مشابہت کے بہت سے پہلو رکھتا ہے۔ اس میں بھی دولت و ثروت کی جبیت تھی۔ اور اس کی تقسیم میں وہاں بھی ایسی ہی سراسر عدم مساوات اور پھر عیش و افلاس میں اسی قسم کا نمایاں فرق تھا جیسا کہ آج کل پایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں سنیکا نے جو نہایت دولتمند تھا صرف چار سال کے اندر تیس کرور سسترکہ (= ۴ ۲ لاکھ پونڈ) جمع کئے تھے۔ اور نارکی سوس ہولی کی دولت چالیس کرور سسترکہ (= ۳۲ لاکھ پونڈ) تھی۔ اسراف بیجا کی ایک عام صورت اُن دنوں یہ تھی کہ نہ صرف دولتمند بلکہ متوسط آمدنی والے بھی مختلف مقامات میں مکانات اور بنگلے خریدنے کا شوق رکھتے تھے۔ مثال کی طور پر سیسرو اور پلینی (خورد) ہی کے کئی کئی دیہاتی مکان تھے۔

عیش و عشرت اور لوازم تکلفات کے متعلق یہ یقینی ہے کہ دربار شاہی کا لوگوں پر بہت کچھ اثر پڑتا تھا۔ اور تاسی توس نے صراحۃً بیان کیا ہے کہ نرو کے مرنے کے بعد اس باب میں ایک عام اصلاح رونما ہوئی۔ ورنہ اس سے پہلے زمانے کی فضول خرچیوں کا اندازہ اس مثال سے کیا جا سکتا ہے کہ سنیکا کے قبضے میں پانچسو میزیں ہاتھی دانت

؏۱۔ دولتمند لاترانوس کا مکان (جو پیزو کی نرو کے خلاف سازش کے سلسلے میں مارا گیا) اسی کلیان کے محلے میں تھا۔ دیکھو مارتیال۔ باب دوازدہم صفحہ ۱۸۔

؏۲۔ ہجو ۲ صفحہ ۶

؏۳۔ جونال۔ ہجو ۱ صفحہ ۶۱

کے پایوں کی تھیں۔ اور نِرو کی ایک ضیافت میں چالیس لاکھ سسٹر کہ (یعنی تینتیس ہزار پونڈ) سے زیادہ اس نے فقط گلاب کے پھولوں کی فراہمی میں صرف کیا۔ ایک خوش خور سمیّٰ اپی کیوس کے (جو اغسطس وتی بریوس کے زمانے کا آدمی ہے) دسترخوان کے تکلفات ضرب المثل ہو گئے تھے۔ اور گودس پاشیان کی سادگی کی وضع سے بظاہر اصلاح ہو گئی۔ اور دوسری صدی کے بادشاہوں کا طرز ماندہ وبود سادہ اور غیر مسرفانہ رہا۔ بایں ہمہ جونال کے وقت میں تو معلوم ہوتا ہے کہ اپی کیوس کے بہت سے حریف و مد مقابل موجود تھے[1]۔

چنانچہ اس رقعے میں جو اس نے اپنے دوست پرسی کوس کو اپنے ہاں آنے اور سیدھا سادہ ماحضر تناول کرنے کے لئے تحریر کیا ہے اور متمدنوں کے مُسرفانہ کھانوں کی[2] ہوریس سے بھی زیادہ ہجو کی ہے[3]۔ اور خود یہ رقعہ بھی غالباً ہوریس کے منظوم خط بنام تورکواتوس کے نمونے پر لکھا گیا ہے[4]۔

(۵) مُربّی اور "رعیت" کا تعلق رومی تمدن میں دور بادشاہی تک باقی تھا۔ لیکن رعیت کے لوگ سیاسی معاملات میں اب اپنے مربّیوں کے اس قدر کام نہ آسکتے تھے جس قدر کہ جمہوریت کے زمانے میں۔ لہٰذا اُن کے صبح کے سلام کا مربیوں کو کچھ اشتیاق نہ رہا تھا۔ البتہ خدم وحشم کے لوگوں کو باریابی دینے کا قاعدہ امرا میں ابھی تک جاری تھا۔ لیکن اُنھیں "کنارکتا" (یعنی سیدھے دسترخوان) پر بلانے کی بجائے اُمرا صبح کے سلام کے موقعے پر فقط ایک شخص کا کھانا دلوادیا کرتے تھے۔ جو چھوٹی سی ٹوکری میں[5] یہ لوگ گھر لے جاتے اس ٹوکری کا نام "اسپورتولا" تھا۔ لہٰذا یہ کھانا ہی "اسپورتولا" (توشہ دان کہلانے لگا[6]۔ پھر بتدریج

---

[1] جونال۔ ہجو چہارم صفحہ ۲۲۔ (

[2] ہجو۔ ہم۔

[3] ہجو دوم صفحہ ۲۔

[4] رقعات فصل اول صفحہ ۵ (جس کا آغاز Si Potes ہوتا ہے)

[5] جونال۔ [1] صفحہ ۱۲۸۔

[6] " " صفحہ ۹۵۔ یہ صبح کی ملاقات ہمیشہ رسمی لباس یعنی چُغہ پہنے ہوئے ہوتی تھی۔

کھانے کی بجائے یہ عطیہ نقد رقم کی صورت میں مبدل ہوگیا۔ اور عام رسم نے اس کی مقدار سو کوا ڈرانٹ قرار دیدی۔ قیصر دومی شیان نے "کنارکتا" کی پرانی رسم کو تازہ کرنے کی کوشش کی تھی[1]۔ لیکن وہ زیادہ عرصے تک نہ چل سکی۔ اگر ہجو نویس جونال کی بات مانی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ادنیٰ درجے کے لوگ امرا کے اسی کھانے سے پیٹ پالتے تھے۔ اور بعض اعلےٰ طبقے کے اشخاص بھی ان توشہ دانوں کو قبول کرنے میں عار نہ کرتے تھے۔

(٦) غریب "رعیت" کا آدمی اپنے مربی کا لطف و کرم حاصل کرنے کی غرض سے خوشی خوشی ہر قسم کی خوشامد و چاپلوسی کرتا لیکن کاسہ لیسی کے اس فن میں عام طور پہ رومہ والے اپنے ہم رنگ یونانی حریفوں کے برابر کامیاب نہ ہوتے تھے۔ جونال نے اس قسم کے محتاج طفیلیوں کی جو نظر فریب تصویر دکھائی ہے وہ بے شبہ رنگ آمیزی سے خالی نہیں ہے۔ لیکن یہ طفیلی دورِ بادشاہی کے رومہ میں ایسی ہی نمایاں شے تھی جیسے مناندر کے زمانے میں جمہوری ایتھنز میں تربیوس کی نسبت لکھا ہے کہ اپنے دولتمند مربی ویرو کے دسترخوان پر کبھی کوئی خالی جگہ میسر آنے کی امید میں روزانہ صبح ہونے سے پہلے بستر سے اٹھ بیٹھتا اور پچھلے پہر کی سرد ہوا کی زحمت برداشت کرتا تھا تاکہ بالکل سویرے اپنے حریفوں میں سب سے پہلے اُسے سلام کرنے کا موقع مل جائے۔ پھر بھی کبھی دو دو مہینے تک کسی بلاوے کی نوبت نہ آتی۔ اور جب خدا خدا کرکے دسترخوان پر بلایا بھی جاتا تو اتنی سو تہیں اُٹھانے کا صلہ اُسے یہ ملتا کہ نہایت ادنیٰ قسم کی شراب پینے کو دی جاتی بجائیکہ میزبان اعلےٰ درجے کی مے ستینہ کے جام پر جام چڑھاتا تھا[2]۔ پھر ویرو کا جام مکلل ہے تو تربیوس کو بھدے شیشے کے پیالے ہی پر ٹال دیا گیا ہے۔ اور ایک غلام نگرانی کے لئے اُس کے سر پر سوار ہے کہ کہیں وہ اُسے چرا نہ لے۔ شراب ایک طرف میزبان اور اس کا مصاحب پانی بھی ایک سا نہیں پیتے اور وہ روٹی جو تربیوس کے آگے رکھی گئی ہے کالی اور موٹی موٹی

---

[1]۔ مارتیال باب سوم صفحہ ۷۔ نیز صفحہ ۳۰ جہاں مارتیال نے اس کھانے کی حاضری کو اس طرح بیان کیا ہے گویا وہ رعیت کے فرائض میں داخل کر دی گئی تھی۔ اور اس کا معاوضہ واجب الادا ہوتا تھا۔

[2]۔ دیکھو مارتیال باب سوم صفحہ ٦٩۔

چُھپی ہوئی ہے۔ لیکن اگر اُس نے کبھی ڈرتے ڈرتے ویرّو کا کوئی پھل کا لے لیا تو غلام اُسے ٹوک کر پھر اپنی جگہ پر رکھوا دیتا ہے۔ کھانے میں ویرّو عمدہ قسم کے جھینگے (لوبسٹر) کا گوشت کھاتا ہے جس میں وِنا فرم کا روغن اور اچھے سے اچھے مسالے پڑے ہیں نیز پھل نوش کرتا ہے۔ لیکن تربیوس کے حصے میں معمولی کیکڑا اور کڑوا تیل، سخت بے مزہ چولائی اور سڑے ہوئے سیب آتے ہیں۔ مگر ویرّو کا یہ سلوک بخل و خسّت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ دراصل وہ اس شہرُوسے چٹ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے[1]۔ "(تربیوس!) تم اپنے آپ کو شریف مہمان جانتے ہو گے لیکن اسے معلوم ہے کہ تم اس کے باورچیخانہ کی بُو کے غلام ہو"[2]۔ لیکن طفیلیوں پر منحصر نہیں۔ اہلِ فن کو بھی شکایت ہے کہ اُن کے مربّی اب پہلے سے فیاض نہیں رہے۔ اور ویرو جیسے دولتمندوں میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو اس دریا دلی کے ساتھ اپنے کم حیثیت احباب کو تحفے دے۔ جیسے کہ نِرو کی بادشاہی میں سینیکا یا پیزو دیا کرتے تھے۔ ایک عرصے کے بعد ایک طفیلی نگری نوس کی اسی قسم کی تصویر لوکیان نے بھی کھینچی ہے۔

(۷) اگا یوس اور نرو جیسے بادشاہوں یا ملکہ سالینہ کی بداطواریوں کے جو قصے قدیم مصنفوں نے لکھے ہیں اُن سے رومیوں کے عام اخلاق کی نسبت کوئی نتیجہ نکالنا غلطی ہوگا۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ اس قسم کی اتفاقی شیطنت اکثر عوام و خواص کے متوسط اخلاقی معیار سے کوئی بون بعید نہ رکھتی ہو۔ ہمیں جونال کے رنگ آمیزی کئے ہوئے بیانات پڑھتے وقت بھی احتیاط رکھنی چاہیے کہ کہیں انھیں ہم بالکل صحیح اور سب کے حال پر صادق نہ سمجھ لیں۔ اس شاعر کی سب سے بڑی ہجو کا موضوع اپنے زمانے کی عورتوں کی بدچلنی ہے۔ لیکن بہت سی بیہودگیاں جن کی وہ خبر لیتا ہے ہر زمانے میں پائی جاتی ہیں۔ اُس نے عورتوں کے نقالوں، کشتی گیروں، سازندوں اور مُنے نوازوں پر عاشق ہو جانے کا حال لکھا ہے۔ کہیں وہ ان شیخی خوری عورتوں کا ذکر کرتا ہے جو یونانی داں

---

[1] جونال ہجو ۵ صفحہ ۱۵۷۔

[2] ۔ ۔ ۱۶۱۔

بنتی اور لاطینی سے بالکل ناواقفیت کا اظہار کرتی ہیں[1]۔ یا ان کا جو کمزور شوہروں کو طرح طرح سے دباتی ہیں۔ اور نیز ایسی جنہوں نے پانچ سال میں آٹھ خصم کئے۔ وہ ان کی نمود ونمائش کا شوق ان کی بکواس کی لت اور حسب ونسب پر ان کی شیخیوں کی ہجو کرتا ہے[2] اور اس تعلیم یافتہ خاتون کا خاکہ اڑاتا ہے جو دسترخوان پر آتے وقت ورجیل وہومر کا مقابلہ کرتی ہے۔ اور جس کی یادہ گوئی میں گھنٹیوں اور چلمچیوں کے کھڑکنے کا وہ شور پایا جاتا ہے کہ سارے زبان داں اور خطیب ومقرر اسکے سامنے دم بخود رہ جاتے ہیں[3]۔ مسالینہ کو عورتوں کی بے حیائی اور بدکاری کی نظیر میں شاعر نے پیش کیا ہے۔ اور بڑے گھرانے کی عورتوں میں نہایت ذلیل کام کرنے والوں سے آشنائی کا جو شوق تھا اس کی مثال وہ ین تو کی زوجہ ہیپیہ کو قرار دیا ہے جو ایک کشتی گیر سرجیوس کے ساتھ فرار ہو کر مصر پہنچی تھی لیکن رومی خواتین کی ساری بیہودگیوں میں یہ حرکت کہ وہ کشتی گیروں کا فن سیکھتی تھیں ایسی ہے کہ اس کی کوئی توجیہ ہماری سمجھ میں مشکل ہی سے آسکتی ہے رذیل عورتیں تو اکثر دنگلوں میں نظر آتی تھیں مگر کوئی اس پر چنداں اعتنا نہ کرتا۔ مگر نرو اور دومی شیان کے زمانے میں ہم اعلیٰ خاندانوں کی بیگمات کو پہلوانوں کا لنگر لنگوٹ کسے اخود وموزہ پہنے دنگل میں اترتے اور کشتیاں کرتے دیکھتے ہیں۔ جوبنال کو یہ حرکت نہایت ناگوار ہے لیکن مارتیال ایک تبسم کے ساتھ اس کی تحسین کرتا ہے۔

جوبنال نے عورتوں کی اوہام پرستی کی بھی ہنسی اڑائی ہے۔ اور لکھا ہے کہ وہ ہر مشرقی مکار کے جال میں پھنسنے کے لئے تیار رہتی ہیں۔ ایسیس دیوی کے پجاری یہودی بھک منگے، خالدیہ کے نجومی، مشرق کے رمال غرض ہر ایک سے مشورہ لیتی اور اس کی بات کا یقین کر لیتی ہیں۔ پھر غلاموں پر ان کی ظلم وتعدی نہایت دلنشین پیرائے میں دکھائی ہے۔ اور لکھا ہے کہ جس دن ذرا بگڑی ہوئی سو کر اٹھیں، اسی دن کنیزوں اور بناؤ کرانے والوں (ڈیکوس مینی) پر کوڑے پڑے یہاں تک بعض بیگمات

---

[1] - ہجو ششم - صفحہ ۱۸۷ -

[2] - ہجو چہارم - صفحہ ۱۶۷ -

[3] - ہجو ششم صفحہ ۱۴۴ -

کو تو اپنے غلاموں کو سرکاری طور پر شدید سزائیں دلوانے میں سال کے سال معقول روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے[1]۔

جونال اخلاقی خرابیوں کے اسباب پر بحث کرتا اور تین سبب قرار دیتا ہے[2]۔ (۱) مدت دراز تک امن و فراغت کا رہنا جس سے لازماً کاہلی اور عیاشی پیدا ہوتی ہے۔ (۲) دولت کی فراوانی جو یہی نتیجے پیدا کرتی ہے۔ اور (۳) غیر قوموں کا اُمنڈ آنا جو تعیش و بداطوار کے نئے نئے طریق اپنے ساتھ لاتی ہیں۔ اس کا قول ہے کہ جب سے رومیوں کا افلاس رخصت ہوا ہر طرح کی نفسانی خواہش ہم میں پھیل گئی" اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تیسری صدی قبل مسیح علیہ السلام اور پہلی صدی عیسوی کے رومہ میں جو فرق عظیم نظر آتا ہے اس کے سب سے بڑے سبب وہی تھے جو اوپر نقل کئے گئے۔ اور ان تینوں کا باہمی تعلق بھی ظاہر ہے۔

(۸) **مدارس اور تعلیم**۔ رومہ میں تعلیم لازمی نہ تھی۔ مگر عام تھی۔ ابتدائی جماعتوں کی فیس (اجرت تعلیم) بہت کم یعنے ۱۲ روپئے سالانہ سے زیادہ نہ تھی۔ اور دور بادشاہی میں اعلیٰ سے اعلیٰ طبقے کے لوگ بھی اپنے بچوں کو عام سرکاری مدارس میں داخل کراتے تھے۔ البتہ خاندان شاہی کے بچوں کی تعلیم ہمیشہ گھر پر ہوتی تھی۔ ان ابتدائی مدارس میں خواہ وہ "لی تراتور" کے ہوں یا "لودی ماجیستر" کے اور اعلیٰ تعلیم کے "گراماتی کوس" اور "رہتور" (=استاد نحو و خطابت) والے مدرسوں میں ہمیشہ فرق ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر یہ مدرسے اس قسم کے والانوں میں ہوتے تھے جن کا گلی کی طرف رُخ

---

[1] جونال نے پیکاس نامی کنیزک کا جو قصہ لکھا ہے کہ محض گیسو کا ایک بل حسب پسند نہ بنانے کے قصور پر اس کی مالکہ نے اس کے کپڑے نچوادئے اور چرمی تازیانے سے پٹوایا۔ (ہجو چہارم صفحہ ۴۹۱) اس کی مارتیال کے سلاجہ پر مشہور قطعے سے بھی شہادت ملتی ہے۔ (باب دوم صفحہ ۶۶) جس نے اپنی خادمہ پلیکوسہ کی اسی قسم کی خطا پر کہ کوئی چھلا جو سوئی میں پوری طرح نہیں اٹکا تھا اپنی جگہ سے گر پڑا کمال بے رحمی سے کوڑے مارے تھے۔

[2] ششم۔ صفحہ ۲۹۲۔

کھلا ہوا ہوتا[1]۔ اور پڑھنے والوں کے شور سے اکثر ہمسائے تک پریشان رہتے تھے۔ چنانچہ مارتیال نے منجلہ اور وجوہ کے ایک یہ وجہ بھی رومہ سے بھاگنے اور اپنے نومنتانی بنگلے میں پناہ لینے کی لکھی ہے کہ اس کے مکان کے قریب ایک مدرسہ تھا جس کے شور سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی[2]۔ بچے تقریباً سات سال کی عمر سے پڑھانے بٹھا دئے جاتے اور لڑکے لڑکیوں کی تعلیم یکجا ہوتی تھی[3]۔ مدرسے کا سال ۲۴ مارچ سے شروع ہوتا جو منروا کے پنج روزہ تہوار کے بعد کا دن تھا۔ اور اسی روز نیا طالب علم اپنی پہلی فیس داخل کرتا جسے "منرویل" کہتے تھے[4]۔ مارچ کے ان پانچ دن کی اور دسمبر میں سات دن کی "عید زحل" (ساتورنالیا) کی تعطیل کے علاوہ سال میں اور کوئی بڑی چھٹی اہل مدرسہ کو نہ ہوتی البتہ "نون دینے" (یعنی نواں دن) ہمیشہ تعطیل کا ہوتا۔ پڑھائی طلوع آفتاب سے پہلے شروع ہوتی اور لڑکے اپنے اپنے چراغ ساتھ لاتے[5]۔ ناشتے (پرانڈیوم) کے واسطے وقفہ دیا جاتا تھا۔ مدرسے میں آتے وقت ایک ملازم بچوں کے ہمراہ ہوتا جسے "پیداگوگوس"[6] (اتالیق) کہتے اور وہ ان کی نگرانی رکھتا بلکہ غالباً سبق کی تیاری بھی اس کی زیر ہدایت کی جاتی تھی۔ ایک اور غلام "کپ ساریوسی" کتابیں لئے ہوئے چلتا تھا[7]۔ ابتدائی مدرس کے "لی تراتور" (= ادیب یعنی اخوندجی) اور پھر گراماتی کوس (یعنی استاد صرف ونحو) دونوں کے ہاں آداب ضوابط کی سخت پابندی ملحوظ رکھی جاتی اور اخواندجی کے "ڈنڈے" (= فرول[8]) کا ہم جا بجا ذکر سنتے ہیں۔ اور بی لیوس جس نے ہوریس کو پڑھایا اپنی سخت گیری میں مشہور تھا[9]۔

---

[1] چنانچہ مدرسے کے مکانوں کو "پرگولا" اور "پورتی کوس" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

[2] باب دوازدہم صفحہ ۵۷۔

[3] باب نہم صفحہ ۶۸۔ نیز ہشتم صفحہ ۳۔

[4] جونال۔ ہجو دہم صفحہ ۱۱۴۔ اس تہوار کا نام "کوان کوات روس" تھا۔

[5] جونال۔ ہفتم، صفحہ ۲۲۲ و ۲۲۵، نیز مارتیال۔ باب نہم صفحہ ۶۸۔

[6] اسے "کس توس" بھی کہتے تھے۔ دیکھو ہوریس، ہجویات فصل اول، نیز جونال ہفتم صفحہ ۲۱۸۔

[7] نیز جونال۔ دہم صفحہ ۱۱۷۔

[8] جونال اول صفحہ ۱۵۔ مارتیال بیان کرتا ہے (باب دہم۔ صفحہ ۶۲) کہ "اتالیق" بھی اس فرول (ڈنڈے) سے کام لیتے تھے۔

[9] ہوریس۔ رقعات، جلد دوم فصل اول صفحہ ۷۰۔

"لی ترا تورا" سے پڑھ چکنے کے بعد جو لڑکے اعلیٰ تعلیم پانی چاہتے تھے وہ گرامی کوس کے پاس جاتے جو انھیں یونانی اور لاطینی شعرا کا کلام پڑھاتا تھا۔ یونانی زبان کی تعلیم بالکل ابتدائی عمر سے شروع کرا دی جاتی اور ہم یونانی خادمہ کے خاص اس غرض سے مقرر کئے جانے کا حال پڑھتے ہیں کہ وہ بچوں کو یونانی بولنے کی مشق کرائے جس طرح انگریز بچوں کے لئے آج کل فرانسیسی اور جرمن استانیاں نوکر رکھی جاتی ہیں[1]۔ قرأت کے فن پر خاص توجہ کی جاتی تھی۔ استاد بہ آواز بلند کتاب کے فقرے پڑھتا اور شاگرد اس کے ساتھ ساتھ دہرانے اور الفاظ کو صحیح مخرج سے ادا کرنے کی مشق کرتے تھے[2]۔ کتاب کے معنی کو بہت تفصیل و وضاحت سے بیان کیا جاتا تھا۔ یونانی شعرا میں ہومر[3] و مناندر بہت مقبول تھے۔ استاتیوس نے ان یونانی اساتذہ کی ایک فہرست دی ہے[4] جن کا کلام اس کے باپ کے مدرسے (واقع نیپلز) میں پڑھایا جاتا تھا۔ اس میں ہیسود، پندار، الک مان، ایستی کوردس، سافو، سوفرون، کالی ماکوس اور لیکوفرون شامل ہیں۔ متاخرین میں ورجیل، ہوریس اور لوکان پہلی صدی میں سب سے زیادہ پسند کئے جاتے تھے[5]۔ استاتیوس کی کتابیں اس کی زندگی ہی میں مدارس میں پڑھائی جانے لگی تھیں[6]۔ لیکن دوسری صدی میں ذوق عامہ میں جو خرابی پیدا ہوئی اس کے اثر سے نصاب تعلیم بھی محفوظ نہیں رہا۔ اور اس قسم کے قدیم مصنفین، جیسے اینوس و پلوتوس کا کلام مدرسوں میں پڑھایا جانے لگا۔ موسیقی اور اشکال ہندسہ کو بھی "جامع تعلیم" کے نصاب میں جو خطابت کی تیاری کے لئے دی جاتی تھی، داخل کر لیا گیا[7]۔ خطابت و بیان کے مدرسوں میں شعرا کی بجائے نثر نگاروں کی کتابیں پڑھی جاتیں۔ اور تحریر و تقریر کی مشق

---

[1] ۔ تاسی توسی مکالمہ "داد" صفحہ ۲۹

[2] ۔ کوان تیلیان۔ جلد اول صفحہ ۵ نیز ہوریس۔ رقعات جلد اول [19]

[3] ۔ ہوریس نے ہومر ہی کا کلام پڑھا تھا۔ دیکھو رقعات جلد دوم [2]

[4] ۔ "اپی ویکیوم" میں جو اس نے اپنے باپ کے حالات میں لکھی ہے کلیات جزو پنجم فصل ۳ صفحہ ۱۵۰ وغیرہ

[5] ۔ جوناال۔ ہفتم، ۲۲۶ ۔ اور ہوریس کو اپنے کلام کے متعلق بھی اسی قسم کی امیدیں تھیں۔ رقعات، جزو اول [20]

[6] "تھبد"، باب دوازدہم صفحہ ۸۱۵ ۔

[7] کوان تیلیان اپنی کتاب "انستی تیو" کے شروع میں تعلیم کی ضروری مبادی کا ذکر کرتا ہے ۔

کی جاتی تھی۔ یہ دریافت کرنے کا کہ کیا آپ خطابت کے ماہر ہیں پیرایہ یہ تھا کہ دو کیا آپ تقریر کرنا سکھاتے ہیں [۱]۔ شاگردوں کی جماعتیں بہت بڑی بڑی ہوتی تھیں [۲]۔ اُستاد ایک اونچی کرسی یا منبر (= کا تھدرا) پر بیٹھتا اور شاگرد بنچوں پر ہوتے یا کھڑے رہتے تھے۔ درس کی تقریروں میں اکثر تاریخی مضامین کی بحث چھڑ جاتی جیسے کیا ہانی بال کو فتح کانا (Cannae) کے بعد خاص روما پر پیش قدمی کرنی چاہیے تھی؟ یا سلا کو مستعفی ہو جانے کا مشورہ [۳] وغیرہ۔ اس قسم کی تقریروں کو "سواسورای" کہتے اور ان میں اور "کون ترو درسای (= مناظرانی تقریریں) میں جنھیں قانونی مسائل پر بحث کی جاتی فرق کرتے تھے۔ ان دروس میں مضامین کی اُکتا دینے والی یکسانی کا جوناآل نے خاکہ اڑایا ہے [۴]۔ والدین خاص خاص دنوں میں خود مدرسے آتے کہ اپنے لڑکوں کو تقریر کرتے سنیں [۵]۔

فصل دوم

مکانات

(۹) روما میں مکانات کی دو قسمیں تھیں۔ "دوموس" اور "انسولے" دوموس ذاتی طور پر سکونت کے مکان تھے جن میں علی العموم ایک خاندان رہتا اور اس کے اوپر ایک منزل سے زیادہ مکان نہ ہوتا تھا۔ انسولائین چار منزل کی عمارت ہوتی اور اس کے کوٹھے، یا کمرے کرایہ پر دیے جاتے اور ان میں اکثر کم استطاعت لوگ سکونت

---

[۱] جوناآل ہفتم/ ۱۵۰۔
[۲] ؍؍ ؍؍ ۱۵۱۔
[۳] ؍؍ ؍؍ ۱۶۰۔ نیز دہم، صفحہ ۱۶۶۔
[۴] ؍؍ ؍؍ ۱۵۲۔ وغیرہ۔
[۵] ؍؍ ؍؍ ۱۶۶۔
[۶] ؍؍ سوم صفحہ ۱۹۹۔ نیز مارتیال باب اول صفحہ ۱۱۷۔

رکھتے تھے۔ "انسولا" (= علیحدہ) کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اس کے ہر طرف گلی کوچے ہوتے اور وہ کسی دوسرے مکان سے ملا ہوا نہ ہوتا تھا۔ اس کے نیچے کے درجے میں اکثر کرائے کی دکانیں ہوتی تھیں۔ اور چوتھی منزل کا بالاخانہ "کاکولا" کہلاتا تھا[1]۔ اوپر کی منزلوں میں کھڑکیاں اور بعض اوقات جھروکے بنائے جاتے تھے جن میں کھڑے ہوکے لوگ تنگ گلیوں کے پار ایک دوسرے سے ہاتھ ملا سکتے تھے۔ نیز کبھی اوپر کی منزلیں نیچے کے درجوں سے اوپر آگے تک بڑھی ہوئی ہوتی تھیں۔ ان عمارتوں کو اکثر نفع کمانے والے بہت سستا اور برا تعمیر کرتے عام طور پر ان میں لکڑی لگائی جاتی اور وہ آئے دن ٹوٹتے[3] یا آگ سے جل کر گرتے رہتے تھے[4]۔ اغسطس نے ان خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اور مکانات کی بلندی کی ایک حد مقرر کر دی تھی لیکن اصلی اصلاح کا سہرا نرو کے سر ہے جس نے حکم دیا کہ مکانات کی بیرونی دیواریں بھر بھرے پتھر کی بنائی جائیں اور اسی طرح بعض اور اصلاحیں کیں۔ بعض صاحبوں نے تو یہاں تک قیاس کیا ہے کہ روما میں جو خوفناک آگ اس کے عہد میں لگی وہ اسی کے اشارے سے لگائی گئی تھی تاکہ اس کی ان اصلاحات پر عملدرآمد ہو سکے۔

آسودہ حال اشخاص کے مکان "دوموس" میں زیادہ کمرے نیچے ہی کی منزل میں ہوتے تھے۔ ان میں سب سے بڑے اور باوقعت "اتریوم" اور "پریس تی لیوم" کہلاتے تھے۔ اور دونوں زیر سما کھلے ہوئے ہوتے تھے۔ اتریوم مکان کا اصلی اور مرکزی حصہ ہوتا۔ اور اسی میں آتش داں اور اس کے قریب خاندان کے بُت نیز بزرگوں کی مورتیں ("اماجینز" پیکر) رکھی جاتی تھیں[5]۔ اتریوم کا وسطی حصہ کھلا ہوا چھوڑ دیتے اور اس میں بارش آتی تھی۔ نیز اسی وسط میں سنگ مرمر کا فوارہ لگایا جاتا

---

[1]۔ ہوریس۔ رقعات جلد اول ۵۔ نیز جونال۔ دہم ۱۸ اور سوم ۱۹۹ صفحہ ۲۰۱۔

[2]۔ روما کی گلیوں میں چلنے والوں کو رات کے وقت ایک خطرہ یہ رہتا تھا کہ کہیں کھڑکیوں میں سے کوئی شے پھینکی جائے اور وہ چوٹ کھائیں۔ دیکھو جونال سوم صفحہ ۲۷۵

[3]۔ جونال سوم صفحہ ۱۹۳

[4]۔ جونال سوم صفحہ ۱۹۷ وغیرہ

[5]۔ " " ہفتم صفحہ ۱۹۔ نیز مارشیال باب چہارم ۴۰۔

تھا۔ اسی طرح "پریس تی لیوم" کے وسط میں فوارہ ہوتا۔ کھلے ہوئے وسطی حصے میں مختلف پودے اور پھولوں کے درخت لگائے جاتے اور اس کے گرد ستون ہوتے تھے۔ اسی پریس تی لیوم سے کھانے بیٹھنے، سونے اور پکانے کے کمروں کا نیز خلوت گاہ کا راستہ جاتا تھا۔ اور مکان کا اندرونی حصہ اسی پریس تی لیوم کو سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اٹریوم سے ملاقات یا دیوان خانے کا کام لیا جاتا تھا۔

نیچے کا فرش بالعموم پتھر یا "ریختہ" ہوتا تھا[1]۔ یعنی اینٹ پتھر کے ٹکڑے کوٹ کر سطح ہموار و پختہ بنا دی جاتی تھی۔ اوپر کی منزلوں میں چھت کا فرش چونے گچ کا یا لکڑی کا بناتے تھے۔ دیواروں پر بالعموم سفیدی پھیر کر نقاشی کی جاتی تھی۔ لیکن رومہ کے دولتمند اور وضعدار لوگ اکثر سنگ مرمر کی تختیاں دیواروں پر جموانے یا نہایت شوخ رنگ کی پچی کاری کراتے تھے۔ چھتوں کے استر پر طرح طرح کے نقش و نگار یا منبت کاری کی جاتی اور کبھی کبھی ان کو نشیبی خانوں میں اس طرح تقسیم کرتے کہ وہ تالاب یا جھیلیں معلوم ہوتے تھے۔ اور اسی لئے ان کا نام "لاکونار" (خانہ بندی) ہوا[2]۔ اوپر کی منزل میں باہر گلی اور اندر مکان کی جانب کھڑکیاں ہوتیں۔ لیکن اُن کو روشنی زیادہ تر دیوان خانے اور بڑے دالان کے کھلے ہوئے حصے سے پہنچتی تھی۔ یہ یقین کرنے کے قوی قرائن ہیں کہ کھڑکیوں میں شیشے یا اور کسی شفاف چیز سے کام لیا جاتا تھا۔ کمرے میں انگیٹھیوں اور گرم ہوا کے نلکوں سے گرمی پہنچائی جاتی تھی۔

(۱۰) محلات شاہی میں سے ہمیں دومی شیان کے فلادیوسی محل کا حال سب سے زیادہ معلوم ہے جس کے بہت سے کھنڈر پلاتین کی پہاڑی پر موجود ہیں۔ یہ محل

---

[1] ۔ جونال چہاردہم صفحہ ۶۰ فرش کو "ادرہیس" کہتے تھے۔ اور ایک جگہ (جونال نہم ۱۴۵) مذکور ہے کہ وہ کوہ تنار دس کے سنگ مرمر کا بھی بنایا جاتا تھا۔ (نیز دیکھو تی برویس جلد سوم صفحہ ۳)

[2] ۔ ہورس۔ قطعات۔ باب دوم صفحہ ۱۰۱ نیز دیکھو جونال اول صفحہ ۷۵ جہاں غالباً اس نے اہل علم کی نقاشی دیکھکر دنگ رہنے کا اشارہ کیا ہے۔

اغسطس کی حویلی کی طرح معمولی رہنے کا مکان نہ تھا۔ بلکہ اس میں سرکاری اغراض کے لئے بہت سے وسیع کمرے بنائے تھے۔ اس کے ایک سرے پر تخت گاہ کا عالی شان ایوان اور اس کے اندر "لرارِیوم" یعنی شاہی عبادت خانہ ہے۔ اور دوسرے سرے پر "باسی لیکا" یعنی عدالتی کام کے لئے بادشاہ کی کچہری ہے۔ اندرونی نشستگاہ (پریس تیل) کے ایک رخ شاہی ضیافتوں کے واسطے "تری کلی نیوم" (کھانے کا کمرہ) ہے۔ اور اس کے آگے شاندار ایوانوں کا ایک سلسلہ چلا جاتا ہے جو ممکن ہے کتاب خانے ہوں اور پھر "اکادمیہ" کہ کتاب خوانی وغیرہ علمی مشاغل کا کام دے۔ کھانے کے کمرے سے ملا ہوا ایک قسم کا "نمفیوم" (پری خانہ) بنایا تھا جس کے بیچ میں فوارہ اِدھر اُدھر پھول پودے اور پانی کے دیو پری کے پتلے نصب تھے۔ اور بہت ممکن ہے کہ ایسا ہی کمرہ دوسری طرف بھی ہو تا کہ شاہی مہمانوں کو پانی کی دھیمی آوازیں اور خنکی نیز پھولوں کی بھینی بھینی مہک پہنچتی اور گرمی کی حدت کو ٹھنڈا کرتی رہے۔ اس پر شان و شوکت عمارت کے ہر حصے کو کیا بہ اعتبار سازو سامان اور کیا بہ اعتبار صناعی کمال تکلف و تجمل سے، بہترین فرش فروش، استرکاری، ایشیا کے بے جرم مرمر، سنگ جراحت اور سرخ و سبز سنگ سماق سے آراستہ کیا تھا عظیم الجثہ ستونوں تک جن کی قطاریں زینت کے لئے درباری ایوان میں لگائی تھیں چکنے اور شفاف سنگ موسیٰ اور سنگ سماق کی بنی ہوئی تھیں جنھیں ناقابل قیاس محنت صرف کرکے خاص مصر کے کھدانوں سے منگوایا گیا تھا۔ یہ چیزیں گذشتہ صدی کے شروع ہی میں روما کے کھنڈروں سے برآمد ہوگئی تھیں۔ فلاویوسی محل کی جائے وقوع بھی قابل دید ہے۔ کیونکہ اسے پہاڑی (پلاتین) کے ایک نشیب یا گھاٹی کو پاٹ کر بہت ہی بلند کرسی دے کر بنایا ہے[1]۔

(۱۱) رومی بنگلے یا اُمرا کے دیہاتی مکان اکثر ٹھنڈک کی خاطر سمندر کے کنارے یا پہاڑیوں کے اوپر تعمیر کئے جاتے تھے۔ "پلینی کا لورن تینی بنگلہ بحر تی رہنیا کے اوپر واقع تھا۔" اس میں مختلف شکل و وسعت اور مختلف کاموں کے لئے بہت سے کمرے تھے۔ اور کھلی ہوئی غلام گردشوں سے ایک دوسرے میں جانے کا راستہ رکھا تھا۔

[1] ڈکشنری اوف گریک اینڈ رومن انٹی کوائی ٹیز۔ زیر عنوان دوموس۔

قیاس چاہتا ہے کہ ان میں سے اکثر کمروں سے سمندر کا منظر نظر آتا ہوگا اور ان کا رُخ ایک حد تک جنوبی ہوگا۔ بعض کمرے گول اور ان کے ہر طرف دروازے تھے۔ بعض تو ایسی اور ان کے صرف شمالی رخ دیوار تھی۔ بعض کمرے پانی کا رُخ چھوڑ کر بنائے تھے کہ ان میں سمندر کی آوازیں قریب قریب بالکل نہ آسکیں۔ بعض غرب رویہ، بعض شرق رویہ تھے کہ سال کے مختلف موسموں میں یا دن کے مختلف اوقات ہی میں اُن سے کام لیا جائے۔ اس طویل سلسلۂ عمارات کے عقب میں، باغ و چمن ہتابیاں، چبوترے اور چہل قدمی یا سواری کے لئے مسقف روشیں نیز کہیں کہیں الگ الگ ایسے کمرے جنھیں بارہ دریاں کہنا چاہیئے بنے ہوئے تھے۔ اس کے بھی عقب میں ساحل لاتیاں کے خود رو صنوبروں کا بیلا تھا جس کی سوکھی لکڑیاں گرمابے کے کام آتی تھیں۔ اور یہ بھی اس مقام کی ایک وجہ ترجیح سمجھی جاتی تھی۔ اصل عمارت کی مجموعی صورت کے متعلق پلینی نے جس نے خود اس کا حال بیان کیا ہے۔ کچھ نہیں لکھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا مکان نیچے ہی کی ایک منزل پر تھا۔ "تسکانی پہاڑیوں پر پلینی کا دوسرا بنگلہ اس سے بھی وسیع تر تھا جس کے سبزہ زاروں کے لطف، میدان کی فراخی اور سبزے کا دریائے ٹیبر تک چلے جانا، برگ پوش پہاڑیوں کی سلامی دار چوٹیاں، جن کے دامن میں یہ بنگلہ واقع تھا، اور پشت پر اپنائن کے وسیع ذنگل" کا اس نے اپنے ایک خط میں حال لکھا ہے۔ اس کے وسطی دالان تک ایک لمبے سائبان کے راستے سے آتے ہیں۔ دالان کی وضع قطع وہی ہے جیسی شہر کے مکانوں میں "اتریوم" کی ہوتی ہے۔ لیکن صرف اسی حد تک شہر کے مکان سے اس کی مشابہت سمجھ لیجئے ورنہ شہر میں ہر کمرے کا دروازہ وسطی دالان میں ہوتا ہے۔ اور وہ سب ایک چہاردیواری میں باہم پیوستہ ہوتے ہیں۔ لیکن بنگلے میں ہر کمرہ ایک دوسرے سے قریب قریب بالکل علیحدہ ہے، اور اس میں آمد و رفت کے لئے کھلی ہوئی غلام گردشیں چھوڑ دی ہیں۔ یہ علاقہ (تسکوم) ہر قسم کے پودے اور باغ نصب کرنے کیلئے بھی اور مقامات کی نسبت زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ اور ساحل کی نسبت یہاں اس قسم کے تکلفات کا اچھا موقع ہے لیکن اسکی بیرونی شکل کے متعلق بھی کوئی لفظ پلینی نے نہیں لکھا نہ یہ اشارہ کیا کہ اسکے تفصیلی حالات سے پڑھنے والے کو کوئی لطف آئیگا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ عمارت کو کسی نقشے پر بنانے کا خیال نیرو کے ذہن میں آیا جبکہ وہ اپنا قصر القصور روما کے سر پر مار رہا تھا۔ اور نہ یہ خیال

مذکورۂ بالا بنگلوں کے صاحب ذوق مالک کو ہوا[1]

تیبور میں ہادریان کے بنگلے کو گویا دنیا کا مرقع بنایا تھا۔ اس میں تحت الثریٰ کا ایک نمونہ دکھایا تھا۔ اور بہت سی عمارتیں ایتھنز کے مشہور مقامات کے نام پر لی کیوم اکادمی، پری تانیوم اور رواقِ پر تکمیل موسوم کی گئی تھیں۔ وادی تیمپی کو مصنوعی طور پر پہاڑ کی چٹانوں سے تعمیر کرایا تھا۔ بہت سے کتب خانے، مندر اور چھوٹی سی تماشاگاہ بھی تھی۔ ان عمارتوں میں صناعی کے بہت سے بیش بہا نمونے تھے جن میں سے بعض چیزیں اس زمانے کی کھدائیوں میں برآمد ہو گئی ہیں۔

فصل سوم

اکل و شرب

(۱۲) رومیوں میں دن کا پہلا کھانا "ین تاکلوم" (ناشتہ) کہلاتا اور بالعموم چاشت کے وقت کھایا جاتا تھا۔ یہ ہلکی غذا ہوتی جس میں صرف روٹی، نمک یا شہد کے ساتھ پکا کر کھاتے یا شراب میں بھگو دیتے تھے۔ بعض اوقات مدرسے کے بچوں کو بالکل اندھیرے سے پوری کچوری کی قسم کی کوئی چیز کھلا دی جاتی۔ دوسرا کھانا "پرانڈیوم" (دوپہر کی غذا) انگریزوں کے لنچ بلکہ اس سے بھی زیادہ فرانسیسیوں کے "داژونے" جیسا ہوتا اور رومیوں کے حساب سے چھٹی ساعت (یعنی قریب گیارہ بجے دن) کے وقت کھایا جاتا تھا۔ یہ اس قدر سادہ بھی ہو سکتا تھا کہ سوائے روٹی کے اور کچھ نہ ہو۔ اور یا اس میں قسم قسم کے کھانے، مچھلی، گوشت، مرغ بھی ہو سکتے تھے[2]۔ لیکن دن کا اصلی کھانا "کنا"، نویں ساعت پر (بعد ظہر[3]) یا اکثر اس کے

---

[1] یہ بیانات میری کاویل کی تاریخ روما بزمان بادشاہی سے منقول ہیں۔

[2] اگر کسی وجہ سے "پرانڈیوم" کا انتظام نہ کیا جاتا تو اس کی بجائے دوپہر کو ایک اور کھانا کھا لیتے جس کا نام "مرینڈا" تھا۔

[3] یعنی موسم سرما میں ڈیڑھ بجے اور موسم گرما میں ڈھائی بجے دیکھو حاشیہ باب چہارم صفحہ نیز ہوریس رقعات جلد اول صفحہ ۷

بھی بعد ہوتا تھا۔ تکلف کی دعوتوں میں دسترخوان اول وقت چن دیا جاتا اور اس طرح سویرے کھانا امارت کی علامت سمجھا جاتا تھا[1] کھانے میں ہمیشہ بہت دیر لگتی۔ چنانچہ صرف اوسطاً تین گھنٹے تھا۔ متوسط درجے کے رومی اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اندر کے دالان (اٹ ریوم) میں کھانا کھاتے لیکن دولتمندوں کے ہاں کھانے کا کمرہ جدا ہوتا اور "تری کلینا" کہلاتا تھا۔ کھانے پر مرد مکتوس پر (یعنی تخت پر گاؤ تکئے سے) کمر لگائے کھانا کھاتے۔ عورتیں سیدھی بیٹھتی تھیں عمدہ قسم کے کھانے کے تین حصے ہوتے (۱) "گستاتیو" (چکھوتیاں) جو شمالی یورپ کے زاکوس کا سے ملتا جلتا تھا۔ اور جس میں جھینگا مچھلی، زیتون، انڈے اور بھوک بڑھانے کی بعض چھوٹی موٹی چٹ پٹی چیزیں ہوتی تھیں۔ پھر اصل کھانا شروع ہوتا جس میں ہر قسم کا گوشت اور ترکاریاں[2] ہوتیں اور پھر بزرگوں کی ارواح کی نذر نیاز دے کر کھانے کا آخری حصہ شروع ہوتا جسے "منسی سکونده" (= دوسرا دور) کہتے تھے اور اس میں انگریزوں کی سی "شیرینی" اور فواکہ کے نمونے پر پھل اور ہلکی مٹھائیں شامل ہوتیں۔ اغسطس کے ہاں سالنوں کے تین دوروں (فرکولا = خوان) کا دستور تھا۔ یا زیادہ سے زیادہ چھ ہوتے۔ اور جوںال نے سات کھانوں کو عیاشی میں محسوب کیا ہے[3] عیش و تکلف کی ترقی کے ساتھ خوانوں میں کھانے کی رکابیاں چننا اور کھانا لگانا بھی ایک خاص فن بن گیا تھا[4] اور ایک خوان میں اکثر طرح طرح کے بہت سے کھانے سلیقے

---

[1] ہورس۔ قطعات جلد اول فصل پنجاہ۔

[2] مارتیال نے معمولی اور سادہ کھانے کی یہ تفصیل بتائی ہے (دہم ۴۸) کہ حلوان جنکے یا یوتی دسویج (جیسے کاٹنے بنانے کی ضرورت نہیں) "مٹر، کرم کلا" چوزه اور تخم خنزیر، جوںال نے پرسی کوس کو جس کھانے کی دعوت دی ہے وہ بھی اسی قسم کا ہے۔ حلوان، پہاڑی چولائی، چوزه، انڈے، سیب، ناسپاتی اور انگور (نہم صفحہ ۶۵)

[3] ہجو اول صفحہ ۹۴۔

[4] رکابیاں چننے والے کو "اس تروک تور" کہتے تھے۔ اور چونکہ وہی بہت مٹک مٹک کر کھانا بھی نکالتا اور سامنے رکھتا تھا۔ لہذا اسی کو "کارپتور" بھی کہتے تھے (جوںال پنجم صفحہ ۱۲۰) نیز دیکھو نہم صفحہ ۱۳۶ جہاں ایک علامہ "تری فروس" کا ذکر کیا ہے کہ اس نے اسی فن خانساماں گیری کا ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ اسی طرح ہورس نے (ہجویات جزو دوم صفحہ ۴) جو کاتیوس کی زبان سے ایک تقریر لکھی ہے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اغسطس کے زمانے میں فن طباخی روما میں کس حد تک ترقی کر گیا تھا۔

کے ساتھ چن دئے جاتے تھے۔ پٹ رونیوس نے تری مالکیو کے جس کھانے کا حال لکھا ہے اس کے ایک خوان ("فرکولم") میں بروج فلکی کے نمونے پر مچھلی، مرغ، گوشت، ترکاری اور پھلوں کی کل بارہ تشتریاں چنی ہوئی تھیں۔ اور جب معلوم ہوا کہ مہمان اس سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہوئے تو اوپر کا حصہ اٹھایا گیا اور نیچے سے اور بھی پرتکلف مرغ و خرگوش وغیرہ کے کھانوں کی تہ برآمد ہوئی۔ رومی لوگ کھانا ہاتھ سے کھاتے تھے۔ اور اس لئے ہر دور کے بعد ہاتھ دھوتے اور روٹی کے ٹکڑوں سے پونچھتے تھے۔ جو بعد میں کتوں کو ڈال دئے جاتے تھے۔[1]

(۱۳) دعوتوں میں مہمانوں کی تعداد عام طور پر نو ہوتی اور بیچ میں چوکور جگہ (دسترخوان کی) چھوڑ کر تین طرف تکلتوس (یعنی تخت بچھائے جاتے۔ اور ہر ایک پر تین تین آدمی بیٹھتے۔ اس تعداد کو پورا کرنے کی غرض سے یہ بھی دستور تھا کہ مہمان اپنے ساتھ ناخواندہ اشخاص کو لے آتے جنھیں رومیوں کی اصطلاح میں "ادم برہ" (= سایہ) کہا جاتا تھا۔ اور بعض دفعہ میزبان اپنی رعایا کے کسی فرد کو خالی جگہ بٹھا لیتا۔[2] چنانچہ ناسی ڈی نس کی جس دعوت کا ہوریس نے ذکر کیا ہے[3] اس میں دسترخوان پر نو ہی آدمی تھے۔ اور اصلی مہمان سیناس دو "سایوں" کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ رومیوں کے ہاں کھانے کا لباس علحدہ ہوتا اور اس میں کرتا لگا ہوا ہوتا تھا کھاتے میں کمر لگاتے وقت مہمان اپنی چپلیں اتار دیتے اور غلام اسی غرض سے ساتھ آتے کہ ان کو اٹھا کر اپنے پاس رکھیں۔ چنانچہ "دسترخوان بڑھانے" کی بجائے روما میں "چپل طلب کرنا" کھانا ختم ہونے کے معنی میں بولا جاتا تھا۔ کھانے وقت مہمانوں کی کتاب خوانی یا موسیقی سے تواضع کی جاتی اور جو لوگ خود لکھتے پڑھتے تھے وہ اکثر اپنی تحریریں سنا سنا کر مہمانوں کو اکتا دیتے تھے۔ وضعداروں کے ہاں

---

[1] ان ٹکڑوں کو یونانی میں "اپومابیزولئے" کہتے تھے دیکھو مارشیال باب دہم، صفحہ ۷۵ جہاں ایک فقیر انھی ٹکڑوں کو مانگتا ہے۔

[2] جوناال۔ پنجم ۱۶۔

[3] ہجویات جزو دوم ۸۔

بارہا مہمانوں کی دلبستگی کے لئے رنڈیاں بلائی جاتیں جو گاتی اور ناچتی رہتی تھیں۔ یہ رقص و سرود بہت بے حیائی کے ہوتے تھے۔ قادص (ہسپانیہ) کی رنڈیاں خاص طور پر مقبول تھیں۔ جونال جس نے اپنے دوست پرسی کوس کو سیدھے سادے ماحضر کی دعوت دی تھی، رقعے میں لکھتا ہے کہ وہ دعوت میں شاید ان قادص کا مجرے کی تال پر بیہودہ گانا نہیں سنے گا بلکہ ایسے ورجیل دہومر کا کلام سنایا جائے گا۔ ضیافت کی تقریب کے اخیر میں مہمانوں کو تحفے تحائف دینا بھی کہ انھیں وہ اپنے ساتھ لے جائیں، عام دستور تھا یہ تحائف "اپوفریتیا" (عیدی) کہلاتے تھے۔[1]

غلاموں کی وضع قطع کا بھی جو خدمت کے لئے حاضر رہتے تھے، وضعدار لوگوں میں بہت لحاظ رکھا جاتا تھا۔ افریقی غلام اور ایشیائے کوچک کے خوبصورت یونانی یکے زیادہ پسند کئے جاتے تھے اور انھیں یا تو بہت رنگین بھڑکیلے ریشم کے کپڑے پہنائے جاتے اور یا بالکل عریاں رہنے دیا جاتا تھا۔[2] یہ بھی قاعدہ تھا کہ مہمان، غلاموں سے یونانی زبان میں خطاب کرتے تھے۔[3]

(۱۴) ادنیٰ طبقوں میں کھانیکے آداب اکثر نامہذب اور بیہودہ ہوتے تھے ہوریس نے پیالوں سے لڑائی" لڑنے کا رواج تراکیہ والوں سے مخصوص کرنا چاہا ہے لیکن مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام متمدن دنیا میں عام تھا۔ پترونیوس کی ہجو میں، بے تمیز موالی تری مالکیو اپنی بیوی فورتوناتہ کے منہ پر پیالہ پھینک کر مارتا ہے جس نے اُسے "کُتّا" کہا تھا۔ جونال بھی اشارۃً لکھتا ہے کہ ان ضیافتوں میں جو امرا اپنے موالی کو

---

[1] ۔ دیکھو گذشتہ باب بست و پنجم۔ عنوان ۸۷

[2] ۔ جونال (پنجم صفحہ ۱۴۴) لکھتا ہے کہ میرے نوکر فریجیہ یا لیکیہ کے گراں قیمت غلام نہ ہوں گے بلکہ ایک دیہاتی لڑکا، اچھے گرم کپڑے پہنے ہوئے کھانے پر حاضر ہوگا۔

[3] ۔ جونال ہی اپنے دوست اور مہمان پرسی کوس کو یہ مشورہ بھی دیتا ہے کہ وہ نوکر سے جو چیز مانگنی ہو لاطینی زبان میں طلب کرے صفحہ ۱۴۱۔

[4] ۔ قطعات، جزو اول صفحہ ۲۷۔

دیا کرتے تھے، جوتی پیزار ہونا اور خون آلودہ چہرے ایک عام بات تھی۔ لوکیان نے "لاپی تھ" میں ایک شادی کے موقع پر علمائے فلسفہ کی زور آزمائیاں دکھائی ہیں۔ حتی کہ ایک مرغ پر غلاموں سے جنگ کرتا ہے۔ اور زنوتھمیس یہ دیکھکر کہ ہرتون کے سامنے جو مرغ چنا گیا وہ اُس کے مرغ سے بڑا ہے، اس پر جھپٹا مارتا ہے پھر وہ دونوں مرغ پھینک کر مارتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی ڈاڑھی کھسوٹ لیتے ہیں۔ حتی کہ زنوتھمیس اپنے دشمن کے پیالہ کھینچ مارتا ہے۔ اور نشانہ خطا ہو کر پیالہ دُولھا کے جا لگتا ہے۔ اس پر عورتیں ان لڑنے والوں کے بیچ میں آگھستی ہیں اور الکی دماس کلبی ڈنڈے سے بہت معقول کام لیتا ہے پھر ہر طرف ایک طوفان بے تمیزی برپا ہوتا ہے۔ اور پیالے ادھر سے ادھر بے تکلف کھینچ کھینچ کے مارے جاتے ہیں۔ شاعرانہ مبالغے کا لحاظ رکھکر مذکورۂ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قسم کے ہنگامے کبھی کبھی ضرور واقع ہوتے تھے۔

(۱۵) مختصر طور پر ان عام ضیافتوں کا حال لکھنا بھی ضروری ہے جو بادشاہ اپنے "احباب" کو دیا کرتے تھے۔ ان دعوتوں کا بُلاوا بڑے سے بڑے اعیان میں بھی کمال عزت کی بات سمجھی جاتی تھی استاتیوس کو دومی شیان کی دعوت میں بلائے جانے کی وہ مسرت ہوئی تھی کہ اس تقریب کے واسطے اس نے ایک خاص نظم تحریر کی۔ اعیان کی بیویاں بھی بعض اوقات شاہی دعوتوں میں موجود ہوتیں۔ جیسے کہ اوتھو کی دعوت کے حال میں ہم پڑھتے ہیں اکلو دیوس برابر بڑی بڑی دعوتیں دیا کرتا تھا جس میں چھ سو کے قریب مہمان ہوتے۔ اسی کی دعوت کی ایک نقل مشہور ہے کہ ایک موقع پر کسی مہمان کے متعلق شبہہ ہوا کہ وہ سونے کا جام چرا کرلے گیا۔ لہذا دوسرے دن جو وہ دعوت میں آیا تو اس کے سامنے ایک مٹی کا آبخورہ رکھدیا گیا۔ اغسطس کی ضیافتوں کا کھانا بہت سادہ ہوتا تھا۔ اور تی بریوس کے کھانے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مشکل سے وہ بھلے آدمیوں کے

ط۱ ہجو پنجم ۱ صفحہ ۲۶۔

لائق ہوتا تھا۔ اگلے تین بادشاہوں کا زمانہ عیش و تکلف کا دور تھا۔ وس پاژیان
کی ضیافت بغیر اسراف کے پر تکلّف ہوتی تھی۔ سنہ ۱۶ء سے بادشاہ کی ایک یہ خصوصیت
بھی ہو گئی تھی کہ طلائی ظروف میں کھانا صرف اسی کے سامنے چُنا جاتا تھا۔ سب مہمان
چُغے پہن کر آتے اور سب کے سامنے بلا تفریق مراتب ایک ہی قسم کا کھانا رکھا جاتا تھا۔
شاہی ضیافتوں کے موقع پر مہمانوں کے ساتھ بادشاہوں کا طرزِ عمل اپنے اپنے مزاج
کے موافق جداگانہ ہوتا تھا۔ مثلاً آغسطس صحیح معنی میں صدر شہری کی حیثیت سے دوستانہ
برتاؤ کرتا۔ ٹراجن ملنساری سے پیش آتا۔ اور انتونی نوسی بادشاہ بھی یقیناً خوب سمجھتے
تھے کہ مہمانوں کو آرام اور بے تکلفی سے کھانا کیوں کھلایا جاتا ہے۔ دومی شیان
کی نسبت اس کے مدّاح استاتیوس کا بیان ہے کہ وہ تواضع مرعی رکھتا تھا۔ لیکن
پلینی کی مخالفانہ شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دعوتوں میں بھی وہ نخوت
سے پیش آتا تھا بلکہ پلینی بیان کرتا ہے کہ یہ بادشاہ خود دوپہر سے پہلے علیحدہ
کھانا کھا لیا کرتا تھا۔ اور عام دسترخوان پر فقط تماشائی بن کر آ بیٹھتا تھا۔ اسی
کی ایک عجیب حکایت یہ لکھی ہے کہ اُس نے ایک مرتبہ چند معزز اور چیدہ مہمانوں
سے بڑی بے ڈھب ہنسی کی یعنی ایک کمرے کو ماتمی سیاہ رنگ سے آراستہ
کیا دیواریں، چھت اور فرش سب کالے رنگوائے اور پتھر کے تخت بھی سیاہ
سنگ کے ترتیب سے رکھوا دئے۔ مہمان کمرے میں رات کے وقت بغیر
کسی ملازم کے داخل کئے گئے اور ہر شخص کو اپنے سامنے ایک پتھر نصب اور
اس پر اپنا نام کندہ کیا ہوا نظر آیا جیسے لوحِ مزار ہوتی ہے اور ان پتھروں
پر چراغ مزار لٹک رہے تھے۔ پھر سیاہ رنگے ہوئے برہنہ لونڈوں کا ایک
غول کمرے میں داخل ہوا اور ہر طرف ناچنے اور اس طرح ہاتھ پاؤں تھرکانے
لگا کہ جسے دیکھے سے خوف آتا تھا۔ کھانا جو دسترخوان پر لایا گیا وہ بھی اس قسم
کی ہڈی بوٹیاں تھیں جیسی رومیوں میں مردوں کے سامنے رکھی جاتی تھیں۔
یہ باتیں دیکھکر مہمان خوف کے مارے لرزے جاتے تھے۔ اور ادھر دومی شیان
نے گفتگو بھی موت کے مضامین پر شروع کر دی۔ مہمانوں کو یقین ہو گیا کہ آج
وہ زندہ نہیں رہیں گے۔ کہ اتنے میں بادشاہ نے جو اُن کے ہول کا پورا مزا لے

چکا تھا۔ حکم دیا کہ وہ چاندی کے ساغر و ظروف جن میں ہر ایک کے آگے کھانا آیا تھا۔ نیز وہ غلام جو ایک ایک کو کھانا کھلا رہا تھا ہر مہمان کو بطور تحفہ دیدئے جائیں؛

فصل چہارم

حوض وحمام

(۱۶) عہد جمہوریت کی آخری تین صدیوں میں اور پھر بادشاہی زمانے میں روما میں پانی قریب کی پہاڑیوں سے آتا اور تالابوں میں جمع ہوتا تھا جن میں بعض کا ذکر گذشتہ اوراق میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ فرون تی توس نے جس وقت اپنی کتاب "شہر روما کے حوضوں پر" [۱] تحریر کی تو اس وقت ان کی تعداد نو تھی اور ان میں سے چار عہد جمہوریت کے بنے ہوئے تھے۔ (۱) "اکواپیا" جسے اپیوس کلودیوس نامی محتسب نے ۳۱۲ ق م میں بنوانا شروع کیا؛ (۲) "اینو توس" جو اینو ندی سے بھرا جاتا اور ام کوریوس دن تاتوس محتسب نے ۲۷۲ ق م میں اس کی بنا ڈالی۔ (۳) "اکوامارکیا" جسے کیو، مارکیوس رکس نامی میر عدالت نے ۱۴۴ ق م میں تعمیر کرایا اور (۴) "اکواتپولا" جسے ۱۲۷ ق م میں سردی لیوس کیپیو اور کاسیوس لونگی نوس محتسبوں نے بنوایا اور جس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اس کا پانی کسی قدر گرم رہتا تھا۔ اول الذکر تینوں تالابوں کا پانی قریب قریب بالکل زمین دوز سوتوں سے ان میں جمع ہوتا تھا اور "اکوامارکیا" سب سے ٹھنڈا اور صاف پانی اہل روما کو بہم پہنچاتا تھا۔ اس تالاب کا دور سڑک والریہ کے جنوب میں ۳۶ شہر سے ۳۶ میل کے فاصلے پر شروع ہوتا تھا اور تی وُلی کے قریب اس کے آثار ابھی تک باقی ہیں۔ اگریپا نے اس تالاب کی مرمت کرائی اور اغسطس نے ایک نیا چشمہ نکال کر اس کو اور پانی پہنچایا۔ یہ چشمہ جس نہر کے ذریعے اس تالاب میں ملایا گیا تھا اسے "اکوااوگستا" کہتے تھے [۲]۔ کسی پچھلے باب میں

---

[۱] دیکھو۔ گذشتہ باب بست و پنجم عنوان ۱۳

[۲] "اکوامارکیا" کی ایک شاخ شہر کے دروازے "پورتا کاپنا" کے اوپر سے گذرتی تھی دیکھو مارتیال جزو سوم صفحہ ۴۷

اگرپیا کے دو نئے تالابوں کا (سنہ تعمیر ۲۷۳ع) "اکوا جولیا" اور "اکوا دیرگو" کہلاتے تھے، ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں پہلے کا پانی سڑک لاطینہ کے بارھویں سنگ میل سے ۲ دو میل دائیں طرف اوپر سے آتا تھا اور یہ تالاب پہلے "اکوا تپولا" سے آملتا تھا اور پھر ان دونوں کا سلسلہ "اکوا مارکیا" تک پہنچتا ہے۔ اس طرح تینوں کی زمین دوز نہریں کچھ دور تک ایک دوسرے کے اوپر بہتی ہوئی ایک محراب کے راستے روما میں داخل ہوئیں جسے ۵ ق م میں اغسطس نے بنوایا تھا (یہ محراب آج کل "پورتا سان لورن زو" کہلاتی ہے) اگرپیا کا دوسرا تالاب "ویرگو"[1] جس کا پانی صفائی میں آب مارکیا کی طرح مشہور تھا، اس غرض سے بنوایا گیا تھا کہ اگرپیا کے حماموں کو پانی پہنچائے۔ ان چھ کے علاوہ ساتواں تالاب "السائی تینہ" جھیل السائی تینیوس سے پانی لے نکالا اور تیبر کے پار دوسری جانب واقع تھا۔ اس کا پانی نہایت خراب تھا اور غالباً یہ اُس جوہڑ "ناوالیا" کو بھرنے کے کام آتا تھا جسے اغسطس نے مصنوعی بحری جنگ کے واسطے کھدوالیا تھا۔ (۸) "اکوا کلودیا" اور (۹) "انیو نووس" نامی تالاب گایوس نے شروع کئے اور ۵۲ء میں کلودیوس نے ان کی تکمیل کی پہلا سڑک سوب لاکن سیس کے کنارے ۴۰ ویں سنگ میل سے شروع ہو کر چالیسویں اور پچاسویں میل کے درمیان پھیلا ہوا تھا اور اس کا تقریباً ایک تہائی حصہ محرابیں اور پختہ تہ بنا کر سطح زمین کے اوپر چھوڑ دیا تھا۔ انیو نووس کو بھی اسی سڑک کے کنارے چند میل آگے بڑھ کر بنایا تھا اور یہ نہر "اکوا کلودیا" سے بھی زیادہ (کوئی ساٹھ میل) لمبی اور زیادہ بلندی پر تھی اگرچہ اس کا بہت کم حصہ سطح زمین کے اوپر تھا۔ ان دونوں کی نہریں شہر کے قریب آکر مل جاتی تھیں اور ایک دوسرے کے اوپر روما میں داخل ہوتی تھیں۔ "کلودیا" کے متعلق جس کی محرابوں کے آثار ابھی تک کمپانا میں موجود ہیں، پلینی کلاں نے یہ الفاظ تحریر کئے ہیں: "اگر کوئی شخص پانی کی اس مقدار کا جو حماموں، حوضوں، مکانوں، خندقوں، باغوں، اور مضافات کے بنگلوں میں آتی ہے احتیاط سے تخمینہ کرے، نیز اس فاصلے کو جسے یہ تالاب طے کرتا ہے، اور ان

---

[1] مارتیال، باب ششم صفحہ ۴۲۔ نیز ہفتم، صفحہ ۳۲۔

محرابوں کو جو اس کے واسطے بنائی گئیں اور ان پہاڑوں کو جنھیں کاٹا یا گھاٹیوں کو جنھیں پاٹ کر ہم سطح کیا معاینہ کرے تو وہ اقرار کرے گا کہ ایسی اعجوبۂ روزگار شے دنیا کے پردے پر موجود نہیں ہے۔

ان نو تالابوں سے جس قدر پانی آتا تھا ما اندازہ کیا گیا ہے کہ وہ "دس گز چوڑی، دو گز گہری ندی کے پانی کے برابر تھا جو تیس انچھ فی دقیقہ کی رفتار سے بہتی ہو" نیز اگر روما کی آبادی دس لاکھ تھی تو آب رسانی کا اندازہ ۳۲۲ گیلن (یہ تقریباً تین من) فی کس کے برابر ہو گا۔[1]

ان تالابوں میں قیصر تراجن نے دسواں تالاب "اکوا تراجنا" کے نام سے اور بنوادیا۔[2] یہ بات بیان کرنے کے لائق ہے کہ ان قدیم ذخائر آب رسانی میں سے بعض آج کے دن تک شہر روما کو پانی پہنچاتے ہیں یعنی "اکوا ادیرگو" (جسے آج کل اسی نام "اکوا ادیرجین" سے یاد کرتے ہیں) "اکوا پاولا" جسے پوپ پال پنجم نے اکوا تراجنا اور السای تینہ کو ملا کر از سر نو بنوایا اور وہ اسی کے نام سے موسوم ہو گیا۔ اور "اکوا مارکیا پیا" جس کی ۱۸۷۰ء میں درستی ہوئی اور نئے سر سے کار آمد بنالیا گیا۔ سلطنت کے دوسرے حصوں میں بھی نہایت شاندار حوض تعمیر کئے گئے تھے اور رومیوں کے فن تعمیر کے ان کمالات کے بہترین آثار غالباً سگوویا (اسپین) اور نماسوس (پون دوگارد) میں ملتے ہیں۔

(۱۷) وہ نہریں ("اس پکوس") جن کے ذریعہ پانی آتا تھا کسی قدر ڈھلواں ہوتی تھیں۔ یہ پتھر یا اینٹ سے بنائی جاتیں اور کناروں پر گچ کا کام ہوتا اور جا بہ جا تابدان رکھے جاتے تھے۔ بعض اوقات پانی ان نہروں کی بجائے مٹی یا سیسے کے نلوں ("فیس تولہ") کے ذریعے آتا جو نہر کے اندر ڈال دئے جاتے تھے تالاب کے اصل منبع پر بہت بڑا ذخیرہ (پیس کینا) بناتے اور نہر کے راستے میں بھی جابجا

---

[1] اسمتھ کی "ڈکشنری آف انٹی کوری ٹیز" جلد اول صفحہ ۱۵۰
[2] دیکھو گذشتہ باب بست وسوم عنوان ۶

پانی جمع رہنے کے لئے ایسے ہی ذخائر رکھتے تھے ۔ جب پانی شہر میں پہنچتا تو وہ ایک بڑے خانے سے گزر کر تین چھوٹے خانوں میں بٹ جاتا جن میں سے وسطی خانہ اس غرض سے ہوتا تھا کہ ادھر ادھر کے خانے بھر کر جو پانی گرے وہ وسطی خانے میں آجائے ۔ اِدھر اُدھر کے دونوں خانوں کا پانی مکانات اور عام حماموں میں تقسیم ہو جاتا تھا ۔ اور وسطی خانے سے عام حوضوں اور فواروں کو پانی پہنچاتے تھے تاکہ کمی ہو جانے کی صورت میں بھی زیادہ ضروری کاموں کے واسطے پانی بہم پہنچتا رہے ۔ یہ ذخائر آب مل کر ایک بڑا مخزن (" کاس تلوم ") بناتے اور ان کے اوپر عموماً خوبصورت عمارتیں تعمیر کردی جاتیں ۔ بڑے " مخزن " سے پانی محلے محلے کے مخزنوں میں پہنچتا جو شہر کے مختلف مقامات میں بنے ہوئے تھے ۔ چھوٹے مخزن خانگی بھی ہوتے تھے ۔ اور سرکاری بھی ۔ اور سرکاری مخزنوں سے تماشاگاہوں، حماموں، فواروں اور فوج خاصہ کی چھاونی میں پانی آتا تھا ۔

پانی کے خانگی مخزن اُن خاندانوں کے مشترکہ روپے سے بنوائے جاتے جو اس کا پانی لیتے ہوں لیکن ان پر بھی حوض کے سرکاری مہتمموں (" کیورا تورس اکوارم ") کی نگرانی ہوتی تھی ۔ پانی اُن نلکیوں (" کالیکس ") کے قطر سے ناپا جاتا جن کے ذریعے مخزن سے باہر پہنچتا تھا ۔

سرکاری عہدہ داروں کی بہت بڑی جماعت اس کام پر مامور تھی کہ آب رسانی کا انتظام، حوضوں کی شکست ریخت کی دیکھ بھال اور اس بات کی نگرانی رکھے کہ کوئی فریب سے پانی کو دوسری طرف نہ توڑے ۔ فرون تی نوس کے زمانے میں مہتممان حوض کے ماتحت ۴۶۰ غلام تھے اور ان کے فرائض کی تقسیم یہ تھی [1] : (۱) " ولی کی " جو نلوں اور نلکیوں کا انتظام کرتے تھے (۲) " کاسلاریائی " جو پانی کے مخزنوں کے محافظ تھے ۔ (۳) " میری کوئی تور " جو گشت لگا کر حوضوں کا معاینہ کرتے (۴) " وسلی کاریاں " جو زمین دوز نلوں کے معائنے کے وقت اسے کھودتے اور دوبارہ

---

[1] ان کی دو گروہوں میں یہ تقسیم بھی تھی کہ (۱) " فامی لیا اکواریا پوپ لیکا " (برائے عامۃ الناس) اور (۲) " فامی لیا اکواریا سیزارلیس " (برائے قیاصرہ) ۔

جمادیتے تھے۔ (۵) "محتک تور" جو عمارتی چیزوں کے نگراں تھے۔ اس مختصر بیان سے اندازہ ہوگا کہ رومی بادشاہوں نے شہر کی آب رسانی میں کس قدر اہتمام کیا اور اسے کس قدر منتظم کر دیا تھا[1]۔

(۱۸) حمام۔ اوّل اوّل رومی لوگ صرف صحت یا صفائی کی غرض سے حمام استعمال کرتے تھے۔ روزانہ ہاتھ پاؤں اور ہفتے میں ایک مرتبہ پورا بدن دھونا، ان کا معمول تھا۔ لیکن بعد کے زمانے میں نہانا محض ضروری نہیں رہا بلکہ ایک عیش سمجھا جانے لگا اور دور بادشاہی کی رومی معاشرت کی ایک خصوصیت بن گیا۔ اوّل اوّل عام حماموں سے فقط غریب غربا کام لیتے تھے جنھیں اپنے گھر پر حمام بنانے کی مقدرت نہ تھی۔ لیکن جمہوریت کے خاتمے سے کچھ پہلے ہر طبقے کے لوگ "بالنئی" میں جانے لگے[2] اور خود بادشاہوں نے اپنے ہموطنوں کے ساتھ عام طور پر نہانے کو دستور بنا لیا۔ حمام بہت ارزاں نعمت تھی جس سے غریب سے غریب آدمی بھی لطف اندوز ہو سکتا تھا کیونکہ اس کی اجرت رومیوں کا سب سے چھوٹا سکہ اور صرف ایک "کوادران" (پیسہ) دینی پڑتی تھی[3] مگر غالباً عورتوں سے کچھ زیادہ اجرت لی جاتی تھی۔ نہانے کا عام وقت دن کا آٹھواں گھنٹہ ہے[4]۔

---

[1] مارتیال نے رومی شیان کے لئے قطعہ خاص اس غرض سے لکھا تھا (باب نہم صفحہ ۱۸) کہ "اکوامارکیا" کا پانی اپنے گھر میں لینے کی اجازت مرحمت ہو جائے نیز اس کے دیہاتی مکان کو پانی مل جائے۔

[2] "بال نئی" کے صحیح اور اصلی معنی عام حماموں کے تھے۔ "بالنئوم" غسل خانے کو اور "بالنیا" خانگی حمام کو جس میں ایک سے زیادہ حجرے ہوں کہتے تھے لیکن یہ تفریق رفتہ رفتہ عام روزمرہ میں باقی نہیں رہی۔

[3] مارتیال۔ باب سوم صفحہ ۳۰۔ نیز ہوریس۔ ہجویات، جزو اول صفحہ ۱۳۷۔

[4] ۔ ۔ باب یازدہم صفحہ ۵۲۔ نیز سوم صفحہ ۳۶ دہم صفحہ ۴۸۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نہانے کے واسطے دسویں گھنٹے کو بہت تاخیر کا وقت سمجھا جاتا تھا۔ بعض لوگ چھٹے گھنٹے میں نہانا پسند کرتے تھے۔

(یعنی تیسرے پہر کے کھانے سے قبل) تھا لیکن مفکرے اور دولتمند اشخاص دن میں کئی کئی بار غسل کرتے تھے۔ پیٹ کے بند ہے کھانے سے پہلے بھی نہاتے اور کھانے کے بعد بھی نہاتے تھے کہ خوب کھل کر بھوک لگے۔ چنانچہ اس کی مثال میں کالی گولا اور نیرو کی یہی عادت پیش کی جاتی ہے اور ایک ہمعصر مصنف (پلینی کلاں) اسے ایک حد تک اخلاق کی پستی اور خرابی پر محمول کرتا ہے۔ بھوک بڑھانے کی خاطر قے آور دوائیں کھانے کا سیسرو ہی کے زمانے میں عام دستور تھا۔

بازاری یا عام حماموں کی تعداد کثیر تھی۔ بعض سرکاری طور پر تعمیر کرائے گئے تھے اور بہت سے لوگوں نے نفع کی غرض سے بنوا دئے تھے۔ اگرپا کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ایک سو ستر نئے حماموں کا تو خود اس نے اضافہ کر دیا تھا۔ اور چوتھی صدی کے آغاز میں ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہو گئی تھی۔ حمام میں فقط گرم و سرد پانی ہی نہ ہوتا تھا بلکہ آج کل کے "ترکی حمام" کی طرح یہاں غسل کرنے میں بہت دیر لگتی اور ان قدیم رومی حماموں میں ترکی حماموں سے بھی زیادہ اہتمام کیا جاتا تھا۔ نہ صرف پانی بلکہ بھاپ یا گرم ہوا سے بھی کام لیتے تھے۔ حمام کے خاص خاص کمرے یہ ہوتے تھے "اپودی تریوم" یا کپڑے اتارنے کا کمرہ جہاں غسل کرنے والے کپڑے اتار کے غلاموں کے حوالے کر دیتے تھے جن کا چوٹا پن ضرب المثل ہو گیا تھا۔ "انیوکٹیریوم" یا اُبٹنے کا کمرہ جہاں تیل پھلیل رکھا رہتا تھا۔ "فری جیداریوم" یعنی ٹھنڈا کمرہ ان لوگوں کے لئے جو صرف ٹھنڈے پانی سے نہانا چاہتے تھے۔ "تپی داریوم" معتدل حجرہ جس میں بھاپ سے ہلکی گرمی پہنچائی جاتی تھی اور جہاں نہانے والے "کالی داریوم" گرم کمرے میں داخل ہونے سے پہلے بیٹھ کر

ع۱ ہوریس۔ رقعات، جزو اول صفحہ ۶۱۔ نیز دیکھو پرسیوس باب سوم صفحہ ۹۸ جسو[illegible] نے بیان کیا ہے کہ ایسی پرخوری کا نتیجہ علالت اور موت ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا ملاحظہ ہو جوونال ہجو اول صفحہ ۱۴۲۔

ع۲ سیسرو "پرو ڈیوت" صفحہ ۲۱ اور "دی فنی بوس" جزو دوم صفحہ ۲۳۔

ع۳ جوناکل نے فوس کے حمام کا حال لکھا ہے (ہفتم، ۲۳۲) اور استفانوس کے حمام تاتیال کے مکان سے بالکل قریب تھے (باہم صفحہ ۵۲)

تیل وغیرہ ملتے تھے۔ اس قسم کی مالش کے لئے بعض اعلیٰ درجہ کے حماموں میں ایک
علیحدہ کمرہ (اونکٹوریم) بھی ہوتا تھا۔ "کلداریوم" کو زمین دوز آتش دانوں سے
گرم کرتے تھے۔ اور اس کمرہ کی چھت انھی آتشدانوں پر قایم ہوتی تھی۔ شہر پومپیائی کے
قدیم حماموں میں اس کمرے کے سرے پر گرم پانی اور دوسرے سرے پر ٹھنڈے پانی
کا قرابہ بھرا رہتا تھا کہ باہر نکلنے سے پہلے سر پر بہادیا جائے۔ بعض حماموں میں ایک
کمرہ بہت گرم پسینہ لانے کے واسطے بنا ہوتا تھا۔ اسے "لاکونی کوم" کہتے تھے۔ یہ
گول اور اس کی چھت گنبدنما ہوتی تھی جب خوب پسینے آچکتے تو نہانے والے کے سارے بدن
کو ہڈی یا دھات کے ایک تیز اوزار سے جسے "اس تری جل" (کھریرا) کہتے، کھرچا
جاتا تھا مگر اوزار کی دھار پر تیل لگا دیتے کہ وہ خراش نہ پیدا کرے [1]۔ امیر امرا کا
میل اُتارنے کے لئے ان کے غلام ساتھ آتے تھے لیکن غریب آدمی اپنا کھریرا خود کرلیتا
ادنیٰ قسم کا ابتذال کر جو لوگ نہاتے [2] ان کے ساتھ نہانا اور تیل کی بدبو سونگھنا نازک
مزاجوں کے واسطے مصیبت ہوتا تھا۔ نہانے کے بعد نہانے والے کچھ دیر معتدل کمرے میں
ٹھہرتے کہ یکایک گرم کمرے سے ٹھنڈی ہوا میں جانا مضر نہ ہو۔

معمولی حمام (بالنی) اور اس خاص قسم کے حمام کا، جسے "تھرمی" [3]
کہتے تھے، یہی حال تھا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ لیکن تھرمی جس کو اگریپا نے روما میں رائج کیا
دور بادشاہی کی ایک خاص شے ہے۔ اس میں حمام محض ایک جزو ہوتا تھا ورنہ

---

[1] جوونال (سوم، ۲۶۲) غسل کی مقررہ وقت پر ایک مکان کے جن اسباب غسل کا ذکر کرتا ہے ان میں "اس تری جل" "تیل" اور "تولیے" یا گھیس داخل ہیں۔ پٹرونیوس کی ہجو میں (صفحہ ۲۸) عیش پسند ترمالکیو کا بدن ادنیٰ الوانوں نے ملا جاتا ہے۔ تیل کی بوتل کو "گوتوس" کہتے اور یہ اکثر سینگ کی ہوتی اور کبھی "ریما سردس" بھی کہلاتی تھی (دیکھو مارشیال - باب چہارم ۴۲ اور نیز جوونال "ہفتم صفحہ ۱۳۰)۔

[2] ہوریس - ہجویات جزو اول صفحہ ۱۲۳ - نیز جوونال کے ان (باب پنجم صفحہ ۹۰) اسی بدبودار پھلیل کو نومیڈیا کے پیروؤں کے تیل سے تشبیہ دی گئی ہے۔

[3] جوونال - "بالنی" اور "تھرمی" میں فرق کرتا ہے (ہفتم، ۲۳۲)

درحقیقت وہ یونانی "جمنازیوم" (یا ورزش خانے) کی ایک دوسری شکل ہے[1] جسے تھوڑے سے ردّ و بدل سے یہ علیحدہ نام دے دیا گیا تھا۔ اس زمانے میں جن سے ہمیں اس کتاب میں تعلق ہے روما میں چار تھرمی بن گئے تھے یعنی وہ جنہیں اگریپا، نرو، تی توس اور تراجن نے تعمیر کیا[2]۔ یہ بہت وسیع اور خوشنما عمارتیں تھیں جن میں ہر قسم کی جسمانی اور دماغی ورزش کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ یہاں رومی لڑکے کسرتوں کی تعلیم پاتے اور مشق کر سکتے تھے[3]۔ یہاں ٹھنڈے اور ہر طرف سے کھلے ہوئے دالان (=اکسی درہ) موجود تھے کہ بے فکرے ان میں اکٹھے بیٹھیں اور گپ شپ کر سکیں۔ فلسفی درس دیں اور شعرا اپنا کلام سنائیں۔

ایک دستور یہ تھا کہ شہر کے روسا حمام کرنے آتے تو اُن کے مصاحبین اور "اسامیوں کی" بھیڑ بھی اُن کے ساتھ آتی اور یہ میلے کچیلے لوگ دوسروں کے لئے سخت ناگواری کا موجب ہوتے[4]۔

بالنیوں میں عورتوں کے غسل خانے الگ ہوتے تھے (تھرمی میں اس قسم کی کوئی تقسیم نہ تھی) ایک قنصل کی بیوی کی حکایت مشہور ہے کہ اُس نے تیانم (واقع کمپانیہ) میں مردانہ حمام میں نہانا چاہا اور اُس کی خاطر حکم نافذ کیا گیا کہ سارے مرد وہاں سے نکال دئے جائیں قرینہ کہتا ہے کہ ان مردانہ غسل خانوں میں آرام و آسائش کی چیزیں زنانہ حصّہ کی نسبت زیادہ ہوتی تھیں لیکن اس زنانہ مردانہ حصّہ کی تخصیص کے باوجود بادشاہی زمانے میں عورتوں اور مردوں

ع[1] چنانچہ اگریپا اور نرو کے تھرمیوں کو یونانی مورخ دیون کالیوس نے "جمنازیوں" ہی کے نام سے یاد کیا ہے۔

ع[2] مارتیال باب سوم صفحہ ۳۶ - پھر باب دہم (صفحہ ۱۵) میں اگریپا، نرو، اور تی توس کے تھرمیوں کو "دوسرگانہ حمام" کے نام سے یاد کرتا ہے۔

ع[3] حمام میں گیند کھیلنے کے لئے ملاحظہ ہو مارتیال۔ باب دوازدہم صفحہ ۸۲۔

ع[4] جونال ہفتم ۱۳۱ : "Vex at lntubenta turba" نیز دیکھو مارتیال۔ باب سوم ۳۰

کے ایک ہی حمام میں مل جل کر نہانے کا عام رواج ہوگیا تھا[1]۔ ظاہر ہے کہ عزت دار خواتین ایسا نہیں کرتی تھیں لیکن یہ رواج اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ہاڈریان اور ارکوس اور لیوس دونوں کو اس شرمناک طریقے کو روکنے کی کوشش کرنی پڑی۔

دولتمند اشخاص اپنے گھروں میں خانگی حمام (بالینا) رکھتے تھے اگرچہ وہ بھی اکثر عام حماموں میں نہانے آجاتے تھے۔ تعمیر کے مصارف کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جوناآل نے ۲ لاکھ سستہ کرد۔ چار ہزار آٹھ سو پونڈ کو) پورے حمام کی تعمیر میں بہت زیادہ لاگت قرار دیا ہے۔[2] فرونتو کے حمام پر اس رقم کے نصف سے کچھ زیادہ (۲۴۰۰ پونڈ) لاگت آئی تھی۔

فصل پنجم تفریح و تفنن

(۱۹) کھیل تماشے۔ روما کے عام کھیل تماشے فقط رومی تمدن کا ایک قابل ذکر عنصر ہی نہیں تھے بلکہ دربادشاہی میں ایک خاص سیاسی اہمیت بھی اُن میں پیدا ہوگئی تھی۔ یعنی یہ بھی منجملہ اُن دو بہلاؤوں کے ایک بہلاوا تھے جن کے ذریعے روما کے قیاصرہ لوگوں کی توجہ کو سیاسی معاملات سے ہٹائے رکھنا چاہتے تھے۔ دوسرا بہلاوا اردونی کی ارزانی اور بلاقیمت تقسیم تھی۔ فرونتو لکھتا ہے کہ پادشاہوں کے حق میں یہ بات عین ترین مصلحت ہے کہ وہ دنگل کے پہلوانوں، چکر کے نٹوں اور ناٹک کے نقالوں کا خاص لحاظ رکھیں کیونکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ رومی قوم خاص طور پر دو ہی چیزوں سے قابو میں رہتی ہے: ایک غلہ رسدی اور دوسرے کھیل تماشے۔

---

[1] جوناآل عورتوں کی بداخلاقی کی ہجو کرنے میں ایک بیگم کا حال بیان کرتا ہے جو کروڑوں کی بھیڑ کے ساتھ رات کے وقت حمام میں پہنچتی تھی۔ (ششم۔ ۴۱۹)

[2] ہفتم۔ ۱۷۸۔

(Annona et spectaculis) اور یہاں حکومت کی کامیابی کے واسطے نقص بھی ایسی ہی ضروری شرط ہے جیسا ملکی معاملات میں تدبر[1]۔ جونال کے مشہور فقرے "پانم ایت سیرکن سس" (روٹی اور رتھ کا تماشا) میں بھی یہ دونوں اسباب طبع ایک جگہ جمع ہیں[2]۔ اور اسی سستی روٹی اور جوش انگیز ارزاں تماشوں کی خاطر جو روما کے بادشاہ بہم پہنچاتے تھے۔ وہاں کی نکبت زدہ مخلوق خوشی خوشی اپنے ملکی حقوق چھوڑ بیٹھی تھی۔ دور بادشاہی میں ان میلے تماشوں کی تعداد، تنوع اور رونق بہت بڑھ گئی۔ ان تماشوں کی نوعیت میں یہ فرق بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ (۱) ایک تو "لودی اس کنی کی" تھے جن میں سانگ اور ناٹک داخل ہیں اور دوسرے "لودی سیرکن سس" جن میں (۲) بھاگ دوڑ اور (۳) دنگل میں پہلوانوں کی باہمی یا درندوں سے کشتیاں شامل تھیں۔ میلے تماشوں کا انتظام شہر کے قنصل، میر عدالت یا کواستور کی جانب سے ہوتا یا خود بادشاہ سلامت کی طرف سے۔ جنگ اکتیم کی یادگار اور اغسطس کی سالگرہ کی تقریب میں ہر سال دوسری اور تیسویں ستمبر کو "اکتیسیان" یا "اکتیاکی" کے نام سے جو میلے ہوتے تھے ان کا خرچ قنصلوں کے ذمے تھا اور دوسری صدی کے اوائل میں کشتی گیروں کی نمائشیں بھی جنہیں "مونزا" کہتے تھے نامزد شدگان قنصلی کے فرائض میں داخل ہوگئیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد اسی صدی میں یہ خدمت عہدہ پر فائز ہونے والے قنصل انجام دینے لگے۔ میلوں کا انتظام جمہوری زمانے میں داروغۂ عمارات "ادیل" کیا کرتے تھے، اغسطس نے اسے میران عدالت کے سپرد کر دیا[3]۔ لیکن کشتیوں کا انتظام جو پہلے سرکاری اور خانگی دونوں طریق پر ہوا کرتا تھا، اب میر عدالت کی بجائے کواستوروں کے ذمے کر دیا گیا۔ اور کلودیوس کے عہد میں بازاروں کی مرمت کرانے کا ناگوار کام ان سے لے کر یہ خدمت ان سے

---

[1] فرونتو، رستواری۔ صفحہ ۲۱۰

[2] دہم، ۸۰۔ میتر اول ۱۱۸ بہ مورخ تاسی توس لقعالی اور کشتی گیری کے ان تماشوں کو اہل روما کی مخصوص بداخلاقی جانتا ہے۔ (در دی اولہ، صفحہ ۲۹)

[3] جونال دہم صفحہ ۳۶

لی جانے لگی۔ سات سال بعد اس انتظام کو بدل دیا گیا تھا لیکن دومی تشیان کے زمانے میں پھر اسی پر عمل ہونے لگا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ان میلوں تماشوں سے رائے عامّہ کے اندازہ کرنے کا موقع بھی مل جاتا تھا۔ "دورِ جمہوریت میں یہ بات خاص طور پر دیکھی جاتی تھی کہ تماشا گاہ میں عوام الناس نے سربرآوردہ اشخاص کا خیر مقدم کس طرح کیا؟ بادشاہی زمانے میں بھی ہم سنتے ہیں کہ جب کبھی بادشاہ یا کوئی نامور شخص داخل ہوا تو سارے حاضرین سرو قد اٹھ کھڑے ہوئے، رومال ہلانے لگے یا احسنت و زندہ باش کے نعرے لگانے اور اکثر تعریف کے گیت گانے لگے۔ ایسے موقعوں پر قدرتی بات ہے کہ سب سے زیادہ شور اس غلام یا مجرم کے آزاد کئے جانے کا مچایا جاتا تھا جس نے مقابلہ میں کارنمایاں دکھایا یا جب کسی بڑے پہلوان نے کوئی کشتی ماری۔ اسی طرح غیر مقبول اشخاص بلکہ خود بادشاہ پر آوازے بھی خوب خوب کسے جاتے تھے۔ اور نئے قوانین یا کسی بڑے وزیر (جیسے کہ تی جلی نوس) سے ناخوشی ظاہر کرنے کے لئے بھی ان موقعوں سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ اور اسی قسم کی اور فریادیں یا مظاہرے کئے جاتے تھے بلکہ سچ پوچھیئے تو بادشاہی میں اگر عوام الناس کے پاس نے دے کر کوئی سبیل ایسے جذبات کا اثر ڈالنے یا اندازہ کرانے کی رہ گئی تھی تو وہ یہی موقعے تھے اور اس رائے عامّہ کے اظہار کی جو وقعت حکام کی نظر میں تھی اس کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے کہ تی توس نے تماشا گاہ میں جابجا اپنے آدمی بٹھا دئے تھے کہ وہ بعض اشخاص کے قتل کا، جنھیں وہ قتل کرنا ضروری جانتا تھا، عام لوگوں کی طرف سے مطالبہ کریں۔"[1]

بادشاہی عہد کے میلوں کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ دریا دلی یعنی سیر کرانے والے اکثر بطور تحفہ کوئی چیز حاضرین میں پھنکوا دیا کرتے تھے کہ وہ اسے لوٹ لیں ان تحائف کو "مزی لیہ" کہتے تھے اور ان میں فواکہ، یا اور کوئی کھانے کی چیز اور لباس اور بعض اوقات "برات"، "دو تسی رہ" کے کاغذ ہوتے تھے جن کے لینے والے کو

---

[1] مقتبس از مضمون "لودی"، "ڈکشنری اوف اینٹی کوائیٹیز" جلد دوم صفحہ ۸۸

مختلف قسم کی دعوت میں شریک ہونے کا حق ہوجاتا تھا[1]۔ ایک اور رسم تماشاگاہ اور نشستوں پر خوشبو، خاص کر زعفران چھڑکنے کی تھی[2]۔

(۲۰) تماشاگاہ

بادشاہی زمانے میں روما میں تین تماشاگاہیں تھیں:- (۱) پمپی کی۔ جو ۵۵ ق م میں بنی اور اس قسم کی شہر بھر میں پہلی سنگین عمارت تھی۔ اسے متی لین کی تماشاگاہ کے نمونہ پر بنایا تھا اور اس کے اندر چالیس ہزار نشستیں تھیں۔ (۲) مارسلوس کا پنڈال جس میں پچیس ہزار ناظرین کی گنجائش تھی[3] اور (۳) ال کورنیلوس بالبوس کی تماشاگاہ جس میں ۱۱۵۱۰ آدمی سما سکتے تھے۔ رومی تماشاگاہ یونانی تماشاگاہ کی شکل ہوتا اور اسی کی نقل تھا لیکن اس میں بعض فرق بھی تھے۔ یونانی ناٹک کا دیونی سیوسی طائفہ رومیوں کے ناٹک کا جزو نہ تھا لہذا "آورکسترا"، یا ناچ کا فرش یونانیوں کی شکل بنانے کی انہیں ضرورت نہ تھی پس اس کی صورت میں کچھ تغیر کردیا گیا تھا اور بالکل مدور کی بجائے رومی تماشاگاہوں میں اسے صرف قوسی شکل کا رکھتے اور باقی جگہ بھی سامعین کے واسطے لے لیتے تھے۔ اسی سبب سے نشست گاہ "کاویہ"، کی صورت بھی ہلالی ہوگئی تھی۔ ایک اور تبدیلی یہ تھی کہ یونانی پنڈال میں تو نشستوں کی جگہ، تماشے کی جگہ سے علیحدہ ہوتی اور ان میں آمد و رفت کے دروازے ہوتے تھے لیکن رومی تماشاگاہ میں یہ دونوں حصے ایک ہی مسلسل احاطے کے اندر بنائے جاتے اور ناچ کے فرش کا راستہ پہلو کے محرابی دروازوں سے ہوتا تھا۔ عمارت کے اوپر رنگ برنگ کے شامیانے

ع[1] مارتیال۔ باب ہشتم صفحہ ۸۷۔ جووال نے جس "دوتسی رہ فرذتنی"، کا ذکر کیا ہے (نہم صفحہ ۱۰۵) وہ تقسیم غلہ میں حصے کا رقعہ ہوتا تھا۔ نیز دیکھو پرسیوس (پنجم صفحہ ۷۴)۔ واضح رہے کہ تماشائیوں میں جو برات بٹتا رہتے تھے یہ "لوٹ"، اس سے جداگانہ نوعیت رکھتی ہے۔ ع[2] مارتیال۔ پنجم۔ ۲۵۔
ع[3] دیکھو اس کتاب کا باب دہم عنوان ۴۔ نیز مارتیال۔ دہم صفحہ ۵۱۔

لگادئے جاتے تھے کہ بارش اور دھوپ سے بچاؤ رہے۔ تماشا شروع ہونے سے پہلے چبوترہ "پولپی توم" ایک پردے سے چھپا رہتا تھا اور ہمارے ہاں تو پردہ اُوپر اُٹھا لیے لیکن وہاں نیچے گرتا اور تماشے کا آغاز ہوتا تھا:— روشن چوکی یا چبوترے کی نشستیں طبقۂ اعیان کے لئے مخصوص تھیں ؎۱ حالانکہ غیر ملک کے معززین کو بھی کبھی کبھی یہیں جگہ دی جاتی چبوترے سے ملی ہوئی نشست گاہ (یعنی "کاویہ") کی "چودہ قطاریں" قانون روس کیوس او تھو (مجریہ ۶۷ ق م) ؎۲ کی رو سے شرفائے متوسطین (نایتوں) کے واسطے ہوتی تھیں اور تماشا گاہ کے ایک منتظم مسمّٰی لئی توس کا مارتیال نے جابجا ذکر کیا ہے کہ وہ ان قطاروں کو بے ضابطہ آ بیٹھنے والوں سے صاف کراتا تھا۔ ؎۳ اس منتظم کو رومیوں کی اصطلاح میں "ذریمی ناتور" کہتے تھے۔ بادشاہی کے آغاز میں اگسطس نے پنڈال کے مختلف حصوں کی لوگوں کے حسب مراتب تقسیم و تخصیص کی اور کئی قواعد و ضوابط بنائے۔ ایک "ذنگل" یا شاہی تخت کو بادشاہ یا صدر جلسہ کے لئے مخصوص کردیا اور اس کی جائے حاضرین کے بائیں جانب رکھی۔ اس کے مقابل میں دائیں طرف اسی قسم کا ایک تخت آتش کدے کی کواریوں کے واسطے بچھا اور اسی میں ملکہ

؎۱ چبوترے کے پردے کے پیچھے ایک اور چھوٹا پردہ "سی پاریوم" بھی ہوتا تھا۔ دیکھو جونال، ہشتم ۱۸۵۔ جہاں "سیپاریوم" کے لئے آواز کرانے پردنیے (یعنی ناٹک کی نوکری کرنے) کا کنایہ موجود ہے۔

؎۲ جونال سوم ۔ ۱۷۸۔ جہاں "چبوترے والوں" سے اعیان مراد لئے ہیں۔ نیز دیکھو ہفتم، ۴۷۔ جس میں ایک بنچ کے کرسے کا ذکر کیا ہے کہ شعر خوانی کے لئے اسے تماشا گاہ کی وضع پر آراستہ کیا تھا۔ اور نشستیں ایک دوسرے کے اوپر بنائیں تھیں۔

؎۳ ہوریس ۔ اپوڈ ۔ فصل چہارم ۱۵ ۔ رقعات جزو اول ۔ پنجاہم ۔ ۶۲ ۔ نیز جونال ، سوم ، شعر ۱۵۴ ۔ ۱۵۹ ۔ چہاردہم ، ۳۲۴ ۔

؎۴ جیسے باب پنجم ، ۲۵ میں :

(Leitus ecce Venit : St. fuge, Curre, Iate)

کی نشست ہوتی تھی ۔

(۲۱) تماشے جو دکھائے جاتے تھے، ان میں عہد جمہوریت کی شکل ہر قسم کے المیہ (تراجدی) یا فرحیہ (کومدی) ناٹک، اتلانی سانگ اور نقلیں ہوتی تھیں نقلیں خاص طور پر لوگوں کو مرغوب تھیں جن میں عامیانہ زندگی کے نمونے پیش کئے جاتے اور بازاری زبان استعمال کی جاتی تھی۔ اسی لئے نقلوں کے لکھنے میں خاص طور پر ناٹک نویس کوشش کرتے تھے۔

تماشوں میں عورتوں کی نقل عورتیں کرتی تھیں اور اکثر کھیل نہایت مخرب اخلاق قسم کے ہوتے تھے۔ [۱] قصوں کی بنیادیں (پلاٹ) زیادہ تر کسی بازاری عشق عاشقی کے معاملہ پر رکھی جاتی تھیں۔ بعض نقلوں میں جن بھوت کا بھی دخل ہوتا تھا جیسے نقل نویس کاتولوس کا بھوت "فاسما"، یا ایک اور نقل ہے "لوریولوس" نامی بھوت، جسے رومی قدما میں "ڈک ٹرپن کا مرادف" کہا گیا ہے نقل میں [۲] اس کا ایک جگہ پھانسی پر چڑھایا جانا بھی دکھایا ہے اور مارتیال بیان کرتا ہے کہ تماشا دکھانے وقت ایک مجرم سے یہ نقل کرائی گئی اور فی الواقع اس کے ہاتھ میں کیلیں ٹھونک دیں اور اسے ایک ریچھ نے چیر پھاڑ دیا [۳]

لیکن بادشاہی زمانے میں ایک نئی قسم کے تماشے کا بہت رواج ہوگیا تھا اور کم سے کم اعلیٰ طبقوں میں یہ نقل سے بھی زیادہ پسند کیا جاتا تھا یہ گونگے کا سانگ تھا جس میں ایک کتھک یعنی نقال فقط ناچ کر ہاتھ پاؤں کے اشارے اور حرکی

[۱] چنانچہ اربوس کومہ نامی ایک نقل کرنے والی کا ہوریس نے ذکر کیا ہے کہ اس نے یہ الفاظ کہے :۔ (Satis est equitem mihi plaudere) (ہجویات جز و اول ۹-۱۰-۷۷) نیز دیکھو مارتیال دیباچہ باب ہشتم

[۲] جوونال ہشتم ۱۸۶ - یہ کاتولوس بہت مقبول نقل نویس تھا) اور سیزدہم، ۱۱۱ نیز دیکھو مارتیال پنجم ۲۰-۳۰-

[۳] جوونال ہفتم ۱۸۷ -

[۴] مارتیال اسپکٹ، ہفتم ۔

[۵] واضح رہے کہ لاطینی میں نقل اور نقال دونوں کے لئے لفظ "می موس" (Mimus) استعمال ہو سکتا تھا لیکن "پان تومی موس" کے معنی صرف کتھک یا نقال کے تھے اور اس کے سانگ پر یہ لفظ نہیں بولا جاسکتا تھا بلکہ اس کیلئے ان کے ہاں (Fabula saltica) اوچھال کوئی خاص ترکیب رائج تھی

حرکتوں سے ادا کر دیتا تھا۔ سینکا فلسفی جیسے متین شخص کو اقرار ہے کہ اس قسم کی نقلوں میں اسے بہت لطف آیا۔ اور لوکان و استاتیوس جیسے نامی گرامی ادیب ایسے بھاؤ بتانے کے ناٹک تصنیف کرتے تھے[1]۔ ناچ دکھانے کا جیسا جوش و خروش بادشاہی زمانے کے قریب پیدا ہوا تھا اس کی مثال اس سے بہتر کیا ہوگی کہ اووید کی نظمیں جن کو ناٹک سے کوئی تعلق نہ تھا، سانگ میں نقل کی جاتیں تھیں (جس طرح آج کل اونچے درجہ کے ناولوں کو لوگ ناٹک کا لباس پہنا دیتے ہیں) اور واقعی تقریروں میں راگ راگنی کے سُر لگا کے انھیں ناچنے کے لائق بنا لیا جاتا تھا[2]۔ ان گُم صُم نقلوں کا موضوع ہر طرح کا ہوتا مگر عام طور پر عاشقی کے افسانے دکھائے جاتے تھے۔ ایک ہی نقال مختلف اشخاص کا بھیس بدل بدل کر سامنے آتا اور طائفہ "کان تی کا" (یعنی موقع کے گیت) ال کر گاتا۔ اس بات کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں کہ یہ سانگ واقع میں نہایت دلفریب ہوتے تھے[3]۔ لیکن کتھک کا فن جہاں تک مشکل لے کی کیفیت دکھانے کا تعلق ہے بہت جلد ایک رسمی اور تقلیدی شئے بن گیا چنانچہ لوکیان کسی نقال کا حال لکھتا ہے کہ اُس نے ناچنے میں کرونوس کے بچے کھانے کی نقل دکھانے کی بجائے تھیس تیس کا بچے کھا جانا دکھایا اور ان میں باہم کوئی امتیاز نہیں کیا۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ ان نقلوں سے جن میں جذبات شوق و محبت کو نقال اعضا کی شہوت انگیز حرکتوں سے بتاتا تھا، اخلاق پر برا اثر پڑتا تھا، اور ہم جا بجا عالی خاندان رومی خواتین کے کتھکوں پر عاشق ہو جانے کے قصے پڑھتے ہیں۔ ان کتھکوں کی شہرت اور آؤ بھگت کا وہی رنگ تھا جیسا کہ آج کل یورپ میں نامی گویوں کا غلغلہ سا پڑ جاتا ہے۔ بادشاہی زمانے میں کتھکوں کو عام طور پر "دہیس تریو" (افسانہ خواں) کے نام سے یاد کرنے لگے تھے۔

---

[1] جونال۔ ہفتم۔ ۹۳ نیز ۸۷؎

[2] ڈکشنری اوف اینٹی کوراٹیز جلد دوم ۳۳۵؎

[3] مصر کے نقال پارس کی قبولیت کے لئے ملاحظہ ہو لفظ باب بست و یکم عنوان[19] مارتیال نے اسکی وفات پر قطعہ لکھا ہے (باب نہم۔ ۱۳) 'Guisquis Haminian . . . .qus, sepulchro'۔ یہ جونال کا قول ہے: ہفتم۔ ۹۰-

اور ان میں سے بعض نقال جیسے **منیستر یا پاریس** دربار میں بھی خوب رسوخ پا جاتے تھے لیکن قانونی طور پر وہ "اِن فامِس" (یعنی رذیل) سمجھے جاتے اور خاص خاص سرکاری نیز شخصی حقوق سے محروم تھے۔ دوسرے وہ عام طور پر غلام یا پردیسی لوگ ہوتے تھے۔ تاہم جب شاہی زمانے میں متوسط طبقے کے شرفا نقل دکھانے تماشا گاہ کے چبوترے پر آنے لگے تو نقالوں کا فرقہ اتنا ذلیل و کمرتبہ نہ رہا۔ اس پیشے کے متعلق تی بریوس اور دومی شیان نے جو قیود عاید کی تھیں، ان کا حال ان بادشاہوں کے عہد حکومت کی ضمن میں بیان ہو چکا ہے لیکن یہ مستثنیات تھیں۔

(۲۲) **سرکس** (یا چکر)۔ بہت دن تک روما میں "سیرکوس ماکسی موس" کے سوا جو پلاٹین اور اون تین کی پہاڑیوں کے درمیان واقع تھا، اور کوئی چکر نہ تھا۔ اور بعد کا فلامی نیوسی چکر (۲۲۱ ق م) یا اور جس قدر عمارتیں اس قسم کی بنیں وہ سب اسی بڑے چکر کے نمونہ پر تیار کی گئی تھیں۔ یہ کم سے کم دو ہزار فیٹ لمبی اور چھ سو فیٹ چوڑی عمارت تھی اور اس کا شرقی سرا (پورتا کاپینا کی طرف) اور مغربی بوریوم کے چوک میں بہ شکل قوس مڑے ہوئے تھے۔ اور وہ "کارکریس" یعنی اُن تھانوں سے ان کی حد بندی کی تھی جہاں سے رتھیں یا تانگے دوڑائے جاتے تھے۔ عمارت میں ہر طرف نشست کی قطاریں چند درجوں میں بنی ہوئی تھیں اور عمارت کا یہ حصہ "کاویہ" (یعنی نشست گاہ) کہلاتا تھا۔ عموداً بھی اس حصے کو چند ہٹیوں میں تقسیم کیا تھا جن کی تعداد غالباً تین تھی۔ نشست گاہ کے بعد ایک سنگ مرمر کا چبوترہ تھا جسے "پودیوم" کہتے اور یہ بھی پوری عمارت میں چاروں طرف چلا گیا تھا۔ اس پر معزز لوگوں کے واسطے سنگ مرمر کی نشستیں بنی ہوئی تھیں۔ اگسطس نے تماشا گاہ کی مثل یہاں بھی تماشائیوں کے مرتبے کے مطابق نشستوں کی تخصیص کے قواعد بنائے تھے۔ چنانچہ پودیوم طبقۂ اعیان اور دوسرے عالی رتبہ اشخاص کے واسطے تھا اور اہل فوج، عورتوں، بچوں اور ان کے اتالیقوں اور متاہل عوام کے لئے علیحدہ علیحدہ حصے مقرر کئے تھے، ورنہ پہلے عورت مرد سب مل کر بیٹھا کرتے تھے۔ ۳۶ ق م کی آگ کے بعد جب یہ چکر دوبارہ تعمیر ہوا تو اغسطس نے اس میں شاہی خاندان والوں

کے واسطے ایک "پولوی نار" یا شہ نشین بھی بنوا دیا۔ عام نشست گاہ میں بھی بعض نشستیں سنگ مرمر کی تھیں لیکن باقی ماندہ، دوسری صدی تک چوبی ہی رہیں اور جب تماشائیوں کا اژدحام زیادہ ہوتا تو حادثے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ انتونی نوس پایوس کے عہد میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نشستیں یکبار گی ٹوٹ پڑیں اور ایک ہزار آدمی گر کر مر گئے "وو کار کریس" یعنی چھت کے تھان تھے کہ ایک میں صرف ایک تانگہ اور اس کے گھوڑے آ سکیں۔ ان کا دروازہ سلاخ دار کواڑوں کا ہوتا اور دوڑ شروع ہوتے وقت کھول دیا جاتا تھا۔ اس کے اوپر کی منزل میں چوکیاں بنی ہوتی تھیں جن میں قنصل یا اور لوگ بیٹھتے اور اس پورے درجہ کو "اوپی دوم" کہتے تھے کیونکہ وہ شہر کے پھاٹکوں کی بالائی منزل سے ملتا جلتا ہوتا تھا۔ دوڑ کے سطحی میدان کی بھی ایک لمبے چبوترے سے تنصیف کی تھی جسے "اسپینا" کہتے اور اس چبوترے کو مجسمے، فخر دلی ستون، اور خشکی فتوحات کی یادگاروں سے سجایا تھا۔ جب اغسطس نے یہ چکر دوبارہ بنوایا تو بالکل بیچ میں ایک مصری ستون قائم کرا دیا تھا جو اب "پیازدل پوپولو" (روما) میں نصب ہے۔ اسپینا کے دونوں سروں پر سنگ مرمر کے سات سات انڈے رکھے رہتے تھے اور دوڑ کے ہر دور "کوری کلوم" کے ختم ہونے پر شمار کے لئے ایک ایک انڈا اٹھا لیا جاتا تھا اور دور عام طور پر سات ہی ہوتے تھے۔ چکر کے موڑوں "متی" پر، اسپینا کے سرے کے پاس ہی ایک قوسی چبوتری بنائی تھی اور اس پر تین لمبی لمبی برجیاں تھیں۔ یہ موڑ کار کریس یا تھانوں کے بالکل قریب تھے اور انہی کے سامنے کھریا کی لکیر کھینچ کر دوڑ چکر میں شروع کی جاتی تھی۔ کھیلوں کا صدر نشین ایک رومال "میّپا"[1] ہلا کر دوڑنے کا اشارہ کر دیتا تھا دونوں موڑوں کے درمیاں ایک اور جگہ کھریا کی لکیر ہوتی اور اس کے مقابل حکم بیٹھتے تھے اور اسی لکیر پر دوڑ ہوتی تھی۔

سنہ ۳۶ء کی آگ نے اس بڑے چکر کو بھی کافی نقصان پہنچایا

---

[1] بارتیال۔ دوازدہم۔ ۲۹۔ ۹۔ اسی لئے جونال نے میگا شی کھیل کے تماشائیوں کو (Megalesiacae spectacula mappae کے نام سے یاد کیا ہے (نہم۔ ۱۹۳)۔

اور کلو دیوس نے اس کی مرمت کرائی۔ تھانوں کو جو بھربھرے پتھر کے تھے از سرِ نو سنگ مرمر سے بنوایا اور پرانی چوبی برجیوں کی بجائے جلا دار پیتل کی نئی برجیاں موڑوں پر لصب کیں۔ چکر میں اس وقت بھی دو لاکھ پچاس ہزار آدمیوں کی گنجائش تھی۔ پھر دومی شیان نے اس کو اور بہتر بنایا لیکن تراجن کے وقت میں واقعی یہ عمارت پُر شکوہ ہوگئی۔ کیونکہ "پوری نشست گاہ کی تمام قطاریں، تھان، شہ نشین اور بیچ کا چبوترہ سب نہایت صاف چمکتے مرمر کے بنا دئے گئے جا بجا سونے اور طرح طرح کے رنگوں اور جواہرات جیسے درخشاں نگینے جڑ کے اس کی زینت بڑھائی اور بیس بہار نگین مشرقی سنگ مرمر کے ستونوں اور مرمر اور برنج کی بڑی بڑی مورتوں کی قطاروں سے اس کی رونق اور شان کو کچھ سے کچھ کر دیا نشست گاہ میں نہایت قیمتی دھاتوں کی قناتیں لگوائیں۔ اور بڑے عہدہ داروں کے لئے اعلیٰ درجے کے نقش و نگار کے تخت بنوا دئے"[1]

اس بڑے چکر کے علاوہ روما میں تین "سیرکوس" اور تھے ایک فلامی نیوسی دوسرا اگایوس نیرو کا جو اگری پینہ کے باغ میں واتی کن کے نیچے تھا اور ایک ہادریان کا جو اس کے مقبرے کے شمال و مغرب میں بنایا گیا تھا۔

(۲۳) چکر کے کھیل شروع ہونے سے پہلے کاپی تول کی پہاڑی پر ایک جلوس مرتب کیا جاتا تھا اور وہ بڑے چوک میں اتر کے "دی کوس توس کوس" اور "ولابروم" کے بازاروں سے گزرتا ہوا "اریوم" کے چوک میں پہنچتا اور وہیں "جلوس کے دروازے" (پورتا پومپہ) سے بڑے چکر میں داخل ہوتا۔ پھر اس عمارت کے اندر "اسپینا" کا گشت لگاتا اور گشت میں "ندر نیانہ" یا بادشاہ کے "دو پول وی نار" (دستہ نشین) کی سلامی کے لئے توقف کرتا تھا۔ جلوس کے آگے آگے حاکم شہر یا خود بادشاہ رتھ میں سوار، لباس امپراطوری زیب تن کئے اور جلو میں ایک غلام سونے کا مکٹ بادشاہ کے سر پر سنبھالے ہوئے ساتھ ہوتا تھا[2]

---

[1] ڈکشنری اوف گریک ..... اینٹی کوئی ٹیز۔ جزو اول صفحہ ۴۳۰۔

[2] جو نال۔ دہم۔ ۳۶۔ جس میں بادشاہ کے زرکار جنگی لباس (تیونی کا جوئیس) کا ذکر کیا ہے اور اس کے دامنوں کو لکھا ہے کہ ان پر بہت بھاری زری کا کام کیا ہوتا تھا۔

اس کے پیچھے اُمرا کا گروہ، پھر دوڑ میں حصہ لینے والے تانگے اور ان کے سواران
کے بعد حسب مراتب پجاریوں، پروہتوں کے گروہ سونے کے بت لئے ہوئے چلتے تھے
چکر کے کھیلوں میں زیادہ تر تانگوں کی دوڑیں ہوا کرتی تھیں اور ان میں گھوڑوں
کی تعداد مختلف، مگر عام طور پر دو یا چار، اگرچہ کبھی کبھی دس تک ہوتی تھی۔ یہ بہت خطرناک
کھیل تھا اور تانگے والوں "اوری گی" کو بڑی جرات اور مہارت ہونی ضروری
تھی کیونکہ ہر تانگہ بان اپنے رقیب کا تانگہ اُلٹنے کی کوشش کرتا اور غالباً ایسی دوڑ
بہت کم ہوتی تھی جس میں دو چار بدنصیب تانگے والے کچل کے نہ مریں یا سخت چوٹ نہ
کھائیں۔ دستور تھا کہ تانگے والے گھوڑوں کی باگیں اپنی کمر میں ڈال لیتے تھے
اس سے خطرہ اور بھی زیادہ ہو گیا تھا اور گو ان کی پٹی میں چاقو لگا رہتا تھا کہ جب
ضرورت ہو باگ کاٹ کے خود الگ ہو سکیں تاہم کسی ناگہانی حادثے کے وقت یقیناً
اس سے کام لینا اکثر ناممکن ہو جاتا ہوگا۔[1] دوڑ کے موقعے پر بڑی بڑی شرطیں
("اسپون سیو") بدی جاتی تھیں)[2] اور کامیاب تانگے والوں کو وہ لوگ
جو ان کے جیتنے کی شرط کرتے تھے بڑی بڑی رقمیں انعام میں دیتے تھے
چنانچہ دومی شیان کے ایک تانگہ بان اسکورپوس کے متعلق لکھا ہے کہ
اُس نے گھنٹہ بھر کے اندر اشرفیوں کی پندرہ تھیلیاں حاصل کر لیں۔[3]

---

[1] ان خطروں کے باوجود بعض چابک سوار عرصۂ دراز تک زندہ اور بہت سے مقابلوں میں کامیابی پاتے رہے۔ چنانچہ دیوکلس تانگہ بان کی یادگار (۱۵۰ء) کا کتبہ ظاہر کرتا ہے کہ اس نے اسکورپوس کو جس نے دو ہزار اڑتالیس دوڑیں جیتی تھیں، پومپ: موس کلوسس کو، جس نے ۱۹۵۹ بازیاں ماریں اور نیز پومپ: ایا فرودی تس کو جو ۱۴۶۷ بار سب سے آگے رہا تھا شکست دی۔ خود دیوکلس بیالیس برس کی عمر میں اپنے پیشے سے دست بردار ہوا تو تین ہزار جوڑی کی اور ۱۴۶۲ دو سے زیادہ گھوڑوں کی دوڑیں جیت چکا تھا۔

[2] جوناں یازدہم - ۲۰۱ - نیز مارتیال - ہم - ۵۰ - ۱ - ۵ دوڑوں میں اسکورپوس اور ان کی تاتوس چابک سوار مشہور تھے۔ ان کی تاتوس قیصر گاؤس کے ایک گھوڑے کا نام بھی تھا۔

ان چابک سواروں کی قدر شناسی کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے کہ ان کے پتلے بنا کر نصب کئے جاتے تھے [1] اور یہ روما کی وہ خصوصیت تھی جسے دیکھ کر لوکیان بہت حیران ہوا تھا۔ دوڑ کے گھوڑے زیادہ تر شمالی یونان، ہسپانیہ، موریتانیہ اور صقالیہ میں پالے اور بڑے اہتمام سے سدھائے جاتے تھے [2]۔ پانچ سال سے کم کا کوئی گھوڑا دوڑ میں نہیں لیا جاتا تھا۔ ان میں، جونال اور مارتیال کے زمانے کا سب سے مشہور گھوڑا ہیر پنوس نامی تھا اور مارتیال لکھتا ہے کہ اس گھوڑے کے نسب سے واقفیت بھی مہذب شہری ہونے کی ایک علامت تھی [3]۔

جب کوئی عہدہ دار یا کوئی دوسرا شخص لوگوں کو چکر کے کھیل دکھانا چاہتا تو وہ صرف خرچ دے دیتا اور دوڑ کا بندوبست، گھوڑوں اور چابک سواروں کا معاوضہ وغیرہ یہ سب کام چند مقررہ جماعتوں کے حوالے کر دیتا تھا جو "فاکشون" (ٹولیاں) کہلاتی تھیں۔ ان ٹولیوں کے الگ الگ رنگ (وردیاں) ہوتے تھے۔ چنانچہ سب سے پرانی سفید (الباتا) اور سرخ (روساتا) تھیں پھر شاہی کے شروع میں اودی (ونی تا) اور سبز (پراسینا) [4]

---

[1] مارتیال، دہم۔ ۷۔ ۵۔ لوگوں کی فرمائش سے میر عدالت بھی ان کامیاب تانگے والوں کو بہت کچھ انعام و اکرام دیتا تھا۔ جونال ہفتم۔ ۲۴۳) اس رسم کے متعلق مارتیال نے ایک بہت مزے کا سجع لکھا ہے (چہارم۔ ۶۷) اس کی تقریب یہ ہوئی کہ اس شاعر کے کسی دوست گاؤروس نے میر عدالت سے ایک نایت کی آمدنی پوری کرنے کے لئے ایک لاکھ سسٹر کے مانگے۔ میر عدالت نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ رقم تو ہمیں اسکورپوس اور تھالوس تانگے والوں کو دینی پڑتی ہے اسی پر مارتیال کہتا ہے

"Quod non das equiti, Vis dare, praetor equo."

[2] مارتیال، پنجم۔ ۲۵۔ ۱۰۔

[3] جونال ہشتم۔ ۵۸۔

[4] سوم۔ ۶۳۔ ۱۲۔ (نیز دیکھو، جونال۔ ہشتم۔ ۶۲)

[5] جونال ہفتم۔ ۱۱۴، نیز نہم۔ ۱۹۷۔ مارتیال "وہ سبز پوشوں" کا طرفدار تھا اس شبہے کی تردید کرتا ہے کہ یہ ٹولی بادشاہ وہ میشان کے منظور نظر ہونے کی وجہ سے جیتا کرتی تھی۔ (دہم۔ ۴۸-۲۳)

ٹولیاں نئی بنیں۔ دومی شیان نے پانچویں کو اپنی طرف سے مرتب کیا جسکا رنگ قرمزی اور سنہری تھا۔ مگر آخر میں سبز اور اُودے رنگ والی ٹولیاں سب سے زیادہ مشہور ہوئیں۔ ہر ٹولی کا بہت باقاعدہ نظام ہوتا اور کثیر التعداد عہدہ دار اور نوکر (غلام) ہوتے تھے ان ٹولیوں میں باہمی رقابت کا ہونا قدرتی بات تھی اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بار ہا فساد اور بلوے ہو جاتے تھے۔ رومی سلطنت کے قرون ما بعد میں، پائے تخت قسطنطنیہ میں اسی قسم کی ٹولیوں نے سیاسی گروہوں کی سی شان پیدا کرلی تھی اور ان کی چشمک بعض اوقات خوفناک کشت و خون کی صورت میں نمایاں ہوتی تھی۔

(۲۴) **دنگل** ۔ اہل رومہ کی ایک خاص تفریح پہلوانوں کے مقابلے اور جنگلی جانوروں سے کشتیاں تھیں۔ دوسرے پہلوؤں سے تہذیب و شائستگی میں ترقی کرنے کے باوجود ان وحشیانہ تماشوں کا شوق اُن کے ہر طبقے میں پایا جاتا ہے اور اُس بدویت کی علامت ہے جو رومہ اور یونان کا فرق نمایاں کرتی ہے۔ اول اول کشتی گیروں (گلادیاتورز) کا تماشا خاص چوک میں ہوا کرتا تھا اور درندوں کی کشتیاں چکر میں لیکن پھر ایک نئی قسم کی عمارت کی ضرورت محسوس ہوئی جو چکر کے برابر تنگ اور طویل نہ ہو بلکہ ایسی ہو کہ وقت واحد میں کشتی کی پوری جگہ تماشائیوں کی نظر کے سامنے رہے۔ یہ کمی پوری کرنے کی پہلی کوشش **اسکری بونیوس کیورو** نے کی دسستہ ق م اور دو چوبی چبوترے یا قوسی تماشا گاہیں تیار کرائیں جن کے نیچے پہئیے تھے اور وہ گھوم کر مل جائیں اور ایک "امفی تھیٹر" (یعنی دہرا چبوترہ) بن جاتی تھیں کہ ان پر پہلوانوں یا جانوروں کی کشتیاں دکھائی جا سکیں یا انہی کو الگ الگ کرکے ناٹک کے کھیلوں کے واسطے دو تماشا گاہیں تیار کرلی جائیں۔ چند سال بعد جو دنگل جولیس سیزر نے بنوایا وہ بھی اس کی شکل نمونے کا تھا۔ **استاتلیوس توروس** کا سنگین دنگل بھی جیسا کہ پہلے بیان ہوا نرو کے زمانے میں آگ سے جل گیا تھا۔ ایک دنگل اغسطس نے وسط شہر میں بنوانے کا ارادہ کیا تھا مگر اس پروس پاتزیان کے عہد سے پہلے عمل نہ ہوسکا اور وس پاتزیان نے بھی جو عمارت شروع کی تھی اس کی تکمیل اس کے بعد تی توس

ودومی شیان نے کی۔ اس کا نام فلاویوسی ذنگل تھا[1]۔ اس عجیب وغریب عمارت
نے چھ ایکڑ زمین گھیری تھی اور اس کی شکل بیضاوی تھی۔ اندر، گرداگرد نشست
کی قطاریں تھیں جن کا راستہ چار غلام گردشوں سے تھا اور ہر غلام گردش گویا ایک
منزل تھی۔ نیچے کی تین منزلوں میں اسّی بڑے بڑے محرابی روشن دان بنائے
تھے کہ باہر سے ہوا آتی رہے اور ہر روشن دان کے بیچ میں پیلپایہ بنا کے اس پر ایک
ستون قایم کیا تھا۔ روشن دانوں کی محرابوں کے اوپر ایک سادی حاشیہ (گردنا)
چھوڑ دیا تھا۔ سب سے نیچے کی منزل کے ستون رومی و دوری نمونے کے تھے، دوسری
منزل کے **ایونی** اور تیسری کے کورنتھی وضع پر بنائے تھے، چوتھی منزل میں محرابیں
نہیں بلکہ دریچہ دار دیوار تھی اور اس پر "مخلوط" (کمپوزٹ) طرز کی استرکاری
کی گئی تھی۔

اکھاڑے کے گرد ایک اتنی اونچی دیوار بنائی تھی کہ تماشائی
جنگلی جانوروں کی زد میں نہ آسکیں۔ اور اسی دیوار کے اوپر ایک شہ نشین (پودیوم)
محل کے شہ نشین کی مثل بنا ہوا تھا۔ پھر ایک چبوترا اتنا چوڑا چھوڑ دیا تھا کہ اس پر
دو یا تین قطاریں سنگ مرمر کی چوکیوں کی بچھ سکیں جو اعیان، سفرائے دول خارجہ
اور غالباً مقدس کواریوں کے، واسطے مخصوص ہوتی تھیں۔ بادشاہ اور کشتیاں
کرانے والا شہ نشین میں بلند نشستوں پر بیٹھتے تھے۔ اور شہ نشین کے عقب میں "گرادس"
یعنی زینہ نما نشستوں کی قطاریں بلند ہوتی چلی گئی تھیں جن پر عام تماشائی بیٹھتے تھے۔
ان کو "مینیانا"، یعنی چند طبقوں میں تقسیم کر دیا تھا سب سے نیچے (یا آگے) کے
طبقے کی چودہ قطاریں شرفائے متوسطین کے لئے تھیں۔ دوسرے طبقے میں ملکی حقوق
والی برادریاں اور تیسرے میں عوام الناس ہوتے تھے[2]۔

۱۔ ملاحظہ ہو باب بست و یکم عنوان ۱۔ قرینہ کہتا ہے کہ اس ذنگل کے بھی
اوپر کے حصے چوبی بنوائے گئے تھے کیونکہ اس کے جو آثار باقی
ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تیسری صدی عیسوی یا اس کے بعد کے ساختہ ہیں۔
۲۔ مارتیال "سپکٹ" ۱-۷-

اس کے بھی اوپر ایک درجہ عورتوں کے واسطے مخصوص تھا جنھیں عمارت کے کسی اور حصے میں بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ ہر طبقے کے درمیان اترنے چڑھنے کی جگہ (''پری سنکس شیو'') رکھی تھی اور یہ طبقے بھی مسلسل نہ تھے بلکہ بیچ بیچ میں زینے بنا کے انھیں چند حصوں یا پٹیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ہر تماشائی کے پاس ایک پرچہ (ٹکٹ) ہوتا جس پر اس کی ٹھیک ٹھیک نشست کا پتہ ہوتا تھا۔ وسط میں تختے اور اُن پر ریت پڑی ہوتی (کہ خون جذب کر سکے) اسی سے اسے ''ارنا'' (ریتی) کہنے لگے تھے۔ اس ارنا یا چوبی اکھاڑے کے نیچے زمیں دوز وسیع عمارتیں ہوتیں جہاں جانوروں کے رہنے کے بھٹ بنے ہوتے تھے اور انھیں متحرک پنجروں کے ذریعے اوپر پہنچایا اور بھٹکی کے دروازے کھول کر اکھاڑے میں چھوڑا جاتا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے یہ جانور زیادہ مدت تک ان زمیں دوز مکانوں میں نہیں رکھے جاتے تھے کیونکہ انھی کشتیوں کے درمیان، پانی کی جنگ کا تماشا دیکھنے کے لئے ارنا میں پانی بھی بھروا دیا جاتا تھا۔[3]

فلاوسی دنگل اور اس کے تماشوں کی عام کیفیت کو مؤرخ گبن نے جس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے وہ یادگار ہو گیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ''اس عمارت کے بیرونی حصے پر سنگ مرمر لگایا اور سنگ تراشیدہ تماثیل سے آراستہ کیا تھا۔ اس وسیع و عظیم مجوّف میں اندر کے رخ ڈھلانیں تھیں ان میں گرداگرد نشستوں کی قطاریں تعداد میں ساٹھ یا اسّی اور وہ بھی سب

---

[1] جونال (دوم ۱۴۳-۱۴۴) ایک رومی امیر کے اکھاڑے میں اترنے کا ذکر کرتا ہے۔ کہ جو ''کا تولی، یا دلی وغیرہ سب برادریوں سے بلکہ خود نشین کے تماشائیوں سے بھی زیادہ، شریف و عالی نسب تھا۔'' نیز دیکھو مارتیال۔ چہارم ۳۲۔

[2] مارتیال۔ ۱۔ ۲۶۔ (ایک نایت کے ذکر میں جو دنگل میں بے حساب شراب پیا کرتا تھا۔)

[3] دیکھو مارتیال۔ ''سپکت'' ۲۴۔ جس میں پانی پر متحرک تختوں کا حال بیان کیا ہے۔ (صفحہ ۲۶۔ نیز ۲۸)

[4] مگر یہ صرف اعیان و شرفا کی نشستوں کے متعلق صحیح ہے۔

کی سب سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھیں۔ ان پر گدے پڑے رہتے اور ان میں اسی ہزار تماشائی بے تکلف سما سکتے تھے۔ چونسٹھ دروازوں سے یہ مجمع غفیر عمارت کے اندر اسنڈتا تھا اور اسی لئے اس کا نام بجا طور پر وُمیت ری، (مستفرغ) تھا پھر یہ دروازے، راستے اور سیڑھیاں ایسی کامل ہنرمندی سے بنائی تھیں کہ امرا، شرفاء یا عوام کسی طبقے کے آدمی کو اپنی مقررہ جگہ پر پہنچنے میں کوئی زحمت اور گڑبڑ نہ ہوتی تھی۔ کوئی بات جو کسی طور پر بھی تماشائیوں کے لئے لطف و راحت رسانی کا موجب ہو نظر انداز نہیں کی گئی تھی۔ بارش اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے ایک بڑا شامیانہ موجود تھا جو کبھی کبھی (حسب ضرورت) ان کے سر پر تان دیا جاتا فواروں کے ذریعے ہوا کو برابر ٹھنڈا رکھا اور جال فزا خوشبو کے مصالحوں سے خوب بسا دیا جاتا تھا۔ عمارت کے وسط میں ارنا یا اصل نمائش گاہ پر نہایت صاف و باریک ریتی بچھائی جاتی اور اسے جب چاہتے بالکل مختلف صورتوں میں تبدیل کر لیتے تھے۔ کبھی تو ہس پری دس کے باغ کی طرح معلوم ہوتا تھا کہ پورا ارنا زمین کے نیچے سے بلند ہو رہا ہے اور کبھی اسے تھریس کی چٹانوں اور کراڑوں کی مثل مختلف ناہموار حصوں میں توڑ دیتے۔ زمیں دوز نہروں سے بے اندازہ پانی پہنچ سکتا تھا اور ابھی جو چیز ایک مسطح میدان نظر آ رہی تھی، آن کی آن میں پانی کی ایک چوڑی جھیل بن جاتی اور ہر طرف مگرمچھ اور گھڑیال اچھلتے اور جنگی کشتیاں ادھر سے ادھر دوڑتی پھرتی سامنے آ جاتی تھیں ان مناظر کی رونق بڑھانے میں رومی قیاصرہ اپنی دولت اور فیاضی دکھاتے تھے اور کئی موقعوں پر ہم پڑھتے ہیں کہ دنگل کا پورا ساز و سامان سونے چاندی یا عنبر کا بنا ہوا تھا۔ نرو نے جو چوبی دنگل عارضی طور پر بنوایا تھا اس میں تماشائیوں کی حفاظت کے لئے طلائی جال لگے تھے۔

(۲۵) پہلوانوں یا گلادیاتوروں کی دو قسمیں تھیں۔ ایک تو غلام اسیر یا گنہگار مجرمین

مسلہ عارتیال سپکیت: ۴-۳

جنھیں حکماً اور مجبوراً لڑنا پڑتا تھا اور دوسرے وہ لوگ جو اپنی خوشی سے لڑنے پر آمادہ ہوتے اور پہلوانوں میں نام داخل کراتے وقت فرماں برداری کا حلف اُٹھاتے تھے دور بادشاہی میں اس قسم کے پہلوانوں میں ہر طبقے کے لوگ، شرفائے متوسطین اور اعیان تک[1] اور ذکور واناث دونوں جنسوں کے افراد داخل تھے ان کے رہنے کے مقام کو "لودی" (یعنی تعلیم گاہ) کہتے تھے[2] اور دومیشیان نے اس قسم کے چار لودی رومہ میں تعمیر کرائے تھے۔ پہلوانی سکھانے والے اُستادوں کو "لانیس تے" کے نام سے یاد کرتے تھے[3] اور یہ پہلوان بعض دفعہ انہی اُستادوں کے آدمی ہوتے جن سے وہ اُجرت پر اکھاڑے میں مقابلہ کراتے اور بعض اوقات وہ دوسرے اشخاص کے آدمی ہوتے جنھیں مالک لانیس توں سے اُجرت پر کشتی کی تعلیم دلواتے تھے۔ سنہ ۶۸ق م میں مجلس اعیان کی طرف سے ایک حد مقرر ہو گئی تھی کہ کوئی شخص واحد اتنی تعداد سے زیادہ پہلوان اپنے ہاں نہ رکھے لیکن قیصر گایوس نے اس قید کو اٹھا دیا البتہ ایک عہدہ دار اس کام کے لیے تقرر

---

[1] کہا جاتا تھا کہ دومیشیان نے اکی لیوس گلاب ریو کے قتل کا حکم صرف اس وجہ سے دیا کہ اسے گلاب ریو کے پہلوانی میں کمال حاصل کرنے کا حسد ہو گیا تھا۔ دیکھو جونال۔ چہارم - ۹۴ نیز نہم - ۸ و ہشتم ۱۹۹ -

[2] تاسی توس بیان کرتا ہے کہ "نامی گرامی عورتیں" نرو کے زمانے میں دنگل میں کشتی کرتی تھیں (تاریخ۔ پانزدہم - ۳۲) اور استاتیوس عہد دومیشیان میں جنس ضعیف کے انہی کارناموں کو سراہتا ہے (سیلو: اوّل - ۶ - ۵۳) جونال نے ہجو چہارم (شعر ۲۴۶ و آئندہ) پہلوان عورتوں کا حال لکھا ہے اور ہجو اوّل (۲۲) میں اپنے زمانے کی بداخلاقیوں کے ثبوت میں مویہ کا ذکر کیا ہے جو سُور سے کشتی لڑی تھی -

[3] جونال ہشتم - ۱۹۹ : (Haec ultaa quid erit nisiludus)
(یعنی اس سے بدتر بجز لانیس توں کے اکھاڑے کے اور کونسی جگہ ہوئی ؟ پھر ایک اور مقام پر یہی مصنف پہلوانوں کو جو خوراک دی جاتی تھی اس کا ذکر کرتا ہے (نہم - ۳۰)

[4] جونال - دہم - ۸ -

کیا کہ وہ لودیوں (یا اکھاڑوں) کا معاینہ اور نگرانی کرتا رہے۔ ان اکھاڑوں میں چوبی تلواروں سے لڑائی کی مشق کرائی جاتی تھی۔ انھیں "رُودِس"، (= گتکہ) کہتے تھے[1] اور جس وقت کوئی پہلوان آزاد کیا جاتا تو اس رہائی کی یادگار میں اسے ایک "رادِس"، عطا ہو جاتی تھی۔ عام دنگلوں میں اوّل مصنوعی لڑائی بھی انہی چوبی ہتیاروں سے شروع ہوتی تھی[2]۔ اصل مقابلے میں کوئی پہلوان زخم کھاتا تو تماشائی "ہابت۔ ہابت"، یعنی "چوٹ"، یا "ہوک ہابت" یعنی "کھلی ہوئی چوٹ"، چلاتے اور اگر زخمی اپنے حریف کے بالکل قابو میں آجاتا اور تماشائی اس کے قتل کے خواستگار ہوتے تو اپنے انگوٹھے اوپر کو اٹھا دیتے تھے[3]۔ لیکن اگر اسے بچانے کی دلیں ہوتی تو غالباً رومال ہلاتے تھے بہر حال ان دنگلوں ("مونرا"،) کے موقعے پر لاشوں کا نکلنا بالکل معمولی اور عام بات تھی۔

پہلوانوں کے مقابلوں کا طریقہ اور ہتیار مختلف ہوتے تھے[4]

مثلاً سامنیتی پہلوان اونچی کلغی کا خود اور مخروطی ڈھال لئے ہوتے تھے۔ تھراکی وہ کہلاتے جو تھریس والوں کی سی گول اور جمبئے کی شکل چھوٹی تلوار اور پایکتر لگا کے آتے[5]

---

[1] ہوریس۔ رقعات (اوّل ۱-۲ + نیز جونال ہفتم ۱۷۱۔

[2] یہ مصنوعی لڑائی "پرولیوسیون"، کہلاتی تھی۔ اسی لئے جونال کے ہاں (پنجم۔ ۲۶) "لوزگیا پرولیوروینت"، کے الفاظ میں اس کا حوالہ آیا ہے۔

[3] جونال۔ سوم۔ ۳۶۔ نیز دیکھو ہوریس۔ رقعات (اوّل۔ ۱۸-۶۶) جہاں انگوٹھوں کو اوپر اٹھانے کی بجائے نیچے کے رُخ دبانے کا ذکر ہے۔

[4] مارتیال نے ایک مشہور گلا دیاتور ہرمیس نامی پر جو قطعہ لکھا ہے اس میں اس کو دو قسم کی لڑائی میں باکمال بتایا ہے:- ایک تو بھٹر کر کشتی کرنے (a Valite) میں اور دوسرے "دام افگنی" (a retiarius) میں سامنیتوں کے مقابلے میں "ہنی راپوس"، (یعنی "کلغی گیر") اڑاتے جاتے تھے دیکھو جونال۔ سوم۔ ۱۵۸)

[5] ہوریس۔ رقعات اوّل۔ ۱۸-۳۵)

میرمیلوں غالیہ جاپوں کی طرح مسلح ہوتے اور ان کا مقابلہ عام طور پر ریتیاریائی سے کرایا جاتا تھا اندا باتے بے دیکھے لڑائی لڑتے کیونکہ ان کے خود سے چہرہ تک چھپا ہوتا تھا اور آنکھوں کے لئے اس میں کوئی سوراخ نہ رکھا جاتا تھا۔ اسی دازیائی تانگوں پر سوار ہو کر لڑتے۔ ریتیاریائی ایک جال اور تین انی کی برچھی سے مسلح ہوتے تھے۔ جال سے (جو ان کی وجہ تسمیہ تھا) وہ اپنے حریف کو پھاند لیتے اور الجھانے کے بعد برچھی لے کر جھپٹتے۔ ان کے مقابلے میں اسکوتوروں کو لاتے تھے جن کا یہ نام بمعنی متعاقبین ،، شاید اسی لئے ہوا کہ جس وقت ریتیاری جال پھینکتا مگر حریف کو پھانسنے میں ناکام رہتا تو وہ بھاگتا اور اسکوتور دنگل میں چاروں طرف اس کے پیچھے دوڑتا تھا۔[1] یہ کشتیاں[2] اور مقابلے رومی نقاشوں اور بت تراشوں کا عام موضوع تصویر ہو گئے تھے۔

(۲۶) جانوروں کی لڑائی آپس میں یا انسانوں سے ،، وناتیو ،، (بمعنی صید) کہلاتی تھی اسے انگریزی میں (Beast- baiting) کہنا چاہیئے۔ اس میں ہر قسم کے جانوروں کی کشتیاں کرائی جاتی تھیں۔ چنانچہ سانڈوں کی لڑائی یا سانڈ اور ہاتھی کی لڑائی کا جا بجا ذکر آتا ہے۔ آدمی کا مقابلہ ہاتھی، شیر ببر، ریچھ اور جنگلی سور سے بالکل عام بات تھی۔ اس قسم کی ایک نمائش میں بے شمار جانور ہلاک ہوتے تھے اور تراجن کی فتح واکیہ کے جشن میں جو ،، صید ،، دکھائی گئی تھی اس میں کہا جاتا ہے کہ گیارہ ہزار کی تعداد میں جانور کام آئے۔ مارتیال کے تماشوں یا دو مناظر کی کتاب ،، میں ان لڑائیوں کے بعض واقعات تحریر ہیں

[1] جونال۔ ہشتم۔ ۲۰۰۔

[2] جونال نے اس قسم کے مقابلے کا ایک جگہ (ہشتم۔ ۲۰۴) نقشہ کھینچا ہے۔

(Postquam vibrata........Pugnare secutor)

اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑنے والے ،، گاسر دس ،، یعنی چمڑے یا دھات کی پٹی بھی حفاظت کے لئے بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے اور ،، اپیرا دویہ ،، سے مراد سنہری باگ ڈور ہے۔

کہیں کسی گینڈے سے[1] کے سانڈ کو اچھال دینے کا قصہ لکھا ہے کہیں کسی ریچھ کے دنگل کے جوش سے تر ریتی میں جم کر بیٹھ جانے کا حال ہے اور کہیں کارپوفوروس حیوان کش کے کمالات شیروں اور سانڈوں کو قابو میں لانے کے متعلق بیان کئے ہیں۔ جنگلی جانوروں کو سدھانے کا فن بھی رومہ میں درجۂ کمال کو پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ ہاتھیوں کے ناچنے چیتوں کے ہل میں جوتے جانے، ہرنوں اور ریچھوں پر زین بندھنے کا ذکر آتا ہے[2]

دنگل میں "پگ متا" یعنی کٹ گھر علم کے ذریعے مختلف مناظر دکھائے جاتے تھے۔ یہ بہت اونچے اور کئی کئی درجے کے کٹ گھر ہوتے جنھیں کل کے ذریعے اوپر اُٹھایا، نیچے گرایا یا کھولا اور بند کیا جاسکتا تھا۔ استرابو نے اس قسم کے ایک کٹ گھر کا تماشا چوک میں ہوتے دیکھا تھا جس میں کوہ اتنا کا مرقع پیش کیا گیا تھا اور چوٹی پر ایک صقالیہ کے مجرم ڈاکو بٹھایا تھا۔ یک بہ یک کٹ گھر ٹوٹ کے آپڑا اور مجرم نیچے کے درجے میں درندوں کے بیچ میں گرا جو پہلے نظر سے اوجھل رکھے گئے تھے۔ فلاویونی دنگل کے تہ خانے کے منہ پر جو کٹ گھر تھا اس کی چوٹی پر سے بھی مفرور لڑکوں کے پکڑے جانے کا کہیں کہیں تذکرہ موجود ہے[4]

---

[1] گینڈا سب سے اول دومی شیان کے عہد میں رومیوں نے دیکھا تھا اور اس واقعے کی یادگار میں اس بادشاہ کے بعض سکوں پر اسی جانور کی تصویر بنائی گئی ہے۔

[2] دیکھو مارتیال۔ اول۔ ۱۰۴۔ جانور سدھانے والوں کے چوٹ کھانے کے تذکرے میں۔ نیز جونال چہاردہم۔ ۲۴۶۔

[3] مارتیال۔ "سپکت" ۲۔ ۲ ۲/۱

[4] جونال۔ چہارم۔ ۱۲۲۔

توضیحات و حواشی

رومی تہوار۔ (لودی)

جمہوریت کے زمانے میں رومیوں کے بڑے بڑے مذہبی تہوار تعداد میں سات تھے: (۱) "رومانی" جس کی ابتدا تارکوئنیوس کے وقت سے بتائی جاتی تھی (۲) "پلبیائی" جو ۲۱۶ سنہ ق م کے قریب سے آغاز ہوا۔ (۳) "کریالس" جس کا آغاز ۴۹۳ سنہ ق م سے پہلے نہ ہوا تھا۔ (۴) "اپولی نارس" جو ۲۱۲ سنہ ق م سے منایا جانا شروع ہوا۔ (۵) "مگالن سنیس" جسے ۱۹۴ سنہ ق م سے "بڑی دیوی" "سبیل" کی یادگار میں منایا جاتا تھا اور عہد بادشاہی میں اس کی رسوم اور شان میں بہت کچھ اضافہ کیا گیا۔ (۶) "فلورالس" جس کی ۲۳۸ سنہ ق م میں بنیاد پڑی اور بتدریج چھ دن تک منایا جانے لگا۔ بہت بداطواریاں اس تہوار کا لازمہ تھیں (۷) "ویک توریہ سولا رنہ" از ۸۲ سنہ ق م۔

عہد بادشاہی میں طرح طرح کے نئے تہواروں کا اضافہ ہوا جن میں سے اکثر زندہ یا مردہ بادشاہوں کی یادگار میں منائے جاتے تھے جیسے اکتیاکی جس کی بنیاد اگسٹس نے اپنی فتح کامل کے موقع پر (اپولو اکتیائی) کے نام سے ڈالی تھی۔ یا "لودی پارتھی کی" جسے ہادریان نے تراجن کی فتوحات پارتھیہ کی یادگار میں منانا شروع کیا تھا۔ یا "جوناس" جسے نیرو نے اپنی پہلی ڈاڑھی منڈانے کی یادگار میں قائم کیا تھا (۵۹ سنہ ع)۔ بادشاہان وقت کی سالگرہ کے موقع پر سالانہ تہوار "نتالی کیائی" منائے جاتے تھے مگر ان کی وفات پر یہ سلسلہ بند ہو جاتا تھا بجز اُن بادشاہوں کی سالگرہ کے جنھیں دیوتاؤں میں داخل کر لیا جاتا۔ باقی "لودی سکولارس" کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں =

(باب پنجم۔ عنوان ۲)

تمت

غلطنامہ تاریخ سلطنت روما

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۵	۶	تاژہ	تازہ	۸۵	۳	ستیوسن	ستیوس
۱۸	۲	ہوسکتا	ہوسکنا	"	"	نولس	نوس
۱۹	۸	صونے	صوبے	۱۱۴	۹	امتیازاب	امتیازات
"	۱۰، ۱۱	منتخب کراتا رہا	منتخب ہونے کے	۱۲۲	۲۲	Aguste	Agusti
			بعد وہ آئندہ چار	۱۳۰	۱۷	بیہ اعتبار	بہ اعتبار
"			سال تک سوائے اپنے	۱۴۷	۱۰	کرسونی سوس	کرسونی سوس
			آپ کو اسی عہدہ پر	۱۴۸	"	آربار	آباد
۲۰	۱	مرتب	مرتبہ	۱۴۹	۱۷	ایتھز	ایتھنز
"	۱۷	سنہ ۲۳ قام	سنہ ۲۳ ق م	۱۶۲	۹	زیاست	ریاست
۲۵	۱۹	قومیں	قوتیں	۱۷۰	۱۷	اقتبار	اعتبار
۴۶	۱۷	پرانہ سالی	پیرانہ سالی	۱۸۲	۷	نفل	نقل
۴۷	۱	لبکر	مل کر	۱۸۳	۵	اوسی بیس	اوسی پتیس
۶۶	۵	سنزر	سیزر	۱۸۴	۲۵	وزیزر	ویزر
۷۸	۶	اگری پا پوستوموس	اگری پا پوستوموس	۱۸۹	۹	سپرسالار	سپہ سالار
"	۲۰	سنہ ۴ ق م	سنہ ۴ء	۱۹۰	۷	بنگاہ	نگاہ
۷۹	۷	تی بر پوس	تی بریوس	"	۱۲	برکین	برگینٹن
۸۱	۱۰	کادیوس	کلودیوس	۱۹۹	۱۴	ویزروہیس	ویزروبہیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۱۹۹	۲۱	ماربورہ دس	ماریو دوکس	۲۹۷	۶۵	نیرد	نرو
"	۲۳	سوگون تیاکہ	سوگون تیاکم	۳۰۵	۱۱	ماکرورو۔	ماک رو
۲۰۰	۲۳	موگون تیاگم	موگون تیاکم	۳۲۴	۲۱	بعض	بغض
۲۰۱	۱۵	جرجانی	جرجاتی	۳۳۳	۱۱	دوسرا	دوسرے
۲۰۲	۹	اٹھائی	اٹھالی	۳۳۷	۱۰	خوئیں	خودمیں
۲۱۳	۹	بھٹ	بہت	۳۳۹	۱۲	رومی سیوس	اومی نیوس
۲۱۵	۴	باوی	دبادی	۳۴۲	۱۶	تاگلیس	تاکلیس
"	"	تھا	تھی	۳۵۵	۲	لئے	سے
۲۳۱	۱۷	مجبوبوں	محبوبوں	۳۵۵	۱۶	کما	کیا
۲۳۵	۲	اِلپی	الپی	"	۱۷	ال دی فلیوس	ال دی تلبیوس
"	۲	زرمیہ	رزمیہ	"	۱۸	دقیانولسیت	وقیانوسیت
۲۴۹	۱	خاضی	خاصی	۳۵۹	۲۰	الیان	البان
۲۵۳	۲۳	اس اس قدر	اس قدر	۳۶۱	۷	دوسرے دوسرے	دوسرے سرے
۲۵۷	۲	گیوم	کیومر	۳۶۳	۲۱	پوربتوماگوس	بوربتوماگوس
۲۵۸	۹	چوسیبوں	چوسیوں	۳۶۸	۱۳	چندروز	چندروزہ
۲۶۱	۱	پوئیوہم	یوئیوہم	۳۷۶	۱	نارک	نازک
۲۶۳	۳	Yonones	Vonones	۳۸۴	۲۱	فال بدھی	فالِ بدھی
۲۷۲	۶	پلبیوس	یلبیوس	۳۸۵	۶	بری تانی کوس	بری طانی کوس
۲۷۴	۲۲	فلیبوپونیس	فلیپوپونیس	۳۹۲	۲۱	اتربہ باتس	اتریاتس
۲۸۷	۲۲	بجانے	بچاتے	۳۹۶	۲۱	انئے	اپنے
۲۹۳	۶	جرانی	جرمانی	۳۹۷	۲۰	سبالی نوس	سبالی نوس
"	"	(غورد)	(غرد)	۳۹۸	۲۴	نیویارک	نیومارکٹ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۲۶	۸	جانز	جائز
۴۲۹	۱۰	بری	بیری
۴۳۳	۱۲	تنکہ	سکھ
۴۳۷	۲۰	زد	نرد
۴۴۱	۱۵	وجہہ سے سے	وجہ سے
۴۴۹	۱۰	دریارے	دریائے
۴۵۰	۳	زد	نرد
۴۶۱	۱۶	حمات	حمایت
۴۷۰	۶	سنعین	متعین
۴۷۲	″	کوادوروتوس	کوا اوروتوس
۴۷۵	″	یہلو	پہلو
″	۲۱	کی	کمی
۴۸۲	۱۰	بییرجیگ	بیرجیگ
۴۸۴	۱۸	توس	توس
۴۹۴	۷	ماسی توس	تاسی توس
۴۹۶	۱۸	سم	اسم
۵۰۸	۲۰	جش	جیش
″	۲۱	″	″
۵۰۹	۵	تین کو عشر جیش	تین عشر جیش
۵۱۲	۹	ثادانی	شادمانی
″	۱۱	داب	وارث
۵۱۹	۸	گیا	کیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۲۱	۲	ادس نیج کیا	ادس تیج لیا
۵۲۲	۲۵	دی تلسوس	دی تلیوسس
۵۲۹	۱۴	گا لیا	گا لیا
″	۲۴	حطراب	خطرات
۵۳۹	″	بدل	بدل کر
۵۴۶	۲۳	وس پاڑیال	وس پاڑیان
″	۲۵	بیوتوره والس تی توس	بیوتوروو الن تی نوس
۵۵۵	۱۶	کایوس	گایوس
۵۵۸	۱۰	لہ	کہ
۵۶۷	۶	وبک	ویک
″	۱۰	ورشتشم وکمت"	روشتشم ویکت"
۵۷۰	۱۳	پہوس	پلوس
″	۱۴	Plost	Plans trum
″	حاشیہ سطر ۳	فلوروس	فلوروس
″	۱۷		
۵۶۲	۵	تنگے	سگّٹے
۵۷۴	۴	منشار	منشا
۵۸۲	۱	دالاصغرا	دالاصغر)
۵۹۳	۱	مستبند	مستبد
۵۹۶	۷	تکلئے	تکیئے
۶۰۷	۲۰	جریرہ	جزیرہ
۶۱۵	۲۰	چکاسے	چکانے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۶۶۳	۱۵	رومی سشیان	رومی شیان
۶۲۸	۷	آشنی پسند	آشتی پسند
״	۱۱	الشارے	اشارے
۶۲۹	۵	جورگ	جولوگ
۶۳۶	۱۰	بچالی	بحالی
۶۳۸	۲۲	قطغات	قطعات
۶۴۰	۱۰	تیبدیلی	تبدیلی
״	״	رومی شان	رومی شیان
۶۸۴	۲۱	آزرو	آرزو
۶۸۵	۱۵	امیرانکیالوں کو سوار والے	امیرانکیالوس کو نوازاکہ آگئے
۶۹۰	۱	نالکون	مالکوں
״	۱۶	آسلیب	آسیب
۷۰۰	۸	مارے	بارے
״	۲۲	سیکا	سینکا
۷۰۱	۱	کال جونیوس	ال جونیوس
۷۰۳	۱۰	ساتھا	ساتھ
״	۱۳	زر	زرو
۷۰۵	۱۵	بعص	بعض
۷۰۸	۹	یازو	یانزو
۷۰۸	۷	ستیوس	تینوس
۷۰۹	۱۳	گگادلس	گگایوس
۷۲۱	۸	ادمی	آدمی
״	۱۰	قصویر	تصویر
۷۲۶	۱۰	اومیو	اومبعہ
۷۲۷	۱۹	رہتمائی	رہنمائی
۷۲۹	۱۲	زماتے	زمانے
۷۳۵	۱۴	روے	والے
۷۴۰	۳	یونانی بستی	یونانی بھتی
۷۴۶	۱۱	صریحی	صریحی
۷۴۷	۱۵	ششتبہ	مشتبہ
۷۵۳	۱۱	مغنزبی	مغربی
״	۲۵	وسے	وستے
۷۵۵	۱۶	وزانہ	روزانہ
۷۵۷	۱۳	اسکانی	امکانی
۷۶۷	۱	سبب سے	سب سے
״	۱۶	نوانیوں	یونانیوں
״	۱۸	(وزش خانہ)	(ورزش خانہ)
۷۶۹	۱۶	ہوکی	ہوئی
۷۷۴	۱۸	ناظم کی ذات قابلیت	ناظم کی ذاتی قابلیت
۷۷۵	۱۰	متفنن	متفننین
۷۷۶	۸	سپر	سپرد
״	۱۸	سے	میلے
۷۸۴	۱۰	اسپراطوار	اسپراطور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۷۸۶	۵	ضانی	منافی
۷۸۷	۶	ڑیں	ہیں
۷۹۵	۱۲	ملے	طے
۸۰۰	۲۲	یہ ہات	یہ بات
۸۰۹	۸	ابی	اپنی
۸۱۶	۱۳	کونستق کریپتی	کونس کریپتی
۸۱۷	۲۴	جو	جو
۸۱۸	۱۴	نہس	تھیں
۸۲۷	۱	ہمرتی	بھرتی
۸۲۹	۱۴	روکولائی	روکسولانی
۸۴۳	۲۱	د ر وس	دروکس
۸۴۸	۳	ہیں	ہیں
〃	۱۶	کتاب جوتھا	کتاب کا چوتھا
۸۵۰	۱۷	ملک کمک	ملک ملک
۸۵۷	۱۵	جسے	جیسے
۸۵۹	۱۴	واقیت	واقفیت
۸۶۴	۷	میح یعنی	صحیح معنی
۸۶۶	۵	اتتیازی	امتیازی
۸۶۸	۲۵	سوزظن	سوءظن
۸۸۱	۱۹	ہولناکدرسوم	ہولناک رسوم
۸۹۰	۲۱	(دہ درامایجین)	(دہ ڈرامامیین)
۸۹۱	۲۵	گذاری	گزری
۸۹۲	۲۳	غود	غود
۸۹۸	۲۲	متصور	مصور
۹۰۴	حاشیہ سطر ۲	فول	غول
۹۰۷	۱۲	مزنی	مربّی
۹۱۳	۱۸	کرنے	کرے
۹۱۴	۱۸	نیز اسی وسط	نیز اس کے وسط
۹۱۶	۲۱	رہنیا	رہنیان
۹۲۵	۱۰	تے	کے
۹۳۰	حاشیہ سطر ۱	ذکرتاہے	ذکر کرتا ہے
〃	۱۸	نے	سے
〃	۳۲	میبیزوں	سیبیزوں
۹۳۱	۲	جن	جس
〃	حاشیہ سطر ۱	صفحہ ۱۵	صفحہ ۵۱
۹۳۲	۲	ارکوس	مارکوس
۹۳۳	۸	نانگ	نانک
۹۳۷	۳	نانک	نانک
〃	۱۳	کرنا	کرتا
۹۳۹	۹	ملامین	ملاتین
۹۴۰	۶	آسکیس	آسکیس
〃	۱۱	مجمنے	مجسمے
〃	۲۳	۲۹	۲۹
۹۴۱	حاشیہ سطر ۱	ایلٹی کوئی ٹینر	اینٹی کوئی ٹیز

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۹۴۲	۱۲	اسیون سیو	اسیون سیو	۹۴۵	۲۰	لہ	سہ
۹۴۳	حاشیہ سطر ۴	سسر کے	سستی کے	۹۴۸	حاشیہ سطر ۱	بجز	بجز
″	۲۴	دومی شبان	ذومی شیبان	۹۵۲	۵	جو	جن کا
۹۴۴	حاشیہ سطر ۱۱	(دشرق م)	(دشرق م)	″	۱۰	بہت	بہت سی

تمت